B. A.

Principles of Economics. Vol. I.

by

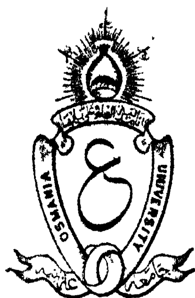
F. W. Taussig.

اصول معاشیات جلد اول

ترجمہ

مولوی رشید احمد، بی۔ اے۔

قیمت	روپیہ	آنہ
سکۂ عثمانیہ	۱۱	۹
سکۂ انگریزی	۹	۱۴



سلسلۂ مطبوعات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

اصولِ معاشیات

جلد اول

تصنیف

ایف۔ ڈبلیو۔ ٹاسگ پی ایچ۔ ڈی لٹ۔ ڈی ال ال۔ ڈی۔

ہنری لی پروفیسر معاشیات ہارورڈ یونیورسٹی

ترجمہ

مولوی رشید احمد صاحب بی۔ اے (علیگ) ایف۔ آر۔ ای۔ ایس (لندن)

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی

سنہ ۱۳۵۶ھ م سنہ ۱۳۴۶ف م سنہ ۱۹۳۷ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

حصۂ اول

۳ — ۱۸

پیدائش کی تنظیم

باب اول

دولت اور محنت

باب دوم　۱۹—۳۸

پیدائش اور محنت

باب سوم　۳۹—۶۱

تقسیم عمل اور زمانۂ حال کی صنعتوں کی ترقی

باب چہارم

پیدائش بر پیمانۂ کبیر

باب پنجم

اصل

باب ششم

صنعت کی اجتماعی تنظیم

باب ہفتم

پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

حصۂ دوم

مبادلہ و قدر

باب ہشتم ۱۴۱—۱۵۰

تمہید: مبادلہ، قدر، قیمت

باب نہم ۱۵۱—۱۷۶

قدر اور افادہ

باب دہم

بازاری قدر —— طلب و رسد

باب یازدہم ۲۰۶—۲۲۰

تخمین

باب دوازدہم ۲۲۱—۲۳۳

یکساں یا استقراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

باب سیزدہم ۲۳۴—۲۴۵

قدر اور تغیر پذیر مصارف ۔ تقلیل حاصل

باب چہاردہم ۲۴۶—۲۵۸

قدر اور تکثیر حاصل

باب پانزدہم

۲۵۹—۲۸۴

قدر اجارہ

باب شانزدہم ۲۸۵—۲۹۳

مصارف مشترک اور طلب مشترک

حصہ سوم

زر اور مبادلے کا نظام

باب ہفدہم ۲۹۷—۳۰۹

قیمتی فلزات، سکہ

باب ہجدہم ۳۱۰—۳۳۲

زر کی مقدار اور قیمتیں

باب نوزدہم ۳۳۳—۳۴۹

فلزاتی زر کے مصارف اسکی قدر کی نسبت سے

# باب بستم		۳۵۰—۳۶۱

فلزینیت

# باب بست و یکم		۳۶۲—۳۸۱

فلزینیت (بسلسلۂ سابق) چاندی کی علحدگی

باب بست و دوم ۳۸۲—۴۰۸

قیمتوں کے تغیرات

باب بست و سوم ۴۰۹—۴۳۶

سرکاری زر کاغذی

باب بست و چہارم ۴۳۷ — ۴۶۱

بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

باب بست و پنجم ۴۶۲ — ۴۷۸

بنک کے کاروبار

باب بست وششم ۴۷۹—۵۰۳

مرکزی بنک کاری کے نظام

باب بست و ہفتم

ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

باب بست و ہشتم

صنعتی کساد بازاری یا بحران

باب بست ونہم

مالی ہراس و اضطراب

باب سیم

۵۶۸—۵۹۰

نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

باب سی و یکم ۵۹۱—۶۰۳

اصلاح زر کی تجاویز

حصہ چہارم

تجارت بین الاقوام

باب سی و دوم ۶۰۶—۶۳۰

مبادلات خارجہ

باب سی و سوم ۶۳۱—۶۴۵

بین الاقوامی دائیوں کا توازن

باب سی و چہارم

۶۴۶ — ۶۶۳

نظریۂ تجارت بین الاقوام کسی خاص شی کی درآمد یا برآمد کیوں کیجاتی ہے؟

باب سی و پنجم

۶۶۴—۶۸۰

نظریہ بین الاقوام (بسلسلہ سابق)

نفع کی نوعیت و حقیقت

باب سی و ششم

۶۸۱—۷۰۰

تامین اور تجارت آزاد۔ تجارت آزاد کے موافق استدلال

باب سی و ہفتم

۷۰۱—۷۲۹

تامین اور تجارت آزاد (بسلسلہ سابق)

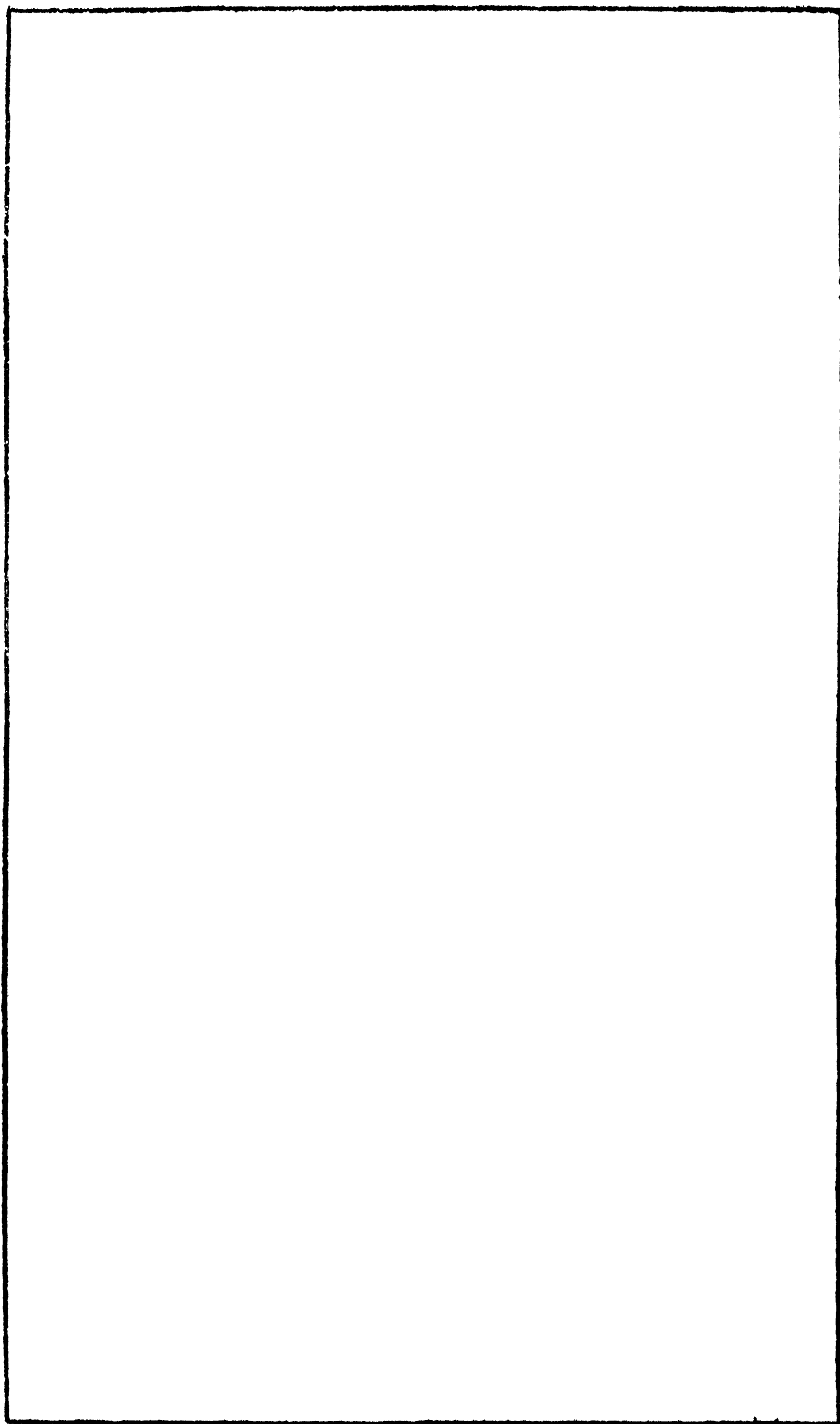
تامین کی موافقت میں چند دلائل

تم تم
تم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصۂ اوّل

پیدائش کی تنظیم



باب اوّل

دولت اور محنت

(۱) معاشیات کا موضوع۔ (۲) دولت؛ قدرتی اشیاء؛ معاشی اشیاء؛ دولت اور خوش حالی (۳) اشیا میں محض قلت کے سبب سے معاشی خواص پیدا ہوجاتے ہیں لیکن یہ خواص عام طور پر اس وجہ سے پیدا ہوجاتے ہیں کہ اشیا کی تیاری میں محنت صرف ہوتی ہے۔ (۴) محنت کرنا تکلیف دہ بھی ہوسکتا ہے اور راحت افزا بھی۔ محنت میں بالعموم تسلسل، یکسانیت اور تکلیف ہوتی ہے۔ (۵) محنت کی بعض قسمیں ہمیشہ راحت افزا ہوتی ہیں۔ (۶) محنت کی اکثر قسموں میں جو ناگواری اور تکلیف ہوتی ہے، اس میں ایک تو عام خیالات کی اصلاح سے تخفیف ہوسکتی ہے اور دوسرے اوقات کار کو کم کرکے اور مزدور کو فرصت کا زیادہ موقع دیکر تخفیف کی جاسکتی ہے۔

۱۔ معاشیات کی بحث کی ابتدائی حالت میں اس علم کی وسعت اور موضوع کو صحت کے ساتھ بیان کرنا کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ہمارے علم کا کیا موضوع ہے اور اس کا دیگر علوم سے کیا تعلق ہے؟ —— یہ اس وقت اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے، جبکہ ہمیں اس علم کے عام نتائج سے کچھ واقفیت ہوجائے۔ لہٰذا ابتداءً مثال کے ذریعے سے یہ واضح کردینا کافی ہے کہ اس علم میں جن سوالات سے بحث کی گئی ہے ان کی کیا نوعیت ہے۔ اس کی عمدہ مثال ایک عام استعمال کی چیز یعنی پانی کی معاشی حیثیت میں ملتی ہے:—

باب
دولت
محنت

ایک ایسے ملک میں جہاں آبادی کم ہے، قدرتی چشمے اور نہریں بافراط ہیں، پانی سب کو آزادی کے ساتھ مل سکتا ہے؛ یہاں پانی پر کسی کو حق تملیک جتانے کا یا اس کو حاصل کرنے کے طریقوں کے متعلق کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا: اس لیے کہ ہر شخص کو غیر محدود مقدار میں پانی مل سکتا ہے، اور کسی کو اس کا ذخیرہ فراہم کرنے یا اس کے حاصل کرنے کی کوشش سے کوئی خاص نفع نہیں مل سکتا۔

پس ان حالات میں پانی کو ایک 'قدرتی' شئے کہا جا سکتا ہے نہ کہ 'معاشی' شئے۔ اس حالت میں پانی اس وجہ سے 'معاشی' شئے نہیں ہے کہ اس کے متعلق کسی قسم کے معاشی سوالات نہیں پیدا ہوتے۔ ہر شخص کی جتنی احتیاج ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے، اور ہر شخص اس سے بے روک ٹوک تمتع حاصل کرتا ہے۔

یہ ممکن ہے کہ بہت جلد ایسی حالت پیدا ہو جائے جبکہ آبرسانی کا سہولت بخش انتظام کرنے کے لیے کچھ محنت صرف کرنی پڑے۔ اس صورت میں قدرتی شئے کا اطلاق پانی پر پوری طرح نہ ہوگا؛ لیکن بایں ہمہ اس سے کوئی پیچیدہ معاشی سوالات بھی پیدا نہ ہوں گے۔ ممکن ہے کوئی شخص کنواں کھودے اور نلی کے ذریعے سے چشمہ یا نہر سے اپنے مکان میں پانی لیجائے؛ اس صورت میں پہلا معاشی سوال جو اساسی سوال بھی خیال کیا جا سکتا ہے، یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سہولت یا آرام کی بہم رسانی کے لیے کتنی محنت صرف کرنا مناسب ہوگا؟ — لیکن جس وقت تک فرد واحد محض اپنی ہی احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے محنت کرے، یہ سوال بہت سہل اور سادہ ہے؛ اس لیے کہ اس میں نہ تو دوسروں سے کوئی علاقہ یا سروکار ہے اور نہ کسی چیز کے فروخت کرنے کا یا قیمت کا سوال ہے۔ اگر بنی نوع انسان محض اپنی اپنی احتیاجات کی بہم رسانی و تکمیل کے لیے محنت و مشقت کریں تو پیچیدہ معاشی سوالات کا ظہور ہی نہ ہوگا۔

4

سوال اس وقت زیادہ پیچیدہ صورت اختیار کر لیتا ہے جبکہ چند افراد پانی لائیں اور وہ دوسروں کے ہاتھ اس کو فروخت کریں۔ مشرقی شہروں میں ابھی بہشتی عام طور سے اپنی مشک کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ امریکا کے شہروں میں بھی بڑی بڑی بوتلوں میں بعض اشخاص خانگی طور پر چشمہ کا پانی یا مقطر پانی فروخت کرتے ہیں۔ اس موقع پر خرید و فروخت اور قیمت کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جن شرایط پر پانی فروخت کیا جاتا ہے ان کو

باب ۱
دولت و محنت

کیا چیز متعین کرتی ہے؟ جو اشخاص اس کی سربراہی کرتے ہیں ان کی محنت کا معاوضہ
کس طرح معین ہوتا ہے؟ آیا ان کی حیثیت منافع حاصل کرنے کی ہے یا نہیں؟ —
یہاں مسائل زیادہ پیچیدہ ہوجاتے ہیں۔

اس حالت میں ایک اور تبدیلی واقع ہوئی ہے (اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ وہ لازمی
طور پر بعد میں پیدا ہو) جب پانی فراہم کرنے کے لیے مشترکہ عمل اختیار کیا جاتا ہے۔ یہاں ممکن
ہے کہ سوال نسبتہً سادہ رہے یا یہ ممکن ہے کہ موجودہ قوموں کے پیچیدہ اور وقت طلب سوالات
میں سے ایک سوال بن جائے۔ اٹلی میں مسافر کو وہی چشمے دکھائی دیتے ہیں جن میں بند نالیوں
کے ذریعے سے پانی آتا ہے؛ اور یورپ کے بعض بڑے بڑے شہروں میں بھی سرکاری چشمے حال حال تک
پانی کی بہم رسانی کا ذریعہ رہے ہیں۔ اس صورت میں پانی صحیح معنی میں "قدرتی شے" نہیں رہا؛
اس لیے کہ ضرورت کے مقام پر اس کو لانے میں محنت اور مصارف کی ضرورت
ہوئی۔ لیکن محنت بہت زمانہ قبل صرف ہوئی، اس پر از سرنو محنت کرنے کی ضرورت
نہیں ہے (اس کے قیام و دوام کے لیے کوئی اخراجات لاحق نہیں ہوتے) اور پانی
اس قدر افراط سے دستیاب ہوتا ہے کہ بلا مزاحمت و تحدید استعمال کیا جا سکتا ہے۔
بایں ہمہ ایک جدید شہر میں حالت اب بہت کچھ متغیر ہو گئی ہے: بڑے بڑے
تالابوں میں پانی ذخیرہ کیا جاتا ہے، خزانہ ہائے آب تعمیر کئے جاتے ہیں، پمپ استعمال
کئے جاتے ہیں، بڑے اور چھوٹے نل لگائے جاتے ہیں، ہر گھر میں پانی افراط اور سہولت
کے ساتھ پہنچایا جاتا ہے۔ ان سب کاموں کے لیے ابتدا ہی میں بڑی مقدار میں عمل
نہیں کھپتا بلکہ اس کے قیام و انتظام کے لیے مسلسل اخراجات لاحق ہوتے ہیں؛ —
اس طرح متعدد سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کار ہائے آبرسانی کے اخراجات کا بار
کس پر عائد ہوگا اور پانی کی بہم رسانی کا انتظام کون کرے گا؟ آیا یہ کام سرکاری ملکیت
متصور ہوں گے یا خانگی ملکیت؟ اور خواہ سرکاری ملکیت ہو یا خانگی، فروخت
کے شرائط کیا ہوں گے؟ — بظاہر یہ ممکن ہے کہ اگر پانی سرکاری انتظام میں ہو تو
وہ سب کو مفت تقسیم کیا جائے، جیسا کہ یہی چشمے میں ہوتا ہے؛ یا پانی استعمال
کرنے والوں سے معاوضہ طلب کیا جائے۔ غرض فی الحقیقت پیچیدہ معاشی سوالات
شد و مد کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں: یعنی منافع، صحیح سرکاری اصول عمل، ممکنہ اجارے

5

دولت
محنت

کے منافع ' اور حفظان صحت کے متعلق امور ' اور مالی امور کے باہمی تصادم کے سوالات ' رونما ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ان مختلف قسم کے حالات میں فرق و امتیاز قائم کرنے کی غرض سے بعض عام فہم اصطلاحیں: مثلاً 'قدرتی اشیا'، 'معاشی اشیاء'، 'سرکاری اشیا' اور 'دولت' استعمال کی جاتی ہیں۔

ابھی اس کی تشریح کی جا چکی ہے کہ 'قدرتی شے' کیا ہے اور 'معاشی شئے' کیا ہے۔ تازہ ہوا، فصل و موسم، دھوپ، 'قدرتی اشیاء' کی بین مثالیں ہیں؛ علیٰ ہذا القیاس پانی سہل الحصول شکلوں میں، اور گھنے اور غیر آباد جنگل میں درخت کی لکڑی بھی 'قدرتی اشیاء' ہیں۔

'معاشی شے' کی خصوصیت 'قلت' ہے، اور قلت بھی وہ جو طلب کے مقابلے میں ظاہر ہو۔ پانی اس وقت معاشی شئے بن جاتا ہے جبکہ اس کو مطلوبہ مقدار میں اور مطلوبہ مقام پر حاصل کرنے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے۔ زمانۂ مستقبل میں بظاہر تازہ ہوا بھی بنی نوع انسان کی ایک معتدبہ تعداد کے لیے 'معاشی شے' بن جائے گی؛ جس وقت بہت سے اشخاص ایک بڑے کمرے یا ہال میں جمع ہوں' اس وقت یہی حالت ہوتی ہے: یعنی پنکھے، بادکش اور انجن لگائے جاتے ہیں۔
گویا سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مطلوبہ اور ضروری محنت کو بہترین طریقہ پر کس طرح لگایا جا سکتا ہے اور اخراجات کون برداشت کرے گا۔ بڑے بڑے شہروں میں آبادی کی گوناگوں کثرت اور ان میں ایسے عاملین کی زیادتی کے لحاظ کرتے جو ہوا کو ناپاک کرتے ہیں، غالباً آیندہ چل کر ہوا کو صاف رکھنے کے لیے بڑے پیمانہ پر تدابیر اختیار کرنے پڑیں؛ اس وقت اسی قسم کے پیچیدہ سوالات پیدا ہو جائیں گے جیسے کہ پانی کی بابت پیدا ہوئے! ـــــ ان سب سوالات کا دارومدار شے متعلقہ کی اضافی قلت پر ہوگا۔

'سرکاری اشیاء' یا 'اشیائے عامہ' وہ معاشی اشیا ہیں جو افراد کو مفت فراہم کیے جاتے ہیں' اور اسی کے ساتھ ہی ان میں کسی نہ کسی کے ذمے محنت اور اخراجات عائد ہوتے ہیں؛ اگرچہ یہ اشیاء آزادی کے ساتھ استعمال میں لائی جا سکتی ہیں لیکن وہ

باب دولت محنت

'قدرتی شئے' نہیں ہیں۔ چنانچہ حسب ذیل اشیاء اسی زمرہ میں شمار ہوتی ہیں :۔
سرکاری خزانہ آب، تعلیمات عامہ، چمن، عجائب خانے، موسیقی دنگل، پل اور شواع عام۔ کون کون سی اشیاء سرکاری ہوں گی اور ان کو مہیا کرنے کے اخراجات کس کے ذمے عائد کیے جائیں گے؟ آیا سب اشخاص سے محصول وصول کیا جائے گا یا صرف چند سے؟۔
6
یہ وہ سوالات ہیں جو ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے سرکاری فرائض اور محصولات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ ان پیچیدہ ترین اور دور رس اثرات رکھنے والے سوالات میں سے ہیں، جن سے عالم معاشیات کو بحث کرنی پڑتی ہے۔

ہمارے علم کی قدیم کتابوں میں پولیٹکل اکانمی (جس کے لیے عصر حاضر میں 'اکنامکس' کا زیادہ سادہ مگر جامع لفظ استعمال کیا جاتا ہے) کی تعریف عام طور سے 'علم دولت' کی جاتی تھی۔ اس اصطلاح کے استعمال میں 'دولت' کے مفہوم میں سب 'معاشی اشیا' بشمول سرکاری اشیا یا اشیائے عامہ شامل تھے۔ خواہ اصطلاح 'دولت' ہو یا 'معاشی اشیا' اس سے موضوع معاشیات کے بیان کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس اصطلاح کے مفہوم میں وہ سب اشیا شامل ہیں جن کی انسان کو احتیاج ہوتی ہے، جو قدرتی نہیں ہیں، جو پیدائش کے متعلق محنت کے سوالات اور رفع احتیاجات بذریعۂ محنت اور تنظیم صنعت کے سوالات پیدا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ قوم کی حالت اس وقت بہت اچھی ہوتی ہے جبکہ 'قدرتی اشیاء' اس کو زیادہ مقدار میں دستیاب ہوں اور ان اشیاء کی مقدار و کثرت نسبتۃً کم ہو، جو 'دولت' کی تعریف میں داخل ہیں۔ جہاں صاف پانی اور تازہ ہوا ہر شخص کو غیر محدود مقدار میں دستیاب ہو، وہاں زندگی کے حالات میں اتنی ہی زیادہ سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض عمدہ مقامات میں یکساں اور معتدل آب و ہوا لوگوں کو اس قسم کی محنت سے سبکدوش کر دیتی ہے جو دوسرے مقاموں پر گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے انجام دینا ضروری ہے۔ یہ کہنا بظاہر ایک معما سا معلوم ہوتا ہے کہ 'دولت' کی قسم کی چیزیں کسی قوم کے پاس جتنی زیادہ ہوں گی اسی قدر کم وہ خوش حال ہوگی لیکن یہ معما بآسانی حل ہو جاتا ہے۔ کسی قوم کی 'دولت' ان اشیا کا مجموعہ نہیں ہے جن پر اسکی مرفہ الحالی کا دار و مدار ہے۔ ان میں 'قدرتی اشیا' اور 'معاشی اشیا' دونوں شامل ہیں۔

باب ۱- دولت و محنت

جتنی زیادہ اشیاء قدرتی ہوں گی، اسی قدر زندگی کے حالات سہل و آرام دہ ہوں گے۔ 'معاشی اشیا' جس قدر زیادہ ہوں گی اسی قدر ان اشیاء کا دائرہ وسیع ہوگا' جن کے متعلق معاشی سوالات پیدا ہوتے ہیں؛ اور اسی قدر علمِ 'دولت' کی وسعت زیادہ ہوگی۔

'قدرتی اشیاء' کی افراط اگرچہ بجائے خود ہر قوم کے لیے فائدہ رساں ہے لیکن اس کا وجود خوشحالی کے اعلیٰ ترین معیار کے دوش بدوش ہمیشہ نہیں پایا جاتا۔ گرم اور نیم گرم ملکوں میں زندگی کے جو حالات ہوتے ہیں وہ بحیثیت مجموعی معتدل ممالک کے مقابلے میں بہت زیادہ سہولت بخش ہوتے ہیں۔ بعض قسم کی اشیائے خوردنی قدرتی یا تقریباً قدرتی ہوتی ہیں اور یہاں موسم سرما میں سردی سے بچنے کے لیے کوئی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی؛ لیکن آب و ہوا طاقت و توانائی کو گھٹا دیتی ہے اور طبعی قوت اور ذہنی قابلیت کی نشوونما و ترقی میں مزاحم ہوتی ہے۔ چنانچہ معتدل آب و ہوا کے ملکوں کے باشندوں کو محض اس بنا پر کہ ان کو بہت سے موانع اور بہت سی مزاحمتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے' ایسی اندرونی قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو بالآخر عظیم الشان خوشحالی کی طرف ان کی رہبری کرتی ہیں۔ یہی حال افراد کا ہے: جس شخص کو راحت اور آسائش کے ذرائع ہر وقت میسر ہوں' اس میں جفاکشی، تحمل اور ہمت جیسے صفات بہت کم پیدا ہوتے ہیں؛ اور انجام کار خوشحالی اور تمول کا جہاں تک تعلق ہے' وہ بازی لے جاتا ہے جس کو ابتدا ہی سے مشکلات اور سخت حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہو۔

۷

۳- اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ 'دولت' 'محنت' کا نتیجہ ہے؛ لیکن بعض ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جن میں باوجود اس امر کے کہ کوئی شئے محنت کے بغیر حاصل ہو' وہ 'دولت' یا 'معاشی شئے' ہوتی ہے۔ قدرت کا آزاد اور مفت عطیہ اگر اس کی مقدار محدود ہو تو 'دولت' ہو سکتا ہے۔

شہابی پتھر جو حرارت کی وجہ سے سطح زمین پر پہنچنے سے قبل عموماً پھٹ جاتے ہیں' بعض صورتوں میں زمین پر گرتے ہیں؛ چونکہ ایسے پتھروں کی قلت ہوتی ہے اور ہمارے زمانے میں علمی تحقیقات کی غرض سے یا محض ایک نادر شئے کی تملیک کی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے ان کی قدر کی جاتی ہے' اس لیے ان کی قدر و قیمت

باب دولت محنت

بھی ہوتی ہے۔ اور اگرچہ یہ قدرت کا 'مفت عطیہ' ہیں لیکن معاشی مفہوم کے لحاظ سے وہ 'قدرتی اشیا' نہیں ہیں۔ بحری ساحل کے بعض حصوں میں موجیں ساحلی چٹانوں سے سمندری خس وخاشاک[1] کثیر مقدار میں کھینچ لاتی ہیں جو کھاد کی حیثیت سے مفید ثابت ہوا ہے متعدد دوسرے اشیا کے مثل وہ بالواسطہ استعمال کیا جاتا ہے، یعنی وہ براہ راست احتیاج کو پورا نہیں کرتا؛ بلکہ احتیاج کو پورا کرنے کے عملوں میں اعانت کرتا ہے: بدیہی طور سے وہ کم و بیش دولت ہو سکتا ہے۔ اگر سمندری خس وخاشاک اتنی کافی مقدار میں ساحل پر جمع ہوتا رہے کہ ہر شخص اس کو حاصل کر کے اپنی ضرورت پوری کر سکے تو وہ صحیح معاشی مفہوم کے لحاظ سے ایک 'قدرتی شئے' ہوگا۔ لیکن اگر اس کی مقدار محدود ہو اور وہ بھی گنے چنے مقامات پر دستیاب ہو اور کاشت کاروں کی کثیر تعداد اس کو استعمال کرنے کی خواہش رکھتی ہو تو انسان کا ہاتھ اس کو لگنے سے پیشتر جبکہ یوں ہی ساحل پر پڑا ہو' اس میں قدر و قیمت موجود ہوگی۔ اور وہی مقدار جس کی کسی زمانے میں محض کثرت کی وجہ سے کوئی قدر و قیمت نہ تھی' آبادی کے اضافے کے ساتھ ساتھ قابل بیع و شریٰ اشیا کے دائرے میں لائی جاسکتی ہے۔ اور اس طرح اس کا شمار ایسی اشیا میں ہو سکتا ہے جن سے معاشیات بحث کرتی ہے۔

اسی طریق پر اگر قدرتی طور سے اشیا کی قلت نہ ہو بلکہ انسان اپنی مرضی یا اپنے اختیار سے ان میں تخفیف کرے تو بھی اسی طرح 'قدرتی اشیا' کا دائرہ تنگ اور 'معاشی اشیا' یا 'دولت' کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ پانی یا لکڑی کی رسد کسی قوم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے خواہ کتنی ہی غیر محدود مقدار میں موجود ہو تب بھی یا تو قوت و زور سے یا کسی قانونی معاہدہ کی بنا پر یہ اشیا کسی فرد یا چند افراد کے اختیار میں آسکتی ہیں۔ جتنی مقدار دوسروں کو درکار ہے' اس کی رسد کو محدود و معین کر کے اس کے مالک ایسی اشیا کو اپنے لیے آمدنی کا ذریعہ بنا سکتے ہیں؛ اور اس طرح 'معاشی اشیاء' کی فہرست میں ان کو داخل کرا سکتے ہیں۔ اجارہ بجائے خود بعض ایسے سوالات پیدا کرتا ہے جن سے معاشیات کو بحث کرنی پڑتی ہے۔

---

[1] Kelp

باب دولت محنت

یہ سیدھی سادی قسم کی قلت بظاہر غیر معمولی معلوم ہو سکتی ہے؛ چنانچہ ان چیزوں کی حد تک جن کو ہم اشیا خیال کرتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہے؛ جو مثالیں ابھی بیان کی گئیں وہ غیر معمولی ہیں۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں یہ ہوتا ہے کہ جب اشیا کی تشکیل و ترتیب میں کچھ محنت صرف ہوتی ہے تو وہ اشیا معاشی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ اگرچہ قلت (یا اضافی قلت) کا تصور اب بھی 'دولت' یا 'معاشی اشیا' کے تصور کی تہ میں مضمر ہے لیکن اس 'قلت' کا مفہوم اس لحاظ سے لیا جاتا ہے کہ قدرت جن اشیا کی بہم رسانی کرتی ہے انھیں انسان کو محنت کر کے اپنے استعمال کے قابل اور مطابق بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ محنت یا کسی نہ کسی قسم کی سعی، وہ سبب یا شرط ہوتی ہے جو معاشی مظاہر کی تہ میں مضمر ہوتی ہے۔

بایں ہمہ اشیا کی ایک بڑی قسم ایسی ہے جس کے بارے میں یہ بیان صادق نہیں آتا: یعنی محدود قدرتی عوامل، جن میں سب سے نمایاں زمین ہے۔ اس قسم کی چیزوں کو بالعموم اشیا نہیں کہا جاتا لیکن صحیح معنی میں وہ 'معاشی اشیا' ہیں؛ اس لیے کہ ان کی مقدار محدود و معین ہے اور احتیاجات کو پورا کرنے میں وہ بہت کارآمد ہیں۔ زرعی زمین، گھرے پانی کے خطے اور وہ حصے جن سے حرکی قوت حاصل کی جا سکتی ہو، جنگلات، معدنی اراضی، یہ سب محض اس خصوصیت کی بنا پر 'معاشی اشیا' ہیں کہ قدرتی طور سے ان کی مقدار معین ہے۔ ان سے جیسا کہ آگے چل کر مناسب موقع پر معلوم ہوگا بعض بہت پیچیدہ معاشرتی و معاشی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۴۔ یہ امر کہ محنت کن چیز سے مرکب ہے، بظاہر ممکن ہے کہ سیدھا سادہ معلوم ہو۔ اکثر اشخاص یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافی سے زائد واقفیت رکھتے ہیں؛ تاہم اس کے متعلق بعض ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جو معاشیات کے مرکزی مسائل ہیں، اور جن کا کوئی فیصلہ کن حل اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ہم پوری بحث کے اختتام کو نہ پہنچیں۔

جد و جہد کے بعض اقسام دلپسند اور خوش گوار ہیں اور بعض قسمیں ناگوار اور تکلیف دہ ہیں۔ بعض قسم کی جد و جہد محض اس خوشی کی بنا پر جو اس کو کرنے سے حاصل ہوتی ہے کی جاتی ہے؛ اور بعض جد و جہد معاوضہ یا انعام کی خاطر کی جاتی ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی قسم کی جد و جہد سے دونوں قسم کی تسکین پذیری ایک ساتھ حاصل ہوتی ہے:

باب دولت و محنت

یعنی کسی کو کام کرنے سے خوشی بھی ہوتی ہے اور معاوضہ بھی ملتا ہے۔ جہاں تک اعصابی یا جسمانی محنت کی نوعیت کا تعلق ہے خوش گوار اور تکلیف دہ محنت کے درمیان کوئی حد فاصل یا امتیاز قائم نہیں کیا جا سکتا؛ نیز خوشی حاصل کرنے کی خاطر جو کام کیا جائے اور معاوضہ ملنے کی توقع میں جو کام انجام دیا جائے ان دونوں کے درمیان بھی کوئی خط فارق یا امتیاز قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اس قسم کی سخت جسمانی محنت، جیسے کہ پہاڑ کی بلندی پر چڑھنا جس میں خطرہ بھی ہے اور دیگر مصائب بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں، سیاح محض خوشی اور تفریح کی خاطر انجام دیتے ہیں، اور راستہ بتانیوالے رہنما معاوضہ کی خاطر خدمت انجام دیتے ہیں؛ کھیل اور ورزشی کرتب تفریح طبع کے لیے بھی کئے جاتے ہیں اور پیشے کے طور پر بھی انجام دیے جاتے ہیں؛ متعدد پیشے جو بالعموم منافع حاصل کرنے کی خاطر اختیار کئے جاتے ہیں: جیسے نجاری، باغبانی، مصوری اور اداکاری وغیرہ، بعض اوقات محض تفریح طبع یا خوشی حاصل کرنے کے لیے بھی بلا طلب معاوضہ انجام دیے جاتے ہیں۔

9

بہرکیف یہ صحیح ہے کہ جدوجہد کا بیشتر حصہ جو انسان کسب معاش کے لیے انجام دیتا ہے تکلیف دہ ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اس کا سب سے بڑا سبب بظاہر یہ ہے کہ کسب معاش کے لیے جدوجہد کا موثر ہونا ضروری ہے اور جدوجہد کے موثر ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں استقلال، تسلسل اور ثبات پذیری ہو۔ جدوجہد کی اکثر قسمیں جو تفریح طبع کا ذریعہ ہیں، ایسی ہیں جن کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں جدت یا ندرت کا عنصر ہوتا ہے، اور جبر و اکراہ مطلق نہیں ہوتا۔ ایک رہنما جو پہاڑ پر سال بہ سال چڑھتا رہا ہو اور پورا راستہ اس کو تقریباً ازبر ہو گیا ہو اپنے کام کو فوراً ہی دقت طلب اور تکلیف دہ پاتا ہے، اور یہ تکلیف اس کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ کسب معاش کی خاطر اس کو رہنمائی کا کام باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ اپنی صحت و راحت کا خیال کئے بغیر باکراہ تمام انجام دینا پڑتا ہے۔ موسم گرما کے بعد از مشاغل تعطیلات میں جو سرور حاصل ہوتا ہے؛ اس کا باعث جوش ندرت اور آزادی انتخاب کا احساس ہوتا ہے۔ بے کاری اور سستی بہت جلد تکلیف دہ ہو جاتی ہے لیکن بجز چند مستثنیات کے ایک ہی کام کو دیر تک انجام دینا

باب ۱ دولت و محنت

بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔

وحشی اور غیر مہذب قوموں میں طبقۂ ذکور عام طور سے شکار اور جنگ اپنے لیے مخصوص کر لیتا ہے، اور زمین جوتنے اور کھانا پکانے کا غیر دلچسپ کام عورتوں کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ گو شکار اور ماہی گیری کے کاموں میں سخت ترین مشکلات برداشت کرنی پڑتی ہیں، لیکن ان میں یکسانی نہیں ہوتی؛ بلکہ تغیرات اور راحت کے وقفوں کی وجہ سے بہت کچھ تنوع پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تنوع اور اچانک تغیرات مزید تشویق و تحریص کا موجب ہوتے ہیں اور امتیاز حاصل کرنے اور ممیز بننے کے شوق کو بڑھاتے ہیں؛ نیز جانور کو ہلاک کرنے کی خواہش بھی پوری کرتے ہیں۔ اور یہی وہ جبلّی رجحانات و جذبات ہیں جو معاشی جد و جہد کے کثیر و وسیع شعبوں میں نہایت قوی اثر رکھتے ہیں؛ چنانچہ تہذیب و تمدن کے ابتدائی دور کی خصوصیت جبکہ انسان اپنے جبلی رجحانات کی تکمیل بے روک ٹوک کرتے دکھائی دیتے ہیں اسی قسم کا تنوع تھا: یعنی کبھی تو کامل بے کاری رہتی تھی اور کبھی پوری سرگرمی سے جد و جہد کی جاتی تھی۔

تہذیب یافتہ ملکوں میں انسان جس قسم کی محنت کرتے ہیں اور جس محنت سے بیشتر پیداوار حاصل ہوتی ہے، وہ محنت زیادہ تر مسلسل، یکساں اور تکلیف دہ قسم 10 کی ہوتی ہے؛ اور یہ بات خاص کر اس صورت میں بہت زیادہ صادق آتی ہے جہاں کہ تقسیم عمل کا طریق، اہتمام کے ساتھ وسیع پیمانہ پر رائج ہے۔ تقسیم عمل کی عظیم وسعت جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا، موجودہ زمانے میں اشیا کے بہت زیادہ مقداروں میں مہیا ہونے کا اور ملک کی مادی خوشحالی میں معتد بہ اضافہ ہونے کا ایک بہت بڑا سبب رہی ہے؛ لیکن اکثر کاموں کو غیر دلچسپ اور تکان پیدا کرنے والا بنانے کا باعث بھی یہی رہی ہے۔ تقسیم عمل کی قدیم اور سیدھی سادی شکل میں بھی جبکہ ایک شخص نجار تھا، دوسرا آہنگر، اور تیسرا موچی، لازمی طور سے یہی ہوتا تھا کہ ایک ہی کام کو متعدد مرتبہ دہرایا جاتا تھا؛ اور اس طرح کام میں یکسانیت ہونے کی وجہ سے اس میں دلچسپی کم ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن موجودہ زمانے میں مختلف النوع کلوں کے اہتمام طلب و بکثرت استعمال کی وجہ سے پیشوں کو متعدد شعبوں میں منقسم کر کے جس طرح عمل کیا جا رہا ہے، اس میں شاذ ہی یہ دیکھا جاتا ہے کہ کوئی ایک شخص اپنے پیشے سے متعلق سب کاموں کو انجام دے رہا ہو، یا ان کو کرنے کے

باب ۲ دولت، محنت

طریقے کی واقفیت رکھتا ہو۔ وہ اب ایسا موچی نہیں رہا ہے جو پورا جوتا خود ہی تیار کرے بلکہ کارخانے کا مزدور بن گیا ہے جسے کلوں کا ایک ہی قسم کا مقررہ نازک کام روزانہ کئی گھنٹے اور ہفتوں انجام دینا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں اس مقام پر جہاں کی آبادی کثیر و گنجان ہو، اور جہاں زمین و جائداد کی تملیک کا قاعدہ سختی سے رائج ہو مزدور کو کسی نہ کسی قسم کا مسلسل کام بقائے حیات کے لیے مجبوراً انجام دینا پڑتا ہے؛ وہ تنوع اور آزادی سے بے بہرہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کھیلوں اور روزمرّہ کے کرتبوں میں اپنے اوقات فرصت میں محنت کر کے کچھ فرحت اور خوشی حاصل کر لے لیکن کسب معاش یا مایحتاج زندگی کی حد تک محنت کرنے میں اس کو بہت کم تفریح یا خوشی میسر ہوتی ہے۔

۵۔ محنت کی بعض قسمیں ایسی ہیں کہ گو انسان مسلسل اور باقاعدہ کام کرتا ہے لیکن اس سے بظاہر کبھی کوئی تکان نہیں ہوتی۔ اس کی مثال دماغی یا ذہنی محنت ہے خاص کر ان اشخاص کی محنت جو تحصیل علم میں منہمک ہوتے ہیں اور اپنے ارد گرد کے حالات کے متعلق معلومات بہم پہنچانے میں مسلسل اور ہمہ تن مصروف ہوتے ہیں۔ فنون لطیفہ سے جو اشخاص ذوق و شوق رکھتے ہیں: مثلاً مصور، موسیقی کا ماہر اور شاعر، بعض اوقات ان میں ایک ہی کام کی طرف اس قدر قوی جبلی رجحان ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کام کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے؛ اور کوئی چیز نہ تو ان کو اس سے باز رکھ سکتی ہے اور نہ اس محنت سے ان کو جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس میں کمی کر سکتی ہے۔ چنانچہ ہر وہ کام جس سے دوسروں کے مقابلہ میں امتیاز حاصل کرنے کی جبلی خواہش پوری ہوتی ہے، اپنے اندر لامتناہی فریفتگی اور دلچسپی رکھتا ہے۔ اگر کسی ایسی چیز کو جس کو بہت کم اشخاص اپنی سعی سے حاصل کر سکتے ہیں اور جس کو حاصل کرنے کے لیے اکثر اشخاص آرزو کرتے ہیں، کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے تو وہ اپنی کوشش میں بہت کم تکان محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ ایک اداکار کو اپنا پیشہ اور کام انجام دینے میں بہت سی چھوٹی اور فروعی چیزوں کو یکسانیت کے ساتھ اور دیر تک مسلسل دہرانا پڑتا ہے؛ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس کے سامعین و ناظرین کے کامل سکوت یا پرجوش اظہار تحسین سے اس کے جسم میں مسرت و خوشی کی لہر نہ دوڑتی ہو۔ اگر اس کو اپنا مفوضہ کام اسی قدر تکرار اور سختی کے ساتھ کسی سخت گیر نگرانکار کی نگرانی اور ماتحتی میں بجبر انجام دینا پڑے اور اس کو آزادی حاصل نہ ہو تو اس کا کام کس قدر خشک

۱۶

باب ۲ دولت و محنت

اور غیر دلچسپ بن جائے گا۔ چنانچہ آزادی کی ہی بنا پر قیادت اور حکمرانی کا کام تقریباً ہمیشہ مسرت افزا ہوتا ہے؛ اس میں ممتاز بننے کی خواہش اور تسلط حاصل کرنے کی آرزو پوری ہوتی ہے، اور اس میں آزادی کا حقیقی یا ظاہری عنصر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آجر یا آقا کا کام بہ نسبت ملازم یا مزدور کے کام کے بہت زیادہ دلچسپی رکھتا ہے، اور محض کام کی محبت یا عادت کی خاطر اس وقت سے بہت بعد تک مسلسل انجام دیا جاتا ہے، جبکہ کام کرنے کا معاوضہ یا منافع ملنا موقوف ہو جاتا ہے۔

ان مستثنیات کی بنا پر ہم کو یہ واقعہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ دنیا میں کام کا بیشتر حصہ مسرت افزا نہیں ہوتا۔ بعض مُصلح ایک ایسے معاشری نظام تک پہنچنے کی توقع رکھتے ہیں جس کے تحت ہر قسم کی محنت بجائے خود مسرت افزا اور فرحت بخش ہوگی۔ یہ ممکن ہے کہ یہ اشخاص اپنے کاموں اور اپنی جدوجہد کی نوعیت کی بنا پر اس قدر رجائی اور پُر از امید ہو گئے ہیں! یہ اشخاص یا تو مصنفین ہیں یا مفکر اور منصوبے گھڑنے والے یا مصلحین ہیں؛ ان میں اخوانیت کا جذبہ بالعموم قوی ہوتا ہے، اور کسی فرض منصبی یا مقررہ کام کو انجام دینے سے ان کو اپنے سخت گیر ضمیر کی داد اور پسندیدگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی بنا پر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جملہ بنی نوع انسان سے ان ہی کے انداز میں محنت کرائی جا سکتی ہے۔ اگر ان اشخاص کے تخیل کی حالت عام ہو سکتی تو دنیا بہت زیادہ فرحت افزا اور مسرت بخش جگہ ہوتی؛ لیکن انسانوں کی کثیر جماعت کاہل اور کند ذہن ہے، ان میں اعلیٰ اوصاف اور خصائل مفقود ہوتے ہیں، اور ان کا کوئی معین نصب العین نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انسان کی معمولی سی احتیاجات کی تکمیل کے لیے دنیا میں جو کام ہیں ان کے بیشتر حصہ کا غیر دلچسپ، یکساں، ناخوش گوار، اور بھدا ہونا ضروری ہے۔ کسی کو دن بھر کی دھوپ میں سوکھ کر زمین کھودنی اور ہل جوتنا پڑتا ہے، تخم بونے پڑتے ہیں، فصل کاٹنی پڑتی ہے، تو کسی کو نجاری اور آہنگری کرنی پڑتی ہے، اور یہ سب جسمانی محنت اگرچہ کلوں اور آلات کے استعمال کی وجہ سے بڑی حد تک آسان ہو گئی ہے تاہم اصطلاح کے عام مفہوم میں اس کو محنت ہی کہا جا سکتا ہے۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ موجودہ زمانے میں کلوں کے روزافزوں استعمال کے اثر سے اور محنت کے روزافزوں تخصیص طلب بن جانے کے اثر سے محنت میں عدم دلچسپی اور

باب دولت و محنت 12

یکسانیت کا عنصر بڑھ رہا ہے؛ لیکن اس بارے میں جو تغیر ہوا ہے اس کی وسعت میں بہت کچھ مبالغہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔ رسکن نے دور وسطیٰ کے صناع یا کاریگر کے کام کی فریفتگی و جاذبیت کا ذکر کیا ہے کہ کاریگر اپنا وضع دار اور دلچسپ کام کرنے میں مسرت محسوس کرتا تھا؛ پھر بھی یہ مسرت و خوشی دور وسطیٰ میں یا کسی اور دور میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی۔ موجودہ زمانے کے شل اُس وقت بھی اکثر قسم کے کاموں میں ایک ہی عمل کی تکرار اور اس کا بار بار اعادہ کرنا پڑتا تھا، اور اس طرح اس کی انجام دہی میں تکلیف اور ناخوش گواری محسوس ہوتی تھی۔ قدیم زمانے کی زندگی کے حالات کا صحیح تصور قائم کرنا یا ان کو بیان کرنا ہمارے لیئے آسان نہیں ہے؛ اس لیے کہ ہمارے زمانے کی تنظیم سے اس زمانے کی تنظیم بہت مختلف تھی۔ لیکن یہ امر اغلب سے زیادہ ہے کہ بنی نوع انسان نے اپنے کاموں کو بحیثیت مجموعی اس سے زیادہ خوش گوار یا ہلکا نہ پایا ہو جتنے کہ وہ اب ہیں۔

۶ - ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ جوں جوں بنی نوع انسان کے مادی حالات میں ترقی ہوگی خاص کر زیادہ تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ ملکوں میں، ویسے ویسے محنت کی ناخوش گواری کا احساس کم ہوتا جائے گا؛ اور محنت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ محض ملک یا قوم کے خیالات میں تبدیلی ہونے سے بھی یہ احساس ایک حد تک کم ہو جائے گا۔ بات یہ ہے کہ امتیاز حاصل کرنے کا احساس کام یا محنت کی تسکین پذیری پر اثر ڈالتا ہے جس کام کو مستحسن خیال کیا جاتا ہے اس میں لازمی طور پر دلچسپی پیدا ہوگی، اور جس کام کو بنظر نفرت وحقارت دیکھا جاتا ہے اس میں کچھ فریفتگی نہ ہوگی۔ متمول جماعتوں کا طرز ایک مدت دراز سے عام طور پر یہ رہا ہے کہ وہ جسمانی محنت اور جسمانی محنت کرنے والوں کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کا قدرتی رجحان ان قوموں میں بھی پایا جاتا ہے جن میں رسم غلامی رائج ہے یا جن کی بنیاد جاگیری نظام پر قائم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہی طرز اس آرام طلب جماعت کا بھی ہے جو جاگیریت کے نقوش کی بڑی حد تک نقالی کرتی ہے۔ قوموں میں مساوات اور جمہوریت کا جو رجحان روز افزوں بڑھ رہا ہے، اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس صورت حال میں تبدیلی ہو جائے گی؛ اور مزدوروں کے سب طبقوں کا، خواہ وہ جسمانی محنت کرتے ہوں یا دماغی، وقار اور مرتبہ بلند تر ہو جائے گا۔ مختلف جماعتوں کے مابین نقل و حرکت کی زیادہ سہولت پیدا ہو جانے سے اور ان کے

باب۔ دولت و محنت

حالات میں زیادہ مساوات پیدا ہونے سے، جسمانی محنت کرنے والے مزدوروں کے سب طبقوں کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور اس طرح ممکن ہے کہ ان اسباب میں سے چند اسباب بھی دور ہو جائیں جو اب اس قسم کی محنت کے متعلق تنفر پیدا کرتے ہیں۔

بایں ہمہ محنت کی ناخوشگواری کو کم کرنے کے جو طریقے ہیں وہ یہ نہیں ہیں کہ اس کی نوعیت میں یا اس کی ذاتی دلچسپی میں تبدیلی کی جائے؛ بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ محنت کی تکالیف یا اس کی سختی میں کمی کی جائے۔ محنت کی سختی آلات کو زیادہ مکمل اور کارآمد بنانے سے اور کلوں کے رواج کو بڑھا کر کم کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ اس کی وجہ سے دوسری طرف یہ ممکن ہے، کہ محنت کی یکسانیت میں کمی نہ ہو بلکہ اضافہ ہو۔ اس سے زیادہ اہم یہ توقع ہے کہ ممکن ہے کہ اوقات کار میں کمی ہو جائے، اور اس کے بالمقابل اوقات فرصت و تفریح میں اضافہ ہو۔ محنت میں جو تکان ہوتی ہے وہ اوقات کار کی تعداد کے متناسب

18

نہیں ہوتی؛ چنانچہ ایک تندرست اور توانا آدمی کو محنت کے ابتدائی گھنٹے مضمحل نہیں کرتے۔ بعض مصنفین کا قول ہے کہ ان ابتدائی گھنٹوں میں بہ استثنا اس قلیل مدت کے جبکہ ابتدائی کام سے اجنبیت کی وجہ سے دقت محسوس ہوتی ہے، تکلیف کی بجائے کام کرنے سے فرحت ہوتی ہے! ___ دماغی محنت اور بعض دست کاری کے پیشوں میں بعینہٖ یہی کیفیت ہوتی ہے؛ اور تعطیل منانے کے لیے جو سیاحت کی جاتی ہے اس میں بھی عام طور پر یہی تجربہ ہوتا ہے۔ لیکن انسانوں کے ایک کثیر گروہ کو مقررہ کام کے کسی مرحلے میں بھی براہ راست خوشی کا احساس نہیں ہوتا؛ ان کے دن بھر کے کام کے ابتدائی اور آخری حصے میں جو فرق ہوتا ہے وہ اتنا نہیں ہوتا کہ اس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ اول الذکر کام خوش گوار اور بعد کا کام ناخوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ تاوقتیکہ چند گھنٹے نہ گزریں تکان محسوس نہیں ہوتی، اور اس کے بعد جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے تکان بڑھتی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اوقات کار میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے تو تکان اس قدر بڑھ جاتی اور شدید ہو جاتی ہے کہ اوقات فرصت و خواب اس کو دور کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتے؛ اور دوسرے دن پھر مزید تکان کا اضافہ ہو جاتا ہے: اس طرح حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ انگلستان میں کارخانوں کے نظام کے ابتدائی دور میں

باب
دولت محنت

یہی اثر رونما ہوا، اور روس جیسے غیر ترقی یافتہ ملکوں میں اب بھی یہی صورت حال ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں ایک دن میں بعض اوقات گیارہ، بارہ بلکہ چودہ گھنٹے بھی کام کرنا پڑا۔ موجودہ زمانے میں خود ریاستہائے متحدہ امریکا میں بعض فولاد کے کارخانوں نے جن میں دن رات کام جاری رہا ہے، کام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے؛ ایک دن میں اور دوسرا رات میں؛ اور ہر ایک حصے میں پورے بارہ گھنٹے مزدور کو کام کرنا پڑا۔ اس قسم کی صنعتوں میں بجائے کام کے دو حصوں کے، اگر تین حصے کر دئے جائیں، اور ہر ایک حصے میں اوقات کار بجائے بارہ کے آٹھ کر دیئے جائیں، تو اس سے مزدوروں کے خاصی خوش حالی کے ساتھ بسر کرنے کی جانب معتد بہ ترقی ہو جائے گی۔

گزشتہ دو یا تین نسلوں سے تہذیب یافتہ ملکوں میں مادی حالات کی اصلاح کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں، ان میں ایک سب سے امید افزا اور فائدہ بخش پہلو اوقات کار میں کمی کرنے کی تحریک ہے۔ دن کی محنت پہلے گھٹا کر گیارہ اور دس گھنٹے کر دی گئی، جس کی وجہ ایک تو یہ تھی: کہ مزدوروں کی جماعتوں کی طرف سے اس بارے میں مطالبہ کیا گیا تھا؛ اور دوسری وجہ یہ کہ خود قانون نے کارخانوں میں کام کرنے والے بچوں اور عورتوں کے لیے اوقات کار کو معین و محدود کر دیا تھا۔ اوقات کار میں کمی کرنے کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے؛ انجمن اتحاد مزدوران کا مقصد آجکل یہ ہے کہ محنت کو گھٹا کر آٹھ گھنٹے کر دیا جائے۔ یہ معیار زیادہ منفعت بخش اور ترقی کرنے والی صنعتوں میں قائم ہو گیا ہے، اور توقع ہے کہ جسمانی محنت کرنے والے طبقوں کی ایک کثیر تعداد اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ ہم آگے چل کر کسی موقع پر اوقات کار کی کمی کی اہمیت پر، اس سے حاصل شدہ فوائد کی نوعیت اور اسباب پر[1]، اور بعض مغالطوں پر، جو اوقات کار میں کمی کرنے کی تحریک سے منسوب کئے جاتے ہیں غور کریں گے۔ 14

لیکن باوجود اس امر کے کہ محنت کی ناخوش گواری کو کم کرنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کئے گیے ہیں: یعنی اوقات کار میں کمی کی گئی ہے، کام کو ہلکا اور معتدل بنا دیا گیا ہے، تفریح اور آرام کا زیادہ موقع بہم پہنچایا گیا ہے، اور ہر قسم کے مزدوروں کے وقار

[1] دیکھو باب ۵۸۔

باب ۲ دولت و محنت

میں معقول حد تک اضافہ ہوگیا ہے، دنیا کے کام کا بیشتر حصہ ہمیشہ تکلیف دہ معلوم ہوتا رہیگا ممکن ہے کہ ایک خوش نصیب قلیل جماعت ایسے کاموں میں محنت صرف کرتی رہے جو فی نفسہٖ فرحت افزا ہیں اور کوئی معاوضہ حاصل کرنے کی خاطر انجام نہیں دئیے جاتے؛ لیکن فی زمانہ اکثر کام جو محض معاوضہ یا انعام کی امید اور ترغیب میں کئے جاتے ہیں، معاوضہ کے بغیر انجام نہیں دئے جائیں گے؛ اور جس قدر معاوضہ زیادہ ملے گا اسی تناسب سے اس میں زیادہ قوت اور توجہ صرف کی جائے گی۔ یہ امر بلا شبہ صحیح ہے کہ نوع انسان کا بیشتر حصہ اگرچہ اپنے کام کو ناخوش گوار یا تکلیف دہ پاتا ہے، پھر بھی وہ اس سے زیادہ خوش ہے جتنا کہ کامل کاہلی کے تحت خوش رہتا؛ یا اس قسم کی بے ربط اور بے قاعدہ محنت کرنے کی صورت میں خوش رہتا جو وحشی اقوام کے لیے جاذبیت رکھتی ہے لیکن محنت عام طور سے تکلیف دہ اور دقت طلب معلوم ہوتی ہے، اور اس کے معاوضے کے طور پر جو اجرت حاصل ہوتی ہے، وہی اس کی انجام دہی کی طرف راغب کرنے والی محرک ہے۔ معاشیات میں جو اساسی سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ اسی نسبت سے تعلق رکھتے ہیں جو ناخوش گوار محنت اور اس کو انجام دینے کی ترغیب دینے والے معاوضہ کے مابین ہے۔

باب دوم

پیدائش اور محنت

(۱) قدیم انگریز معاشیین کے نقطۂ نظر سے صرف وہ محنت پیدا آور تھی جو مادی اشیا کی پیدائش میں صرف ہو! اس خیال پر اعتراضات۔ (۲) محنت محض افادے پیدا کرتی ہے۔ جو محنت افادہ پیدا کرے وہ پیدا آور ہے۔ کیا غیر مادی دولت موجود ہے؟ (۳) کیا کوئی محنت غیر پیدا آور ہے؟ ضرر رساں کاموں کی محنت۔ (۴) مجرموں اور مفلسوں اور سپاہیوں کی محنت۔ (۵) ”تاراجی محنت“، ”کاروبائے قانون“ اور غیر پیدا آور محنت۔

۱۔ بظاہر پیدائش سے محنت کا جو تعلق ہے وہ سیدھا سادہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اس پر اکثر بڑے اور ذی فہم علمائے معاشیات میں بے حد اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اور اس سے بعض دلچسپ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

ہم عام طور سے درزی، نجار اور موچی کی تعریف، علی الترتیب، — لباس تیار کرنے والا، میز کرسی بنانے والا، اور جوتے بنانے والا کرتے ہیں، لیکن یہ تعریف غلط فہمی پیدا کرتی ہے، مکمل تعریف نہیں ہے، اس میں کچھ اور بھی محذوف ہے۔ درزی کی محنت محض اس کام کو انجام تک پہنچاتی ہے جو اس سے قبل متعدد اشخاص نے ایک سلسلہ میں انجام دیا مثلاً سب سے پہلے چرواہا ہے جو بھیڑوں کے گلے کی نگہداشت کرتا ہے، اس کے بعد اُون کو صاف کرکے تیار کرنے والا ہے، اس کے بعد وہ اشخاص ہیں جو بری اور بحری راستہ سے مطلوبہ مقامات کو اون بھیجتے ہیں، ان کے بعد اون چھانٹنے والے، کاتنے والے اور بننے والے ہیں، اور پھر ان سب کے قطع نظر وہ اشخاص بھی ہیں جو مزدوروں کے لیے مختلف آلات اور کلیں تیار کرتے ہیں

باب ۲۔ پیدائش اور محنت

اسی طریقے سے نجار ان اشخاص کے سلسلے کا آخری شخص ہے جنھوں نے مشترکہ مقصد حاصل کرنے کے لیے محنت کی: مثلاً سب سے اوّل جنگل کا لکڑی کاٹنے والا لکڑ ہارا ہے، اس کے بعد کارخانے کا آرہ کش ہے، اور اس کے بعد ریل چلانے والا اور انجنیر وغیرہ وغیرہ ہیں، وقس علیٰ ہذا۔ اکثر چھوٹی اور معمولی اشیا کے تیار کرنے میں مزدوروں کا ایک طویل اور منظم سلسلہ متحدہ طور پر کام کرتا ہے۔

لیکن یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ یہی مزدور من حیث المجموع اشیا تیار کرتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ محض یہی دولت پیدا کرنے والے ہیں؟ "دولت" کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ ان اشیا پر مشتمل ہے جو "قدرتی" نہیں ہیں۔ اس اصطلاح میں زیادہ تر ایسی اشیا شامل ہیں جو مادی ہیں یا جن کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے بہت سے مزدور دولت نہیں پیدا کرتے: مثلاً خانگی ملازم، کوتوالی کے سپاہی، اداکار، گویّے اور معلم۔ کیا ان کا کام ان مزدوروں کے مقابلے میں جو مادی اشیا تیار کرتے ہیں، اور اصطلاح کے عام مفہوم میں پیدائش کا کام کرتے ہیں، پیدائش سے مختلف نسبت نہیں رکھتا؟

متعدد قدیم علمائے معاشیات اور خصوصاً آدم اسمتھ سے لے کر جان اسٹورٹ مل تک کے انگریز مصنفین کا یہی خیال تھا؛ ـــــ یہ مصنفین یہ خیال کرتے تھے کہ صرف وہی مزدور پیدآور ہو سکتے ہیں جو مادی اشیا تیار کرتے ہیں، اور باقی سب کی محنت غیر پیدآور ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ انھوں نے "پیدآور مزدوروں" کی جو تعریف کی تھی اس کے وسیع معنی لیے گئے: یعنی اس تعریف میں صرف وہی اشخاص شمار نہیں کیے گئے جو اشیا کی صورت و شکل میں ترمیم یا تبدیلی کرتے ہیں ـــــ مثلاً دن بھر کام کرنے والا معمولی مزدور، نجار، اور آہنگر؛ بلکہ وہ اشخاص بھی داخل سمجھے جاتے تھے جو جسمانی محنت کرنے والے مزدوروں کی نگرانی کرتے تھے؛ ـــــ یعنی آجر جو دستی کام کرنے والے مزدوروں کی نگرانی کرتا تھا، فورمین، انجنیر، اور انجنیر کو کام سکھانے والے۔ جہاں تک معمولی اور ابتدائی تعلیم و تربیت سے مزدور کی ذہانت بڑھنے اور کارکردگی میں اضافہ ہونے کا تعلق ہے وہاں تک ادنیٰ ترین مزدور کا استاد بھی بظاہر مادی پیدائش کے عمل میں مدد و معاون خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس تعریف کو وسیع کرنے کے باوجود بھی انسانوں کی ایک جماعت کثیر جو ہمہ قسم کے کام کرتی ہے، اور ان کے ذریعے سے بود و باش کے لیے آمدنی حاصل کرتی ہے، نام نہاد پیدآور مزدوروں کی جماعت کے دائرے سے باہر ہی رہی۔

16

باب ب پیدائش اور محنت

خانگی ملازم، وکیل، جج اور کوتوالی کے سپاہی، بری و بحری فوج، نیز ایسے اشخاص جو تفریح و ضیافت طبع کا سامان پیدا کرتے ہیں، یہ سب غیر پیدآور مزدور تصور کئے جاتے تھے۔ آدم اسمتھ کا قول ہے کہ "غیر پیدآور مزدوروں کی جماعت میں بعض نہایت سنجیدہ اور اہم ترین پیشے اور بعض لہو ولعب سے متعلق پیشے، دونوں شمار کئے جاتے ہیں: مثلاً ایک طرف اہل کلیسا، وکیل، طبیب، مصنفین، مولفین اور انشا پرداز، اور دوسری طرف کھلاڑی، مسخرے، بھانڈ، گویے، ایکٹر اور رقاص"۔

پیدآور اور غیر پیدآور مزدوروں میں جو فرق و امتیاز قائم کیا گیا تھا اس پر ابتدا ہی میں اعتراضات کئے گئے، اور طویل مدت تک بحث مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اعتراض یہ تھا کہ یہ امتیاز ان اشخاص کی پوری جماعتوں پر جن کا کام معزز تسلیم کرلیا گیا تھا اور بالعموم ناگزیر معلوم ہوتا تھا، ایک قسم کا بہتان، یا ان کے ناکارہ ہونے اور دوسروں کے محتاج و دست نگر ہونے کا الزام عائد کرتا تھا! لیکن یہ اعتراض کچھ زیادہ اہم نہیں تھا۔ خواہ غیر پیدآور، پیشہ معزز خیال کیا جائے یا غیر معزز، اصلی اور اساسی سوال یہ تھا اور ہے کہ آیا "غیر پیدآور" کام میں اور پیدآور کام میں جو بنی نوع انسان کی خوشحالی میں اہمیت رکھتا ہے کوئی فرق و اختلاف ہے؟ — لیکن اس سے زیادہ صحیح اعتراض یہ تھا کہ اس فرق نے بے ربطیاں اور دقتیں پیدا کردیں: مثلاً گویے کو ایک غیر پیدآور مزدور تصور کیا گیا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ دستکار جس نے گویے کے لیے آلہ موسیقی یا سارنگی بنائی کیا اس کو اس کے باوجود پیدآور خیال کیا جاسکتا ہے؟ سارنگی ساز کی محنت کا نتیجہ مادی دولت کی صورت میں یا بقول آدم اسمتھ "قابل فروخت شے" کی صورت میں برآمد ہوا؛ بایں ہمہ اس محنت کا واحد مقصد یہ تھا کہ گویے کے استعمال کے لیے آلہ موسیقی تیار کیا جائے۔ پس کیا یہ خیال صحیح نہیں ہوسکتا کہ دونوں قسم کے اشخاص ایک مشترک نتیجہ کے حصول کے لئے باہم متحد ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح کہ بھیڑ کا اون نکالنے والا جلاہا، اور درزی، لباس تیار کرنے کے کام میں اتحاد باہمی سے محنت کرتے ہیں؟ اور اگر اس طرح دونوں ایک ہی مقصد کے حصول کے لیے متحدہ طور سے کام کرتے ہیں تو کیا ایک کے کام کو پیدآور اور دوسرے کے کام کو غیر پیدآور قرار دیا جاسکتا ہے؟ بری اور بحری فوج کے ہر سپاہی کے کام کو غیر پیدآور قرار دیا گیا؛ بایں ہمہ وہ اشخاص جو جہاز

17

باب ۲
پیدائش اور محنت

بناتے ہیں، توپیں ڈھالتے اور بارود بناتے ہیں، پیداآور تصور کئے جاتے ہیں۔ اگر ایک طبقے کو غیر پیداآور کہا جاتا ہے تو دوسرے طبقے کو بھی غیر پیداآور کیوں نہیں کہا جاتا؟

۲۔ ان مشکلات کا حل ایک تصور سے ظاہر ہوتا ہے، جس کو برطانوی علمائے معاشیات نے اگرچہ دوسری سمتوں میں استعمال کیا، لیکن پیداآور محنت کی بحث میں استعمال کرنے سے تعجب خیز طریقے پر تساہل کیا۔ یہ تصور تسکین پذیری یا افادے کو بتاتا ہے کہ وہ پیدائش کا مقصد یا نتیجہ ہے۔ ہم آگے چل کر بیان کریں گے کہ علم معاشیات نے پیدائش کا مقصد افادوں کی تخلیق کو قرار دے کر مختلف سمتوں میں کس طرح ترقی کی نیز اس علم میں بالعموم وحدت و یک رنگی کس طرح پیدا ہوئی اور تناقض کس طرح رفع ہوا۔

یہ کہنا کہ نجار میز "بناتا" ہے زبان کا غلط اور گمراہ کن استعمال ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے قسم کے مزدوروں یا کاریگروں کے کام کی یہ تعریف کرنا کہ وہ فلاں چیز بناتے یا تیار کرتے ہیں، غلط اور گمراہ کن ہے۔ لکڑہارا، آرہ کش، ریل چلانے والے، مزدور اور نجار نہ تو کسی چیز کی تخلیق کر سکتے ہیں نہ دنیا میں جتنی مادی اشیا موجود ہیں ان کی مقدار میں ایک ذرہ کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ انسان کو بس اسی قدر قدرت حاصل ہے کہ وہ موجودہ اشیا کی شکل و صورت میں تبدیلی کر دے یا ان کے مرکب سے ایک نئی چیز بنالے۔ وہ قدرت کی پیدا کردہ اشیا کی ترمیم یا اصلاح کر کے یا شکل بدل کر اپنی احتیاج پوری کرنے کے لیے بکار آمد بنا سکتا ہے؛ اور واقعہ یہ ہے کہ وہ صرف یہی کرتا ہے۔ چنانچہ نجار، درزی اور باورچی، ان سب کے کاموں کی بظاہر یہی نوعیت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان اشخاص پر بھی یہی بات صادق آتی ہے جو اشیاء پیدا کرتے ہیں۔ انسان جن پودوں اور درختوں سے اپنی غذا اور اشیائے مایحتاج حاصل کرتا ہے، ان کے اجزائے ترکیبی زمین اور ہوا سے مل کر بنتے ہیں۔ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ ان کی نشو و ترقی کے لیے جو حالات موافق و ممد ہوں ان کو فراہم اور اکٹھا کر دے۔ معدنی اشیا جن کو وہ استعمال کرتا ہے ان کا زمین کے نیچے کے طبقات میں ایک محدود و معین مقدار میں قدرتاً ذخیرہ جمع ہوتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئلے کی پیدائش کی جاتی ہے تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ زیرین طبقات سے سطح زمین پر لایا جاتا ہے، اور ہمارے استعمال کے واسطے دستیاب ہو سکتا ہے۔

انسان متعدد طریقوں سے احتیاجات کی تسکین پذیری کرتا یا افادے پیدا کرتا ہے۔

18

باب ۲
پیدائش اور محنت

صرف درخت یا پودے نہیں لگائے جاتے؛ بلکہ کوئلا، لوہا، تانبا وغیرہ، معدنیات سے نکالے جاتے ہیں، اور پھر یہی نہیں کہ ان خام اشیا کی شکلیں بدل کر یا ان میں ترمیم کرکے یا متعدد چیزوں کے مرکب سے ایک چیز بنا کر مختلف احتیاجیں پوری کی جاتی ہیں؛ بلکہ ان کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو اور بعض اوقات دور دراز مقامات کو منتقل کیا جاتا ہے، جہاں وہ ایسے اشخاص کے ہاتھوں میں پہنچتی ہیں جو ان سے اپنی احتیاجات پوری کرتے ہیں۔ پھر تاجروں کی جماعت ان اشیا کو ایک جماعت سے خرید کرتی ہے اور دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہے؛ اور خود تاجروں میں تقسیم عمل ہوتی ہے: بعض تاجر تھوک خریدار رہوتے ہیں جو خردہ فروشوں کے ہاتھ مال فروخت کرتے ہیں، اور یہ خردہ فروش اپنے اپنے گاہکوں کے ہاتھ ان کی طلب کے مطابق فروخت کرتے ہیں۔ "مکانی افادہ" کی اصطلاح ان اشخاص کے کام کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہے جو اشیا کے نقل وحمل میں یا تجارت میں مصروف ہوں۔ گو یہ اشیا کی شکل میں ترمیم یا تبدیلی نہیں کرتے، لیکن افادوں کی پیدائش میں اعانت یا اضافہ کرتے ہیں۔

اب جبکہ پیدائش کا مقصد یا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تسکین پذیری یا افادوں کی طرف رہبری کرتی ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو محنت یا جدوجہد افادے پیدا کرے وہ پیدا آور ہے۔ گویا، جس کے گانے سے ہم کو مسرت و فرحت ہوتی ہے، ٹھیک اسی قسم کا کام انجام دیتا ہے جیسا کہ ایک باغبان جس کے بنائے ہوئے گلدستے چند ہی گھنٹے باقی رہتے ہیں۔ خانگی ملازم ہم کو راحت اور آرام پہنچانے میں ٹھیک ایسا ہی حصہ لیتا ہے جیسا کہ ایک صناع جو ہمارے مکانوں کے لیے میز کرسی وغیرہ تیار کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف مزدورجن احتیاجات کی بھم رسانی و تکمیل کرتے ہیں ان کی اہمیت کے مدارج ہیں۔ سب سے اہم اور مقدم ضروریات حیات ہیں، ان کے بعد راحت وآرام کی چیزیں اور تعیشات زندگی ہیں۔ اور ان مدارج کے معاشی اثرات ونتائج پر ہم آئندہ بحث کریں گے۔ لیکن موجودہ بحث میں ان کی کوئی اہمیت وضرورت نہیں معلوم ہوتی، ان سے کوئی ایسی بنیاد فراہم نہیں ہوتی جس سے مادی اشیا کی شکل میں افادے پیدا کرنے والے اشخاص اور

ان کے برعکس طبقے کے اشخاص کے مابین امتیاز قائم ہو۔ اگر ہم سے بعض پیدا کرنیوالوں کی خدمات موقوف کرنے کے لیے کہا جائے تو مسخروں، نقالوں، رقاصوں کو جو بقول آدم اسمتھ غیر پیدا آور ہیں ہم اسی طرح آسانی کے ساتھ علیحدہ کر سکتے ہیں جس آسانی کے ساتھ انھیں ابتداءً مستثنیٰ رکھا تھا۔ لیکن ہم تمثیل کے مناظر کے نقاشوں، ناکارہ کتابوں کے ناشروں، بازاری اور گھٹیا قسم کی مٹھائیاں بنانے والوں، اور مضر و مخرب صحت شربت اور شراب بنانے والوں کو بھی علیحدہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس کے برعکس ہم سے دریافت کیا جائے کہ کن پیدا کرنیوالوں کو آخر تک قائم رکھنا چاہئے تو ہم کو نہ صرف ان اشخاص کو منتخب کرنا چاہئے جو ہماری ضروریات حیات کے لیے مادی چیزیں: مثلاً غذا، لباس اور مکان مہیا کرتے ہیں، بلکہ اس طبیب کو جو ہماری صحت قائم رکھتا ہے اور اس معلم کو بھی جو تعلیم و تربیت دیتا ہے جس پر تمدن و تہذیب کا دارومدار ہے، منتخب کرنا چاہئے۔ بقائے حیات کے لیے ضروری اشیا اور قابل درگزر اشیاء کے مابین جو فرق ہے وہ ٹھیک ویسا ہی نہیں ہے جو افادوں کے مادی اور غیر مادی ذرائع کے مابین ہے۔

اس طرح ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ سب اشخاص جن کی محنت یا جد و جہد سے احتیاجات پوری ہوتی ہیں: یعنی وہ اشخاص جو احتیاجوں کی تسکین پذیری مہیا کرتے اور افادے پیدا کرتے ہیں پیدا کرنیوالے یا پیدائش میں حصہ لینے والے خیال کئے جا سکتے ہیں، اور انھی کو پیدا آور مزدور کہا جائے گا۔ خواہ ہم کوئی اصطلاح استعمال کریں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مادی دولت کی تشکیل کرنے والے اشخاص اور دوسرے قسم کے افادے پیدا کرنے والے اشخاص کے مابین امتیاز قائم کرنے سے معاشیات کے لیے کوئی اہم نتائج فراہم نہیں ہوتے۔ کسی قسم کے امتیاز یا تفریق یا تقسیم کی قدر و قیمت کی پرکھ یا کسوٹی یہ ہے کہ کسی مقررہ قسم میں شمار کردہ اشیا کے متعلق اہم اور نتیجہ خیز اصول قائم کئے جا سکتے ہیں، اور یہ اصول ان چیزوں پر صادق نہیں آتے جو اس قسم کی اشیا کے دائرہ سے باہر ہوں۔

اس نتیجہ کی بنا پر ہم ایک متعلقہ سوال کو حل کر سکتے ہیں: وہ سوال یہ ہے کہ — کیا غیر مادی دولت ہوتی ہے؟ جن اشخاص نے قدیم اصول کو مسترد کیا اور جنھوں نے

باب ۲
پیدائش اور محنت

یہ خیال ظاہر کیا کہ ـــ "محنت جو مادی اشیا کی شکل میں افادہ مہیا نہ کرے وہ بھی پیدا آور ہوسکتی ہے" انھوں نے اکثر یہ خیال ظاہر کیا کہ دنیا میں ایسی چیز بھی موجود ہے جس کو 'غیر مادی دولت' کہا جا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اصطلاح عام طور پر مستعمل نہیں ہے؛ ہم عام طور سے 'دولت' سے مطلب کوئی ایسی چیز لیتے ہیں جو رکھی اور جمع کی جا سکتی ہو؛ اور اس سے ہمارا مطلب مادی شے ہوتا ہے؛ اور اس مفہوم کے اعتبار سے 'غیر مادی دولت' کی اصطلاح ایک مہمل اور اپنی آپ تردید کرنے والی اصطلاح ہے۔ لیکن اگر ہم اس سے بہتر اصطلاح اور تعریف یعنی 'معاشی اشیا' استعمال کریں تو اس میں وہ سب اشیا اور خدمات شمار کی جا سکتی ہیں جن سے انسان کی احتیاجیں پوری ہوتی ہیں، اور جو مفت دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ان اشخاص کی خدمات کو جنھیں آدم اسمتھ اور ان کے متبعین نے غیر پیدا آور مزدور کہا تھا، اسی قسم کے تحت شمار کیا جا سکتا ہے۔ ان کی خدمات درکار و مطلوب ہیں اور ان کا معاوضہ دیا جاتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات بہت زیادہ معاوضہ دیا جاتا ہے، اور یہ خدمات انسانی جدوجہد کے ذریعے انجام دی جاتی ہیں۔ اس جدوجہد یا محنت سے جو انعام یا معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے وہ معاشیات کے اہم مباحث میں سے ہے، اور جو افادے پیدا یا مہیا کیے جاتے ہیں وہ ان افادوں کے مجموعہ کا ایک اہم حصہ ہیں جن پر آخری ترکیب میں قومی آمدنی مشتمل ہے۔ اگر دولت سے ہمارا مطلب کوئی ایسی چیز ہو جس کے متعلق معاشی سوالات پیدا ہوتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ اس اصطلاح کو 'معاشی اشیا' کے مترادف قرار دیں؛ اور اس طرح ہم غیر مادی دولت کی اصطلاح استعمال کر سکتے ہیں۔

20

۳۔ ان اصطلاحات کی مذکورہ بالا طریقہ پر تشریح کرنے سے بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر قسم کی محنت پیدا آور ہے۔ اگر صرف قصاب اور نانبائی ہی اس جماعت میں شامل نہیں ہیں، بلکہ حجام اور نے نواز بھی شامل ہیں تو کیا کوئی جماعت ایسی باقی رہ جاتی ہے جس کو غیر پیدا آور خیال کیا جاتا ہے؟

بظاہر بعض اشخاص ایسے ہیں جو پیدا آور جدوجہد کے دائرے کے باہر ہیں۔ فقیر، بھک منگے، چور، ڈاکو، ٹھگ، اور کاہل و ناکارہ اشخاص ـــ یہ سب

باب ۲ پیدائش اور محنت

طفیلیئے ہیں، اور دوسروں کے سہارے جیتے ہیں۔ چور اور ٹھگ اکثر نہایت تندہی کے ساتھ محنت کرتے ہیں، اگرچہ ان کی محنت اکثر مسلسل نہیں ہوتی؛ لیکن ان کی جدوجہد بالکل غیر پیدآور اور تاراجی ہوتی ہے۔ وہ قوم کی آمدنی میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتے؛ بلکہ محض دوسروں کی چیزیں چھین لینے یا اٹھالے جانے کی کوشش کرتے ہیں ـــــ خواہ ہم ان کی جدوجہد پر لفظ محنت کا اطلاق کریں یا نہ کریں، حقیقت یہ ہے کہ ان کی محنت کبھی پیدآور نہیں کہی جا سکتی۔

ایک ایسی محنت جو قانون کی خلاف ورزی کئے بغیر اور دیدہ و دانستہ جرم کا ارتکاب کیئے بغیر انجام دی جائے، مگر جو یقیناً مشتبہ نوعیت رکھتی ہو، اس کے بارے میں ایک جداگانہ اور بالکل مختلف سوال پیدا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی عطائی یا نیم حکیم کی تیار کردہ دوا، جس میں ایسے اجزا شریک ہوں جن کا بنانے والا یہ جانتا ہے کہ وہ مضر ہیں یا کم از کم نقصان رساں نہیں ہیں، جھوٹے اشتہارات کے ذریعہ سے عوام کے استعمال میں لائی جائے۔ کیا اس صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دوا کے تیار کرنے میں، اور اس کے متعلق غلط بیانی پھیلانے میں، اور اشتہار بازی کرنے میں، جو محنت صرف ہوی اس سے افادہ پیدا ہوا، اور اس لحاظ سے اس کو پیدآور محنت خیال کرنا چاہئیے؟

اب ایک دوسری مثال اس سے بھی مختلف قسم کی لیجئے:۔ اس محنت کے متعلق کیا کہا جائے گا جو تقریباً تمام قوموں میں نشی شرابوں کی تیاری اور فروخت کے متعلق کی جاتی ہے؟ ماہران علم ترکیب جسم حیوانات کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ گو ان منشیات کا استعمال ان کی ہلکی شکل میں کیا جائے تو اس سے کوئی شدید نقصان نہیں پہنچتا؛ لیکن معطر شراب کا استعمال بے انتہا مضر و مہلک ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تیز شراب ام الخبائث ہے، اور اس کے عام طور سے استعمال کرنے سے ناگفتہ بہ خرابیاں اور جرائم دنیا میں پیدا ہوتے ہیں؛ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ گزشتہ ایک یا دو نسلوں سے امریکہ میں ان کا استعمال کم ہوجانے کی وجہ سے انسانوں کی فلاح و بہبود میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے؛ اور یہ کہ اگر شراب نوشی کا استیصال ہوجائے تو دنیا ایک آرام کی جگہ اور زیادہ خوشحال بن جائے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مضر اور مہلک اشیا کی تیاری میں

21

باب ۲ - پیدائش اور محنت

جو محنت صرف ہوتی ہے اس کے بارے میں عالم معاشیات کا کیا خیال اور فیصلہ ہے؟

ان صورتوں کی چھان بین اور تحقیق کرنے کی ضرورت ہے؛ ممکن ہے کہ یہ صورتیں فریب اور دغا کی ہوں اور بعض صورتیں ایسی احتیاجات کی بھی ہو سکتی ہیں جو راہ راست سے ہٹی ہوئی ہوں۔ لیکن بایں ہمہ وہ ایسی احتیاجات ہیں جو حقیقتہً محسوس کی جاتی ہیں اور حقیقتہً پوری کی جاتی ہیں۔

فریب اور دغا کا یہ مطلب ہے کہ ایک شخص وہ چیز حاصل نہیں کرتا جس کی اسنے توقع کی تھی، یا جس کے حاصل کرنے کی توقع کی جانب اس کی رہبری کی گئی تھی۔ معمولی خرید و فروخت کے کاروبار میں قانون یہ نہیں فرض کرتا کہ فروشندہ اپنی فروخت کردہ شئے کی خوبی کی ضمانت دیتا ہے؛ ——— خوبی اور اچھائی کو جانچنا خریدار کا کام ہے لیکن جس صورت میں کہ فروشندے کی جانب سے ضمانت دی جاتی ہے یا کوئی ایسا بیان دیا جاتا ہے جو ضمانت دینے کے مماثل یا معادل ہو تو خریدار کی تشفی نہ ہونے کی صورت میں عدالتوں کے دروازے انصاف کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

قانون نے جو فرق و امتیاز قائم کیا ہے وہ بعینہ وہی ہے جو کہ عالم معاشیات قائم کرتا۔ ممکن ہے کہ عطائی کی تیار کردہ دوا خوشبودار پانی کی بوتل ہو یا اس میں پوشیدہ طور پر شراب کی آمیزش کی گئی ہو! لیکن جس وقت تک کہ خریدار اس قسم کی شئے کی احتیاج رکھتا ہے، اور اس کو اس لیے خرید کرتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ وہ اس کو فائدہ پہنچائے گی، اس وقت تک فروشندہ ایک احتیاج پوری کرتا ہے اور افادہ پیدا کرتا ہے لیکن جب خریدار ایک چیز طلب کرتا ہے اور اس کو دھوکے سے کوئی دوسری چیز دیدی جاتی ہے تو حالت مختلف ہو جاتی ہے؛ اس لیے کہ اس طرح محسوسہ احتیاج پوری نہیں ہوتی۔ ان دونوں کے بین بین صورت وہ ہے جس میں کہ خریدار خود نہیں جانتا کہ اس کو کس چیز کی ضرورت ہے، اور اس کو دھوکے سے کوئی ایسی چیز دیدی جاتی ہے جس کو فروشندہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ یہاں کوئی امتیازی خط قائم کرنا مشکل ہے کہ آیا خریدار بے وقوف ہے یا وہ ٹھگ لیا گیا؟ آیا فروشندہ صاف و صریح جھوٹ بول رہا ہے یا وہ محض اپنے سامان کی مبالغہ آمیز تعریف کر رہا ہے؟ ——— ان صورتوں میں قانون صرف یہ کر سکتا ہے کہ صورت حالات کو واضح کرنے میں مدد دے؛ اور یہ خاص کر ان صورتوں میں جن میں کہ

غلط فہمی سے مضر نتائج پیدا ہوتے ہیں شدت سے ضروری ہے۔ چنانچہ خالص غذا یا خالص دوا بنانے کے متعلق آئین و قوانین بنائے گئے ہیں، اور ٹنکوں اور ٹھپکلوں کے اجزائے ترکیبی کو شیشوں یا بوتلوں پر صحیح تحریر کر دینے کے متعلق بھی قانون نے ہدایت کر دی ہے۔

جس صورت میں کہ احتیاج حقیقت میں محسوس کی جائے اور اس احتیاج کی حقیقت میں تسکین پذیری ہو جائے تو اس تسکین پذیری کو بہم پہنچانے والی محنت کے متعلق عالم معاشیات کو پیدا آور ہونے کا فیصلہ صادر کرنا ضروری ہے۔ اور خواہ اس محنت کے آخری نتائج مضرت رساں کیوں نہ ہوں یہی فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ شراب فروش ایک پیدا آور مزدور ہے، اگرچہ وہ ایسی شے فروخت کرتا ہے، جو بالعموم مضرت پہنچاتی ہے۔ اس امر کی تحقیق کرنے سے کہ انسان کی خوش حالی پر 22 آخری اثر کیا پڑے گا، متعدد سوالات ایسے پیدا ہو جائیں گے جو ان سوالات سے بلحاظ نوعیت مختلف ہوں گے جو معاشیات کے دائرے کے اندر ہیں؛ اس قسم کی تحقیقات اگر غیر متناقض طریقے پر تمام صورتوں میں جاری رکھی جائے تو اس کا تعلق تقریباً ہر شعبۂ علم سے ثابت ہوگا۔ بعض ماہران اجسام حیوانات یہ خیال کرتے ہیں کہ گوشت گو انسان اس کو رغبت سے کھاتا ہے، جسم کی نشو و ترقی کے لیے غیر ضروری ہے، اور بالعموم بیمار کر دیتا ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ چائے اور کافی کا صحت پر مضر اثر پڑتا ہے، اگر ان سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ ان متعدد مصلحین یا وکیلوں کے خیالات پر رائے زنی کرنا، یا ان کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرنا، عالم معاشیات کا متعلقہ کام یا فرض نہیں ہے۔ جب تک کہ کسی شخص کو، جو کوئی چیز خریدکرتا ہے یا کسی خدمت کا معاوضہ ادا کرتا ہے اس چیز کی احتیاج یا طلب رہے، اس وقت تک وہ محنت جو اس کی تسکین پذیری کا سامان مہیا کرتی ہے پیدا آور ہوگی۔ عالم معاشیات کا کام محض یہ تحقیق کرنا ہے کہ اس مفہوم کے لحاظ سے کونسی محنت پیدا آور ہے اور کونسی غیر پیدا آور، اور اپنی احتیاجوں کو پورا کرنے کی سعی میں انسانی جد و جہد کے متعدد پہلو اور نتائج کیا ہیں۔

ایک صورت جس میں کہ پیدا آور مگر اخلاقاً قابل اعتراض محنت اور تاراجی محنت کے مابین باریک فرق و امتیاز قائم کرنے کی ضرورت ہو سکتی ہے پیشۂ قمار بازی

باب ۲ پیدائش اور محنت

کی مثال ہے: مثلاً جن لوگوں نے بمقام مانٹی کارلو پر تکلف جوا خانہ قائم کیا ہے، ان کے متعلق ایک جانب تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ قسمت آزمائی کے کھیلوں کی اس خواہش اور طلب کے لیے رسد مہیا کرتے ہیں جو اس قدر عام اور ہمہ گیر ہے کہ اس کو تقریباً جبلت شمار کیا جا سکتا ہے؛ یہ لوگ اپنے اس فعل کی حدتک یعنی اس حدتک کہ کھیل میں دل بہلانے کا عمل ان کے گاہکوں کے لیے مسرت کا سامان پیدا کرتا ہے، ایک افادہ پیدا کرتے ہیں، خواہ اس قسم کی خواہش اور لت کو روکنا دائمی خوشحالی کے لیے کتنا ہی مناسب کیوں نہ ہو۔ دوسری جانب جس حدتک کہ فریقین یعنی جواری اور داؤ دار محض ایک دوسرے سے زر اینٹھنے کی کوشش کر رہے ہوں اور کھیل کی خاطر نہیں کھیل رہے ہوں، اس حدتک دونوں کی محنت و تاراجی ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ جواری کی بازیوں کی تہ میں کون سا محرک مضمر ہے، تو وہ باریک و نازک نفسیاتی تحلیل کا موضوع ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ دو مختلف محرکات یعنی کھیل کی خواہش اور دوسرے شخص کا زر چھین لینے کا لالچ بالعموم متحد ہوتے ہیں۔ ایسی مثالیں یقیناً کافی موجود ہیں جن میں کھیل کی مسرت کا کوئی خیال نہیں ہوتا اور محض لالچ سے کام کیا جاتا ہے؛ لیکن ایسی صورت میں قمار خانوں کا مالک اور اس کی محنت محض تاراجی ہے۔

23

اب پھر اس قسم کی اشیا کی جانب عود کرتے ہوئے جن پر کچھ دیر قبل بحث کی گئی: یعنی شراب اور ادویہ جن کے اثرات مضر ہو سکتے ہیں، دو چیزوں میں بدیہی فرق دیکھ سکتے ہیں: یعنی ایک تو یہ کہنا کہ محنت کی ایک مقررہ قسم پیدا آور ہے، اور دوسرے یہ کہنا کہ مقررہ قسم کی محنت انجام دینی چاہیئے۔ گو ممکن ہے کہ کوئی احتیاج اس محنت سے پوری ہو لیکن یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس سے خوشحالی میں ترقی ہوتی ہے یا بہترین قسم کی خوشحالی حاصل ہوتی ہے۔ قانون، گھڑ دوڑ، جوا، یا شراب سازی اور اس کی فروخت کو ممنوع قرار دے سکتا ہے؛ اس لیے کہ یہ زیادہ مناسب اور فائدہ مند تصور کیا جاتا ہے کہ انسان ان سے تمتع حاصل نہ کرے۔ لیکن اس سوال سے کہ آیا اس قسم کے امتناعی احکام جاری کرنے چاہئیں یا نہیں! ایسے وسیع سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کو حل کرنے میں اگرچہ عالم معاشیات بلاشبہ مدد کر سکتا

Predatory

باب ۲- پیدائش اساً محنت

ہے لیکن ان کے متعلق اس کا فیصلہ قطعی نہیں ہو سکتا۔ جو محنت خدمت کی صورت میں رونما ہوتی ہے وہ عالم معاشیات کے نقطۂ نظر سے پیدآور ہو سکتی ہے؛ لیکن ممکن ہے کہ وہ ایسی قسم کی پیدآور محنت ہو جس کو کرنے سے نہ کرنا بہتر ہو۔

۴- ہم نے لفظ 'پیدآور' کی جو تعریف بیان کی اس کی مزید تشریح ان چند پیشوں میں سے ایک پیشہ کی مثال سے ملتی ہے، جن کو آدم اسمتھ نے سنجیدہ اور اہم خیال کرنے کے باوجود بھی غیر پیدآور قرار دیا تھا؛ --- اور وہ پیشہ قانون ہے۔ ایک قانون داں اور وکیل کی قسم میں جج، اہل کوتوالی اور مہتمم محبس بھی شمار کئے جا سکتے ہیں۔ ایک لحاظ سے ان کی خدمات غیر ضروری ہیں؛ یہ طبقے براہ راست مادی اشیا کی پیدائش میں اعانت نہیں کرتے، یا اشیا کے صارفوں کو خدمات اور افادوں کی بہم رسانی نہیں کرتے؛ وہ براہ راست مؤیدین یا عاملین پیدائش ہونے کی بجائے عمل پیدائش کا ناگزیر لاحقہ ہیں۔

اگر سب انسان متدین، صداقت شعار، اور راہ راست پر چلنے والے ہوں جو ایک غیر جانب دار اور عادل حکمران کے فیصلہ کی بے چون وچرا متابعت کریں، تو قانونی پیشہ اور دیگر متعلقہ پیشوں کی ضرورت ہی باقی نہ رہے؛ یا کم از کم ان میں اس قدر وسعت نہ پیدا ہونے پائے۔ اگر سب انسان عام طور سے نیک خصلت ہوں، اور برائیوں سے پرہیز کریں تو کوتوالی کے انتظام کی ضرورت محسوس ہوگی نہ محبسوں کے قیام و اہتمام کی ضرورت داعی ہوگی؛ اور قانون داں اور وکیل بھی مفقود ہو جائیں گے۔ بایں ہمہ سب قوموں کا تجربہ شاہد ہے کہ انسان کی موجودہ جد وجہد پر نظر کرتے ہوئے ہر متمدن معاشرے میں قانونی پیشے کا وجود ناگزیر بن جاتا ہے۔ جب تک املاک جمع کی جائیں گی اور ان کی تقسیم عمل میں آتی رہے گی، جب تک انسانوں کے درمیان مبادلات کا عمل جاری رہے گا، اور جب تک مختلف افراد کے درمیان تعلقات اور علاقوں کا تعین قانوناً کیا جائے گا؛ اس وقت تک اس مرکب اور پیچیدہ نظام کی توضیح وتشریح کرنے کا کام ایک علٰحدہ پیشہ کے ہاتھ ہی میں رہے گا۔ چنانچہ نزاعات واختلافات کا فیصلہ ججوں پر چھوڑا گیا ہے، معاملات کو باضابطہ اور منظم صورت میں سرانجام دینے کی غرض سے قانون دانوں اور وکیلوں کی امداد کی ضرورت ہے؛ اور قانون کی تعمیل اور پابندی کوتوالی کے ذریعہ سے بجبر کرائی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک بے ضابطہ اور

22

باب ۷
پیدائش اور محنت

غیر منظّم قانونی نظام میں ایک اعلیٰ اور منظّم قانونی نظام کی نسبت اس قسم کی محنت بہت زیادہ صرف ہوتی ہے؛ اور ایک غیر جانب دار مبصر کا یہ سوال کرنا لازمی ہے کہ آیا ہمارے موجودہ زمانے کی قوموں میں قانونی نظام ایسا ہی منظّم ہے جیسا کہ ہو سکتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ غیر منظّم نظام، گو اس میں ایک اعلیٰ نظام کی نسبت زیادہ محنت صرف ہوتی ہے، مفید اور کار آمد ہے۔

اسی کے مماثل امور بری اور بحری فوج پر بھی صادق آتے ہیں: سپاہی کے کام کا متصل مقصد تخریب و بربادی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس کی بود و باش کا انحصار قوم کے بقیہ حصہ پر ہو، اور وہ قوم کی خوشحالی میں براہ راست اضافہ یا امداد نہیں کرتا؛ بایں ہمہ پر امن صنعتوں کے مستقل قیام و بقا کے لیے فوجی استحکام بنی نوع انسان کی تقریباً کل تاریخ میں ایک لازمی عنصر رہا ہے۔ کوتوالی کے سپاہیوں کے مثل فوجی سپاہیوں کی ضرورت بھی انسان کے فتنہ انگیز خیالات و جذبات کی بنا پر داعی ہوتی ہے۔ ان مقامات پر بھی جہاں تحفظ و مدافعت کی ضرورت نہ ہو اور فوجیں اور جنگی اسلحہ قومی غرور و زعم یا غیر ہوشمندانہ رقابت کی خاطر رکھے جاتے ہیں، سپاہی کو اس معنی میں پیدا آور مزدور خیال کرنا ضروری ہے کہ وہ اسی کام پر متعین ہے، جس کے سرانجام پانے کی انسان خواہش کرتے ہیں؛ اور جس کے لیے وہ اس کو معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بری اور بحری فوج محض ایک خطرناک قسم کا کھلونا یا آلہ ہو، لیکن انسان اس وقت اس سے کچھ کم بے وقوفی نہیں کرتا جبکہ وہ بے ضرورت آرائشی چیزوں اور زیورات یا لہو و لعب کے لیے روپیہ خرچ کرتا ہے۔ یہ عالم معاشیات کا کام نہیں ہے کہ وہ ان کے ذوق و شوق پر فیصلہ صادر کرنے کے لیے بیٹھے۔

اس میں شک نہیں کہ ایک صورت ایسی ہے جس میں کہ فوجی جماعت عالم معاشیات کے نقطۂ نظر سے صریحی طور پر غیر پیدا آور ہے؛ اور وہ صورت یہ ہے کہ فوج کو خالص اور محض جارحانہ کارروائی کرنے کے کام میں لایا جائے۔ سمندری ڈاکو یقیناً پیدا آور مزدور نہیں ہے؛ بدنصیبی سے تاریخ کے اکثر سورما بھی ان ڈاکوؤں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ نپولین اعظم کی فوجوں نے پورے یورپ کو روند ڈالا اور جہاں جہاں ان کا گزر ہوا اندرانہ یا خراج وصول کیا جاتا تھا؛ اس میں شک نہیں کہ نپولین اعظم کے

باب ۲۔ پیدائش اور محنت

زمانے کی جنگوں کے اسباب بیچ در بیچ اور پوشیدہ تاریخی قوتیں تھیں : قدیم جاگیری نظام اور اس نئے نظام کے مابین تصادم ہونا ناگزیر تھا جو فرانسیسی انقلاب کے ساتھ رونما ہوا۔ لیکن نپولین کے شہنشاہی تسلط کے جذبہ نے اس تصادم کو اس کے آخری دور میں ایک طرف خاص جارحانہ حملوں اور دوسری طرف ان جارحانہ حملوں کے خلاف کامل مدافعت کی شکلوں میں تبدیل کر دیا۔ یہ مدافعت ایک ضروری چیز تھی ؛ لیکن بایں ہمہ آخری تحلیل میں یہ سب کوششیں جو حملوں کے لیے یا مدافعت کے لیے کی گئی تھیں محنت کا محض ایک لاحاصل اور بے سود استعمال تھا۔

25

یہاں یہ کہدینا زیادہ مناسب ہوگا کہ نفس معاملہ کا صرف معاشی پہلو ہی قابل غور نہیں ہوتا۔ اگر یہ نہ کہا جائے تو اندیشہ ہے کہ مبادا فوجی خدمت پر اس طرح نظر ڈالنے کے طریق کو بعض علمائے معاشیات سطحی سمجھ لیں، خصوصاً اس کا قرینہ ہے کہ جرمنی کے اکثر مصنفین اس طرح کا خیال قائم کر لیں : کیونکہ خود ان کے تمدن میں جنگی تیاریوں نے بہت بڑا حصہ لیا۔ اس میں معاشی پہلو کے علاوہ پیچیدہ سیاسی اور معاشری سوالات پیدا ہوتے ہیں، جو معاشیات سے متعلق کسی کتاب کی وسعت سے بالکل باہر ہیں ؛ مگر کوئی دوسرا مبحث ایسے سوالات پر غور کرنے کی ضرورت کو جو دوسرے نقطہ ہائے نظر سے بھی کچھ نہ کچھ معاشی اہمیت رکھتے ہیں اس قدر واضح طور سے ثابت نہیں کرتا جس قدر کہ مذکورۂ بالا مبحث۔ اگر صرف اس اعتبار سے غور کیا جائے کہ وہ محض معاشیات کا ایک سوال ہے تو بھی تمدن نے توپوں کی گرج کے ساتھ ترقی کی ہے جیسا کہ امریکا کی جنگ آزادی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعض اوقات جارحانہ حملے خود بہتر نتائج کی طرف رہبری کرتے ہیں۔ انگریزوں نے ابتداءً ہندوستان پر جو قبضہ کیا وہ محض جارحانہ اور غارت گری کے انداز میں تھا ؛ بایں ہمہ انگریزوں کی حکومت کا دار مدار چونکہ شمشیر کی قوت پر ہے اس حکومت سے ہندوستان کی قوموں کی مادی خوشحالی میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ علی ہذا متمدن و ترقی یافتہ قوموں میں باہم جو تصادم ہوئے ہیں، ان کی بنا پر (خواہ ان کی نوعیت کچھ ہی ہو) نظاہر بے سبب جنگوں کا نتیجہ ایک زیادہ بہتر نظام کے قیام اور زیادہ خوشحالی کی صورت میں نمودار ہوا ہے ؛ غور کرنے سے ناظرین کو اس قسم کی متعدد مثالیں تاریخ میں مل سکتی ہیں۔ اور فوجوں اور جنگوں کا جو تعلق پیدا آور محنت کے تصور کے بنیادی اصول

سے یہاں بیان کیا گیا، اس کی تشریح و توضیح کی طرف ناظرین کا غور و فکر خود رہبری کرے گا۔

۵۔ اب محنت کی پیدا آوری سے جد و جہد کی بعض دوسری قسموں کا جو تعلق ہے اور اس سے جو سوالات پیدا ہوتے ہیں ان پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا موجودہ زمانے کے معاشرے میں جو کاروبار انجام دیے جاتے ہیں ان میں کوئی ایسے بھی ہیں جن کو غیر پیدا آور تصور کیا جانا چاہیے؟ مکار اور فریبی لوگ جو سادہ لوح اشخاص سے زر کو 'مصروف' کرنے یا 'تخمین' میں لگانے کے نام سے روپیہ حاصل کرتے ہیں، اور مناسب موقع دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں، اور روپیہ چیٹ کر جاتے ہیں، ان کی محنت خواہ کتنی ہی باقاعدہ اور سرگرم کیوں نہ ہو بظاہر تاراجی ہی ہے۔ نہ صرف ایسے فریبی اشخاص بلکہ ان کے محرر و مددگار بھی جن کو وہ ملازم رکھتے ہیں (خواہ وہ انکے شریک جرم ہوں یا لاعلم اور بے گناہ) غیر پیدا آور ہیں لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسے تاراجی دائرہ کاروبار کے باہر جس کو از روے قانون ایک جرم قرار دیا جانا چاہیے، خود قانونی حدود کے اندر بعض ایسے کاروبار انجام پاتے ہیں جن کا معاشی نتیجہ بھی غیر پیدا آور ہے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کے کاروبار کی مثال عام طور سے تخمینی کاروبار میں ملتی ہے۔ موجودہ زمانے میں ہماری بعض اعلیٰ ترقی یافتہ قوموں میں کثیر المقدار خرید و فروخت محض بازار کے بھاؤ میں تغیر ہونے یا کرنے کی امید میں انجام دی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص بلا احتیاج و ضرورت اور اپنے قبضہ و تصرف میں لائے بغیر روئی یا گیہوں بازار سے خرید کرتا ہے اور قیمت بڑھنے پر اپنے اس برائے نام حق ملکیت کو دوسروں کے ہاتھ منافعہ کے ساتھ فروخت کرکے اپنی جیب بھر لیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قسم کی معاملت یا اس قسم کے کاروبار سے افادوں کے مجموعہ میں کوئی اضافہ ہوتا ہے؟ یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ یہاں محض تفریح یا کھیل کی خوشی کا جیسا کہ تاش کھیلنے یا پانسہ پھینکنے میں ہوتی ہے، بہت خفیف سا جزو ہے، اور اس فعل کا محرک محض منافع کمانے کی طمع ہے۔ اس قسم کے بہت زیادہ نمایاں کاروبار تمسک صرافہ میں انجام پاتے ہیں، جہاں اس قسم کی خرید و فروخت بہت کثیر مقدار میں اور بہت وسیع پیمانہ پر

26

باب ۲۔ پیدائش اور محنت

ہوتی ہے، اس کے اثر کے متعلق یہ دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہے کہ وہ کس حد تک پیدائش کے عمل میں مدد ہے یا قومی آمدنی میں اس سے کس حد تک اضافہ ہوتا ہے۔ اس کاروبار کو انجام دینے میں بہت اہتمام کیا جاتا ہے، اور اشخاص کی کثیر تعداد کام کرتی ہے: مثلاً دلال، محرر اور عہدہ دار ہوتے ہیں، اور ایک میعادی رسالہ بھی شائع ہوتا ہے۔ جس طرح ایک ٹھگ اور فریبی شخص کے ملازم غیر پیدا آور ہوتے ہیں، اسی طرح یہ ضروری ہے کہ دلال کے ملازم بھی اگر وہ خود دوسروں کا دست نگر اور طفیلی جماعت سے تعلق رکھتا ہو غیر پیدا آور ہوں

لیکن غیر پیدا آور ہونے کا الزام اور بہت سے کاموں پر بھی لگایا گیا ہے: یعنی اس چیز کے بیشتر حصے کو جسے بالعموم 'کاروبار' کہا جاتا ہے اسی زمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔ نہ صرف وہ اشخاص جو 'محض' کہلاتے ہیں، بلکہ وہ اشخاص بھی جو جائداد غیر منقولہ کے لین دین کے معاملات طے کرتے ہیں (یعنی وہ دلال جو قلیل منافع پر زمینوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں)، اور وہ سٹہ باز جو تمسکات اور دستاویزات کا لین دین کرتے ہیں، محض مفت خور اور طفیلی قرار دیے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر قسم کے کاروبار کرنے والوں کو اشتراکی مصنفین نے لازمی طور سے غیر پیدا آور قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ ان کی دانست میں یہ طبقہ براہ راست انتظام یا نگرانی کا کام انجام نہیں دیتا۔ مذکورہ بالا مصنف 'کاروبار' کو محض دوسروں کی کمزوری یا جہالت سے نفع کمانے کا ذریعہ اور اس طرح اس کو قوم کے لیے مضرت رساں ہونے کی حیثیت سے مذموم قرار دیتے ہیں۔

یہاں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں، ان کا جواب بعض بہت ہی پیچیدہ معاملات پر غور کرنے کے بعد دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان سوالات کو کس طریقہ پر حل کرنا چاہیئے اور ان کے جوابات کی کیا نوعیت ہونی چاہیئے اس وقت بیان کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ اگرچہ یہ آئندہ نتیجوں کی پیش بیانی ہوگی۔ اس طرح غیر پیدا آور کاروبار کی ایک قسم یعنی تخمینی کاروبار کے متعلق یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اس پر جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ ایک حد تک صحیح ہے۔ گو اشیا اور تمسکات کے بارے میں بعض قسم کے تخمینی کاروبار مفید کام انجام دیتے ہیں؛ لیکن دوسری قسم کے کاروبار بڑی حد تک جوے کے حکم میں ہیں، اور ان کا معاشی اثر بھی تقریباً وہی ہے جو کہ انتہائی قمار بازی کا

27

باب ۔ پیدائش اور محنت

ہے[1] ہم نے محنت کو پرکھنے کے لیے یہ کسوٹی مقرر کی تھی کہ وہ آیا محنت افادوں کے مجموعہ میں اضافہ کرتی ہے؟ اس کے مطابق جانچنے سے وہ سب طبقے جو بازی لگا نہ کی تخمین میں حصہ لیتے ہیں، غیر پیدا آور ہیں۔ نہ صرف اس قسم کا کاروبار کرنے والے اصل اشخاص بلکہ ان کی فرمائشیں پوری کرنے والے دلال، ان فرمائشوں کو بطور یادداشت تحریر کرنے والے محرر اور دلالی کے مرکز میں نرخ نما[2] (آلہ) کو جوڑنے اور چلانے والے میکانک اسی زمرہ میں شامل ہیں ـــ یہ سب ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے کام کا کوئی مفید مقصد نہیں ہے۔

اس کسوٹی سے کاروباری اشخاص کی جدوجہد کو بھی پرکھنا چاہئے؛ لیکن اس صورت میں فوائد کا پلہ بھاری ہوگا۔ گو تخمینی کاروبار کا بیشتر حصہ کوئی افادہ نہیں رکھتا لیکن کاروباری اشخاص کی جدوجہد کے بیشتر حصے میں خاصا افادہ موجود ہے۔ اشتراکیین کا ایسا الزام دھرنا کہ وہ تقریباً بالکلیہ غیر پیدا آور ہیں، مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔ قائد صنعت (Leader of Industry) یا منتظم کارخانہ پیدائش میں بہت بڑی خدمت انجام دیتا ہے؛ گو شل ساہوکار کے ممکن ہے کہ اس کا کام محض ہدایات جاری کرنا، مزدوروں کو منتخب کرنا، اور ترقی دینا ہی ہو، اور وہ صنعت کی تنظیم میں براہ راست کوئی حصہ نہ لے؛ ـــ وہ اشیا کی مقدار میں کثیر اضافہ کرنے اور احتیاجات کو پورا کرنے میں نمایاں حصہ لیتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ یہ امر بے شبہ صحیح ہے کہ ہر صنعتی مرکز میں کاروبار کرنے والے اشخاص کی ایسی کافی تعداد ملے گی جو دوسروں کی دست نگر ہے، اور جن کی جدوجہد کی طفیلی نوعیت ہے؛ وہ اپنے لیے ایک آسان اور آرام طلب ذریعہ معاش منتخب کر لیتے ہیں، اور چھوٹے موٹے لین دین کر کے آمدنی پیدا کرتے ہیں، خرید و فروخت میں انتہائی چالاکی دکھاتے اور زمینوں اور تمسکات کی قیمت کے اضافہ کی تاک میں لگے رہتے ہیں؛ ـــ یہ اشخاص بالعموم سنجیدہ، معقول اور شخصی طور پر قابل قدر و عزت ہوتے ہیں۔ چنانچہ تمسک دلال جو

[1] :- دیکھو مقابلہ کے لئے باب گیارہ، حصہ دوم۔

[2] :- Ticker

باب پیدائش اور محنت

قمار بازی کرنے والے ممنون کے لیے سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں، بالعموم اسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس عزت دار طبقے سے اگر یہ کہا جائے کہ وہ طفیلی ہے اور اس کے کام کی نوعیت غیر پیدا آور و تاراجی ہے تو وہ حد درجہ طیش میں آئے گا۔ لیکن دنیا کے عجیب و غریب مظاہر میں سے ایک مظہر جو معاشیات کے طالب علم کے سامنے آتا ہے یہ ہے: کہ ان مختلف اشخاص میں سے کوئی بھی یہ نہیں جانتا کہ صنعتی دنیا میں ان کی حیثیت اور ان کا منصب کیا ہے۔ دلال اور تاجر بلکہ ایک حد تک میکانک اور محرر بھی اس چھوٹے سے حلقے سے تو واقف ہوتا ہے جس میں وہ کام کرتا ہے؛ لیکن اس کا قوم سے من حیث المجموع کیا تعلق ہے اس سے بالکل لاعلم ہوتا ہے۔ کسی پیشہ یا ملازمت کے معزز ہونے سے یا اس انداز و ذوق سے جس کے مطابق وہ پیشہ یا ملازمت انجام دی جاتی ہے، اس امر کا ٹھیک پتا نہیں چل سکتا کہ عام مرفہ الحالی پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں۔

28

ہم جس قانونی نظام کے تحت رہتے سہتے ہیں اس کا یعنی قانون ملکیت انفرادی کا مقصد یہ ہے کہ تاراجی جد و جہد کو روکا جائے۔ اس بنا پر نہ صرف جسمانی ضرر رسانی بلکہ دغا اور فریب کے متعلق بھی امتناعی قوانین نافذ کیے گئے ہیں، اور ان کو قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے؛ قانون کا یہ مقصد تو بڑی حد تک حاصل ہو جاتا ہے۔ جو شخص جائز اور قانونی طریقہ سے آمدنی پیدا کرتا ہے، وہ عام طور سے افادوں کی مجموعی مقدار میں اضافہ کرتا ہے۔ وہ وہی کام انجام دیتا ہے جس کے انجام دینے کے واسطے دوسرا شخص اس کو معاوضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہے، یا معاشیات کی اصطلاحی زبان میں وہ افادے پیدا کرتا ہے؛ اور اس طرح ایک پیدا آور مزدور ہے۔ اشتراکی مصنفین نے اس خیال کو کم و بیش واضح طور سے تسلیم کر لیا ہے کہ محض جسمانی محنت کرنے والے اشخاص کا کام ہی پیدا آور ہے، اور دوسرے خوشحال طبقے جو محض آمدنی پیدا کرتے اور روپیہ کماتے ہیں غیر پیدا آور ہیں! یہ خیال موجودہ نظام کے خلاف نا واجب اور حد سے زیادہ الزام عائد کرتا ہے۔ لیکن اس امر کی بنا پر کہ انفرادی ملکیت کے نظام کے خلاف مبالغہ آمیز اعتراضات کیے گئے ہیں ہم کو یہ واقعہ فراموش یا نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ قانون کے مقرر کردہ حدود کے اندر آمدنی پیدا کرنے یا زر کا اندوختہ

باب ۱۲ پیدائش اور محنت

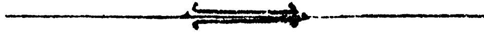
کرنے کے ذرائع و مواقع موجود ہیں؛ لیکن پھر بھی وہ ایسی نوعیت رکھتے ہیں کہ عالم معاشیات ان کو لازماً تاراجی اور اس طرح غیر پیدا آور خیال کرے گا۔

اس قسم کے بعض مواقع، قانون میں نقائص موجود ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ جونہی معاشی حالات میں تبدیلی ہوتی ہے، وہ طریق عمل جو کبھی عام مرفہ الحالی کی نشو و ترقی کے لیے فائدہ بخش اور کارآمد معلوم ہوتا تھا یا کسی ایک حالت میں کارآمد تھا، کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، یا صرف خفیف حد تک فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس طرح مشترک سرمایہ دار کمپنیوں یا مجالس کا قیام صنعتوں کی ترقی کی رفتار تیز کرنے اور پیدائش کو مختلف النوع اور کثیر بنانے میں بہت موثر طریق کار ثابت ہوا ہے۔ اس کے برعکس وہ قوانین اور ضابطے جن کے تحت اس قسم کی منظم مجالس قائم کی جا سکتی ہیں، خاص کر امریکا کی ریاستوں میں، تو وہ بالعموم ٹھیک اسی خرابی کا امکان پیدا کرتی ہیں جس کے متعلق اشتراکی معترضین کو شکایت ہے: یعنی دوسروں کو لوٹنا اور دھوکا دینا۔ اس وقت ریاستہائے متحدہ امریکا کے اہم سوالات میں سے ایک سوال یہ ہے کہ صنعتی مجالس کے قوانین کی اصلاح کس طرح کی جائے کہ ان میں خوبیاں رہ جائیں اور سب خرابیاں نکل جائیں۔

٢٩ ایک عمدہ غیر جانب دار حکم کے لیے نتائج کو اچھی طرح جانچنے کے بعد بھی اس امر کا امتیاز اور فیصلہ کرنا کہ کون سا کاروبار احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے انجام کار کارآمد ہے، اور کون سا کارآمد نہیں ہے، بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے: مثلاً قانون ان معاہدات کی اجازت نہیں دیتا جن کی نوعیت جوے کی ہو۔ بایں ہمہ ایسے معاملات کو جو "جوا" ہیں اسی قسم کے ان دوسرے معاملات و کاروبار سے ممیز نہیں کیا جا سکتا جو معاشرے کے لیے مفید ہیں۔ عوام الناس کے ذہن میں ایک مبہم احساس اس امر کا پایا جاتا ہے کہ چند اشخاص "جائز" کاروبار میں مصروف ہیں، اور باقی دوسرے اشخاص جو اسی قسم کا کام کرتے ہیں محض یا قمار باز ہیں اور ناجائز کاروبار میں مصروف ہیں۔ لیکن ان دونوں جماعتوں یعنی ایک طرف تو وہ اشخاص جن کا کام پسند کیا جا سکتا ہے، اور دوسری طرف وہ اشخاص جن کا کام پسند نہیں کیا جا سکتا — ان دونوں کے مابین باریک اور بیّن امتیاز قائم کرنا، جس طرح ایک حاکم عدالت یا عالم معاشیات کے لیے مشکل ہے، اسی طرح ایک

باب ۱۲ پیدائش بعد محنت

کاروباری شخص کے لیے بھی مشکل ہے، خواہ وہ کتنا ہی ذہین اور وسیع الخیال کیوں نہ ہو۔ یہی حال فریب اور دغا کے متعلق قانون کا ہے۔ جس وقت تک انسان کو اپنے لیے انتخاب کرنے اور اپنے ارادے اور فیصلے کے مطابق کام کرنے کی آزادی حاصل رہے گی، اس وقت تک چالاک، تیز فہم اور مستعد اشخاص، کاہل، بے پروا اور غافل اشخاص کے مقابلے میں بازی لے جاتے اور زیادہ نفع حاصل کرتے رہیں گے۔ یہ سوال کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کس وقت دھوکا دے کر مغلوب کر لیتا ہے، اور کس وقت اس کو اپنے ذاتی اغراض و مفاد کے متعلق خود فیصلہ کر لینے کا موقع دیتا ہے؟ اغلب یہ ہے کہ انفرادی ملکیت اور مقابلے کے کاروبار سے عام طور سے جو کثیر منافع ملتا ہے، اس کے حصول کی خاطر ہم کو بعض ایسے کاروباروں کو ہمیشہ جائز قرار دینا پڑے گا جو پیدآور اور تاراجی محنت کے درمیانی خط فارق پر ہیں۔ اگر بذریعہ قانون اس کا انتظام ہو سکے کہ محنت زیادہ تر احتیاجات کی تکمیل کے کام میں صرف و استعمال کی جائے، اگر قانون اکثر غیر پیدآور کاروبار کی تحدید کر دے، اگر مقرر کردہ انتظام بحیثیت مجموعی عمدگی سے کام کرے اور اس کے بعد بھی تاراجی کاروبار خفیف مقدار میں جاری رہیں، تو ان کو ناگزیر تسلیم کرنا اور اس خفیف خرابی کو فوائد عظیم کے مقابلے میں نظر انداز کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس لیے کہ انسانی معاملات میں کسی شے کے قطعی طور پر مکمل اور بے عیب ہونے کا امکان نہیں ہے۔



باب سوم

تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

(۱) تقسیم عمل کی دو شکلیں، ایک سادہ اور دوسری پیچیدہ۔ (۲) سادہ شکل کے فوائد۔ پھرتی، مہارت، تسلسل اور رجحان طبع کا توافق۔ (۳) پیچیدہ شکل کے فوائد۔ کلوں کے استعمال میں اضافہ، اٹھارویں صدی کا صنعتی انقلاب، قدرتی قویٰ کا استعمال۔ (۴) تقسیم عمل کا مفہوم غیر محسوس امداد باہمی ہے۔ مبادلہ۔ (۵) مبادلہ کا معاشی دائرہ پہلے بہت محدود تھا، ارزاں ذرائع نقل و حمل (ریل، جہاز) اس دائرہ کو بہت وسیع کر دیتے ہیں۔ (۶) بازاروں میں وسعت پیدا ہو جانے کی وجہ سے تقسیم عمل میں مزید باریکی پیدا ہو گئی ہے۔ قصاب کے پیشہ کی مثال۔ (۷) جغرافی تقسیم عمل، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکا کی مثال۔ (۸) جغرافی تقسیم عمل کے دو فوائد۔

۱۔ تقسیم عمل دور جدید کے بڑے مرکزی واقعات میں سے ایک واقعہ ہے۔ اس سے معاشی نظریہ کے بعض مشکل ترین سوالات، عام مغالطے، اور وضع قوانین کے متعلق بہت پیچیدہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

تقسیم عمل کو دو قسموں میں تحلیل کیا جا سکتا ہے: ایک تو سیدھی سادی قسم کی تقسیم عمل ہے، جس کے تحت ایک مزدور پیدائش کے مرحلوں میں سے ایک مرحلہ کو کاملاً انجام دیتا ہے، مثلاً خیاط، نجار اور موچی اپنے اپنے مختلف پیشوں کا کاروبار انجام دیتے ہیں۔ دوسری ایک زیادہ پیچیدہ شکل ہے جس کے تحت پیدائش کے ایک ہی مرحلہ یا پیشہ کے متعلق جو متعدد عمل ہوتے ہیں ان کی تقسیم کی جاتی ہے۔ صنعتی ترقی کی ابتدائی حالت میں

باب ۳ تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی۔

موچی جوتے ہی نہیں بناتا تھا بلکہ چمڑے کی دباغت بھی کرتا تھا۔ اس طرح خام چمڑے کو سکھا کر صاف کرنے اور پھر اس کا جوتا تیار کرنے کا طویل عمل ایک ہی شخص کے ہاتھوں انجام پاتا تھا۔ موجودہ زمانے میں محض ایک جوتا بنانے کا کام ہی کارخانے کے متعدد مزدور مل کر انجام دیتے ہیں، اور تنہا ایک شخص متعلقہ کام انجام نہیں دیتا۔ مثلاً بعض اشخاص کا کام محض چمڑا کاٹنا یا قطع کرنا ہے، بعض اشخاص ان کٹے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑنے اور سینے کا کام کرتے ہیں، ایک گروہ تلا چڑھاتا ہے، اور دوسرا گروہ ایڑی لگاتا ہے، غرض اس طرح ایک ہی کام مختلف چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو کر مختلف ہاتھوں سے انجام پاتا ہے۔

31

بظاہر ان دو شکلوں کے مابین کوئی بین اور باریک خط فارق قائم نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی ایک دستکار یا صناع پیدائش کے کسی ایک عمل کو شروع سے لے کر آخر تک خود ہی انجام نہیں دیتا۔ درزی محض لباس تیار کرتا ہے، وہ کپڑا تیار نہیں کرتا؛ بلکہ پارچہ فروش یا نورباف سے خرید لیتا ہے۔ نورباف خود اون یا سوت نہیں تیار کرتا؛ بلکہ ان اشیا کو گڈریے یا چرواہے سے خرید کرتا ہے۔ اور پھر نورباف اور چرواہا اپنے آلات و ہتھیار میکانک یا کاریگر سے خرید کرتے ہیں، یہ کاریگر اور میکانک بھی اشیائے خام آہنگر اور نجار سے خرید کرتے ہیں۔ دوسری طرف درزی اپنے پیشہ کے متعلق پورا کام تنہا خود انجام نہیں دیتا۔ ممکن ہے یہ کام دو حصوں میں تقسیم ہو جائے، ایک شخص صرف کپڑے کی قطع و برید کرے اور دوسرا کپڑا سیا کرے۔ اسی طرح نورباف کا کام بھی کاتنے والے، بننے والے اور رنگنے والے کے درمیان تقسیم ہو سکتا ہے۔ تقسیم عمل کی سیدھی سادی اور پیچیدہ قسموں کے مابین جو فرق ہے وہ لازمی طور سے مدارج کا فرق ہے؛ لیکن ہر حالت میں یہ مدارج کا فرق اہم ہے۔ ان دونوں قسم کے انتظامات سے کسی قدر مختلف فوائد حاصل ہوتے اور مختلف معاشری حالات رونما ہوتے ہیں۔

۲۔ ہم کو اول تقسیم عمل کی سیدھی سادی شکل پر غور کرنا چاہئے؛ اس کی بنیادیں قدیم ترین زمانے میں ملتی ہیں۔ اس زمانے میں عام طور سے دستکاری کے جو پیشے دکھائی دیتے ہیں، ان کا رواج بہت قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ ان کے نام آج تک جس لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگلی قوموں کے سیدھے سادے

باب ۲
تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

معاشرے میں قرون وسطیٰ کے معاشرے کی طرح کیونکر پیشوں کی تقسیم ہوتی تھی جبکہ ان پیشوں کو حرفوں کی تشکیل عمل میں آرہی تھی۔ نجار، معمار یا راج، آہنگر، سنار، نورباف، درزی، موچی، نان بائی، پیپے بنانے والے، زین ساز، بزاز، رنگ ریز، پن چکی بنانے والے، اور اسی قسم کے دوسرے معروف ناموں سے پتا چلتا ہے کہ متعدد صدیوں سے کسی تبدیلی کے بغیر عمل کی کس طرح تقسیم چلی آرہی ہے۔

تقسیم عمل کی اس شکل سے پیدائش میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہی پیشے یا کام کو دائمی طور پر کرتے رہنے سے مشق و مہارت حاصل ہوتی ہے؛ ایک کام کی متواتر مشق کرنے سے جو چیز حاصل ہوتی ہے اسی کو ہم عام بول چال میں مہارت کہتے ہیں۔ لکھنا پڑھنا بغیر دقت کے کپڑے پہننا، جوتوں کا فیتہ باندھنا، یہ سب کام بغیر کسی خاص محنت اور تکان کے اسی وجہ سے انجام دیئے جاتے ہیں کہ ان کو انجام دینے کی مشق اور عادت ہوگئی ہے۔ چنانچہ جو اشخاص پیانو بجانے اور ٹائپ کرنے میں زیادہ مشاق ہوتے ہیں وہ حیرت انگیز کمال دکھاتے ہیں۔ مشق و مہارت حاصل ہوجانے کے بعد یہ حالت ہوجاتی ہے کہ یہ اشخاص بغیر کسی دقت کے بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خاص انہماک و توجہ کے بھی اس کام کو بخوبی کرسکتے ہیں۔ جب دستکار اور میکانک اپنے کاموں میں مشاق ہوجاتے ہیں تو ان کی پیدا آور قوت میں، اس حالت کی نسبت جبکہ ہر ایک کو تقریباً ایک درجن کام ادھورے پن سے انجام دینے پڑتے تھے، بدرجہا زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے۔

32

تقسیم عمل کی سیدھی سادی شکل سے دوسرے بہت سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جب ایک ہی کام مسلسل بغیر کسی رکاوٹ کے انجام دیا جاتا ہے تو وقت کی بچت ہوتی ہے۔ ایک کاشتکار کی نسبت جو اپنی فرصت کے اوقات میں نجاری کا کچھ چھوٹا موٹا کام کرلیتا ہے، پیشہ ور نجار (اگرچہ وہ کاشتکار کے مقابلے میں زیادہ مہارت نہ رکھتا ہو) ایک گھنٹہ یا ایک دن میں بہت زیادہ کام انجام دے سکتا ہے۔ مہارت حاصل ہونے یا کام کے جلدی طے پانے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ کام مزدور کی قابلیت کے مطابق ہو۔ اس میں شک نہیں کہ کسی کام میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اہم ترین اسباب مشق و عادت ہیں؛ لیکن افراد کی جبلی قابلیتوں کے اختلافات بھی قابل لحاظ اثر رکھتے ہیں۔ میکانکوں میں صرف چند ہی نفوس ایسے ملیں گے جو کسی مشکل کام کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور صفائی کے ساتھ انجام دے سکیں۔

باب ۳
تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

بظاہر اس میں زیادہ فائدہ ہے کہ ان مشاق و ماہر اشخاص سے وقت طلب کام لیا جائے تاکہ آسان کام کم مہارت اور معمولی قابلیت کے اشخاص کے انجام دینے کے لیے رہ جائے۔ جو کام اس کے مقابلہ میں زیادہ آسان اور سیدھے سادے ہیں ان کے لیے بھی انفرادی مزدوروں کی قابلیتوں میں اختلافات ہوتے ہیں۔ برقی ریل یا ٹرام چلانے والے میکانک کا کام بظاہر بہت خشک اور یکساں قسم کا ہوتا ہے، جس کو ایک بالغ آدمی آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ بریں ہم اس کام میں مستقل مزاجی کی اور ہمہ تن متوجہ اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور یہ صفات سب مزدوروں میں نہیں ہوتے۔ اس قسم کے اختلافات طبائع کس حد تک محض جبلی خصائل کا نتیجہ ہیں، یا کس حد تک وہ تعلیم اور ماحول کی بنا پر پیدا ہوتے یا بڑھتے ہیں؟ اس سوال پر بحث کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت تک یہ اختلافات موجود ہیں، اس وقت تک فائدہ اسی میں ہوگا کہ ہر متنفس سے وہی کام لیا جائے جس کے لیے اس کی طبیعت موزوں یا سب سے زیادہ راغب ہو۔

تقسیم عمل کا یہ عنصر جس کا ابھی ذکر کیا گیا: یعنی افراد کی طبیعت کے میلان یا موزونیت کے اعتبار سے کام تفویض کرنا، نہ صرف جسمانی کام کرنے والوں کی حد تک بلکہ دماغی کام کرنے والوں کی حد تک بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ ایک وکیل کی جس طرح دماغی تربیت ہوتی ہے اسی طرح ایک میکانک کی دستی تربیت ہوتی ہے، اور اگرچہ اس تربیت و تعلیم اور مشق کا اثر جس قدر وکیل کے پیشہ پر پڑتا ہے اسی قدر میکانک کے پیشہ پر بھی پڑتا ہے؛ لیکن جبلی رجحانات اور قابلیتوں کا اثر اول الذکر کے پیشہ کے بارے میں بدرجہا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور یہ خاص طور سے زیادہ تر ان کاموں اور پیشوں کا حال ہے، جن میں اختراعی قوت صرف کرنی پڑتی ہے اور نگرانی اور انتظام کا کام سرانجام دینا پڑتا ہے۔ جو اشخاص صنعتی دنیا میں یا ذہنی و علمی دنیا میں پیشوائی یا قیادت کا کام کرنے کی خاص قابلیت رکھتے ہیں ان کے اور معمولی طبقے کے انسانوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہوتا ہے، جس کا اثر بہت دور رس ہوتا ہے۔ اگر قیادت کی پیدائشی قابلیت رکھنے والے اشخاص سے محض وہ کام لیا جائے جس کو صرف وہی انجام دے سکتے ہیں، یا جس کو وہ بہترین طریقہ پر انجام دے سکتے ہیں؛ اور باقی دوسروں سے جو اس قسم کی قابلیتیں نہیں رکھتے سیدھا سادہ کام یا معمولی لکھنے پڑھنے کا کام لیا جائے تو اکثر

33

باب ۳
تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

صورتوں میں بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

بایں ہمہ عوام الناس کی کثیر تعداد میں کوئی خاص قابلیت یا کوئی خاص رجحانات نہیں ہوتے۔ کسی خاص قسم کے کام میں ان کو جو مہارت حاصل ہوتی ہے اس کا اصلی اور بڑا سبب (اگرچہ ممکن ہے کہ یہی ایک واحد سبب نہ ہو) مسلسل مشق ہے، جس کی ابتداء یا قاعدہ تربیت سے ہوتی یا جو باقاعدہ تربیت کی اعانت سے حاصل ہوتی ہے۔ غرض تقسیم عمل زیادہ تر تخصیص یافتہ پیشوں یا قابلیتوں کا سبب ہے نہ کہ نتیجہ۔ اکثر ماہر اشخاص اس وجہ سے ماہر ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے کسی خاص صنعت یا فن میں بہت عرصہ تک مشق کی ہے؛ وہ اس صنعت میں اس وجہ سے مشق نہیں کرتے کہ وہ پیدائشی ماہر ہیں۔

۴۔ اب تقسیم عمل کی زیادہ پیچیدہ شکلوں کو لیجیے! اس طریق کا رواج و استعمال گزشتہ ڈیڑھ صدی سے صنعت و حرفت کی ترقی کی اساسی ممیز خصوصیت بنا ہوا ہے؛ اور اس ترقی کی رفتار میں گزشتہ چند سالوں سے روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ صنعت میں اور نئے نظام اشیا کی نوعیت میں جو انقلاب ہوا ہے اس کو مختصر طور سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ دستی آلات کی جگہ کلوں نے لے لی ہے۔

اگرچہ تقسیم عمل سے کارکردگی میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ وہ مہارت اور ہاتھ کی صفائی ہے جو ایک ہی کام کو متواتر انجام دینے سے حاصل ہوتی ہے؛ لیکن ہم نے دیکھا کہ جو پیشے سیدھے سادے تقسیم عمل کے طریق کے تحت کام کرتے ہیں ان میں کام کی تحلیل یا تجزیہ ایک ہی قسم کے کام کے اجزا کو مسلسل و متواتر انجام دینے کے اصول پر نہیں کیا گیا۔ نجار، راج، آہنگر، درزی، ان میں سے ہر ایک اپنے پیشے سے متعلقہ کام کو بحیثیت مجموعی خود ہی انجام دیتا تھا، اور اس طرح گو اس کو مسلسل مشق کی وجہ سے مہارت حاصل ہو جاتی تھی، بریں ہمہ وہ کبھی اپنے کام کے ایک جزو کو انجام دیتا تھا اور کبھی دوسرے جزو کو۔ یہ کاریگر مختلف قسم کے آلات استعمال کرتے تھے جو ان کے کاموں کے مختلف اجزا کو انجام دینے کے مطابق و موزوں ہوتے تھے۔ "آلہ" سے مطلب، جیسا کہ عرف عام میں اب تک اس کے معنی لیے جاتے ہیں، "دستی آلہ" ہے جس کو استعمال کرنے میں انسان کے طبیعی قویٰ صرف ہوتے ہیں، اور جس سے کام لینے کے لیے موزونیت طبع، قوت فیصلہ، تغیر پذیری اور لچکداری کی ضرورت ہے۔

باب
تفصیل اور زمانہ حال کی صنعت کی ترقی
34

طریق تقسیم عمل کے بتدریج وسیع اور پیچیدہ ہوتے جانے سے نہ صرف پیشوں کی تعداد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا گیا، بلکہ ہر پیشہ کی وسعت گھٹتی گئی اور ہر پیشہ ایک ہی قسم کے کام کو متواتر و مسلسل انجام دینے کی حیثیت اختیار کرتا گیا۔ مثلاً پارچہ بافی کا پیشہ سوت کاتنے والوں، بننے والوں، صاف کرنے والوں اور رنگنے والوں میں تقسیم کیا گیا۔ کپڑا بننے والے، اور سوت کاتنے والے کے مابین کام کی تقسیم بجائے خود بہت قدیم ہے، لیکن بالآخر وہ بہت اہم ہوگئی۔ اس لیے کہ اس نے کلوں اور قدرتی قویٰ کے عہد آفرین استعمالوں میں سے ایک کا موقع بہم پہنچایا۔ جب ایک ہی حرکت کا متواتر اعادہ کسی صنعتی فن کا اہم جزو بن جاتا ہے تو انسان کے رگ پٹھوں کے علاوہ دیگر قویٰ کا استعمال ممکن ہو جاتا ہے۔ کوئی کل خواہ موجودہ زمانے کی بنی ہوئی اعلیٰ درجہ کی اور بکارآمد کیوں نہ ہو، انسانی ہاتھ کی لچک اور صفائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی؛ لیکن جب ایک ہی کام کو متعدد دفعہ دہرانا پڑتا ہے تو قدرتی قویٰ کا عمل بھی کلوں کے ذریعہ سے اس کو اسی خوبی سے انجام دے سکتا ہے جس قدر کہ انسانی ہاتھ۔ بلکہ اکثر انسانوں سے بہتر طریقہ پر کل کے ذریعہ سے کام انجام پاتا ہے۔ تقسیم عمل کی سیدھی سادی شکل ترقی کر کے بتدریج ایسی حالت پر پہنچ گئی کہ قدرتی عاملین کا استعمال ممکن ہوگیا، اور قدرتی قویٰ کا استعمال اس قدر مفید و نفع بخش ثابت ہوا کہ تقسیم عمل پر اس کا اثر پڑا اور اس میں انقلاب عظیم رونما ہوا۔ مثلاً عمل پیدائش کے مختلف اجزا اور مرحلوں کی مزید تقسیم عمل میں آئی اور مختلف کاموں کی انجام دہی روز بروز ایک ہی قسم کے حرکات کو بار بار دہرانے کی شکل میں تحلیل ہوتی گئی، اور اس طرح قدرتی قویٰ کے استعمال کرنے کے امکانات بدرجہا زیادہ بڑھ گئے۔

کلوں اور قدرتی قویٰ کے استعمال کی شکل میں جو انقلاب عظیم رونما ہوا اس کا آغاز اٹھارویں صدی کے نصف آخر سے ہوتا ہے۔ کلوں کا رواج سب سے پہلے پارچہ بافی میں شروع ہوا۔ ۱۷۶۴ء میں ہارگریوس نے سوت کاتنے کی کل ایجاد کی؛ ۱۷۶۹ء میں آرک رائٹ نے اس کے مقابلے میں ایک زیادہ باقاعدہ کل بنادی؛ ۱۷۷۹ء میں کرامپٹن نے ان دونوں کلوں کی ترکیبوں کو ملا کر ایک تیسری کل بنا ڈالی؛ اور اس طرح سوت کاتنے کی کل کو بہت زیادہ مکمل اور ترقی یافتہ حالت میں پیش کیا۔

باب ۲ تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

35

مگر ان سب کلوں سے دھاگا بٹنے یا سوت کاتنے کا کام لیا جاتا تھا، اور بہت زمانہ گزرنے نہیں پایا کہ ان کو چلانے کے لیے پانی کی قوت بھی استعمال کی جانے لگی۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد کپڑے کی بنائی کے لیے بھی کلیں بن گئیں؛ کپڑا بننے کی کل پہلے پہل ہاتھ سے چلائی جاتی تھی، مگر من بعد اس میں اس قسم کی ترمیم و تبدیلی کر دی گئی کہ انیسویں صدی کے آغاز سے یہ کل ہاتھ کی بجائے آبی قوت سے چلائی جانے لگی؛ اس کا رواج بڑھتا گیا یہاں تک کہ انیسویں صدی کے ختم تک انگلستان اور ریاستہائے متحدہ امریکا جیسے ترقی یافتہ ممالک میں قدیم وضع کے نور بافوں کا پیشہ معدوم ہو گیا۔ کپڑا جن اشیائے خام سے بنا جاتا ہے ان میں روئی سب سے پہلی شے ہے جس کا سوت کاتنے کے لیے کلوں کا استعمال کیا گیا؛ اس لیے کہ ایک کل کو معمولی رفتار سے مسلسل چلا کر روئی کے ریشوں کو آسانی، صفائی اور عمدگی کے ساتھ ہموار بٹ سکتے ہیں۔ اون اور ریشم جن کے ریشے زیادہ ناہموار ہوتے ہیں روئی کے بہت بعد کلوں کے ذریعہ سے بٹے جانے لگے؛ اور ان کے لیے خاص قسم کی کلیں مسلسل کوششوں اور ترمیموں کے بعد بنیں۔ ریشم کے ریشے بہت نازک اور سب سے زیادہ ناہموار ہوتے ہیں، چنانچہ بڑے پیمانہ پر ریشم کاتنے کی کلیں حال حال میں تمام و کمال بن کر تیار ہوئیں۔

کپڑا بننے کی صنعت میں ابتداءً پانی کی قوت سے کام لیا گیا؛ لیکن کلوں کو چلانے کے لیے پانی کی قوت کی جگہ بہت جلد بھاپ کی قوت نے لے لی۔ سنہ ۱۷۸۱ء میں واٹ نے بھاپ کا ایسا انجن تیار کر لیا جو موثر طریقے سے کام کر سکتا تھا، چنانچہ یہ انجن معدنیاتی بھدوں سے پانی اوپر کھینچنے کے لیے سب سے پہلے بڑے پیمانہ پر استعمال کیا گیا، قوت کے استعمال کی یہ ایک آسان شکل تھی اس لئے کہ وہ سادہ حرکت کے ساتھ یکساں اور مسلسل متحرک رہتا تھا، اس انجن سے بہت جلد دوسرے کام بھی لیے جانے لگے، اس کا استعمال صنعت پارچہ بافی کے علاوہ دوسرے متعدد مصنوعات میں ہونے لگا؛ بلکہ بار برداری اور نقل و حمل کا کام بھی اس سے انجام پانے لگا۔ سنہ ۱۸۰۷ء میں فلٹن نے سب سے پہلے دریائے ہڈسن پر بھاپ کی قوت سے جہاز رانی کا کام لیا؛ اس کے بعد نقل و حمل میں بھاپ کا اس سے بھی زیادہ اہم استعمال اس وقت شروع ہوا جبکہ اسٹیفن سن نے سنہ ۱۸۳۰ء میں خود کار انجن مکمل کر لیا، چنانچہ اسی کی بدولت موجودہ زمانے کی ریلیں عالم وجود میں آئیں اور جیسا کہ ہم عنقریب

بیان کریں گے، اس ایجاد نے تقسیم عمل کے طریقے میں مزید گوناگوں ترقی کا راستہ کھول دیا۔

باب ۲ تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

عظیم ایجادات کے ایک سلسلہ نے، جن میں سے چند اہم ایجادات اوپر بیان کئے گئے، وہ حالت پیدا کی جس کو صنعتی انقلاب کہا جاتا ہے۔ اس انقلاب سے صرف فنون اور صنعتوں میں ہی تغیر نہیں ہوا بلکہ اس کے نتیجہ کے طور پر معاشی و معاشری حالات میں بھی تبدیلی ہوگئی اور ایسا عظیم الشان انقلاب ہوا کہ اس سے قبل انسانی تاریخ کے کسی دور میں اتنی مختصر مدت میں اتنا عظیم الشان انقلاب نہیں ہوا۔ اس انقلاب کی اساسی معاشی خصوصیت تقسیم عمل کی تقسیم در تقسیم تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شعبہ ہائے پیدائش کے مختلف النوع مراحل جدا جدا کثیر التعداد ہنروں میں بٹ گئے، اور ان میں سے ہر ایک ہنر یکے بعد دیگرے سلسلہ وار تنظیم کے ساتھ کلوں کے ذریعہ سے انجام دیا جانے لگا۔ نجاری کا ہر ایک ہنر یعنی آرہ کشی، لکڑی کاٹنا، جوڑنا، موڑنا، اب علیحدہ علیحدہ کلوں سے انجام دیا جاتا ہے؛ اس کے لیے عام طور سے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں، جن کی وسعت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے؛ اور تقسیم شدہ ہنروں کی بھی مزید ذیلی تقسیم عمل میں آرہی ہے۔ قدیم زمانے میں موچی، پورا جوتا اکیلا تیار کر لیتا تھا؛ لیکن آج کل کارخانے میں جوتے کی تیاری کے اسّی مختلف سلسلہ بسلسلہ ہنر ہیں ۱۹۱۲ء میں بڑے کارخانے میں تار کی تیاری کے لیے مختلف عمل ہوتے تھے: گویا لوہا کارخانے میں داخل ہونے کے بعد سے تار کے مکمل ہو کر فروخت کے لیے نکلنے تک مختلف النوع نوے مرحلے طے ہوتے تھے یہی حال دیگر آہنی اشیا کی تیاری، صنعت پارچہ بافی، طباعت اور صحافی کا ہے؛ اور خود آلات اور کلوں کی ساخت انھی طریقوں سے عمل میں آتی ہے۔

36

ابتداءً جب پانی یا بھاپ کی قوت استعمال کی جاتی تھی تو سیدھی سادی قسم کی کلیں کام میں لائی جاتی تھیں؛ لیکن اب ان کلوں کی ساخت بہت پیچیدہ ہوگئی ہے، اور ان کی کارکردگی میں بھی گوناگوں اور پہلے سے بدرجہا زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ پہلے جو ہنر کلوں کے ذریعے سے انجام دینے کے ناقابل سمجھے جاتے تھے اب ان ہی ہنروں میں کلوں کے مسلسل و یکساں حرکات کے خود بخود اعادے کے اصول کو وسیع کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کے دستی کام میں جیسی خوبی

باب ۳
تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

اور صفائی ہوتی ہے کل کے کام میں ویسی صفائی اور نزاکت تاحال مفقود ہے، اور اس لحاظ سے ماہر کاریگروں اور ان کے کارآمد دستی آلات کا وجود صنعتوں میں ابھی بڑی حد تک پایا جاتا ہے، لیکن ان کے کام کی وسعت میں روز بروز کمی کا میلان پایا جاتا ہے۔ صنعت کے ہر ایک شعبے میں جوں جوں ایک مرحلہ کے بعد دوسرا مرحلہ میکانی عمل کے تابع ہوتا جا رہا ہے، بقیہ غیر میکانی مرحلوں کا دائرہ تنگ اور سادہ ہوتا جاتا ہے، اور ان میں بھی قوت کو استعمال کرنے کے لیے اختراع پسند طبعیتیں ہمیشہ نئے مواقع نکال رہی ہیں۔ اس طرح تقسیم عمل کے طریق کی نوعیت اور اس کے عمل پر بہت گہرا اثر پڑا، اور اس میں عام طور سے بہت کچھ ترمیم ہو گئی۔

موجودہ زمانے میں تقسیم کار کے طریق کی ترقی و اصلاح سے جو عظیم الشان فوائد حاصل ہو رہے ہیں، اس کا منبع اصل میں قدرتی قوت کا غیر محدود ذخیرہ ہے۔ جب کسی کام میں حرکات کی یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے تو مشکل سے مشکل اور نازک سے نازک کام بھی کلوں کے ذریعہ سے شب و روز مسلسل انجام پا سکتا ہے۔ قدیم زمانے میں انسان سیدھے سادے آلات و اوزار کو بڑی مشقت کے ساتھ تیار کر کے اور ہاتھ سے استعمال کر کے جس قدر کام انجام دے سکتا تھا، موجودہ زمانے میں اسی نوعیت کے کام کو چند کلیں تیار کر کے اور ان کی تنصیب کے بعد ان کو متحرک کرنے والے قدرتی قوی کو اپنی نگرانی میں رکھ کر انسان بہت تھوڑی سی محنت کے ساتھ بدرجہا زیادہ مقدار میں انجام دے سکتا ہے۔ برقی قوت پیدا کرنے کا اصل ذریعہ آبشار اور کوئلا ہے، اور اگرچہ قدرت نے ان اشیا کو غیر محدود مقدار میں پیدا نہیں کیا، لیکن بایں ہمہ انسانی ضرورتوں کے لیے کلوں کے استعمال میں نہ تو اب تک کوئی رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اور نہ آئندہ کے لیے کسی رکاوٹ کا امکان ہے۔ گزشتہ صدی میں جو صنعتی تغیرات ہوئے ہیں ان کی بنا پر ایک ہنر کے لیے جو محنت درکار ہوتی تھی اس میں بڑی حد تک کمی ہو گئی ہے، اور بظاہر اس کا امکان پایا جاتا ہے کہ موجودہ صدی میں بڑی حد تک اور زیادہ سرعت کے ساتھ محنت میں اور کمی ہو جائے۔

ہمارے موجودہ زمانے کو "کلوں کا دور" بڑی مناسبت سے کہا گیا ہے۔

باب
تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتوں کی ترقی

اس دور کے مخصوص مظاہر زیادہ تر کلوں کے استعمال کے نتائج ہیں؛ ہم ان کی طرف اپنی بحث کے دوران میں وقتاً فوقتاً اشارہ کریں گے۔ یہ نتائج حسب ذیل صورتوں میں دیکھے جا سکتے ہیں:۔ اصل کی مقدار میں اضافہ، اصلداروں اور اہل کاروبار کی قوت اور اہمیت میں ترقی، پیدائش بر پیمانہ کبیر کے اصول کا عام رواج، صنعت کے متعدد شعبوں میں اجارہ کی جانب میلان، مزدوروں کی حالت میں تبدیلی، آجر و مزدور کے درمیان عناد و مخالفت، اور اس کے نتیجہ کے طور پر مزدوروں کی انجمنوں اور آجروں کی انجمنوں کا قیام، کارخانوں میں بچوں اور عورتوں کی ملازمت کے متعلق بعض پیچیدہ معاشرتی سوالات، مزدوری پیشہ طبقے میں انفرادیت کا فقدان، اور متمول طبقے اور ادنیٰ طبقے میں فرق و امتیاز۔

تقسیم عمل کے طریق کی پیچیدہ شکلوں کے ان سب نتائج پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

۴۔ تقسیم عمل کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو اشخاص صنعت کے کسی مقررہ شعبہ کے سلسلہ بسلسلہ متعدد منزلوں کو انجام دیتے ہیں، وہ متحدہ طور پر ایک آخری نتیجہ پیدا کریں۔ اس کے معنی صاف الفاظ میں یہ ہیں کہ مختلف صنعتوں میں جو اشخاص کام کریں وہ متحدہ طور پر قوم کی مختلف النوع احتیاجات کو پورا کریں۔ ہر شخص ایک خاص شے اس لیے تیار کرتا ہے کہ اس کو سب استعمال کریں، اور ہر شخص ان اشیاء کو استعمال کرتا ہے جو دوسرے تیار کرتے ہیں۔ اس طرح تقسیم عمل کی تعریف یہ کی جا سکتی ہے کہ وہ محنت کا تعامل یا اتحاد باہمی ہے۔

تعامل یا امداد باہمی کو بروئے عمل لانے کا طریقہ بظاہر یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے کچھ اصول قائم کر لیے جائیں، اور مقرر کردہ اصول کے تحت ایک خاص تنظیم، احتیاط اور باقاعدگی کے ساتھ کام کیا جائے اور اس متحدہ کوشش کا جو ثمرہ کہ حاصل ہو وہ کل سب شرکا میں تقسیم کر دیا جائے، اور کوئی مبادلہ نہ ہو۔ یونان اور روما کے قدیم تمدنوں کے امیروں اور حقوق یافتوں میں ایسی تنظیموں کی جھلک پائی جاتی ہے جن کی رو سے اکثر حرفتیں غلاموں سے چلائی جاتی تھیں اور منافعہ کل خاندان حاصل کرتا تھا۔ ابتدائی قرون وسطیٰ میں زمینداری یا جاگیرداری نظام کا وجود پایا جاتا ہے جس میں سرف یا غلام تخصیص یافتہ

باب ۳ تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتی ترقی

38

پیشے رکھتے تھے اور اپنے جاگیردار کی ضرورتوں کو بشکل جنس پورا کرتے تھے؛ موجودہ زمانے میں بھی ہم کو اشتراکی جماعتوں کی مثالیں ملتی ہیں ـــ ان جماعتوں کے افراد کے درمیان تقسیم عمل ہوتی ہے لیکن مبادلہ نہیں ہوتا۔ ہر فرد مشترکہ آمدنی میں اپنا حصہ ادا کرتا ہے اور پھر اس آمدنی سے ہر فرد کو مساوی حصہ ملتا ہے۔ اس قسم کا معاشرہ اپنی سب ضرورتوں کو اسی طریقہ سے خود ہی پورا نہیں کرتا جیسا کہ قدیم زمانے کے خاندان کا طریق یا قرون وسطیٰ کا جاگیرداری نظام پورا کرلیتا تھا۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بیرونی دنیا سے بڑے پیمانہ پر خرید و فروخت کرے اور اس کے برعکس قدیم جماعتیں بہت کم اشیا خریدتی تھیں (مثلاً صرف نمک اور لوہا)۔ تاہم تقسیم عمل کا طریق خود اپنے حدود کے اندر افراد کے مابین مبادلہ کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

بایں ہمہ تقسیم عمل کے ساتھ ساتھ بطور نتیجہ مختلف مزدوروں کی تیار کردہ متعدد اشیاء کا مبادلہ بھی شروع ہوا۔ اوپر جو مثالیں بیان کی گئیں ویسی مثالیں معاشی تاریخ میں مقابلۃً بہت کم ملتی ہیں، اور اگر دستیاب بھی ہوتی ہیں تو ان سے جدید صنعتی دنیا کے مظاہر کا حل بالکل نہیں ہوتا۔ جدید صنعتی دنیا میں تقسیم عمل کے معنی تقریباً ہمیشہ مبادلہ کے ہیں، اور مزدوروں کے درمیان جو تعلق ہے وہ اس تعلق سے بہت مختلف ہے جو کہ قوم میں ہے، جہاں محنت کا اتحاد قصداً اور بالارادہ عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ موجودہ زمانے کے مزدور تعامل یا اتحاد باہمی کے ساتھ ایک مشترک حاصل یا پیداوار تیار کرتے ہیں؛ لیکن اس صورت میں اتحاد بالارادہ نہیں ہوتا۔ کوئی مزدور انفرادی حیثیت سے مشترکہ پیداوار کا خیال ذہن میں رکھ کر کام نہیں کرتا: صرف ایسی صورت میں جبکہ اس کو کتابیں مطالعہ کرنے اور معاشی مصنفین کے نظریات سمجھنے کا موقع ملا ہو، اور یہی خیالات کام کرتے وقت اس کے ذہن میں چکر لگاتے ہوں، البتہ وہ واقف ہوتا ہے کہ ایک مشترک پیداوار حاصل کرنے میں دوسروں کے ساتھ وہ بھی اپنی محنت سے شریک ہے۔ جن اشیا کی تیاری میں اس سے کام لیا جاتا ہے وہ کسی مشترک ذخیرہ کا جزو نہیں ہوتیں؛ بلکہ خانگی یا انفرادی ملک ہوتی ہیں، جن کو ایک فرد خریدتا اور فروخت کرتا اور جن کی دیکھ بھال اور حفاظت خود کرتا ہے۔ اس کے ذہن میں وہی خاص شے ہوتی ہے جس کو

باب تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتی ترقی

وہ فروخت کرتا ہے، یا وہ قیمت پیش نظر ہوتی ہے جس سے دوسری قسم کی پیداوار خرید سکتا ہے؛ اس طرح اس کی توجہ مبادلہ کے نتائج پر ہوتی ہے جس کو وہ عمل میں لاتا ہے: اور یہ کوشش کرتا ہے کہ اس مبادلہ کے عمل سے اس کو بیشترین نفع ملے۔ انفرادی ملک اور مبادلہ دونوں تقریباً عام طور سے تقسیم عمل کے نتائج ہیں، اور مبادلہ کے مظاہر موجودہ دور کے نمایاں اور مخصوص مظاہر ہیں۔

۵۔ اٹھارویں صدی کے صنعتی انقلاب سے قبل چند صدیوں تک مبادلہ کی عام شکل یہ تھی کہ چھوٹے شہر یا قصبے اور ان کے اطراف و اکناف کے زرعی رقبوں کے مابین مبادلہ ہوا کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تقسیم عمل کا طریق سیدھی سادی شکل میں رائج تھا، اور دستکاری کا عام رواج تھا۔ گویا یہ زمانہ ہمارے موجودہ زمانے یعنی 'کلوں کے دور' کے قبل کا تھا جبکہ آلات استعمال کئے جانے لگے تھے۔ موجودہ دور کے آغاز میں شہر صنعتی آبادی کا مرکز تھا جو زیادہ تر اپنی ضروریات کی بہم رسانی خود ہی کرلیتی تھی۔ شہر کے حدود کے اندر دستکار مختلف صنعتوں کا کام کرتے تھے، اور انھی حدود کے اندر مضافات کی دیہی رعایا سامان خورونوش اور اشیائے خام لاکر فروخت کرتی اور مصنوعات خریدتی تھی۔ شہر کے دستکار جتھوں میں منقسم و منظم تھے جو اس دور کی معاشی تنظیم کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ دستکاری کا ہر پیشہ صرف اس جتھے کے ارکان کے لیے ہی مخصوص تھا، ہر جتھا اپنے ہی طبقے کے کارآموزوں سے اور روزانہ اجرتی کارندوں کو ملازم رکھ کر کام لیتا تھا؛ اس طرح ہر پیشہ ور کا ہنر اور علم اپنے پیشے کی حد تک نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا گیا۔ جتھوں کی اس طرح کی تنظیم اور اس کے افراد کی تحدید و انضباط نہ صرف ناگزیر بلکہ ابتداءً مفید بھی ثابت ہوا؛ اس لیے کہ اول تو وہ صنعت کی حفاظت و تامین کرتے تھے، اور تعاون و امداد باہمی کے طریق کی ترویج کرتے تھے؛ اور دوم یہ کہ اپنے فنی پیشوں میں مہارت اور خوبی کار کی بنیاد قائم کرتے تھے۔ بعد کے زمانے میں اس طرح کی تنظیم کو اجارہ کا ذریعہ بنا لیا گیا تھا، اور ان جتھوں کا وجود اس وقت تک بھی باقی رہا جبکہ ان سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا۔ ان باقی اثرات کا خاتمہ صنعتی انقلاب کے زمانے کی ایجادات کے ساتھ ہوا؛ لیکن یہ جتھا بندی کے نظام کے جداگانہ پہلو ہیں جو ہماری موجودہ بحث سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ اس

39

باب ۳ تقسیم عمل اور زمانۂ حال کی صنعتوں کی ترقی

نظام کا جہاں تک تقسیم عمل سے تعلق ہے، یہ نظام اسی چیز کا ایک جزو تھا جس کو اہل جرمنی صنعت کی شہری تنظیم[1] کہتے تھے۔ ۱۲۵۰ء سے ۱۶۵۰ء کے زمانے کا انگلستان اور مغربی یورپ کا نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے شہروں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے، اور ان میں کا ہر ایک شہر کم و بیش ایک دوسرے سے علیحدہ رقبے کا مرکز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف ممالک کے درمیان اور ایک ہی ملک کے مختلف معاشی رقبوں میں بعض خاص خاص اشیا کا مبادلہ ہوتا تھا، لیکن تجارت اور مبادلہ کا بیشتر حصہ شہروں اور اس کے اردگرد کے زرعی اضلاع کے مابین ہوتا تھا۔ ان صنعتوں کی مخصوص حالت جن میں آلات استعمال کئے جاتے تھے، اسی نہج کی تقسیم عمل کی سی تھی جو دورِ وسطیٰ کی حرفتی انجمنوں یا جتھوں کی شکل میں تنظیم یافتہ عام حرفتوں کے درمیان تھی۔

قدیم صنعتی تنظیم نے جن مرحلوں کو طے کر کے جدید صنعتی تنظیم کی خاص شکل اختیار کی وہ ابتدائً ایک تدریجی اور سست رفتار عمل تھا؛ لیکن اٹھارھویں صدی کے صنعتی انقلاب نے ہر چیز میں دفعۃً تغیر و تبدل پیدا کر دیا۔ یوں تو سولھویں اور سترھویں صدی کے واقعات نے ان تغیرات کے لیے راستہ تیار کیا تھا، لیکن ہم ان واقعات پر غور اور بحث کرنے کے لیے توقف کئے بغیر آخری نتیجہ کا اور محنت کی ابتدائی سیدھی سادی تقسیم کا باہم مقابلہ و موازنہ نہ کر سکتے ہیں، جس سے خود ہمارے زمانے کے حالات بہتر طریق پر سمجھ میں آجائیں گے۔

موجودہ زمانے میں معاشی رقبہ بہت وسیع ہو گیا ہے، اس میں نہ صرف پورا ایک ملک داخل ہو گیا ہے؛ بلکہ بعض اعتبارات سے تمام دنیا داخل ہو گئی ہے۔ محنت کی تقسیم صرف ایک ہی شہر کے مختلف دستکاروں کے مابین عمل میں نہیں آتی؛ بلکہ مختلف شہروں اور ملکوں کے مابین بھی اسی طریقے سے عمل میں آتی ہے۔ دوسری طرف خود دستکاری کے پیشے متعدد چھوٹے اور ذیلی پیشوں اور ہنروں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے مختلف اجزا ایک دوسرے سے الگ اور دور افتادہ

[1]:- Stadtwirthschaft

باب ۳ — تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتی ترقی

مقامات میں انجام دیے جاتے ہیں۔ ان عظیم الشان ترقیات و رجحانات کا سبب بڑی حد تک ذرائع نقل و حمل کی اصلاح و ترقی ہے، جو بیشتر کلوں کی ایجاد اور ان کے رواج کا نتیجہ ہے۔ یوں تو قدرتی قویٰ کا استعمال ہی بھاپ کے انجن کی صورت میں صنعتی انقلاب کا سب سے بڑا اور اہم عامل تھا، لیکن ان قویٰ کے استعمال کا اثر کسی دوسری سمت میں اس قدر زیادہ نہیں پڑا جس قدر کہ نقل و حمل اور جہاز رانی کے شعبوں پر پڑا۔

ریل کے انجن کی ایجاد ایک عہد آفرین یا اس دور کی ممتاز ایجاد تھی، انگلستان میں اٹھارھویں صدی کے آخری حصے میں جب ٹل فورڈ اور مکاڈم نے سڑک تعمیر کرنے کا نیا طریقہ نکالا تو انگلستان میں سڑکوں کی بہت اصلاح ہوگئی۔ اسی زمانے میں انگلستان اور فرانس دونوں ملکوں میں نہریں کھودی گئیں اور ان کے ذریعے سے آمد و رفت ہونے لگی۔

انیسویں صدی کے اول ربع میں اہل امریکا نے، جو اپنے ملک کے خاص صنعتی حالات کے اعتبار سے ذرایع نقل و حمل میں اصلاح کرنے کی طرف ہمیشہ مائل رہتے ہیں، سڑکوں اور نہروں کا جال ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ لیکن سنہ ۱۸۳۰ء میں ریل کا انجن ایجاد ہوا؛ بھاپ کے انجن اور تقریباً کل بڑی صنعتی ترقیات کے مثل اس صورت میں بھی ایجاد کو مکمل بنانے میں آخری کامیابی متعدد دماغوں اور ہاتھوں کی مسلسل اور ان تھک کوششوں اور تجربوں کے بعد ہوئی۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں اسٹیفنسن نے اصل میں انجن ایجاد نہیں کیا؛ بلکہ اس سے قبل جو شکلیں موجود تھیں محض ان میں ترمیم کر کے ان کو زیادہ مکمل شکل میں پیش کیا: اور اس طرح موجودہ زمانے کی ریلوں کی ابتدا ہوئی۔ ان ریلوں نے دوسرا صنعتی انقلاب پیدا کیا یا ایسی حالت پیدا کی جس کو صنعتی انقلاب کا دوسرا رخ یا دور کہا جا سکتا ہے۔ ریلوں کی ترویج و ترقی کے ساتھ ساتھ بحری نقل و حمل میں بھی بہت کچھ ترقیات نمودار ہوئیں؛ شروع شروع میں تو سیدھے سادے طریقے پر یعنی چکر کھانے والے پہیے کی مدد سے بھاپ کو جہاز رانی میں استعمال کیا گیا، اور انیسویں صدی میں اس طریقہ میں مکمل کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن چکر کھانے والے پہیے سے چلنے والا جہاز بدنما اور بھدا تھا، اور اس کو زیادہ دور تک طوفانی سمندر میں چلانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ انیسویں صدی کے وسط میں جب ارک سن نے پیچدار کیل کی ترکیب نکالی تو اس وقت جہاز رانی میں گوناگون ترقی و تبدیلی ہوئی ـــ مگر جہاز رانی کا اثر ترقی ریلوں کے اثر ترقی سے مقابلتہً زیادہ

41

باب ۳ تقسیم عمل اور زمانہ حال کی صنعتی ترقی

دور رس نہ تھا؛ اس لیے کہ بحری وسائل آمد و رفت ہمیشہ نسبتہً ارزاں ہوتے تھے اور اس کے برعکس بری وسائل آمد و رفت گراں، اور نسبتہً سست رفتار تھے؛ اس مقابلۃً گرانی کے سبب سے زمین کے بڑے بڑے رقبوں میں محنت کی تقسیم کرنے میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہوگئیں۔

۶۔ جیسا کہ آدم اسمتھ نے ۱۷۷۶ء میں کہا تھا، موجودہ دور کی حالتوں میں عمل کی تقسیم بازار کی وسعت کے اعتبار سے محدود ہوتی ہے۔ وہی موچی اتنے ہی جوتے تیار کرے گا جتنوں کی ضرورت یا طلب اس کے مرکز کے آس پاس رقبہ میں ہو۔ ایک کام کو مختلف ہنروں مثلاً: چمڑا قطع کرنا، سینا، ایڑی لگانا، اور بالآخر جوتے کی شکل بنا دینا وغیرہ، میں تقسیم کرنا، اس وقت تک ضروری اور قابل عمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس متحدہ محنت سے جتنے جوتے تیار ہوں ان کی کھپت بھی بازار میں ہوسکے۔ موجودہ زمانے کے جوتوں کے کارخانوں میں جہاں ہر کام کلوں سے لیا جاتا ہے، اور محنت کی تقسیم نہایت منظم اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، روزانہ ہزاروں جوڑے تیار ہوتے ہیں؛ ان جوتوں کی نکاسی صرف ان ہی مقامات میں ہوسکتی ہے جہاں آبادی گنجان اور کثیر ہو۔

اس قسم کی متعدد مثالیں اس امر کی تشریح کی غرض سے دی جاسکتی ہیں کہ وسائل آمد و رفت کی ارزانی کے سبب سے بازاروں میں کس طرح توسیع ہوئی، اور اس توسیع کے ساتھ ساتھ محنت کی تقسیم کس قدر وسیع اور سلسلہ در سلسلہ مربوط ہوگئی۔ موجودہ دور میں فرنیچر کی تیاری کے لیے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں؛ وہ اکثر ایسے مقامات پر واقع ہیں جہاں سے لکڑی بآسانی مہیا ہوسکتی ہے؛ اور جو اشخاص اس فرنیچر کو استعمال کرتے ہیں وہ اس سے بہت دور دراز مقاموں پر رہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں ایک نجار تنہا الماری بناتا تھا، اب اسی الماری کو متعدد مزدور انجام دیتے ہیں، اور ان کو سوائے چند کلوں کے گھمانے یا کھٹکے دبانے کے کوئی دوسرا کام نہیں کرنا پڑتا؛ آرہ کشی کرنا، تختے کاٹنا، لکڑی پر بیل بوٹے کاٹنا، کیلیں جڑنا، جوڑ ملانا، اور پالش کرنا غرض سب کام یہی کلیں مسلسل انجام دیتی ہیں۔ دیہات کے آہنگروں کو آلات کشاورزی بنانے کی ضرورت نہیں رہی؛

باب ۳ تقسیم عمل اور زمانۂ حال کی صنعتی ترقی 42

زمین جوتنے کا ہل اور اس کے سب لوازم نہایت آسانی کے ساتھ کارخانوں میں بنتے ہیں جہاں سے ہر شخص ان کو کثیر تعداد میں ہر وقت خرید سکتا ہے؛ یہاں بھی کام کو مختلف چھوٹے چھوٹے شعبوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ بازاروں کی توسیع کے نہایت عجیب و غریب نتائج میں سے ایک نتیجہ قصاب کے پیشہ کا انقلاب ہے۔ گزشتہ تین سال قبل تک بھی قصاب اپنا کام اسی طرح انجام دیتے تھے جس طرح کہ ہزارہا سال پیشتر سے رواج چلا آرہا تھا؛ قصاب گائے اور مینڈھے قریب کے کاشتکاروں اور گڈریوں سے خریدا کرتا تھا اور اپنی دوکان کے آس پاس کے مکانوں میں چھیل چھال کر ان کا گوشت نکال لیتا تھا۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کے بیشتر حصہ میں قصائیوں اور بوچڑوں کی جگہ بڑے بڑے کارخانوں نے لے لی ہے، جہاں گائے اور بکرے ہزاروں کی تعداد میں ذبح کئے جاتے ہیں اور ان کا گوشت ڈبوں میں بند کر کے دور دور بھیجا جاتا ہے۔ یہ کام کئی درجن مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر کام میں مزدوروں کی کثیر تعداد مشغول رہتی ہے۔ اگرچہ ان کاموں کو انجام دینے میں کلوں کا ایسا وسیع پیمانہ پر استعمال شروع نہیں ہوا ہے جیسا کہ دوسری صنعتوں میں ہے۔ پھر بھی جہاں تک ممکن ہے، کلوں سے مدد لی جاتی ہے؛ اور جہاں کلوں سے کام نہیں ہو سکتا مزدوروں کو ایک ایک کام ہاتھوں سے مسلسل دہرانا پڑتا ہے۔[1] اس تمام محنت کا حاصل مختلف

[1] ایسی کوئی دوسری صنعت بمشکل مل سکے گی جس میں محنت کی تقسیم اس قدر ہوشیاری اور باریکی کے ساتھ کی گئی ہو؛ جانور کا امتحان، اور معائنہ کر کے اس کی تشریح ایک نقشہ کی صورت میں واضح کر دی گئی ہے۔ بکرے کو کاٹ کر اس کا پوست چھیلنے اور گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا کام تیس سے زائد مختلف مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے، اور ہر قسم کا کام وہی لوگ انجام دیتے ہیں جو اس ہنر میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان میں تنخواہ کی بیس سے زائد شرحیں ہیں: ۱۶ سنٹ سے ۵۰ سنٹ تک فی گھنٹہ کے حساب سے ہیں؛ ۵۰ سنٹ پانے والے شخص کا کام صرف یہ ہے کہ چمڑے کے نازک ترین حصہ میں چاقو استعمال کرے (Floorman) یا ریڑھ کی ہڈی کو توڑنے کے لیے ساتور استعمال کرے (Splitter) اسی طرح اس سے کم اجرت یعنی ۱۸ سنٹ سے لے کر ۲۵ سنٹ پانے والوں کے لیے بھی مختلف کام تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ اور ایک خاکہ بنا دیا گیا ہے جس میں صرف چمڑے پر کام کرنے کے ہنر کو نو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور آٹھ مختلف شرحوں سے اجرت دی جاتی ہے۔ بیس سنٹ اجرت پانے والا دم کھینچتا

باب
تقسیم عمل اور
زمانہ حال کی
صنعتوں کی ترقی

43

شکلوں میں یعنی گوشت، چربی، چمڑا، ہڈی، سینگ اور بال اس کارخانے سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل کے فاصلے پر لاکھوں انسان استعمال اور صرف کرتے ہیں جو ان کے پاس بند ڈبوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ اس سب اہتمام، انتظام اور تقسیم کا دار و مدار اس امکان پر ہے کہ ماحصل دور دراز مقامات کو منتقل ہو سکے گا، اور اس طرح ایک مرکزی مقام سے کثیر آبادی کی مانگ کو پورا کیا جا سکے گا۔

۷۔ انیسویں صدی کے دوران میں وسائل نقل و حمل اور ذرائع آمد و رفت میں جو عظیم ترقیات نمودار ہوئیں ان سے محنت کی تقسیم کی ایک خاص صورت میں، جس پر ہم نے ابھی تک غور نہیں کیا ہے، بہت بڑی حد تک وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ صورت محنت کی جغرافی تقسیم کی ہے۔

قرون وسطیٰ اور ابتدائی جدید دور میں صرف وہی اشیا کسی فاصلہ کے مقام پر منتقل کی جاتی تھیں جن کی جسامت چھوٹی اور قدر و قیمت زیادہ ہوتی تھی۔ اس قسم کی اشیا، ادویہ، مسالے، قیمتی کپڑے، ریشم، روئی، ہتھیار اور اسلحہ تھے۔ یہ اشیا زیادہ تر

بقیہ حاشیہ ماسبق ہے، ۲۲ ½ سنٹ پانے والا ایک دوسرا جزو کاٹتا ہے جہاں عمدہ چمڑا نہیں ملتا اور ۱۸ سنٹ پانے والا دوسرے حصے پر چاقو چلاتا ہے اور ۱۵ سنٹ پانے والے کو مختلف کام انجام دینے پڑتے ہیں۔ غرض تشریح جسم کی مناسبت سے مہارت بھی تخصیص یافتہ ہو گئی ہے۔

"تقسیم عمل نے صنعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کی، چنانچہ انیسویں صدی کے ساتویں عشرے میں بنائے ہوئے گوشت کو بازار تک پہنچانے کا انتظام کاروں کے ذریعے سے ہونے لگا اور اس میں گوشت کو تازہ اور ٹھنڈا رکھنے کی کلیں ایجاد کی گئیں۔ ان انقلاب آفریں ایجادوں کے ذریعے بازار میں وسعت پیدا ہونے سے پیشتر ذبح کرنے والی ٹولیاں قلیل التعداد تھیں اس لیے کہ محض مقامی ضرورتوں کو پورا کرنا پڑتا تھا لیکن جب روزمرہ زیادہ تعداد ذبح ہونے لگی مثلاً ایک ہزار یا اس سے زیادہ تو ان ٹولیوں میں بھی اضافہ کرنا پڑا، اور سب سے مشکل کام کے لیے بہترین آدمی مقرر کئے گئے۔" (دیکھو پروفیسر جے۔ آر۔ کامنس کا مضمون کوارٹرلی جورنل آف اکنامکس میں جلد (۱۹) صفحات ۳ و ۶)۔ اس سے معلوم ہوگا کہ یہاں تقسیم عمل کے اس فائدے کی گنجائش و وسعت معلوم ہوتی ہے جو مختلف اشخاص کو ان کی مختلف قابلیتوں کی مناسبت سے کام تفویض کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (مقابلہ کرو صفحہ 32 متن سے۔

باب ۳ تقسیم عمل اور زمانۂ حال کی صنعتی ترقی

متمول طبقے کی قلیل تعداد استعمال کرتی تھی اور ان کی تجارت بقیہ کثیر آبادی پر کوئی اثر نہیں ڈالتی تھی۔ جہاں جہاں بحری راستے استعمال کئے جا سکتے تھے وہاں بڑی جسامت کی اشیا کی تجارت اور مبادلہ کا کچھ موقع اور امکان تھا۔ اس سبب سے جزیرۂ انگلستان اپنے دندانہ دار ساحل کی بدولت اون، تانبا اور ٹین جیسی اشیا مقابلۃً بہت عرصہ پیشتر سے برآمد کرنے اور ایک حد تک محنت کی جغرافی تقسیم کو ترقی دینے کے قابل ہو گیا۔ جب فن جہاز رانی میں ترقی ہوئی، بڑے بڑے جہاز تعمیر ہوئے، اور آلہ قطب نما ایجاد ہوا، اور اس طرح بحری سفر محفوظ خیال کیا جانے لگا تو بحری راستوں کی تجارت میں روز افزوں توسیع و ترقی ہونے لگی۔ اٹھارھویں صدی کے آخری حصے میں جبکہ بعض تہذیب یافتہ ملکوں کے اندرونی حصوں میں متعدد نہریں کھودی گئیں، اس میں مزید توسیع ہوئی؛ لیکن محنت کی جغرافی تقسیم کی سب سے اہم ترقی ریلوں کی توسیع سے ہوئی۔ اس لیے کہ ریل کے ذریعہ سے زمین کا فاصلہ بہت کم ہو گیا؛ اور اسی زبردست عامل نے تقریباً دنیا کے ہر حصہ کی صنعت میں انقلاب پیدا کر دیا۔

موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ امریکا اس چیز کی مثال پیش کرتی ہیں جو ارزان وسائل نقل و حمل کے اثر کے تحت محنت کی اعلیٰ درجہ کی ترقی یافتہ جغرافی تقسیم کی غالباً سب سے انتہائی صورت ہے۔ نیو انگلینڈ کا جنوبی حصہ مختلف صنعتوں کا مرکز و مستقر ہے، یہاں جو اشیائے خام و اشیائے خورد و نوش استعمال کی جاتی ہیں وہ دنیا کے سب حصوں سے آتی ہیں۔ گیہوں اور دوسرا غلہ مسی سی پی اور مسوری کی وادیوں سے آتا ہے؛ گوشت اور دوسری اسی قسم کی حیوانی پیداوار انھی حصوں سے اور کچھ مغربی علاقوں سے آتی ہے؛ روئی جنوبی ریاستوں سے آتی ہے؛ اون علاقہ ماورائے سوری سے اور آرجن ٹائن، آسٹریلیا، چین اور سائبیریا سے آتا ہے۔ ان اشیا کے معاوضہ و مبادلے میں نیو انگلینڈ سے ہر قسم کے مصنوعات بھیجے جاتے ہیں: مثلاً سوتی اور اونی کپڑے، ہمہ اقسام کے جوتے، مختلف دھاتوں کی بنی ہوئی چیزیں، آلات ہتھیار اور کلیں وغیرہ۔ مشرقی پن سلوانیا کا علاقہ معدن زغال ہے؛ اس حصے کی جتنی ضرورتیں ہیں ان کی بہم رسانی باہر سے آئی ہوئی اشیا سے ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس پن سلوانیا کے مغربی علاقے میں پٹس برگ کوئلہ کا مخزن ہے جو دنیا میں کی لوہے فولاد

[...]ت تقسیم عمل اور [...]ذرائع عمل کی [...] صنعتوں کی ترقی

اور شیشہ کی صنعتوں میں استعمال ہوتا ہے؛ یہاں آرام و تعیش کی جتنی چیزیں صرف ہوتی ہیں وہ ریاستہائے متحدہ امریکا اور دنیا کے سب حصوں سے آتی ہیں۔ ملک کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جو اپنی سب ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتا ہو! ہر خطے کی پیداوار دور دراز مقامات کو جاتی رہتی ہے اور اس کے معاوضہ میں ان دور افتادہ مقامات کی پیداوار درآمد ہوتی رہتی ہے۔

محنت کی جغرافی تقسیم کی جو مثال برطانیہ عظمیٰ میں ملتی ہے وہ اس سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے: برطانیہ اپنی اشیائے خورونوش کا بیشتر حصہ یعنی اپنی ضرورت کا ⅘ حصہ غلہ اور نصف سے زائد گوشت اور دوسری اشیا باہر سے درآمد کرتا ہے؛ گیہوں ریاستہائے متحدہ امریکا، روس اور آرجن ٹائن سے آتا ہے؛ گوشت زیادہ تر ریاستہائے متحدہ امریکا اور آسٹریلیشیا سے آتا ہے۔ برطانیہ کی مجموعی آبادی کے لباس کے لیے جتنی روئی درکار ہوتی ہے وہ سب باہر سے آتی ہے؛ اور جتنا اون درکار ہوتا ہے اس کا بیشتر حصہ بیرونی ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے۔ یہ سب اشیائے خام اور دوسری متعدد چیزیں جو گرم ممالک سے انگلستان میں درآمد کی جاتی ہیں ان کے معاوضے اور مبادلے میں انگلستان ان ممالک کو مصنوعات تیار کر کے بھیجتا ہے۔ انگریزوں کے یہ سب اشیائے خام اپنے ملک ہی میں پیدا کرنے سے ان کو جتنا فائدہ ہوتا اس سے بدرجہا زیادہ فائدہ وہ مصنوعات کی تیاری میں محنت کر کے اور ان مصنوعات کو درآمد کردہ اشیائے خام کے مبادلے میں بیرونی ممالک میں برآمد کر کے حاصل کر لیتے ہیں۔ نیو انگلینڈ اور انگلستان تقریباً یکساں صنعتی حیثیت رکھتے ہیں؛ یہ امر واقعہ ہے کہ ان دونوں ملکوں میں سے کوئی ملک بھی اپنی پوری آبادی کی ضرورت کی اشیا محض اپنی ہی زرعی جدوجہد سے فراہم نہیں کر سکتا۔ اور اس طرح غذا، لباس، مکان جیسی لازمی ضروریات حیات کی تکمیل نہیں کر سکتا؛ بجز اس کے کہ اس کی سعی بیش خرچ ثابت ہو اور نتائج بے مایہ ہوں۔ ہر ملک کا دارومدار دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت پر ہے، اور دونوں میں کوئی بڑا فرق ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک صورت میں تمام تجارت غیر اقوام اور بیرونی ممالک سے ہوتی ہے؛ اور دوسری صورت میں زیادہ تر ایک ہی ملک کے مختلف اجزا کے درمیان۔

45

محنت کی اس اعلیٰ درجہ کی تقسیم کا نتیجہ یہ ہے کہ قرون وسطیٰ کی نسبت موجودہ زمانے میں شہروں کی حیثیت بہت بدل گئی ہے۔ موجودہ زمانے کے شہر اپنی ضرورت کی اشیا اور غذا کے لیئے اپنے اردگرد کے زرعی خطوں کے محتاج نہیں ہیں؛ اور نہ یہ زرعی علاقے آس پاس کے شہروں اور قصبوں پر مطلوبہ مصنوعات کے لیے انحصار کرتے ہیں۔ اردگرد کے علاقوں کی حد تک یہ شہر پیدائش کا مرکز اس قدر نہیں ہیں جس قدر کہ اشیا و مصنوعات تقسیم کرنے کا مرکز ہیں۔ اکثر شہر خاص خاص مصنوعات کے لیے مخصوص و مشہور ہیں، اور اس لحاظ سے وہ پیدائش کا مرکز ہیں؛ لیکن ان کی تیار کردہ خاص خاص اشیا تقسیم کرنے والے مرکزوں کی وساطت سے تمام دنیا میں بھیجی جاتی ہیں۔ بڑے اور وسیع رقبے کے شہروں میں متعدد اور مختلف قسم کے مصنوعات تیار ہوتے ہیں، اور یہاں سے بڑے پیمانہ پر تقسیم کیئے جاتے اور باہر بھیجے جاتے ہیں؛ چنانچہ دوسرے شہروں کی نسبت ان کے معاشی رقبے بھی خوب وسیع ہیں۔

۸۔ محنت کی جغرافی تقسیم سے دو طرح کے فوائد ہیں، اور یہ فوائد ان فوائد کے مشابہ ہیں جو افراد کے درمیان تقسیم محنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ فوائد ایک تو مختلف علاقوں میں خاص خاص قسم کی اشیا تیار کرنے سے پیدا ہوتے ہیں؛ اور دوسرے اس مہارت اور کارکردگی سے حاصل ہوتے ہیں جو کسی ایک کام کی تخصیص طلبی کا نتیجہ ہے۔ گرم اور معتدل ممالک کے مابین محنت کی تقسیم کرنے سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو کہ کام کو تخصیص طلب بنانے سے ہوتا ہے۔ گرم ملکوں کی پیداوار: مثلاً میوے، کافی، چائے، شکر وغیرہ کا مبادلہ معتدل ملکوں کے گیہوں اور غلہ سے کیا جاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کے جنوبی علاقے کی آب و ہوا روئی کی کاشت کے لیے خاص طور سے مناسب ہے، اور وسطی علاقوں میں بڑے بڑے رقبوں پر غلہ اور گیہوں کی کاشت کی جاتی ہے؛ یہاں کی آب و ہوا اور زمین، ان اجناس کی تیاری کے لیے خاص طور سے موافق ہے۔ مغربی پن سلوانیا میں کوئیلے کی بکثرت کانیں موجود ہیں، چنانچہ یہ حصہ کوئیلے کے معدنیات اور ان صنعتوں کے لیے جن میں ارزاں کوئیلے کی فراہمی درکار ہوتی ہے مخصوص ہے۔ خام لوہے کے طبقات کثیر مقدار میں لیک سوپی ریر کے سواحل پر دریافت ہوئے ہیں، چنانچہ

باب ۳ تقسیم عمل اور [illegible] صنعتوں کی [illegible] 46

یہاں ہزاروں مزدور لوہے کی کانوں میں کام کرتے ہیں، جن کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ملک کے دوسرے علاقوں سے اشیا درآمد کی جاتی ہیں۔ اٹلی کی آب و ہوا وہاں کی زمین کو انگور اور دوسرے رس دار میووں کی کاشت کے لیے خاص طور سے مناسب بناتی ہے؛ چنانچہ یہاں کے میووں کی دور دور مانگ ہے۔ اٹلی میں کوئلے کی کانیں مفقود ہیں، اس کی یہ مانگ انگلستان اپنے لازوال معدنوں سے پوری کرتا ہے۔ اسی طرح تمام دنیا کے مختلف علاقوں کے متعلق مختلف خصوصیات قیاس کر لی جا سکتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ فائدہ اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ روئی، گیہوں اور غلہ وغیرہ کی کاشت ایسے مقامات میں کی جائے جہاں کی آب و ہوا اور زمین ان کی پیداوار کے موافق و مناسب ہو اور کوئلا ایسے مقامات سے نکالا جائے جہاں اس کی کثیر مقدار کانوں میں دستیاب ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ محنت کی جغرافی تقسیم عام اور یکساں نہیں ہے؛ اس طریق کے عام طور سے استعمال کرنے کی راہ میں رسم و رواج اور نقل و حرکت کے مصارف جیسے قوی اور اسباب رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ بایں ہمہ اس کا قوی رجحان پیدا ہو چلا ہے کہ پیدائش کے کسی شعبے کو اسی مقام پر قائم کیا جائے، جہاں اس کے لیے بہترین قدرتی سہولتیں اور فوائد موجود ہوں۔

مختلف علاقوں کے درمیان تقسیم محنت کی ایک شکل، جو بلحاظ نوعیت و اساس مذکورہ بالا شکل سے مختلف ہے، اگرچہ عملاً اسی کے مشابہ ہے، تخصیص طلبی اور اکتساب مہارت پر مبنی ہے۔ افراد کے مابین جو مبادلہ ہوتا ہے، وہ اگرچہ ایک حد تک خلقی و ملکی رجحانات کے اختلافات پر مبنی ہوتا ہے، لیکن اس کی بنیاد زیادہ تر اکتسابی ہنرمندی و مشاقی پر قائم ہوتی ہے۔ یہی بات بہت بڑی حد تک مختلف ممالک اور علاقوں پر صادق آتی ہے: چنانچہ جب ایک مرتبہ کوئی صنعت بڑے پیمانہ پر چلائی جاتی ہے اور اس میں کثیر مقدار میں پیداوار تیار کرنے کی غرض سے کلوں کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے، تو اس میں مرکزیت و تحصیر لابد ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کسی ایک مقام کی نسبت دوسرے مقام پر اس صنعت کے مرکزیت حاصل کرنے کی کوئی قوی وجہ نہ ہو۔ قدرتی حالات و ذرائع کے اعتبار سے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی

باب ۳ تقسیم عمل اور زراعت حال کی صنعتوں کی ترقی

کہ کنکٹی کٹ میں برج پورٹ اور نیوہیون دھات کے مصنوعات کے مرکز کیونکر بنے، ماساچوسٹس، میں براک ٹن جوتوں کی صنعت کا، نیو یارک میں کوہوز جالی کے کپڑوں کی صنعت کا، انگلستان میں بریڈفورڈ اور ناٹنگ ہام اونی کپڑوں اور گوٹہ کناری کی صنعت کا، فرانس میں لائنز ریشم کی صنعت کا، اور سکسنی جرمنی میں کیمنٹز جراب سازی کا مرکز کیوں کر بن گئے۔

بعض قسم کی صنعتوں میں محض ایسی صورت ہی میں فائدہ ہوتا ہے جبکہ ایک ہی قسم کا کاروبار کرنے والے متعدد کارخانے ایک مقام پر جمع ہوں؛ چنانچہ یہاں متعدد ذیلی صنعتیں قائم ہو جاتی ہیں جو بڑی صنعتوں کو اشیائے خام اور دوسری مطلوبہ چیزیں بہم پہنچاتی ہیں۔ علی ہذا جب کبھی خاص قسم کے مہارت یافتہ مزدوروں کی ضرورت ہو تو یہاں بآسانی مل سکتے ہیں، اور ان کے انتخاب میں بڑی سہولت ہوتی ہے اور محض اس بنا پر کہ شہر میں اکثر اشخاص کی دلچسپی کا سامان ہوتا ہے یہاں مزدوروں کی رسد ہر وقت کافی ہوتی ہے۔ کسی خاص مقام پر کسی صنعت کے جاری کئے جانے کی بڑی اور پہلی وجہ بعض اوقات کسی فرد واحد کی جفاکشی، محنت، جدت پسندی اور ذہانت ہوتی ہے۔ کوئی ایک شخص، جس میں قیادت ورہنمائی کی صلاحیت ہوتی ہے، سب سے پہلے ایک کارخانہ قائم کرتا ہے؛ اس کی رہنمائی میں دوسرے بھی اس میدان میں گام زن ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کسی مقام کے قدرتی حالات کسی خاص صنعت کے وہاں ابتداءً قائم ہو جانے کی مساعدت کرتے ہیں، اور اس کے بعد اس سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اس صنعت کو وہاں مستقل و مستحکم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ نیو انگلینڈ کے بعض شہروں مثلاً لویل اور لارنس میں مصنوعات کے کارخانے ابتداءً ان کے محل و توع کی بعض خوبیوں اور سہولتوں کی بنا پر قائم ہوئے۔ مثلاً یہاں پانی کی قوت بآسانی مہیا ہو سکتی تھی، اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ بھاپ کی قوت نے بعد کے زمانہ کی نسبت بہت معمولی سی ترقی کی تھی اور کوئلے کے نقل و حمل کے مصارف زیادہ تھے۔ یہ امر مشکوک ہے کہ آیا اب بھی پانی کی قوت ان مرکزوں کی آبادی کو قائم کرنے اور ترقی دینے کا سبب ہو سکتی ہے؟ لیکن چونکہ یہ مرکز اب قائم ہو چکے ہیں آئندہ بھی وہیں قائم رہیں گے۔ وادی مسی سپی کے

47

باب ۳
تقسیم عمل اور زمانۂ حال کی صنعتی ترقی

وسیع رقبے میں ہر طرف متعدد شہر اور قصبات آباد ہو گئے ہیں۔ کسی میں موٹر کے کارخانے قائم ہیں، کوئی فرنیچر سازی کا مرکز ہے، اور کوئی انجنوں اور کلوں کے بنانے کے لیے مخصوص ہے؛ اور بظاہر اس کا کوئی سبب نہیں دکھائی دیتا کہ یہ مختلف صنعتیں جہاں جہاں قائم ہیں، وہی مقام ان کے لیے کیوں مختص کیا گیا؛ اور دوسرا مقام اس کے مقابلے میں کیوں پسند نہیں کیا گیا۔ جہاں کہیں کوئی صنعت قائم ہے وہاں اس صنعت کو ارتکاز کے فوائد اور سہولتیں حاصل ہیں؛ وسائل نقل و حمل کی ارزانی کی وجہ سے بازار کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صنعت بڑے پیمانہ پر چلائی جا سکتی ہے: اور اس طرح کثیر مقدار میں اصل، کلوں، تخصیص طلب مزدوروں، اور دقیق تقسیم عمل کے طریق کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قوموں کے مابین محنت کی تقسیم کا بیشتر حصہ اور ان کے مابین تجارت کی کثیر مقدار بظاہر اس دوسرے سبب پر منحصر ہے؛ خاص کر جہاں تک مصنوعات کا تعلق ہے، بعض ملکوں کو پیدائش کی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں، جن کا انحصار قدرتی ذرائع پر نہیں ہوتا بلکہ کارکردگی اور اکتساب مہارت پر ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں انگلستان کی بعض قسم کی اونی اشیا، فرانس کی ریشمی مصنوعات، اور شمالی آئرلینڈ کی سوتی پارچہ بافی کی صنعت میں ملتی ہیں۔ چنانچہ صنعتوں کو ان کی ابتدائی اور کمزور حالت میں مامون اور محفوظ کرنے کے استدلال کی یہی حقیقی بنیاد ہے۔ جہاں تک ملکوں کے مابین تقسیم عمل اور ان کی تجارت قدرتی اختلافات پر مبنی ہے، اس حد تک یہ بہتر ہو گا کہ ان اختلافات کو انھی کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے نتائج کو بے روک ٹوک مرتب ہونے دیا جائے۔ لیکن جہاں تک یہ اختلافات اکتسابی مہارت پر مبنی ہیں اس حد تک کم از کم یہ امکان ہوتا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں کی طرح کی تقسیم عمل و تجارت قائم کر کے ایسے اختلافات کو فائدے کے ساتھ رفع کیا جائے[۵]۔

---

۵ دیکھو اس بحث کے متعلق باب ۲۷۔

باب چہارم

پیدائش بر پیمانہ کبیر

48

(۱) پیدائش بر پیمانہ کبیر کی ترقی بعض صنعتوں میں: شلاً سوتی اشیا اور آہنی و کشاورزی آلات۔ (۲) پیدائش بر پیمانہ کبیر کے فوائد: - کلوں کا استعمال، عام اخراجات کی بچت، خرید و فروخت، ذیلی پیداوار کا استعمال، تجربات کا موقع۔ (۳) پیدائش بر پیمانہ کبیر پر حد بندیاں جو زیادہ تر نگرانی کی مشکلات سے رونما ہوتی ہیں، زراعت کی مثال، دوسری صنعتیں، قابل آجروں اور منتظموں کی قلت اس حد بندی کی ایک وجہ ہے، اس انسانی عامل کو اشتراکیین بالعموم نظر انداز کرتے ہیں۔ (۴) عمودی اور افقی اتحاد، فولادی کارخانے کی مثال اور دیگر مثالیں، افقی اتحاد کے رجحان کے مقابلہ میں عمودی اتحاد کا رجحان کم قوی ہے۔ (۵) مقابلہ بالعموم بے کار اور ضرر رساں ثابت ہوتا ہے، اگرچہ ضرر جتنا ظاہر ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں حقیقت میں کم ہوتا ہے، صنعت کا صرف ایک جزو اتحاد کے تابع ہوتا ہے۔

۱۔ صنعتی انقلاب کے بعد سے سب تہذیب یافتہ ملکوں میں پیدائش بر پیمانہ کبیر کا رجحان ظاہر ہوا۔ اس طریق نے معاشی و معاشری حالات کو بڑی حد تک متاثر و متغیر کیا، اور مستقبل کے لیے بھی یہ طریق یہی خوش آیند توقع دلاتا ہے کہ اس سے

باب ۶ پیدائش برپیمانۂ کبیر

حالات میں اور بھی بہت کچھ تغیر و تبدل رونما ہوگا۔

پیدائش برپیمانۂ کبیر کے رجحان کی اہم خصوصیات یہ ہیں کہ کارخانوں کی وسعت وگنجائش انفرادی طور پر بڑھ جاتی ہے، اور مجموعی حیثیت سے ان کی تعداد کم ہوجاتی ہے۔ کسی ایسے دور میں جبکہ ترقی کی رفتار بہت تیز ہو یہ ممکن ہے کہ نہ صرف ہر کارخانہ اپنی وسعت میں ترقی کرے بلکہ مجموعی حیثیت سے بھی ان کی تعداد بڑھ جائے: بایں ہمہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ مجموعی تعداد گھٹ جاتی ہے، یا کم ازکم ایک ہی حالت پر قائم رہتی ہے؛ اور اس کے برعکس انفرادی کارخانے وسعت وگنجائش میں بڑھ جاتے ہیں اور صنعت کی پیدا آوری میں بحیثیت مجموعی بہت کچھ اضافہ ہوجاتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی آبادی کے مطبوعہ اعداد و شمار سے مندرجہ ذیل اعداد جن سے ۱۸۵۰ء سے ۱۹۱۵ء تک بعض بڑی صنعتوں کی ترقی ظاہر ہوتی ہے، مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں:۔

49

تختہ (۱) آلات کشاورزی

سال	کارخانوں کی تعداد	مزدور	اصل (ملین)	پیداوار (ملین)
۱۸۵۰	۱۳۳۳	۷۲۲۰	۳٫۶ ڈالر	۶٫۸ ڈالر
۱۸۶۰	۱۹۸۲	۱۴۸۱۴	۱۱٫۵ ″	۱۷٫۶ ″
۱۸۷۰	۲۰۷۶	۲۵۲۴۹	۳۴٫۸ ″	۵۲٫۱ ″
۱۸۸۰	۱۹۴۳	۳۹۵۸۰	۶۲٫۱ ″	۶۸٫۶ ″
۱۸۹۰	۹۱۰	۳۸۸۲۷	۱۴۵٫۳ ″	۱۸٫۳ ″
۱۹۰۰	۷۱۵	۴۶۵۸۲	۱۵۷٫۷ ″	۱۰۱٫۲ ″
۱۹۰۵	۶۴۸	۴۷۳۹۴	۱۹۶٫۷ ″	۱۱۲٫۰ ″
۱۹۱۰	۶۴۰	۵۰۵۵۱	۲۵۶٫۳ ″	۱۴۶٫۳ ″
۱۹۱۵	۶۰۱	۴۸۴۵۹	۳۳۸٫۵ ″	۱۶۴٫۱ ″

باب پیدائش بہ پیمانہ کبیر

تختہ (۲) لوہا اور فولاد

سال	کارخانوں کی تعداد	اجرت پانیوالے مزدور	اصل (ملین)	پیداوار (ملین)
۱۸۵۰	۴۶۸	۲۴۸۷۴	۲۱٫۹ ڈالر	۲۰٫۴ ڈالر
۱۸۶۰	۵۴۲	۳۵۱۸۹	۴۴٫۶ ؍؍	۵۲٫۸ ؍؍
۱۸۷۰	۸۰۸	۷۷۵۵۵	۱۲۱٫۸ ؍؍	۲۰۷٫۲ ؍؍
۱۸۸۰	۶۹۲	۱۴۰۷۹۸	۲۰۹٫۹ ؍؍	۲۹۶٫۶ ؍؍
۱۸۹۰	۷۱۹	۱۷۱۱۸۱	۴۰۵٫۸ ؍؍	۴۷۸٫۷ ؍؍
۱۹۰۰	۶۶۸	۲۲۲۴۹۰	۵۷۳٫۴ ؍؍	۸۰۴٫۰ ؍؍
۱۹۰۵	۶۰۵	۲۴۲۶۴۰	۹۳۶٫۳ ؍؍	۹۰۵٫۸ ؍؍
۱۹۱۰	۶۵۴	۲۷۸۵۰۵	۱۴۹۲٫۳ ؍؍	۱۳۷۷٫۲ ؍؍
۱۹۱۵	۵۸۷	۲۷۸۰۷۲	۱۷۲۰٫۷ ؍؍	۱۳۶۳٫۳ ؍؍

تختہ (۳) سوتی اشیاء

سال	کارخانوں کی تعداد	اجرت پانیوالے مزدور	اصل (ملین)	پیداوار (ملین)
۱۸۵۰	۱۰۹۴	۹۲۲۸۶	۷۴٫۵ ڈالر	۶۱٫۹ ڈالر
۱۸۶۰	۱۰۹۱	۱۴۲۲۲۸	۹۸٫۶ ؍؍	۱۱۵٫۷ ؍؍
۱۸۷۰	۹۵۶	۱۳۵۳۶۹	۱۴۰٫۷ ؍؍	۱۷۷٫۵ ؍؍
۱۸۸۰	۱۰۰۵	۱۸۵۴۷۲	۲۱۹٫۵ ؍؍	۲۱۰٫۹ ؍؍
۱۸۹۰	۹۰۵	۲۱۸۸۷۶	۳۵۴٫۰ ؍؍	۲۶۸٫۰ ؍؍
۱۹۰۰	۱۰۵۵	۳۰۲۸۶۱	۴۶۷٫۲ ؍؍	۳۳۹٫۲ ؍؍
۱۹۰۵	۱۱۵۴	۳۱۵۸۱۴	۶۱۳٫۱ ؍؍	۴۵۰٫۵ ؍؍
۱۹۱۰	۱۳۲۴	۳۷۸۸۸۰	۸۲۲٫۲ ؍؍	۶۲۸٫۴ ؍؍
۱۹۱۵	۱۳۲۸	۳۹۳۴۰۴	۸۹۹٫۸ ؍؍	۷۰۱٫۳ ؍؍

تینوں صورتوں میں جو اعداد و شمار درج کئے گئے ہیں، ان سے لازمی طور پر ایک ہی بات ثابت ہوتی ہے: یعنی مجموعی اصل، مجموعی پیداوار، اور مزدوروں کی مجموعی تعداد میں بہت سریع اضافہ ہوا۔ لیکن کارخانوں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہ ہوا؛ سوتی اشیا کی حد تک تعداد بحیثیت مجموعی یکساں رہی، لوہے اور فولاد کی حد تک کسی قدر کمی ہوئی، آلات کشاورزی کی حد تک بہت سریع کمی ہوئی؛ — اس طرح پوری نصف صدی کے دوران میں اوسط اصل، اوسط پیداوار، اور مزدوروں کی اوسط تعداد میں بحیثیت مجموعی خاصا اضافہ ہوا[1]۔

[1]:- یہ اعداد و شمار سنہ ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے خاص داخلوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ (مثلاً آلات کشاورزی کے اعداد جزو چہارم جدول (۱) سے، آہن کے اعداد جزو چہارم صفحہ (۴) سے، متفرق مصنوعات پارچہ جدول (۱) خاص رپورٹ متعلقہ سے)۔ آہن کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک سنہ ۱۸۵۰ء اور سنہ ۱۸۶۰ء کے اعداد و شمار جن میں ان سالوں کی مردم شماری کے داخلوں سے اضافہ ہوگیا ہے، ان کی اہمیت مشتبہ ہے۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں سوتی مصنوعات کے کارخانوں کی تعداد اسی قسم کے بعض اور کارخانے شامل کر لینے سے بڑھ گئی ہے؛ گو ان اسباب اور دیگر اسباب کی بنا پر مندرجہ نقشہ اعداد قابل تصحیح ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی ان پر کافی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

باایں ہمہ ان اعداد کی تشریح میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ حقیقی واقعات کا پورا آئینہ نہیں ہیں۔ آلات کشاورزی کی صورت میں کارخانوں کی تعداد میں سنہ ۱۸۸۰ء اور سنہ ۱۸۹۰ء کے درمیاں بہت سریع تنزل ہوا، اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ محکمہ اعداد نے اس کی نظرثانی کر کے بہت کچھ ترمیم کر دی۔

سنہ ۱۸۹۰ء کے بعد کے سالوں میں نہ صرف اوسط فی کارخانہ بہت گھٹ گیا ہے، بلکہ آلات کشاورزی اور آہن و فولاد دونوں کی حد تک پیمانۂ کبیر کے عمل کی ترقی بھی مدھم پڑ گئی ہے جس کا باعث یہ واقعہ ہے کہ قلیل التعداد بڑے کارخانوں کے پہلو بہ پہلو کثیر التعداد چھوٹے کارخانے قائم ہیں۔ یہ چند بڑے کارخانے حقیقت میں صنعتی حالت کی نمائندگی کرتے ہیں؛ مگر اعداد و شمار سے یہ واقعہ مترشح نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان تینوں صنعتوں میں خاص کر آہن سازی اور آلات کشاورزی بنانے کی صنعت میں انضمام اور پیمانۂ کبیر کا عمل ایسی شکلوں میں جاری رہا ہے جن کا اعداد و شمار میں کوئی لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اعداد و شمار میں ہر مقام کے کارخانے کو الگ اور منفرد تصور کر لیا گیا ہے خواہ وہ ایسے اشخاص اور جماعتوں کی ملک و نگرانی ہی میں کیوں

باب ۴
پیدائش بر پیمانہ کبیر

یہ تین صورتیں بطور مثال پیش کی گئیں اس لیے کہ وہ پیدائش بر پیمانہ کبیر کے طریق کی ترقی کی مختلف حالتوں اور منزلوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ سوتی مصنوعات میں نصف صدی کے دوران میں بہت ہی کم تبدیلی واقع ہوئی۔ سنہ ۱۸۵۰ء تک یہ صنعت کارخانہ کی بنیاد پر قائم ہو چکی تھی، اور اس کے بعد سے تنظیم کی کوئی ضروری نئی شکلیں ترقی پذیر نہیں ہوئیں۔ آہنی صنعت (یعنی خام لوہا اور فولاد بنانا) میں مقابلۃً بہت تبدیلی ظاہر ہوئی؛ مگر سب سے زیادہ نمایاں تیسری صورت کی تبدیلی و ترقی ہے۔ سنہ ۱۸۵۱ء میں آلات کشاورزی بیشتر پایہ میغر اور دستکاری کے طریق پر بنائے جاتے تھے؛ اس کے بعد سے پیدائش بر پیمانہ کبیر نے صنعت میں اس حالت کی نسبت جو اعداد سے ظاہر ہوتی ہے بدرجہا زیادہ انقلاب پیدا کر دیا — اسلئے کہ کارخانوں کی مقررہ تعداد میں اضافہ ہو گیا، اور اوسطی کارخانہ میں کمی ہو گئی؛ جس کی وجہ یہ ہے کہ گھٹیا کارخانوں کی بڑی تعداد باقی رہی۔

51

اسی کے مماثل عام رجحان سب ترقی یافتہ ملکوں میں ظاہر ہو رہا ہے: پیدائش بر پیمانہ کبیر ترقی پذیر ہے۔ تاہم یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ ایسی ترقی ہے جو چھوٹے پیمانے یا معتدل حیثیت کے کاروبار کو معدوم کر رہی ہے، یا یہ کہ اس سے ایسے آثار پائے جاتے ہیں کہ رفتہ رفتہ چھوٹے پیمانے کے کاروبار کا کلیۃً معدوم ہونا ضروری ہے۔ ایسے اعداد بہ آسانی دستیاب نہیں ہو سکتے جن کی بنا پر یکے بعد دیگرے آنے والے دوروں کا اور کسی مقررہ ملک کی جملہ صنعتوں کا موازنہ و مقابلہ کیا جا سکے۔ حسب ذیل نہایت اہم اعداد جرمنی کی بابت دستیاب ہوئے ہیں؛ ان سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہ ہو جو اسی قسم کے کارخانے دوسرے مقاموں پر بھی چلا رہے ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ ایک یا دو عشروں میں مختلف مقامات کے کارخانے زیادہ تر ایک ہی قسم کی جماعتوں یا افراد کی نگرانی میں آ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ارتکاز کا میلان اس سے بہت زیادہ نمایاں ہو گیا ہے جتنا کہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے۔
اور سب سے آخر میں اس امر کا بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ متن اور پیداوار کی جو مقدار بیان کی گئی ہے اس پر قیمتوں کے کیا اثرات پڑے۔ سنہ ۱۸۹۵ء تک کے زمانے میں منتخبہ اشیا کی قیمتیں گھٹ رہی تھیں، اسی لیے ہر کارخانے کی پیداوار کا اضافہ بلحاظ قیمت جتنا ظاہر ہوا اس سے زیادہ بہ شکل مقدار (یعنی لوہا بحساب ٹن اور کپڑا بحساب گز) تھا۔ اس کے برخلاف سنہ ۱۸۹۵ء کے بعد قیمتوں میں اضافہ کا میلان رونما ہوا، لہذا مقدار کی حد تک اسی کے مماثل لیکن برعکس ترمیم کرنی پڑے گی۔

باب — پیدائش بر پیمانہ کبیر

ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی میں مختلف پیمانوں کے کارخانوں میں جو اشخاص ملازم اور کام کر رہے ہیں ان کا تناسب مجموعی تعداد کے مقابلہ میں بحساب فی صد مختلف زمانوں میں کیسا رہا؟

جدول مزدوران کارخانجات جرمنی

مزدور یا ملازم بہ تناسب فی صد	سنہ ۱۸۸۲ء	سنہ ۱۸۹۵ء	سنہ ۱۹۰۷ء
ان اشخاص کا فی صد جو تنہا کام کرتے ہیں	۲۵٫۲	۱۶٫۴	۱۰٫۱
ایسے کارخانوں میں اشخاص کا فی صد جہاں ۲ اور ۵ کے درمیان مزدور ملازم تھے	۲۹٫۹	۲۳٫۵	۱۹٫۴
〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶ اور ۱۰ 〃 〃 〃 〃	۶٫۰	۷٫۲	۹٫۶
〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۱ اور ۵۰ 〃 〃 〃 〃	۱۲٫۶	۱۶٫۶	۱۸٫۴
〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵۱ اور ۲۰۰ 〃 〃 〃 〃	۱۱٫۹	۱۷٫۰	۲۰٫۱
〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۰۱ اور ۱۰۰۰ 〃 〃 〃 〃	۱۰٫۹	۱۳٫۹	۱۷٫۳
〃 〃 〃 〃 〃 〃 ایک ہزار سے زائد اشخاص ملازم ہیں	۳٫۵	۵٫۴	۸٫۱

اس کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہوگا کہ اکیلے آدمی کا کارخانہ اور وہ کارخانے جن میں پانچ یا اس سے کم اشخاص ملازم تھے، بیحد کم ہوگئے؛ اس کے اوپر کے درجہ والے کارخانے (جن میں چھ سے دس تک اشخاص ملازم تھے) اپنی حالت پر قائم رہے، اور اس کے بھی اوپر کے سب کارخانوں میں تعداد بڑھ گئی؛ چنانچہ اضافہ کی شرح سب سے زیادہ سب سے بڑے کارخانوں میں رہی۔[1]

۲ - پیدائش بر پیمانہ کبیر کی نشو و ترقی کے اسباب زیادہ تر صنعت و فنون کے ان

[1] یہ اعداد پروفیسر بوچر کے ایک مضمون سے اخذ کئے گئے ہیں۔ پروفیسر بوچر کا قول ہے کہ شغل ریاہے لئے متعدد کے جرمنی کی بابت بھی مردم شماری کے اعداد و شمار سے پیدائش بر پیمانہ کبیر کے پورے عمل کی ترقی کا حال معلوم نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ متعدد کارخانے جو ایک بڑے متحد کارخانے کا جزو ہوتے ہیں علٰحدہ اور آزاد شمار کر لیے جاتے ہیں۔

باب ۱، پیدائش برپیمانۂ کبیر

انقلاب آفرین تغیرات میں پائے جاتے ہیں جو گزشتہ ڈیڑھ صدی میں رونما ہوئے۔ ان سب کی تہ میں روز افزوں تقسیم عمل اور کلوں کا روز افزوں استعمال مضمر ہے؛ ان کی ایک ضروری شرط ارزاں وسائل نقل و حمل کے تحت بازاروں کی توسیع رہی ہے۔

کوئی آلہ یا کل اسی وقت مفید ثابت ہوتی ہے، جبکہ اس سے مسلسل کام لیے چلے جائیں۔ ایک آلے سے جس قدر زیادہ کام لیتے جائیں گے اسی قدر اس آلے کی قدر و قیمت زیادہ ہوگی اور اسی قدر ایسے پیچیدہ آلے کے بنانے میں زیادہ محنت صرف کرنا فائدہ بخش ہوگا۔ جو کل قوت کے ذریعے سے چلائی جائے وہ ایک اعلیٰ درجہ کی کل ہوگی جس کے بنانے میں خاص ہنرمندی صرف ہوگی؛ چنانچہ جتنے بڑے پیمانہ پر کوئی کاروبار چلایا جائے گا اسی قدر کلوں کو فائدے کے ساتھ استعمال کرنے کا زیادہ بہتر موقع حاصل ہوگا۔ کلوں کے استعمال سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے؛ جیسے جیسے قوت کو بڑے پیمانہ پر استعمال کیا جاتا ہے ویسے ویسے قوت کی لاگت فی اکائی کم ہوجاتی ہے۔ ایک چھوٹے انجن کے مقابلہ میں بڑے انجن سے کام لینے میں نہ صرف اس کو قائم کرنے کی ابتدائی اخراجات کم پڑتے ہیں بلکہ روزمرہ کے مصارف کا اوسط بھی فی گھوڑے کی قوت کے حساب سے کم پڑتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کارخانہ اتنا بڑا ہو کہ اس میں انجن کی پوری قوت سے کام لینے کا موقع ملے تو اخراجات میں کفایت ہوگی۔ پھر ذیلی کام بھی کل کے ذریعہ سے نہایت فائدہ کے ساتھ انجام دئے جاسکتے ہیں۔ مٹی کوئلہ اور لوہا کانوں کے اندر سے اوپر کو لانے کے لیے جو برقی جھولے اور جہازوں پر سامان لادنے اور خالی کرنے کے لیے اسی قسم کے جو آلات استعمال کئے جاتے ہیں، ان کے استعمال کا دارومدار اس چیز پر ہے کہ ایک ہی مقام پر کثیر مقدار میں کام موجود ہو۔ ایک پانچ ہزار ٹن کے جہاز کے مقابلہ میں دس ہزار ٹن کے وزنی جہاز میں سامان بہت کم اور ارزاں نرخ پر بھیجا جاسکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس بیس ہزار ٹن والے جہاز میں سامان کے نقل و حمل کے مصارف اور بھی کم ہوں گے۔ جن مقامات کے مابین سامان کا نقل و حمل بکثرت ہو جیسا کہ یورپ اور امریکا کے مابین ہے وہاں بڑے جہازوں کے چلانے میں کفایت ہوتی ہے، اور جہاں تجارتی سامان کا نقل و حمل کثیر مقدار میں نہیں ہوتا جیسا کہ شمالی امریکا اور جنوبی امریکا و ملحقات کے مابین حالت ہے، وہاں معمولی پیمانہ کے جہاز ہی زیادہ کارآمد اور موزوں ثابت ہوتے ہیں۔

باب ۔ پیدائش بر پیمانہ کبیر

انٹرنیشنل ہارویسٹر کمپنی امریکا کا آلات کشاورزی بنانے والا سب سے بڑا کارخانہ ہے،
اس میں ایک کل ایسی ہے جس کا کام محض ویگنوں اور غلہ کی باربرداری کی گاڑیوں کی بلیاں
یا چوب تیار کرنا ہے۔ اس کل کی قیمت دو ہزار پانچ سو ڈالر ہے، اس سے کام لینے میں
فی چوب ایک سنٹ کی بچت ہوتی ہے، اس کل کے استعمال سے محض اس وجہ سے
فائدہ ہوتا ہے کہ اس کارخانے میں بڑے پیمانہ پر اشیا تیار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس میں
کوئی مبالغہ نہیں کہ ہر سال کروڑوں کی تعداد میں بلیاں یا چوبیں تیار ہو کر نکلتی ہیں۔ 53

دوسرے اسباب نے بھی جو کلوں کے روزافزوں استعمال سے کم و بیش قریبی
تعلق رکھتے ہیں پیدائش بر پیمانہ کبیر کے رجحان کو تقویت دی۔ جس طرح پیداوار کی
زیادتی کے ساتھ ساتھ کل اور قوت کے متعدد مصارف فی اکائی کم ہوتے جاتے ہیں
ٹھیک اسی طرح نگرانی، انتظام اور محاسبی کے اخراجات بھی کم پڑتے ہیں۔ کام بڑے
پیمانہ پر چلنے سے محرروں کی قلیل تعداد زیادہ عرصہ تک اور مسلسل مشغول کار رکھی جا سکتی
ہے، اور ان میں محنت کی تقسیم نہایت عمدہ اور اعلیٰ طریقہ پر کی جا سکتی ہے۔ کارخانہ کا
منتظم اور فورمین اپنے اپنے تحت کے مزدوروں کی پوری نگرانی کر سکتے اور ان سے بہترین
فائدہ کے ساتھ کام لے سکتے ہیں۔ ایک چوکیدار ایک انجنیر اور ایک داروغہ ایک
بڑے کارخانہ میں اسی موثر طریقہ سے کام کر سکتے ہیں جتنا کہ چھوٹے کارخانے میں۔ اس طرح
عام انتظام کے متفرق مصارف کثیر المقدار پیداوار کی نسبت سے بہت کم ہو جاتے ہیں۔

کسی بڑے کاروبار کے تجارتی انتظام میں یعنی اشیائے خام خریدنے اور پیداوار
فروخت کرنے میں بھی کفایت شعاری اور کارکردگی دکھانے کا خاصا موقع ہوتا ہے۔
اشیائے خام بہتر سے بہتر اور فائدہ کے ساتھ خریدی جا سکتی ہیں، گو ایسا عمل عام طور
سے اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ تھوک خریداروں میں عمدہ مال کم نرخ سے خریدنے کی
اہلیت موجود ہو، اور جو اشخاص اس کو مال فروخت کریں ان میں باہم شدید
مقابلہ ہو؛ لیکن اس کا سبب زیادہ تر یہ واقعہ ہے کہ خود تجارتی کاروبار اور خاص کر
تھوک کاروبار جب بڑے پیمانہ پر انجام پاتے ہیں تو کفایت ہوتی ہے۔ محرری کے
کام کے مصارف، عمارتوں اور مکانوں کے کرایے، اور اسی قسم کے دوسرے اخراجات،
جن سے تھوک فروش تاجر کے اصل کا بیشتر حصہ مرکب ہوتا ہے، بڑے کاروبار میں چھوٹے

باب ۱۱ پیدائش برپیمانہ کبیر

کاروبار کی نسبت زیادہ نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر تھوک فروش تاجر اور دلال اپنا مال ان اشخاص کو جو کثیر مقدار میں خریدکرتے ہیں عموماً کم داموں سے فروخت کرسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک چھوٹے کارخانے کی نسبت بڑے کارخانہ کو پیداوار فروخت کرنے کے مصارف کا اوسط فی اکائی کم پڑتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ایک ایسے کارخانہ کی نسبت جو معتدل پیمانہ پر چلایا جارہا ہو ایک بہت بڑے کارخانہ میں مصارف کا اوسط اور بھی کم پڑتا ہے۔ متفرق اشیا کو فروخت کرنے میں اشتہار و اعلان کا بھی خاصا اثر پڑتا ہے؛ جب ایک محدود مقامی بازار میں مال کا اشتہار نہیں دیا جاتا بلکہ کسی وسیع رقبہ آبادی کی توجہ بذریعہ اشتہار منعطف کرائی جاتی ہے تو ایک جدید کارخانہ کے تیار کردہ مال کو کثیر مقدار میں فروخت کرنا منتظم کارخانہ کے لیے مشکل کام نہیں ہوتا۔ مال کا اشتہار دینے اور اس کے متعلق ڈھنڈورا پیٹنے کا سب ساز و سامان یعنی سفری فروشندے، فہرست ہائے مال اور دیگر لوازم چھوٹے پیمانے کی نسبت بڑے پیمانے کے کاروبار میں زیادہ موثر ہوتے ہیں، اور ان کے مصارف پیداوار کی فی اکائی کے حساب سے بہت کم پڑتے ہیں۔ اشتہار اس وقت سب سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے جبکہ مال کی شہرت ہر قسم کی ممکنہ تدبیروں سے ملک کے طول و عرض میں کی جائے، اور اس کے باقاعدہ انتظام کے لیے علٰحدہ مہتمم یا منتظم ملازم رکھا جائے۔ مال کی فروخت کے متعلق اس قسم کا اہتمام بڑے پیمانہ پر کرنا نہ صرف وسیع اور کثیر المقدار کاروبار کا نتیجہ ہے بلکہ اس کا باعث بھی ہے۔

54

پیدائش برپیمانہ کبیر کے فوائد کے منجملہ ایک فائدہ ذیلی پیداوار[1] سے استفادہ ہے۔ ریاستہائے امریکا کے گوشت کے کارخانوں میں جہاں بہت بڑے پیمانہ پر بکرے کاٹے جاتے اور ان کا گوشت ڈبوں میں بند کرکے دور دور بھیجا جاتا ہے، کٹے ہوئے جانور کا ہر عضو اور وہ تمام اجزا جو چھوٹی دوکان میں ضائع جاتے ہیں، منافع عظیم کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ اون کے ساتھ چربی بھی بڑی مقدار میں ہمدست ہوتی ہے جو چمڑے سے نکلتی ہے، بڑا اون کا کارخانہ اس چربی سے بھی خاصا منافعہ حاصل کرلیتا ہے؛ یہ چربی

[1] اس سے بہتر اصطلاح "مشترک پیداوار" ہوگی۔ دیکھو باب ۱۲ فصل (۱)۔

باب ۴ پیدائش برپیمانۂ کبیر

جو اون کو چمڑے سے علٰحدہ کرتے وقت بہر صورت نکالنی پڑتی ہے، چھوٹے کارخانوں میں بالکل ضائع جاتی ہے؛ اور اس کے برعکس ایک بڑا کارخانہ خاص کر چربی نکالنے کے لیے ایک کل سے کام لیتا ہے اور اس کل کے مصارف کو منہا کرنے کے بعد بھی اس کو منافع ہوتا ہے۔ بڑے بڑے آہنی اشیا کے کارخانے پتھر کے کوئلہ کو صاف کرنے کے دوران میں جو گیس نکلتی ہے اس سے بھی بہت کام لیتے ہیں: یعنی اس گیس کو صاف کرکے کسی پاس کے شہر میں فروخت کر دیتے ہیں یا خود اپنی بھٹیوں میں اس سے ایندھن کا کام لیتے ہیں۔ ایک بڑی آرہ کش گرنی میں کلوں کو چلانے والے انجنوں کے ایندھن کا کام لکڑی کے برادے سے لیتے ہیں جو کئی کئی من اس کارخانے میں جمع ہوتا ہے۔

پیدائش برپیمانۂ کبیر سے دوسرے فوائد بھی نئے نئے طریقوں سے تجربات کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں؛ بعض تدابیر میں کامیابی ہوتی ہے اور بعض میں ناکامی۔ بڑے کارخانے میں اس کا امکان قوی ہوتا ہے کہ کامیابیوں کا پلہ ناکامیوں سے بھاری ہو؛ گویا کارخانہ کی وسعت وعظمت خود تجربات کے ناگزیر خطرات سے بچاؤ کی ضامن ہوتی ہے۔ جہاں کاروبار چھوٹے پیمانہ پر کیا جاتا ہے، وہاں ایک تجربہ کی ناکامی پورے کاروبار کو تباہ کر سکتی ہے؛ اس کے علاوہ بڑے کارخانہ میں بہترین صناع اور ماہران فن، مشاق انجنیر اور تجربہ کار کیمیا دان بہت آسانی اور زیادہ کفایت کے ساتھ ملازم رکھے جا سکتے ہیں جو حال ایک بیش خرچ مگر اعلیٰ درجہ کی کل کا ہے، وہی ان کا بھی ہے: یعنی ان سے کام لینے میں صرف بڑے کارخانے ہی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، اور ان کے پیداوار کی کثیر مقدار تیار کرنے کی صورت میں ہی کفایت وبچت ہوتی ہے۔

۳۔ پیدائش برپیمانۂ کبیر پر جو حد بندیاں ہیں وہ زیادہ تر انسانی فطرت کی کمزوریوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ کاروبار کے پیمانہ کی توسیع کے معنی یہ ہیں کہ اجرت پانے والے مزدوروں پر روزافزوں زیادہ انحصار کیا جائے، اور جن مالکوں کے ذاتی اغراض ومفاد پر انحصار کرنے میں زیادہ سے زیادہ کمی کی جائے۔ اگر سب مزدور اپنے آجروں اور آقاؤں کے لیے اسی قوت اور جوش کے ساتھ کام کریں جیسا کہ

باب ۴
پیدائش
بر پیمانہ کبیر

وہ خود اپنے لیے کرتے ہیں تو پیدائش بر پیمانہ کبیر کی توسیع غیر محدود طریقہ پر ہو گی۔ اس حدبندی قائم کرنے والے عامل کے اثر کی ایک عجیب وغریب مثال زراعت اور صنعت کے مختلف و متباین رجحانات سے ملتی ہے۔ زراعت کا کاروبار لازمی طور پر ایک وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا ہوتا ہے، اور اس میں کوئی مقررہ عمل باقاعدگی اور سہولت کے ساتھ انجام نہیں دیا جاسکتا۔ ان دونوں حالات کی بنا پر نگرانی کا کام دقت طلب بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس مصنوعات میں سینکڑوں اور ہزاروں مزدور ایک چھوٹے سے رقبہ میں یا ایک ہی عمارت کے اندر مل کر کام کرتے ہیں؛ اس کے علاوہ مصنوعات میں کلیں استعمال کی جاتی ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ مزدوروں کو ان کلوں کے ذریعہ سے ایک ہی مقررہ کام تسلسل، باقاعدگی، اور تواتر کے ساتھ انجام دینا پڑتا ہے:۔ چنانچہ یہاں ایک باقاعدہ نظام العمل مقرر کیا جاسکتا ہے اور مختلف مزدوروں کو مختلف کام تفویض کئے جاسکتے ہیں اور ان کے کام کی خوبی کی جانچ اور نگرانی مقابلۃً بہت سہولت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ لیکن زراعت میں ہر منفرد مزدور کی ذہانت اور اس کے جوش پر بہت کچھ انحصار کرنا اور اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دینا ضروری ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ زراعت میں پیدائش بر پیمانہ کبیر کی ترویج وتوسیع کا رجحان اس کثرت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوا ہے جس قدر کہ مصنوعات میں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض ملکوں میں بڑے بڑے رقبوں پر کوئی ایک فرد یا جماعت زراعت کرتی ہے: مثلاً اس کی مثال میں انگلستان کا ملک پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ریاستہائے متحدہ کے بعض حصوں میں (مثلاً شمالی وسطی حلقے میں) مزروعہ خطوں کے رقبہ کو بڑھانے کا خفیف میلان پیدا ہو چلا ہے؛ لیکن ایک مزروعہ خطہ جو بڑا کہلاتا ہے ایک صنعتی اکائی ہوتی ہے، جو مقابلۃً چھوٹے پیمانہ کی ہوتی ہے۔ ایک خطہ جس میں بیس آدمی سال بھر تک کام کریں بڑا تصور کیا جاتا ہے؛ اس کے مقابل ایک کارخانہ جس میں بیس آدمی کام کریں گھٹیا کارخانہ خیال کیا جاتا ہے۔ بیس آدمیوں کا کام جو زراعت میں مصروف ہوں کئی سو ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہوتا ہے، اور یہ یقین ہے کہ ان بیس آدمیوں میں کام کی تقسیم کرنے اور اس کی نگرانی کرنے میں وقت طلب اور پیچیدہ سوالات پیدا ہوں گے؛ اس پیمانہ کے مزرعے

باب ۔ پیدائش بڑے پیمانہ پر

56

بڑی حد تک نایاب ہیں۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ ایک مزرعہ پر ایک ہی شخص دوسرے ایک آدمی یا چند آدمیوں کی مدد سے کھیتی باڑی کا کام انجام دیتا ہے: چنانچہ ریاستہائے متحدہ کے بعض علاقوں کی نشوونما و ترقی کے ابتدائی زمانے میں نام نہاد خوش کاشت یا زرخیز مزرعوں[1] کا وجود کچھ مدت تک پایا جاتا تھا۔ جہاں جہاں زرخیز زمین کے بڑے بڑے خطے زیر کاشت آتے گئے: جیسے کہ کیلی فورنیا کی اندرونی وادی یا ڈکوٹہ کی ریڈ ریور کی وادی میں ۔۔۔ وہاں گیہوں کی کاشت کچھ عرصہ تک ہزاروں ایکڑوں پر صدہا آدمیوں کی محنت اور بیش خرچ گاڑیوں اور کلوں کی مدد سے جاری رہی؛ لیکن یہ محض ایک عارضی حالت ثابت ہوئی۔

جیسے جیسے تازہ اور غیر مزروعہ زمینوں کی زرخیزی میں انحطاط ہوتا گیا، اور مختلف پیداواروں کے لیے مختلف زمینوں کے انتخاب کی ضرورت محسوس ہوتی گئی، ویسے ویسے یہ بڑے بڑے خطے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے گئے۔ کسی بڑے کارخانہ کا صدر اپنے تحت کے آدمیوں کی نگرانی کرنے اور ان سے اپنے احکام کی پابندی کرانے کے تدابیر و ذرائع اختراع کر سکتا ہے؛ لیکن ایک مزرعہ کا مالک اجرت پانے والے مزدوروں سے کام لے کر اسی صورت میں فائدہ اٹھا سکتا ہے جبکہ وہ خود ان کے لیے نمونہ بنے اور بذات خود ان کی نگرانی کرے تاکہ مطلوبہ مہیج کی کمی پوری ہو۔

بعض صنعتیں، اگرچہ بڑے رقبہ پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور اس طرح ان میں کام کرنے والے مزدوروں کی نگرانی کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں؛ جب بڑے پیمانہ پر چلائی جاتی ہیں تو اس قدر موثر ثابت ہوتی ہیں کہ ان تمام نقصانات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال ریلیں ہیں: ریلوں کے ملازمین لازمی طور پر ملک کے وسیع رقبوں میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، بے شمار ایجنٹوں اور گماشتوں کی نگرانی کے لیے قواعد و ضوابط کا پیچیدہ اور بیش خرچ ساز و سامان لازمی ہے۔ اس کے علاوہ اس پورے کاروبار کا حساب اور اس کی جانچ بھی کرنی پڑتی ہے؛ لیکن یہ کام بڑے پیمانہ پر اس قدر ارزاں طریق پر انجام پاتا ہے کہ مختلف دقتوں اور اخراجات کا مخالف اثر کافی حد تک زائل ہو جاتا ہے۔

---

[1] Bonanza یعنی ایسے مزرعے جن سے کثیر پیداوار حاصل ہوتی تھی اور خاصا منافع ملتا تھا۔

باب۔ پیدائش بڑے پیمانہ پر

اس کے برعکس بعض اوقات بڑے پیمانہ پر کاروبار کرنے سے صنعتوں میں کفایت شعاری کے جو امکانات پیدا ہوتے ہیں وہ چند اسباب کی بنا پر محدود ہوتے ہیں۔ گو خردہ فروشی کا کاروبار بڑے پیمانہ پر کرکے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، نہ صرف یہ کہ اشیا کی خریداری اور عام انتظام کرنے میں کفایت و بچت ہوتی ہے؛ بلکہ عمارتوں کو بہتر طریقے پر استعمال کیا جا سکتا ہے اور فروشندوں کے ذریعے سے کثیر المقدار مال کی نکاسی کرکے کاروباری گرماگرمی مسلسل قائم رکھی جا سکتی ہے۔ پھر بھی خردہ فروشی کی چھوٹی دوکانیں اب بھی بخوبی چل رہی ہیں۔ خردہ فروشی کا کاروبار بڑے پیمانہ پر کرنے کے جو مواقع ہیں ان سے ہمارے شہروں کے نام نہاد شعبہ واری ذخائر[۱] استفادہ کرتے ہیں۔ یہ کوٹھیاں بڑی بڑی کاروباری انجمنیں ہیں، جنھوں نے گزشتہ چند سالوں سے مضافات کے وسائل آمد و رفت کی اصلاح کی بدولت معقول ترقی کی ہے؛ لیکن اس کے باوجود کسی بڑے شہر میں بھی اور خاص کر اس کے مضافات میں بھی چھوٹی یا درمیانی پیمانہ کی خردہ فروشی کی دوکانیں بکثرت موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گاہکوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مال کے ذخیرہ کو ان سے قریب رکھنا ضروری ہوتا ہے؛ چنانچہ سخت اور شدید باہمی مقابلہ کے باوجود گھریلو علاج کی ادویہ کی چھوٹی چھوٹی دوکانیں امریکا کے شہروں کی ہر سڑک اور ہر گلی کے کونے گوشے میں ہر وقت کھلی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ موجودہ زمانے کی سب سے حالیہ اختراع یا جدت ایک انتظام کے تحت متعدد ذخیروں اور کاروباری انجمنوں کا اجتماع یا اتحاد ہے؛ لیکن ان کی شاخیں ہر طرف اس قدر کثرت سے پھیلی ہوئی ہوتی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے گاہکوں سے قریب رہتی ہے! ــــ ان شاخوں کے حسابات کی جانچ کا بڑا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

57

ریاستہائے متحدہ کے کارخانوں کی تعداد اور مختلف قسم کے تجارتی کاروبار کی مقدار کا حال مختصراً ایک کتاب "ریاستہائے متحدہ کا اعدادی گوشوارہ"[۲] سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کتاب

---

[۱] Department Stores

[۲] Statistical Abstract of the United States

باب
پیدائش
بر پیمانہ کبیر

کے مطالعہ سے بحیثیت مجموعی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کارخانوں اور کاروبار کی رفتار ترقی کیا ہے۔ مصنوعات تیار کرنے والے کارخانوں سے موجودہ زمانے کی تحریک کے متاثر خصوصیات ظاہر ہوتے ہیں؛ اور اگرچہ کاروبار کی مقدار میں معتدبہ اضافہ ہو گیا ہے، کارخانوں کی تعداد گھٹتی جا رہی ہے۔ یہی حال آلات کشاورزی، جوتے، قالین، کیمیاوی ادویہ، آتشگیر اسلحہ، شیشہ، سوتی، اونی اور ریشمی کپڑوں اور کپڑا سینے کی کلوں کی صنعت کا ہے: ان صنعتوں میں، جو مثل خزنہ فروشی کی دوکان کے، مال براہ راست خریدار یا صارف کے پاس پہنچاتی ہیں، یا جن کا دیگر وجوہ کی بنا پر اپنے گاہکوں اور لین دین کرنے والوں سے قریب رہنا ضروری ہے، ــــ کارخانوں کی تعداد اضافہ آبادی کے تناسب اور کثرت کاروبار کے تناسب سے بڑھتی ہے۔ اس کی مثال، آہنگری، نجاری، نانبائی، طباعت، مصوری، اور کاغذ سازی کی صنعتیں ہیں۔ ان صنعتوں میں انفرادی کارخانہ کے پیمانہ کی توسیع کی طرف کوئی نمایاں میلان نہیں پایا جاتا، اور پیدائش بر پیمانہ کبیر کے طریق نے کوئی ترقی نہیں کی ہے۔

انسان کی جبلی کمزوریوں اور دماغی قابلیت کے محدود ہونے کے سبب سے پیدائش بر پیمانہ کبیر کا طریق خود مصنوعات میں بھی پوری طرح کامیاب نہیں ثابت ہوا ہے۔ سطور بالا میں جو کچھ بیان کیا گیا اس سے بظاہر یہ مطلب نکلتا ہے کہ چھوٹے پیمانے سے بڑے پیمانے میں جو تبدیلی ہوتی ہے، وہ تقریباً قدرتی طور پر اور از خود واقع ہوتی ہے؛ حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا دارومدار انفرادی اشخاص کی حوصلہ مندی، بصیرت اور جوش و ہمت پر ہے۔ ہر نئی کل کے استعمال کرنے میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں متبدل ہونے میں خطرہ مضمر ہوتا ہے، اور افراد کو عزم، تدبر اور استقلال کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت پڑتی، اور اپنی قوت اختراع سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر افراد کی ایک غیر محدود تعداد میں اس قسم کا کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو ترقی کی رفتار تیز تر ہو جائے گی، اور پیدائش بر پیمانہ کبیر کا طریق بہت سرعت اور استقلال کے ساتھ فروغ حاصل کرے گا۔ ان تبدیلیوں کا دارومدار زیادہ تر ان چند افراد کی تحریک پر ہوتا ہے جو صنعتی قیادت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ گاہے گاہے کوئی ایک ایسا شخص اپنے کاروبار کو بڑے پیمانہ پر منظم کرتا ہے، اور اپنے کارخانے میں

باب ۴۔ پیدائش بڑے پیمانہ پر

نئی کلیں قائم کرتا ہے، تو دوسرے اس کی تقلید کرتے ہیں اور اس کی رہبری میں قدم بقدم چلتے ہیں، اور اس طرح پوری صنعت سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو جاتی ہے۔ گزشتہ دو عشروں کے دوران میں لوہے کی مصنوعات میں خاص کر ریاستہائے متحدہ و جرمنی میں یہی صورت رونما ہوئی: اول الذکر ملک میں کارنیجی نے اور موخر الذکر ملک میں کرپ نے ایک زبردست اور نمایاں تحریک ترقی کی رہبری کی۔ بایں ہمہ عام طور سے ترقی بتدریج اور آزمائشی طور پر ہوئی؛ بالکل اسی طرح جس طرح کی سمندری جہازوں کے پیمانہ کی ترقی ہوئی۔ صنعتی انقلاب، جہاں تک اس کی رفتار کا تعلق ہے، حقیقت میں انقلاب نہیں تھا؛ بلکہ ایک تدریجی ارتقا تھا جو افراد کی جد و جہد، قوت اور جدت طرازی پر مبنی تھا۔ لیکن یہ اس لحاظ سے محدود تھا کہ اس قسم کی قابلیت وصلاحیت رکھنے والے اشخاص کی تعداد قلیل تھی۔

اس انسانی عامل کو اشتراکیئین اور معماران عبقریات[1] بالعموم نظر انداز کرتے ہیں۔ ان کی دانست میں پیدا آور صلاحیت کا اضافہ بظاہر ایک معمولی سی چیز ہے اور مصنوعات میں تو سب سے حقیر ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیداوار کو بڑھانے اور بنی نوع انسان کے لیے سہولتیں بہم پہنچانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انفرادی کارخانوں کا پیمانہ دگنا یا چوگنا کر دیا جائے؛ چھوٹے کارخانے بند کر دیئے جائیں، اور ان میں کام کرنے والے مزدوروں کو بڑے کارخانوں میں منتقل کر دیا جائے۔ اسی طرح یہ خیال بھی انھی عبقریاتی خیالات کا ایک جزو ہے کہ میکانی آلات اور کلوں میں مسلسل اور لامتناہی اصلاحات و ترمیمات، ——— خواہ سوسائٹی کی تنظیم کسی قسم کی ہو، ——— مستقبل کا ایک یقینی اور قیمتی اساس ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فنون میں عظیم ترقیات خواہ وہ نئی ایجاد یا بہتر انتظام پر مبنی ہوں، یا جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے دونوں عناصر پر مشتمل ہوں، انفرادی رہبری، اور انفرادی تدبیر و تدبر سے رونما ہوتی ہیں۔ املاک کے نظام کے مثل اشتراکی مملکت کے تحت بھی سوال یہ ہوگا کہ انسانوں کو نئی تدبیریں نکالنے کے لئے، ایجادات کرنے، اپنے قویٰ کو ترقی دینے، اور ان کی بہترین طریقہ پر اصلاح کرنے کی کس طرح ترغیب دی جائے۔ رہا یہ سوال کہ موجودہ

---

[1] Utopias عبقریہ واحد۔

باب ۴
پیدائش
بر پیمانۂ کبیر

حالت میں ترقی کا راستہ اس طرح کھولنے کے لیے کون سے محرکات انسان کے لیے محرک ہوتے ہیں، اور مختلف معاشری حالات میں کون سے دوسرے محرکات بظاہر محرک ہو سکتے ہیں، تو کسی متعاقب بحث کے لیے اس کو ملتوی کر دینا ضروری ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کر لینا چاہیے کہ معاشرے کی ہر تنظیم کے تحت پیدائش کا اضافہ یقینی ہے۔

۴۔ موجودہ دو تین عشروں کے دوران میں پیدائش بر پیمانۂ کبیر کی ایک نئی صورت رونما ہوئی جو (اگرچہ ایک حد تک زبون ہے) بہت اہمیت رکھتی ہے۔ 59
اس کو پیدائش بر پیمانۂ کبیر کہنے کی بجائے انتظام بر پیمانۂ کبیر کہنا زیادہ مناسب ہوگا؛ اس لیے کہ وہ انفرادی کارخانوں کے پیمانہ کے اضافہ پر اس قدر مبنی نہیں ہے جس قدر کہ ایک انتظام کے تحت متعدد کارخانوں کے اجتماع و اتحاد کے پیمانہ کو وسیع کرنے پر مبنی ہے۔ یہ دو شکلیں اختیار کر لیتی ہے: جن میں ایک کو افقی اور دوسرے کو عمودی کہا جاسکتا ہے۔

افقی اتحاد سے مطلب ایک ہی قسم کے متعدد کاروباروں کا واحد انتظام کے تحت اجتماع و اتحاد ہے۔ ایسے کارخانے بالعموم کم ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بڑے پیمانہ پر کاروبار کرتا ہے۔ جب کسی صنعت میں کسی نمائندہ کارخانے کی وسعت میں اضافہ ہوتا ہے، اور انفرادی کارخانوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے، تو بالآخر ایسی حالت نمودار ہوتی ہے جس میں بہت کم کارخانے باقی رہ جاتے ہیں؛ اور ان کی مجموعی تعداد ایک درجن سے زائد نہیں ہوتی۔ اس کے بعد یہ متحد ہو جاتے ہیں؛ لیکن یہ اتحاد اس معنی میں نہیں قائم ہوتا کہ ایک بڑا کارخانہ ایک درجن کارخانوں کو اپنے میں ضم کرلے۔ بلکہ بارہ کارخانے ایک طرف تو اپنی صنعتی آزادی قائم رکھتے ہیں، اور دوسری طرف وہ واحد نگرانی اور انتظام میں آجاتے ہیں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ جہاں تک پیدائش کے میکانی ساز و سامان کا تعلق ہے وہاں تک پیدائش بر پیمانۂ کبیر اپنی انتہائی حد پر پہنچ گئی ہو، لیکن پھر بھی متحدہ تنظیم بر پیمانۂ کبیر سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کی عمدہ مثال امریکا کی شکر صاف کرنے کی کمپنی[1] ہے۔ اس قسم کے کارخانوں

[1] American Sugar Refining Company.

باب ۲ پیدائش بہ پیمانہ کبیر

میں بہت بڑے پیمانہ پر کاروبار کیا جاتا ہے اور ہر ایک میں لاکھوں ڈالر بطور اصل لگائے جاتے ہیں ؛ اور روزانہ دس ہزار یا پندرہ ہزار پیپے شکر تیار ہوتی ہے ۔ بایں ہمہ ایسے کارخانہ کا پیمانہ محدود ہوتا ہے ؛ کیونکہ ایک موقع ایسا آتا ہے کہ اس سے آگے بڑھنے کا نتیجہ کاروباری کفایت نہیں ہوتا : جب ایک کارخانے سے مقررہ مقدار سے زائد شکر کی مانگ ہو تو اسی قسم کا دوسرا کارخانہ قائم کر لیا جاتا ہے اور مجموعی رسد کی تکمیل کر لیجاتی ہے ۔ بایں ہمہ ان سب کارخانوں کا انتظام ایک مشترکہ مرکز سے کیا جا سکتا ہے جس میں کم از کم کفایات کے تو امکانات ضرور موجود ہیں ۔ ان کو جو اشیا مطلوب ہوں ان کی خریداری مشترکہ طور سے کی جا سکتی ہے ، اور ان اشیا کو ان کے درمیان ایسے طریقہ پر تقسیم کیا جا سکتا ہے کہ اس سے ہر ایک کے کام کا سلسلہ جاری رہے اور کوئی رخنہ نہ پڑنے پائے ، اور اشیا کے نقل و حمل میں بھی مصارف کم ہوں ۔ یہ آخری عنصر یعنی مصارف نقل و حمل کی کفایت اس وقت بہت اہم اور نتیجہ خیز ہوتی ہے جبکہ مطلوبہ اشیا ، مثلاً نے شکر فاصلہ دراز سے آتی ہے ؛ اور جبکہ ان کی جلد جلد کھپت ہونے کی وجہ سے ان کی مسلسل و باقاعدہ بہم رسانی ضروری ہوتی ہے ۔ سب کارخانوں میں ایک سی کلوں کا استعمال کیا جا سکتا اور ان سب کا ایک معیار قائم کیا جا سکتا ہے ، اور اس طرح ان کی درستی ، مرمت ، یا تبدیلی میں بہت سہولت ہو سکتی ہے ۔ ممکن ہے کہ اس قسم کی دوسری کفایات کلاً یا جزواً انتظام بہ پیمانہ کبیر کے اندرونی مشکلات اور خاص کر نگرانی کی دقت کی بنا پر زائل ہو جائیں ۔ محض تجربہ اور خاص کر مقابلہ کا امتحان ہی قطعیت کے ساتھ اس کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ آیا فوائد نقصانات کو زائل کرتے ہیں ؟

60

افقی اتحاد کی عام مثال نام نہاد جتھا بندی ہے جس کو انگریزی میں ٹرسٹ کہتے ہیں ۔ واحد انتظام کے تحت اس قسم کے اتحاد کی غرض و غایت دہری ہے : ایک تو یہی کہ انتظام سے کفایت حاصل کی جائے ، اور دوسری زیادہ تر یہ کہ مقابلہ کو معدوم کیا جائے اور کم و بیش موثر اجارہ کی شکل پیدا کی جائے ۔ جہاں تک کفایت حاصل ہوتی ہے اس حد تک یہ تحریک عوام الناس کے لیے مفید ہو سکتی ہے ؛ لیکن اگر اجارہ نمودار ہو تو اس سے عوام الناس کو نقصان پہنچنے کا قوی امکان ہے ۔ افقی اتحاد سے حقیقتہً اجارہ کے پیدا ہونے کا کہاں تک امکان ہے اور اس سے پیدائش کے مصارف کی

باب ۴
پیدائش
بر پیمانۂ کبیر

کی کس حد تک نمودار ہوگی، یہ اب بھی ایک غیر یقینی امر ہے، جس کو صرف مرور ایام اور تجربہ ہی ثابت کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ کم از کم بعض اعتبارات سے بعض صنعتوں کے لیے اس قسم کے اتحاد سے پیمانے میں اضافہ ہوتا ہے اور انتظام میں مرکزیت پیدا ہوتی ہے۔

عمودی اتحاد بہ اعتبار اساسی خصوصیات کے اس سے مختلف ہے؛ اس کو بعض اوقات انضمام صنعت بھی کہا جاتا ہے۔ تقسیم عمل کا نتیجہ عام طور سے یہ ہوا ہے کہ پیدائش کے مختلف مراحل جو بہ اعتبار وقت یکے بعد دیگرے آتے ہیں آزاد اور علیحدہ کارخانوں میں طے پاتے ہیں۔ لیکن بعض پیشوں میں اس قسم کے یکے بعد دیگرے آنے والے مراحل کو واحد انتظام کے تحت متحد کرنے کا رجحان ظاہر ہوا ہے: مثلاً صنعت آہنگری تنظیم کی قدیم شکل کے اعتبار سے متعدد علیحدہ علیحدہ شعبوں میں تقسیم تھی، ایک اصلدار یا پیدا کرنے والا مزدوروں کو اجرت پر رکھ کر اور ان سے اپنی زیر نگرانی کام لے کر کچا لوہا معدن سے برآمد کرتا تھا، اور دوسرے پیدا کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کرتا تھا جو اس کو پگھلا کر پیٹر بناتے تھے۔ اسی طرح ایک اور پیدا کرنے والا لکڑی کاٹتا تھا اور اس کو جلا کر کوئلا بناتا تھا (یہ اس زمانے میں ہوتا تھا جبکہ لوہا بنانے کے لیے لکڑی سے بطور ایندھن کام لینے کی ضرورت پڑتی تھی)۔ یا مصنوعی کوئلے کی بجائے پتھر کے کوئلے کا استعمال جب شروع ہوا تو معدنوں سے کوئلا نکالا جانے لگا اور اس سے پتھر کا کوئلا تیار ہونے لگا۔ پیٹر بنانے والا جو کچا لوہا اور ایندھن خریدتا تھا تو اپنی پیداوار فولاد ساز کے ہاتھ فروخت کرتا تھا۔ فولاد ساز اپنی پیداوار کل بنانے والے یا تار بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرتا تھا۔ عمودی اتحاد یا صنعتوں کا انضمام، اس وقت نمودار ہوتا ہے جبکہ یہ یکے بعد دیگرے آنے والے مراحل ایک انتظام کے تحت متحد ہو جاتے ہیں: یعنی جبکہ لوہا اور فولاد بنانے کے یہ مختلف مراحل ایک بڑے کاروبار کی شکل میں مربوط ہو جاتے ہیں۔

62

اس قسم کے اتحاد کی سب سے عمدہ مثال یونائیٹڈ اسٹیٹس اسٹیل کارپوریشن ہے، جو بہت بڑے پیمانہ پر کاروبار کرتی ہے۔ یہی نہیں کہ موجودہ زمانے میں اس نے اتنی وسعت و عظمت حاصل کر لی ہے بلکہ ابتدائی حالت میں بھی اس کا کاروبار خاصا بڑا تھا؛ اور اب تو کچا لوہا کوئلا اور چونے کے کنکر کے معدنوں کا ایک وسیع رقبہ

باب ۳۔ پیدائش بر پیمانۂ کبیر

اس کی ملک ہے۔ یہ سب کانیں لیک سوپی ریر کے ساحل پر واقع ہیں، اور کوئلے کی کانیں پنسلوانیا میں ہیں۔ کچے لوہے کا بیشتر حصہ کوئلے کی کانوں کے رقبہ میں بھیج دیا جاتا ہے، اور اس رقبہ کے مرکزی مقام یعنی پٹس برگ میں پگھلایا جاتا ہے؛ لیکن کوئلے کا کچھ حصہ شمال اور جنوب میں لے جایا جاتا ہے، اور گریٹ لیکس میں جہاں جہاں کچا لوہا ہے اس کوئلے سے پگھلانے کا کام لیتے ہیں۔ ان اشیا کی نقل و حرکت کے لیے کارپوریشن نے خود اپنی طرف سے لیک سوپی ریر کے علاقہ میں اور پٹس برگ سے لے کر لیک ایری کے علاقہ میں ریلیں بنائی ہیں۔ اور جھیلوں کے اندر اس کے دخانی جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں۔ یہ کارپوریشن جو اپنی ہی بھٹیوں میں پتر تیار کرتی ہے، اور اس پتر سے اپنی فولاد کی گرمیوں میں مختلف قسم کا فولاد تیار کرتی ہے؛ پھر اس فولاد سے ریل کی پٹریاں، چادریں، نلیاں عمارتوں اور پلوں کے سانچے، اور تار بنانے کا کام دوسرے کارخانوں میں انجام دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کارخانہ میں جتنے بڑے پیمانہ پر کاروبار کیا جاتا ہے اتنے بڑے پیمانہ پر نہ تو کسی دوسری صنعت میں کام ہوتا ہے اور نہ کوئی دوسرا ملک اس قسم کے عمودی اتحاد کی نظیر پیش کر سکتا ہے۔

لوہے اور فولاد کے مصنوعات کا میدان عمودی اتحاد کے لیے خاص ترغیبات پیش کرتا ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ بظاہر کوئلہ اور لوہا جیسی اشیائے خام کا ایک جگہ دستیاب ہونا ہے۔ جو لوگ لوہے یا کوئلے کی کانوں کے مالک ہوتے ہیں ان کے لیے بڑھتی ہوئی مانگ کی ہر حالت بہت موافق ہوتی ہے؛ اسی لیے یہاں کے لوہے اور فولاد کے صناعوں نے معدنیات کو خریداری یا انضمام کے ذریعے سے اپنے قابو میں لانے کی کوشش کی۔ یہ رجحان خفیف حد تک انگلستان میں بھی ظاہر ہوا ہے، اور جرمنی میں تقریباً اس حالت پر پہنچ گیا ہے جس حالت میں کہ ریاستہائے متحدہ اس وقت ہیں۔ آہنی صنعت کی تنظیم کا معمولی طریقہ اب ایک سلسلے کے متعدد کارخانوں کا اتحاد و انضمام قرار پایا ہے۔

اسی قسم کے بعض رجحانات دوسری صنعتوں میں بھی پائے جاتے ہیں:۔ انٹرنیشنل پیپر کمپنی سرو اور صنوبر کے بڑے بڑے اور گھنے جنگلوں کی مالک ہے۔ درختوں سے جو لکڑی کاٹی جاتی ہے وہ دریاؤں اور ندیوں میں بہا کر گودا تیار کرنے والی چکیوں میں

باب ۴ پیدائش بر پیمانۂ کبیر

پہنچائی جاتی ہے، اور یہیں سے کاغذ بنکر نکلتا ہے جس کو ہمارے اخبارات کثیر مقدار میں استعمال کرتے ہیں۔ ہارورسٹر کمپنی جس کا اوپر ذکر آچکا ہے بڑے بڑے جنگلوں کی مالک ہے، اور لکڑی کاٹتی ہے، اس کی ملک میں لوہے اور کوئلے کے معدن ہیں اور وہ اپنا لوہا اور کوئلا تیار کرلیتی ہے۔ شوگر رفائننگ کمپنی کے پاس بھی بڑے بڑے صحرائی خطے ہیں، اور وہ ان کی لکڑی کے پیپے تیار کرتی ہے۔ دوسری صنعتوں میں ایک اور سمت میں اسی طرح کی ترقی رونما ہوئی ہے اور وہ اشیا کی فروخت کا انتظام ہے: یعنی عام طور سے اشیا کی تیاری اور ان کی فروخت کا جداگانہ انتظام کیا جاتا ہے۔ جوتے بنانے والا کارخانہ جوتے تیار کرکے اپنا مال بالعموم تھوک خریدار یا ایجنٹ کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ یہ تھوک خریدار یا تو براہ راست خردہ فروش تاجروں کو ان کی طلب کے مطابق مال بہم پہنچاتا ہے یا بعض اوقات ایک درمیانی شخص کی وساطت سے مال فروخت کرتا ہے۔ لیکن بعض کفش ساز کارخانے ایسے بھی ہیں جو صرف جوتے ہی نہیں تیار کرتے بلکہ اپنے جوتے خود ہی راست خردہ فروش کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ یہ ملک کے سب شہروں میں متعدد خردہ فروش دوکانیں قائم کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے براہ راست عام خریداروں اور گاہکوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ اسی طرح امریکن ٹوباکو کمپنی بھی کثیر تعداد میں اپنی خردہ فروشی کی دوکانیں قائم کرکے اشیا کی پیدائش اور تقسیم کو متحدہ طور پر انجام دیتی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ افقی اتحاد اور عمودی اتحاد دونوں کو ایک ساتھ عمل میں لایا جائے۔ امریکن ٹوباکو کمپنی نے نہ صرف پینے اور چبانے کا تمباکو تیار کرنے والے سب کارخانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ وہ ان سب کا تیار کردہ مال اپنی ہی خردہ فروشی کی دوکانیں قائم کرکے فروخت بھی کرتی ہے۔ اسٹیل کارپوریشن میں متعدد لوہے کی بھٹیاں، فولاد کی چکیاں، نلی بنانے کے کارخانے، فولاد اور ٹین کی چادر بنانے کے کارخانے شامل ہیں جس سے دونوں قسم کے اتحاد کے اجتماع کی بین مثال ملتی ہے۔ اسٹیل کارپوریشن نے بعض شعبوں میں افقی اتحاد کو ترقی دیکر اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ تقریباً کامل اجارہ کی صورت پیدا ہو گئی ہے:۔ مثلاً ریاستہائے متحدہ کے فولادی چادر، ٹین کی چادر، اور نلی بنانے والے سب کارخانوں کی ایک متحد جتھا بن گیا ہے۔ لیکن یہ جتھا پڑی جتنی مقدار تیار کرتا ہے وہ مجموعی مقدار کے نصف سے کچھ زائد ہے، اور ریل کی پٹریوں

باب ۸ پیدائش بہ پیمانۂ کبیر
68

اور عمارتوں کے فولادی سانچوں کا اس کو اجارہ حاصل نہیں ہے۔ جرمنی میں فولادی کارخانوں کی انجمن[1] نے، آہنی و فولادی مصنوعات کے کاروبار کا ایک بڑا حصہ ہے، گو یہ واحد شخص یا جماعت کی ملک صحیح معنی میں نہیں ہے۔ اس کے برعکس انگلستان میں، جہاں بڑے بڑے کارخانوں نے ایک طرف تو معدنوں کے کاروبار کو ہاتھ میں رکھا ہے اور دوسری طرف مصنوعات تیار کرتے ہیں، افقی اتحاد بہت کم پایا جاتا ہے؛ متعدد بڑے بڑے کارخانے اپنا اپنا کاروبار خود ہی آزادانہ طور پر انجام دیتے ہیں۔ جوتوں کے کارخانوں میں، جن کا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے اور جہاں دباغت چرم کے علیحدہ کارخانے اور خردہ فروشی کی علیحدہ دکانیں قائم ہیں، صرف عمودی اتحاد پایا جاتا ہے؛ اور افقی اتحاد قائم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔

عمودی اتحاد کی تحریک افقی اتحاد کی تحریک سے بہت کمزور ہے؛ لوہے کی تجارت، جو افقی اتحاد کی عجیب و غریب مثال پیش کرتی ہے، اس سے مستثنیٰ ہے۔ محدود یا کم از کم مرتکز خام مال کو تصرف میں لانے کی خواہش نے، جس نے آہن کی صنعت کے اجتماع کو ترقی دی ہے، ان دوسری صنعتوں کو متاثر نہیں کیا ہے جن میں اشیائے خام کے منبع بہت زیادہ منتشر اور دور دور پھیلے ہوئے ہیں۔ سوت، ریشم، اون اور سن یا کتان کی مصنوعات میں اشیائے خام کی رسد پر قابو حاصل کرنے یا کسی دوسرے طریقے پر عمودی اتحاد کی تحریک کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔ اس کے برعکس بظاہر رجحان مزید تفصیلی تقسیم عمل کی جانب معلوم ہوتا ہے۔ انگلستان اور براعظم یورپ کی پارچہ بافی کی صنعتیں ریاستہائے متحدہ کی پارچہ بافی کی صنعتوں کی نسبت بدرجہا زیادہ مختلف مدارج میں بسلسلۂ تقسیم کی جاتی رہی ہیں۔ یورپ میں سوت کاتنا، کپڑا بننا، چھاپنا، رنگنا وغیرہ بالعموم علیحدہ علیحدہ صنعتیں ہیں؛ مگر امریکا میں شروع سے یہ طریقہ رہا ہے کہ ان میں سے دو یا زائد مراحل کو: مثلاً سوت کاتنا اور کپڑا بننا، اکیلے ایک انتظام کے تحت متحد کیا جاتا ہے۔ بایں ہمہ یہاں بھی گزشتہ چند سالوں سے تحریک مخالف سمت میں ترقی کر رہی ہے۔ کفش سازی کی صنعت میں اگرچہ جوتوں کی تیاری اور ان کی فروخت کا

---

[1] Stahlwerks-verband.

باب پیدائش بر پیمانہ کبیر

انتظام ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اور بعض صورتوں میں چمڑے کی دباغت اور کفش سازی کو ایک ہی انتظام کے تحت چلایا جاتا ہے، پھر بھی عام رجحان یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایک انتظام کے تحت زیادہ شعبے لیے جائیں۔ بعض کارخانے محض تلے تیار کرتے ہیں اور بعض کارخانے جوتوں کے پنجوں کے چوبی سانچے تیار کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے۔ وقس علیٰ ھذا۔

اتحاد کی تحریک خواہ وہ افقی ہو یا عمودی ایک حد تک اس شدید مقابلہ کا نتیجہ ہے جو اصل قائم کی کثیر مقدار کے شغل سے اور علیحدہ علیحدہ حوصلہ مندانہ کاروبار کے پیمانہ کی وسعت و عظمت سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن یہ تحریک زیادہ تر تنظیم کے امکانات کے دریافت ہونے کا نتیجہ ہے۔ ایسے کاروبار کی وسعت و گنجائش کے حدود کیا ہیں جس کا بطور ایک اکائی کے انتظام کیا جا سکتا ہے؟ زمانۂ حال تک یہ خیال

64

کیا جاتا تھا کہ متوسط حیثیت کا ایک بڑا کارخانہ یا دوکان ان حدود کی نمائندگی کرتی ہے؛ لیکن چونکہ صنعت کا پیمانہ وسیع ہو گیا ہے، اس کا کاروبار زیادہ باقاعدہ طریق پر انجام دیا جاتا ہے، اور اس کی زیادہ مکمل طور سے نگرانی کی جاتی ہے۔ انتظام کا کام خود ذیلی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، اشیائے خام کی خریداری، پیداوار کی فروخت، پلانٹ (Plant) کا قیام و انتظام، مزدوروں سے اجرت پر کام لینا اور ان کی نگرانی کرنا، اور حسابات کی جانچ پڑتال کرنا، یہ سب کام جداگانہ اشخاص کے تفویض کئے جاتے ہیں۔ ذہین اور طباع اشخاص کی تیادت نے، جو کاروبار کی جبلی صلاحیت رکھتے ہیں، انتظام کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا ہے۔ ٹیلیگراف، ٹیلی فون، اور ڈاک کے انتظام کی اصلاح نے جس طریقے سے پیدائش بر پیمانہ کبیر کو ترقی دی اسی طریقہ سے انتظام بر پیمانہ کبیر کو بھی ترقی دی۔ یہ عجیب و غریب تغیرات و انقلابات ایک طرف قائدین صنعت کی مہارت، باریک بینی اور انتظامی قابلیت کا نتیجہ ہیں؛ اور دوسری طرف اسی قسم کے خواص و اوصاف رکھنے والے اشخاص کی روز افزوں مانگ کا سبب بھی ہیں۔

بایں ہمہ کاروبار کا پیمانہ جس قدر وسیع ہوگا اسی قدر زیادہ اس میں نقائص ظاہر ہوتے ہیں۔ بڑے کارخانے کے انتظام و نگرانی کا خرچ بہت ہوتا ہے، حساب کتاب

باب۔ پیدائش بہ پیمانہ کبیر

رکھنے، حسابات کی جانچ کرنے اور مزدوروں سے موثر طریقے پر اور کفایت شعاری کے ساتھ کام لینے میں بیش خرچ انتظام ضروری ہے۔ مقابلہ کی زد با لآخر اس امر کا تصفیہ کرتی ہے کہ آیا پیدائش میں اتحاد عظیم یا بڑا کارخانہ زیادہ موثر و مفید حال ہے؟ اگر اتحاد عظیم کم مصارف سے اشیا تیار کر سکتا ہے تو وہ ارزاں نرخ پر پیداوار فروخت کر سکتا اور اس طرح مقابل حریفوں کو میدان سے ہٹا سکتا ہے۔

۵۔ باوجود اس کے کہ مقابلہ نقصان رساں ہے اور پیدائش بہ پیمانہ کبیر میں کفایات کے امکانات ہیں، صنعتی میدان کے بیشتر حصے پر رقیب و حریف کارخانوں کا قبضہ و تصرف ہے۔ موجودہ حالت میں اس کی کوئی توقع نہیں معلوم ہوتی کہ مقابلہ معدوم ہو جائے گا اور اس کی جگہ اتحاد و اجارہ لے لینگے۔

یہ امر کہ مقابلہ نہایت مضر اور محض فضول خرچی ہے بعض صورتوں میں بدیہی معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً شہر میں متعدد تاجر دودھ کی سربراہی کرتے ہیں، اور ہر تاجر کے گاہکوں کا طبقہ الگ اور ایک وسیع رقبے پر بے قاعدگی کے ساتھ پھیلا ہوا ہوتا ہے؛ اگر ایک شہر کے سب باشندوں کی دودھ کی مانگ کو ایک ہی تاجر پورا کرے تو سربراہی کے مصارف میں نمایاں کفایت ہوگی۔ اگر پورے شہر کی ضرورت کی بہم رسانی کا واحد انتظام پیمانہ کبیر پر ہو تو اس کا امکان ہے کہ دودھ اور بھی زیادہ ارزاں نرخ پر ملے اور دودھ کی خوبی میں بھی بہت کچھ اصلاح ہو جائے۔ خاص کر گراندار رکھانے پینے کی اشیا فروخت کرنے والے خوردہ فروش ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے میں کثیر رقم فضول خرچ کرتے ہیں، اور بالعموم وہ رقبے جن میں حریف صناع اشیا کی رسد کا انتظام کرتے ہیں، ایک دوسرے کے حدود سے تجاوز کر جاتے اور بڑھ جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اشتہار کا مقصد بظاہر محض یہی معلوم ہوتا ہے کہ گاہکوں کو ایک تاجر کے پاس سے ہٹا کر دوسرے کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر سرے سے مقابلہ ہی نہ ہو یعنی دس حریف دوکانوں یا کارخانوں کو ہٹا کر ایک بڑا کارخانہ یا دوکان ان کی جگہ لے لے تب بھی غالباً وہی احتیاجات محسوس ہوں گی، اور وہی اشیا فروخت کی جائیں گی؛ مگر اشتہارات کے مصارف کم ہو جائیں گے اور اشیا زیادہ ارزاں نرخ پر فروخت کی جا سکیں گی۔

اگرچہ فضول خرچی اور نقصان کو کم کرنے کی جانب ایک حد تک یہ رجحان

باب ۔ پیدائش بر پیمانہ کبیر

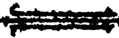
پہلا ہوا ہے، اور دیکھا بھی یہی جاتا ہے؛ مگر یہ رجحان بہت زیادہ نمایاں نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے بڑے شہروں کے ظہور میں آنے کے ساتھ ساتھ بڑی بڑی کمپنیاں یہاں دودھ کی سربراہی کرنے کی غرض سے بڑی حد تک قائم ہوتی جارہی ہیں۔ بایں ہمہ اس کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی کہ آیا ان میں مکمل اور باقاعدہ اتحاد بھی قائم ہو رہا اور بڑھ رہا ہے؟ مصنوعات تیار کرنے والے بڑے ٹرسٹ یا جتھے دوسرے مصارف حمل و نقل سے بچنے اور ان کو کم کرنے کی غرض سے اپنے کارخانوں کی قریب ترین شاخ سے مطلوبہ مقام کو مال بذریعہ جہاز یا ریل روانہ کرتے ہیں لیکن بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ صناع مقابلے کی ہوس میں قرب و بعد مقام کا لحاظ کئے بغیر بے قاعدگی کے ساتھ سامان بھیجتے رہتے ہیں۔ خردہ فروشی کے کاروبار کے بارے میں بھی یہی کہنا صحیح ہوگا۔ چنانچہ تمام تنظیمیں، خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی، گاہکوں تک رسائی حاصل کرنے اور ان کو بسہولت تمام مال فراہم کرنے کی غرض سے عادتی اور بظاہر نقصان رساں طریقے پر ایک دوسرے سے سخت مقابلہ کرتی ہیں۔

تضییع غالباً اس سے کم ہوتی ہے جتنی کہ بظاہر معلوم ہوتی ہے؛ اس لیے کہ مقابلہ ہر ایک کو اس کے منتہیٰ تک پہنچاتا ہے؛ چالاک اور ہوشیار کے لیے مہمیز اور نالائق کی گردن پر چھری ہوتا ہے۔ اشتہار صرف مقابلے ہی کا جزو لاینفک نہیں ہے بلکہ اتحاد کا بھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مقابلہ خریدار کو اشیا خریدنے کے بارے میں انتخابی حق اور آزادی عطا کرتا ہے۔ وہ خریدار پر یہ پابندی عائد نہیں کرتا کہ یا تو ایک ہی فروشندے کے پاس رجوع ہو یا بطور سبیل البدل احتیاج کو پورا کرنے سے دست کش ہو جائے۔ جب سب سے نیک دل اور باہمہ اجارہ داری بالعموم برانگیختگی پیدا کر دیتا ہے تو معمولی تاجر مقابلے کے شکنجے سے باہر رہ کر کیا کچھ برہمی نہیں پیدا کرے گا! اس امر کا انتخاب کہ کونسی شئے، کب اور کس طرح خریدی یا حاصل کی جائے ایک گہری انسانی جبلّت کی تسکین و تشفی کرتا ہے۔ اشتراکی یا اجتماعی تنظیم کی وکالت میں متحدہ رسد کے فوائد پر بہت زور دیا جاتا ہے؛ لیکن اشتراکی مملکت میں خریدار کو مختار کل جمہوری منتظمین کی پیش کردہ شئے خواہ وہ کیسی ہی اور کسی قیمت پر کیوں نہ ہو، قبول کرنی پڑے گی۔ پس آزادی انتخاب سے متمتع پذیری مقابلے کو برقرار رکھنے کی بڑی حد تک توجیہ کرتی ہے۔

66

باب ۷
پیدائش
بر پیمانۂ کبیر

تحریک اتحاد چند سالوں سے اس قدر نمایاں رہی ہے کہ اس کے میدان کی وسعت کو بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ یہ تحریک زراعت میں سب سے کمزور اور نقل وحمل خاص کر بری نقل وحمل میں سب سے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ معدنیات میں ایک نمایاں مثال آہنی تجارت کی ہے، اور ریاستہائے متحدہ میں ایک نمایاں مثال کوئلے کی بھی ہے؛ رسد کے محدود رقبوں کو ریلوں کے ذریعے سے ملا کر نہایت موثر طریقہ پر اتحاد قائم کیا گیا ہے۔ تاہم اکثر مقامات میں کان کنی ابھی تک آزادانہ طریق پر بلا اتحاد انجام پا رہی ہے۔ اکثر صنائع اتحاد کی منزل میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔ صنعتی میدان کے بیشتر حصے میں، اگرچہ پیدائش کا رجحان پیمانۂ کبیر کی جانب ہے، کلوں کا استعمال روزافزوں ترقی پر ہے اور تقسیم محنت کی تقسیم در تقسیم کی جا رہی ہے، ابھی تک مقابلے ہی کا دور دورہ ہے۔



باب پنجم

اصل

(۱) پیدائش کا عمل وقت طلب ہے؛ تقسیم عمل اس واقعے کو پوشیدہ رکھتی ہے، موجودہ زمانے میں تقسیم عمل اور کلوں کا روز افزوں استعمال۔ (۲) پیدا کرنے والوں کی دولت اور صارفوں کی دولت؛ اصل۔ (۳) اصل کا انحصار بچت یا ماحصل زائد پر ہوتا ہے۔ (۴) اصل کس مفہوم میں پس اندازی پر مبنی ہوتا ہے؛ اندوختہ کرنا اور مشغل اصل کے خیال سے پس اندازی کرنا دو متضاد کام ہیں۔ (۵) مشغل اصل مزدوروں کو "پیشگی" ادا کرنے کے مرادف ہے؛ املاک کی عدم مساوات "پیشگیوں" کی نیت سے؛ مشاغل اصل اور پیشگیوں میں درمیانی اشخاص یا بچولیے۔ (۶) اصل کے قیام و انتظام اور اس کی تخلیق کا دارو مدار پس اندازی پر ہے۔

۱۔ تقسیم عمل کی روز افزوں پیچیدگی اور کلوں کے روز افزوں استعمال کی وجہ سے پیدائش کے جداگانہ تدریجی عملوں کی تعداد میں اور ان کے انجام پانے کے وقت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے پیدائش کے ساز و سامان اور آلات کی بہم رسانی کی ضرورت اور اصل کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے، اور یہ سب مسائل مالکان اصل اور اصل کی آمدنی سے تعلق رکھتے ہیں۔

قدیم ترین دور بربریت کے بعد کے ہر ترقی یافتہ معاشرے میں پیدائش کا عمل وقت طلب بن گیا ہے۔ اور یہ امر صرف پیدائش کے ذیلی اعمال اور منقسمہ حصوں ہی پر

باب۔ اصل

نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی کل پیدائش پر بھی صادق آتا ہے۔ یہ بالکل بدیہی ہے کہ زراعت تخم بونے کے کام سے لے کر فصل کٹنے تک وقت چاہتی ہے؛ لیکن نہ تو تخم ریزی کاشت کی ابتدا ہے اور نہ فصل کی کٹائی اس کی انتہا۔ بویا ہوا تخم خود لازمی طور سے اس سے پیشتر بویا گیا ہوگا اور اس کی تیاری میں کاشت کار کو محنت کرنی پڑی ہوگی، علیٰ ہذا آلات کشاورزی بھی لازمی طور سے پیشتر سے تیار کر لئے گئے ہوں گے۔ یہ ممکن ہے کہ فصل کٹتے ہی فوراً غلہ انسانی احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے مل جائے؛ چنانچہ اپنی تمام ضرورتیں خود ہی پوری کرنے والی چھوٹی سی جماعت یا برادری میں بعینہٖ یہی ہوتا ہے! اور ہندوستانی گاؤں میں ابھی تک یہی حالت پائی جاتی ہے۔ لیکن زیادہ تہذیب یافتہ اور معاشی حیثیت سے زیادہ ترقی یافتہ ملکوں میں ریل یا جہاز کے ذریعہ سے غلہ پہلے غالباً دور افتادہ چکیوں یا گرنیوں میں بھیجا جاتا ہے، وہاں پس کر آٹا بننے کے بعد ایک اور فاصلہ دراز طے کرکے سوداگروں کے پاس پہنچایا جاتا ہے؛ اور بالآخر بہت خاصے وقفے کے بعد عام خریداروں کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک عمل میں نہ صرف وقت صرف ہوتا ہے بلکہ سابقہ زمانے میں وقت صرف کرکے تیار کردہ آلات وساز و سامان کا وجود بھی مضمر ہے: یعنی ریل یا جہاز، آٹے کی چکی، گودام وذخائر، اور بھولیوں کی دوکانیں۔ پیدائش کے تقریباً تمام عمل اولاً یہ چاہتے ہیں کہ اشیائے خام کو قدرتی ذرائع سے حاصل کیا جائے، اس کے بعد ان کو آلات اور کلوں کی مدد سے مناسب شکلیں دی جائیں۔ چنانچہ اگر ناظرین ہمارے روزمرہ کے استعمال کی اشیا: مثلاً لباس، جوتے، فرنیچر اور اسباب خانہ داری وظروف، کتابیں، زیورات، آرائشی چیزیں اور خود مکان وغیرہ، پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ہر شے کی تیاری کا عمل سلسلہ بسلسلہ کتنا طویل رہا ہوگا، تقسیم عمل کتنے پیچیدہ طریقے پر کی گئی ہوگی، اور پیدائش، آغاز سے لے کر اس شے کے آخری اور قابل تمتع یا قابل استعمال شکل اختیار کرنے تک کتنے عرصے میں مکمل ہوئی ہوگی۔

68

یہ اساسی واقعہ پیچیدہ تقسیم عمل پر مبنی ہونے کے باوجود اسی تقسیم کی بنا پر پوشیدہ رہتا ہے۔ کھال کی دباغت کرنے والا اپنا چرم، کاشتکار اپنا سن، اور تاجر آہن اپنا آہن وفولاد، بازار میں فروخت کرتا ہے، اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر یہ خیال کرتا ہے کہ

باب ۵ اصل

وہ ایک مکمل پیداوار فروخت کر رہا ہے۔ ان کو فروخت کرکے ہر ایک زر حاصل کرتا ہے، اور اس زر کی مدد سے اپنی ذاتی احتیاج کو پورا کرنے کے لیے قابل تمتع اشیا یا پیدائش کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے دوسری ضروری اشیا بر دسترس حاصل کرتا ہے؛ وہ یہ غور کرنے کے لیے ہرگز توقف نہیں کرتا کہ اس کی فروخت کردہ شئے پر اور کتنی زیادہ محنت صرف کرنی پڑیگی؟ اور آخری احتیاج کو تمام وکمال پورا کرنے اور قابل صرف بننے سے بیشتر پیدا کرنے والوں اور سوداگروں کے کتنے طویل سلسلے کو دست بدست طے کرنگی؟

فی زمانہ پیدائش میں وقت کے اس عنصر کا اہم ترین پہلو ہر قسم کی کلوں اور پلانٹ کے روز افزوں رواج میں ملتا ہے؛ اگرچہ ممکن ہے کہ 'کل' آلے ہی کی ایک زیادہ پیچیدہ قسم ہو، لیکن وہ ابتدائی تیاری کے کام کو بہت بڑھا دیتی ہے اور اس طرح پیدائش کے عملوں میں وقت طلبی کے عناصر کو بہت نمایاں اور اہم بنا دیتی ہے۔ ایک فیکٹری تیار کرنے کے لیے ایک یا کئی سال درکار ہوتے ہیں، اور ان میں کام کرنے والی کلوں کے تیار کرنے کیلئے اس سے بھی زیادہ مدت لگتی ہے؛ ریلوں کی تعمیر میں کئی سال لگ جاتے ہیں؛ نہر سوئز یا نہر پناما کی سی نہر کھودنے کے لیے پوری ایک نسل درکار ہے۔ فیکٹری اور اس کی کلیں محض قابل تمتع و قابل صرف اشیا تیار کرنے کی غرض سے وجود میں آتی ہیں۔ ریلیں اور نہریں، جغرافی تقسیم عمل میں سہولتیں بہم پہنچاتی ہیں، اور ان وسائل نقل وحمل کے مکمل طور سے تیار ہو جانے کے بعد جب مختلف عمل سلسلہ بہ سلسلہ شروع کئے جاتے ہیں، تو ان کی وساطت سے انجام کار کثیر المقدار قابل صرف و تمتع اشیا کی تیاری میں مدد دیتی ہیں۔ ایک سیدھے سادے واقعہ سے اس کی تشریح ہوتی ہے کہ صنعتی انقلاب کے شروع ہونے کے بعد سے کلوں کے روز افزوں استعمال در رواج کا رجحان کس طرح نمایاں رہا ہے: گزشتہ نصف صدی میں دنیا کے مجموعی لوہے کی پیداوار دس گنی اور گزشتہ ایک صدی میں ساٹھ گنی بڑھ گئی،[1]

69

---

[1] دنیا کی پٹر کی سالانہ پیداوار حسب ذیل تھی۔

(۱) سنہ ۱۸۰۰ء میں	۸،۲۵،۰۰۰	ٹن
(۲) سنہ ۱۸۵۰ء میں	۴۷،۵۰،۰۰۰	"
(۳) سنہ ۱۸۸۰ء میں	۱،۱۹،۰۰،۰۰۰	"
(۴) سنہ ۱۹۱۰ء میں	۶،۰۵،۰۰،۰۰۰	"

باب ۳ اصل

لوہا محض آلۂ پیدائش کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے (اس کی مستثنیات حقیر اور غیر اہم ہیں)؛ وہ تہذیب و تمدن کے مادی ساز و سامان اور لوازم کی بنیاد و اساس ہے: وہ پلانٹ، آلات اور کلوں کا مرادف ہے۔ موجودہ زمانے میں کانوں سے اس کی کثیر مقدار برآمد کی گئی ہے جس سے صرف یہی ظاہر نہیں ہوتا کہ نہایت بیش بہا، دقیق اور مہتم بالشان ساز و سامان غیر معمولی طور سے کثیر مقدار میں تیار ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ اس کے بالمقابل عمل پیدائش میں بھی زیادہ وقت صرف ہونے لگا ہے، اور اس کی مدت میں توسیع ہو گئی ہے۔

۲۔ اگر ہم کسی وقت کسی قوم کی املاک و مقبوضات کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ وہ بے حد مختلف النوع ہیں۔ سب سے اول بیڑ، کچا لوہا، فولادی سلاخ، لکڑی، اون، روئی، کارخانے، ریلیں، جہاز، گوداموں اور خردہ فروش دوکانوں کے سب ذخائر اور اشیا ملیں گی۔ دوسرے— مکانات، فرنیچر، لباس، اشیائے خورد و نوش وغیرہ ملیں گی جن کو استعمال کر کے مخلوق اپنی احتیاجات پوری کرتی ہے۔ پہلی قسم کی اشیا کو ہم اصل یا 'اشیائے اصل' سے تعبیر کریں گے؛ اور دوسری قسم کی اشیا کی تعریف 'اشیائے صرف' کی اصطلاح سے کریں گے: یعنی ایسی دولت جو اصل نہ ہو۔ قسم اول کی اشیا کو ہم نامکمل اشیا یا اشیائے خام کہیں گے؛ دوسری قسم کی اشیا کو مکمل اور قابل تمتع اشیا کہیں گے۔ معاشی تحلیل کے بعض اغراض کے لیے وہ ایک دوسرے سے مماثلت رکھتی ہیں؛ لیکن بعض دوسرے اغراض کے لحاظ سے غیر مماثل یا غیر مشابہ ہیں۔ ان کے درمیان جو فرق ہے وہ اساسی طور سے مدارج کا فرق ہے؛ تاہم یہ فرق اتنا بڑا ہے کہ ان میں تفریق و تمیز کرنا حق بجانب ہے[1]۔ سر دست سہولت کی خاطر ہم اصل کی اصطلاح کا استعمال خاص طور سے قسم اول یعنی 'پیدا کرنے والوں کے اصل' کے لیے کریں گے؛ اور قسم دوم کو 'قابل استعمال' یا 'قابل تمتع' یا 'مکمل اشیاء' سے تعبیر کریں گے۔ اور ان کا ذکر صرف ان اعتبارات اور تعلقات کے لحاظ سے کرتے وقت جن میں کہ وہ پہلی قسم کے مشابہ ثابت ہوں گی ہم انھیں 'اصل صارف' کہیں گے۔

70

[1] مدارج کا فرق اس وقت سے متعلق ہے جب سے کہ افادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ وقت 'اشیائے صرف' کی صورت میں بالعموم قریب تر ہوتا ہے اور 'اشیائے اصل' کی صورت میں بعید تر ہوتا ہے۔ دیکھو اس بارے میں باب ۴ کے مضامین۔

باب پنجم اصل۔

اس طرح اصل یعنی پیدا کرنے والوں کا اصل قابل تمتع شکل میں نہیں ہوتا، وہ موجودہ زمانے میں تسکین پذیری کا ذریعہ نہیں ہے، اس کے وجود کا مقصد مصارف کی دولت میں اضافہ کرنا ہے۔ قابل تمتع اشیا سے اس کا دہرا تعلق ہے: یعنی ایک طرف تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ "تیار" ہو کر بتدریج ان مکمل اشیا کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور دوسری جانب یہ کہ وہ ان مکمل اشیا کی رسد میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہے۔

یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ اشیاے خام (جیسا کہ ان کو اس نام سے عام طور سے موسوم کیا جاتا ہے) تیاری کے مراحل طے کر کے مکمل اشیا یا مصنوعات بن جاتی ہیں۔ یکے بعد دیگرے آنے والے مراحل طے کرنے کے بعد اون کپڑے کی صورت، اور غلہ روٹی کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح لکڑی اور پتھر، مکان کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، لیکن اساسی امور کے لحاظ سے آلات اور کلوں میں بھی اسی کے مماثل عمل ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ طباعت کی کل صرف ایک سال تک کام دے سکتی ہے، اور ایک سال کے بعد فرسودہ اور بے کار ہو جاتی ہے۔ اس کی مطبوعات، صرف شدہ کاغذ اور دوسرے مال مسالہ کی تیاری کی محنت اور کمپوزیٹروں اور دوسرے مزدوروں کی عرق ریزی کی ہی پیداوار نہیں ہیں بلکہ چھاپنے کی کل بنانے کی محنت کی بھی پیداوار ہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ سال بھر میں سو کتابیں چھپ کر نکلتی ہیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ کل نے اپنے آپ کو اتنی قابل تمتع اشیا کی شکل میں بتدریج منتقل کر دیا، اور ان میں سے ہر کتاب میں کل بنانے کی محنت کا ۱/۱۰۰ حصہ شامل ہے۔ اس لحاظ سے کل غائب یا صرف ہو گئی، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ کاغذ اور سیاہی غائب یا صرف ہوئی؛ گویا ان تینوں چیزوں کی بجائے ہمیں مطبوعہ کتابیں حاصل ہوئیں۔ اگر کل دس یا بیس سال تک چالو رہے تو کل بنانے کی محنت کتابوں کی زیادہ تعداد کی صورت اختیار کرے گی، اور کل کی تیاری کی محنت کا بہت صغیر جزو ہر کتاب میں شامل ہوگا۔ یہی حال ہر قسم کی کل اور پلانٹ کا ہے؛ سب کلیں اور یہ سو یر فرسودہ ہوتی ہیں، اور اسی لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جلدی یا دیر سے ہماری احتیاجات پوری کرنے والی اشیا کی صورت میں تبدیل ہوتی ہیں۔

مصنوعات اور قابل تمتع اشیا کی بہتات کا سب سے اہم واحد سبب اوند

اس طرح بنی نوع انسان کی مادی خوش حالی کی اصلاح و ترقی کا بہت بڑا باعث، اصل کی ان شکلوں میں پایا جاتا ہے جن کو بالعموم "قائم"، کہا جاتا ہے: یعنی آلات، کلیں اور پلانٹ۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ صدی کے دوران میں مہذب ممالک کی مادی مرفہ الحالی کی نمایاں ترقی کا اصلی سبب یہی ہے۔ اگر روئی یا اون کی بڑی گرنی قائم کی جائے، یا جوتے کا، یا شکر صاف کرنے کا کارخانہ، یا آٹا پیسنے کی چکی قائم کی جائے، تو اس کے لیے مطلوبہ ساز و سامان مہیا کرنے میں نہ صرف خاصہ وقت صرف ہوتا ہے بلکہ کافی محنت بھی لگتی ہے، اور انجام کار پیداوار کثیر مقدار میں حاصل ہوتی ہے؛ اور بحیثیت مجموعی پیداوار کی ہر اکائی میں نسبتۃً کم محنت شامل ہوتی ہے۔ کلوں کے بنانے کے کارخانے میں خود یہ رجحان دوسری صنعتوں کی طرح بہت زیادہ نمایاں طریقے سے ظاہر ہوا ہے۔ آہن و فولاد بڑے پیمانے پر تیار کیے جاتے ہیں تو ان کی تیاری میں بھی بہت بیش قیمت آلات اور کلیں استعمال کی جاتی ہیں، اور ان کی مدد سے دوسرے کثیر التعداد مفید آلات پیدائش تیار کیے جاتے ہیں۔ گویا کوئلے اور تیل سے چلنے والے انجن، پارچہ بانی کی کلیں، آلات کشاورزی اور ان کے علاوہ مختلف دستکاروں کے سیدھے سادے دستی آلات، کلوں ہی کے ذریعے سے بنائے جاتے ہیں۔

ان مختلف کلوں اور دیگر ساز و سامان کے ذریعے سے بہ سہولت و سرعت اور موثر طریقے پر کام لینے کی غرض سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ان میں اشیائے خام کی رسا یا نہ بہم رسانی بھی بڑے پیمانہ پر کی جائے، اور اس بہم رسانی کے لیے بھی ایک طویل سلسلۂ کار ضروری ہے۔ ایک بڑی لوہے کی بھٹی میں جو دن رات سال بھر تک دہکتی رہتی ہے، کچا لوہا، کوئلا اور چونے کے کنکر کثیر مقدار میں جھونکے جاتے ہیں؛ اور نہ صرف بھٹی کو بلکہ ان اشیائے خام کو بھی پہلے سے تیار کر لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس طریقے سے پارچہ بانی کی گرنی کو اون، روئی یا ریشم، جوتے کے کارخانے کو چرم، اور شکر صاف کرنے والے کارخانے کو نیشکر درکار ہوتی ہے۔ ان سب پیچیدہ عملوں کے دوران میں وہی ایک رجحان پایا جاتا ہے: یعنی پیشتر سے تفصیلی اور طویل تیاری، عمل پیدائش کے وقت میں طوالت، اصل کی کثیر مقدار اور آخر کار مکمل اشیا کی فراوانی اور ارزانی۔

۳۔ اصل فراہم کرنے اور وقت طلب عمل پیدائش کو جاری رکھنے کے لیے

باب اصل ۲۱

ضروری ہے کہ اس سے پیشتر ہی سے پس اندوختہ موجود ہو۔ جس قدر زیادہ اصل درکار ہو اس مناسبت سے کثیر المقدار پس اندوختوں یا ماحصل زائد کا وجود ضروری ہے۔

باعث اصل

فراہمی اصل کی قدیم ترین حالتوں میں یہ زائد پس اندوختہ یا ماحصل زائد براہ راست اوقات فرصت کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا: مثلاً پتھراور کانسی کے ابتدائی اوزار اور آلات ایسے اوقات میں بنائے گئے ہوں گے جبکہ زندگی کی لازمی ضروریات کی تکمیل کے لیے محنت مطلوب نہ ہوگی۔ یعنے ایسے وقت میں جبکہ کوئی دوسرا کام انجام دینے کا موقع ملتا ہوگا، اس حالت میں انسان کو متاثر کرنے والے کون کون سے محرکات ہوں گے؟ اور کس کس موقع پر ابتدائی آلات تیار کئے گئے ہوں گے؟ ہم اس کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتے۔ بہت ممکن ہے کہ اختراع و جدت طرازی کا جذبہ ہی محض اس کا محرک ہوا ہو؛ یا اس سے بھی زیادہ معقول یہ بات ہوسکتی ہے کہ آلات اور اشیائے خام کی رسد مہیا رکھنے کا فائدہ بہت جلد محسوس ہوگیا ہو۔ بہرحال سادہ ترین حالات میں انتخاب حال اور مستقبل کے مابین یعنی موجودہ زمانے کی کاہلی یا تفریح اور مستقبل کی ضروریات کی بہم رسانی کے مابین ہوتا ہے۔

72

بچت یا ماحصل زائد کی مقدار جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر مستقبل کے ضروریات کے لیے زیادہ وقت اور زیادہ محنت صرف کی جاسکتی ہے۔ اگر صنعتیں ایسی ابتدائی اور ادنیٰ حالت میں ہوں کہ معمولی ضروریات حیات و مایحتاج زندگی کے سوا کوئی دوسری اشیا تیار نہیں کی جاتیں تو مستقبل کی ضرورتوں کی بہم رسانی کا انتظام صرف بہت ہی چھوٹے اور گھٹیا پیمانے پر کیا جاسکتا ہے۔ دوسری جانب قلت اصل محنت کی پیدا آوری اور اس طرح کثیر المقدار ماحصل زائد کی راہ میں مزاحم ہوتی ہے۔ اس طرح ایک عرصہ دراز تک بنی نوع انسان دہری مشکلات میں مبتلا رہے؛ ایک تو یہ کہ اصل کے بغیر محنت کی پیدا آوری بہت قلیل اور معمولی سی تھی، اور دوسرے یہ کہ محنت کی اس قلیل اور معمولی پیدا آوری کی وجہ سے زیادہ مقدار میں اصل فراہم کرنے کا بہت کم امکان تھا۔

اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ ماحصل زائد کی قلت ہی اصل کی تخلیق کے راستے کی ایک واحد رکاوٹ تھی۔ قوانین قدرت اور آلات بنانے کے امکانات سے لاعلمی

اور مستقبل کے بارے میں بے پروائی بھی رکاوٹ پیدا کرنے والے اہم اسباب تھے؛ لیکن زائد بچت اور ماحصل زائد کے بغیر پیدائش کے موثر آلات و سازوسامان کی توقع بالکل بے بنیاد تھی۔ دوسری اکثر صورتوں کے مثل اس صورت میں بھی ابتدائی منزل بہت کڑی تھی؛ ایک مرتبہ جب انسان کے قبضے میں اصل آگیا تو اس کی محنت کی پیدآوری بڑھ گئی اور اس کے نتیجے کے طور پر مزید اصل کی تخلیق آسان ہوگئی۔

ہاٹ اصل

۴۔ اس سے قبل کی فصل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اصل تخلیق یا پیدا کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصل جمع یا پس انداز کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں تعریفیں جائز و صحیح ہوسکتی ہیں؛ اگر ہم یہ تصور کریں کہ صرف ایک شخص یا متعدد اشخاص مختلف عملوں کے ذریعے سے انفرادی طور سے اصل کی تخلیق کا باعث ہوتے ہیں، تو ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ یہ شخص نہ صرف مستقبل کے لیے پس انداز کرتا ہے بلکہ اپنی پس اندازی کو آلات بنانے یا اشیائے خام کو نئی شکلیں دینے میں بھی استعمال کرتا ہے۔ لیکن ایسے معاشرے میں جس میں تقسیم عمل دقیق اور اہتمام طلب ہو، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ دونوں چیزیں ایک ہی شخص انجام دے: یعنی اصل کی خاص شکل کی حد تک ایک ہی شخص دونوں چیزوں کو ایک ساتھ انجام نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ ایک کل ساز پس انداز کرے؛ لیکن اس کے موجودہ پس اندختہ میں اور اس کے موجودہ کام میں جو وہ کلوں پر انجام دے رہا ہے کوئی باہمی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے پاس کی اشیائے خام یا کلیں اس سے بیشتر کے دیگر اشخاص کے پس اندوختہ کا نتیجہ ہیں۔ جب سب محاصل و مخارج زر کی صورت میں ہوتے ہیں تو جنس کی شکل میں اندوختہ فراہم نہیں کیا جاتا بلکہ مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے کے خیال سے زر کی شکل میں رقم پس انداز کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس جو اشخاص آلات اور پیدائش کا دوسرا سازوسامان تیار کرکے بازار میں بھیجتے ہیں وہ مستقبل کے لیے جان کر سامان کی سربراہی نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سازوسامان اور ان آلات کو دوسرے اشخاص 'شغل' کی غرض سے خرید کرتے ہیں۔ یہ تدریجی عمل جو متعدد و جداگانہ مراحل پیدائش کی شکل اختیار کرتا ہے اور صنعت کی جدید تنظیم میں ان ہی کے ذریعے سے مشترکہ نتیجہ پیدا کیا جاتا ہے، احتیاط کے ساتھ غور کیے جانے کا مستحق ہے۔

73

رقم پس انداز کرنے کی سیدھی سادی شکل اندوختہ ہوسکتی ہے۔ مثلاً ایک

باب ۳
اصل

بخیل آدمی زر یا سکے کا ذخیرہ جمع کرتا ہے تو خود اپنی یا دوسروں کی مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے پس انداز کرتا ہے۔ لیکن اس قسم کے اندوختوں سے پیدائش کے آلات یا ساز و سامان میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا۔ ان ملکوں میں جہاں املاک و مقبوضات کسی جابر حکمران یا آمر مطلق کے ظلم و تعدی کی وجہ سے غیر محفوظ ہوں، یا جہاں حکومت کی کمزوری کی وجہ سے بیرونی حملہ آوروں سے رعایا کی جان و مال محفوظ نہ رہ سکے، وہاں بعض اوقات بڑے پیمانے پر اسی طرح اندوختے فراہم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ برطانوی ہندوستان میں، انگریزوں کے قبضہ و تسلط سے پیشتر صدیوں تک عدم تحفظ کے یہ دونوں اسباب پائے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے اہل دولت و ثروت اپنے مال و متاع کا زیادہ تر فلزات اور جواہرات کی شکل میں اندوختہ کرتے تھے، اس لیے کہ ان کی قلیل سی مقدار میں قدر کی زیادہ مقدار سما سکتی ہے، اور ان کو آسانی کے ساتھ چھپایا اور اپنے ساتھ لیجایا جا سکتا ہے۔ یورپ کے حملہ آوروں کو ہندوستان میں سترھویں اور اٹھارویں صدی میں اس قسم کے مال و دولت کے ذخیرے اور خزینے کثیر مقداروں میں دستیاب ہوئے۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ یہاں قیمتی فلزات کی زرخیز کانیں تھیں بلکہ یہ کہ یہاں کے باشندے متمدن، تہذیب یافتہ اور خوش حال زندگی بسر کرتے اور ایک عرصہ دراز سے اندوختے جمع کرتے آرہے تھے۔ باوجود اس امر کے کہ برطانوی حکومت نے بہت کافی زمانے سے امن و امان اور تحفظ جان و مال کا معقول انتظام کر رکھا ہے، ہندوستان میں جمع و فراہم کردہ مال و دولت کے اندوختہ کرنے کی عادت موجودہ زمانے میں بھی بدستور جاری اور قائم ہے۔ فرانس میں انقلاب عظیم سے قبل بہت زمانے تک کاشتکار (یعنی ان میں سے وہ قلیل التعداد کاشتکار جن کے پاس پس اندوختوں کے طور پر کچھ ہوتا تھا) دودکش یا مکان کی بالائی منزل میں زر مسکوک فرداً فرداً چھپا کر رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کافی رقم جمع ہو جاتی تھی تو اس سے خطہ ہائے زمین خرید لیتے تھے۔ تاخت و تاراج کا خوف اور زر کو صرف کرنے کے دوسرے طریقوں سے لاعلمی ہی ان کی پس انداز کردہ رقوم کو اندوختوں کی شکل میں رکھنے کا باعث تھی۔ اس کی وجہ سے اضافۂ اصل کو فروغ نہ ہو سکا اور سکے، دفینوں اور اندوختوں سے زمین خریدنے کے لیے باہر نکالے جانے کی صورت میں بھی اصل کی مقدار میں کوئی اضافہ

74

باب ششم اصل

نہ ہوتا تھا۔ جاگیردار یا امراان کے ہاتھ زمین کا خطہ فروخت کرکے اس کی قیمت کو اپنے تعیشات میں صرف یا ضائع کیا کرتے تھے۔ اس طرح کاشتکار کی پس اندازی کا فوری یا متصل نتیجہ محض یہ ہوتا تھا کہ زمین ایک کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں منتقل ہو جاتی تھی۔ انقلاب کے بعد بلکہ انیسویں صدی کے کل دوران میں بھی فرانس میں اس قسم کا عمل جاری رہا۔ جنگ فرانس و جرمنی (سنہ ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء) اور اس کے بعد جنگ عظیم (سنہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں مختلف ذرائع سے کثیر المقدار قرضے حاصل گئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکاروں کی رقم اندوختہ کرنے کی اس عادت میں بہت بڑی حد تک رخنہ پڑ گیا۔

بایں ہمہ موجودہ زمانے میں پس اندازی کا بیشتر حصہ شغل اصل کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اگر اندوختہ کرنے کے عمل کا مقابلہ اس واقعہ سے کیا جائے کہ زر ایک سیونگ بنک میں ڈال دیا جاتا ہے تو دونوں کا فرق و تضاد ظاہر ہو جائے گا۔ موخر الذکر عمل کو ہم اس بات کی مثال کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کہ جدید قوم میں شغل اصل کے کیا طریقے ہیں۔ جو شخص سیونگ بنک میں اپنا نقد امانتاً رکھتا ہے وہ عام طور پر یہ سمجھ کر اطمینان سے گھر میں بیٹھ رہتا ہے کہ اس کی رقم محفوظ ہے اور اس کو اس کا سود وصول ہوگا۔ لیکن یہ محفوظ کردہ رقم بنک کی تجوریوں میں نہیں رکھی رہتی؛ بلکہ اس کا صرف ایک قلیل جزو بنک اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ عند الضرورت اس سے جمع کرنے والوں کے ممکنہ مطالبات پورے کئے جائیں؛ اور بقیہ بڑا حصہ کاروبار کرکے منافعہ حاصل کرنے والوں کو بطور قرض دیدیا جاتا ہے۔ لیکن منافعہ ایک مقررہ مدت کے بعد عمل پیدائش کے نتیجے کے طور پر حاصل ہوتا ہے؛ اور قرض گیرندہ اس رقم کو پیدائش کے لیے مطلوبہ اشیائے خام کی خریداری میں صرف کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قرض گیرندہ صناع ہو جو عمارت بنانا، کلیں اور اشیائے خام خریدنا اور مزدوروں سے اجرت پر کام لینا چاہتا ہو۔ یا کوئی تاجر ہو جو اپنے گاہکوں کی مانگ پوری کرنے کے خیال سے صناع سے مصنوعات خریدنا چاہتا ہو! بہرحال پیدائش کی تنظیم و نگرانی کرنے والا ہر شخص، خواہ وہ صناع ہو یا تاجر، اپنے مادی ذرائع کے بیشتر حصے کو اشیائے خام یا آلات اور کلوں، یا ذخائر کو اپنے بیشتر و پیدا کرنے والوں (یا اس کی منزل پیدائش سے قبل کی منزل والوں) سے خریدنے میں صرف کرتا ہے اور اس طرح ان اشیا کے تیار

باب اصل

کرنے والوں یا فروشندوں کو ان کی محنت یا لاگت کا صلہ یا نعم البدل دیتا ہے۔ اس طرح
اہل کاروبار کے لیے فراہم کردہ رقم بحیثیت مجموعی پیدائش کے مادی ساز و سامان میں اضافہ
کرنے والا ایک اہم ذریعہ ہے۔

75

۵۔ رقم کی پس اندازی و شغل اصل کے اس اہتمام طلب نظام
کا اساسی واقعہ یہ ہے کہ مزدوروں کو 'پیشگیاں' دی جاتی ہیں۔ اشخاص کی ایک
جماعت رقم پس انداز کرتی اور الگ رکھ دیتی ہے' اور دوسری جماعت متعدد وسائل
سے ان رقوم پر دسترس پاتی' اور مزدوروں کو کام پر لگانے میں ان کو استعمال کرتی
ہے۔ لیکن یہاں یہ بات مکرر ثابت ہوتی ہے کہ پیدائش کے یکے بعد دیگرے آنے والے
عملوں کو انجام دینے والے اشخاص کے درمیان تقسیم عمل ان کے کاموں کی اساسی نوعیت
کو پوشیدہ رکھتی ہے۔ صناع اپنے ذرائع کا صرف ایک جزو مزدوروں سے براہ راست
کام لے کر ان کی اجرت ادا کرنے میں صرف کرتا ہے' بقیہ حصے کو وہ کلوں' اشیائے خام'
اور پیدائش کے دوسرے مصارف میں لگاتا ہے؛ لیکن اس کی خرید کردہ اشیا کو
بھی مزدوروں نے تیار کیا ہوگا اور ان مزدورون کی اجرت بھی کسی سابق اصل دار کو
ادا کرنی پڑی ہوگی۔ تھوک فروش یا خردہ فروش تاجر کو نسبتہً بہت ہی قلیل التعداد
مزدور اجرت پر رکھنے پڑتے ہیں: یعنی صرف چند محرر اور دو ایک حمال یا قلی؛ لیکن
جب وہ کوئی سامان یا مال کا ذخیرہ خریدتا ہے تو وہ گویا ان خریداریوں سے اپنے
سلسلہ در سلسلہ پیشرو آجروں کی ادا کردہ 'پیشگیوں' کے نقصان کی تلافی کرتا ہے اور
اس طرح بطور خود پیدائش کے عملوں کے طویل سلسلے کی آخری کڑی جوڑتا ہے۔ اصل داروں
اور آجروں کے عمل پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنے اور ان کے اور ان کے مزدوروں کے مابین تقسیم عمل
کے نتیجے کی تحلیل کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل اصل' محنت ہی کی پیداوار ہے
اور اصل داروں کے طبقے کا کل کاروبار مزدوروں کو یکے بعد دیگرے 'پیشگیاں' ادا
کرنے کا مرادف ہے۔

یہ پیشگیاں (جن کی تعریف ابھی مزدوروں کو ادا کردہ زر یا 'اجرت' کی گئی)
انجام کار مزدوروں کے استعمال کی اشیا کی بہم رسانی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ رہا زر' تو وہ محض
ایک آلہ یا ذریعہ ہے جس کی مدد سے مزدور اپنی ضرورت کی قابل خرید اشیا حاصل کرنے پر

باشِ
اصل

قادر ہوتا ہے۔ یہ اشیا یعنی اشیائے خورونوش، لباس، مکان وغیرہ، آخری ترکیب میں مزدوروں کے طبقے کو آجروں کی جماعت بہم پہنچاتی ہے۔ بعض پیشگیاں زمانۂ ماضی میں ادا کی گئیں، چنانچہ ان کی نمایندگی بہ زمانہ موجودہ اس پلانٹ اور سازوسامان سے ہوتی ہے جو اب بھی زیر استعمال ہے؛ اور جس کا نعم البدل یا معادل کامل، مکمل اشیا کی شکل میں ابھی تک ازسرنو تیار نہیں ہوا ہے۔ کچھ پیشگیاں، رائجہ کاموں کے لیے روزمرہ دی جاتی ہیں، اس طرح موجودالوقت مجموعی اصل کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے کہ وہ پس اندازیوں کا عظیم المقدار ذخیرہ ہے، جس کو مزدوروں کے زمانہ ماضی کے معارف زندگی ادا کرنے کے لیے استعمال کیا گیا، اب بھی استعمال کیا جارہا ہے، اور مستقبل کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا۔ اس اثنا میں پیدائش کے ابتدائی مراحل میں مزدوروں میں کام تقسیم کرنے اور ان کو کام پر متعین کرنے کا عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔ علیٰ ہذا اشیائے خام کو مکمل، بنانے اور آخری 'قابل صرف' شکل میں ترتیب دینے کا کام بھی ہر وقت جاری رہتا ہے۔

76

جدید العصر معاشروں میں اصل کی پیدائش و آفرینش کے لئے دو عمل ضروری ہیں: یعنی رقم پس انداز کرنا، اور محنت کرنا، لیکن ان کی وسیع تفریق و علٰحدگی زیادہ تر عدم مساوات کا نتیجہ ہے۔ خوش حال طبقے کے افراد کی ضرورتیں پوری ہو جانے کے بعد خاصا ماحصل زائد بچ رہتا ہے اور وہ بہ سہولت تمام پس انداز کر لیتے ہیں۔ چنانچہ پیدائش کے سازوسامان کے بیشتر حصے کے وہی مالک ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے زمانے کے جدید معاشروں میں بیشتر افراد خوش حال نہیں ہوتے اور ان کا ماحصل زائد بہت قلیل ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا۔ ان کی پس اندازیاں قلیل المقدار ہوتی ہیں اور زیادہ تر پیدائش کے وقت طلب عملوں کو انجام دینے، اصل کی تخلیق کرنے اور اس کو برقرار رکھنے کے لیے ان کو اجرت دے کر کام لیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مزدوری پیشہ طبقہ تھوڑی بہت رقم پس انداز کرتا ہے، اور سیونگ بنکوں اور اسی قسم کے دوسرے اداروں کی وساطت سے ان کی پس انداز کردہ رقوم کی مقدار تیزی کے ساتھ بڑھ گئی ہے تاہم گو فی نفسہٖ ان کی مقدار زیادہ ہے، مجموعی فراہم شدہ اصل کے مقابلے میں یہ مقدار بہت حقیر ہے۔ موجودہ قوموں کے ملوکہ اصل کا بیشتر حصہ قلیل التعداد مالدار و خوش نصیب

باب اول

طبقے کی پس انداز کردہ رقوم کی پیداوار ہے۔

رقم پس انداز کرنے والے شخص اور ”پیشگیاں“ پانے والے مزدور کے مابین تصال قائم کرنے والا عام طور سے اوسیاط کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے۔ آجر خود، اگرچہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ اپنے ذاتی ذرائع استعمال کرتا ہے، بالعموم دوسروں سے قرضہ حاصل کرتا ہے؛ تاہم وہ رقم جمع کرنے والوں سے براہ راست قرضہ نہیں لیتا۔ بلکہ ان کے متعدد گماشتوں اور نمائندوں سے لیتا ہے: مثلاً سیونگ بنک عام افراد کی پس انداز کردہ رقوم اپنے پاس جمع کرتا ہے، لیکن وہ اس رقم میں سے آجروں کو، دلالوں اور دوسرے درمیانی اشخاص کے توسط سے قرضہ دیتا ہے۔ وہ دلالوں اور بنک کا کاروبار کرنے والی جماعتوں سے تمسکات (یعنی اسٹاک اور بونڈ) خرید کرتا ہے۔ ان تمسکات و دستاویزات کو بنک کا کاروبار کرنے والی جماعتیں (بنکنگ فرمز) کاروباری اشخاص سے طویل گفت و شنید کے بعد جاری کرتی ہیں؛ چنانچہ کل معاملات کے سلسلے کا رخ انجام کار ان ہی اشخاص کے کاروبار کی جانب پھیر دیا جاتا ہے۔ بنک کاریا ساہوار اوسیاط کی عمدہ مثال ہیں، ان کا اساسی کام آمدنیوں سے پس انداز کردہ رقم کے مجموعے کا رخ کسی نہ کسی سمت میں پھیر دینا اور اس کو آجروں کی کسی نہ کسی جماعت کے قبضے یا قابو میں دیدنا ہے، تاکہ وہ مزدوروں کو کام پر لگا سکیں۔ جان کی بیمہ کمپنیاں مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے خیال سے رقم الگ رکھنے والے اکثر افراد سے قسطیں وصول اور تقسیم کرتی ہیں اور موجودہ زمانے میں رقم پس انداز کرنے کے بڑے آلوں میں سے ایک آلہ ہیں۔ سیونگ بنکوں کے مثل یہ کمپنیاں بھی صرف براہ راست آجروں کو قرضہ دینے کی شکل میں شغل اصل نہیں کرتیں بلکہ پیدائش کے ابتدائی خطرات اور جوکھم برداشت کرنے والے اور شغل اصل کرنے والوں کو ان کی امانت اور سود ادا کرنے کی ذمہ داری لینے والے ساہوکاروں اور اوسیاط کے ذریعے سے بھی قرضے دیتی ہیں۔ گزشتہ نصف صدی میں ایسے اشخاص کی جانب سے پس انداز کردہ رقوم اور مشاغل اصل کی مقدار بہت بڑھ گئی ہے، جو نہ تو عمل پیدائش میں براہ راست عملی حصہ اور اس کی تنظیم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور نہ اس کی صلاحیت؛ چنانچہ ان کے اور منتظمین پیدائش کے مابین کام کرنے والوں کی جماعت کو بہت فروغ ہوگیا ہے۔ ان اوساط کے نفع حاصل کرنے کے امکانات میں بہت اضافہ ہوگیا ہے

۷۷

باب اصل

اور اسی کے ساتھ اعتماد سے ناواجب فائدہ حاصل کرنے کے امکانات بھی بہت بڑھ گئے ہیں۔ لیکن پس انداز کردہ رقوم کو جمع اور مصروف کرنے کے بارے میں ان اوساط کی خوش سلیقگی اور انتظامی عمدگی ہی موجودہ زمانے کی قوموں کے مجموعی اصل کی عظیم المقدار ترقی کی اساسی بنیاد ہے۔

۶۔ صرف اصل کی تخلیق ہی میں محنت اور رقم پس انداز نہیں کرنی پڑتی بلکہ اصل کا انتظام و قیام بھی محنت و پس اندازی پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر مادی دولت مرور زمانہ کے ساتھ فرسودہ ہوجاتی ہے۔ بعض قسم کے اصل حقیقت میں بہت دیر پا ہوتے ہیں: مثلاً آب پاشی کے بند اور سنگ بستہ گودیاں۔ بعض شکلیں خاصی مدت تک قائم رہتی ہیں: مثلاً عمارتیں اور کلیں۔ بعض شکلیں صرف میں آکر بہت جلد غائب ہوجاتی ہیں: مثلاً کوئلا جو انجن میں جلایا جاتا ہے۔ بہرحال مرور زمانہ کے ساتھ ان سب کی پابجائی ضروری ہوتی ہے۔ فرق صرف اسقدر ہوتا ہے کہ جو دیرپا ہوتی ہیں ان کی پابجائی دیر سے، اور جو چیزیں جلدی خرچ ہوجاتی ہیں ان کی پابجائی جلد کرنی پڑتی ہے۔ پیدائش کا موجودہ ساز و سامان برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی تجدید و پابجائی کے لیے تسلسل و باقاعدگی کیساتھ کچھ مقررہ محنت صرف کی جائے۔ اس محنت کی اجرت ادا کرنا ضروری ہے، اور اجرت ادا کرنے کے معنی اصل زائد اور پس انداز کردہ رقوم کے ایک جزو کا متواتر مطالبہ ہیں۔

اس طریق عمل کی واقعی مثال ہر صنعتی کارخانے کی حسابی بیاضوں میں مندرجہ 'مطالبات فرسودگی' سے دیکھا سکتی ہے۔ صناع جانتا ہے کہ اس کی کلیں استعمال ہوتے رہنے سے فرسودہ ہوجاتی ہیں اور یہ کہ اس کو اپنا اصل ثابت و سالم برقرار رکھنا ہو تو اسکی پابجائی کی غرض سے ہر سال ایک بستہ رقم الگ رکھ چھوڑنا ضروری ہے۔ صرف یہی نہیں ہوتا کہ مرور زمانہ کے ساتھ اس کی کلیں فرسودہ ہوجاتی ہیں بلکہ ہمارے زمانے کی طرح سریع ترقی اور ایجادات کے زمانے میں بہت جلد دقیانوسی بھی ہوجاتی ہیں: چنانچہ صناع کے لیے یہ ضروری ہے کہ پرانی کلیں ناکارہ ہونے سے قبل ان کو بدل دینے کے امکان کے لئے تیار رہے۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ ایک کل کی عمر دس سال ہے تو صناع کے لیے ہر سال اس کی قیمت کے $\frac{1}{10}$ حصہ کے مساوی رقم الگ رکھ دینا ضروری ہے؛ یا زیادہ صحیح طریقہ پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کو اتنی رقم ہر سال الگ رکھ دینی چاہئے کہ بحالت تعمل

باب ۶ اصل 78

سود در سود ملا کر دس سال کے بعد اس کل کی قیمت کے مساوی رقم ہو جائے۔ اگر وہ مستقل منافع حاصل کرنا چاہتا ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ ان رقوم کو اپنے مصارف کا جزو قرار دے تاہم یہ رقوم بچت یا فاضلات ہونے کی حیثیت سے مصارف کے کام میں لائی جا سکتی ہیں؛ لیکن روزمرہ کے مصارف میں ان کو استعمال کرنے کی توقع نہیں کی جاتی۔ فرسودہ کلوں کی پابجائی کرنے کی غرض سے نئی کلوں اور نئے سازوسامان کے خریدنے کے لیے انھیں غالباً استعمال کیا جاتا ہے؛ لیکن لازمی طور سے ان کو اس طرح استعمال نہیں کیا جاتا۔

عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ اصل جس حالت میں ہے اسی حالت میں قائم و برقرار رکھا جاتا ہے، اس لحاظ سے نہیں کہ وہی کلیں یا وہی اشیا غیر معین مدت تک قائم رکھی جائیں، بلکہ اس لحاظ سے کہ جوں جوں وہ فرسودہ ہوتی جائیں ان کی قائم مقامی کے لیے دوسرا سازوسامان اور دوسری کلیں مہیا کرلی جائیں۔ فرسودگی کی پابجائی کے لیے الگ رکھی ہوئی رقمیں یا تو دوبارہ اسی کاروبار میں اور انھی آلات میں بطور اصل مصروف کی جاتی ہیں یا کسی دوسرے کاروبار میں لگا دی جاتی ہیں۔ خوش حال طبقوں میں رقم پس انداز کرنے کی عادت بہت گہری اور پائدار ہوتی ہے۔ وہ اسراف و فضول خرچی شاذ ہی کرتے ہیں۔ اور جو تھوڑی بہت فضول خرچی ہوتی ہے اس کو نئے نئے رقم پس انداز کرنے والے اور اصل کو مصروف کرنے والے متوازن کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ نئے اصل کی پیدائش[1]

---

[1] عملاً غالباً ایسا بہت شاذ ہوتا ہے کہ یہ رقم فی الواقع الگ رکھ دی جاتی ہو اور فرسودگی کے سلسلے میں علٰحدہ فنڈ کے طور پر اس کو متعدد سالوں تک مصروف رکھا جاتا ہو۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ فرسودگی کی مد ہر سال کتابوں میں آمدنی کے مقابلے میں مصارف کی مد میں درج کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف کل کے کسی نہ کسی پرزے کی ہر سال پابجائی یا مرمت کر دی جاتی ہے؛ اس لیے کہ پوری کل ایک دم ناکارہ نہیں ہو جاتی، اور اس طرح جو مصارف عائد ہوتے ہیں، ان کا اندراج فرسودگی کی مد میں منہائی کا عمل کرکے کیا جاتا ہے۔ کسی ایک سال میں جتنی رقم اس مد میں خرچ ہوتی ہے وہ اس رقم سے زیادہ یا کم ہوتی ہے جو فرسودگی کے لیے الگ رکھی جاتی ہے۔ اگر اس سے کم رقم خرچ ہو اور فرسودگی کا فنڈ بڑھ جائے تو اس کو کسی منفعت بخش کاروبار میں بالعموم لگا دیا جاتا ہے: مثلاً زائد کلیں خریدنے یا مزید ترقیات عمل میں لانے میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا موجودہ پلانٹ کے لیے اس کو مصروف کرنے کی بجائے موجودہ پلانٹ میں مصروف کیا جاتا ہے۔

باب ۵ اصل

یعنی کلوں، اشیائے خام، اور ہر قسم کے آلات کی تیاری ہر وقت جاری رہتی ہے۔ بمقررہ تقسیم عمل کے لحاظ سے کل سازی کا پیشہ کرنے والے اشخاص بجا طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کی تیار کی ہوئی کلیں فرسودہ کلوں کی بجائی کی غرض سے خریدی جائیں گی۔ چنانچہ صناع نئی کلیں تیار اور مکمل حالت میں پاتا ہے۔ تقسیم عمل کے تحت پیش آیند ضرورتوں کے لحاظ سے انتظام ہمیشہ پیشگی کیا جاتا ہے، اور منجملہ ان ضرورتوں کے اصل کی بجائی کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوتی رہتی ہے۔

اصل قائم کی مرمت و درستی اور اس کی کامل بجائی، جب وہ فرسودہ ہوجائے، یہ چاہتی ہے کہ رقم مسلسل و متواتر پس انداز کی جائے۔ بعض قسم کے ساز و سامان کو بخوبی چالو رکھنے کے لیے روزانہ صاف اور درست کرلینا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی مثال ریل کا راستہ ہے، چنانچہ اس پر تقریباً ہر گھنٹہ توجہ صرف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور اگر چند ہفتے توجہ نہ دی جائے تو وہ بالکل ناقابل استعمال بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ریل کے انجن کو ہمیشہ بہت بھاری بوجھ کھینچنا پڑتا ہے: چنانچہ اس کو وقتاً فوقتاً کل درست کرنے کے کارخانے میں بھیجنا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ آخر ش ایک نسل تک باری باری استعمال ہوتے ہوتے اور مرمت پاتے پاتے وہ بالکل از کار رفتہ ہوجاتا ہے اور اس کی بجائے نیا انجن خریدنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس قسم کے عملوں کے ذریعے سے اصل کو مسلسل قائم و برقرار رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اصل کو برقرار رکھنے والے اشخاص، مزدوروں سے اجرت پر (تقریباً ہمیشہ اوساط کے یکے بعد دیگرے آنے والے سلسلے کے ذریعے سے) دائماً مسلسل کام لیتے رہیں۔



80

باب ششم

صنعت کی اجتماعی تنظیم

(۱) شراکت کاروباری اور سرمایۂ مشترک کی بڑی انجمنیں، محدود ذمہ داری، بڑی تجارتی انجمنیں قانونی و معاشی نقطۂ نظر سے۔ (۲) اجتماعی تنظیم کے فوائد اور سہولتیں: وہ بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے کی سہولت پیدا کرتی؛ نئے اور حوصلہ مند کاروبار میں شغل اصل کو فروغ دیتی؛ قوم کی پس اندازی اور شغل اصل کے حق میں پل کا کام کرتی ہے۔ (۳) انتقال اصل کی سہولت، خطرات کو تقسیم کر دیتی، مشاغل اصل کو ترقی دیتی اور لائق اشخاص کے ہاتھوں میں صنعت کی نگرانی دیتی ہے۔ لیکن یہ سہولت بڑی بڑی خرابیاں بھی پیدا کرتی ہے: یعنی فریب دہی، صرافے کی قماربازی، اور غیر محتاط و بے اصول اشخاص کے ہاتھوں میں نگرانی کی منتقلی۔ (۴) مالی کاروبار کرنے والے اوساط کی روز افزوں اہمیت، معتبر ساہوکاروں اور منتظموں کی قوت۔ (۵) کثیر المقدار سرمایۂ مشترک کی اعلیٰ حفاظت، آرام طلب طبقے کو اور زیادہ ستمر بناتی ہے۔

۱۔ کاروبار بر پیمانہ کبیر کی ترقی، پیدا کرنے والوں اور اصل داروں کے متحدہ عمل کی عظیم الشان ترقی کا موجب ہوئی ہے۔ یہاں پیدا کرنے والوں سے مطلب وہ اشخاص ہیں جو پیدائش کے عمل کی رہنمائی کرتے ہیں؛ اور اصل داروں سے مطلب وہ اشخاص جو پیدائش کے ساز و سامان کے مالک ہیں جسمانی محنت کرنے والے مزدور بھی

باب ۶ صنعت کی اجتماعی تنظیم

عمل پیدائش کو انجام دینے کی غرض سے اتحاد قائم کرتے ہیں، مگر یہ اتحاد جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ بظاہر ممکن ہے کہ یہ اتحاد صنعتی تنظیم کی ایک اہم اور غالب شکل معلوم ہو مگر حقیقتہً ایسا نہیں ہے[1] موجودہ زمانے میں صنعتی تنظیم کی سب سے اہم شکل اصل داروں، منتظمین صنعت اور اجیروں کا کاروباری اتحاد ہے۔

اس قسم کے اشخاص کے اتحاد کی سب سے سادہ شکل دو یا تین اشخاص کی ایک کاروبار میں عملی مشارکت ہے۔ قانونی نقطۂ نظر سے مشارکت کا طغرائے امتیاز ابتداءً تمام قرضوں کے لیے شرکا کی مشترکہ اور انفرادی ذمہ داری تھا، اور یہ شکل اب بھی اکثر صورتوں میں باقی ہے۔ چنانچہ کاروباری انجمن کے شرکاء میں سے ہر شخص انفرادی طور سے اور غیر محدود حد تک اس انجمن کے سب قرضوں کے لیے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اگر لین دار کے مطالبات معاہدہ کے مقررہ شرائط کے مطابق پورے نہ کیے جائیں، تو وہ شرکا میں سے کسی ایک شخص پر اس کی ذمہ داری عائد کر سکتا اور اسی سے اپنے کل مطالبات کی بازیابی کرا سکتا ہے۔ اس صورت میں سب شرکا مجموعی مطالبات کو آپس میں کسی طریقہ سے تقسیم کر لیتے ہیں، لیکن وہ ایک ایسا معاملہ ہے جس سے لین دار کو نہ تو کوئی سروکار ہوتا اور نہ اس میں اس کو پڑنے کی ضرورت ہے۔ 81

بڑی تجارتی انجمن یا ”کارپوریشن“ کا طغرائے امتیاز ”محدود ذمہ داری“ ہے۔ انجمن کے متعدد شرکا اس کاروبار کو چلانے کے لیے مطلوبہ و مقررہ رقم کی سربراہی حصص یا تمسک کی خریداری کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ اس طرح قرضوں کی بابتہ ہر شریک کی ذمہ داری اس کی اعانت رقمی یا خریداری کی مناسبت سے عائد اور محدود ہوتی ہے۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ ٹھیک اس کے حصے کی رقم تک اس کی ذمہ داری محدود ہوتی ہے؛ جب وہ ایک مرتبہ اپنے حصص کی رقم کاملاً ادا کر دیں تو ان سے پھر کسی زائد رقم کے ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ بعض اوقات اس سے مختلف قسم کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے: مثلاً امریکا کے قومی بنکوں کی انجمنوں میں دہری ذمہ داری ہوتی ہے۔ حصہ دار سے نہ صرف اس کے اصلی حصص کی رقم کی حد تک شرکت کرنے کا مطالبہ

[1] چنانچہ اس کے لیے دیکھو باب ۱۲ جس میں مزدوروں کے اتحاد پر بحث کی گئی ہے۔

باب ۲ صنعت کی اجتماعی تنظیم

کیا جا سکتا ہے بلکہ (ادائی قرضہ جات کی ضرورت پیش آنے کی صورت میں) اس پر اپنے حصص کے بقدر کسی مزید رقم سے اعانت کرنے کی ذمہ داری بھی عائد کی جا سکتی ہے! — تقریباً ہر صورت میں کسی نہ کسی قسم کی حد بندی ضرور رہتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں (تقریباً بلا کسی استثنا کے) عملی شریک کار یا مشارکت کرنے والے کی طرح بڑی تجارتی انجمن کے حصہ دار کو اس کے ذرائع کی پوری حد تک ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا۔

مشارکت کاروباری اور بڑی کاروباری انجمن یا انجمن سرمایۂ مشترک کے درمیان قانونی فرق و امتیاز اس فرق و امتیاز کے متوازی نہیں ہے جو معاشی تحقیق کے اغراض کیلئے اہمیت رکھتا ہے۔ عالم معاشیات اس امر پر اپنے اہم فرق و امتیاز کو مبنی قرار دیتا ہے کہ ایک جماعت میں بہت ہی قلیل التعداد اشخاص کاروباری اتحاد قائم کرتے، ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہوتے اور کاروبار میں عملی حصہ لیتے ہیں؛ اور دوسری جماعت میں کثیر التعداد اشخاص کاروباری اتحاد میں شریک مگر ایک دوسرے سے بالکل نابلد ہوتے ہیں؛ اور رقم فراہم کرنے کے باوجود کاروباری تنظیم میں کوئی حصہ نہیں لیتے۔ کاروبار کی وسعت یا اس کا پیمانہ، اگرچہ لازمی طور سے اہم عنصر نہیں ہے، تاہم معاشی تنظیم کی ان دونوں قسموں میں ادھورا فرق و امتیاز قائم کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر کاروباری انجمنیں چھوٹی اور بعض کاروباری شراکتیں بہت بڑی ہوتی ہیں؛ لیکن عام طور سے کاروبار کو بڑے پیمانے پر اور کثیر التعداد حصہ داروں کے ساتھ چلانے کا کام بڑی کاروباری انجمنوں ہی سے مخصوص ہے، اور اس کے برخلاف شراکتیں عام طور سے زیادہ معتدل بلکہ معمولی پیمانے پر کاروبار انجام دیتی ہیں۔

ابتدائی زمانے میں شراکت کاروباری (Partnership) اور سرمایۂ مشترک کی بڑی کاروباری انجمن (Corporation) کے مابین قانون نے جو باریک امتیاز قائم کیا تھا اس میں گزشتہ نصف صدی کے دوران میں انگریزی بولنے اور سمجھنے والے ملکوں میں وضع آئین و قوانین کے ذریعے سے بہت بڑی حد تک ترمیم کر دی گئی ہے۔ قدیم قانون عامہ کے سخت گیر قواعد نے شراکت کاروباری کی تنظیم کو ناقابل عمل اور تکلیف دہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ کسی شریک کار کے مرنے پر شراکت کو اپنا کاروبار بند کرنا پڑتا تھا، اور دوسرے متعدد طریقوں سے بھی اس کے کاروبار کا سلسلہ جاری رہنے میں رکاوٹیں

باب ۵
صنعت کی
اجتماعی تنظیم

پیدا ہوتی تھیں۔ مگر قوانین موضوعہ نے شراکتوں کو مشترک سرمایہ کی بڑی انجمنوں کی بعض خصوصیات اختیار کرنے کی اجازت عطا کر دی ہے: یعنی کاروبار کا سلسلہ جاری رکھنا' ارکان کا عملی حصہ نہ لینا' اور ارکان کی ذمہ داری کی تحدید وغیرہ۔ اور دوسری طرف بڑی انجمنوں کو اس کی اجازت مل گئی ہے کہ سب قسم کے صنعتی شعبوں میں' جن کے دروازے ابتداءً ان کے لیے بند تھے' حصہ لے سکیں۔ ابتداءً سرمایۂ مشترک کی صنعتی انجمنوں کو صرف ان صورتوں میں کاروبار کرنے کا پروانہ عطا کیا جاتا تھا جن میں فرض کیا جاتا تھا کہ عوام الناس کا کوئی خاص مفاد پیش نظر ہے: چنانچہ سترھویں اور اٹھارویں صدی میں اس قسم کی بڑی کمپنیاں تجارت خارجہ میں حصہ لیتی تھیں' بنک کا کاروبار انجام دیتی تھیں؛ اور اس کے بعد کے زمانے میں نہریں کھودنے' ریل چلانے' سڑکیں اور پل تعمیر کرنے کا کام' اور دیگر کاروبار بھی کرنے لگیں۔ لیکن شراکت کاروباری کی دقتوں کے مقابلے میں مذکورہ بالا قسم کے متحدہ عمل کی سہولتیں' مشترک سرمایہ کی بڑی انجمنوں کی ترقی کا میدان بتدریج وسیع کرنے کا موجب ہوئیں۔ یہاں تک کہ موجودہ زمانے میں ہر قسم کا صنعتی کاروبار ان انجمنوں کے طریق پر انجام دیا جا سکتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ اکثر کاروباری انجمنیں پیمانۂ صغیر پر کاروبار کرتی ہیں' ان کی تملیک اور ان کا انتظام قلیل التعداد افراد کے ہاتھ میں ہوتا ہے' اور ان کے باہمی تعلقات بیشتر ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ شراکتوں کے عملی شرکاء کے مابین ہوتے ہیں۔ اس قسم کی کاروباری انجمن اور قدیم الوضع شراکت کے مابین انتخاب کا تعین عمل کی بجائے بالعموم قانون کی خصوصیات' اس کے حصول کے طریقوں' اور اس کے قانونی طریق عمل کی بنا پر ہوتا ہے؛ ذمہ داری کی تحدید کا اساسی امتیاز اب بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ صحیح ہے کہ ایک شراکت جس کی ذمہ داری غیر محدود ہو اچھی طرح قرضہ حاصل کر سکتی ہے اور اس کی ساکھ عمدہ ہو سکتی ہے' اس لیے کہ جو اشخاص اس کو قرضہ دیتے ہیں ان کو قرض داروں کی غیر محدود ذمہ داری کی وجہ سے قرض واپس لینے میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔ لیکن موجودہ زمانے میں قرضہ اور اعتبار کا انحصار زیادہ تر قرض گیروں کی شخصیت اور کاروباری شہرت و نیک نامی پر ہوتا ہے' یا اگر ان کی کاروباری نیک نامی کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو قرضہ کا دارومدار براہ راست املاک کے رہن و ضمانت پر ہوتا ہے۔

باب ۹ صنعت کی اجتماعی تنظیم

بڑی کاروباری انجمن یا اجتماعی تنظیم کی دوسری سہولتیں اعتبار کی خرابی یا نقص کو زائل کرتی ہیں؛ اسی وجہ سے موجودہ زمانے میں محض سیدھے سادے 'اسمتھ اینڈ جونس' کی بجائے ترجیحاً 'اسمتھ اینڈ جونس ان کارپوریٹیڈ' یا 'اسمتھ اینڈ جونس لمیٹڈ' یا دی اسمتھ اینڈ جونس کمپنی' نام رکھے جاتے ہیں۔ لیکن تنظیم کی قانونی شکل کی یہ تبدیلی معاشی حیثیت سے کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہے۔

یہاں اس کا اعادہ کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ جس چیز کو ہم حقیقی 'کارپوریشن' یا 'بڑی کاروباری انجمن' کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں اس کی معاشی اہمیت بہت مختلف ہے: چنانچہ اس میں حصہ داروں کی کثیر تعداد ہوتی ہے، ان ہی میں سے ڈائرکٹروں کا انتخاب عمل میں آتا ہے، اور یہ منتخب شدہ ڈائرکٹر یا ناظماء منتظمین کا تقرر کرتے ہیں؛ بالفاظ دیگر ملکیت و تنظیم میں نمایاں تفریق ہو جاتی ہے اور مالکوں اور منتظموں کی جدا

83

الگ جماعتیں بن جاتی ہیں۔ چنانچہ جب پیدائش کا کام بڑے پیمانے پر انجام دیا جاتا ہے تو زیادہ تر اسی قسم کی صنعتی تنظیم پائی جاتی ہے۔

خود ہمارے زمانے میں اور ریاستہائے متحدہ امریکا میں 'کارپوریشن' کے لفظ کے ساتھ اکثر اشخاص اس سے بھی بہت زیادہ مختلف خصوصیت منسوب کرتے ہیں؛ یعنی صرف تملیک کی تقسیم، ملکیت و انتظام کی تفریق اور کاروباری پیمانے کی وسعت ہی نہیں بلکہ مخصوص جمہوری اہمیت۔ چنانچہ وہ کارپوریشن کو اجارے کے اقتدار کا مالک تصور کرتے ہیں، اور اسی بنا پر اس کے قواعد کا عوام الناس کی جانب سے مقرر کیا جانا خاص طور سے ضروری خیال کرتے ہیں۔ کارپوریشن کو 'عوام الناس کی خدمت کی کارپوریشن' کے مرادف سمجھا جاتا ہے کہ گویا یہی سٹیٹ کارپوریشن ہے۔ اس سوال پر کہ آیا نام نہاد 'جمہوری' کارپوریشن اور دیگر قسم کی کارپوریشن کے مابین کوئی نمایاں فرق موجود ہے کہ نہیں، اور آیا وسیع پیمانے کے کاروبار ہی کی بنا پر اجارہ اور جمہوری ذمہ داری پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ —— کسی دوسرے مقام پر بحث کی جائے گی۔[1] سردست ہم کارپوریشن کی ترقی کے ان پہلوؤں سے بحث کریں گے جن کا تعلق موجودہ

[1] دیکھو باب ۲۴۔

باب ۹
صنعت کی اجتماعی تنظیم

زمانے میں پیدائش بر پیمانۂ کبیر کی ترقی سے اور رقم بیں انداز کرنے والی اور اصل کو مصروف کرنے والی ایجنسیوں سے ہے۔ نہ صرف خدمت عامہ یا مفاد عام کی مشترکہ انجمن بلکہ دوسری بڑی کاروباری انجمنیں بھی جن سے عام طور سے عوام الناس کی کوئی خاص خدمت متعلق خیال نہیں کی جاتی، ان پہلوؤں کو پیش کرتی ہیں: چنانچہ متعاقب فصلوں میں ہم کارپوریشن (بڑی کاروباری انجمن یا انجمن سرمایۂ مشترک) کی بحث مذکورہ بالا مفہوم ہی کے لحاظ سے کریں گے: یعنی یہ کہ وہ بپیمانۂ کبیر وسیع پر کاروبار کرتی ہیں، ان کے حصے داروں کی تعداد کثیر ہوتی ہے، اور ان میں مالکوں یا اصل داروں اور منتظمین کی جماعتیں نمایاں طور پر ایک دوسرے سے علحدہ ہوتی ہیں۔

۲۔ صنعت کی نشو و نما اور ترقی میں انجمن سرمایۂ مشترک کے طریق نے عظیم الشان سہولتیں پیدا کیں۔ چنانچہ سب سے اوّل پیدائش بر پیمانۂ کبیر میں بہت سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں، عصر جدید کے حوصلہ مندی کے اکثر کاروبار اس قدر کثیر المقدار اصل چاہتے ہیں کہ کوئی ایک شخص اس کی بہم رسانی تنہا نہیں کرسکتا۔ معاشیات کی بعض قدیم کتابوں میں یہ کہا گیا تھا کہ اس قسم کے کاروبار کو صرف سلطنت یا مملکت انجام دے سکتی ہے: چنانچہ کسی کاروبار کا پیمانہ ہی محض اس امر کے اندازہ کرنے کا معیار تھا کہ اس کاروبار کو عوام الناس انجام دیں یا سلطنت! مگر موجودہ زمانے میں سلطنت کے انتظام کے تحت کاروبار انجام پانے کے متعلق اس قسم کا معیار قائم کرنا کوئی معنی اور قوت نہیں رکھتا۔ گو کوئی فرد واحد یا افراد کی قلیل جماعت کسی بڑے کاروبار کے لیے مطلوبہ رقم کی بہم رسانی نہیں کرسکتی؛ لیکن اگر متعدد اشخاص کارپوریشن کے اصول پر متحد ہوکر کام کریں تو بڑے سے بڑے کاروبار کے لیے بھی، خواہ اس کی وسعت کتنی ہی زیادہ ہو، ذرائع فراہم کرسکتے ہیں۔

84

متحدہ یا اجتماعی تنظیم کے تحت بڑے پیمانے پر کاروبار کو ترقی دینے میں سب سے بڑا عامل ذمہ داری کی تحدید رہا ہے۔ ہر حوصلہ مندانہ کاروبار میں کچھ نہ کچھ خطرہ یا جوکھم ضرور ہوتا ہے، خاص کر اس کے ابتدائی مرحلوں میں۔

جب کاروبار کا پیمانہ وسیع ہوگا تو اس میں لگی ہوئی رقم کا خطرہ یا جوکھم اور نتیجۃً اس کی ذمہ داری بھی اسی تناسب سے زیادہ ہوگی۔ اگر ہر فرد واحد جو حصے خریدتا ہو

قرضوں اور نقصانات کے لیے غیر محدود طریقے پر ذمہ دار قرار دیا جائے؛ جیسا کہ پارٹنرشپ یا شراکتی کاروبار میں مختلف ارکان ذمہ دار قرار دئیے جاتے ہیں، تو اس سے شغل اصل رک جائے گا۔ بعض اوقات ایسے اتفاقات ہوئے ہیں کہ کاروبار وسیع پیمانے پر اور زیادہ تر کارپوریشن کے اصول پر چلایا گیا، لیکن اس میں محدود ذمہ داری کا قانونا کوئی تحفظ نہیں کیا گیا؛ اور انجام کار اس میں ناکامی ہوئی اور دیوالہ نکل گیا۔ اس صورت میں ہر حصہ دار کو اپنی املاک کے بقدر نقصانات کا بار برداشت کرنا پڑا: چنانچہ جب ۱۸۷۸ء میں گلاسگو بنک دیوالیہ ہوا تو اسکاٹ لینڈ کے سینکڑوں چھوٹے چھوٹے حصہ دار تباہ ہوگئے، اس لیے کہ ہر حصہ دار غیر محدود طریقہ پر قرضوں کا ذمہ دار تھا۔ ان اشخاص نے جب حصص خریدے ہوں گے تو وہ غالباً اس حادثہ کے امکان سے بالکل نابلد ہونگے! مگر اس قسم کی انجمنوں کے عام رواج اور فروغ نے اور نتیجۃً ذمہ داری کی تحدید نے انھیں آنے والے خطرے سے غافل کر دیا تھا۔ اگر آئے دن اس قسم کے حادثات وقوع پذیر ہونے لگیں تو متعدد و منتشر افراد سے اعانت حاصل کرکے بڑے کاروبار کے لیے اصل فراہم کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں نئے نئے کاروبار، بڑے اور چھوٹے دونوں، اور خاص کر بڑے کاروبار ذمہ داری کی تحدید کی وجہ سے فروغ پا رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایجادات کی ترقی، صنعتوں کی گوناگونی، اور پیدا آور قوت کا اضافہ، یہ سب چیزیں یکے بعد دیگرے بیباکانہ کاروبار کرنے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی ہیں؛ جن میں سے ہر ایک میں ابتداً عدم تیقن اور جوکھم موجود تھا۔ ایک شخص کو ایسے کاروبار میں جس میں نفع کے امکانات قوی ہوں چند یا کثیر تعداد میں حصص خریدنے کی ترغیب دینا مقابلۃً آسان کام ہے؛ لیکن اگر ایسے کاروبار میں شرکت اس کی مجموعی دولت کے اتلاف یا نقصان کے امکان پر مبنی ہو تو اس کو شرکت میں تامل ہوگا۔ اس قسم کا خطرۂ عظیم صرف اس صورت میں برداشت کیا جا سکتا ہے جب کہ منافع کثیر مقدار میں وصول ہونے کا بہت ہی قوی امکان موجود ہو: یعنی جبکہ متعلقہ اشیا یا خدمات کی اتنی کافی اعلیٰ قیمت وصول ہونے کی توقع ہو کہ غیر معمولی طور سے زیادہ منافع مل سکے۔ ذمہ داری کی تحدید اور نتیجۃً پر خطر کاروبار میں اصل مصروف کرنے کی مستعدی کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ اس قسم کے مزید کاروبار انجام دئیے جائینگے،

باب
صنعت کی اجتماعی تنظیم
85

بلکہ یہ بھی کہ قوم کو پیداوار یا مصنوعات زیادہ معتدل یا ارزاں نرخ پر مل سکیں گی۔

مشترک سرمایۂ کی تنظیم نے متعدد طریقوں سے صنعت کو ترقی اور فروغ دیا ہے، ان میں سے غالباً اہم ترین طریقہ اصل معروف کرنے کی سہولت اور اس کے نتیجے کے طور پر پس اندازی اور تخلیق اصل کا بھیج ہے۔ اٹھارویں صدی میں تمسکات میں اصل کو معروف کرنے کا تقریباً واحد امکان سرکاری قرضہ جات کو خریدنے میں مضمر تھا؛ اور ان قرضہ جات کے اجراء سے، اگرچہ افراد اپنے اصل کو معروف کر کے فائدہ اٹھا سکتے تھے، مگر عام طور سے قوم کے اصل میں اضافہ نہ ہوتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ کاروبار میں عملی حصہ لینے والے اشخاص اور تاجر اپنی زائد رقوم کو مختلف کارخانوں، گوداموں، جہازوں وغیرہ میں معروف کرنے کا انتظام کر سکتے تھے؛ لیکن سیدھا سادہ خالص شغل اصل کرنے والا اس قسم کے کاروبار کی طرف رجوع ہی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ سرکاری تمسکات نہ خریدتا تو اس کے لیے بجز جائداد غیر منقولہ خریدنے اور اس کی درستی کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ لیکن جائداد غیر منقولہ کو سہولت کے ساتھ مختلف حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا، اس کا بہت کچھ انتظام کرنا پڑتا ہے، اور اس میں بہت کچھ خطرات بھی ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس موجودہ تمسک کے بازار میں پس انداز کردہ رقوم کو (خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی) معروف کرنے کا میدان تقریباً بالکلیہ غیر محدود ہوتا ہے۔ ریلیں، فیکٹریاں، کان کنی، اور دخانی جہاز، یہ سب سرمایۂ مشترک کے اصول پر چلائے جاتے ہیں؛ اور ان کے بنیادی سرمائے، یعنی حصص کو کوئی ایک شخص بھی ایک لمحہ پیشتر اطلاع ملنے پر باآسانی خرید سکتا ہے۔ گویا پس انداز کردہ رقوم نقل پذیر یا سیال بن گئی ہیں اور جس کاروبار میں بیشترین فائدہ کی توقع ہو بڑی سے بڑی مطلوبہ رقم کو منتقل کر دیا جا سکتا ہے۔ مشترک سرمائے کے کاروبار میں اصل کو معروف کرنے کی سہولت نے رقوم پس انداز کرنے کے حق میں مہمیز کا کام کیا ہے اور اس کا شکافی اثر یہ ہوا ہے کہ کثیر مقدار میں رقوم مسلسل پس انداز کیے جانے کی وجہ سے سرمایۂ مشترک کی تنظیم کے تحت مادی اصل کی مقدار میں گوناگوں اضافہ ہو گیا ہے۔

۳۔ کسی کاروباری کمپنی کے حصص کی انتقال پذیری کی سہولت کے نتائج خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ انتقال پذیری انجمن سرمایۂ مشترک کے لوازم میں سے نہیں ہے؛ اس لیے کہ بظاہر یہ ممکن ہے کہ کمپنی کے حصہ دار اپنے آپ کو اس کمپنی سے منتقل

باب ۱۱ صنعت کی اجتماعی تنظیم

طور سے وابستہ کریں، خواہ انھیں فائدہ ہو یا نقصان۔ لیکن انتقال پذیری اس قدر قدیم اور اس قدر تقریباً عام ہے کہ اس کو بالعموم سرمایۂ مشترک کی تنظیم کا نظری لازمہ اور جزو لاینفک خیال کیا جاتا ہے۔

محدود ذمہ داری کے مثل انتقال پذیری کسی جماعت یا معاشرے کے لیے اس لحاظ سے مفید ہے کہ وہ خطرات کی وسیع تر تقسیم کو ممکن بناتی ہے۔ ایک شخص کسی مقررہ انجمن سرمایۂ مشترک میں حصے خرید کر اپنا اصل مصروف کرتا ہے تو اپنے اس عمل کی وجہ سے جماعت مذکور سے اس کے ناموافق حالات میں بھی اپنا تعلق قائم رکھنے پر مجبور نہیں ہوتا۔ اگر وہ مستقبل میں اس سے کسی منافع کی توقع نہیں رکھتا، یا کسی دوسرے کاروبار میں اپنا اصل لگانا زیادہ منفعت بخش خیال کرتا ہے، تو وہ اپنے حصص دوسرے ایسے شخص کے ہاتھ جو خود اس کی نسبت جماعت مذکور کے مستقبل کو زیادہ امید افزا خیال کرتا ہو فروخت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر تخمین اور مباحلات کی بحث میں پوری طرح تشریح کی جائے گی، جب کسی قسم کے تجارتی کاروبار میں اشیا بآسانی فروخت ہو سکتی ہیں، تو اس سے بے باکانہ کاروبار کرنے میں سہولت پیدا ہوتی ہے، اور قلیل سے منافعہ پر اس کاروبار کو انجام دینا ممکن ہو جاتا ہے۔[1] چنانچہ "تمسک صرافی" میں تمسکات کی فروخت اور تخمینی کاروبار کی بعینہٖ یہی حالت ہے۔ اس قسم کے کاروبار کا بڑا فائدہ عوام کے لیے یہ ہوتا ہے کہ وہ خطرات سے تحفظ کی ضمانت کے طور پر کام انجام دیتے ہیں، اور اس طرح شغل اصل کو فروغ دیتے ہیں، خاص کر نئے میدانوں میں۔

86

حصص کی انتقال پذیری کا غالباً ایک اور فائدہ بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے تملیک اور انتظام ہوشیار اور ماہر اشخاص کے ہاتھوں میں آجاتے ہیں۔ جو اشخاص کسی کاروبار کے مستقبل توقعات کے متعلق زیادہ صحیح اندازہ قائم کر سکتے ہیں اور جو اس کی باقاعدہ اور ماہرانہ تنظیم زیادہ بہتر طریق پر کرنے میں ذہانت سے موثر طریقے پر کام لے سکتے ہیں، وہ دوسرے غیر اہل حصے داروں کے حصص خرید کر خود کلاً

[1] دیکھو باب ۱۱۔

باب ۷
صنعت کی اجتماعی تنظیم

مالک بن بیٹھتے ہیں۔ تجارتی کاروبار میں ترقی حاصل کرنے کے لیے سب سے اہم صفت آئندہ کی بابتہ صحیح اندازہ اور فیصلہ ہے' اور اس کا افراد کی زراندوزی پر اور قوم کے محنت و اصل کو عمدہ طریقے سے استعمال کرنے پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے[1]۔ یہ سوال کہ آیا اس فیصلے یا اندازے کے نتیجہ کے طور پر حاصل ہونے والا معاوضہ یا منافع (جو اکثر صورتوں میں کثیر المقدار اور بہت قلیل مدت میں حاصل ہوتا ہے) انجام دادہ خدمات کے متناسب ہوتا ہے یا نہیں؟ — ایک کھلا ہوا سوال ہے۔ لیکن صنعت کی اعلیٰ درجے کی تنظیم پر اصابت رائے کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے' اور انجمن کے حصص کی انتقال پذیری اس اثر کو کارگر بنانے میں معاون ہوتی ہے۔

بایں ہمہ انتقال پذیری سے بعض ایسے نتائج پیدا ہوئے ہیں جو بظاہر اس قدر منفعت بخش نہیں ہیں۔ موجودہ زمانے کے 'کارپوریشن' یا انجمن سرمایۂ مشترک کے حصہ داروں میں مشترکہ اغراض کے لیے اجتماعی مساعی کا احساس بالکلیہ مفقود ہو گیا ہے۔ اگرچہ ایک گھٹی ہوئی گھریلو انجمن میں (جس کی حیثیت شراکت کے مثل ہوتی ہے) جس کے ارکان آپس میں قریبی تعلق رکھتے ہوں' یہ اب بھی موجود ہے' لیکن جہاں حصہ دار کثیر تعداد میں اور دور دور پھیلے ہوئے ہوں' اس کا فقدان ہے۔ ہر شخص محض اپنے ہی ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے اور متوقعہ نقصان کی صورت میں اس کاروبار سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے؛ اسی طرح جس طرح کہ چوہا ڈوبنے والے جہاز کو چھوڑ دیتا ہے۔ یا اگر اس کو اس کاروبار میں آئندہ زیادہ منافع ملنے کی توقع معلوم ہوتی ہے' تو اپنی ذاتی منفعت کی خاطر دوسرے ساتھ والے حصہ داروں سے حصص کثیر تعداد میں خرید لیتا ہے۔ جب کمپنی کے معاملات خراب حالت میں ہوں تو حصے فروخت کر دینا اور جب حالت رو بہ اصلاح ہو تو خرید لینا یہ کاروبار کا خاص گر ہے۔ یوں تو یہ 'مشترکہ منافع یا مشترکہ نقصان کے لیے مشترکہ کاروبار' کے ابتدائی خیال کے بالکل ہم آہنگ نہیں ہے؛ لیکن لمحہ بھر کے لیے بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ اس سے کسی اخلاقی اصول کی شکست و ریخت ہو گی یا انصاف کا خون ہو گا۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے مذکورہ بالا فوائد حاصل

87

[1] دیکھو باب ۱۹ فصل (۴)

باب ۱۲
صنعت کی اجتماعی تنظیم

ہوتے ہیں: یعنی مسلسل خرید و فروخت افراد کے لیے خطرات کو گھٹا دیتی ہے، اور انتظام لائق اور ہوشیار ہاتھوں کے سپرد کرتی ہے؛ لیکن یہ انفرادیت کی ان شکلوں میں سے ایک شکل ہے جن سے نازک ترین اخلاقی حس کو ٹھیس لگتی ہے[۱]۔

انجمن ہائے سرمایۂ مشترک کے کاروبار کی غیر معمولی ترقی اور ان کے حصص کی انتقال پذیری، ان جدید تمسک صرافوں کی آفرینش کی ذمہ دار ہے جن کے اثرات نمایاں اور ہمہ گیر ہیں۔ حصص اور دیگر تمسکات کی یک جنسی و یکسانی کا یہ فائدہ ہے کہ ان کو ہر شخص خرید و فروخت کر سکتا ہے اور اس طرح ان میں تخمینی کاروبار کرنے کی خاص طور سے مناسبت پائی جاتی ہے[۲]۔ صرافوں کے معاملات اور لین دین کے بیشتر حصے کو حقیقی شغل اصل کے عمل سے براہ راست کوئی سروکار نہیں ہوتا؛ چنانچہ بالعموم شغل اصل کا عمل تمسکات کے جاری ہونے سے قبل انجام پا جاتا ہے۔ سہولت انتقال کی توقع کا بالواسطہ اثر یہ ہوتا ہے کہ پیشگی تخمینہ اور کاروبار کیا جاتا ہے اور پیشگی تخمینوں کی صورت ہی میں صرافے کے کاروبار، کارخانون، ریلوں، اور مادی اصل کے اضافہ کو فروغ دیتے ہیں۔ گو نفع اور فائدہ اس شکل میں حقیقی ہوتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ تمسکات کی قماربازی کی شکل میں بہت کچھ غیر پیدا آور محنت بھی صرف ہوتی ہے: اس طرح یہ کہنا کسی طرح آسان کام نہیں ہے کہ بحیثیت مجموعی معاشری نقصان کی نسبت معاشری فائدہ کا پلہ بھاری ہے یا نہیں۔ ان معاملات پر بحث کرنے والے اکثر اشخاص اس امر کا بہت ہی موہوم تصور رکھتے ہیں کہ معاشری نقصان یا فائدہ کس چیز پر مشتمل ہے۔ وہ سرمایۂ مشترک کے اصول کو صنعت کی تنظیم کا ایک قطعی یا فیصل شدہ واقعہ تو فرض کرتے ہیں، لیکن یہ تمیز نہیں کرتے کہ اس کا عام فائدہ فی الحقیقت کس چیز میں مضمر ہے۔ علیٰ ہذا وہ حصص کی انتقال پذیری کو ایک قطعی

---

[۱] حصہ داروں کے مابین اتحاد کے احساس کا یہ نقدان، واضح طور سے جرمنی کے اس عمل میں تسلیم کیا گیا ہے: کہ حامل کو صداقت نامہ دیا جاتا ہے، اسی طرح جس طرح تمسکات عام طور سے جاری کیے جاتے ہیں؛ اور مقررہ تاریخوں میں جو مقسوم ملتا ہے، اس کے لیے کوپن یا پرچے منسلک کر دیے جاتے ہیں۔

[۲] موازنہ کرو باب ۱۱ سے۔

باب ۱۰ منفعت کی اجتماعی تنظیم

یا فیصل شدہ واقعہ تصور کرتے ہیں، لیکن اس امر پر غور کرنے کے لیے توقف نہیں کرتے کہ آیا شغل اصل کی تیز رفتاری کے فائدے کا پلہ قمار بازی کے مادی و اخلاقی نقصان سے زیادہ بھاری ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں تو اور بھی کم غور کرتے ہیں کہ آیا زیادہ لائق اور ہوشیار اشخاص کی خوش انتظامی کا فائدہ تقسیم دولت کی روز افزوں عدم مساوات کی معاشری خرابی کو زائل کر دیتا ہے یا نہیں؟

88

حصص کی انتقال پذیری سے بالعموم دوسرے اور بھی ناگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں: یعنی انتظام صرف لائق اور ہوشیار ہاتھوں میں نہیں آتا، بلکہ غیر محتاط اور بے اصول ہاتھوں میں بھی چلا جاتا ہے۔ کمپنی کے نظما اور دیگر اندرونی واقف کار اشخاص جنھیں کمپنی کی آئندہ توقعات کے متعلق بہترین معلومات حاصل ہوتی ہیں، حصص کی خرید و فروخت میں معمولی حصہ داروں سے ناجائز طریقے پر فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ قانون اور رائے عامہ کی نظر میں اس عمل کو ویسا جواز حاصل نہیں ہے جیسا کہ معمولی حصہ داروں کی خرید و فروخت کو! قانون کی نظر میں ڈائرکٹر یا ناظم کمپنی امین یا معتمد علیہ کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا وہ اسبات کا مجاز نہیں ہے کہ جن اشخاص کے اغراض کا وہ محافظ و امین مقرر کیا گیا ہے ان سے معاملہ کر کے خود فائدہ حاصل کرے اور اس قسم کے غیر دیانت دارانہ فعل سے حاصل کردہ منافعہ کو لوٹانے یا اگل دینے کا وہ از روئے معاہدہ پابند ہوتا ہے۔ کسی معمولی اور معتدل پیمانہ کی کمپنی میں، جس کے حصص ایک گٹھی ہوئی جماعت کے قبضے میں ہوتے ہیں، امانتی فرض کی خلاف ورزی سے رائے عامہ بھی چین بہ جبین ہوتی ہے۔ لیکن بڑی کمپنیوں میں اندرونی معلومات سے فائدہ اٹھا کر فرضی خرید یا احتکار اور تخمینی کاروبار کے ذریعے سے نفع حاصل کرنے کو کاروباری حلقوں میں سنجیدگی کے ساتھ مذموم نہیں قرار دیا جاتا؛ اور اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ ایک کثیر تعداد ایک ہی کھیل کھیلتی یا کھیلنے کی کوشش کرتی ہے۔ تمسکات کے خریداروں اور فروشندوں کی پوری جماعت ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی تاک میں رہتی ہے؛ اگر کسی کو ناکامی ہوتی ہے تو وہ بدقسمتی کے باعث یا تیز طبعی یا ہوشیاری کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے، نہ کہ جلب منفعت کے ارادہ و نیت کی عدم موجودگی کی وجہ سے۔ صرافے کی قمار بازی

باب ۵
منفعت کی اجتماعی تنظیم

ہیں، پانسہ پھینکنے یا تاش کھیلنے اور غلہ یا روئی کی تخمین کے مثل، حریص اور خود غرض کثیر التعداد اشخاص کی موجودگی ہی معدودے چند قوی، ہوشیار، چالباز اور موقع جو اشخاص کے لیے مقابلۃً مواقع پیدا کرتی ہے۔

یہاں اتنا اور کہہ دینا نا واجب نہ ہوگا کہ انجمن سرمایۂ مشترک کے ڈائرکٹروں اور عہدہ داروں نے اپنے فرائض کو اکثر نہایت دیانت داری کے ساتھ انجام دیا ہے؛ خاص کر ایسی کمپنیوں کی صورت میں جو معتدل پیمانے پر کام کرتی ہیں، اور جن میں ــــ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے، عوام الناس کی رائے بد دیانتی کو مذموم قرار دینے میں اب بھی بہت قوت اور اثر رکھتی ہے۔ اور تقریباً بلا استثنا ایسی کمپنیوں میں بھی، جن کی ملکیت متفرق ہاتھوں میں ہوتی ہے، حصہ داران رجسٹر شدہ کے حقوق کی نگہداشت پوری طرح کی جاتی ہے اور ان کا احترام کیا جاتا ہے۔ حصہ دار، کمپنی کے ہر منافع میں شریک ہوتا ہے، خواہ وہ کمپنی مذکور کے تفصیلی و فروعی انتظامات سے کتنا ہی ناواقف و لاعلم کیوں نہ ہو۔ حصہ دار کے حقوق کا اس طرح لحاظ فی الحقیقت مشترکہ شغل اصل کی اساسی و ناگزیر شرط ہے۔ وہ دلالوں کی نیک نیتی اور دیانت داری کے مشابہ ہے کہ ایک ہی اشارہ سریا فروبیع میں ایک ہی جنبش قلم سے طے کردہ معاملے کی بہ حزم و احتیاط پابندی کی جاتی ہے۔ اگر لین دین کی قرار داد اور معاہدات کی

89

پابندی کا اطمینان بخش انتظام نہ ہو تو مشترکہ شغل اصل کی عمارت پوری کی پوری منہدم ہو جائے گی۔ حصص کی خرید و فروخت کرنے اور حصہ دار بننے کے عمل ہی میں چابکدستی اور الٹ پھیر کا موقع ملتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اصابت رائے سے کام لینے، اور عہدے کا غلط اور نا واجب استعمال کرنے، کے مابین صحیح اور باریک امتیازی خط کھینچنا، بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔

۴۔ سرمایۂ مشترک کی انجمنوں کی ترقی کا ایک اور نتیجہ مالی کاروبار کرنے والے بچولیوں یا ساہوکاروں کی روز افزوں قوت ہے۔ شغل اصل کرنے والا نہ صرف اصل کے انتظام سے دست کش ہو گیا ہے؛ بلکہ پیدائش اصل کے لیے اپنی پس انداز کردہ رقوم کو استعمال کرنے کے بارے میں بھی خود غور و فکر کرنے اور اصابت رائے سے کام لینے سے دست بردار ہو گیا ہے۔ شغل اصل کی شکل کی تعیین و رہنمائی کرنے والے اہم ترین عامل

باب منفعت کی اجتماعی تنظیم

شغل اصل کرنے والے بنک ہیں: چنانچہ انگلستان اور ریاستہائے متحدہ امریکا کے تاریخی خانگی ساہوکارے یا بنک کار کوٹھیاں مثلاً بیرنگس[1]، روتھس چائلڈز[2] اور مارگنس[3] یہی شغل کرتی تھیں؛ علی ہذا موجودہ زمانے کے ترقی یافتہ ملکوں میں (اور جرمنی میں غالباً سب سے نمایاں طور سے) بنک کا کاروبار کرنے والے جدید الوضع اداروں کا یہی وظیفہ ہے۔ ان سے 'عوام الناس'، تمکات اور خاص کر سرمایہ مشترک کی انجمنوں کے اسٹاک اور بونڈ حسب ضرورت خریدتے ہیں: یہ خریداری 'کوٹھی کا کاروبار کرنے والے بنک کی شہرت اور عرف عام سے بہت کچھ متاثر ہوتی ہے' اور فرد واحد کی حد تک شغل اصل کا عمل ہوتی ہے۔ کس طرح کی کاروباری انجمنوں کی تنظیم کرنی پڑے گی، کن صنعتوں کو چلانا ہوگا، کونسی ریلیں، معدنیات اور کارخانوں میں سامان مہیا کرنا ہوگا — یہ سب امور کوٹھی کا کاروبار کرنے والے اوساط صنعت کے عملی منتظموں سے مشورہ کر کے طے کرتے ہیں۔

اسی بنا پر کثیر التعداد شغل اصل کرنے والوں کی تائید اور ان کا اعتماد حاصل ہونے کی وجہ سے ساہوکاروں کو عظیم الشان قوت حاصل ہو رہی ہے۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کسی ایک حوصلہ مند کاروبار یعنی کسی ایک ریل، فیکٹری، یا متعدد فیکٹریوں، ایک معدن یا متعدد معدنوں کی ''نگرانی'' کسی فرد واحد یا چند افراد کے ہاتھ میں ہوتی ہے؛ اور عوام الناس کروڑوں اور اربوں ڈالر قیمتی اصل تنہا مارگنس یا روتھس چائلڈز کے زیر تسلط دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے ہیں! مگر اس قسم کی نگرانی کے معنی لازمی طور پر یا عام طور پر یہ نہیں ہیں کہ ان اربوں ڈالر کے مالک تنہا بنک ہی ہیں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کا مطلب ارتکاز قوت ہے جو اس اعتماد اور بھروسے پر مبنی ہے جو لاکھوں شغل اصل کرنے والے اشخاص، چند ذی حیثیت و معزز شخصیتوں کی اصابت رائے اور رہنمائی پر رکھتے ہیں۔

90 چند ہاتھوں میں ''نگرانی'' کا ارتکاز سب سے زیادہ نمایاں طریقے پر ریاستہائے متحدہ

[1] Barings.

[2] Roths childs.

[3] Morgans.

باب ۷
منفعت کی
اجتماعی تنظیم

امریکا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ امریکا والے سیاسی انتظام ونگرانی میں مرکزیت پیدا کرنے سے خاص طور سے اعراض وپہلو تہی کرتے رہتے ہیں، لیکن صنعتی انتظام کی مرکزیت کو قبول کرنے میں انھوں نے کوئی پس وپیش یا تامل نہیں کیا۔ یہ امر عجیب وغریب ہے کہ انگلستان کے سیاسی معاملات میں تو انتظام یا ذمہ داری کی مرکزیت انتہائی مقام تک پہنچی ہوئی ہے (کم از کم مرکزی حکومت کی حد تک تو ضروری ہے) لیکن صنعت میں انتظام ایک منتظم کے بجائے متعدد نظماء یا ڈائرکٹروں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، اور مجلس نظما کے صدر نشینوں کے انتظامی اختیارات اب بھی سختی کے ساتھ محدود ہیں۔ اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ امریکا میں سیاسی تنظیم میں تو ابھی تک "تحدیدات وفاضلات" کے روایات پر عملدرآمد ہے اور مرکزیت کا فقدان ہے! اور دوسری جانب صنعت میں بڑی بڑی مشترکہ انجمنوں کے نظماء بالعموم بالکل بے اختیار اور مجلس نظما کے صدر نشین تقریباً بااختیار آمر مطلق ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس یک شخصی طریق حکمرانی کی ترقی نے ہمت وبے باکی اور کارکردگی وپیداآوری کو فروغ دیا ہے اور صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز کر دیا ہے۔ لیکن اس نے قوت واقتدار میں اس حد تک ارتکاز پیدا کر دیا ہے کہ موجودہ بے اطمینانی حق بجانب ثابت ہوتی ہے۔

۵۔ مشترک سرمایے کی تنظیم کی ترقی وتہذیب کا ایک اور نتیجہ ہے، اس نتیجے میں نہ صرف شغل اصل کی سہولتوں کا اضافہ ہے بلکہ معمولی شغل اصل کرنے والے کی حیثیت کی ثبات پذیری کی ترقی بھی ہے۔ رقم پس انداز کرنے والوں کے انبوہ کثیر کی تائید اور گاہکی حاصل کرنے کے لیے مالی کاروبار کرنے والے اوساط یا بچولیوں کی باہمی مسابقت اور جدت طرازی شغل اصل کے زیادہ سے زیادہ محفوظ اور بہتر طریقے مہیا کر رہی ہے۔ ہر قسم کے تمسکات بغرض فروخت پیش لئے جاتے ہیں، نہ صرف وہ جن میں خطرات اور جوکھم کی زیادتی کے ساتھ زیادہ منافع ملنے کا امکان ہوتا ہے؛ بلکہ وہ تمسکات بھی جو کم نفع آور لیکن خطرات سے خالی اور بالکل محفوظ ہوتے ہیں۔ خطرات سے محفوظ ہونے کے اعتبار سے سرکاری تمسکات اب بھی ایک خاص امتیازی حیثیت رکھتے ہیں: چنانچہ ان سے بہت قلیل شرح سود وصول ہوتی ہے۔ انجمن سرمایۂ مشترک کے تمسکات بھی جو ان سے

باب ۶
منفعیت کی اجتماعی تنظیم

کسی طرح کم محفوظ نہیں ہوتے، بغرض فروخت پیش کئے جاتے ہیں؛ اور ان کے خریدار انھیں خرید کر اپنے اصل اور آمدنی کو برقرار رکھنے کی تمام فکروں کو دور کر دیتے ہیں۔ جائداد غیر منقولہ کے مالک کی حیثیت اگر وہ قلیل شرح منافع پر قانع ہو، نہایت مستحکم اور محفوظ ہوتی ہے۔ قدیم زمانے میں یہ مقولہ زبان زد خاص وعام تھا اور اب بھی گاہے گاہے اس کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ "دولت کا جمع کرنا دولت پیدا کرنے کے مساوی قابلیت چاہتا ہے"؛ یہ کہ "دولتمندی کے پر ہوتے ہیں"؛ یہ کہ "دولت صرف تین پشت تک ہی جون کی توں منتقل ہو جاتی ہے"؛ لیکن اگلے زمانوں کے یہ مقولے اب صادق نہیں آتے۔ خصوصاً مشترک تنظیم کے نتیجے کے طور پر ایک قسم کی بے غش اور خالص جائداد پیدا ہو گئی ہے جو صنعتی انقلابات سے محفوظ ہے۔ متمول اور خوش حال طبقہ، اگر وہ منافع کی قلیل شرح پر قانع ہو تو اپنی دولتمندی کو تقریباً ناممکن الزوال بنا سکتا ہے اور از روئے توریث اس کو غیر معین مدت تک برقرار رکھ سکتا ہے۔ ایک آرام طلب طبقہ، جس کی بنیاد نظام جاگیریت پر قائم نہیں ہے، بلکہ رقوم پس انداز، شغل اصل اور حاصل خیز حوصلہ طلب کاروبار پر ہے، جدید معاشرے کا ایک مستقل جزو بن گیا ہے۔ 91

92

باب ہفتم

پیدا آوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

(۱) اعلیٰ اجرت (یا فراغذا) کا اثر محنت کی پیدا آوری پر؛ اعلیٰ اجرت زیادہ تر کارکردگی کا نتیجہ ہے نہ کہ سبب۔ (۲) پیدا آوری پر مہارت اور ذہانت کے اثرات؛ عام تعلیم؛ فنی و صنعتی تعلیم، اس کا اثر فرد واحد اور قوم پر۔ (۳) رہنمائی یا قیادت؛ کاروباری شخص؛ سائنس دان؛ آزادی اور نقل پذیری رہنمائی کو ترقی دیتی ہے؛ رہنمائی کے محرکات۔ (۴) قوم کی غیر مادی دولت، اس کو توریث و تربیت کس طرح متاثر کرتی ہے۔

۱۔ صنعت کی پیدا آوری پر، تقسیم محنت، پیدائش بر پیمانہ کبیر کی ترقی، اصل کا استعمال اور راس کی ترقی وغیرہ، جس طرح اثر ڈالتے ہیں، اس پر گزشتہ بابوں میں بحث کی گئی۔ اب بعض دوسرے عاملوں پر جو مزدور کی کارکردگی پر اثر ڈالتے ہیں موجودہ باب میں بحث کی جائے گی۔

ان دوسرے عاملین میں سے ایک مزدوروں کی قابلیت ولیاقت یا کیفیت ہے۔ پیدائش کی ترقی و تکثیر کا دارومدار نہ صرف مزدوروں کی عمدہ تنظیم و رہبری اور ان کو اصل کی سربراہی کرنے پر ہے؛ بلکہ فرداً فرداً مزدوروں کی قوت اور مہارت پر بھی ہے۔ "قوت" اور "مہارت" ان دونوں عاملوں پر علیحدہ علیحدہ بحث کی جائے گی۔

ایک نظریہ ہے جس کو دخانی انجن کا "نظریۂ کارکردگی محنت" کہا جاسکتا ہے:

باب۔ پیدا آوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

اس کا مطلب یہ ہے یا غالباً یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مزدور جتنا کھاتا ہے اسی کے تناسب اس کو قوت اور توانائی حاصل ہوتی ہے؛ جتنی زیادہ اس کو غذا دی جائے گی اتنا ہی زیادہ وہ قوی اور کام کرنے کے قابل ہوگا! ــــ اس کو یوں سمجھو کہ انجن میں جس قسم کا ایندھن جلایا جائے گا اسی قسم کی قوت بھی حاصل کی جاسکے گی۔ مزدور کو بہتر اور عمدہ غذا دو تو وہ تمھارے لیے بہتر اور عمدہ کام انجام دے گا۔ یہ نظریہ بظاہر یہ بتلاتا ہے کہ مزدور کو اعلیٰ اجرت دینا آجر کے لیے ہمیشہ فائدہ بخش ثابت ہوگا، بلکہ آجر اس کے منافعہ کو برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر ہوگا۔

اس خیال میں بڑی حد تک صداقت موجود ہے؛ چنانچہ نظریہ سادہ ترین بے مہارت محنت پر جو سخت اور مسلسل جسمانی مشقت چاہتی ہے خاص طور سے صادق آتا ہے۔ بعض اوقات جسمانی محنت کرنے والے مزدوروں کو اس قدر کم غذا ملتی ہے کہ اس سے ان کی طاقت و توانائی پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ مزدوروں کی بڑی بڑی جماعتوں سے اپنی نگرانی میں کام لینے والے آجروں کو معلوم ہے کہ مزدوروں کو اشیائے خور و نوش کی وافر مقدار بہم پہنچانا منفعت بخش ہوتا ہے۔ فوجی کارروائیاں، جن میں سخت محنت کرنی پڑے؛ خاص کر جب کڑی منزلیں طے کرنی پڑیں، اس وقت زیادہ کامیاب ثابت ہوسکتی ہیں جبکہ عام لشکریوں اور سپاہیوں کو اچھی خوراک کافی مقدار میں دی جائے۔ پسماندہ اور نیم مہذب ملکوں: مثلاً چین اور ہندوستان میں لاکھوں آدمی فاقوں بسر کرتے ہیں اور انھیں پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملتا۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ان کو زیادہ غذا اور بہتر مکان مہیا کرنے سے ان کی کارکردگی میں اضافہ ہو جائے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں بھی مزدوروں کی خاصی بڑی تعداد کے بارے میں یہی صورت حالات پائی جاتی ہے۔ مسٹر راون ٹری نے انگلستان میں شہر یارک کے معاشی حالات کے بارے میں تحقیقات کرکے اُس اجرت متعارفہ (اجرت بصورت زر) کا ایک تخمینہ مرتب کیا تھا، جو مزدور کی کارکردگی کو قائم رکھنے کی غرض سے انگلستان کی موجودالوقت قیمتوں کے حساب سے کھانے پینے کی چیزیں خریدنے، مکان کا کرایہ ادا کرنے، اور لباس خریدنے کے لیے ازبس ضروری تھا۔ یہ رقم پانچ آدمیوں کے ایک خاندان کے لیے ۲۰ شلنگ

98

باب پیداآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

فی ہفتہ ہوتی تھی۔ مگر یارک میں مزدوری پیشہ طبقہ کا ۱/۴ حصہ ایسا تھا جس کی اجرت اس اوسط رقم سے بھی بہت کم تھی[1] یورپ کے اکثر دوسرے حصوں میں بھی کثیر التعداد مزدوروں کے لیے اسی قسم کے مایوس کن اور ہمت فرسا حالات پائے جاتے ہیں؛ اور باوجود اس کے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں اجرت کی عام سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہے، یہاں ممکن ہے کہ بعض مزدور ایسے ہوں (گو دوسرے ملکوں سے مقابلۃً بہت کم ہیں لیکن فی نفسہٖ ان کی مجموعی تعداد حقیر اور نظرانداز کرنے کے قابل نہیں ہے) جن کی حالت بھی اسی طرح خستہ اور یاس انگیز ہو۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مزدوروں کو ادنیٰ تریں اور کم مقداریں غذا ملتی ہے سوہاں ان کی اجرت کو قوت لایموت کے ایسے معیار تک بڑھا دینا دقت طلب نہ ہوگا جو ان کی کامل جسمانی مستعدکاری کو برقرار رکھنے کے لیے کافی ہو۔ اس لیے کہ وہ جب زیادہ کام کرسکیں گے تو زیادہ مقداریں اشیا تیار ہوں گی اور ان زائد اشیا کی قیمت سے ان کی زائد اجرت ادا کی جاسکتی ہے؛ لیکن صورت معاملہ اس قدر سیدھی سادی نہیں ہے جیسی کہ بادی النظر میں معلوم ہوتی ہے۔ گو ممکن ہے کہ مزدوروں کی مستعدکاری میں بڑھیا غذا سے اضافہ ہو اور گو اس طرح ممکن ہے کہ قوم زیادہ صحت ور اور خوشحال جماعت بن جائے؛ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اس شخص کو بھی لازماً فائدہ حاصل ہو جو مزدوروں کو 'پیشگیاں' ادا کرتا ہے۔ اگر فی الحقیقت مزدور غلام ہوتے تو ان کو بڑھیا غذا دینے سے براہ راست کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوتا؛ اس لیے کہ وہ مستقلاً آقا ہی کی ملک رہتے، اور آقا ہی کو اس تخم ریزی کا پورا ثمر ملتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ غلاموں کے بارے میں بھی وافر غذا کی سربراہی کے مصارف برداشت کرنا ہمیشہ منفعت بخش نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کی بجائے ممکن ہے کہ یہ طریقہ زیادہ کم خرچ اور نفع بخش ہو کہ — انھیں کم غذا دے کر زیادہ کام لیا جائے، چند برس کے اندر ان کو تھکا کر بے کار کردیا جائے، اور اس مذموم سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے از سر نو غلام مہیا کئے جائیں (چنانچہ رسم غلامی کے رواج کے زمانے میں ریاستہائے متحدہ

94

[1] دیکھو بی ایس۔ راون ٹری کی کتاب موسوم بہ *Poverty: a Study of Town Life* باب ۴۔

باب ۹ پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

امریکا کے جنوبی علاقوں میں یہی عملدرآمد تھا۔ بہر طور یہ ظاہر ہے کہ آزاد اشخاص کی مثال اس سے اساسی طور سے مختلف ہے: بڑھیا غذا سے کارکردگی میں جو اضافہ ہوتا ہے اس سے خود مزدور ہی متمتع ہوتا ہے۔ کوئی آجر جو مطلوبہ پیشگیاں ادا کرتا ہے اسبات کی ضمانت نہیں حاصل کرسکتا کہ اس کی خرچ کردہ رقم اسے واپس مل جائے گی یا اس کے نقصان کی تلافی ہوجائے گی؛ کارکردگی پر بڑھیا غذا کے اثرات فوراً یا یقینی طور سے ظاہر نہیں ہوتے۔ اس کا عمل سریع نہیں ہوتا، اس لیے کہ کمزور اور انحطاط پذیر مزدوروں کی جسمانی حالت کی اصلاح کرنے اور ان کو طاقت ور بنانے میں وقت لگتا ہے۔ یہ عمل یقینی اس لحاظ سے نہیں ہوتا کہ مزدوروں میں سے بعض مسلسل سخت محنت کی وجہ سے اس قدر کمزور ہوجاتے ہیں یا پیدائشی طور سے اس قدر ناتوان ہوتے ہیں کہ ان کا صحت ور اور تندرست بننا قطعی نہیں ہوتا۔ اگر اس طرح کے کمزور اور کم غذا پانے والے مزدوروں پر باقاعدہ محنت اور نگہداشت کرکے ان کو پورا تندرست و توانا بھی بنا دیا جائے تو بھی ان میں بے اعتباری اور خطرات پائے جاتے ہیں اور یہ امکان بھی ہوتا ہے کہ مزدور حیات تازہ اور از سر نو صحت پاکر کسی دوسری جگہ ملازم ہوجائیں؛ چنانچہ جویائے منافع آجر اس قسم کا برتاؤ کرکے مزدوروں سے اچھی توقعات نہیں قائم کرسکتا۔ صرف ایسے خاص اور غیر معمولی حالات میں جبکہ مزدوروں کی بڑی جماعتیں دور افتادہ مقامات میں کام کررہی ہوں، اور اپنے کام پر جمے رہنے کے لیے کم و بیش مجبور ہوں: مثلاً نہر پناما کی کھدائی میں یا ریلوے لائنوں اور سڑکوں کی تعمیر میں مصروف ہوں۔ البتہ آجر کے لیے یہ چیز منفعت بخش اور سود مند ہوسکتی ہے کہ وہ مزدوروں کے مطلوبہ ضروریات کی افراط کے ساتھ بہم رسانی کرے۔

جن مزدوروں کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا، خواہ ان کی تعداد موجودہ زمانے کی قوموں میں کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، ان کی حالت ایک تکلیف دہ اور روح فرسا سوال پیش کرتی ہے۔ ان کو کم اجرت اس وجہ سے دی جاتی ہے کہ ان کی مستعد کاری گھٹیا ہوتی ہے؛ اور ان کی مستعد کاری ایک مدت تک اس وجہ سے گھٹیا ہوتی ہے کہ ان کو کم اجرت ملتی ہے۔ تاہم وہ بہت سرعت کے ساتھ مائل بہ انحطاط ہوتے ہیں،

باب

پیدا آوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

اور اگر انھیں خیراتی فنڈوں سے اچھی خاصی مالی امداد بھی دی جائے تو بھی بالعموم ان کی مستعد کاری میں اضافہ نہیں ہوتا؛ وہ اصلاحی تدابیر کو مستعدی کے ساتھ نہ تو اخلاقاً قبول کرتے ہیں اور نہ طبعی طور پر۔ بالغ اور مسن اشخاص بالعموم اصلاح پذیر نہیں ہوتے، صرف نابالغ بچوں ہی کو نگرانی میں لے کر کامیابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس وجہ سے ایسی صورتوں میں بھی جبکہ اضافۂ اجرت کے ذریعے سے مزدور کی مستعد کاری بڑھانے کی دلیل بظاہر قوی معلوم ہوتی ہے، اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے مناسب و صحیح تجویز مرتب کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس سوال کو صرف سرکاری یا نیم سرکاری عمل کے ذریعے سے ہی حل کیا جا سکتا ہے؛ اور اس عمل میں دو امور کا شامل کرنا ضروری ہے: ایک تو نااہلوں کا استیصال یا انسداد اور دوسرے فطری و امکانی صلاحیت رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی۔ 95

بایں ہمہ یہ سب استدلال اور خیال آرائی صرف غذا کی اتنی اقل مقدار کے متعلق ہے جو صحت اور طاقت کے لیے ضروری ہے۔ واضح رہے کہ یہ اقل مقدار صحت و طاقت کے لیے ناگزیر ہے نہ کہ قوت لایموت کے لیے۔ انسان کو پورا کام کرنے کے قابل بنانے کے لیے جتنی غذا درکار ہے اس سے کم مقدار پر بھی وہ زندہ رہ سکتا اور کام کر سکتا ہے۔ مستعد کاری کے لیے مقدار غذا کا اوسط کم خوراکی و نامیسری سے زیادہ ہے۔ لیکن جب انسان کو اپنی پوری جسمانی توانائی قائم رکھنے کے لیے حسب ضرورت مل جائے تو اس سے آگے کی رسد زائد از ضرورت ہے؛ اس لیے کہ وہ مستعد کاری میں مزید اضافہ نہیں کرتی۔ اور اگر وہ حاصل ہوی تو یقیناً مہارت اور زیادہ کمائی کا نتیجہ ہوگی؛ ایسی صورت میں وہ اصلی مستعد کاری کا نتیجہ ہوگی نہ کہ سبب۔ الغرض سرگرم محنت کے لیے اوسط مقدار غذا کچھ زیادہ بڑھیا نہیں ہے۔ کھانے کے لیے کافی مقدار میں ترکاریاں، رہنے کے لیے چھوٹا موٹا مکان، پہننے کے لیے سیدھا سادہ لباس؛ یہی وہ چیزیں ہیں جو انسان کو سخت سے سخت کام کرنے کے لیے درکار ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے انتہائی محنت اٹھائی جا سکتی ہے۔ ایک محتاط اطالوی یا چاول کھانے والے چینی کو اگر سیدھی سادی کافی مقدار غذا دستیاب ہو جائے تو وہ اسی قدر کام انجام دے سکتا ہے جس قدر کہ ایک گوشت خوار آئرستانی امریکن۔ زندگی کے بعض شائستہ مشغلوں میں مستعد کاری کے لیے مقدار غذا کا اوسط فراخ دلی

باب ۲: پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

سے مقرر کرنا لابدی ہے۔ یہاں مستعد کاری کے لیے اس اوسط سے بڑھیا غذا درکار ہے جو عضلاتی مستعد کاری کے لیے ناگزیر ہے۔ چنانچہ وکیل، طبیب، معلم اور تاجر کا کام جسمانی محنت کرنے والے کے مقابلے میں زیادہ دماغی مستعدی اور تندرستی چاہتا ہے۔ اگر ماحول، دماغ کو کند و مجہول بنا دے یا شوق و ولولے کو سرد کر دے تو مطلوبہ تیز طبعی و ذہانت بالعموم مفقود ہو گی۔ اسی وجہ سے ذہنی و دماغی کام میں مستعد کاری کو قائم رکھنے کے لیے متنوع غذا، رہنے سہنے کے لیے آرام کا مکان، اور پہننے کے لیے صاف ستھرا لباس اہم ضروریات و لازمات میں سے خیال کر سکتے ہیں۔ اس کا ٹھیک طور سے تعین کرنا کسی قدر مشکل ہے کہ مسرت و انبساط بڑھانے والے ایسے ذرائع جو زائد آمدنی سے حاصل ہوتے ہیں دماغی قویٰ سے بہترین طریقے پر کام لینے کے لیے کس حد تک حقیقت میں ضروری ہیں۔ جو اشخاص آرام کی زندگی بسر کرنے اور خوش آیند تفریحات میں وقت گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں وہ یہ کہکر اپنا دلی اطمینان کر لیتے ہیں کہ انھیں شگفتہ و تازہ دم رہ کر اپنا کام انجام دینے کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں۔ یہ خیال کرنا کہ یہ چیزیں اس لیے ناگزیر ہیں کہ جس کام کے انجام دینے سے زیادہ آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ فراخی کے ساتھ زندگی بسر کیے بغیر (جو محض زائد آمدنی سے نصیب ہوتی ہے) انجام نہیں دیا جا سکتا! آمدنی کی موجودالوقت عدم مساوات کو ایک طرح کا عذر یا حق بجانب قرار دینا ہے۔ بایں ہمہ سیدھی سادی زندگی اور بلند خیالی ایک دوسرے کے متضاد نہیں ہے یا باہمی تناقص نہیں رکھتی خوش حال طبقے کے اکثر اشخاص جس تعیش اور آرام طلبی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اس کو توانائی یا شگفتگی کے نقصان کے بغیر ترک کیا جا سکتا ہے۔ بہترین دماغی کام انجام دینے کے لیے تھوڑا سا آرام، تھوڑی سی فرصت، اور تفریح یقیناً ضروری ہے؛ لیکن اس کے لئے معتدل آمدنی اور مصارف کا ایسا اوسط بالکل کافی ہو گا جو خوش حال طبقے کے اکثر و بیشتر افراد کے اعلیٰ مصارف سے بہت زیادہ کم ہو۔

96

۲- مہارت و ذہانت، طاقت و قوت سے جداگانہ امور ہیں۔ ان کا اثر انفرادی مزدور کی کارکردگی اور بحیثیت مجموعی صنعت کی پیدآوری پر بہت قوی پڑتا ہے۔

باب
پیدآوری پر
اثر ڈالنے والے
بعض اسباب

صنعت و فنون میں جو اصلاحات عمل میں لائی جا سکتی ہیں ان میں سے اکثر کا دار و مدار اعلیٰ درجہ کی ذہانت پر ہے: آفریقہ کا ہاٹن ٹاٹ[1] بہت ہی سیدھے سادے آلات بھی استعمال نہیں کر سکتا؛ اس لیے کہ اس کی دماغی قوت کی پوری طرح نشو و نما نہیں ہوتی؛ جنوبی آفریقہ کی سونے اور ہیرے کی کانوں میں حبشیوں کی کثیر تعداد کام پر لگائی جاتی ہے، مگر ان سے معمولی قسم کے کھرپے اور کدال کا کام لیا جاتا ہے۔ کلوں کے چلانے اور اہتمام کے لیے سفید چمڑی کے ماہر اور ذہین میکانکوں (کل کاروں) سے کام لینا ضروری ہے۔ زراعت کے اکثر عملوں میں زمین کھودنے اور ہل چلانے کے سوا بہت کم دوسرا کام کرنا پڑتا ہے؛ لیکن ترقی یافتہ قوموں کی حاصل خیز و زرریز زراعت احتیاط، باریک بینی اور ذہانت چاہتی ہے، ایسے کام ہندوستانی کاشتکار قطعًا اور روسی کسان غالبًا انجام نہیں دے سکتے۔ موجودہ زمانے کی صنعت کے معمولی روزمرہ کے اکثر کاموں کو ہر وہ شخص انجام دے سکتا ہے جو استقلال کے ساتھ توجہ صرف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو؛ لیکن یہ قوت و صلاحیت، دیر تک اور مسلسل جسمانی محنت کرنے کی آمادگی و قابلیت کی طرح بلا تربیت و مشقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ وحشی اقوام میں نہیں پائی جاتی، بلکہ تہذیب یافتہ انسان کا بتدریج حاصل کردہ اکتسابی وصف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کلوں کے چلانے میں ایسا کام روز افزوں بڑھ رہا ہے جس میں اخلاقی و ذہنی صفات کسی حد تک مطلوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانے کی اکثر فیکٹریوں کے کاموں میں مزدور کی حیثیت استقلال اور تیقن کے ساتھ از خود چلنے والی کل سے زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر بھی اس قسم کی محنت کے ساتھ ساتھ کچھ تناسب ایسی محنت کا بھی ہمیشہ رہنا ضروری ہے جو زیادہ تنوع پذیر، زیادہ تیز نظر اور اعلیٰ درجے کی تربیت و مہارت یافتہ ہو۔ چنانچہ "معمولی مزدوروں" کے مقابلے میں میکانکوں کے کام میں یہی امتیازی صفت پائی جاتی ہے: اس میں صحت، باریک بینی، ہوشیاری، مہارت اور ذہانت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ صفات خوبیٔ کار کے لیے ناگزیر ہیں۔

[1] Hottentot ے

باب ۹ — پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

محنت کی پیدآوری پر تعلیم کا اثر معمولی نہیں پڑتا۔ بعض اعتبارات سے کسی ملک کی وسیع آبادی کی کارکردگی کو بڑھانے کے لیے تعلیم کی عام نشر و اشاعت بہت مفید ثابت ہوتی ہے، اور بعض دیگر اعتبارات سے تعلیم کی توسیع سے ایسے معاشی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا حل کرنا آسان نہیں ہے۔

کدال اور کھرپے کا سادہ ترین کام تعلیم یافتہ آدمی جتنی عمدگی سے کر سکتا ہے اسی قدر بہتر اور عمدہ طریقہ پر جاہل مزدور بھی انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ، جیسا کہ ابھی ابھی بیان کیا گیا، یہی حال بڑی حد تک موجودہ زمانے کی فیکٹریوں میں محنت کا ہے؛ اور بیشتر دستکاریوں میں بھی کتابی تعلیم اعلیٰ درجے کی مہارت کے لئے لابدی نہیں ہوتی قرون وسطیٰ میں یورپ اور موجودہ زمانہ میں جاپان بلکہ فی الحقیقت اکثر علاقہ ہائے یورپ کے دستکاروں کا کام یہی ثابت کرتا ہے کہ جہالت اور تعلیم سے بے بہرہ ہونا اعلیٰ درجہ کی مہارت کے ساتھ آلات کو استعمال کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کرتا۔

بایں ہمہ یہ حقیقت ناقابل تردید رہتی ہے کہ تعلیم کی عام نشر و اشاعت پیدآوری کو بڑھانے کا ایک نہایت ہی موثر ذریعہ ہے۔ خاص کر اس لحاظ سے کہ تعلیم کارکردگی میں نئی جان ڈالتی اور اس کو فروغ دیتی ہے۔ جب کوئی صنعت یا فن تدریجی مراحل طے کر کے سیکھا جاتا ہے (چنانچہ انسان نے جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے اکثر فنون و صنائع اسی طریقہ سے حاصل کئے) تو محض ایک نسل سے دوسری نسل میں اس کا انتقال اور قیام و دوام بلکہ اس کی تکمیل بھی کتابی تعلیم کے بغیر محض تقلید یا نقالی سے انجام پاتی ہے؛ لیکن اصلاحات و ترقیات کی سریع توسیع اور ان سے استفادہ اس وقت بہت سہل ہو جاتا ہے جبکہ ذہن کی تعلیم و تربیت کی جائے۔ محض نوشت و خواند کی قابلیت ہی پورے طور پر نئی دنیا کو پیش نظر کر دیتی ہے۔ جو شخص اتنی قابلیت کا مالک ہوتا ہے وہ تمام بنی نوع انسان کے تجربات کی معلومات حاصل کر سکتا ہے، اس طرح معلومات بہم پہنچانے کا ذریعہ محض اس کے معلم اور والدین ہی نہیں رہتے۔ فی زمانا کلوں میں جو سب سے بڑی ترقی رونما ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مختلف النوع کلوں کے متعدد الاغراض اجزاء یا پرزوں میں یکسانیت پیدا ہو گئی ہے اور ایک دوسرے کے بدل کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، اس توسیع ترقی کا دار و مدار بیشتر ابتدائی تعلیم کی وسیع نشر و اشاعت

باب
پیدآوری پر
اثر ڈالنے والے
بعض اسباب

پرزہ ہے۔ ایک پیچیدہ آلہ یا کل: مثلاً ہل، درانتی، سائیکل اور موٹر کار، موجودہ زمانے میں معیاری نمونہ کے مطابق تیار کی جاتی ہے اور ہر کل کے خاص خاص اجزا و اور پرزے سب ایک ہی پیمانے پر بنائے جاتے ہیں۔ جب کل کا کوئی حصہ بگڑ یا ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی جگہ نیا مطلوبہ جزو فوراً نصب کر دیا جا سکتا ہے۔ اس طریق سے اتنا فائدہ ہوا ہے کہ جہاں مرمت کے کارخانے فاصلہ پر واقع ہیں وہاں بھی پیچیدہ کلوں کا استعمال ممکن ہو گیا ہے؛ لیکن کلوں کو چلانا اور ان کے استعمال سے فائدہ اٹھانا اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ کسی قدر ذہانت کے ساتھ ساتھ ان ہدایات کو پڑھ اور سمجھ سکیں جن میں کلوں کو چلانے کا طریق درج ہوتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا میں محنت کی کفایت کرنے والے ایسے آلات کشاورزی بہت کثیر تعداد میں استعمال ہو رہے ہیں جن کے اجزا ایک دوسرے کے مثل اور باہم قابل مبادلہ ہیں؛ ایسے عدیم النظیر استعمال کا دارومدار نہ صرف وہاں کی عام ذہانت و تیز فہمی پر ہے بلکہ ابتدائی تعلیم کی نشر و اشاعت پر بھی ہے۔ گزشتہ تین عشروں کے دوران میں جرمنی نے صنعت و حرفت میں جو حیرت انگیز ترقی کی ہے اس کا سبب زیادہ تر یہی عاملین ہیں۔

98

فنی و صنعتی تعلیم بظاہر ایک راست معاشی اثر رکھتی ہے: سیول انجنیروں، میکانیکل انجنیروں اور برقی انجنیروں کی تعلیم و تربیت۔ نسلاً بعد نسل اکتسابی فنون کو باقی اور محفوظ رکھتی ہے، وہ فنون کی ترقی کے حق میں مہمیز کا کام کرتی ہے۔ زمانۂ گزشتہ کے عظیم ایجادات و ترقیات کسی تجربہ خانہ سے جس قدر عام طور سے رونما ہوئے اسی قدر کارخانوں سے بھی رونما ہوئے۔ موجودہ زمانے کے حالات کے تحت اور خاص کر ایسی حالت میں جبکہ نیچرل سائنس کو فنون میں باقاعدہ طریقوں سے استعمال کیا جا رہا ہے، اس کا قرینہ ہے کہ تجربے خانے روز افزوں زیادہ سے زیادہ کام انجام دیں، نہ صرف براہ راست ایجادات کی شکل میں جو ان تجربہ خانوں سے زور و شور کے ساتھ آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں؛ بلکہ بالواسطہ ان اشخاص کے کام کی شکل میں بھی جو ان تجربہ خانوں کی تعلیم و تربیت سے فیضیاب ہو کر نکلتے ہیں۔

باب
پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

موجودہ زمانے میں متعدد صنعتوں اور پیشوں کی تعلیم و تربیت کا میلان روز افزوں باقاعدگی کی طرف ہے؛ انجنیئر یا مہندس اپنے فن کی اساسی تعلیم و تربیت کسی کارخانے یا میدان میں نہیں پاتا بلکہ متعلقہ فن یا صنعت کی مخصوص درس گاہ میں پاتا ہے۔ طبیب یا وکیل اپنی اساسی تعلیم و تربیت کسی پیشہ ور طبیب یا وکیل سے حاصل نہیں کرتا؛ بلکہ ان پیشوں کی تعلیم دینے والے ادارہ یا مکتب سے۔ عام میکانی صنائع و فنون میں صنعتی تعلیم کی توسیع میں بھی یہی تحریک دکھائی دیتی ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں سے ان فنون کی تنقیل اور ان کے قیام و دوام کا یہ طریقہ مروج رہا ہے کہ کسی دستکار کی نگرانی میں اور اس کے تحت کارآموز مبتدی کام سیکھا کرتے تھے؛ لیکن موجودہ زمانے کے صنعتی حالات نے کارآموزی کے طریق کو بالکل غیر موثر اور متروک العمل بنا دیا ہے۔ گزشتہ زمانے کا 'معلم' یا 'استاد' تقریباً مفقود ہوگیا ہے؛ اس کی جگہ موجودہ زمانے میں بڑے آجر نے لے لی ہے، جو اپنے تحت کے انفرادی مزدوروں سے خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھے بالکل بے تعلق اور الگ تھلگ رہتا ہے۔ صنعتی تعلیم و تربیت کے ابتدائی مرحلے گزشتہ زمانے میں کارآموزی کے طریق سے طے پاتے تھے، اب انھیں باقاعدہ فنی درس گاہوں کے ذریعہ سے طے کرنا پڑتا ہے؛ اور وہ عوام کی تعلیم کے نظام عمومی کا جزو بن گئے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ مختلف صنائع اور پیشوں میں معمولاً اس قسم کی مختلف فنی درسگاہوں کے ذریعے سے داخلہ اسی طرح ہوا کرے گا جس طرح نام نہاد آزاد و شریف پیشہ مثلاً طبابت وغیرہ میں متعلقہ درس گاہوں کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کی تعلیم کا جو اثر افراد پر اور قوم پر پڑتا ہے اس کے درمیان ہمیں باریک امتیاز قائم کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک افراد کا تعلق ہے تعلیمی مواقع کی عام توسیع کا نتیجہ محض یہ ہوتا ہے کہ یکسانیت اور مساوات رونما ہوتی ہے؛ اور قوم کا جہاں تک تعلق ہے اس سے عام خوبی کار میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اس میں عام خوبی کار کو بڑھانے کا اس درجہ قرینہ نہیں ہے جس درجہ کہ بعض افراد کی اجرت کو بڑھانے کا امکان ہے۔ اس کا یہ میلان ہوسکتا ہے کہ وہ ان اشخاص کے درمیان کسی حقوق یافتہ حیثیت کو جو اپ صنعتی یا پیشہ ورانہ مہارت رکھتے ہوں منہدم کردے؛ اور اس کا یہ بھی میلان ہوسکتا ہے کہ ان کی اجرت میں کمی کردے۔ اس کے برعکس وہ ایسے اشخاص

99

باب۔ پیداآوری پر اثرانداز ہونے والے بعض اسباب

کی اجرت میں اضافہ کر دیتی ہے جو آسانی کے ساتھ اس قسم کی مہارت حاصل کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ مزدور سبھائیں، عام طور سے تجارتی یا پیشہ ورانہ درس گاہوں کے قیام کے خلاف ہیں؛ ان کو یہ خوف ہے کہ درس گاہوں کا قیام ایسے پیشوں میں جن میں اعلیٰ اجرت ملتی ہے اجرت کی شرح کو کم کر دے گا۔ گو یہ خوف بڑی حد تک مبالغے سے مملو ہے لیکن کلیتہً بے بنیاد نہیں ہے؛ جو لوگ تعلیم کے فوائد کے متعلق شد و مد کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور خاص کر صنعتی تعلیم کے فوائد کے متعلق، وہ ایک ماہر مزدور یا تربیت یافتہ انجنیر کی اعلیٰ اجرت کے مقابلے میں ایک غیر مہارت یافتہ مزدور کی ادنیٰ اجرت کو پیش کرتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان دونوں کا فرق دونوں کی اضافی پیداآوری کا پیمانہ ہے۔ وہ اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ اگر سب آدمی اس پیشے کی تربیت بآسانی حاصل کر سکیں جس میں اعلیٰ اجرت ملتی ہو تو اس پیشے میں اشخاص کی تعداد کثیر ہو جائے گی اور بنا بریں اس میں اجرت کی سطح کم ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام قسموں کی پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت کو عام طور پر اور آزادی کے ساتھ وسیع کرنے سے قوم کی پیداآوری بحیثیت مجموعی یقیناً بہت بڑھ جائے گی؛ لیکن یہ توسیع اجرت کے موجودہ فرق و اختلافات کو رفع کر دے گی اور معدودے چند خوش نصیب افراد اور طبقوں کی آمدنی میں بھی تقلیل پیدا کرے گی[1]۔

عام تعلیم اپنے تمام مدارج میں یعنی ابتدائی مدرسوں سے لے کر جامعات تک، اگرچہ واضح طور سے کسی معین صنعتی مقصد کی طرف رہبری نہیں کرتی، بلاشبہ اپنے اندر بڑے بڑے معاشی اثرات رکھتی اور معاشی حیثیت سے بلاشبہ بہت بڑی حد تک اثرانداز ہوتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ بڑی حد تک بجائے خود ایک مقصد ہے یا کم از کم صنعتی مہارت کے سوا دوسرے مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ محض علم و معلومات کی تحصیل ہی بجائے خود ایک خواہش کی تسکین پذیری کرتی ہے، اور بعض اشخاص کے لیے عظیم الشان مسرت بہم پہنچاتی ہے؛ انسانی خصوصیات میں کوئی اور خصوصیت اس قدر نمایاں نہیں ہے جس قدر کہ زمین و آسمان کی تمام اشیا کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کا

[1] اس مسئلے کے متعلق باب ۱۰ میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

باب ۵: پیداوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

غیر تسکین پذیر اشتیاق ہے، اور اس اشتیاق کی تسکین پذیری انسانی جدوجہد کے مستقل مقاصد میں سے ایک ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ علم بہتر طریقہ پر زندگی سے متمتع ہونے کا راستہ کھولتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ عام تعلیم کے اثرات معاشی اعتبار سے اس سے بھی زیادہ قوی ہیں۔ گو لکھنا پڑھنا، کھدائی کرنے والے مزدور کو زیادہ طاقتور نہیں بناتا اور اقلیدس و ادب، میکانک کی مہارت میں براہ راست اضافہ نہیں کرتا۔ لیکن تعلیم تمام تر ذہانت اور قوت تمیز کو نشو ونما دیتی، مواقع سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا کرتی، اور اصلاحات و ترقیات میں ممد ہوتی ہے۔ تعلیم کا مقصد سنجیدگی، دیانت اور مستقل جدوجہد کا ولولہ پیدا کرنا بھی ہے؛ اس سے خصائل و اوصاف کا معیار بلند کرنے اور دماغی قویٰ کی تربیت کرنے میں جس قدر زیادہ کام لیا جائیگا اسی قدر وہ کند ذہنی کو زیادہ رفع کرے گی اور زیادہ سے زیادہ مفید نتائج پر پہنچائے گی۔ جن صورتوں میں وہ اِن مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہیگی تو اس کا علاج صنعتی مہارت کے اغراض کے لیے بھی یہ نہیں ہے کہ تعلیم کو محدود کر دیا جائے بلکہ یہ کہ اس میں اصلاح کی جائے۔

۳۔ محنت کی پیدا آوری پر جو قویٰ اثر انداز ہوتے ہیں ان میں رہنمائی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ اس رہنمائی کو کاروباری منتظم، انجنیر، صنعتی ماہر اور سائنس داں اشخاص انجام دیتے ہیں؛ جو قوم اچھے رہنما و قائد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے اس کی معاشی کارکردگی پر اس کامیابی کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔

جب پیچیدہ آلات اور کلوں کو ماہر میکانک ایک دوسرے سے جوڑتے اور مربوط کرتے ہیں اور دوسرے ماہر میکانک ان کو چلاتے ہیں تو یہ کہنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ یہ مزدور دولت کے حقیقی پیدا کرنے والے ہیں؛ لیکن خفیف غور و خوص سے معلوم ہوگا کہ اس گروہ میں بجوز یعنی موجدین اور انجنیر بھی شامل کئے جاسکتے ہیں، اور مزید غور کرنے سے ڈائرکٹروں اور آجروں کو بھی اس میں شامل کرنا ضروری معلوم ہوگا۔ یہ آخری طبقہ یعنی کاروباری جماعت، بعض اشخاص اور خاص کر اشتراکیین کی نظر میں، محض دولت کا استحصال کرتی ہے۔ اصلی کام تو بظاہر دوسرے انجام دیتے ہیں اور کاروباری اشخاص بیٹھے بیٹھے منافع کماتے ہیں! اس سے زیادہ ناجائز استحصال اور کیا ہو سکتا ہے! صنعت کی موثر پیدا آوری کا کاروباری شخص کی رہنمائی پر تقریباً ایسا ہی انحصار ہے،

باب پیدا آوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

جیسا کہ فوج کی خوبی کار کا افسر پر تقسیم عمل کے پیچیدہ نظام کے تحت یہ ضروری ہے کہ پیدائش کے متعدد عامل یکجا کئے جائیں اور موزونیت کے ساتھ متحد کئے جائیں۔ محنت اور راس المال کی مختلف قسموں کا بہترین قدرتی ذرائع کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔ پیدا کرنے والے اور صارف کی درمیانی طویل کھائی پر پل باندھنا ضروری ہے۔ کاروباری رہنما کی امداد و نگرانی کے بغیر عام طور سے ماہر میکانک اور انجینیر بھی کچھ نہیں کر سکتے: یہ صورت خاص کر وہاں پیش آتی ہے جہاں صنعت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہو۔ معاشی ترقی کے لیے جرأت، محنت، باریک بینی، قوت فیصلہ اور راس المال پر دسترس ناگزیر ہے؛ جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے صنعتی رہنمائی کی اہمیت پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔　101

دوسری قسم کی رہنمائی سائنس داں شخص کی ہے۔ مادی تہذیب و تمدن کی ترقی کا دارومدار قوانین قدرت سے متعلق معلومات حاصل کرنے پر ہے؛ ہئیت داں، ماہر طبعیات، کیمیا داں، اور ماہر حیاتیات، صنائع و فنون کی ترقی کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ اکثر اشخاص کے برعکس ان اشخاص کی کوششوں کا محرک بالعموم زیادہ اعلیٰ قسم کا مقصد: یعنی حقیقت کی ہمہ تن جستجو اور تلاش ہوتا ہے یا شہرت حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے؛ کوئی مادی صلہ حاصل کرنے کا خیال نہیں ہوتا۔ فنون و صنائع پر سائنٹیفک تحقیقات کا اثر، گو اکثر بالواسطہ اور غیر متوقع ہوتا ہے، پھر بھی دوررس نتائج پیدا کرتا ہے مثلاً فیرڈے نے جب برقی لہر کا انکشاف کیا تو صنعتی امکانات اس کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھے، بایں ہمہ برقی قوت بنانے کے انجن: یعنی ڈائنامو نے معاشی ترقی پر کس قدر گہرا اثر ڈالا![1]

القصہ رہنماؤں کا کال ہے۔ اکثر رہنما سرسری ہوتے ہیں۔ صنعت کو فروغ و ترقی

---

[1] میرے رفیق کار پروفیسر سی۔ یل۔ جیکسن نے میری توجہ حسب ذیل امور کی جانب منعطف کرائی ہے (۱) پرکن کا ارغوانی رنگ کا انکشاف جس نے انی لائن رنگ کی صنعت کی جانب رہبری کی (۲) گریبہ اور لائیبرمان کی تحقیق الی زرین کے بارے میں جس نے اس رنگ کے مادے کو کوئلے کے ڈانبر یا قیر سے نکالنے کی صنعت کی جانب رہبری کی۔

اسی طرح خالص سائنس کے انکشافات کے نتیجے کے طور پر صنعت میں جو انقلابات ہوئے انکی متعدد مثالیں ہیں۔

باب ۷
پیدائش پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

دینے کے ذرائع میں کوئی دوسرا ذریعہ اس قدر اہم نہیں ہے جس قدر کہ اعلیٰ درجے کی قابلیت رکھنے والے اشخاص کی تلاش اور ان کی ترغیب و تحریص۔

آزادی انتخاب اور تعلیم کی نشر و اشاعت ہی غیر معمولی ذہانت و قابلیت رکھنے والے اشخاص کی تلاش کا ذریعہ ہے۔ ایسے اشخاص کے طبقے میں، جو اس وقت تعلیم سے بے بہرہ ہیں اور جو کم علم گرد و پیش میں فروماندہ ہیں، ممکن ہے کہ اکثر افراد اچھی استعداد والے ہوں اور اکا دکا بہت ذہین ہو۔ تعلیم کی وسیع نشر و اشاعت سے عام فائدہ کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تعلیم کسی شخص کی خاص قابلیت وصلاحیت کو ابھارتی اور جلا دیتی ہے۔ یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ اعلیٰ درجے کی جبلی قابلیت وصلاحیت عام طور سے ایسے اشخاص میں پائی جاتی ہے جن کے لیے تعلیم اور سہولت کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ یہاں ہم معاشری طبقوں کی نوعیت و اہمیت کے متنازعہ فیہ سوال میں جا پڑتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی شہادت موجود ہے کہ خوش حال طبقے زیادہ مرفہ الحالی اور آرام سے اس وجہ سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں کہ وہ بحیثیت مجموعی نسبتہً زیادہ عقلی و ذہنی قابلیت رکھتے ہیں؛ لیکن اگر یہ کلیہ صحیح مان لیا جائے تو بھی وہ بہت سے شرائط و مستثنیات کا تابع ہے؛ اور اس کا اقبال کرنا یقیناً ضروری ہے کہ کم خوشحال طبقے کی قابلیت کا کچھ حصہ ظاہر ہونے سے محروم رہتا ہے۔ گو خداداد قابلیت رکھنے والے اشخاص کی تعداد، ادنیٰ طبقوں کی تعداد کے تناسب سے کم پائی جاتی ہے لیکن ممکن ہے کہ ایسے لوگ بہت ہوں۔ ان طبقوں کی کامل تربیت، ان تمام اوصاف کے مد نظر جو بہترین صلاحیت اور سب سے بڑھ کر رہنمائی کے لیے درکار ہیں، تعلیم کی وسیع اشاعت کا اہم ترین نصب العین ہے۔ 102

آزادی اور جمہوریت، رہنماؤں کی قلیل تعداد کو پوری طرح نشو و ترقی دینے میں بہت بڑا اثر رکھتی ہے: چنانچہ موجودہ زمانے میں جماعتی حقوق کی تنسیخ سے نہ صرف سیاسی اور معاشری نتائج پیدا ہوئے ہیں بلکہ راست معاشی اثرات بھی مترتب ہوئے ہیں۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران میں انگلستان کے صنعتی تفوق کا موجب و سبب زیادہ تر اس کے آزاد ادارے تھے۔ انگلستان

باب ۶ پیدا آوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

یں غریب آدمی کے بچے کے لیے ترقی کرنے کے مواقع گو محدود تھے لیکن براعظم کے مقابلے میں بہت زیادہ تھے: چنانچہ انگلستان نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ریاستہائے متحدہ میں موجودہ زمانے میں اس قسم کی سہولتیں اور مواقع پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں جن کی نظیر دنیا کے دوسرے ممالک میں ملنا دشوار ہے۔ چنانچہ ملک کی عجیب وغریب مادی خوش حالی سب سے زیادہ اسی عامل کا نتیجہ ہے۔

جو اشخاص رہنمائی کے اوصاف سے متصف ہوتے ہیں انھیں نہ صرف ایک آزاد میدان دینا ضروری ہے بلکہ انھیں اپنی خداداد قابلیتوں سے پوری طرح کام لینے کے مواقع بہم پہنچانے چاہئیں۔ بظاہر کسی نہ کسی قسم کی عدم مساوات، ترغیب و تحریص دینے کے آلے کے طور پر ناگزیر معلوم ہوتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ یہاں ہمارے سامنے ایک ایسا سوال ہے جو ان سوالات سے جن پر ہم نے گزشتہ صفحات میں بحث کی بالکل مختلف ہے۔ ایک خداداد قابلیت رکھنے والے شخص کو بہترین طریقے پر کام انجام دینے کے لیے مواقع بہم پہنچانے میں اور اس کو بہترین طریقہ پر کام کرنے کا معاوضہ دینے میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس کے موثر، غیر معمولی، اور کمیاب دماغی قویٰ وصفات کے تناسب سے اس کو معاوضہ دینا بظاہر اس کو اپنا کام بہترین طریقہ پر انجام دینے کی ترغیب دلانے کے طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ صنعتی رہنمائی کی خداداد قابلیت کا جہاں تک تعلق ہے بنی نوع انسان کا ہر نوع یہی تجربہ رہا ہے۔ معاشی جدوجہد کی تشویق و ترغیب کا کوئی اور ذریعہ اس قدر موثر ثابت نہیں ہوا ہے جس قدر کہ کثیر منافع ملنے کی خوش آئند توقع۔ آمدنی اور جائداد کی عدم مساوات، جہاں تک کہ وہ صنعتی کارکردگی کے اختلافات پر مبنی ہے، پیدائش میں عام اور بہتر کارکردگی کے لیے ایک بہت قوی محرک ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک انفرادی نقطۂ خیال ہے؛ اس میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ اکثر انسان اپنے لین دین میں اور آمدنی پیدا کرنے کی جدوجہد میں خود غرضانہ محرکات سے متاثر ہوتے ہیں۔ انتہائی اجتماعی نقطۂ خیال یہ ہے کہ انسان کو اپنے قویٰ کے پوری طرح استعمال کرنے کے لیے خود غرضانہ محرکات کے مقابلے میں دوسرے محرکات سے بہت جلد ترغیب دی جا سکتی ہے۔ مگر ان دونوں نقطہ ہائے خیال میں سے

103

باب ۶
پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

کوئی خیال ایسا نہیں ہے جس کو بلا ترمیم قبول کیا جا سکتا ہو۔ رہنمائی کی بعض قسمیں ایسی ہیں کہ ان میں معاوضے کا لحاظ کئے بغیر بھی کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ جو اشخاص ادبیات، فنون لطیفہ اور خالص سائنس میں اعلیٰ درجہ کی خداداد ذہنی قابلیت رکھتے ہیں، وہ اس سے مسلسل اور معاوضے کی توقع کے بغیر کام لیتے ہیں۔ اس کے برعکس صنعتی رہنمائی اور صنعتی کارکردگی کا انحصار بظاہر محنتانہ پر ہے۔ آیا ان صفات کو عدم مساوات یا عظیم عدم مساوات کے بغیر فروغ دینے کے امکانات ہیں یا نہیں؟ ایک ایسا سوال ہے جس کا تعلق معاشیات کے مشکل ترین سوالات سے ہے: چنانچہ اس کی بحث کسی اور موقع کے لیے ملتوی کر دینا ضروری ہے[1]۔ یہاں اتنا اور کہہ دینا کافی ہے کہ اعلیٰ آمدنی یا بڑھیا منافعہ کا مادی معاوضہ اب تک معاشی رہبری میں تشویق و ترغیب کا عجیب و غریب، موثر اور ناگزیر آلہ ثابت ہوا ہے۔

۴۔ خلاصہ یہ کہ صنعت کی پیدآوری کا دارومدار نہ صرف مادی سازوسامان پر ہے بلکہ اس چیز پر بھی ہے جس کو ہم غیر مادی سازوسامان کہہ سکتے ہیں: یعنی وہ صرف اصل کی شکل میں فراہم کردہ دولت ہی پر منحصر نہیں ہے؛ بلکہ اخلاقی اور ذہنی صفات کے مجموعہ پر بھی منحصر ہے۔ اس غیر مادی اصل کے لیے نگہداشت اور تبلیغ و تنقیل اتنی ہی اہم اور ضروری ہے جتنی کہ قوم کے مادی اصل کے لیے۔

تعلیم ایک نسل سے دوسری نسل کو قوم کے محصلہ و مکتسبہ خصوصیات و صفات منتقل کرتی ہے۔ اور یہ خصوصیات ابتدائی نوشت و خواند تک محدود نہیں ہیں؛ بلکہ اعلیٰ درجہ کی اور پیچیدہ ترین صنعتی تعلیم و تربیت بھی ان میں شامل ہے۔ نہ صرف یہ ذہنی اکتسابات بلکہ ان کے مثل اخلاقی صفات بھی لازمی طور پر ایک نسل سے دوسری نسل میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ محنت و مشقت کے عادات، صداقت شعاری، دیانت داری، سنجیدگی، تدبر، دوسروں کا پاس و لحاظ، اور مشترکہ مفاد کا خیال، ان سب چیزوں کی نشو و ترقی بتدریج اور آہستہ آہستہ عمل میں آتی ہے؛ اور ان کا دارومدار مثال کے اعادے اور تقلید پر ہے۔

---

[1] دیکھو باب ۴۷۔

باب پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

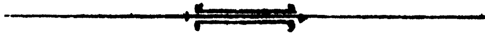
104

یہ چیزیں ایک حد تک وراثتہً بھی ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتی ہیں۔ علمائے حیاتیات میں اب تک اس امر کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا مکتسبہ و حصلہ خصوصیات توریثی ہوتے ہیں یا نہیں ؛ بظاہر عام خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصوصیات توریثی نہیں ہوتے، اور یہ کہ صرف جبلی صفات باپ سے بیٹے میں منتقل ہوتے ہیں۔ اگر قدرتی اشیائیں یہی قاعدہ عام ہے تو انسان پر بھی اس کا صادق آنا ضروری ہے: چنانچہ ایک تہذیب یافتہ و متمدن انسان کے صفات میں سے کم از کم چند صفات کو صرف بقررہ تعلیم و تربیت کے ذریعے سے قائم رکھا جا سکتا ہے۔ دوسری صفات ایسی ہوتی ہیں جو اس کی فطرت میں عمل انتخاب کے ذریعے سے ودیعت ہوتی ہیں: یعنی کم تہذیب یافتہ رجحانات بتدریج اور بہت طویل عرصے میں مستاصل ہوجاتے اور ان کی جگہ زیادہ مہذب رجحانات جڑ پکڑتے ہیں۔ انسان کی فطرت تبدیل پذیر اور اصلاح پذیر ہے - ہزاروں سال قبل انسان میں جو صفات موجود تھے ان کے مقابلہ میں اب بدرجہا زیادہ مہذب اور عمدہ صفات پائے جاتے ہیں۔ ایسے تدابیر بھی پیش کئے جاتے ہیں جن سے اس عمل کی رفتار سریع ہوجائے: یعنی انسانوں کی پرورش و تربیت انھی طریقوں پر کی جائے جن پر کہ جانوروں کی پرورش و تربیت کی جاتی ہے۔ لیکن اس قسم کی تجاویز سے جو دوررس سوالات پیدا ہوتے ہیں ان پر بحث کئے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ مستقبل کے لیے محض غیر ارادی انتخاب کا تدریجی، غیر معین اور بے قاعدہ عمل ہی صفات کو موثر طریقہ سے منتقل کرسکتا اور جبلی صفات میں اصلاح کا امکان پیدا کرسکتا ہے۔ جہاں تک عمومی قابلیت اور اخلاق کے اعتدال کا تعلق ہے: وہاں تک یہ خصوصیت نسلاً بعد نسلٍ وراثتہً یکساں منتقل ہوتی رہتی ہے۔

لیکن مسلسل و مستقل تعلیم و تربیت انسان کو نہ صرف اس کی موجودہ حالت پر برقرار رکھتی ہے بلکہ ترقی کے بہت متصل امکانات بہم پہنچاتی ہے۔ موروثی صفات جس حد تک مہذب انسان اور وحشی انسان میں فرق و اختلاف قائم کرتے ہیں، اس قسم کی تعلیم و تربیت اس سے کچھ کم درجہ پر فرق قائم نہیں کرتی۔ جس طرح انسان کا مادی اصل ان تھک اور مسلسل کوششوں سے قائم رکھا جاتا ہے اسی طرح انسان کے

اب۔ پیدآوری پر اثر ڈالنے والے بعض اسباب

اخلاقی، ذہنی اور تعلیمی سرمایہ کا بھی مسلسل کوششوں سے قائم و محفوظ رکھنا ضروری ہے؛ اور اول الذکر کی شکل میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں جو کوشش کی جاتی ہے اس کا مقصد زیادہ تر ذاتی مفاد کی بجائے دوسروں کا مفاد ہوتا ہے۔ یہ کوشش نتیجہ ہوتی ہے والدین کے ایثار و افکار کا اور قوم کے اس احساس کا کہ اس کے اپنے سب افراد کے صفات کی تعلیم کی نشر و اشاعت کے ذریعہ سے اصلاح ہو۔ لیکن یہ کوشش بڑی حد تک ذاتی اغراض و مفاد پر بھی مبنی ہوتی ہے: یعنی اس کا محرک وہ خواہش ہوتی ہے جو کہ ہر انسان اپنی حالت اور اپنے خاندان کی حالت کو بہتر بنانے اور اس کی اصلاح کرنے کے متعلق رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو ہر وقت اپنی اصلاح کرنے اور اپنی حالت بہتر بنانے کا موقع حاصل رہتا ہے، اور اس کی موجودہ حالت مزید ترقی کی بنیاد ثابت ہوتی ہے، اور مزید ترقی کا امکان پیدا کرتی ہے۔ تہذیب و تمدن کے لیے جو صفات ضروری ہیں ان میں سے بعض صفات کا وہ وراثتہً مالک ہوا ہے، اور بعض کا وہ اکتساب کرتا اور مسلسل و مستقل کوششوں کے ذریعے سے منتقل کرتا ہے۔ ان سب چیزوں کا نتیجہ اور ماحصل قوم کا عظیم الشان غیر مادی اصل ہے؛ اور یہ ایسی جائداد یا ملک ہے جو عام مرفہ الحالی اور انسانی بہبود کے لیے مختلف آلات اور مادی اشیا کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہمیت نہیں رکھتی۔



105

تعلیقات

حصہ اول

پیدا آور اور غیر پیدا آور محنت کے بارے میں دیکھو آدم اسمتھ 'دولت اقوام' حصہ دوم باب (۳) کے مضامین جن کا بکثرت حوالہ دیا جاتا ہے؛ اور جے یس مل کی کتاب 'اصول معاشیات' حصہ اول باب (۳)؛ روشر کی کتاب 'معاشیات' حصہ اول باب (۲) میں نہایت عمدہ تاریخی و تنقیدی بیان ہے۔ جدید مباحث میں کوئی مضمون توجہ کا اتنا مستحق نہیں ہے جتنا کہ پروفیسر ڈی ویب لن کا مضمون 'صنعتی پیشے' اور 'آمدنی کے پیشے' پر انجمن ترقی معاشیات امریکا کی روئداد میں سنہ ۱۹۰۱ نمبر(۱)۔

تقسیم عمل کے بارے میں چارلس بیبیج کی کتاب On the Ecqnomy of Machinery and Manufactures شائع شدہ ۱۸۳۲ء بھی قابل مطالعہ ہے۔ جدید ترقیات کے متعلق The Thirteenth Annual Report of the Commissioner of Labor (U. S.) on Hand and Machine Labor (1899). ریاستہائے متحدہ کے ایک کمیشن کی تیرھویں سالانہ رپورٹ میں مثالوں کا ذخیرہ ملتا ہے۔ تقسیم عمل اور اس کے تاریخی ارتقا کا مفصل بیان ایک کتاب موسومہ: Die Entstehung der Volkswirthschaft مصنفہ بیوشر میں ملتا ہے جس کا انگریزی ترجمہ تیسرے جرمانی ایڈیشن سے 'صنعتی ارتقاء'

تعلیقات

(۱۹۱۰ء) کے نام سے ہوا ہے۔ اٹھارویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بارے میں دیکھو مانتو کی کتاب (1906) La revotution industrielle ! اور اس سے کم باقاعدہ لیکن زیادہ فلسفیانہ بحث کے لیے دیکھو اے۔ ٹائن بی کی تصنیف Lectures on the Industrial Revolution) ۔

اصل کے بارے میں دیکھو تعلیقات حصۂ پنجم۔اجتماعی کاروبار اور اجتماعی تنظیم کے بارے میں چونکہ آجکل بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اس لیے باب ششم کے مسائل زیر بحث پر کارآمد حوالہ جات مصنف کی نظر میں نہیں ہیں۔

افقی اور عمودی اتحاد کے بارے میں ایک عمدہ بحث جی۔ آر۔ کارٹر کی کتاب The Tendency toward Industrial Combination میں ہے جس میں برطانوی حالات کا خاص طور سے حوالہ ہے۔



حصۂ دوم

مبادلہ و قدر

109

باب ہشتم

تمہید: مبادلہ، قدر، قیمت۔

(۱) مبادلہ تقسیم عمل کا نتیجہ ہے۔ (۲) زر بحیثیت آلۂ مبادلہ (۳) قدر و افادہ؛ مبادلہ میں قدر کا تصور۔ (۴) قدر میں عام اضافہ؛ قیمتوں میں عام اضافہ؛ عام قیمتوں کی ثبات پذیری عارضی طور سے فرض کی جاتی ہے۔



۱۔ تقسیم محنت کے نتیجہ کے طور پر اشیا کا مبادلہ ان اشخاص کے مابین ہوتا ہے جو پیدائش کے جداگانہ عملوں کو انجام دیتے ہیں؛ اور مبادلہ کے نتیجہ کے طور پر قدر، زر اور قیمتوں کے مظاہر رونما ہوتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ اور اس کے بعد کے حصے میں ہم انھی مظاہر سے بحث کریں گے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، مبادلہ تقسیم عمل کا لازمی نتیجہ نہیں ہے۔[1] ممکن ہے کہ ایک الوتی خاندان موجود ہو جو ایک بزرگ خاندان کی زیر نگرانی مشترک آمدنی و خرچ رکھتا ہو، اور اس خاندان کے افراد کے درمیان مبادلے کے بغیر تقسیم

[1]. دیکھو باب ۲ اور باب ۴۔

باب۔ مبادلہ، قدر و قیمت

عمل میں آتی ہو! یا اس خاندان کے مماثل ایک اشتراکی سوسائٹی موجود ہو جو اپنی چھوٹی چھوٹی خفیف ضروریات خود ہی پوری کر لیتی ہو۔ موجودہ زمانے کے خاندان میں بھی شوہر اور بی بی کے درمیان ایک طرح کی تقسیم عمل ہوتی ہے؛ لیکن عام طور سے ہم خاندان پر بطور ایک اکائی یا فرد کے بحث کرتے ہیں، اور اہل خانہ کو، جب وہ شوہر اور افراد خاندان کے لیے کام کرتی ہے، یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ اس جماعت کے لیے کام کرتی ہے جس کی وہ خود ایک فرد ہے۔ اس طریقہ پر ابوتی خاندان اور اشتراکی سوسائٹی کو اسکے ارکان معاشری و معاشی اکائیاں تصور کرتے ہیں۔ مبادلہ اغراض کی علیحدگی و تفریق سے رونما ہوتا ہے؛ چنانچہ خانگی ملک کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی ترقی رونما ہوئی ہے۔ موجودہ زمانے کی صنعت کے بیشتر حصے میں محنت کی تقسیم کا طریق رائج ہے، اور اس کے ساتھ خانگی ملک کا طریق اور ہر شخص کا اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے محنت کرنے کا طریق رائج ہے؛ چنانچہ مبادلہ اور اس کے لوازم: یعنی قدر و قیمت، اسی کی پیداوار ہیں۔

یہ امر کہ ایک شخص اپنی ہی ذات اور اپنی ہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے پیدائش کا عمل انجام دے سب سے زیادہ زراعت میں پایا جاتا ہے؛ لیکن اس میں بھی محنت کی تقسیم اور مبادلہ بہت سرعت کے ساتھ زمانہ حال کے اعلیٰ ترقی یافتہ ملکوں میں پھیل رہا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں اپنی ضرورتوں کو آپ پورا کرنے والے اگلے وقتوں کے کاشتکار تقریباً معدوم ہو چکے ہیں، اور یورپ کے کاشتکار بھی 110 آمد و رفت کی سہولت اور خرید و فروخت کی آسانی کے جدید طریقوں کی بدولت اپنے دیرینہ خصوصیات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، اور نئے قالب میں ڈھل رہے ہیں۔ اگرچہ کاشتکار اب بھی اپنی اشیائے خور و نوش، خاص کر ترکاری اور میووں کا ایک جزو خود ہی تیار کرتا ہے؛ بایں ہمہ ایسی زرعی پیداوار کی مقدار کو بڑھانے کی جانب جس کی خرید و فروخت عمل میں آتی ہے مستقل رجحان پیدا ہو چلا ہے۔ ایک اکیلا کاشتکار گیہوں فروخت کرتا ہے اور آٹا خرید تا ہے، مویشی فروخت کرتا اور گوشت خرید لیتا ہے، دودھ اور بالائی فروخت کرتا اور مکھن خرید لیتا ہے؛ زراعت کے علاوہ دوسرے پیشوں میں بھی تقسیم عمل اس قدر جزئی سے جزئی انتہا تک پہنچ گئی ہے کہ بہت

باب ۳ مبادلہ قدر و قیمت

اہم نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر مزدور اپنی احتیاجوں کو پورا کرنے کے لیے براہ راست خود ہی محنت نہیں کرتا۔ ہر چیز جو تیار ہوتی ہے وہ دوسروں کی احتیاجات کو مبادلے کے ذریعے سے پورا کرنے کی غرض سے تیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ فروخت، قیمت، قدر اور مبادلہ، یہ سب موجودہ زمانے کے مخصوص معاشی مظاہر ہیں۔

۲۔ تقسیم عمل کا جب سے رواج شروع ہوا تقریباً اسی زمانے سے مختلف اشیا کو ایک دوسرے سے مبادلہ کرنے کے لیے ایک آلۂ مبادلہ استعمال ہونا شروع ہوا۔ اشیا کا ایک دوسرے سے ادل بدل کرنا، تقسیم عمل کے بہت سیدھے سادے نظام کے تحت انجام دیا جاسکتا ہے؛ بایں ہمہ اس میں دقتیں موجود ہیں، اور جونہی وحشیانہ طریق زندگی کے ابتدائی مراحل طے ہوجاتے ہیں کسی نہ کسی آلۂ مبادلہ کا استعمال رونما ہوتا ہے۔

لامحالہ کوئی ایسی شے جو عام طور سے استعمال کی جاتی ہو آلۂ مبادلہ کا فعل انجام دیگی: ایک شخص جو اپنی کسی شے کو فروخت کرنا چاہے اور اس کو فوراً ٹھیک اسی قسم کی اشیا جنھیں وہ خریدنا چاہتا ہے مبادلے میں نہ مل سکیں تو ایک ایسی معیاری اور عام استعمال میں آنے والی شے کو قبول کرلے گا جس سے وہ جلدی یا بدیر اپنی مطلوبہ اشیا خریدنے کے قابل ہو سکے۔ چنانچہ تمدن کے مختلف مراحل میں اشیا کے طریق مبادلہ کی دقتوں سے بچنے کے لیے مختلف اشیا بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ہومر یونانی کے زمانہ میں اشیا کی قدر کا اندازہ بیلوں کی تعداد کے حوالے لگایا جاتا تھا۔ اس قدیم زمانے میں آبادی بیشتر زراعت پیشہ اور مویشی چراتی تھی؛ چنانچہ ان کے لین دین میں بقول مسٹر وکسٹیڈ[1] مویشی معیار قدر تھے۔ نوآبادی ورجینیا

---

[1] مسٹر وکسٹیڈ اپنی کتاب موسوم بہ The Common Sense of Political Economy میں لکھتے ہیں کہ ہومر کی نظموں سے "زیادہ تر اس امر کا ثبوت بہم پہنچتا ہے کہ باندیوں، تپائیوں یا سونے اور پیتل کے اسلحہ اور ظروف کی خرید و فروخت عام طور سے مویشیوں کی تعداد کے حوالے سے ہوا کرتی تھی؛ لیکن اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ آیا ان اشیا کے مبادلے و معاوضے میں مویشیوں کی راست تفصیل عمل میں آتی تھی"۔ متن میں جو دوسری اشیا کا ذکر کیا گیا ہے ان کے بارے میں بھی غالباً یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ مبادلات انجام دینے کی غرض سے

باب ۱۱۱ مبادلہ قدر و قیمت

کی ابتدائی تاریخ میں ایک عرصہ دراز تک صرف تمباکو ہی کی برآمد ہوا کرتی تھی، اور بازار کے لیے عادتاً تیار کی جانے والی اہم شے یہی تھی؛ چنانچہ وہاں یہی شے مسلمہ طور پر ذریعہ مبادلہ قرار پا گئی۔ دوسرے ملکوں میں نمک، چائے، چرم، وغیرہ سے بھی کام لیا جاتا رہا؛ لیکن اس قسم کے مبادلہ میں سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر جو اشیا استعمال کی گئیں وہ قیمتی دھاتیں، سونا اور چاندی تھے۔ یہاں ہم کو اس تفصیلی بحث میں پڑنے کے لیے زیادہ توقف نہ کرنا چاہیئے کہ ان اشیا کو معیار قدر یا آلۂ مبادلہ بننے کے قابل بنانے والے صفات و خواص کیا ہیں! صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ ان فلزات میں ایک خاص قسم کی چمک ہوتی ہے اور ان کا بطور زیور استعمال خاص طور سے مرغوب خاطر ہوتا ہے، ان کو زنگ نہیں لگنے پاتا، ان میں ثبات پذیری، یکسانیت، ہم جنسی اور سہم پذیری کی خوبیاں موجود ہیں۔ ہم کو اس امر پر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان فلزات کے سکے مضروب کرنے سے عام اشیاء کی خرید و فروخت میں کس قدر سہولت پیدا ہو گئی ہے، اور نہ یہ بحث کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا نائب: یعنی 'کاغذی زر' موجودہ زمانے میں ان کی بجائے کس طرح عام رواج پا گیا ہے! — ان سب مسائل کا مبحث زر سے تعلق ہے، جس پر آئندہ حصے میں مفصل توجہ کرنا ضروری ہے۔

یہاں اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ زر کے استعمال کے ذریعے سے تقسیم عمل اور مبادلہ کس طرح مکمل طور پر اپنا فعل انجام دیتے اور اہم نتائج مترتب کرتے ہیں؛ ہر پیدا کرنے والا اپنی محنت اور اپنے اصل کا ماحصل زر کی شکل میں حاصل کرتا ہے۔ معاشی حیثیت سے ترقی یافتہ ملکوں میں اس کے مستثنیات اس قدر کم ہیں اور جو کچھ ہیں وہ اس قدر سرعت کے ساتھ غائب ہو رہے ہیں کہ ان سے مذکورہ بالا اصول کے عام اور عالمگیر ہونے کا مزید ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ مبادلے کا عمل اشیا یا خدمات کو بمعاوضۂ زر فروخت کرنے، اور اس کے بعد اس محصلہ زر سے مطلوبہ اشیا و خدمات خریدنے پر مبنی ہوتا ہے۔ اس طرح مبادلہ کے اساسی واقعہ کو ٹھیک وہی نظام مبہم بنا دیتا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ اس قدر استعمال نہیں کی جاتی تھیں جس قدر کہ اضافی قدر کی پیمائش کرنے کی غرض سے۔

باب
تمہید: مبادلہ
قدر، قیمت

ہے جو اس میں اس قدر مکمل طور سے سہولتیں بہم پہنچاتا ہے۔ جس طرح امداد باہمی اور اتحاد، جو تقسیم عمل کے اساسی خصوصیات ہیں، متحدہ عمل کے احساس کے بغیر انجام پاتا ہے اسی طرح مبادلہ کا عمل بھی اس احساس کے بغیر انجام پاتا ہے کہ وہ ہر قسم کی خرید و فروخت کا مقصد اور نتیجہ ہے۔

۳۔ معاشیات میں کسی شے کی قدر کا مفہوم دوسری اشیا کو مبادلے میں حاصل کرنے کی قدرت یا قوت ہے۔ قدر سے وہ شرح مراد ہے جس پر ایک شئے کا دوسری شے سے مبادلہ ہوتا ہے۔ اگر ایک من گیہوں کا دوسری اشیا کی کثیر مقدار سے: یعنی کئی سیر لوہے، کئی گز پارچہ، یا کئی اونس نمک، ــــ سے مبادلہ کیا جاسکتا ہے تو گیہوں کی قدر اعلیٰ ہوگی؛ اس کا مالک اس قسم کی اشیا کثیر مقدار میں حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن اگر ایک من گیہوں کے مبادلے میں چند ہی سیر لوہا، چند گز پارچہ، یا چند اونس نمک، دستیاب ہو تو گیہوں کی قدر ادنیٰ ہوگی؛ اس کا مالک ان اشیا کی بہت کم مقدار حاصل کرسکے گا۔ اس امر سے کہ مبادلہ براہ راست یا بلا واسطہ نہیں واقع ہوتا بلکہ بالواسطہ ہوتا ہے، پہلے آلہ مبادلہ یعنی زر کے معاوضہ میں گیہوں فروخت کیئے جاتے ہیں، اور اس کے بعد اس محصلہ زر سے لوہا، پارچہ، نمک اور دوسری مطلوبہ اشیا خریدی جاتی ہیں؛ نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس دوہرے عمل کا نتیجہ ایک ہی ہے کہ گویا مبادلہ، اشیا کے راست ادل بدل سے وقوع پذیر ہوا۔ اگر فرق ہے تو بس یہی کہ وہ زیادہ سہل طریقے پر انجام پاتا ہے۔

اس طرح کسی شے کی قدر کا یہ تصور در اصل وہ قدر مبادلہ ہے جو موسوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ قدر اس شے کے مفید یا اہم ہونے یا اس کے "افادہ" سے بہت مختلف چیز ہے۔ روزمرہ کی انگریزی بول چال میں لفظ "قدر" (ویلیو Value) کو بعض اوقات "قدر مبادلہ" کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات "افادہ" یا "اہمیت" کے مفہوم میں: مثلاً ہم کہتے ہیں کہ لوہے کی "قدر" سونے کی "قدر" کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے، اور گیہوں کی "قدر" ہیرے جواہرات کی "قدر" سے مقابلۃً بہت زیادہ ہے۔ اس طرح کہنے میں ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوہا اور گیہوں انسانی زندگی کے لیے نسبتًہ زیادہ اہمیت رکھتے ہیں،

باب ۳
تمہید، مبادلہ، قدر، قیمت

ان سے سونے اور جواہرات کے مقابلہ میں زیادہ شدید اور اہم احتیاجات کی تکمیل ہوتی ہے۔ باوجود اس کے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ لوہے اور گیہوں کی نسبت سونا اور جواہرات زیادہ "قابل قدر" یا "بیش قدر" (قیمتی) ہیں۔ گویا ہم 'قدر' اور 'بیش قدر' یا 'زیادہ قابل قدر' الفاظ کو 'قدر مبادلہ' کے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، اور ان سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ سونے اور جواہرات کی مقابلۃً قلیل مقدار سے ان کا مالک لوہے اور گیہوں کی کثیر مقدار حاصل کر سکتا ہے۔ معاشیات کے اغراض کے لیے یہ موخر الذکر مفہوم یعنی "قدر مبادلہ" نسبتۃً زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک تیسرا مفہوم بھی سرسری طور پر قابل ذکر ہے: بعض اوقات لوگ کسی شے کی 'قدر' اس سے زیادہ یا کم بتاتے ہیں جتنی کہ حقیقی مبادلہ کے کاروبار میں اس کی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مکان کی قیمت اس سے زیادہ ہے جتنی کہ انھوں نے ادا کی یا یہ کہ کوئی شے یا صرافے کا تمسک اس کی 'ذاتی قدر' سے کم قیمت پر فروخت ہو رہا ہے۔ ایسا کہنے سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ 'موجودہ قیمت' اس قیمت سے بہت مختلف ہے جو کہ ایک طویل مدت کے بعد انجام کار وصول ہوگی' یا اس قیمت سے بہت مختلف ہے۔ جس کو وہ واجبی اور مناسب خیال کرتے ہیں۔ جس عام مفہوم میں ہم نے لفظ قدر کو استعمال کیا اس کے لحاظ سے قدر کے معنی 'حقیقی شرح مبادلہ' کے ہیں اور اس سے مراد محض وہی 'قیمت' ہے جو اشیا کی فروخت اور مبادلوں میں قرار پاتی ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ لفظ اس تیسرے مفہوم یعنی 'مناسب' یا 'ذاتی' قدر میں بھی استعمال ہوتا ہے! تو اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روزمرہ کی بول چال کے مصطلحات کس قدر غیر معین اور مبہم ہیں۔ چنانچہ علمائے معاشیات کو یہ عام طور سے شکایت ہے کہ انھیں اپنی بحث اور اپنے تفکر میں اکثر ایسی عام اصطلاحیں جیسے 'اصل' 'قدر' وغیرہ استعمال کرنی پڑتی ہیں جو عام بول چال میں متعدد مفہوم اور معنی رکھتی ہیں۔ معاشیات کے اغراض کے لیے کوئی ایک معنی یا تعریف منتخب کر لینی چاہیئے' اور احتیاط کے ساتھ اس پر جمے رہنا چاہیئے۔ آئندہ صفحات میں لفظ 'قدر' ٹھیک اسی مفہوم میں استعمال کیا جائے گا جو کہ علمائے معاشیات نے اس کے لیے مختص کیا ہے' یعنی 'نسبت مبادلہ'۔

113

باب تمہید: مبادلہ، قدر، قیمت

کسی شے کی 'قیمت' سے مراد زر کی وہ مقدار ہے جو اس شے کو فروخت کرنے سے وصول ہو: دوسرے الفاظ میں، جب قدر کا اظہار مسلمہ آلۂ مبادلہ کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے تو وہ قیمت کہلاتی ہے۔ قیمت کا تصور عام طور سے واضح ہے اور صحیح طریقہ سے سمجھا جاتا ہے؛ لیکن قدر کا مفہوم اس کے برعکس کسی قدر پیچیدہ سا ہے اور معاشیات کے مبتدی کو اس کا شناق واقف کار ہونا ضروری ہے۔ موجودہ زمانے میں قیمت کے معنی تقریباً سب متمدن و مہذب ممالک میں ان کے مسلمہ و مقررہ آلۂ مبادلہ: یعنی سونے کی وہ مقدار ہے جو اشیا کے مبادلے میں وصول ہوتی ہے۔ سونے کے بدل یا نائب: یعنی 'کاغذی زر' اور دیگر فلزی زر' بھی اکثر استعمال ہوتے ہیں جو مبادلہ میں سونے کے مساوی قدر رکھتے ہیں؛ اور ٹھیک اسی طریقے سے آلۂ مبادلہ کا کام انجام دیتے ہیں جیسا کہ سونا۔ کاغذی زر' چاندی اور تانبے کے بحیثیت زر جو خصوصیات ہیں ان پر مناسب موقع سے بحث و توجہ کی جائے گی؛ سردست ہم یہ فرض کریں گے کہ سونا آلہ مبادلہ ہے اور یہ کہ قیمت کی پیمائش طلائی سکوں: مثلاً ڈالروں کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ یہ کہنے کی چنداں زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ سکے صرف سونے کے ٹکڑے ہوتے ہیں جو احتیاط کے ساتھ مضروب کیے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں یکسانیت کے ساتھ ایک ہی قسم و خوبی کی دھات موجود ہوتی ہے۔

۴۔ قدر کی تعریف سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قدر میں عام اضافہ یا کوئی عام تخفیف نہیں ہو سکتی۔ قدر ایک ایسی اصطلاح ہے جس سے اشیا کے مابین مبادلہ کا تعلق یا تناسب ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کسی مقررہ وقت میں کسی ایک شے کے مبادلے میں اس کے قبل کے کسی زمانے کی نسبت دوسری اشیا کم مقدار میں حاصل ہوں تو اس شے کی قدر کو تخفیف شدہ کہا جائے گا؛ لیکن اسی کے ساتھ دوسری اشیا کی قدر کو اضافہ شدہ کہا جائے گا۔ ان سب اشیا کی قدریں ایک ساتھ تخفیف یا اضافہ ناممکن ہے۔ ان میں سے کسی ایک شے یا قسم اشیا کی قدر کی تبدیلی کے معنی بقیہ اشیا کی قدر میں معکوس تبدیلی کے ہیں۔ اس کے برخلاف عام قیمتوں میں تبدیلی نہ صرف ممکن ہے بلکہ معاشیات کے ایسے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے

باب ۸
تمہید: مبادلہ و قدر و قیمت

جس کا عام طور سے اور روزمرہ تجربہ و مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ گیہوں، لوہا، ہیرے اور دوسری عام اشیا کی قیمت میں دس سال قبل کی قیمت کے مقابلے میں بحوالۂ ڈالر اب بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے؛ یعنی اب ڈالروں کی زیادہ مقدار کے مبادلے میں یہ اشیا دستیاب ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ دس سال بعد یہی اشیا موجودہ حالت کی نسبت ڈالروں کی کم مقدار کے معاوضے میں بدست ہوں۔

114

بظاہر قیمتوں میں عام تخفیف یا اضافہ، زر یعنی سونے کی قدر میں تغیر و تبدل کو ظاہر کرتا ہے۔ جب سب قیمتوں کی سطح بلند ہو جاتی ہے اور ڈالروں کی زیادہ مقدار کے مبادلے و معاوضے میں اشیا بدست ہوتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈالر سے پہلے کی نسبت کم مقدار میں اشیا خریدی جا سکتی ہیں؛ اس کی قوت خرید میں تخفیف ہوگئی ہے اور اس کی قدر گھٹ گئی ہے۔ جب ہر ایک شے ڈالروں کی قلیل مقدار کے معاوضے میں حاصل ہو یعنی جب قیمتوں میں تخفیف ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈالر سے پہلے کی نسبت زیادہ اشیا خریدی جا سکتی ہیں اور اس کی قدر میں اضافہ ہوگیا ہے۔ زر کی قدر، قیمتوں کی سطح کے معکوس ہوتی ہے؛ جب قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو زر کی قدر گھٹ جاتی ہے، اور جب قیمتوں میں تخفیف ہوتی ہے تو زر کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

اس لحاظ سے محض کسی ایک شے کی قیمت میں تخفیف یا اضافہ کا واقعہ ہی یہ ظاہر نہیں کرتا کہ آیا اس کی قدر میں تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ محض اسی ایک شے کی قیمت میں تخفیف ہوئی ہو اور باقی اشیا کی قیمتیں وہی ہوں جو پہلے تھیں۔ اس صورت میں قیمت کی تخفیف سے قدر کی تخفیف کا ثبوت بہم پہنچتا ہے؛ یا ممکن ہے کہ اس طرح دوسری اشیا کی قیمت میں بھی اس حد تک تخفیف ہوئی ہو: چنانچہ اس صورت میں زر کی قدر میں اضافہ ہوگا اور سونے کے مقابلے میں سب اشیا کی قدر میں تخفیف ہوگی؛ لیکن اشیا کی قدر میں کوئی دوسری تبدیلی نہ ہوگی۔

طلا کی قدر: یعنی قیمتوں کی عام سطح، بدلتی رہتی ہے؛ لیکن تبدیلی بہت آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔ گو انفرادی اشیا کی قیمتوں میں جلد جلد تبدیلی ہوتی ہے،

باب ۳
تمہید مبادلہ
قدر و قیمت

لیکن سب اشیا کی قیمتوں میں اس سمت میں سرعت کے ساتھ تبدیلی نہیں ہوتی۔ کسی ایک شے کی قیمت میں اضافہ ہو تو ممکن ہے کہ دوسری شے کی قیمت میں تخفیف ہو جائے اور ان کے ماسوا دوسری اشیا کی قیمتوں میں نہ اضافہ ہو نہ تخفیف۔ قیمتوں کی عام سطح میں تبدیلیاں اس قدر تدریجی ہوتی ہیں اور پیچیدہ انفرادی تبدیلیوں کا مقابلہ وازالہ کرنا اس قدر غیر یقینی ہوتا ہے (یعنی ایک شے کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے، دوسری شے کی قیمت میں تخفیف ہوتی ہے اور تیسری شے کی قیمت یکساں رہتی ہے) کہ یہ معلوم کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا ایک قلیل عرصے کے دوران میں واقعاً کوئی عام تبدیلی واقع ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر حقیقت میں تغیرات و تبدلات کا سلسلہ متعدد سالوں تک جاری رہے تو اس میں تبدیلی کا صحیح اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں ہم اس امر کی تحقیق کر سکتے ہیں کہ آیا زر کی قدر میں اضافہ ہوا ہے یا تخفیف، اور صحت کے ساتھ اس تبدیلی کی وسعت کی پیمائش کر سکتے ہیں۔ لیکن تاوقتیکہ دو یا تین سال کی مدت نہ گزر جائے یہ معلوم کرنا کہ عام میلان کیدھر ہے اور کیا ہے، اکثر مشکل ہو جاتا ہے، اور واقعہ تو یہ ہے کہ قلیل مدت میں قیمتیں عام طور سے غیر متبدل و ثبات پذیر رہتی ہیں۔

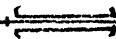
115 یہ کہدینا ضروری ہے کہ قیمتوں کی عام سطح کا یہ ثبات کسی طرح یکسانی و عمومیت کے ساتھ قائم نہیں رہتا۔ یہ صحیح ہے کہ جس وقت تک کہ آلۂ مبادلہ سونے پر یا زر کی دوسری شکلوں پر مشتمل و مبنی ہو جو سونے سے قابل مبادلہ ہوں، اس وقت تک اس بارے میں ہم نے اوپر جو کچھ کہا اس میں کسی قسم کی ترمیم و تبدیلی کرنے کی ضرورت یا موقع نہیں ہے۔ تاہم ایسے نظام زر کی صورت میں بھی جو طلا پر مبنی ہو سب اشیا کو متاثر کرنے والی بڑی اور سریع تبدیلیاں ایک قلیل مدت یعنے ایک یا دو سال میں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں، جیسا کہ جنگ عظیم کے زمانے میں ریاستہائے متحدہ میں سب قیمتوں کے سریع و عظیم اضافہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ سونے کے رواج کو ترک کر دینے اور خالصاً کاغذی زر کو استعمال کرنے کی صورت میں اس سے زیادہ عظیم اور شدید تغیرات رونما ہو سکتے ہیں مگر ہم زر کے ایسے مسائل و مظاہر پر کسی مابعد موقع پر بحث کریں گے۔ قیمتوں کی تبدیلی پر اثر انداز ہونے والے دو اسباب و قویٰ کے مابین فیصلہ اور واضح

باب
تمہید: مبادلہ قدر، قیمت

امتیاز قائم کرنا ضروری ہے: ایک تو وہ اسباب جو کسی مقررہ وقت میں سب قیمتوں پر اثر ڈالتے ہیں؛ — ہم ان اسباب کو "مالی قوتیں" کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرے ان سے زیادہ وسیع اور تغیر پذیر قوی جو ایک شے کی قیمت کو دوسری شے کے مقابلے میں متعین کرتے ہیں۔ آنے والے بابوں میں انھی موخر الذکر اسباب وقوی پر بحث کی جائے گی۔

گو عام قیمتوں میں اور زر کی قدر میں بالعموم بہت آہستگی کے ساتھ تبدیلی ہوتی ہے، انفرادی اشیا کی قیمتوں میں بہت سریع اور عظیم تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ایک مہینہ کے دوران میں اون یا لوہے کی قیمت دس فیصدی بڑھ سکتی ہے، اور انفرادی اشیا: مثلاً گیہوں، روئی، تانبے، کوئلے کی قیمت میں ایک سال کے دوران میں دس، بیس اور پچاس فی صد کی بھی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ جب ایک شے کی قیمت میں تبدیلی ہوتی ہے اور دوسری اشیا کی قیمت یکساں رہتی ہے تو نئی قیمت بظاہر اس شے کی قدر کی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے: اس طرح اشیا کی قیمتوں کے معمولی تغیرات بالمقابل ان کی قدر کے تغیرات کو ظاہر کرتے ہیں۔

چنانچہ معاشی اصول کی ایک منظم اور باقاعدہ تشریح کے اغراض کے لیے ہم سردست عام قیمتوں میں ثبات پذیری فرض کریں گے؛ کیونکہ کسی شے کی قیمت کا تغیر اس کی قدر کے تغیر کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر ان حالات میں کسی انفرادی شے کی قیمت میں اضافہ ہو تو اس کے مبادلے میں اشیا کی زیادہ مقدار وصول ہوگی، اور اس کی قدر بڑھ جائے گی۔ اس کے برعکس اگر اس کی قیمت میں تخفیف ہو تو اس کے مبادلے میں اشیا کی کم مقدار حاصل ہوگی اور اس کی قدر گھٹ جائے گی۔ اس طرح ہم قیمت اور زر کی عام فہم مثالیں اپنے تمثیلات، تشریحات اور اشکال میں استعمال کریں گے اور قیمتوں کی عام سطح کے تغیرات کی بحث کو کسی آئندہ مناسب موقع کے لیے ملتوی رکھیں گے۔



باب ۹
قدر اور
افادہ

باب نہم

قدر اور افادہ

116

(۱) افادہ، قدر کی ایک ضروری شرط ہے؛ مگر قدر، افادہ کے متناسب نہیں ہوتی۔ (۲) رسد کے اضافہ سے قدر میں تخفیف واقع ہوتی ہے؛ ایک تو ذرائع امنی کے فرق کی وجہ سے اور دوسرے اساسی طور سے قانون تقلیل افادہ کی وجہ سے قدر کی تخفیف واقع ہوتی ہے؛ مختلف النوع اشیا کی بہم رسانی کے اثرات؛ یا عام اصول کے ممکنہ مستثنیات۔ (۳) افادہ کلی و افادہ اختتامی۔ (۴) قدر کا دار و مدار اختتامی افادہ پر ہے؛ تشریحات و تمثیلات؛ اختتامی فروخت پذیری؛ زر کا افادہ مختتم۔ (۵) نفع صارف؛ اس کے مفہوم کی وسعت اور اس کی پیمائش کے امکان کے متعلق تحدیدات۔ (۶) قوم کی آمدنی کی کس طرح پیمائش کی جاتی ہے اور اس کو بیان کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ (۷) قانون تقلیل افادہ اس نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ عدم مساوات بیشتر مرفہ الحالی میں کمی کرتی ہے۔

۱۔ ایک شے میں جب تک کوئی افادہ موجود نہ ہو اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ کوئی شخص ایک شے کے معاوضے میں کچھ دینے کے لیے اس وقت تک تیار نہ ہوگا جب تک کہ اس شے سے اس کی کوئی احتیاج پوری نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ لوگ بعض اوقات محض نادانی سے اور کسی مقصد کے بغیر اشیا خریدتے ہیں جس طرح بچے لمحہ بھر کو جی خوش کرنے کے لیے خریدتے ہیں؛ لیکن اس لمحہ کے لیے کم از کم وہ یہ خیال ضرور

باب ۹
قدر اور افادہ

کرتے ہیں کہ ان کی ایک خواہش قابل تکمیل ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ بعض اشخاص اکثر ایسی اشیا بھی خریدتے ہیں جو گو لمحہ بھر کے لیے ان کی خوشی کو پورا کر دیتی ہیں یا تکلیف کا التوا کر دیتی ہیں؛ لیکن انجام کار مضرت رساں ثابت ہوتی ہیں۔ مگر یہاں بھی، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، ہمیں صارف ہی کو آخری فیصلہ کنندہ تصور کرنا ضروری ہے۔ یہ واقعہ کہ وہ ایک شے حاصل کرنے کی غرض سے کوئی چیز دینے کے لیے آمادہ ہے قطعی طور پر اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ شے اس کے لیے افادہ رکھتی ہے: یعنی وہ ایک احتیاج کو پورا کرتی ہے۔

دوسری طرف یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ ایک شے کی قدر اس کے افادہ کے تناسب سے نہیں ہوتی۔ قدرتی یا غیر معاشی اشیا مثلاً تازہ ہوا، صاف پانی، خوش نما مناظر قدرت، میں ممکن ہے کہ افادہ بدرجۂ اعلیٰ موجود ہو، چاہے قدر بالکل نہ ہو۔ دوسری اشیا، جن میں افادہ بدرجۂ اعلیٰ موجود ہو، ممکن ہے کہ ان میں بہت کم قدر ہو۔ ہمارے موجودہ زمانے کی تہذیب یافتہ قوموں میں سادہ ترین اور مفید ترین اشیائے خور و نوش کی بھی قدر بہت ادنیٰ ہوتی ہے، چنانچہ وہ ارزاں قیمت پر ملتی ہیں؛ پھر بھی وہ اہم ترین اور اشد ضروری احتیاج پوری کرتی ہیں اور بہت بڑا افادہ رکھتی ہیں۔ یہی حال دیگر ضروریات زندگی: مثلاً لباس، مکان یا گرم رکھنے کے سامان کا ہے۔ بالعموم افادہ کی بیشی اور قدر کی کمی ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے؛ علاوہ ازیں بعض اشیا، جن کی قدر مبادلہ اعلیٰ ہوتی ہے، ایسے افادے رکھتی ہیں جنھیں ہم بالعموم بڑا نہیں سمجھتے۔ جواہرات، بھدے زیورات، اور دقیانوسی مہمل کتابیں، اور اسی قسم کی دوسری اشیا بعض اوقات بہت بڑی قیمت طلب کرتی ہیں، گو ان سے جو تسکین پذیری حاصل ہوتی ہے وہ کسی اعلیٰ قسم کی نہیں ہوتی نہ بظاہر اتنی بیش قیمت معلوم ہوتی ہے۔

117

۲۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، کسی شے کی رسد، اس کی قدر پر بہت قریبی اور گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اگر کسی مقررہ وقت میں ایک شے کی مقدار میں اضافہ ہو جائے تو اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے؛ اگر اس شے کی رسد میں تخفیف ہو جائے تو اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ ان تغیرات کے دو اسباب ہیں جو بلحاظ نوعیت و معاشری

باب ۹
قدر اور افادہ

اہمیت کے بہت مختلف ہیں:۔

ایک ظاہری سبب اور وہ سبب جو اکثر اشخاص کے اولاً ذہن میں آسکتا ہے، متمول طبقے اور مفلس طبقے کے مابین ذرائع کا فرق ہے۔ جو لوگ زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ بازار میں آنے والی اشیا کو پہلے ہی کھیپ میں حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر ان کھیپوں کی مقدار مقابلۃً کم ہو تو ان میں سے ہر ایک شے اعلیٰ قیمت پر اٹھیگی۔ جوں جوں ان کی رسد میں اضافہ ہوتا جائے گا ان کی قیمت میں بہت کمی کرنی پڑے گی تاکہ کم متمول طبقے کی ان اشیا تک رسائی ہو۔ آخر میں اگر رسد میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے تو قیمت میں بہت زیادہ تخفیف کرنا ضروری ہے تاکہ مفلس اور نادار طبقہ ان کو خرید سکے۔

لیکن اگر متمول اور مفلس طبقوں میں کوئی فرق نہ ہو یعنی اگر سب انسانوں کی آمدنی یکساں ہو تب بھی وہی نتیجہ ظاہر ہوگا۔ اس صورت میں بھی اضافہ رسد تخفیف قیمت کا نتیجہ پیدا کرے گا۔ وہ اصول، جو اس امر کی توجیہ کرتا ہے کہ کیوں مساوی آمدنی کی صورت میں وہی معکوس تغیر ظاہر ہوگا؟ اصول تقلیل افادہ ہے۔ اور یہ دوسرا سبب زیادہ اساسی اور اہم سبب ہے؛ اس لیے کہ درحقیقت وہ پہلے سبب کی تہ میں مضمر ہے۔

روزمرہ کے استعمال کی عام اشیا مثلاً: میز کی چھری، کانٹے اور چمچے، پہننے کا لباس، رہنے سہنے کا مکان وغیرہ، میں سے کسی شے پر غور کیجیے! اگر کسی شخص کے پاس چھری کانٹوں کا ایک سٹ ہے، تو وہ نفاست کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے ضروری ہے؛ اگر وہ دوسرا سٹ خرید لے گا تو اس سے اس کو بہت سہولت اور آرام حاصل ہوگا۔ اگر تیسرا سٹ خریدے گا تو اس کے نزدیک اس کا افادہ سابق سٹ کی نسبت کم ہوگا؛ اسی طرح ہر مزید اضافے سے افادہ میں کمی ہوتی چلی جائیگی حتیٰ کہ ایک نوبت ایسی آئے گی کہ وہاں پہنچ کر مزید اضافہ کرنے کا نتیجہ بجائے آرام و افادہ کے اعدام افادہ اور تکلیف ہوگا۔ یہی حال لباس کا ہے: اگر ایک سوٹ (جوڑا) ہو تو وہ منجملہ ضروریات ہے، دوسرا اور تیسرا سوٹ آرام میں اضافہ کرتا ہے۔ اب ان سے زائد جتنے سوٹ استعمال کیے جائیں گے ان میں علی الترتیب

باب ۹
118
قدر اور افادہ

ہر نئے سوٹ کا افادہ بہ نسبت ماسبق سوٹ کے کم ہوتا چلا جائے گا۔ سکونت کے لیے مکان کا ایک کمرہ یا ایک کمرے والا مکان ضروریاتِ حیات میں سے ہے؛ دوسرا فاضل کمرہ مل جانے سے آرام و آسایش میں بہت خاصا اضافہ ہو جائے گا؛ علیٰ ہٰذا اس قسم کے کمروں کی مزید تعداد کے اضافے سے افادہ اور تسکین پذیری برابر حاصل ہوتی رہے گی؛ لیکن اس افادہ میں بتدریج تقلیل ہوتی جائے گی۔ گو ممکن ہے کہ تقلیل افادہ کی رفتار تھوڑے عرصہ تک نسبتہً بہت دھیمی رہے؛ لیکن میلان برابر موجود رہے گا اور اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور بہت عرصہ نہ گزرے گا، کہ ایک نوبت ایسی آئے گی، جبکہ مزید کمروں کا اضافہ محض نمایش و تعیش کے شوق کو پورا کرے گا اور ان سے کوئی مادی آرام نہ ملے گا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی سب اشیا جن سے نمایش کا شوق پورا ہوتا ہے اس قسم کے افادہ کا امکان بڑی حد تک رکھتی ہیں۔ محض یہ واقعہ کہ ایک شے کمیاب ہے یعنی ایسی شے ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے، اور اس طرح مالک کو سب سے ممتاز و ممیز بناتی ہے، ایسی اشیا میں بھی افادہ پیدا کر دیتا ہے جو کمیابی کی صفت کی عدم موجودگی میں بے کار ہوتیں۔ اس کی ایک نمایاں اور قابل ذکر مثال ڈاک کے قدیم اسٹامپ ہیں[1]۔ اگر انفرادی اشیا میں تغیر و تبدیل کیا جاتا رہے اور ان سے نمایش یا امتیاز کی خواہش پوری ہوتی رہے تو اکثر قسم کی چیزیں بہت طویل مدت تک زائد تسکین پذیری کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اس کی مثال متمول طبقے کے کپڑے اور مکان ہیں؛ لیکن اس کے باوجود تقلیل افادہ کے رجحان کا وجود باقی رہے گا۔ اگر کسی شخص کے پاس کوٹوں کی کثیر تعداد موجود ہو اور مزید ایک کوٹ کا اضافہ کیا جائے تو نئے کوٹ کے اضافہ سے جو افادہ حاصل ہوگا وہ بہ نسبت سابقہ کوٹ کے افادہ کے کم ہوگا؛ علیٰ ہٰذا القیاس ایک مکان کے متعدد کمروں کے علاوہ اگر کسی کو مزید ایک کمرہ سکونت کے سلسلے میں مل جائے تو

---

[1] اس میں شک نہیں کہ اکتساب کرنے، حاصل کرنے، یا جمع کرنے کی جبلت، ان اشیا کی حد تک نمائشی امتیاز حاصل کرنے کی جبلت کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔

اس نئے کمرے کا افادہ سابقہ کمرے کے افادہ سے یقیناً کم ہوگا۔

اس عام رجحان کو ہم "اصول یا قانون تقلیل افادہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک ہی شے یا خدمت کے پیچھے بعد دیگرے آنے والے متعدد جرعوں سے جو افادہ حاصل ہوتا ہے وہ بتدریج کم ہوتا جاتا ہے؛ حتیٰ کہ غیر محدود طریقہ پر ان جرعوں کا اضافہ کرنے سے ایک نقطہ ایسا آجائے گا کہ وہاں اس شے یا خدمت کا حاصل کرنا یا نہ کرنا دونوں مساوی ہوجائیں گے۔ اس صورت میں مزید اضافہ کا نتیجہ بجائے افادہ کے اعدام افادہ ہوگا۔ یہ اصول جیسا کہ اس کو ابھی بیان کیا گیا، اور جیسا کہ آگے بھی اس کی مزید تشریح کی جائے گی، صحیح معنی میں صرف ایک ہی قسم کی شے یا خدمت کی اکائیوں کے بارے میں استعمال ہوسکتا اور صادق آتا ہے۔ جن اشیا کی سربراہی کی جارہی ہے اگر ان میں تغیر و تبدل کردیا جائے، خواہ وہ تغیر و فرق بہت ہی خفیف درجہ کا کیوں نہ ہو، تو وہی یکساں نتیجہ ہرگز برآمد نہ ہوگا۔ اس سے ممکن ہے کہ افادہ کی تقلیل میں رکاوٹ یا مزاحمت پیدا ہو، اور سیری کا نقطہ غیر معین حد تک ملتوی ہوجائے۔

لیکن اس واقعہ سے کہ کسی شے کے جرعوں میں اضافہ کرنے سے اس کے افادوں میں کمی ہوجاتی ہے یہ نتیجہ اخذ نہ کرنا چاہئے کہ جب سب اشیا بحیثیت مجموعی لی جائیں تب بھی افادے میں کمی ہوگی۔ اس عام اصول کو دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہر قسم کے تمتعات کا اعادہ یا تکرار سیری اور کراہت پیدا کرتا ہے۔ اگر ہم میں سے کسی شخص سے موجودہ تمتعات میں تخفیف کرنے یا بعض کو حذف کرنے کے لیے کہا جائے تو اس کو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے وہ ان چیزوں سے قطع تعلق کرے گا جن سے اس کو سب سے کم افادہ حاصل ہورہا ہے۔ اور اس کے بعد وہ دوسری متعدد چیزوں سے ان کے افادے کی نسبت معکوس کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے کنارہ کش ہوتا جائے گا؛ اس عمل سے نہ صرف یہ اچھی طرح واضح ہوجائے گا کہ بعض اشیا دوسری اشیا کی نسبت زیادہ افادہ رکھتی ہیں، بلکہ یہ بھی کہ ایک ہی شے کے بعض جرعے اسی شے کے دوسرے جرعوں کی نسبت زیادہ افادہ رکھتے ہیں۔

اسی تقلیل افادہ کا واقعہ اس امر کی تشریح و توجیہ کرتا ہے کہ کیوں مصنوعات کی

ا ب
قدر اور افادہ

119

باب ۹
قدر اور افادہ

مختلف قسمیں تیار کی جاتی ہیں، اشیا کی پیدائش میں تنوع روز افزوں ترقی پر ہے، اور پیدائش و صرف دولت کی پیچیدگیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جیسے جیسے بنی نوع انساں کی پیداآور قوت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور جیسے جیسے عام استعمال کی اشیا کثیر مقداریں تیار ہو رہی ہیں ویسے ویسے محنت ہمیشہ نئی نئی سمتوں میں صرف کی جا رہی ہے۔ محنت ایک ہی قسم کی اشیا کو زیادہ مقداریں تیار کرنے کی جانب صرف نہیں ہو رہی ہے بلکہ نئی نئی اور مختلف اشیا کے تیار کرنے میں۔ کسی شے کی افراط بغیر تغیر یا تنوع کے یہ معنی رکھتی ہے کہ سیری کی منزل بہت جلدی طے ہوجائے گی۔ اکثر تہذیب یافتہ ملکوں میں روٹی بہت ارزاں بکتی ہے؛ اس لیے کہ اس کی تیاری میں مقابلۃً بہت کم محنت صرف ہوتی ہے۔ اگر محنت کی پیدآوری میں اضافہ ہوجائے تو محنت کی وہی مقدار روٹی کی زیادہ مقدار تیار کرسکتی ہے؛ لیکن جب روٹی ارزاں قیمت پر بکنے لگتی ہے تو اس محنت میں سے تھوڑی سی مقدار دوسری قسم کی اشیائے خورونوش: مثلاً گوشت، انڈے، مکھن، ترکاری، پھل اور شکر تیار کرنے میں صرف اور متوجہ ہوتی ہے۔ مختلف الانواع غذا، جیسی کہ موجودہ زمانے میں ممکن اور میسر آتی ہے، نہ صرف وحشی اقوام کی غیر متنوع و یکساں غذا بلکہ گزشتہ ایک یا دو صدی پیشتر کی مہذب قوموں کی محدود الاقسام غذا کے مقابلے میں نہایت عظیم الشان ترقی کو ظاہر کرتی ہے۔ ضروری لباس بھی بہت افراط کے ساتھ اور ارزاں ملتا ہے، نفاست و صحت کے ساتھ زندگی گزارنے کی غرض سے جتنے سیدھے سادے لباس کی ضرورت ہے، اس کی تیاری کے لیے موجودہ زمانے کے ایک ترقی یافتہ ملک میں مقابلۃً کم محنت صرف ہوتی ہے۔ البتہ آرام دہ، پرتکلف اور جاذب نظر کپڑوں کی تیاری میں بہت زیادہ مقداریں محنت صرف کی جاتی ہے۔ اگر کسی شے کے صرف یا استعمال کو بڑھانا مقصود ہو تو یہ نہایت ضروری ہے کہ اشیا کی پیدائش میں تنوع ملحوظ رکھا جائے۔

بعض اشیا ایسی بھی ہیں جن پر قانون تقلیل افادہ اس قدر صحت اور قطعیت کے ساتھ صادق نہیں آتا جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں مذکور ہوا۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں بھی بحیثیت مجموعی رجحان افادہ یا تمتع پذیری کی کمی کی جانب

باب ۹ قدر اور افادہ

ہوتا ہے؛ لیکن ابتدائی چند جرعوں کا محسوسہ اثر ہمیشہ اس کو نہیں ظاہر کرتا۔ ممکن ہے کہ شراب کے دوسرے یا تیسرے قدح سے اسی قدر لطف و کیف حاصل کیا جائے جس قدر کہ ابتدائی قدح سے؛ یا اعلیٰ تر چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی پُر کیف و دلکش نظم کی دوسری یا تیسری قرأت یا کسی خوش آیند موسیقی کی دوسری یا تیسری مرتبہ سماعت، بالعموم ابتدائی قرأت یا سماعت کی نسبت زیادہ فرحت بخش و دل خوش کن ثابت ہو۔ علاوہ ازیں ایسی متعدد مثالیں ہیں جن میں کہ مشتبہ تسکین پذیری کے ابتدائی مرحلے کے بعد کے مرحلوں میں عادت کی وجہ سے افادہ یا تسکین پذیری یقیناً بڑھ جاتی ہے: مثلاً تمباکو یا آئس ٹرمچلی کے استعمال میں یہی ہوتا ہے۔ اکثر نئی چیزوں کو مقبول عام بنانے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ عوام الناس کو اشتہارات کے ذریعے سے ترغیبات دی جائیں اور ان پر اثر ڈالا جائے۔ اور جب کسی شے کا اثر دلوں پر قائم ہو جاتا ہے تو وہ شے ایسی نوبت پر پہنچ جاتی ہے کہ اس کی زیادہ مقدار، کم قیمت فی اکائی کے حساب سے فروخت نہیں ہوتی بلکہ اعلیٰ قیمت سے فروخت ہونے لگتی ہے۔ لیکن ان صورتوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مدت کے دوران میں خریداروں کا ذوق بدل گیا ہوگا۔ چنانچہ ذوق و قبولیت عام کی کسی ایک مقررہ حالت میں ہی اصول تقلیل افادہ کا عمل ظاہر ہوگا۔ اب اس فروعی بحث میں پڑنا فضول ہے کہ آیا مذکورہ بالا صورتوں میں عام اصول کے مقابلے میں جو مستثنیات ہیں وہ حقیقی ہیں یا محض سطحی! شرائط و تشریحات، جن کی ضرورت ہو سکتی ہے، کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ رجحان اس قدر وسیع اور عام طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کے مستثنیات اس قدر قلیل ہیں کہ اگر اس کو عام اور عالمگیر اصول کہا جائے تو بالکل غیر صحیح نہ ہوگا۔

120

۳۔ قانون تقلیل افادہ، افادہ کلی اور افادہ مختتم کے تصورات کی جانب ہماری رہبری کرتا ہے۔ معاشی تحقیق کے اغراض کے لیے افادہ کی صرف ایک طریقے سے پیمائش کی جا سکتی ہے: یعنی اس رقم سے جو ایک شخص کوئی شے یا خدمت حاصل کرنے کے واسطے دے گا۔ تمتع یا تسکین پذیری ایک ذہنی شے ہے، اس کی خارجی کسوٹی قیمت ادا کرنے کی مستعدی و رضامندی ہے۔ ایک شخص کسی شے کے استعمال سے اجتناب نہ کر سکنے کی

باب ۹
قدر اور افادہ

وجہ سے اس کی کیا قیمت ادا کرے گا، محض یہی وہ معیار یا کسوٹی ہے جس کے ذریعے سے ہم صحت کے ساتھ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس شے سے کس قدر تمتع یا تسکین پذیری حاصل ہوگی: چنانچہ قیمت ہی، خواہ وہ حقیقی ہو یا امکانی، افادہ کا معاشی پیمانہ ہے۔ اس قسم کے مسائل کی بحث میں بعض اوقات یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ کسی شے کا افادہ اس کی وہ قیمت ہے جو شے مذکور طلب کرتی ہے یا کر سکتی ہے۔ یہ ایک واقعہ کا غیر صحیح طریق بیان ہے۔ قیمت تو محض افادے کو ظاہر کرنے کی ایک شکل یا اس کا اشاریہ ہے۔

اب یہ غور کرنا چاہئے کہ ایک شخص کے لیے کسی مقررہ شے کی متعدد اکائیوں: مثلاً پانچ نارنگیوں کا جو افادہ ہوتا ہے، اس کی پیمائش قیمت کس طرح کر سکتی ہے۔ فرض کرو کہ یہ نارنگیاں یکے بعد دیگرے بغرض فروخت بازار میں لائی جاتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک نارنگی اس خیال کے بغیر کہ مزید نارنگیاں ملیں گی خریدی جاتی ہیں۔ ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ پہلی نارنگی اس قدر خوش ذائقہ اور فرحت بخش معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص اس کے استعمال سے محترز نہیں رہ سکتا بلکہ اس سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے ۵۰ سینٹ ادا کرتا ہے؛ دوسری نارنگی سے اول الذکر کی نسبت کم تمتع حاصل کیا جاتا ہے اور وہ شخص اس کی قیمت صرف ۲۵ سینٹ ادا کرتا ہے؛ اسی طرح تیسری نارنگی کی قیمت اس سے بھی کم یعنی ۱۵ سینٹ؛ چوتھی کی تیسری سے کم یعنی صرف دس سینٹ؛ اور پانچویں کی سب سے کم یعنی ۵ سینٹ ہوگی۔ اب ان پانچوں نارنگیوں سے جو مجموعی افادہ حاصل ہوا وہ ان متعدد اکائیوں کی انفرادی قیمتوں کے مجموعہ سے ظاہر ہوگا، دہوا ہذا:۔

پہلی نارنگی کے لیے	۵۰ سینٹ
دوسری " " "	۲۵ "
تیسری " " "	۱۵ "
چوتھی " " "	۱۰ "
پانچویں " " "	۵ "
میزان پانچ نارنگیوں کے لیے	۱۰۵ سینٹ

باب ۹ قدر اور افادہ

اب اس کے برعکس یہ فرض کرو کہ اسی شخص کے پاس پانچ نارنگیوں کا ذخیرہ ایک ساتھ موجود ہے؛ سب یکساں اور مشترک صفت سے متصف ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کم کر دی جائے تو اس سے افادے کا جو نقصان ہوگا وہ اتنا ہی ہوگا جتنا کہ کسی دوسری نارنگی کے کم کر دینے سے ہوتا۔ گویا ان میں سے ہر ایک اس شخص کے خوش کرنے میں اہمیت کا یکساں اور ایک ہی درجہ رکھتی ہے۔ بحیثیت اقساط یا یکے بعد دیگرے آنے والی اکائیوں کے وہ مختلف افادے رکھتی ہیں؛ لیکن جب وہ ایک ساتھ کسی کے پاس ہوتی ہیں تو معاشی حیثیت سے ان کی اہمیت یکساں ہوتی ہے، ان میں سے کسی ایک کو الگ کرنے کے لیے وہی شرائط درکار ہوں گے جو کسی دوسری کو۔ اور یہ شرائط یعنی 'قیمت' اس افادے سے متعین ہوگی جو ان اشیا میں سے سب سے آخر شے سے (بشرطیکہ وہ یکے بعد دیگرے استعمال میں آئیں) حاصل ہوگا۔ پانچویں نارنگی جس قیمت پر خریدی (یا فروخت) کی جائے گی وہی وہ قیمت ہے جس پر پانچوں نارنگیوں میں سے کوئی ایک خریدی (یا فروخت) کی جائے گی۔ یہی قیمت اس شخص کے لیے ان اشیا کے 'افادۂ مختتم' یا 'اختتامی افادہ' کی پیمائش کرتی ہے۔ معاشی اہمیت' افادہ مختتم' اختتامی افادہ' اور تسکین پذیری جو اشیا کے ذخیرہ میں سے کسی ایک شے سے حاصل ہوتی ہے، ان سب اصطلاحوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

یہ کہنا بظاہر ایک معما سا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذخیرے کے تمام اجزائے ترکیبی یکساں معاشی اہمیت رکھتے ہیں، اور یہ کہ بایں ہمہ بعض اجزا دوسرے اجزا کی نسبت زیادہ افادہ رکھتے ہیں؛ مگر حقیقت میں یہ کوئی زیادہ پیچیدہ معما نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ افادے کا مطلب تسکین پذیریاں یا تمتعات ہیں، کسی ذخیرہ کی ملکیت اس کی تمتع پذیری کو ظاہر نہیں کرتی (بجز اس صورت کے جس میں کہ ارتباط خیالات کے ذریعے سے محض تملیک ہی مسرت بخشتی ہے؛ جیسا کہ بخیل کا اپنے اندوختے سے تمتع اور حظ اٹھانا)۔ ذخیرے سے لازماً من حیثیت الکل تمتع حاصل نہیں کیا جاتا؛ بلکہ یہ اقساط تمتع حاصل کیا جاتا ہے۔ اور جب اس سے اس طرح تمتع حاصل کیا جاتا ہے تو یکے بعد دیگرے آنے والے اقساط کا افادہ بتدریج کم ہوتا جاتا ہے۔ معاشی اہمیت

122

باب ۹
قدر اور افادہ

اس سے کسی قدر مختلف شے ہے؛ یہ ایک ایسی تسکین پذیری ہے جس کا دار و مدار مجموعی ذخیرے پر نہیں ہوتا، بلکہ ذخیرے کے اجزا میں سے کسی ایک پر۔ اگر اس لحاظ سے غور کرو تو سب اجزا یکساں ہوتے ہیں، گو حقیقی استعمال میں آتے وقت، تمتعات کے ذرائع ہونے کے لحاظ سے، وہ مختلف افادے رکھتے ہیں۔

۴۔ اب ہم کسی شے کی رسد اور اس کی قیمت کے مابین جو تعلق ہے اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے میں ہمیں افراد کے تمتعات سے گزر کر جماعتوں کے تمتعات پر غور کرنا پڑے گا، اور اس طرح ہم نہ صرف افادہ مختتم کی بحث پر پہنچتے ہیں بلکہ مختتم فروخت پذیری پر بھی روشنی پڑنے لگتی ہے۔

رسد کے اضافہ کا مطلب قیمت کی کمی ہے: اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اکائیوں کے اضافہ سے افادے میں بتدریج کمی ہو جائے گی۔ کسی شے کی قیمت کا دار و مدار، جیسا کہ صورت حالات عام طور سے بیان کی جاتی ہے، آخری افادے یا ان افادوں میں سب سے کم افادے پر ہوتا ہے جو رسد سے حاصل ہوتے ہیں؛ قیمت یا قدر آخری جرعے کے افادے پر منحصر ہوتی ہے؛ اگر اس اصول کو مناسب طریقے پر مشروط کر دیا جائے اور اس کو مناسب طریقے سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو یہ نہایت معقول اور صحیح اصول ہے، اور نہ صرف یہی بلکہ نہایت اساسی اور اہم اصول ہے۔

پہلے شرائط کو لیجئے! اگر سچ پوچھو تو یہ اصول صرف اس صورت میں صحیح اور صادق آتا ہے جبکہ ہم متعدد خریداروں اور فروشندوں کا وجود فرض کریں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ بازار میں جو اشیا آتی ہیں ان میں سے اکثر کے لانے والے، ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے والے فروشندے ہوتے ہیں؛ اور علیٰ ہذا القیاس خریدنے والے بھی مقابلہ کرنے والے خریدار ہوتے ہیں۔ اب فرض کیجئے کہ فروشندے ایک مقررہ رسد یعنی ایک ہزار نارنگیاں بغرض فروخت پیش کرتے ہیں، خریداروں میں سے بعض ایسے ہیں جن کے ذرائع وسیع اور معقول ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو نارنگیوں کے بہت خواہش مند ہیں۔ یہ دونوں طبقے نارنگیوں کے استعمال سے محترز رہنے کی بجائے چند نارنگیوں کے لیے بھی اعلیٰ قیمت ادا کرنے کے لیے آمادہ

باب ۹ قدر اور افادہ

ہوں گے ؛ لیکن ایسے اشخاص جتنی نارنگیوں کے طالب ہیں ان سے زیادہ نارنگیاں بازار میں موجود ہیں ۔ اب مابقی اشخاص کو نارنگی خریدنے یا دولت مند اور شوقین اشخاص کو مزید نارنگیاں خریدنے کی ترغیب دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قیمت میں کمی کی جائے ؛ چونکہ فروشندوں کی تعداد کثیر ہے اور ان کے آپس میں مسابقت ہو رہی ہے، لہٰذا کل رسد کی قیمت یکساں ہوگی ۔ اگر کوئی فروشندہ شوقین خریداروں سے اعلیٰ قیمت وصول کرنے کی کوشش کرے تو دوسرے فروشندے اس سے کم قیمت پر فروخت کرکے اس کو زک دینگے ! نارنگیوں کا پورا ذخیرہ ایک ہی قیمت پر فروخت ہوگا، اور یہ وہی قیمت ہوگی جو آخری خریدار کو نارنگی خریدنے کی ترغیب و تحریص دیگی ؛ یا اور زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے، کہ یہ وہی قیمت ہوگی جو خریداروں میں سے کسی ایک خریدار کو آخری خریداری کرنے کی ترغیب دے گی ۔ یہ آخری خریدی اور وہ قیمت جو خریدنے کی ترغیب دینے کے لیے مقرر کرنی ضروری ہے، پورے لین دین کے لیے قیمت کا تعین کردے گی ۔

128

اب رہا اصول کا صحیح طریقے سے سمجھنا، تو یہ واضح ہو کہ ہم نے آخری خریدار یا آخری خریداری کہا نہ کہ آخری یا اختتامی افادہ ۔ قدر کے اس اساسی اصول کو جس طرح عام طور سے بیان کیا جاتا ہے، اس میں محض یہ کہا جاتا ہے کہ قیمت فروخت یا قدر مبادلہ کا دار و مدار افادہ مختتم پر ہوتا ہے ۔ یہاں یہ مفروضہ واضح طور سے قائم کیا جاتا ہے کہ سب خریداروں کی حیثیت یکساں ہے، اور سب کے ذرائع یکساں ہیں ! ـــــ اس سے یہ نتیجہ نکلیگا کہ زر کی جو کم مقدار ادا کی گئی وہ کم افادے کو ظاہر کرتی ہے، اور یہ کہ جس شخص نے پوری رسد کی آخری اکائی خریدی وہ نہ صرف آخری خریدار تھا، بلکہ وہ خریدار تھا جس کو اس اکائی سے سب سے کم افادہ حاصل ہوا ۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ خریداروں کے ذرائع بہت مختلف ہوتے ہیں، اور جیسا کہ بیان کیا گیا، یہ واقعہ قیمت کی تخفیف کی تشریح کرنے میں (جو درحقیقت اس وقت وقوع پذیر ہوتی ہے جبکہ رسد میں اضافہ ہوتا ہے) بہت وسیع اہمیت رکھتا ہے ۔ آخری خریدار پر (یا آخری خریداری پر) قیمت فروخت کا جو دار و مدار ہے اس پر آمدنیوں کی عدم مساوات کا کوئی اثر نہیں پڑتا ؛ لیکن رسد کی آخری قسط کے افادہ

باب ۹
قدر اور افادہ

یا احتیاج پوری کرنے والی قوت پر آخری خریداری کا جو دارو مدار رہے وہ آمدنیوں کی عدم مساوات سے بڑی حد تک متاثر ہوتا ہے۔

چنانچہ ہم 'اختتامی فروخت پذیری' کی اصطلاح استعمال کر سکتے ہیں۔ علمائے معاشیات کا قائم کردہ یہ عام کلیہ کہ قیمت کا دارو مدار افادۂ مختتم پر ہوتا ہے۔ عدم مساوات کے اثرات کو صریحاً نظر انداز کرتا ہے۔ 'فروخت پذیری' کی اصطلاح اس قیمت کی عام اور غالب حیثیت کی طرف اشارہ کرتی ہے جس پر کہ آخری اکائی فروخت کی جاتی ہے'، اور اس قیمت کے ادا کرنے والے شخص کو جو تسکین پذیری حاصل ہوتی ہے اس کے متعلق اس اصطلاح میں کوئی حوالہ یا اشارہ نہیں ہے۔ اختتامی فروخت پذیری دو قوتوں کا نتیجہ یا حاصل ہے: یعنی یکے بعد دیگرے آنے والی اکائیوں کے تقلیل افادہ کا اور آمدنیوں کی عدم مساوات کا۔ جہاں تک قیمت کے فوری تعین اور رسد و طلب کے عملدرآمد کا تعلق ہے'، یہ واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا'، کہ ایک مقررہ حالت میں ان دونوں قویٰ میں سے کس کا اثر زیادہ ہوگا؟ — نتیجہ ایک ہی ہے: رسد کا اضافہ قیمت کی تخفیف کی طرف رہبری کرتا ہے۔ لیکن قیمت کے تغیرات کی اور رسد و طلب کے عمل کی معاشری اہمیت بلحاظ اول الذکر یا آخر الذکر کے اثر انداز ہونے کے بہت مختلف ہوتی ہے۔

یہ سیدھا سادہ اور عام واقعہ کہ ایک متمول آدمی جب زر کی ایک مقررہ مقدار ادا کرتا ہے تو اس کا حاصل شدہ افادہ بہ نسبت اس افادے کے کم ہوتا ہے جو ایک کم استطاعت آدمی کو زر کی اسی مقدار کے ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے'، اصطلاحی زبان میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ زر کا افادہ مختتم بہ نسبت کم استطاعت آدمی کے متمول آدمی کے لیے کم ہوتا ہے۔ ایک خوش حال انسان کے لیے جس کے ذرائع آمدنی وسیع ہوں'، ایک ڈالر کوئی حقیقت نہیں رکھتا؛ اگر وہ اپنا ڈالر کسی دوسرے شخص کو دیدے تو اس کی خوش حالی کی کمی اس کمی سے بہت ہی خفیف ہوگی جو ایک غریب آدمی کو اپنا ڈالر کسی دوسرے کو دینے سے محسوس ہوگی۔ اس لحاظ سے کسی شے کی اعلیٰ قیمت لازمی طور پر یہ ثابت نہیں کرتی کہ جو لوگ اس کو ادا کرتے ہیں انھیں بہت زیادہ افادہ حاصل ہوتا ہے؛ اس سے صرف یہ ظاہر

124

باب ۹
قدر اور افادہ

ہو سکتا ہے کہ زر کا افادہ مختتم بہت کم یا ادنیٰ ہے۔

بایں ہمہ زر کا افادہ مختتم کی اصطلاح بہت احتیاط کے ساتھ استعمال کرنی چاہئیے! دوسری اشیا سے جس طریقے پر افادہ حاصل ہوتا ہے زر کا افادہ اس سے مختلف طریقے پر حاصل ہوتا ہے۔ زر کی قدر اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ وہ بجائے خود احتیاجات پوری کرتا ہے بلکہ اس لحاظ سے کی جاتی ہے کہ وہ مبادلہ کا ذریعہ یا آلہ ہے؛ اور دوسری اشیا کو خریدنے کی قوت رکھتا ہے۔ جواہرات اور سونے کے زیورات ٹھیک اسی طرح قانون تقلیل افادہ کے تابع ہیں جس طرح کہ دوسری اشیا؛ لیکن سونے کا سکہ یعنی زر' اس قانون کا صرف اس لحاظ سے تابع ہے کہ ایک شخص پہلے وہ اشیا خریدتا ہے جو اس کو سب سے زیادہ محبوب و مرغوب یا ضروری معلوم ہوتی ہیں' اور ان کے بعد درجہ بدرجہ کم افادہ رکھنے والی اشیا خریدا کرتا ہے۔ سچ پوچھو تو یہ بیان کرنا کہ زر مختلف افادے رکھتا ہے' اور یہ کہ زر کا ایک افادہ مختتم ہوتا ہے؛ — درحاصل اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کرنا ہے کہ زر سے جو اشیا خریدی جاتی ہیں' وہ مختلف افادے رکھتی ہیں؛ اور یہ کہ ان میں سے بعض افادہ کی اختتامی حد پر ہوتی ہیں[1]۔

۵۔ افادۂ کلی اور افادہ مختتم کے تصورات' ہماری رہبری نفع صارف کی جانب کرتے ہیں۔ پروفیسر مارشل (جنھوں نے علمائے معاشیات میں سب سے زیادہ واضح طریقے پر اس بحث کی تشریح کی ہے) نفع صارف کی اصطلاح اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں جو افادہ کلی اور مجموعی قدر مبادلہ کی پیمائش کرنے والی رقموں کے مابین ہوتا ہے۔ کسی قسم کی اشیا کی مجموعی قدر مبادلہ بظاہر وہ قیمت فی اکائی ہے جو متعدد اکائیوں سے مضروب ہو؛ لیکن استعمال میں آنے والی اکائیوں کے افادۂ کلی کی مقدار اس سے مختلف ہوتی ہے: مثلاً' نارنگی کھانے والا ہمارا مفروضہ آدمی پہلی نارنگی کے لیے ۵۰ سینٹ ادا کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا' مگر اس کو صرف ۵ سینٹ ادا کرنے پڑے' گویا اس کو ۴۵ سینٹ کے ہمقدر افادہ کا

[1] اس بارے میں باب ۱۵ میں تفصیلی بحث کی گئی ہے' اور قدر زر کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

باب ۱ قدر اور افادہ I25

نفع حاصل ہوا۔ اس سے قبل ہم نے پانچ نارنگیوں کی مفروضہ مثال میں جو اعداد استعمال کئے تھے انہی اعداد کو اس موقع پر استعمال کرنے سے ہمیں دو قیمتوں کا فرق (یعنی وہ قیمتیں جو ادا کی جانے والی تھیں اور وہ قیمتیں جو درحقیقت ادا کی گئیں) حسب ذیل طریقے پر حاصل ہوگا، اور ان ہی دو قیمتوں کا فرق 'نفع صارف' کو ظاہر کرتا ہے؛

اشیاء	امکانی قیمت جو افادہ کلی کی پیمائش کرتی ہے	حقیقی قیمت	نفع صارف
پہلی نارنگی کے لیے	۵۰	۵	۴۵
دوسری " " "	۲۵	۵	۲۰
تیسری " " "	۱۵	۵	۱۰
چوتھی " " "	۱۰	۵	۵
پانچویں " " "	۵	۵	۰
مجموعی رسد کے لیے	۱۰۵	۲۵	۸۰

یہاں یہ مثال سیدھے سادے طریقے پر اور اس مفروضے پر بیان کی گئی کہ نارنگیوں کی اس کلّی رسد کی قیمت اشیا کی عام بڑی مقدار کی قیمت کے مثل اس قیمت سے متعین ہوتی ہے جس پر کہ آخری اکائی اٹھتی ہے۔ اب یہاں اس امر پر غور کیے بغیر کہ یہ مفروضہ اس صورت میں درحقیقت کس حد تک صادق آتا ہے جس میں کہ چند اشیا فروخت کے لیے پیش کی جاتی ہیں[1] ہمیں نفع صارف کی نوعیت پر (جس طرح اس کو یہاں مثال کے ذریعے سے بیان کیا گیا) غور کرنا چاہئے۔

یہ نفع کس حد تک ہوتا ہے اور اس کی پیمائش کرنے کا یہ طریقہ کس حد تک اطمینان بخش ہے؟ — یہ سوالات دوسرے الفاظ میں اس طرح رکھے جا سکتے ہیں کہ

[1] دیکھو باب ۱۔ فصل (۹)

باب ۶
قدر اور افادہ

افادۂ کلی کس حد تک ہوتا ہے ' اور ہم افادۂ کلی کی کس حد تک پیمائش کر سکتے ہیں ؟

افادۂ مختتم پر اور طلب سے اس کے تعلق پر غور کرتے وقت ' ہم ایک حد جو بہت اہمیت رکھتی ہے بیان کر چکے ہیں ۔ اگر سب اشخاص کی آمدنی یکساں ہو تو ایک شے کے لیے رقم کی کوئی مقررہ مقدار ادا کرنے کی آمادگی سے کے متعلق واجبیت کے ساتھ یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ شے ہر شخص کے لیے یکساں افادہ رکھتی ہے ؛ لیکن بعضوں کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے اور بعضوں کی کم ؛ زر کا افادہ مختتم متمول طبقے کے لیے کم ہوتا ہے ' اور ان کی جانب سے زیادہ رقم کی ادائی افادے کی زیادتی کو نہیں ظاہر کرتی ۔ ' قیمت ' کا دار و مدار ' جیسا کہ کچھ دیر قبل بیان کیا گیا ' انتہائی فروخت پذیری ' پر ہوتا ہے ؛ اور صرف افادۂ مختتم پر نہیں ہوتا

ایک متمول شخص گرم خانوں hot hous کے تیار شدہ فواکہ یا ترکاریوں کے لیے ایسی رقم بآسانی ادا کر سکتا ہے جو ایک معمولی متوسط آمدنی والے شخص کے لیے بالکل ناممکن ہے ؛ بلکہ جس فصل میں فواکہ اور ترکاریاں بہ افراط ملتی ہیں اس فصل میں موخرالذکر شخص کو نسبتاً کم قیمت پر مل سکتی ہیں ۔ متمول آدمی اعلیٰ قیمت پر خریدنے کی بدولت بہت زیادہ تمتع حاصل نہیں کرتا ' یا اگر وہ زیادہ تمتع حاصل کرتا ہے (بشرطیکہ تمتع اور مسرت کے جزو کے طور پر حب جاہ اور امتیاز کی خواہش بھی شمار کی جائے) تو بھی وہ تمتع اس کی ادا کردہ اعلیٰ قیمت کے کسی طرح متناسب نہیں ہوتا ۔ اگر تہذیب یافتہ زندگی کی بعض عام آرام کی چیزیں بشلاً تازہ دودھ یا عمدہ روٹی کمیاب ہو جائیں تو ان کی قیمت میں اضافہ ہو جائے گا ' خواہ سب انسانوں کی آمدنی مساوی اور یکساں ہی کیوں نہ ہو ۔ لیکن اگر ایسے اشخاص کی ایک جماعت موجود ہو جو اپنی آمدنیوں میں معتدبہ کمی کئے بغیر اعلیٰ قیمت ادا کرنے کی قابلیت اور استعداد رکھتے ہوں تو قیمت میں اس سے بھی زیادہ اضافہ ہو جائے گا ۔ اس آخرالذکر واقعے کے نتیجے کے طور پر قیمت میں جو خاص اضافہ ہوتا ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خرید کردہ شے کوئی خاص طور پر زیادہ افادہ رکھتی ہے ؛ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ افادوں کو خریدنے کے لیے وسیع ذرائع موجود ہیں ۔

126

باب ۳
قدر اور افادہ

عدم مساوات کے واقعہ سے ایک اور شرط پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اکثر اشیا جن کی قیمت اعلیٰ ہوتی ہے، محض نمائش کے جذبے کی تکمیل کرتی ہیں: مثلاً قیمتی پتھر، نادر قلمی تصاویر اور مجسمے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی اکثر چیزیں: یعنی فن کاری اور صناعی کے نمونے بہت خوبصورت ہوتے ہیں اور ان سے دائمی اور بے تکدر خوشی حاصل ہوتی ہے؛ چنانچہ ان کی ذاتی خوبصورتی اور قدامت کی بنا پر ان کی قدر اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ کمیاب و نایاب ہیں اور اسی کے ساتھ حسن ظاہری بھی رکھتی ہیں، اس لیے ان کی تملیک امتیاز و نمائش کے ایک قوی جذبہ کی تسکین پذیری کرتی ہے۔ وہ ایک 'وصفی قدر' رکھتی ہیں، ان کی قیمت صرف اس وجہ سے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ بیش بہا ہوتی ہیں۔ اب فرض کرو کہ اس قسم کی اشیا کسی وجہ سے عام اور ارزاں ہو جاتی ہیں: مثلاً یہ کہ ہیرے بافراط دستیاب ہوتے ہیں، اور یہ کہ ان کی قیمت گھٹ کر کچھ ایسی ہی سطح پر آجاتی ہے جیسی کہ کانچ کے لئے ہوئے تسبیح کے دانوں یا منکوں کی۔ ہیرے کی ذاتی خوبیاں بیشک باقی رہینگی یعنی ان کی چمک دمک اور سختی بدستور قائم رہے گی؛ چنانچہ سابقہ محدود رسد سے جو افادہ یا تسکین پذیری حاصل ہوتی تھی اس کے متعلق یہ خیال کیا جائے گا کہ اس میں کمی نہیں ہوئی ہے: تاہم درحقیقت اس میں بہت بڑی حد تک کمی ہو جائے گی؛ اس لیے کہ اب ہیرے دولت اور معاشری رتبے اور جاہ کے شواہد اور ثبوت نہ رہیں گے۔ بہ الفاظ دیگر نفع صارف بحیثیت اس کے کہ اس کی پیمائش سابقہ اعلیٰ قیمت سے کی جاتی ہے، غائب ہو جائے گا۔

اس طرح نفع صارف اشیا کی ایسی اکثر قسموں کے لیے جن کی بہت قدر ہے اور جن کے لیے اعلیٰ قیمتیں ادا کی جاتی ہیں معمولی سا رہے گا۔ اس زمرے میں نہ صرف متمول طبقے کے جمع کردہ نوادر، مثلاً نایاب قلمی تصاویر اور کتابیں، بلکہ اکثر دوسری اشیا بھی جو عام طور سے اس زمرے سے خارج تصور کی جاتی ہیں، داخل ہیں۔ 127 خوبصورت مکانوں، پر تکلف لباس، حتی کہ اعلیٰ درجہ کی غذا میں افادے پہنچانے کی جو قوت موجود ہوتی ہے اس کے بیشتر حصے کی بنیاد محض اس امر پر ہے کہ وہ امتیاز و نمائش کے احساس کی تسکین پذیری کرتے ہیں۔ جہاں تک ان سب چیزوں کا تعلق ہے، وہاں تک

باب ۹
قدر اور افادہ

افادۂ کلی اور نفع صارف بڑی حد تک غائب ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس جو اشیا ہیں: یعنی سیدھی سادی ضرورت کو پوری کرنے والی اشیا، ان کے متعلق بھی ایک شرط قابل تشریح ہے ۔۔ ابتدائی اکائیوں کے لیے جو قیمت ادا کی جائے گی اس کے لحاظ سے اگر پیمائش کی جائے تو روٹی، لباس اور مکان کے کمرے کے لیے (یعنی، اقل حد تک غذا، پارچہ اور موسمی حالات سے بچاؤ کے لیے) نفع صارف بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے صرف سے محترز رہنا چونکہ ناممکن ہے اس لیے ان کا زیادہ سے زیادہ معاوضہ ادا کیا جائے گا؛ وجہ یہ کہ حیات انسانی ہی کا دارومدار ان پر ہوتا ہے؛ ان سے جو افادۂ کلی اور نفع صارف حاصل ہوتا ہے اس کو غیر محدود خیال کیا جا سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ کمیاب ہو جائیں تو ان کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا، اور بلا لحاظ اس امر کے کہ خریداروں کی آمدنیوں میں عدم مساوات ہے یا نہیں، یہ اضافہ ہوگا۔ لیکن ضروریات زندگی سے جو افادے حاصل کیے جاتے ہیں ان کی نوعیت کے بارے میں ایک سوال اٹھایا جا سکتا ہے: ان سے جو افادہ حاصل ہوتا ہے اس کی نوعیت سلبی ہے! لوی اور کلارک نے براعظم امریکا میں سیروسیاحت کی جو مہم اختیار کی تھی اس کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ ایک موقع پر ان سیاحوں نے سوکھی مچھلی کا سفوف بنا کر بطور غذا کے استعمال کیا، گو یہ بدمزہ اور ناگوار تھا مگر انھیں اپنی بھوک کو رفع کرنے کی غرض سے اس کی ایک مناسب مقدار مجبوراً استعمال کرنی پڑی۔ کچھ اس ہی قسم کی صورت حالات ایک مشہور و معروف عالم معاشیات پروفیسر پیٹن کے بھی پیش نظر ہے جنھوں نے 'عسری معیشت'[1]، اور 'یسری معیشت'[2] کے مابین فرق و امتیاز قائم کیا ہے۔ پہلی اصطلاح اس معاشی حالت کو بیان کرتی ہے جس میں انسانی جدوجہد صرف ناگزیر اور اقل ضروریات حاصل کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے: یعنی بھوک پیاس کو رفع کرنے کے لیے اور سردی اور گرمی سے بچانے کے لیے، کفایت کرتی ہے؛ گویا محض تکلیف کو رفع کرنا اس جدوجہد کی غایت ہے، نہ کہ افادہ حاصل کرنا۔ دوسری اصطلاح اس اعلیٰ

[1] Pain Economy [2] Pleasure Economy

! ب
قدر اور افادہ

معاشی حالت کو بیان کرتی ہے جبکہ اساسی اور اولین ضروریات کی تکمیل ہو چکی ہے اور قطعی طور سے سرور اور راحت شروع ہوتی ہے: یعنی جبکہ غذا مرغوب خاطر ہونے کے علاوہ کافی مقدار میں ملتی ہے، اور جبکہ لباس اور مکان دل کش و جاذب نظر ہوتے ہیں۔ اب افادۂ کلی اور نفع صارف کی پیمائش کے لیے بہترین ہوگا کہ ہم صرف اسی صورت میں پیمائش کریں جن میں کہ یہ دوسری حالت رونما ہو۔ ہمیں ان افادوں کو جو ناگزیر نوعیت رکھتے ہیں نظر انداز کرنا چاہیئے، صرف اس حالت میں جبکہ ممکنہ آرام کی صورت پیدا یا موجود ہو: یعنی جبکہ رقم خرچ کرنے میں قوت انتخاب سے کام لیا جاتا ہو، حقیقی نفع صارف یا افادہ کا ماحصل زائد وصول ہو سکتا ہے۔ 128

یہ بات صرف قطعی ضروریات کی حد تک ہی نہیں، بلکہ رسمی ضروریات میں بھی بڑی حد تک صادق آتی ہے۔ برِاعظم یورپ کے اکثر متمول اور رئیس طبقوں میں گاڑیاں، گھوڑے اور خدمتگار رسمی ضروریات ہیں؛ اگر کسی شخص کو ان ضروریات سے دست کش ہونا پڑے تو اسے سخت ناگواری ہوگی اور ان کی عدم موجودگی اس کے آرام میں خلل انداز ہوگی؛ بایں ہمہ یہ مشتبہ ہے کہ ان سے حقیقی تمتع حاصل ہوتا ہے۔ یہی حال خوشحال طبقے کے مکلف اور کلف دار کپڑوں اور چست پوشاک کا ہے، جو پہننے والوں کے حق میں اس امر کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں کہ وہ جسمانی محنت کرنے والے طبقے سے ممیز و ممتاز ہیں۔ ان سے حاصل شدہ افادہ زیادہ تر سلبی ہوتا ہے، ان کی موجودگی سے جتنی خوشی حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ شدت سے ان کی کمی یا عدم موجودگی محسوس ہوگی۔ قطعی افادہ بہت ہی غیر معین حد تک اس قیمت سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ ایک شخص اس قسم کی اشیا کے لیے ان سے احتراز ناممکن پاکر رسم و رواج کے دباؤ کے تحت ادا کرتا ہے۔

امکانی قیمتوں سے افادوں کی پیمائش کرنے کے طریق میں جو دقتیں ہیں ان میں سب سے بڑی عملی دقت یہ ہے کہ ہمارے لیے یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ایک شے کی متعدد اقساط کے لیے، اگر وہ یکے بعد دیگرے پیش کی جائیں تو کیا قیمت ادا کی جائے گی۔ ہم نے اوپر کی ایک مثال میں یہ فرض کیا تھا کہ

باب ۶
تقدر اور افادہ

پہلی نارنگی سے اس قدر زیادہ افادہ حاصل ہوگا کہ وہ اپنی قیمت ۶ پینس طلب کرے گی؛ لیکن کسی حقیقی مثال یا صورت میں ہم کسی طرح یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ پہلی قسط کی یا ابتدائی اقساط کے سلسلے کی کیا قیمت اٹھیگی۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ حقیقی رسد کی اختتامی فروخت پذیری سے جو قیمت قرار پائے گی اس سے ابتدائی اقساط کی قیمت، بہت زیادہ ہی اٹھیگی۔ ہم کو قیمت کے تغیرات کے متعلق اپنی عام اطلاعات کی حد تک کم و بیش صحیح اندازہ قائم کرنے میں تھوڑی بہت کامیابی ہو سکتی ہے۔ ہم روزمرہ یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح نارنگی، سگار، روٹی، گوشت، اور شکر کی قیمت میں بازار میں جو رسد بغرض فروخت پیش کی جاتی ہے اس کی مقدار کی کمی بیشی کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً تغیرات ہوتے رہتے ہیں؛ لیکن ہمیں اس کا صحیح علم نہیں ہوتا کہ اگر معمولی مقدار میں کوئی بڑی کمی بیشی ہو تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا: خواہ قیمتوں کے اعداد و شمار کتنے ہی مکمل کیوں نہ ہوں ان سے اس امر پر روشنی نہیں پڑتی کہ اگر رسد میں بہت قلت ہو جائے تو اشیا کی قیمت کتنی اعلیٰ سطح تک ادا کی جائے گی۔

ان تمام دقتوں کی بنا پر افادۂ کلی یا نفع صارف کی صحیح طریقے پر پیمائش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مثال کی غرض سے جو اعداد پیش کئے گئے وہ صرف تصورات کو واضح کرنے کی حد تک مفید ہیں؛ لیکن یہ خیال کرنا کہ ان سے صحیح پیمائش بھی ہوتی ہے غلطی ہے۔ ہم قیمتوں کی ایک مکمل جدول مرتب نہیں کر سکتے، اور اگر ہم مرتب کر بھی سکیں تو آمدنیوں کے فرق، کسی خاص امتیاز کی دلفریبی، اور عصری معیشت کی مشتبہ تسکین پذیری وغیرہ امور مل ملا کر حقیقی تمتع کی پیمائش کو ناممکن العمل بنا دیتے ہیں۔ دولت سے جو افادہ یا تسکین پذیری حاصل ہوتی ہے اس کی پیمائش ہم کسی قریبی صحت کے ساتھ بھی نہیں کر سکتے۔

129

بایں ہمہ افادۂ کلی اور نفع صارف خیالی چیزیں نہیں ہیں۔ یہ امر کہ وہ حقیقی اور واقعی ہیں عام اصطلاحوں اور فقروں سے ان کے تطابق سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم روزمرہ کی بول چال میں یہ کہتے ہیں کہ ایک چیز ہمارے لیے جتنا افادہ رکھتی ہے اس سے بہت کم قیمت میں ملی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

باب ۹
قدر اور افادہ

جو چیز ہم خریدتے ہیں اس کا افادہ اس افادہ سے زیادہ ہے جو ہماری ادا کردہ رقم (قیمت) رکھتی ہے۔ اس کو زیادہ صحت اور احتیاط کے ساتھ دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا جاتا ہے کہ نفع صارف حاصل ہوا۔ گو یہ نفع، صرف کے زینے کے زیرین حصے میں جہاں محض ضروریات زندگی خریدی جاتی ہیں یا بالائی حصے میں جہاں محض نمائش و امتیاز کی خواہش پوری کی جاتی ہے صاف ظاہر نہ ہو؛ لیکن ان چیزوں کی حد تک جنھیں حقیقی تمتعات زندگی کہا جاتا ہے، یہ بلا شک وشبہ ظاہر ہوتا ہے!۔ وافر و متنوع غذا، یہ افراط کمرے، پوشاک اور ساز و سامان جو دائمی طور سے ذوق کے لیے خوش کن ہوتے ہیں، وہ تسکین پذیری جو نقل گرفتہ فن کاری سے سب کو حاصل ہوتی ہے، اور وہ تفریح جو تھکا دینے والے مسلسل کام کے بعد میسر آتی ہے، یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن سے بہ افراط وارزان دستیاب ہونے کی صورت میں کم تمتع حاصل نہیں کیا جاتا؛ ان کی قیمت سے جتنا افادہ ظاہر ہوتا ہے اس کے مقابلے میں وہ بالعموم بدرجہا زیادہ افادہ رکھتی ہیں۔ گو ان کا افادہ قابل پیمائش نہ ہو لیکن افادہ کلی یقیناً زیادہ ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل نفع صارف بھی زیادہ ہوتا ہے۔

۶۔ افادہ، افادۂ کلی اور نفع صارف کی بحث ہماری رہبری ایک دوسرے سوال کی طرف کرتی ہے، اور وہ سوال یہ ہے کہ قوم کی آمدنی کی پیمائش کس طرح کی جائے اور اس کو کس طرح بیان کیا جائے؟

کوئی ایک شخص اپنی آمدنی کا تصور بحوالہ زر کرتا اور اس کی پیمائش بھی بحوالہ زر کرتا ہے۔ جس وقت تک اشیا کی قیمتیں اور خدمات کے معاوضے مستقل سطح پر رہیں، آمدنی کی پیمائش کا طریقہ اکثر اغراض کے لیے کافی ہے۔ ابھی جو شرط بیان کی گئی (یعنی ثبات پذیر قیمتیں) وہ بدیہی طور سے اہم ہے۔ اگر تمام آمدنیاں دگنی ہو جائیں اور سب قیمتیں بھی دگنی ہو جائیں تو قوم کی مرفہ الحالی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ البتہ قوم اپنے مبادلات کو آلہ مبادلہ کے ایک جداگانہ معیار کے ذریعے سے انجام دے گی۔

180

چنانچہ ہم ایک اہم نتیجہ پر پہنچتے ہیں — آمدنی بشکل زر صرف اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ وہ اشیا کی اس مقدار کی پیمائش کرنے کا ذریعہ ہے جو زر کے معاوضے

باب ۹
قدر اور افادہ

میں خریدی جاتی ہے۔ ہم آمدنی بہ شکل زر کے مقابلے میں حقیقی آمدنی: یعنی اشیائے ضروری، آرام وراحت کی چیزیں، سامانِ تعیش کا تصور قائم کرسکتے ہیں، اور ہمیں حقیقی آمدنی کے جزو کی حیثیت سے ان اشخاص کی خدمات بھی شمار کرنا ضروری ہیں جو 'غیر پیدآور' کہلاتے تھے: مثلاً ایکٹر، گویّے، خدمتگار وغیرہ۔ اس قسم کی 'حقیقی' آمدنی جس قدر زیادہ حاصل ہوگی اسی قدر ہم بطور افراد اور بحیثیت قوم کے زیادہ خوشحال ہوں گے۔

لیکن ہم ایک اور قدم آگے بڑھا سکتے ہیں: یہ بیان کیا جا چکا ہے[1] کہ پیدائش کا مطلب محض افادے پیدا کرنا ہے۔ اب جس طرح ہر قسم کی پیدائش آخری تحلیل میں افادوں کی تخلیق پر مشتمل ہوتی ہے، اسی طرح ہر قسم کی آمدنی افادوں یا تسکین پذیریاں پر مبنی ہوتی ہے۔ 'معاشی اشیا' بجائے خود مقاصد نہیں ہیں؛ بلکہ احتیاجات کو پورا کرنے کے مقصد کا ذریعہ ہیں۔ کسی گزشتہ باب میں ہم اصل اور دولت کے فرق کی (جو اصل نہیں ہے) توضیح کر چکے ہیں، یا دوسرے الفاظ میں صارف کی دولت اور پیدا کرنے والے کی دولت (یا اصل) کے فرق کو بیان کر چکے ہیں۔ لیکن پیدا کرنے والے کی دولت (یا اصل) جس طرح ایک آلہ ہے اسی طرح صارف کی دولت بھی جس کو ہم ایک لحاظ سے 'حقیقی' آمدنی شمار کرسکتے ہیں، ایک آلہ ہے؛ وہ بھی ایک ذریعہ ہے نہ کہ مقصد۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری غذا، ہمارے لباس اور فرنیچر سے ایک طرح کی نفسی آمدنی حاصل ہوتی ہے؛ گویا جب تک وہ موجود ہیں ان سے افادہ برابر حاصل ہوتا رہتا ہے۔ آخری تحلیل میں کسی فرد واحد یا قوم کی آمدنی ان افادوں کے مجموعے پر مبنی ہوتی ہے جو مستقل طریقہ پر اس فرد یا قوم کی اشیا یا خدمات کے ذخیرے سے حاصل ہوتے ہیں: یعنی وہ جملہ اشیا و خدمات کے افادۂ کلی پر مشتمل ہوتی ہے۔

بایں ہمہ معاشی تحقیق کے تقریباً سب اغراض کے لیے ہمارے واسطے یہی زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم آمدنی بہ شکل زر یا حقیقی آمدنی کی پیمائش پر قناعت کریں۔ آمدنی کو بجوالہ افادہ بیان کرنے اور اس آمدنی کی پیمائش کرنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ ایک ایسے اصول کو جو فی نفسہ معقول اور صحیح ہے اس طرح مسترد کر دینے کا سبب

[1] دیکھو باب فصل (۲)

باب ۹
قدر اور افادہ

اس نتیجہ میں مضمر ہے جو ہم افادہ کلی اور نفع صارف کے بارے میں ابھی قائم کر چکے ہیں: یعنی یہ کہ افادۂ کلی اور نفع صارف کی پیمائش نہیں کی جا سکتی۔

آمدنی کو بحوالۂ زر بیان کرنے اور اس کی پیمائش کرنے کے طریقے ہماری رہبری ایسے نتائج تک کرتے ہیں جن میں ایک حد تک تیقن و قطعیت موجود ہے۔ ہم آمدنی بشکل زر کی پیمائش کر سکتے ہیں، گو ہمارے اعداد و شمار مثلاً ریاستہائے متحدہ امریکا کے باشندوں کی مجموعی آمدنی بشکل زر کے متعلق، نامکمل ہوں؛ لیکن اس آمدنی کی مقدار معلوم کرنے کے کام میں کامل مایوسی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض ملکوں کے متعلق یہ کام نہایت کامیابی اور کافی صحت کے ساتھ انجام دیا جا چکا ہے۔ علی ہذا ہم قیمتوں کی عام سطح کی بھی پیمائش کر سکتے ہیں؛ چنانچہ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آیا زر کی ایک مقررہ مقدار ایک مقررہ وقت میں، زر کی اسی مقدار کی نسبت کسی دوسرے وقت میں، زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آمدنی بشکل زر میں اضافہ ہو گیا ہے اور یہ کہ قیمتوں کی سطح میں کوئی تغیر نہیں ہوا ہے تو ہم یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقیقی آمدنی میں بحوالۂ اشیائے قابل صرف اضافہ ہو گیا ہے۔

131

علاوہ ازیں ہم حقیقی آمدنی کی براہ راست کم و بیش پیمائش کر سکتے ہیں؛ ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کسی آبادی میں بحساب فی کس اس قسم کی اشیا کے صرف کا اوسط مختلف اوقات میں کیا رہا: جیسے کہ آٹا، شکر، چائے، کافی، روئی، اون وغیرہ وغیرہ۔ اضافۂ آمدنی بحوالۂ اشیا کی حد تک نتائج معنی خیز امور ظاہر کرتے ہیں؛ ہم جانتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں اس قسم کی اشیا کے صرف میں بہت خاصا اضافہ ہو گیا ہے، اور اس لحاظ سے مادی خوشحالی میں اس حد تک ترقی ہوئی ہے۔

لیکن افادۂ کلی یا "نفسی آمدنی" میں کس حد تک اضافہ یا ترقی ہوئی ہے اس کا ہم صحیح اندازہ نہیں قائم کر سکتے۔ ہم یہ تو یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی حد تک اضافہ ہوا ہے لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ آیا یہ اضافہ اسی حد تک ہوا ہے یا نہیں جس حد تک کہ اشیاء صرف میں اضافہ ہوا یا اس سے بڑھ کر ہوا

باب ۳ قدر اور افادہ

یا اس سے کم ہوا؟[1] ہم اس چیز کی پیمائش نہیں کر سکتے کہ معاشی اشیا کی رسد میں اضافہ ہونے سے قبل افادہ کلی کی مقدار کیا تھی، اور اضافہ ہونے کے بعد افادۂ کلی کی مقدار کتنی رہی۔ جو اشیا تمتعات بہم پہنچاتی ہیں ان کی رسد کی تو پیمائش کی جا سکتی ہے لیکن خود ان تمتعات کی پیمائش کرنا ناممکن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حقیقی آمدنی کے حوالے سے جو نتائج مرتب ہوں ان کے مطابق وضع آئین اور عملی معاشیات کے سارے سوالات حل اور تصفیہ کیے جا سکتے ہیں، اور علی العموم عملاً ایسا ہو بھی رہا ہے؛ چنانچہ ہمارے لیے یہی زیادہ بہتر ہوگا کہ تقریباً کل معاشی استدلال میں ہم صارف کی دولت کے مادی اور قابل پیمائش واقعات سے تجاوز نہ کریں۔ خواہ اشیائے صارف کی نوعیت اصل ہی کی سی کیوں نہ ہو اور خواہ افادۂ کلی ہی آخری تحلیل میں حقیقی آمدنی کیوں نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ حقیقی آمدنی ہی (جو قابل تمتع اشیا پر مشتمل ہوتی ہے) وہ واحد قسم کی آمدنی ہے جس کے متعلق ہم صحت کے ساتھ مقداری نتائج مرتب کر سکتے ہیں۔

۷۔ اصول تقلیل افادہ کو اگر بلا استثنا استعمال کیا جائے، تو اس نتیجہ کی طرف رہبری 132 کرتا ہے کہ آمدنیوں کی مساوات کے مقابلے میں آمدنیوں کی عدم مساوات انسان کی مجموعی مرفہ الحالی میں کمی کر دیتی ہے؛ اور یہ کہ عدم مساوات جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر خوشحالی کے بیشترین مجموعے میں کمی ہوگی۔ اگر کسی شے کے زائد جرعوں سے سابقہ جرعوں کی نسبت کم افادہ حاصل ہوتا ہے تو یہ بات آمدنی کے زائد جرعوں کے بارے میں بھی اسی طرح عام طور سے صادق آتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک آدمی کے پاس ایک ہی نارنگی موجود ہے اور اس کو دوسری نارنگی دی جاتی ہے؛ اور ایک دوسرا آدمی ہے جس کے پاس پانچ نارنگیاں موجود تھیں اور اس کو چھٹی نارنگی دی جاتی ہے۔ اب پہلے کو دوسری نارنگی سے جتنا افادہ حاصل ہوگا اس سے

[1] اگر ہم عسری معیشت اور یسری معیشت کا باہمی فرق تسلیم کریں اور افادہ کلی اور نفع صارف کو اسی وقت سے شمار کرنا شروع کریں جب سے کہ ضروریات میں اضافہ رونما ہوا تو ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ زائد مقدار کے پہلی دفعہ رونما ہونے کے بہت بعد تک افادۂ کلی میں نفع صارف کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

۹۔ قدر اور افادہ

بہ نسبت اس کم دوسرے آدمی کو چھٹی نارنگی سے ہوگا۔ ایک شخص کی آمدنی دس ہزار ڈالر اور دوسرے کی ایک ہزار ڈالر ہو اور ہر ایک کو ایک ایک سو ڈالر فاضل دیئے جائیں تو اول الذکر شخص کو دوسرے شخص کے مقابلے میں کم نفع ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اگر دو مساوی آمدنی رکھنے والے اشخاص کے مابین قمار بازی ہو تو اس کا نتیجہ ہمیشہ معاشی نقصان ہوگا۔ اگر دو آدمی جن میں سے ہر ایک کے پاس ایک ہزار ڈالر ہوں، ایک سو ڈالر کی شرط بدھیں تو جیتنے والے کو اس کی رقم بڑھ کر ۱۱۰۰ ڈالر ہو جانے سے جو نفع ہوگا وہ اس نقصان سے کم ہوگا جو اس دوسرے شخص کی آمدنی گھٹ کر ۹۰۰ رہ جانے سے ہوگا۔ یہ سب نتائج محض لذتی احصاء یعنی اصول قانون تقلیل افادہ سے متخرج ہوتے ہیں۔

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ قانون تقلیل افادہ کو غیر مشروط طریقے پر یا بلا استثنا استعمال نہیں کیا جاسکتا: مثلاً ضروریات حیات یعنی عسری معیشت و یسری معیشت کے نقطہ نظر سے استعمال کرنے میں اس کو مشروط کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص ضروریات حیات کے پورا ہونے کے بعد آمدنی میں جو اضافہ ہوتا ہے (یعنی قابل خرید اشیا کا) اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہو سکتا کہ خوشحالی میں اضافہ ہوا بلکہ یہ کہ تناسب سے زائد اضافہ ہوا۔ چنانچہ اگر کسی قوم کی نصف تعداد کے پاس ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد بڑا ذخیرہ زوائد کا موجود ہو اور بقیہ نصف جزو کے پاس نری ضروریات حیات ہوں تو تمتعات کا مجموعہ بہ نسبت اس صورت کے جبکہ سب کی آمدنی یکساں ہو (یعنی جبکہ زوائد پوری جماعت پر قلت کے ساتھ تقسیم کیے جائیں) زیادہ ہو سکتا ہے۔

اور یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ لذتی احصاء، ایسی صورتوں میں بھی جہاں وہ واضح طور سے اس نتیجہ کی طرف رہبری کرتا ہے، کہ تمتع، تقلیل حاصل کا تابع ہے، انسانی خوشحالی کی پوری داستان نہیں سناتا۔ احتیاجات کی تکمیل یا تسکین کے دائمی ذرائع میں سے ایک ذریعہ، جو فطرت انسانی میں بہت قوت کے ساتھ جاگزیں ہے، مسابقت اور امتیاز کے جذبات کی قبولیت ہے؛ لیکن امتیاز کا مطلب عدم مساوات ہے۔ گو دوسری صورتوں میں یعنی

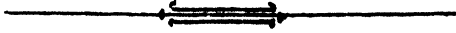
باب ۹ قدر اور افادہ

شہرت یا مرتبہ میں فرق و امتیاز کی موجودگی ممکن ہے؛ لیکن معاشی املاک یا مقبوضات کا فرق تقریباً سب انسانوں کے لیے ہمیشہ ایک بہت بڑا آلہ ترغیب و تحریض یا مہیج رہا ہے؛ اگر عام طور سے مساوات و یکسانیت قائم ہو جائے اور تنوع باقی نہ رہے تو زندگی کے اکثر تمتعات اور لطف اندوزیوں میں کمی ہو جائے گی۔ 188

بایں ہمہ اس واقعہ کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ عدم مساوات اور بیشترین خوش حالی کے مابین تضاد اور تخالف موجود ہے؛ یہ تضاد اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ عدم مساوات بہت زیادہ ہو۔ اگر آمدنیوں میں بڑی حد تک عدم مساوات پیدا ہو جائے تو اس کا مطلب تمتعات میں خاصی تخفیف ہے۔ متمول طبقے کا جتنا فائدہ ہوتا ہے وہ کم استطاعت طبقے کے نقصان سے کم ہوتا ہے۔ گو مسابقت و امتیاز اچھی طرح اور خوش حال زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے اور گو امتیاز کا قدرتی نتیجہ آمدنی کی تھوڑی بہت عدم مساوات ہے لیکن اس قسم کی بڑی عدم مساواتیں، جیسی کہ موجودہ زمانے میں عام طور سے اور خصوصاً ان تمام قوموں میں جو وحشیانہ طرز زندگی کے درجہ سے ترقی کرکے آگے بڑھ گئی ہیں، پائی جاتی ہیں، تمتعات کے مادی ذرائع کی موثر ترین تقسیم کو کسی ممکن طریقے سے عمل میں نہیں لاسکتیں۔ تفاخر و خودنمائی میں مسابقت بے لطفی پیدا کرتی ہے، امتیاز سے جتنی تسکین پذیریاں حاصل ہوتی ہیں ان سب میں یہ مسابقت کم دیرپا ہے۔ بیشترین خوش حالی اور عظیم عدم مساوات کے مابین جو تضاد و تناقض پایا جاتا ہے اس کا احساس ہی (اگرچہ کم و بیش موہوم سا ہے) موجودہ زمانے کی پوری معاشری تحریک کی تہ میں مضمر ہے؛ اس لیے کہ خاص کر اس تحریک نے اپنا مقصد آمدنی کی زیادہ مساوی تقسیم قرار دے کیا ہے۔ چنانچہ اسی سے ہمارے موجودہ زمانے کے مخصوص رجحانات: یعنی اجاروں کا استیصال، سرکاری نگرانی میں صنعتوں کی ترویج، مزدوروں کے معاملے میں وضع آئین و قوانین، محصولات متزائد اور سب سے بڑھ کر اشتراکیت وغیرہ رونما ہو رہے ہیں۔ یہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ عدم مساوات، انسانوں کے بہترین قویٰ کو پوری طرح استعمال کرنے کے لیے تشویق و تحریص دلانے کا زبردست

باب ۹
قدر اور افادہ

محرک یا آلہ ہو، اور پر جوش اور آزاد محنت کا لازمی نتیجہ ہو، لیکن بادی النظر میں وہ خوش حالی کی بہترین تقسیم تک رہبری نہیں کرتی۔ وہ ہمیشہ مدافعانہ پہلو پر رہتی ہے؛ چنانچہ وہ جس قدر زیادہ دیرپا ہوگی اسی قدر اس کی مدافعت زیادہ سخت ہوگی۔



باب ۱

184

باب دہم

بازاری قدر۔ طلب و رسد

(۱) طلب کے شرائط اور طلب کا معنی (۲) طلب علی العموم مسلسل ہوتی ہے، لیکن اس میں عدم تسلسل بھی ممکن ہے؛ تغیر پذیر؛ غیر تغیر پذیر طلب۔ (۳) مقررہ و معین رسد کی حد تک قدر کس طرح اختتامی فروخت پذیری سے متعین ہوتی ہے؛ رسد و طلب کی مساوات۔ (۴) تغیر پذیر رسد؛ توازن رسد و طلب۔ (۵) معین و تغیر پذیر رسد کا مفروضہ واقعات سے کس حد تک تطابق رکھتا ہے؛ روزمرہ کی اور موسمی قیمتوں پر اثر ڈالنے والے حالات۔ (۶) اشیائے اصل کی بازاری قدر کے بارے میں چند شرائط۔ (۷) خردہ فروشی کی قیمتیں بظاہر تھوک فروشی کی قیمتوں کے تابع معلوم ہوتی ہیں، لیکن انجام کار تھوک فروشی کی قیمتوں کو معین کرتی ہیں؛ خردہ فروشی کی قیمتوں کی تعیین کا فائدہ۔ (۸) مروجہ یا بازاری قیمتیں ہی، وہ قیمتیں ہیں جن سے لوگ "مناسب واجبی قیمتوں" کا مفہوم منسوب کرتے ہیں (۹) بعض صورتیں جن میں فروشندوں کے ارادے سے قدر متاثر ہوتی ہے۔

۱۔ گزشتہ باب میں قدر کا ابتدائی اصول بیان کیا جا چکا ہے؛ کسی شے کی قدر اس کی اختتامی فروخت پذیری پر منحصر ہوتی ہے۔ وہ وہی قیمت ہے جس پر کہ آخری قسط فروخت کی جا سکتی ہے: یعنی وہ قیمت جو بازار میں مقابلہ کے عام

بابِ ۱ — بازاری قدر طلب و رسد

حالات کے تحت اس قیمت کا تعین کرتی ہے جس پر کہ پوری رسد فروخت کی جائیگی۔ اس اصول کی مزید تشریح کرنا اور یہ بیان کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ حقیقی زندگی کی پیچیدگیوں میں اس کا عملدرآمد کس طرح ہوتا ہے؟

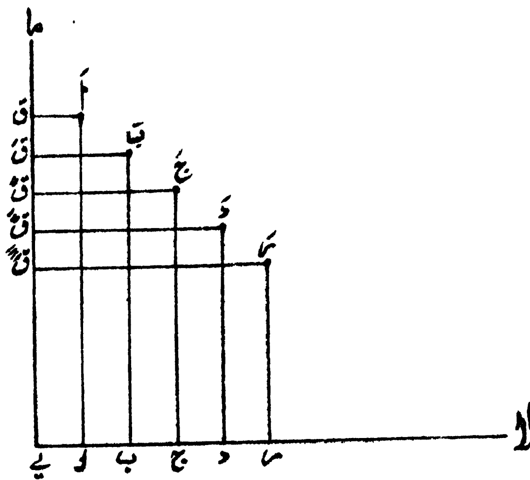
اب ہم عام اصول کی ترسیم کے ذریعہ سے تشریح کریں گے:۔ شکل (۱) میں قیمتیں عمودی محور یعنی م ا پر درج ہیں؛ اور مقداریں، یعنی وہ متعدد اقساط جو بازار میں پیش کی جاتی ہیں، افقی محور یعنی لا پر درج ہیں۔ اب فرض کرو کہ پہلا جرعہ کسی شے مثلاً تمنکر کا افقی خط یعنی ۱ سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ کہ اس جرعہ کی قیمت یعنی ق وصول ہوتی ہے؛ پس اس کی قدر کی نمائندگی یعنی ق ا/ا کے رقبے سے ہوگی، یعنی قیمت مضروب بمقدار سے۔ یہ بھی فرض کرو کہ دوسرا جرعہ پیش کیا جاتا ہے جس کی نمائندگی خط اب سے ہوتی ہے؛ قانون تقلیل افادہ کے اثر کے تحت اس کی قیمت گھٹ کر یعنی قَ ہو جائیگی، اور پوری رسد اس صورت میں اس قیمت پر (یا جیسا کہ عنقریب توضیح کی جائے گی کسی صورت میں اس سے زیادہ قیمت پر فروخت نہ ہوگی) فروخت کی جائے گی۔

185

اس زائد رسد کی مجموعی قدر اب رقبۂ یعنی قً بَ ب سے ظاہر ہوگی۔ اس کے بعد ایک اور جرعہ پیش کیا جاتا ہے اور رسد یعنی ج ہو جاتی ہے، تو قیمت میں مزید تخفیف واقع ہوتی ہے۔ اور پوری رسد کی قدر یعنی قً جَ ج ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس رسد یعنی د ہو جانے سے قیمت یعنی قً ہوگی اور مجموعی قدر یعنی قً دَ د ہوگی؛ اور رسد یعنی م ا کی قیمت یعنی قً ہوگی اور مجموعی قدر یعنی قً مَ ا م ا ہوگی۔

سچ پوچھو تو یہاں جو حالات فرض کئے گئے ہیں ان کے تحت ہمیں یہ نہ معلوم ہونا چاہئے کہ مقدار یعنی ب کی قیمت وہ رقم مقرر ہوئی جو خطوط یعنی قَ یا ب بَ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہونا چاہئے کہ یہ قیمت یعنی قَ سے زائد نہ تھی اور یعنی قً (ج جَ) سے کم نہ تھی۔ رسد یعنی ب کو فروخت کر دینے کی ترغیب دینے کی غرض سے یہ ضروری ہے کہ قیمت کم از کم یعنی قَ کے برابر کم ہو؛ ورنہ خریدار اس کو نہ خریدے گا۔ لیکن اگر خریدار یعنی ق سے کم قیمت دینے کے لیے تیار ہو تو فروشندہ پھر بھی یہ چاہے گا کہ بجائے مال کو اپنے پاس رکھنے کے اپنا مال فروخت کر دے؛ اور تاوقتیکہ کوئی دوسرا طاقتور یا متجمد

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد



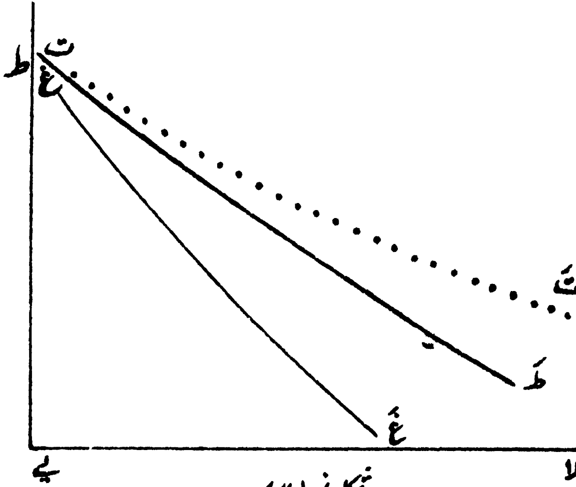
شکل نمبر(۱)

خریدار منظر پر نہ آئے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ فروشندہ کوئی قیمت قبول نہ کر سکے گا۔ لیکن اگر دوسرا خریدار آجائے جس کے لیے اس شئے کا افادہ اس قدر ہوتا ہے جتنے کی کہ پیائش یے ق سے ہوتی ہے، اور یہ خریدار وہ قیمت ادا کرنے کے لیے آمادہ ہو جس کی پیائش کی گئی تو فروشندہ دوسرے خریدار کو جو ب پر قائم ہے اتنی قیمت کم از کم ادا کرنے کے لیے مجبور کر سکتا ہے جتنی کہ تیسرا خریدار جو ج پر قائم ہے، ادا کرے گا۔ چنانچہ قیمت یے ق اور یے ق کے مابین یا ب ب اور ج ج کے مابین کسی جگہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس یہی حالت یکے بعد دیگرے آنے والے مرحلوں میں سے ہر ایک میں ہوگی۔ یہ ضروری ہے کہ قیمت کم از کم اتنی کم ہو جو آخری خریدار کو (جس کو پوری رسد فروخت کرنے کے لیے طلب کرنا ضروری ہے) خریدی کرنے کی ترغیب دینے کے لیے کافی ہو۔ قیمت میں اس سے بھی کسی قدر زائد تخفیف ممکن ہے یہاں تک کہ ایک ایسا مقام آجائے گا جہاں پر کہ ایک نیا خریدار آئے گا اور زیادہ خواہشمند خریدار کو (جسے بعض اوقات زیادہ "اہل" خریدار کہا گیا ہے) فروشندے کو زک دینے سے باز رکھے گا۔ اگر یکے بعد دیگرے آنے والے خریداروں کو جو اشیا بہ اقساط ملتی ہیں ان کے افادوں کے مابین کوئی بڑا فرق موجود ہو تو وہ رقبہ یا وہ حدود

186

باب ۱ بازاری قدر طلب و رسد

بہت وسیع ہوگا یا ہوں گے جس کے اندر قیمت غیر متعین رہے گی۔



شکل نمبر (۲)

۲۔ بایں ہمہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ کاروباری لین دین کے دوران میں علی العموم طلب کے ایسے مدارج نہیں ہوتے جیسے کہ اوپر کی شکل میں فرض کئے گئے ہیں۔ بازار میں عام طور سے نہ تو ہم درجن خریداروں کی قلیل تعداد ہوتی ہے اور نہ جو اشیا بغرض فروخت پیش کی جاتی ہیں ان کی مقدار قلیل ہوتی ہے۔ بلکہ خریدار متعدد ہوتے ہیں جن کے سامنے اشیا کی کثیر مقداریں بغرض فروخت پیش کی جاتی ہیں۔ ان متعدد خریداروں میں بعض ہمیشہ ایسے ہوتے ہیں جو زیادہ قیمت دیکر مزید جرعے خریدنے پر آمادہ ہوتے ہیں، اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کے نزدیک زائد جرعے کا افادہ سابقہ جرعے کے افادے کی نسبت خفیف حد تک کم ہوتا ہے، اور جو اسی بنا پر کم قیمت سے متاثر ہو کر بازار میں بغرض خریدی آنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اس صورت حال کو معاشیات کی عام اصطلاح میں "تسلسل طلب" کہا جاتا ہے۔ جہاں مختلف خریداروں کو مختلف افادے حاصل ہوں اور ان کے مابین فرق مدارج موجود ہو تو ان قیمتوں کے مابین بھی یہی کیفیت ہوگی جو خریدار دینے پر آمادہ ہوں گے۔ ایسی حالت کے تحت طلب میں تسلسل قائم نہ ہو سکے گا اور یہ حالت "عدم تسلسل" کی

187

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

سمجھی جا سکتی ہے۔ شکل (۱) میں ا سے ب، ج، د، ہ تک یکے بعد دیگرے جو سیڑھیاں ہیں ان سے طلب میں اس قسم کا عدم تسلسل ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نقطے یا مقامات ایک دوسرے سے جس قدر قریب ہوں گے، ہر درجہ یا سیڑھی اسی قدر چھوٹی ہوگی اور وہ حدود یا رقبہ اسی قدر کم ہوگا جس کے اندر کہ قیمت غیر متعین رہتی ہے۔ موجودہ زمانے کی قوموں کے اکثر و بیشتر کاروبار میں یہ مقامات ایک دوسرے سے اس قدر نزدیک ہوتے ہیں، یعنی افادہ اور طلب کا نشیب و فراز اس قدر متصل اور قریبی ہوتا ہے کہ ان کو ایک خط یا منحنی سے ملا کر ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ یہ منحنی، ایک ایسی شکل میں جو کہ اس قسم کے اصول کی ترسیمی تمثیل میں عام طور سے استعمال کی جاتی ہے، ہمیشہ بائیں جانب سے دائیں جانب کو تدریجی نشیبی میلان رکھتا ہے، جیسا کہ شکل (۲) میں ط ط َ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ منحنی یہ بتاتا ہے کہ کسی شے کے یکے بعد دیگرے آنے والے جزعوں کی فروخت پذیری میں تدریجی تقلیل ہوتی ہے اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ جوں جوں مقدار میں اضافہ ہوتا جائے انھیں ایسی قیمتوں پر پیش کیا جائے جو غیر محسوس طریقہ پر بتدریج کم ہوتی جائیں۔ اس کو "طلب کا منحنی" کہا جاتا ہے۔

منحنی جو شکل اختیار کرتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شے کی طلب کی نوعیت کیا ہے۔ اگر منحنی میں نشیبی میلان تدریجی ہو، جیسا کہ شکل (۲) میں نقطہ زدہ یا منقوط خط ت تَ سے ظاہر ہوتا ہے، تو وہ یہ بتاتا ہے کہ جیسے جیسے بازار میں کثیر مقداریں بغرض فروخت پیش کی جاتی ہیں، ویسے ویسے نئے خریدار مستعدی کے ساتھ بغرض خریدی آتے ہیں اور قیمت میں تدریجی اور دھیمی تخفیف ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس شے کی طلب کو لچک دار یا "تغیر پذیر" کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک ایسا منحنی، جس میں فوری تنزل پذیری کا میلان پایا جائے جیسا کہ شکل (۲) میں خط غ غَ سے ظاہر ہوتا ہے، یہ بتاتا ہے کہ افادہ یا قوت خرید میں سریع تخفیف ہوتی ہے، یہ کہ نئے خریدار مستعدی کے ساتھ نہیں آتے اور یہ کہ بڑھنے والی رسد کے ساتھ قیمت کی تخفیف فوری اور اچانک ہوتی ہے

ایسی صورت میں اس شے کی طلب کو غیر لچک دار یا "غیر تغیر پذیر" کہا جائے گا۔ اس میں قیمت کی تخفیف کے مقابل اور جواب میں اشیا کے صرف میں سریع زیادتی نہیں ہوتی۔ یہ ضروری ہے کہ اس غیر تغیر پذیری کا سبب ایک حد تک زائد اقساط کے افادے کی سریع تخفیف ہو لیکن اس سبب کو آمدنیوں کی عدم مساوات سے تقویت ہو سکتی ہے۔ اگر چند خریدار متمول ہوں، چند متوسط درجے کے اور مابقی اکثر خریدار غریب و مفلس ہوں تو بازار میں اشیا کی طلب بہت ہی غیر تغیر پذیر ہوگی۔ لیکن اشیا کے افادے یا نوع انسان کی احتیاجات پوری کرنے کی قوت میں اس کے بالمقابل لازمی طور سے کوئی تخفیف نہ ہوگی۔

"طلب کی تغیر پذیری" اور "عدم تغیر پذیری" کے مابین جو فرق ہے، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، وہ محض درجہ کا فرق ہے۔ اگر ہم "غیر تغیر پذیر" کی اصطلاح اس کے عام معنوں میں استعمال کریں تو ہم یہ کہیں گے کہ طلب صرف اس صورت میں غیر تغیر پذیر ہوگی جبکہ خرید کردہ مقدار یکساں رہے خواہ اس کی قیمت کچھ ہو۔ اس صورت میں طلب کا منحنی ایک عمودی خط ہوگا؛ اور "طلب تغیر پذیر ہے" اس وقت کہا جائے گا جبکہ خرید کردہ مقدار میں قیمت کی خفیف سی کمی سے بھی اضافہ ہو۔ چونکہ ہر شے (مستثنیات، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، نظر انداز کیے جا سکتے ہیں) قیمت کم ہونے کی صورت میں کسی قدر زیادہ مقدار میں خریدی جاتی ہے اس لیے ہر شے کی طلب اس صورت میں تغیر پذیر ہوگی۔ اصطلاح کے اس مفہوم میں تغیر پذیری میں مدارج پائے جاتے ہیں لیکن عدم تغیر پذیری کبھی رونما نہیں ہوتی، اور طلب کا منحنی کبھی عمودی خط کی شکل میں نہ ہوگا۔

بایں ہمہ ان اصطلاحوں کو کسی قدر وسیع مفہوم میں اور محض مدارج کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرنا بہتر ہوگا؛ یعنی یہ کہ تخفیف قیمت کی صورت میں بعض اشیا کی خریداری اور صرف میں دوسری اشیا کے مقابلے میں زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے، اس طرح "تغیر پذیری" اور "غیر تغیر پذیری" کے مابین امتیازی خط اس نوبت پر قائم کیا جاتا ہے جہاں کہ اصطلاحی زبان میں طلب کی تغیر پذیری اکائی ہوتی ہے۔ ایک ایسی شے فرض کرو جس کے لیے ایک ہی رقم یکساں طور سے خریدار

باب ۸ بازاری قدر طلب و رسد

ہمیشہ خرچ کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جب قیمت میں تخفیف ہو تو خرید کردہ مقدار میں یقیناً اضافہ ہوگا۔ لیکن یہ اضافہ ایسے تناسب سے ہوتا ہے کہ مقدار کو قیمت سے ضرب دینے پر ہمیشہ ایک ہی نتیجہ حاصل ہوگا۔ اور اس کے برعکس جب خرید کردہ مقدار قیمت کے اضافہ کے ساتھ کم ہو جائے تو یہ تخفیف اس قسم کی ہوتی ہے کہ اعلیٰ قیمت فی اکائی کے حساب سے مجموعی خرچ کردہ رقم غیر متبدلہ رہے گی۔ اس قسم کی حالت کے لیے ہم یہ فقرہ استعمال کرتے ہیں کہ "طلب کی تغیر پذیری اکائی ہے"۔ اس قسم کی کسی شے کا مقابلہ ایک ایسی شے سے کرو جس کی خرید کردہ مقدار میں قیمت کی تخفیف کے ساتھ بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے، اور اس قدر زیادہ اضافہ ہوتا ہے کہ ہر انفرادی مرحلے پر جو رقم خرچ کی جاتی ہے اس کا مجموعہ سابقہ مرحلہ کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں طلب کی تغیر پذیری وحدت کی نسبت زیادہ ہوگی۔ اس کے برعکس اگر کوئی ایسی شے موجود ہو جس کی خرید کردہ مقدار اگرچہ قیمت کی تخفیف کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے، اس قدر کم بڑھتی ہے کہ ہر انفرادی مخففہ قیمت پر جو رقم خرچ کی جاتی ہے اس کا مجموعہ سابقہ حالت کی نسبت حقیقۃً کم ہوتا ہے، تو اس صورت میں طلب کی تغیر پذیری اکائی کی نسبت کم ہوگی۔ پہلی صورت میں طلب کی تغیر پذیری اکائی کی نسبت زیادہ تھی، اور دوسری صورت میں اکائی کی نسبت کم تھی۔ اس فرق مدارج کو صحت کے ساتھ بیان کرنے کے لیے یہ کہنا مناسب ہے کہ پہلی صورت "تغیر پذیر طلب" کو ظاہر کرتی ہے اور دوسری صورت "غیر تغیر پذیر طلب" کو۔[1]

139

ضروریات کی طلب غیر تغیر پذیر ہوتی ہے؛ خواہ قیمت کچھ ہو، روٹی کی ایک

---

[1] کسی ایسی شے کی طلب کا منحنی، جس کی طلب کی تغیر پذیری اکائی ہو، قائم قطع زائد ہوتا ہے۔ یہ ایسا منحنی ہے کہ مذکورہ بالا شکل کے "محوروں" (یا جیومٹری کی اصطلاح میں "متقاربوں") کے متوازی کھینچا ہوا ہر مستطیل، جس کا گوشہ منحنی کے اوپر آ کے لگتا ہے، ایک ہی مقررہ رقبہ رکھتا ہے جیسا کہ متعاقب (باب ۱۰، فصل (۱۱میں)) بیان کیا جائے گا، زر کی طلب کی تغیر پذیری اکائی ہے، زر کی طلب کا منحنی قائم قطع زائد ہے۔

باب ۱
ماناری قدر
طلب و رسد

مقررہ مقدار ہی خریدی جائے گی۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ قیمت روٹی کے صرف کو کسی حد تک ضرور متاثر کرے گی اور ادنیٰ قیمت زیادہ کشادہ دلی یا غیر محتاط طریقے پر روٹی صرف کرنے کا موقع بہم پہنچائے گی۔ لیکن جب اتنی مقدار حاصل ہو جائے جتنی کہ لابدی اور ناگزیر ہے تو مزید مقداروں کے افادے میں سریع تخفیف ہوتی جائے گی۔ اس قسم کی اشیا کی حد تک رسد کی مقابلۃً معمولی سی تخفیف بھی قیمتوں کو بہت بڑھا دیگی اور مقابلۃً خفیف سا اضافہ بھی قیمتوں کو بہت کم کردے گا۔ طلب کے منحنی غ غ کا سریع تنزل ترسیمی طریق پر اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ ضروریات کے لیے طلب غیر تغیر پذیر ہوتی ہے اور رسد میں معمولی اور خفیف سی تبدیلیاں ہونے سے بھی قیمت میں سریع اور اچانک تغیرات واقع ہوں گے۔

اسی طرح ایک ایسی شے کی طلب، جو گو ضروری نہ ہو مگر بایں ہمہ لوگ اس کو بالالتزام استعمال کرتے رہیں، ''غیر تغیر پذیر'' ہوتی ہے۔ مثلاً گوشت، اگرچہ ضروری نہیں ہے، ایک خوش حال طبقے کی حد تک غیر تغیر پذیر طلب رکھتا ہے۔ اس کے برعکس زندگی کی مادی آرام کی چیزیں یعنی ایسی اشیا جو ناگزیر نہیں ہیں لیکن جن کو تمام دنیا قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہے، اکثر 'تغیر پذیر طلب' رکھتی ہیں۔ یہی حال ان اشیائے خورد و نوش کا ہے جو اگرچہ ضروری نہیں ہیں لیکن اپنے تنوع اور خوش ذائقگی کی بنا پر لطف بہم پہنچاتی ہیں؛ بجز خوشحال طبقے کے تقریباً سب کے لیے گوشت اس قسم کی شے ہے۔ رسد کے بالائی حصے میں اس کی طلب غیر تغیر پذیر ہوگی اور زیریں حصے میں بہت ہی تغیر پذیر ہوگی۔ شکر، میوے، ترکاریاں، چائے، کافی اور نارجیل، رسد کے کل زنجیرے یا سلسلے میں غالباً تغیر پذیر طلب رکھتے ہیں؛ اور علیٰ ہذا القیاس کتابوں، فرنیچر، مکان کے کمرے اور صاف ستھرے لباس کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔

140

عام طور سے طلب کی تغیر پذیری میں دولت کی مساوی تقسیم سے اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس غیر مساوی تقسیم غیر تغیر پذیر طلب کی جانب رہبری کرتی ہے۔ عدم مساوات کے اس اثر سے دوبارہ اس حزم و احتیاط کی مثال ملتی ہے جس کو مظاہر قدر کے بارے میں (جیسے کہ وہ موجودہ قوموں میں

باب ۱۔ بازاری قدر طلب و رسد

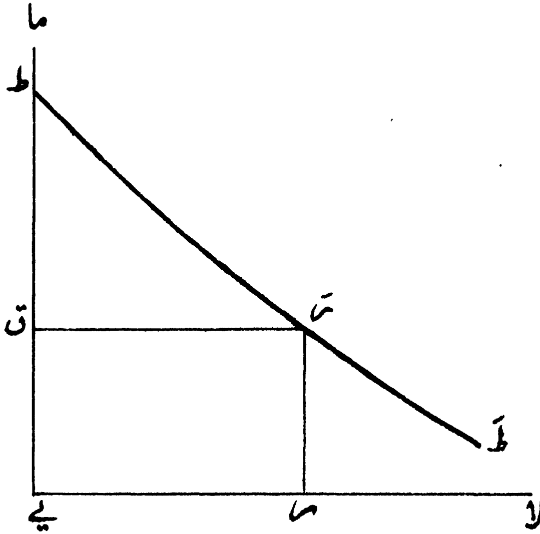
پائے جاتے ہیں) اصول تقلیل افادہ کو استعمال کرتے وقت پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر سب انسانوں کی آمدنیاں یکساں ہوں تو تقلیل افادہ ہی ایک واحد سبب ہوگا جو طلب کی تغیر پذیری پر اثر ڈالے گا اور طلب کے منحنی کے میلان سے یہ ثابت ہوگا کہ یکے بعد دیگرے آنے والے زائد جزعوں کے افادوں کی شرح تخفیف کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طلب کے منحنی پر اس واقعے سے بہت اثر پڑتا ہے کہ متمول اشخاص ابتدائی جزعوں کے لیے اعلیٰ قیمت ادا کر سکتے ہیں اور اس کے برعکس کم استطاعت اشخاص کی ایک تعداد اعلیٰ قیمت ادا نہیں کر سکتی بلکہ قیمت کم ہونے تک انتظار کرتی ہے۔ قیمتوں کی کمی جس پر قلیل آمدنی والے خریداری کرتے ہیں اور جو طلب کے منحنی کے ایک جزو کے نمایاں نشیب سے ظاہر ہوتی ہے اس کے معنی افادے میں کمی کے اس قدر نہیں ہیں جس قدر کہ مالی ذرائع میں کمی کے۔

۳۔ اب ہم "بازاری قدر" کے سوال کی بحث شروع کریں گے یعنی یہ کہ کسی خاص وقت میں کسی شے کی قدر یا قیمت کس طریقے سے متعین ہوتی ہے؟ فرض کرو کہ ایک شے کی رسد معین ہے، نیز فرض کرو کہ وہ بازار میں مقابلہ کرنے والے فروشندوں کی جانب سے پیش کی جاتی ہے، اور کسی قسم کی بندش یا رکاوٹ کے بغیر پیش کی جاتی ہے۔ اس صورت میں اس شے کی قدر اس کی انتہائی فروخت پذیری سے متعین ہوگی۔ اگر تمام اشیا کو مقابلہ کرنے والے فروشندے اس قیمت پر فروخت نہ کریں، تو اشیا کے ذخیرے کا کچھ جزو فروخت نہ ہوگا۔ اس صورت حال کی توضیح ترسیم کے ذریعے سے شکل (۴) میں کی گئی ہے۔ اگر رسد یہ سا ہو تو اس کے نتیجے کے طور پر جو قیمت ہوگی وہ اس مقام پر ہوگی جہاں کہ عمودی خط سا سا طلب کے منحنی ط ط کو قطع کرے گا۔ یہ خط (سا سا = یہ ق) رسد یہ سا کی انتہائی فروخت پذیری کی پیمائش کرتا ہے، اور اس طرح اس قیمت کا پیمانہ ہے جس پر کہ یہ رسد فروخت کی جائے گی۔

رسد کی مجموعی قدر مبادلہ رقبہ یہ ق سا سا یعنی قیمت مضروب بہ مقدار سے ظاہر ہوتی ہے۔ مجموعی افادہ ط یہ سا سا کے بے قاعدہ رقبہ سے ظاہر ہوتا ہے، اور نفع صارف ط ق سا کے کم و بیش تکونے رقبہ سے۔ ایسے خریدار جو اس شے

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

کے استعمال سے اجتناب غیر ممکن پاکر مجبوراً ما تا سے زائد قیمت یعنی یے ط کے



شکل نمبر (۳)

مساوی قیمت ادا کرنے کے لیے آمادہ ہوں خفیف سا نفع صارف حاصل کرتے ہیں۔ اسی اصول کو، جو کسی مقررہ وقت میں کسی شے کی قیمت کے تعین کے بارے میں ہے، قدیم مصنفین نے کسی قدر مختلف طریقے سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے کہا تھا کہ بازاری قدر رسد و طلب کی مساوات سے متعین ہوتی ہے۔ عام زبان میں اس کو محض یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک شے کی قدر رسد و طلب سے متعین ہوتی ہے۔ یہ ایک نامربوط بیان ہے اس لیے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ رسد و طلب ایسے اسباب ہیں جو آزادانہ طور سے عمل کرتے ہیں اور ان پر قیمت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن ہماری مفروضہ مثال میں طلب پر قیمت کا یقیناً اثر پڑتا ہے۔ کسی شے کی قیمت جتنی کم ہوگی اسی قدر اس کی مانگ زیادہ ہوگی، اور کسی شے کی جتنی زیادہ قیمت ہوگی اسی قدر مانگ بھی کم ہوگی۔ اس لحاظ سے یہ کہنا کہ قیمت کا دارومدار طلب پر ہے بظاہر ایک دوری استدلال معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر قیمت پر طلب کا اثر پڑتا ہے تو طلب قیمت سے اس کی نسبت کم متاثر

باب ۲
142
بازاری قدر
طلب و رسد

نہیں ہوتی - چنانچہ، جیسا کہ ابھی کہا گیا ' رسد و طلب کی مساوات ' کا فقرہ احتیاطاً استعمال کیا جاتا ہے - اگر رسد کی مقدار معین ہو تو جس قیمت پر مطلوبہ مقدار مقررہ مقدار رسد کے ٹھیک مساوی ہوگی وہ ایک ہی قیمت ہوگی - یہ فرض کرنے کا مطلب کہ اس قسم کی ایک ہی قیمت ہوگی اور ایک سے زائد نہ ہوگی طلب کا تسلسل فرض کرنا ہے، جیسا کہ گزشتہ فصل میں بیان کیا گیا اور یہ مفروضہ بازار میں جن اشیا کی خرید و فروخت کی جاتی ہے ان کی بیشتر تعداد کے بارے میں صادق آتا ہے - یہ ایک قیمت بظاہر رسد کی اختتامی فروخت پذیری کی نمایندگی کرتی ہے - گو اختتامی فروخت پذیری یا '' اختتامی افادہ '' کی اصطلاحوں کو قدیم مصنفین نے استعمال نہیں کیا ہے لیکن انھوں نے ' رسد و طلب کی مساوات کو جس طرح بیان کیا ہے اس سے ٹھیک ویسا ہی اصول پیش ہوتا ہے جیسا کہ ہمارا موجودہ اصول ہے جس کے استدلال کی بنیاد تقلیل افادہ یعنی اختتامی افادہ اور اختتامی فروخت پذیری پر ہے -

۴ - بازاری قدر کے اصول کے ان دونوں بیانات میں (پہلا اور قدیم بیان رسد و طلب کی مساوات کے متعلق ہے اور دوسرا اور جدید بیان رسد کی اختتامی فروخت پذیری پر مشتمل ہے) جو بنیادی مفروضہ ہے وہ یہ ہے کہ بازار میں ایک مقررہ اور معین مقدار پیش کی جاتی ہے - لیکن کیا یہ مفروضہ عملاً صحیح ہوسکتا ہے ؟ کیا وہ علی العموم صورت واقعات کے مطابق ہوتا ہے ؟ ہم ابھی ابھی کہہ چکے ہیں کہ طلب، مطلوبہ مقدار کے مفہوم میں، قیمت سے آزاد اور بے تعلق نہیں ہے - کیا یہی امر رسد کے بارے میں بھی صادق نہیں آتا ؟ معمولی حالات میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ بازار میں جو مقدار پیش کی جاتی ہے وہ معین ہوتی ہے اور قیمت سے متاثر نہیں ہوتی یا اس سے آزاد ہوتی ہے - جیسے جیسے قیمت میں اضافہ ہوتا ہے فروشندوں کی کثیر تعداد بازار میں اپنا مال پیش کرے گی اور رسد میں اضافہ ہوتا جائے گا - جیسے جیسے قیمت میں کمی ہوگی ویسے ویسے رسد میں بھی تخفیف ہوتی جائے گی - پس کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ بازاری قدر کا نظریہ جس طرح تغیر پذیر طلب کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح تغیر پذیر رسد کے بارے میں بھی استعمال کیا جائے ؟

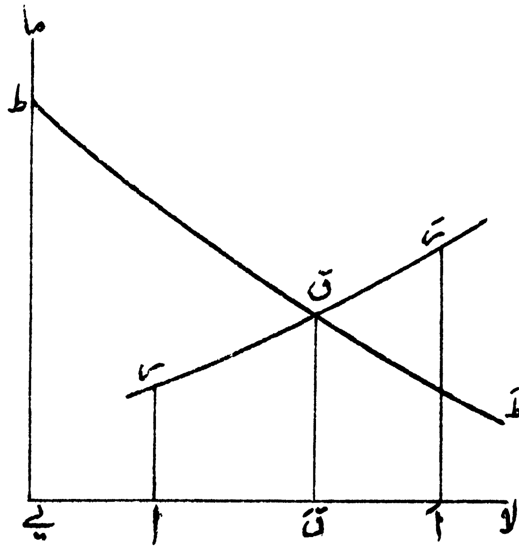
باب ۵
بازاری قدر
طلب و رسد

بعض صورتوں میں معین رسد کا مفروضہ واقعات سے واضح طور پر تطابق رکھتا ہے۔ جنگلی بیری کا ایک بڑا ذخیرہ جب بازار میں آتا ہے تو یہ ضروری ہے کہ اس کو فوراً فروخت کر دیا جائے اور دیر تک نہ رکھا جائے۔ ایک ایسی شے کو جو سریع الزوال یا جلد خراب ہوجانے والی ہو، زیادہ عرصہ تک نہیں رکھا جا سکتا۔ تمام مقدار کو، خواہ اس کی کچھ قیمت اٹھے، اختتامی قیمت پر فروخت کر دینا ضروری ہے۔ ایک قلیل زمانہ پیشتر اس قسم کی اشیا کی فہرست بہت طویل تھی۔ اس میں تازہ پھل تمام ترکاریاں، اور میوے اور جانوروں کے گوشت بھی شامل تھے۔ لیکن اس قسم کی تقریباً سب چیزوں کی حفاظت کی غرض سے موجودہ زمانے میں جو ترقی یافتہ طریقے اختیار کئے گئے ہیں یعنی سرد مقام میں اشیا کو رکھنا اور ٹین کے ہوا بند ڈبوں میں بند کرنا وغیرہ ان سے سریع الزوال اشیا کی فہرست میں بڑی حد تک کمی ہوگئی ہے۔ اکثر اشیا ایسی ہیں کہ انھیں اچانک فروخت کی غرض سے یکمشت پیش نہیں کیا جاتا، بلکہ بہ اقساط اور یکے بعد دیگرے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بازار میں ایک سیلاب یا دریا کی طرح آتی ہیں نہ کہ ایک ذخیرے کی شکل میں اچانک پیش کی جاتی ہیں۔ اب وہ کس رفتار سے بازار میں آتی ہیں اور کس مقررہ وقت میں ان کی کتنی مقدار پیش کی جائیگی اس کا دارومدار قیمت پر ہے۔ اگر قیمت زیادہ ہے تو اس سیلاب کی رفتار تیز تر ہوجاتی ہے، رسد میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اور اگر قیمت کم ہے تو سیلاب کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے۔

143

بازاری قدر کے نظریہ کو تغیر پذیر رسد کی حالت کے بارے میں صحت کے ساتھ استعمال کرنا دقت طلب امر نہیں ہے۔ شکل (۴) میں فرض کرو کہ خط س س ایک ایسی رسد کے حالات کی نمایندگی کرتا ہے جو قیمت کے ساتھ تغیر پذیر ہے، یعنی اس میں قیمت کے اضافہ کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے اور قیمت کی تخفیف کے ساتھ تخفیف ہوتی ہے۔ یہاں بھی مثل سابقہ شکلوں کے مقداریں افقی محور پر لا پر یا اس کے متوازی درج ہیں، اور قیمتیں عمودی محور پر ما پر یا اس کے متوازی درج ہیں۔ اگر قیمت س ا ہو تو ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ مقدار پ ۱ بازار میں آئے گی۔ جونہی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اگر قیمت ق ق ۲ ہو تو پیش کردہ مقدار پ ق ہوگی۔ قیمت س ا

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد



شکل نمبر (۴)

ہونے کی صورت میں پیش کردہ مقدار یے ا ہوگی۔ بظاہر خط س ق سَ جو رسد کا منحنی ہے، بالائی میلان رکھتا ہے، اور یہ میلان طلب کے منحنی (ط طَ) کے میلان (نشیبی) کا بالکل برعکس یا ضد ہے۔ قیمت کا اضافہ جس کے سبب سے مطلوبہ مقدار اشیا میں کمی واقع ہوتی ہے، پیش کردہ اشیا کی مقدار کے اضافہ کا سبب ہوتا ہے۔

144

رسد اور طلب کے منحنیات کا جو ایک دوسرے سے برعکس سمتوں میں متحرک ہوتے ہیں، باہمدگر متقاطع ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ہماری شکل میں وہ ق پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ قیمت ق قَ قیمت متوازنہ یا بازاری قیمت ہے جو تغیر پذیر رسد و طلب کے توازن سے قرار پاتی ہے۔ اس مقام پر پیش کردہ رسد اور مطلوبہ مقدار ایک دوسرے کے مساوی ہوتی ہے، یعنی رسد و طلب ایک دوسرے کو متوازن کردیتی ہے۔ اگر اس سے زائد قیمت طلب کی جائے تو مطلوبہ مقدار کم ہوگی اور پیش کردہ رسد میں اضافہ ہوجائے گا۔ گویا گاہکوں کو جتنے مال کی ضرورت ہے اس سے زیادہ مقدار فروشندے بازار میں پیش کریں گے؛ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمت میں کمی ہوگی۔ اس صورت میں بعض

بابہ بازاری رسد طلب و رسد

فروشندے بازار سے ہٹ جائیں گے، اور بعض نئے خریدار بازار میں آئیں گے یہاں تک کہ طلب و رسد میں توازن قائم ہو جائے گا۔ اسی طرح اس کی برعکس حالت میں ہوگا، قیمت میں کمی ہونے کی صورت میں بعض فروشندے ہٹ جائینگے اور بعض نئے خریدار آجائیں گے اور از سر نو توازن قائم ہو جانے سے قیمت بمقام توازن ق تَق پر آجائے گی۔

۵۔ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں طریق ہائے بیان میں سے (یعنی ایک تو وہ جو معین رسد کے مفروضے سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو تغیر پذیر رسد کے مفروضے سے شروع ہوتا ہے) دوسرا طریق واقعات سے بہت زیادہ تطابق رکھتا ہے۔ بایں ہمہ پہلا بھی اسی کے مثل تطابق رکھتا ہے۔ بازار میں قیمتوں کی رفتار کو سمجھنے کے لیے دونوں طریقوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ایک منظم بازار میں کسی مقررہ دن 'بازاری قیمت' کا حقیقی تعین، رسد و طلب کے توازن سے ہوتا ہے۔ روئی کے صرافہ میں یا پیداوار کے صرافہ میں یا کسی ایسے مقام میں جہاں دلال اور معاملہ کرنے والے یکجا ہوں اشیا کی خرید و فروخت تکرار سے اور قیمت چکانے سے عمل میں آتی ہے۔ قیمتوں کے تغیرات کے ساتھ کم یا زیادہ اشیا طلب، در پیش کی جاتی ہیں اور ان قیمتوں سے اس دن کے لیے قیمت متوازنہ متعین ہوتی ہے۔ لیکن اس یومیہ قیمت متوازنہ پر خود ایک بنیادی اور زیادہ اہم قیمت متوازنہ کا اثر پڑتا ہے۔ گو کہ جو مقدار بازار میں یومًا فیومًا پیش کی جاتی ہے اس کی رسد بڑی حد تک تغیر پذیر رہتی ہے اور اسی مقدار میں جو تغیر ہوتا ہے وہ قیمتوں کی تبدیلیوں کے جواب میں ہوتا ہے لیکن ایک طویل مدت میں جس مجموعی مقدار کی سربراہی کی جاسکتی ہے وہ بالعموم معین ہوتی ہے۔ اس کی عام مثال روئی کی قیمت ہے، جو صرافوں میں رسد و طلب کے دائمی تغیر پذیر عمل کے جواب میں یومًا فیومًا تغیر پذیر رہتی ہے۔ روئی کی مجموعی مقدار جو اس موسم میں فراہم ہو سکتی ہے کوئی تغیر پذیر مقدار نہیں ہے۔ اس موسم میں جو فصل تیار ہوتی ہے اس سے ایک معین مقدار برآمد ہوتی ہے جس میں اضافہ ناممکن ہے۔ اب یہ مجموعی مقدار کس قیمت پر فروخت کی جائے گی اس کا دار و مدار اس کی انتہائی فروخت پذیری پر یا طلب و رسد کی مساوات پر

145

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

ہے (ان دونوں طریقوں میں سے جو طریقہ قابل ترجیح ہو) اور نتیجہ ہے مجموعی رسد کا جو ایک معین مقدار ہے۔ غرض اسی موسمی قیمت متوازنہ کے قرب وجوار میں وقتاً فوقتاً قیمت میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔

روئی کے بازار اور روئی کی قیمتوں کو بطور مثال لے کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جبکہ ایک موسم کے لیے رسد معین ہوتی ہے کوئی شخص قبل از قبل یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس رسد کی مقدار ٹھیک کس قدر ہے؛ اور اگر رسد کا صحیح علم بھی ہو جائے تو بھی اس کی قیمت کے متعلق اس سے بھی کم تیقن کے ساتھ پیش اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر دلال، تاجر و صناع یا وہ اشخاص جو روئی کے بازار میں کاروبار کرنا چاہتے ہوں، صحت و یقین کے ساتھ کسی چیز کے متعلق کوئی تخمینہ نہیں قائم کر سکتے محض افواہوں قیاسات پر خرید و فروخت عمل میں آتی ہے؛ القصہ تخمینی کاروبار کے تمام مظاہر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کی روئی کی فصل (جس کی مانگ عالمگیر ہے) موسم خزاں میں چنی اور کاٹی جاتی ہے اور اس فصل سے جتنی مقدار برآمد ہوتی ہے اس کا علم یکم ڈسمبر تک ہو جاتا ہے لیکن پورے موسم گرما کے دوران میں بڑھنے والے پودوں کے متعلق حالات اور کیفیتیں شائع ہوتی رہتی ہیں جن سے تیار ہونے والی فصل کی مقدار کا قبل از قبل تخمینہ پوری صحت کے ساتھ نہیں لیکن پھر بھی ایک حد تک کیا جا سکتا ہے۔ جس زمانہ میں فصل چنی جاتی ہے اس میں زیادہ صحیح اور بہتر معلومات حاصل ہوتی ہیں، اور آخر میں اس قسم کی اطلاعات فراہم کرنے کے موجودہ طریقوں کے تحت، صحیح مقدار کا پوری طرح علم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقدار سے قیمت کس حد تک متاثر ہوگی۔ یہ یقینی ہے کہ اگر فصل سے کم مقدار حاصل ہو تو اس کی قیمت اعلیٰ ہوگی، اور فصل کی مقدار زیادہ ہونے کی صورت میں قیمت بہت کم ہوگی۔ لیکن طلب یا صرف کے حالات میں ہر سال اس طرح تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے، جس طرح کہ رسد کے حالات میں۔ کوئی شخص قبل از قبل اس کا صحیح تخمینہ نہیں قائم کر سکتا کہ کسی فصل کی ایک مقررہ مقدار کے لیے اس موسم میں قیمت متوازنہ کیا مقرر ہوگی۔ یہ قیمت، متعدد تجربی، 'بازاری قیمتوں' کے تغیر و تبدل کے بعد جا کر قائم ہوتی ہے۔ کسی ایک دن یا ایک مہینے کے دوران میں 'بازاری قیمت' ان تغیر پذیر

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

146

مقداروں کے مطابق قرار پاتی ہے جو کہ بازار میں فروشندے پیش کرتے ہیں۔ پورے موسم کے لیے 'بازاری قیمت' اس تطابق کی بنا پر قرار پاتی ہے جو معین رسد اور اس اختتامی قیمت میں ہوتا ہے جس پر کل رسد فروخت کی جائے گی۔

یہ فرض نہ کرنا چاہیے کہ کسی ایک دن بھی ایک ہی قیمت ہوگی جو محض طلب و رسد کے توازن سے مستقلاً قرار پاتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ سب سے اعلیٰ درجہ کے منظم بازاروں میں بھی وقت واحد میں مختلف قیمتوں پر ایک ہی شے فروخت ہو؛ اور جہاں نئے منکشفہ حالات پورے موسم پر اثر انداز ہوں، جیسے فصل کی رپورٹ، وہاں ایک دن کے دوران میں بھی بہت بڑی حد تک قیمت میں تغیرات ہو سکتے ہیں۔ یہ تغیرات تیز فہم اور ہوشیار کاروباری شخص کو موقع دیتے ہیں۔ بعض خریدار جو ٹھنڈے دل سے صبر و انتظار نہیں کر سکتے 'قیمت متوازنہ' سے زائد قیمت ادا کریں گے اور اس کے برعکس بعض فروشندے اس خیال سے کہ مبادا ان کی اشیا زیادہ عرصے تک ان کے پاس پڑی رہیں 'قیمت متوازنہ' سے کم قیمت پر سامان فروخت کر دیں گے۔ ایک چالاک اور مستقل مزاج شخص، جو کاروبار کی رفتار پر پورے غور کے ساتھ نظر جمائے رکھے گا، بہت زیادہ بے صبر فروشندوں سے کم قیمت پر سامان خریدے گا اور خرید کردہ مال اسی دن بہت خواہشمند خریداروں کے ہاتھ منافع سے فروخت کر دے گا۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ ایک تخمین کے لیے جو اصل درکار ہے وہ صرف ایک پنسل اور سادے کاغذوں کا ایک پلندہ ہے اور اس کو جن معلومات کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے وہ صرف فطرت انسانی کا علم ہے۔ اگرچہ اس سے مجموعی صورت حالات کی کامل تشریح نہیں ہوتی، بایں ہمہ یہ صحیح ہے کہ ایک پیشہ ور کاروباری انسان کے لوازم کی حیثیت سے ایک تو فطرت انسانی کا اندازہ کرنے کی تھوڑی بہت صلاحیت اور دوسرے مستقل مزاجی بہت اہمیت رکھتے ہیں اور آئندہ باب میں جن تخمینی کاروبار پر بحث کی گئی ہے ان پر ان دونوں لوازم کا بہت بڑی حد تک اثر پڑتا ہے۔

کسی بازار میں حقیقی کاروبار اور ہوشیار، باخبر اور ہوشیار اشخاص کی حد تک جس قدر محدود ہوگا اسی قدر اس کا امکان قوی ہوگا کہ ایک صحیح قیمت متوازنہ قرار پائے۔ اس کے برخلاف کسی بازار میں، جہاں کاروبار بالعموم بڑے پیمانہ پر انجام پاتے

باب ۱ بازاری قدر طلب و رسد

ہیں، وہاں گو قیمت متوازنہ پوری طرح توازن طلب و رسد سے قرار نہیں پائے گی لیکن یہ قیمت (متوازنہ) مقابلۃً محدود دائرے میں قائم رہے گی؛ اور یہ قیمت اس صورت میں اس رائے اور اندازے کی نمائندگی کرے گی جو اس موسم کی قیمت کے بارے میں قائم کیا جائے گا۔ یہاں، تمام معاشی تحلیلوں کے مثل ہمیں کسی مستقل یا معین مظاہر سے سابقہ نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان کے تغیر پذیر اعمال سے۔ ان کی تہ میں جو عام نیت (اور یہ ظنیت اکثر اس قدر بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ یقین کا درجہ رکھتی ہے) مضمر ہوتی ہے اس کی توضیح کرنے اور اس کو ثابت کر دکھانے کے لیے ہم اپنے استدلال اور نتائج کو نیم ریاضی شکل میں بیان کرتے ہیں، جیسا کہ اس کے قبل کی شکلوں میں کیا گیا۔ لیکن یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ یہ نتائج ریاضی قطعیت کے ساتھ صادق نہیں آتے بلکہ محض ایسے رجحانات کے بیان کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے حقیقی بازاری حالات کم و بیش تطابق رکھتے ہیں۔

147 روئی کے بارے میں جو بات صادق آتی ہے وہ دوسری زرعی پیداوار پر بھی صادق آتی ہے جن کی رسد ہر موسم کی فصلوں سے معین ہوتی ہے؛ مثلاً گیہوں، غلہ، بھنگ، سن، گھاس، شکر، چائے اور کافی، ان کی ہمیشہ ایک موسمی قیمت ہوتی ہے جس کے قرب و جوار میں قلیل مدتوں کے لیے بازاری قیمتوں میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ واقعہ تو یہ ہے کہ دوسری اشیا کے بارے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ زرعی اشیا کی رسد دوسری اکثر اشیا کی نسبت عارضی طور سے معین ہوتی ہے، مصنوعات کی رسد میں مسلسل طریقے سے اور بہت سرعت کے ساتھ تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور بازار میں جو مقداریں پیش کی جاتی ہیں ان میں افزائش و ترقی کے قدرتی عمل کا انتظار کیے بغیر بالعموم اضافہ اور تخفیف کی جاسکتی ہے؛ لیکن ان صورتوں میں (اہم حدود موجود ہیں۔ کسی قلیل مدت مثلاً ایک سال یا نصف سال کے لیے رسد تقریباً معین ہوتی ہے۔ مثلاً لوہا مسلسل پیدا ہوتا ہے، اور پیداوار کی مقدار خفیف حد تک قیمت کے تغیرات کے تابع ہوتی ہے۔ لیکن کسی مقررہ مدت میں جو مقدار دستیاب ہوسکتی ہے اس کا دار و مدار خام لوہے اور کوئلے کی ان کانوں پر ہوتا ہے جن سے پیداوار برآمد ہو رہی ہو، اور دوسرے

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

اس سے زیادہ ان بھٹیوں اور کارخانوں پر ہوتا ہے جو لوہا پگھلانے اور اس سے آلات اور اوزار بنانے کے لیے تیار رہوں ۔ رسد میں اضافہ یا تخفیف بہ دقت تمام عمل میں لائی جا سکتی ہے ۔ رسد میں اس لیے سرعت کے ساتھ تخفیف نہیں کی جا سکتی کہ موجودہ لوہے کی کانیں اور لوہے کے کارخانے اس وقت تک اپنا عمل جاری رکھیںگے جب تک کہ حقیقت میں منافع ملنے کے توقعات بہت کم نہ ہوں ؛ مجموعی حیثیت سے ، مسلسل عمل منافع حاصل کرنے کی ناگزیر شرط ہے ۔ اسی طرح رسد میں سرعت کے ساتھ اضافہ بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ نئی کانوں اور نئے کارخانوں کا درحقیقت اضافہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے ذقت اور مدت درکار ہے ۔ علاوہ ازیں گو موجودہ کارخانوں کی پیداوار بازار میں کسی مقررہ یا باقاعدہ شرح سے نہ آئے لیکن یہ تقریباً یقینی ہے کہ وہ موجودہ کاروباری موسم میں بازار میں بغرض فروخت پیش کی جائے گی ۔ چنانچہ رسد و طلب کا موسمی توازن خود بخود قائم ہو جائے گا ۔ اور جیسے جیسے روز بروز مختلف مقدار میں بازار میں پیش اور طلب کی جاتی ہیں اس موسمی قیمت سے مروجہ بازاری قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں ۔

بعض اوقات تاجر عاقبت اندیشی سے کام لے کر اپنے ذخیروں کو طویل مدت تک بغیر فروخت کئے ہوئے رکھ چھوڑتے ہیں ۔ اس طریقے سے بازار کی رسد اور موسمی رسد بھی قابل لحاظ حد تک متاثر ہو سکتی ہے اور موسمی بازاری قیمت بھی اس کے بالمقابل متاثر ہو سکتی ہے ۔ مثلاً اگر کسی سال گیہوں کی فصل بہت بڑی مقدار میں ہو اور قیمت غیر معمولی طریقے پر ادنیٰ ہو تو ممکن ہے کہ بعض سوداگر اس کی کثیر مقدار کو بازار میں جانے سے روک لیں ، اس کا ذخیرہ کر رکھیں اور اس کو ایک سال بعد جبکہ رسد کی قلت محسوس ہو اور قیمت بڑھ جانے کی توقع ہو منافع کے ساتھ فروخت کرنے کا انتظام کریں ۔ لیکن یہ ایک پر خطر عمل ہے ۔ اس میں ایک بڑی رقم بے کار پڑی رہتی ہے ۔ علاوہ ازیں آیندہ موسم میں ممکن ہے کہ فصل سے معقول پیداوار حاصل ہو ، ذخیرہ کیا ہوا گیہوں گل سڑ جائے اور اس سے پوری قیمت وصول نہ ہو ۔ واقعہ تو یہ ہے کہ کسی سال کی مجموعی مقدار کا بہت ہی قلیل جزو دوسرے سال کے لیے ذخیرہ کیا جاتا ہے ، اور سالانہ قیمت تقریباً اسی سال کی فصل کی مقدار سے متعین ہوتی ہے ۔ دیرپا اور

148

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

ثبات پذیر اشیا کی حالت اس کے برعکس ہے۔ اگر تانبا اور لوہا غیر معمولی طور سے ارزاں ہو جائیں تو ان کا ایک خاصا بڑا ذخیرہ خرید اجا سکتا ہے اور اس کو علٰحدہ رکھ دیا جا سکتا ہے، ان کو اس طرح ذخیرہ کرنے کے مصارف بھی معمولی سے ہوں گے اور پھر ان اشیا کے سڑنے گلنے کا بہت کم اندیشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آئندہ ایک یا دو سال کے بعد قیمتوں میں اضافہ ہونے کی توقع میں ان کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ بایں ہمہ ان دیرپا اشیا کی حد تک بھی اس قسم کا عمل بہت شاذ ہوتا ہے۔ اکثر اشخاص جو مستعدانہ طریقے سے کاروبار انجام دیتے ہیں اور خاص کر تاجر اور دلال مستقبل پر بہت زیادہ دور تک نظر ڈالنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ موجودہ حالات اور مستقبل قریب کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے عمل کو منظم کرتے ہیں۔ موسمی بازار سے ذخیروں کی بازگشت طلب و رسد کے عمل میں بظاہر کوئی قابل لحاظ عامل نہیں ہے۔

۶۔ اگر سچ پوچھو تو افادہ، افادۂ مختتم، اور اختتامی فروخت پذیری کی بحث کا اطلاق صرف صارف کی دولت کے بارے میں ہوتا ہے۔ اصل سے براہ راست کوئی افادہ حاصل نہیں ہوتا۔ مادی اشیا، آلات اور اوزار، اور کلیں محض کسی مستقبل زمانے کے لیے افادے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور بس۔ ان سے جو افادہ حاصل ہوتا ہے وہ بالواسطہ اور طفیلی ہے۔ جس کا دار و مدار اس افادے پر ہے، جو قابل استعمال و قابل صرف اشیا سے جن کے تیار کرنے میں وہ آلات وغیرہ ممد و معاون ہوتے ہیں حاصل ہوتا ہے۔ گو اصول اختتامی فروخت پذیری کے نتائج کا عملدرآمد اصل سے خریدی ہوئی اشیا کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ عملدرآمد صرف ایک پیچیدہ عمل کے ذریعے سے اور بعض پیچیدگیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

مثلاً جب روئی کی فصل کی مقدار قلیل ہو تو روئی کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے؛ گویا قلیل رسد کے لیے اختتامی فروخت پذیری بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن روئی کی کاشت کرنے والے کسان اپنا مال پہلے محتنوں اور تھوک فروش تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور یہ لوگ صناعوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور پھر صناع دلالوں اور درمیانی اشخاص کے توسط سے روئی کے بنے ہوئے کپڑے عام مخلوق

باب ۱ بازاری قدر طلب و رسد 149

کے ہاتھ، جو ان کپڑوں کو استعمال کرتی ہے، فروخت کر دیتے ہیں۔ گویا ان آخری صارفوں کو جو افادے حاصل ہوتے ہیں انھی کی بنا پر انجام کار ایک مقررہ رسد کی قیمت متعین ہوتی ہے۔ لیکن صناع چونکہ مستقل خریدار ہیں اس لیے بازار کی اصطلاح میں انھی کو عام طور سے 'روئی کے صارف' کہا جاتا ہے۔ ان کی حیثیت ایسی ہے کہ ان کو روئی لازمی طور پر خریدنی پڑتی ہے۔ ان کے پاس جو کلیں ہوتی ہیں، ان سے اگر منافع حاصل کرنا ہے، تو ان سے مسلسل کام لیتے رہنا ضروری ہے اور مزدوروں کی جماعت کو، جو ان کے کارخانوں میں کام کرتی ہے، اگر ان کی کارکردگی کو برقرار رکھنا ہے، تو ان کو اکٹھا رکھنا اور ان سے کام لینا ضروری ہے۔ ہر صناع یہ چاہتا ہے کہ اس کا کارخانہ پوری قوت کے ساتھ چلتا رہے اور اس کے مزدور پوری طرح کام میں مصروف رہیں۔ بایں ہمہ اگر کسی فصل سے روئی کی کم مقدار حاصل ہو تو ان مزدوروں کے کرنے کا بہت کم کام رہ جائے گا۔ دوسری طرف یہ امر کہ روئی کی قلیل مقدار کے لیے صارف کتنی اعلیٰ قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں گے ایک غیر یقینی عامل ہے۔ چونکہ صناع روئی کی خریداری کے لیے زیادہ قیمت ادا کرتا ہے اسی مناسبت سے وہ ان تاجروں اور دلالوں سے جن کو وہ تیار شدہ کپڑا فروخت کرتا ہے زیادہ قیمت وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کاروباری اشخاص کی یہ دونوں جماعتیں یہ کہیں گی کہ کپڑے کی قیمت کے اضافے کا سبب روئی کی قیمت کا اضافہ ہے۔ بایں ہمہ صورت حال حقیقت میں اس کے برعکس ہوتی ہے؛ محض اس سبب کی بنا پر کہ کپڑا گراں رخ پر فروخت کیا جا سکتا ہے خام روئی کی اعلیٰ قیمت وصول ہوتی ہے۔ ایسی قیمتوں میں کس حد تک اضافہ ہوگا؟ صناعوں کا شغل اصل اور لین دین کس حد تک صورت حالات کو متاثر کرے گا؟ اور روئی کے تاجروں اور مجھنوں، تاجران پارچہ اور خریداروں کے تخمینے کسی ایک موسم کے دوران میں اور کسی ایک مقررہ دن قیمتوں پر کس حد تک اثر ڈالیں گے؟ یہ سب ایسے معاملات ہیں جن پر اساسی معاشی قوی کا عمل بہت دھیما، تدریجی اور غیر یقینی ہوتا ہے۔ جس وقت روئی کی فصل بافراط تیار ہوتی ہے تو اسی کے مشابہ پیچیدگیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس صورت میں صناع خام روئی غیر معمولی طور سے کثیر مقدار میں خریدنے کے لیے تیار

نہیں ہوتے، تاجروں اور خردہ فروشوں کو اس امر کا یقین نہیں ہوتا کہ روئی سے تیار کردہ پارچوں کی زائد مقدار کو وہ بازار میں کس حد تک اور کن قیمتوں پر فروخت کر سکتے ہیں۔ گو سوتی کپڑا ایک ایسی شے ہے جس کی مانگ تغیر پذیر ہوتی ہے، لیکن خام روئی کی قیمت میں (باوجود اس امر کے کہ اس کی جو طلب ہے وہ کپڑے کی طلب سے پیدا ہوتی ہے) ہر موسم میں اسی قسم کے تغیرات ہوتے رہتے ہیں جیسے اس شے کی قیمت میں جس کی طلب غیر تغیر پذیر ہوتی ہے۔

باب ۱ بازاری قدر طلب و رسد

آلات کلوں اور دیگر دیرپا اصل کے لیے لوہا، تانبا، لکڑی، اینٹ پتھر وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ آخر کار ان اشیا کی مانگ بھی ان قابل تمتع اشیا کے افادہ پر منحصر ہوتی ہے جو ان سے (اول الذکر) بنائی جاتی ہیں۔ ان کا افادہ بھی طفیلی ہوتا ہے۔ لیکن ان اشیا کی مانگ تقریباً ایسے اشخاص کی جانب سے ہوتی ہے جو جدید مشاغل اصل کے سلسلے میں ان کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جب منافع کی توقع اچھی ہوتی ہے تو ان اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جب معقول منافع ملنے کی توقع نہیں ہوتی تو ان کی قیمتوں میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان کی قیمتوں کا تعلق گرم بازاری، سرد بازاری، عمدہ فصلوں اور خراب فصلوں سے جو پیچیدہ ترین معاشی مظاہر میں سے ہیں، بہت قریبی ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان کی بازاری قیمت اس رقم کی مقدار سے متعین ہوتی ہے جو کہ آخری خریدار یعنی سب سے کم خواہش رکھنے والا خریدار ادا کرنے کے لیے تیار ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ آخر میں خریدار جتنی رقم ادا کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے اس کا دارومدار اس چیز پر ہوتا ہے کہ اصل سے خرید کردہ اشیا کی مدد سے بنی ہوئی قابل صرف اشیا کے معاوضے میں اس کو (خریدار کو) کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن ربط و تعلق کا سلسلہ بہت طویل اور بے قاعدہ ہے، اور بازاری قیمت عام طور سے ان موجودہ توقعات سے متاثر ہوتی ہے جو شغل اصل کی گرم بازاری کے بارے میں ہوتی ہیں۔ ان اشیا کے بارے میں اختتامی فروخت پذیری کا اصول سختی کے ساتھ استعمال کرنا مہمل سا ہوگا۔ یہ اصول، معاشیات کے دیگر اصول کے مثل صرف

150

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

ایک عرصہ دراز کے بعد نتائج پیدا کرتا ہے اور ان میں بھی ہر قسم کی پیچیدگیاں اور مستثنیات و شرائط ہوتے ہیں۔

۷۔ خوردہ فروشی کی قیمتوں سے سب سے واضح طریقے پر اختتامی فروخت پذیری کے عمل کی تشریح کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس میں قابل تمتع اشیا ان کے صارفوں کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں اور یہی صارف ہیں جو ان اشیا سے بلا واسطہ افادہ حاصل کرتے ہیں۔ بایں ہمہ خوردہ فروشی کی قیمتیں تھوک فروشی کی قیمتوں کے مقابلے میں بظاہر طلب و رسد کے عمل کے بہت کم تابع معلوم ہوتی ہیں۔

خوردہ فروشی کی قیمتیں زیادہ تر رسم و رواج کی بنا پر منظم و متعین ہوتی ہیں۔ مخلوق وہی قیمت ادا کرتی ہے جو مروج ہے یا جو رواجاً مقرر چلی آتی ہے۔ یہاں تک کہ عام لوگ اشیا کی جو مقداریں خرید کرتے ہیں وہ بھی رسم و رواج سے معین چلی آتی ہیں۔ عام طور سے اتنی ہی مقداریں خریدی جاتی ہیں جتنی مقداروں کو خریدنے کی ایک مرتبہ عادت ہو چلی ہو۔ اور خوردہ فروشی کی قیمتیں جو رواج میں مستقل حیثیت اختیار کر لیتی ہیں بظاہر تھوک فروشی کی قیمتوں سے متعین ہوتی ہیں۔ جب تھوک فروشی کی قیمتوں میں خاصا اور بظاہر معین اضافہ ہو جاتا ہے تو خردہ فروش بھی زیادہ قیمت وصول کرتے ہیں؛ لیکن ان کا اپنا آپس کا مقابلہ ان کو کم قیمت وصول کرنے پر مجبور کرتا ہے، چنانچہ قیمتوں میں بڑی اور دیرپا تخفیف ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خردہ فروشی اور تھوک فروشی کی قیمتوں میں جو تطابق ہوتا ہے وہ بہت دیر سے اور آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ جب تھوک فروش کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو دوکاندار اپنے گاہک سے زیادہ قیمت طلب کرنے میں متامل ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک حد تک یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ خوف ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کا مدمقابل کچھ عرصہ تک قدیم قیمت پر قائم رہے اور اس طرح گاہکوں کو ترغیب دیکر اس سے نہ چھین لے۔ اس کے برعکس جب تھوک فروش کی قیمتوں میں تخفیف ہوتی ہے تو کوئی دوکاندار بھی خوشی سے اس تبدیلی کا نفع اپنے گاہکوں کو نہیں دیتا۔ وہ اس وقت تک انتظار کرتا ہے جب تک کہ کوئی مدمقابل

151

باب ا
بازاری قدر
طلب و رسد

سبقت کرکے قیمت کم کرے۔ لیکن یہ دونوں قسم کی قیمتیں انجام کار ایک ساتھ نقل و حرکت کرتی ہیں۔ گو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خردہ فروشی کی قیمتیں کم و بیش رسم و رواج سے منظم ہوتی ہیں لیکن انجام کار تھوک فروشی کی قیمتوں کے تابع ہوتی ہیں۔

لیکن یہ سب صرف ظاہری صورت ہے۔ ہر شے کا صرف اس کی قیمت سے متاثر ہوتا ہے، قیمت کا اضافہ خریداروں کو مزید اشیا خریدنے سے باز رکھتا ہے اور قیمت کی تخفیف زیادہ اشیا خریدنے کے لیے ابھارتی ہے۔ گو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق، عام طور سے اتنی ہی اشیا خریدتی رہے گی جتنی اشیا خریدنے کی اس کو عادت ہے لیکن یہ صرف ان خریداروں کے بارے میں صحیح ہے جو اختتامی حد سے اوپر ہیں، یعنی وہ جو نفع صارف حاصل کرتے آرہے ہیں۔ ہمیشہ بعض ایسے خریدار بھی اختتامی حد پہ ہوتے ہیں جو مروجہ قیمت پر خریدی کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ انھوں نے جو شے خریدی وہ ادا کردہ قیمت کا ٹھیک معاوضہ ہے، اور جو قیمت بڑھ جانے کی صورت میں خریداری ترک کردیتے ہیں۔ اور اس کے برعکس جب قیمت میں تخفیف ہوجاتی ہے تو ہمیشہ زائد خریداریاں کی جاتی ہیں۔ قیمت کے اضافہ یا تخفیف کے ساتھ صرف میں کتنی عظیم تبدیلیاں ہوں گی اس کا دارومدار طلب کی تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔ لیکن کم و بیش اثر و تغیر ہمیشہ ضرور ہوتا ہے، اور یہ تغیر اس قدر یقینی ہے کہ تھوک فروش تاجر پیشتر سے اس کا اندازہ قائم کرلیتے ہیں اور تھوک فروشی کے بازار میں اس کے لحاظ سے قیمت قائم کرلیتے ہیں۔ عام صورت حالات کے متعلق بہترین واقفیت بالعموم تھوک فروش تاجروں ہی کو ہوتی ہے؛ وہ جانتے ہیں کہ کونسی فصل کم ہے یا یہ کہ رسد کا کونسا نیا ذریعہ کھل گیا ہے یا یہ کہ کونسی نئی ایجاد پیدائش کے مصارف میں کمی اور بازار میں پیش کردہ مقدار میں اضافہ کررہی ہے۔ اور یہی بہترین طریقہ پر اس امر کا اندازہ قائم کرسکتے ہیں کہ اشیا صرف کرنے والوں کی عادات میں کب تغیر واقع ہورہا ہے اور اس طرح اشیا کی خریدی پہ کیا اثر پڑے گا۔ طلب میں اضافہ ہونے کی صورت میں کوئی ایک خردہ فروش یہ معلوم کرسکتا ہے کہ اس کے گاہک پہلے کی نسبت زیادہ مال خرید رہے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ اس

بازاری قدر طلب و رسد

واقعہ کوئی الحقیقت محتاج توجہ خیال نہ کرے۔ وہ صرف تھوک فروش تاجر کے پاس مزید اشیا کی فرمائش بھیجدے گا، اور قدیم قیمت پر کثیر التعداد اشیا فروخت کرنے کی توقع رکھے گا۔ لیکن جب متعدد خردہ فروشوں کے پاس سے زائد سامان کی فرمائش متعدد تھوک فروش تاجروں کے پاس آئیں گی تو بازار میں اس کا فوری اثر رونما ہوگا اور قیمتیں اوپر کو چڑھ جائیں گی۔ اس حالت میں خردہ فروش اپنے گاہکوں سے زیادہ قیمت وصول کرے گا، اس لیے کہ اس کو خود تھوک فروش کے ہاتھ زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی؛ مگر اس وقت جو چیز فی الحقیقت اثر انداز ہوتی ہے وہ یہ واقعہ ہے کہ بحیثیت مجموعی گاہکوں کو زیادہ سامان کی خواہش ہے۔ اس صورت میں قدر و قیمت کے مجملہ مظاہر کی طرح تاجروں کے ذخائر کا، خواہ وہ ذخائر تھوک فروش تاجروں کے ہوں یا خردہ فروش تاجروں کے، اثر فوری اور اچانک تغیرات کو روکنے میں قوی ہوگا اور اس طرح بعض اوقات طلب و رسد کے توازن کے عملدرآمد میں التوا ہو جائے گا۔ بایں ہمہ آخر میں یہ توازن، جو اختتامی خریداری کی طلب پر اور اس طرح اختتامی فروخت پذیری کے اصول پر مبنی ہے، تھوک فروشی اور خردہ فروشی دونوں کی قیمتوں کا تعین کرتا ہے۔

152

صنعتی زندگی کی ابتدائی حالت میں اور اکثر ایسے ملکوں میں بھی جو مقابلۃً ایک ترقی یافتہ حالت پر پہنچ چکے ہوں خردہ فروشی کی قیمتیں فروشندوں اور خریداروں کی براہ راست باہمی تکرار سے طے پاتی ہیں۔ سب سے ابتدائی اور قدیم حالتوں میں جبکہ مبادلات بہت مقدار میں اور غیر منظم طریق پر ہوتے ہیں قیمتوں کو باہمی گفت و شنید اور کھینچ تان سے طے کرنے کا عمل بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس صورت میں کوئی بازاری قیمت یا رواجی قیمت نہیں ہوتی؛ بلکہ معاملہ کرنے والوں کی مستقل مزاجی، اس لمحہ کی ضروریات اور اوہام اور خود طبعی قوت کا امکان بھی مبادلہ کے شرائط اور قیمت کو متاثر کرتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے تقسیم عمل نے ترقی کی اور مسلسل مبادلہ اور فروخت کا عمل وسیع ہوتا گیا، بازاری قیمت کی شکل میں ایک نئی چیز نے اپنے آپ کو پیش اور قائم کر لیا۔ اس بازاری قیمت میں بہت جلد رواجی قیمت بن جانے کا امکان پیدا ہوا جو مروجہ طلب و رسد کے

باب ۱۔ بازاری قدر طلب و رسد

توازن کی تخمینی طور سے نمائندگی کرتی ہے۔ گو یہ قیمت، رواجی قیمت ہے لیکن اس کا بھی قرینہ ہے کہ لین دین کی گفتگو کے بعد وہ طے پائے اور اس طرح رواجی شرح سے کم و بیش مختلف ہو۔

موجودہ زمانے کے اعلیٰ درجے کے ترقی یافتہ ملکوں میں چھوٹے موٹے لین دین میں باہمی تکرار و گفتگو سے قیمت چکانے کا طریق تقریباً بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔ فروشندہ ایک قیمت مقرر کر لیتا ہے جس پر کہ وہ اپنا مال فروخت کرے گا اور خریدار یا تو اسی قیمت پر اس شے کو خرید کر سکتا ہے یا اس کی خریدی سے دست کش ہو سکتا ہے۔ اس میں مقررہ سمجھوتہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح جو قیمت مقرر کی جائے گی وہ مروجہ یا بازاری قیمت ہو گی اور یہ کہ اس دوکان پر آنے والے سب گاہکوں سے وہ قیمت یکساں طور پر لی جائے گی قیمتوں کو مقرر کر دینے کے طریق میں یہ فائدہ ہے کہ اول تو وقت کی بچت ہوتی ہے، دوسرے نزاع کی نوبت نہیں آتی، اور خریدار کو انتظار کرنے یا اس امر کی جستجو کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ دوسرے دوکاندار اس مال کو کس قیمت پر فروخت کر رہے ہیں اور مروجہ قیمت کیا ہے۔ لیکن اگر وہ اختصاصی خریدار نہیں ہے بلکہ اس کو تھوڑا بہت نفع صارف حاصل ہو رہا ہے تو اس کو اس خطرے سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مبادا تاجر اس کی قوی طلب سے فائدہ اٹھائے۔ قیمت کی مقررہ شرح ہونے سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ روزمرہ کی خریداریوں میں بہت سہولت پیدا ہو جاتی ہے، اور خردہ فروشی کے کاروبار میں مزدور کی کارکردگی میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے پیمانے پر خردہ فروشی کا کاروبار مقررہ قیمتوں کے طریق کے بغیر ناممکن ہے۔ برِاعظم یورپ کے اکثر علاقوں میں ابھی یہ طریقہ پوری طرح رائج نہیں ہوا ہے۔ یہاں خردہ فروش تاجر مختلف گاہکوں سے فرداً فرداً جداگانہ قیمتیں وصول کرتا ہے۔ اگر کسی چالاک اور ہوشیار گاہک سے اس کو سابقہ پڑے تو وہ قیمت میں کمی کر دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وقت بہت ضائع جاتا ہے، کارکردگی زائل ہوتی ہے اور باہمی نزاع کی نوبت آتی ہے۔

153

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

۸ - 'مروجہ بازاری شرح' ہی بالعموم عوام کے پیش نظر ہوا کرتی ہے جس وقت وہ واجبی یا مناسب قیمت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ خردہ فروش بھی یہی واجبی قیمت بطور مقررہ قیمت طلب کرے گا۔ ایک ہی شے کے لیے دوسرے تاجر جتنی قیمت گاہکوں سے طلب کریں اگر اس سے زیادہ قیمت کوئی تاجر طلب کرے یا ایک گاہک کے مقابلے میں دوسرے گاہک سے زائد قیمت طلب کرے تو یہ کہا جائے گا کہ وہ ناواجبی قیمت وصول کر رہا ہے اور دھوکا دے رہا ہے'، اور اس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے گاہکوں کو کھو بیٹھے۔ تھوک فروشی کی قیمتوں کے بارے میں بھی اس قسم کا طرز یا رجحان ظاہر ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجے کے تہذیب و ترقی یافتہ ملکوں میں تھوک فروشی کے بازار میں کاروبار کا بیشتر حصہ مقررہ قیمتوں کے اصول پر طے پاتا ہے۔ کسی صناع یا تاجر کو اشیا کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کسی مشہور ایجنٹ یا گماشتہ کو فرمائش لکھ بھیجتا ہے' اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ اشیا کی ایک واجبی قیمت یعنی مروجہ و مقررہ بازاری قیمت وصول کی جائے گی۔ یہاں بھی مثل خردہ فروش کے کاروبار کے دوسروں کی دیانت پر اعتماد کرنا اور مقررہ قیمتوں کو قبول کر لینا کاروبار کے طے کرنے میں سہولتیں پیدا کرتا ہے۔ اس سب عمل کی تہ میں یہ واقعہ مضمر ہوتا ہے کہ طلب و رسد کے متناسب و متوازن ایک تخمینی قیمت مقرر کر لی جاتی ہے۔ واجبی قیمت کا اساسی مفہوم کیا ہے؟ یعنی اشیا حقیقت میں کتنی قیمت پر فروخت کرنی جائیں تاکہ انھیں واجبی کہا جا سکے؟ ان فقروں کو استعمال کرنے کو تو اکثر اشخاص استعمال کرتے ہیں لیکن ان سوالات کی پیچیدگی کی نوعیت کو جس قدر یہ اشخاص تصور کرتے ہیں اس سے مذکورہ سوالات کہیں زیادہ دقت طلب ہیں۔ یوں تو بہت سے اشخاص واجبی قیمت اور غیر واجبی قیمت کے فقرے استعمال کرتے ہیں لیکن درحقیقت ایسے اشخاص بہت کم ہیں جو متعلقہ سوالات کو سمجھ سکیں یا حل کر سکیں۔ یہ سوالات مبادلہ کے متعلق نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق تقسیم دولت سے ہے۔ چنانچہ ان پر تحقیق کے مابعد حصے میں بحث و توجہ کی جائے گی۔

۹ - گزشتہ صفحات میں جو بحث کی گئی وہ اس مفروضہ پر مبنی تھی کہ خریدار کا افادہ ہی افادے کا وہ واحد پہلو ہے جس کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ فروشندے کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بازار میں اپنا سامان بغرض فروخت بھیج دیتا ہے

باب ۱ بازاری قدر طلب و رسد 154

اور دیر سے یا جلدی اس کو ایسی قیمت پر فروخت کرنا چاہتا ہے جو کہ خریداروں کے اقدامات کے نظر کرتے اس کو وصول ہو سکے۔ لیکن کیا اس کے ساتھ فروشندوں کا افادہ رسد پر اثر انداز ہونے کی وجہ سے قیمت کو متاثر نہیں کر سکتا؟ کیا رسد کے کسی جزو کو فروشندہ اپنے ذاتی استعمال کے لیے نہیں روک سکتا؟ کیا اس روک کی وسعت کا دارومدار قیمت پر نہیں ہے؟ اور کیا اس طرح اس کی وجہ سے بازاری قدر کے نظریہ میں مزید پیچیدگیاں نہیں پیدا ہوتیں؟

یہ تصور کرنا بالکل ممکن ہے کہ فروشندوں کا افادہ اس طرح قیمت پر اثر ڈال سکتا ہے۔ اوپر ہم نے پانچ نارنگیوں کی جو مثال فرض کی تھی اس میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان کا مالک ان میں سے ایک کو خود ہی استعمال کرنے کے امکان پر غور کر سکتا ہے اور جوں جوں اس شے کی قیمت میں کمی ہوتی جائے گی اس کا یہ رجحان ترقی پذیر ہوگا۔ جب نارنگی کی قیمت ۱۰ سینٹ ہو تو وہ خوشی سے ایک نارنگی فروخت کر دے گا، لیکن جب نارنگی کی قیمت ۵ سینٹ ہو تو ممکن ہے کہ وہ ایک نارنگی خود کھا لینے کا فیصلہ کرے اور اس طرح رسد کے ایک جزو کو واپس لے لے۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ فروشندہ ایک نہیں ہے بلکہ متعدد فروشندے ہیں جن کے پاس نارنگیاں کثیر مقدار میں موجود ہیں اور یہ بھی فرض کریں کہ ان فروشندوں میں اس امر کا قوی امکان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے استعمال کے لیے رسد سے اجزا واپس لیں گے، تو ہمارے سامنے ایک بالکل نیا سوال پیش ہوتا ہے جو ان سوالات سے بدرجہا زیادہ پیچیدہ ہے جن میں کہ اشیا محض خریداروں کے افادے کے لحاظ سے فروخت کی جاتی ہیں۔ اس سوال کی تحلیل میں اور متعدد مفروضہ حالات کے تحت مبادلہ کی جو قدر متعین ہوگی اس کو بیان کرنے میں علمائے معاشیات نے بہت کچھ قابلیت اور دماغی محنت صرف کی ہے۔

لیکن یہ باریک تحلیل تقریباً سب کی سب بے کار ثابت ہو رہی ہے۔ تقسیم عمل کے ترقی یافتہ نظام کے تحت، فروشندوں کے افادے کا قدر و قیمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ موجودہ زمانے میں جو اشیا تیار کی جاتی ہیں ان کو تیار کرتے وقت انسان محض اپنی ذاتی احتیاجات و ضروریات کو خاطر میں نہیں رکھتے؛

باب ۱
بازاری قدر
طلب و رسد

وہ تو محض بازار کے لیے اشیا تیار کرتے ہیں۔ اور تیار کردہ اشیا کی اتنی کثیر مقدار ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ ان میں سے کسی ایک اکائی کی اہمیت ان کے نزدیک صفر ہوتی ہے۔ وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی ساری اشیا بازار میں بھیج دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر پیداوار کی مقدار حقیقت میں بہت کثیر ہو اور اتنی کثیر ہو کہ ان سے خریداروں کو اختتامی افادہ صفر حاصل ہوتا ہے، تو فروشندے ممکن ہے کہ یہ غور کرنے کے لیے توقف کریں کہ آیا اس پیداوار کے ایک جزو کو وہ خود استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً اگر سیب کے درخت کسی فصل میں کثرت کے ساتھ بارآور ہوں یہاں تک کہ سیب کی قیمت گھٹ کر بہت کم ہو جائے تو باغبان پہلے سے بہت زیادہ مقدار میں ان کو ذاتی طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن کوئی رسد جو محنت سے تیار کی گئی ہو اور فروخت کرنے کی غرض سے تیار کی گئی ہو، اتنی زیادہ مقدار میں نہیں ہوتی کہ اس کی بنا پر قیمت گھٹ کر صفر رہ جائے۔ اور اگر کبھی سوءِ اتفاق سے قیمت میں بہت بڑی حد تک کمی ہو جائے تو بھی فروشندوں کا ان کو اپنی ذات کے لیے استعمال کرنے کا جو اثر ہوگا وہ اس قدر خفیف ہوگا کہ اس کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ عام صورت یہ ہے کہ تقریباً تمام رسد بازار میں ہمیشہ کے لیے بغرض فروخت پیش کر دی جاتی ہے۔

155

اگر اشیا اس طرح ہاتھ آئیں کہ ان کے فروخت کرنے یا ان کا مبادلہ کرنے کا خیال شروع ہی سے نہ ہو تو یہ صورت جداگانہ ہوگی۔ اگر ان اشیا کی قلیل مقداروں میں آسمان سے بارش ہو تو ان کی قیمتوں پر خریداروں کے افادے کا جتنا اثر پڑے گا اسی قدر فروشندوں کے افادے کا بھی پڑے گا۔ ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ قدیم زمانے میں یعنی مبادلہ اور تقسیم عمل کے نظام کے ترقی پانے سے پیشتر کے زمانے میں ان ہی بظاہر سیدھے سادے مگر حقیقت میں پیچیدہ حالات کے تحت غیر منظم مبادلات وقوع پذیر ہوتے تھے۔ مگر یہ مبادلات یا تو افادہ کے بہت ہی مبہم احساس کے ساتھ ہوتے تھے یا رسم و رواج کے اثر کے تحت ہوتے تھے جن کی بنا پر مبادلہ کے حقیقی شرائط طے پاتے تھے۔ وحشی اقوام میں جو مبادلات بے قاعدہ طور سے ہوتے تھے ان کے عمل پر افادہ مختتم کے نقطۂ نظر سے بہت کم روشنی پڑتی ہے۔

باایں ہمہ موجودہ زمانے میں ایسی بھی چند مثالیں ملتی ہیں جن میں مبادلہ پر فروشندوں کے افادہ کا اثر پڑتا ہے۔ جب کوئی عمدہ قدیم تصویر یا مال منقولہ متروکہ بازار میں آتا ہے تو اس کی قیمت کا دارومدار بہت کچھ اس دلبستگی اور جاذبیت پر بھی ہو سکتا ہے جو کہ اس کا مالک اس کے لیے محسوس کرتا ہے۔ اس قسم کی اشیا کی قیمت جن کی رسد محدود ہے اور غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے بہر صورت بیشتر غیر معین سی ہوتی ہے؛ اس لیے کہ ان کے خریدار بہت کم ہوتے ہیں اور ان کی مانگ غیر مسلسل ہوتی ہے۔ ان کی قیمت اس واقعے کی بنا پر اور بھی زیادہ غیر متعین رہتی ہے کہ فروشندہ (یا فروشندے) ان اشیا کے چند نمونوں کا ذخیرہ رکھتے ہیں۔ یہ بات ان مکانات کے بارے میں بھی صادق آتی ہے (اگرچہ کسی قدر کم درجہ تک) جو انفرادی ذوق و شوق کے مناسب و مطابق ہوتے ہیں۔ ایک معمولی مکان جو متعدد دوسرے مکانوں کے نقشے کی طرح بنایا جائے بازار میں قیمت کی تقریباً اسی شرح پر اٹھتا ہے جس پر کہ دوسرے اسی قسم و نوعیت کے مکان فروخت ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی عجیب وغریب وضع کا مکان تعمیر کیا جائے جو محض بنانے والے کے وہی ذوق کو پورا کرے تو اس کی قیمت بھی دوسروں کی قیمت سے نرالی ہوگی۔ یہ مکان کس قیمت پر فروخت ہوگا اس کا دارومدار نہ صرف اس مروجہ قیمت پر ہو سکتا ہے جو کہ اس قسم کے مکانوں کی قبولیت کے لحاظ سے (یعنی خریداروں کے نقطۂ نظر سے) بازار میں ہوگی بلکہ اس دلبستگی وانس پر بھی ہو سکتا ہے جو مالک کو اس خاص وضع کے مکان سے ہوگی۔

بازاری قدر طلب و رسد

باب دوازدہم

تخمین

156

(۱) تخمین کا اساسی اثر تغیرات کو کم کرتا ہے ۔ (۲) "مستقبلات" کا کاروبار قیمت کے تغیرات کو گھٹا دیتا ہے ۔ (۳) مبادلات ؛ معیاریت ۔ (۴) تخمین کی خرابیاں : جوا ؛ غیر پیداآور محنت ۔ (۵) تمسک کے صرافے کی تخمین کی خرابیاں ۔

ا ۔ تخمین کے مظاہر اپنا تعلق بازاری قیمتوں کے تصفیہ و تقرر سے قائم کر لیتے ہیں ؛ اب تخمینی کاروبار کے اچھے اور بُرے پہلوؤں پر مزید روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔

تخمین کی اصطلاح متعدد معنوں میں استعمال ہوتی ہے ؛ بالعموم اس کے معنی یہ لیے جاتے ہیں کہ ایسے اشخاص کی جانب سے اشیا کی خرید و فروخت کرنا جن کا پیشہ کاروبار نہیں ہے بلکہ وہ کوئی دوسرا پیشہ رکھتے ہیں ــــ بالفاظ مختصر "اغیار کا بازار میں کبھی کبھار آن کر حصہ لینا"۔ لیکن وہ اتنی ہی عمومیت کے ساتھ اس معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے : "ایسے اشخاص کی جانب سے خرید و فروخت ہونا جو ایک ہی شے یا متعدد اشیا کا کاروبار کر کے ذریعہ آمدنی پیدا کرنا یا کثیر نفع حاصل کرنا چاہتے ہوں، یعنی یہ وہ اشخاص ہیں جو "پیشہ ور تخمن" کہلاتے ہیں"۔ لیکن اس گروہ کو بعض اوقات "باقاعدہ اور حقیقی سوداگروں" سے، مثلاً گیہوں کے تاجر یا روئی کے اڑھتیے سے ممیز قرار دیا جاتا ہے، جو ایک ہی شے کی سال بھر تک خرید و فروخت کرتا رہتا ہے ؛

باب ۱۱ تخمین

اور ان اشخاص کے مابین ایک مستقل بیچ والے کی حیثیت رکھتا ہے جو اس کی خرید و فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ان مختلف و متعدد قسم کے اشخاص کے مابین متعدد غیر محسوس یا موہوم سے مدارج ہیں، ان سب کا عمل بازاری قیمت کو متعین کرنے میں اثر رکھتا ہے، اور ان سب کا عمل کم و بیش تخمینی کاروبار کی نوعیت رکھتا ہے۔

تخمین کا اساسی اثر رسد و طلب کے توازن کے قیام کو ترقی دینا ہے۔ تخمین کا رجحان یہ ہے کہ وہ روزمرہ کی بازاری قیمتوں کو موسمی بازاری قیمت کے مطابق بناتی ہے؛ اور موسمی بازاری قیمت کو اس طرح مقرر کرتی ہے کہ اس کی بنا پر پوری موسمی رسد فروخت ہو جائے۔ جو اشخاص محنت شاقہ اٹھا کر موسمی رسد کا تخمینہ قائم کرنے میں مہارت پیدا کر لیتے ہیں، اور اتنے تجربہ کار اور ہوشیار ہو جاتے ہیں کہ قیمت پر ایک مقررہ رسد کے اثر کا پیشگی اندازہ کر سکتے ہیں، اگر وہ تخمین کریں تو ان کے متعلق اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ وہ زر کمائیں۔ وہ اس وقت کوئی شے خریدتے ہیں، جبکہ دوسرے اشخاص اس شے کو اس قیمت سے کم پر فروخت کریں جس کی ضمانت بازار کے حالات کرتے ہیں؛ اور اس وقت کوئی شے فروخت کر دیتے ہیں جبکہ دوسرے اس قیمت سے زیادہ کی بولی بولتے ہیں جس کی ضمانت بازار کے حالات کرتے ہیں۔ اس قسم کے ماہر تجربہ کار اور ہوشیار تاجروں کے مابین خرید و فروخت کی حد تک بازار کے کاروبار جتنے زیادہ محدود رہیں گے، اسی قدر اس کا قرینہ زیادہ ہوگا کہ موسمی قیمت، سرعت و سہولت کے ساتھ قائم ہو جائے اور قیمت میں اسی قدر کم تغیرات ہوں۔ چونکہ آنے والی رسدوں کی مقداروں اور طلب و صرف کے حالات کے متعلق صحیح علم ہونا ناممکن ہے، اس لیے ماہر ترین تاجروں کے مابین بھی اندازے اور صحیح رائے کے متعلق فرق و اختلاف ہمیشہ ہوگا۔ چنانچہ قیمت میں تغیرات ہوں گے: قیمت کبھی بڑھے گی کبھی گھٹیگی، اور کبھی غیر متوقعہ نقصانات اور کبھی غیر متوقعہ منافع یعنی "تخمینی" نفع و نقصانات ہوں گے۔ لیکن "تخمین" کا عام اثر تغیرات کو گھٹانا اور مبادلہ و صرف کی ہموار رفتار کو ترقی دینا ہے۔

157

تغیرات کی یہ تقلیل نہ صرف عام صارفوں کے لیے مفید ہے، بلکہ ان صناعوں کے حق میں بھی فائدہ رساں ہے جن کو عام کاروباری اصطلاح میں "اشیائے خام کے

باب ۱۱۔ تخمین

صارف' کہا جاتا ہے: مثلاً گیہوں کے آخری صارفوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک قیمت کو شروع ہی سے اور صحیح طریقہ پر متعین کر دیا جائے تو رسد موجودہ سے بہت زیادہ یکسانیت کے ساتھ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر فصل کی مقدار کم ہو تو صرف میں کسی حد تک تخفیف کرنا ناگزیر ہے؛ اور بہتر یہ ہے کہ یہ کمی پورے موسم پر پھیلا دی جائے! جتنی زیادہ سرعت کے ساتھ اور جتنی زیادہ صحت کے ساتھ قیمت میں اضافہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اس نتیجہ کا امکان قوی ہوگا۔ اس کے برعکس، کثیر المقدار فصل کو تمام موسم کے دوران میں کم قیمت پر فروخت کرنا' اس کی نسبت بہتر ہوگا کہ موسم کی ترقی کے ساتھ ساتھ بتدریج قیمت کم کی جائے۔

اس معاملے میں تخمین کا جو اچھا اثر پڑتا ہے' اس کو قدیم زمانہ کے تجربات سے تمثیلاً بیان کیا جاتا ہے' جبکہ غذا کی قیمت میں وسیع تغیرات عام طور سے ہوتے تھے۔ موجودہ حالات کے تحت جبکہ رسد کے بڑے بڑے رقبوں کے مابین ریلوں اور دخانی جہازوں کی سہولت کی وجہ سے مقابلہ ہوتا ہے' اکثر اشیاے خورونوش وخام کی رسد میں اچانک اور غیر متوقعہ تغیرات بہت کم بلکہ شاذ ہی ہوتے ہیں؛ اگر کسی ایک ملک یا خطہ ملک میں فصل خراب ہو تو اس کا اثر دوسرے ملک یا خطہ ملک کی عمدہ فصل کے ذریعے سے زائل کر دیا جا سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ موسمی رسدوں میں تغیر ہوتا ہے' اور ان کے اثرات کے تحت قیمتیں بڑھتی گھٹتی رہتی ہیں؛ تاہم یہ تغیرات بہت شاذ ہی وسیع و عظیم ہوتے ہیں: لیکن ایسے حالات میں' جیسے کہ اٹھارھویں صدی کے قبل محدود جغرافی تقسیم عمل کے تحت پائے جاتے تھے' عظیم تغیرات روزمرہ کا تجربہ تھے۔ اس وقت کوئی قطع یا شہر اپنی غذا جس رقبہ سے حاصل کرتا تھا وہ رقبہ بہت محدود ہوتا تھا: اگر فصل کم ہوئی تو اس کے معنی رسد کی قلت کے تھے' اور اس قلیل رسد کے مطابق صرف میں بھی کمی کرنا لازمی تھا؛ تاجر یا محمن یا دلال' جو اس رسد کو حاصل کرتے تھے' اور اس کے معاوضے میں فوراً اعلیٰ قیمت طلب کرتے تھے' اس قسم کا ناگزیر تطابق پیدا کرتے تھے اور موجودہ ذخیرہ سے بہت زیادہ یکسانیت کے ساتھ استفادہ کا موقع بہم پہنچاتے تھے! قدیم علمائے معاشیات نے ان سب امور پر بحث کی اور اس بحث مباحثہ نے ان کی رہبری اس جانب کی کہ محمنوں کی سرگرم مدافعت کی جائے اور تخمین کے خلاف جو قوانین بنائے گئے تھے ان کو

158

باب اا
تخمین

مذموم قرار دیا جائے۔ بہت اغلب ہے کہ تخمین کی انھوں نے جو مدافعت کی وہ بہت زیادہ حد سے آگے بڑھ گئی ہو! مقابلہ نہ تو کاشت کاروں سے پیداوار خرید نے کے عمل میں تخمنوں اور تاجروں کے مابین لازمی طور سے ہوتا تھا، اور نہ صارفوں کو مال فروخت کرنے میں؛ غرض مخمنوں کو جو نفع حاصل ہوتا تھا اس میں کاشت کاروں اور صارفوں دونوں کی جہالت و غفلت کی وجہ سے بہت کچھ اضافہ ہو جاتا تھا: اور اس طرح بظاہر وا جبی حد سے زیادہ خیال کیا جا سکتا تھا۔ اس ابتدائی اور قدیم دور کے تفصیلی حالات ہمیں بہت کم معلوم ہیں، بلکہ ہم اپنے زمانے کے تجربات کی بنا پر جو نتائج و خیالات قائم کرتے ہیں انھی کے مطابق اس زمانے کے متعلق بھی قیاسات کر لیتے ہیں۔ بایں ہمہ اغلب یہ ہے کہ اس قدیم زمانے میں بھی تخمین کا اثر زیادہ تر تغیرات کو گھٹانا اور صرف کی شرح کو مناسب طریقے پر تبدیل کرنا تھا۔ یہ امر یقینی ہے کہ وسیع بازار، صحیح اطلاعات، اور سرگرم مقابلہ کے موجودہ حالات کے تحت تخمین کا یہی رجحان ہے۔

موجودہ زمانے میں اشیا کے ذخیرے کو تازہ اور ٹھنڈا رکھنے کا جو طریقہ نکلا ہے، اس نے ایسے کاروبار کے اثر کے تحت جو لازمی طور سے تخمینی ہے، رسد کی ٹھیک اسی قسم کی مساویانہ تقسیم کی جانب رہبری کی، چنانچہ بازار میں میوہ، انڈا اور مچھلی گلی سڑی حالت میں اور بے قاعدہ مقداروں میں نہیں آتی۔ اگر کسی وقت رسد کی مقدار کثیر ہو تو تاجر بہ سہولت اس کا ذخیرہ قائم کر لیتے ہیں، اور جس زمانہ میں رسد کی مقدار گھٹ جاتی ہے اس کو نکال کر فروخت کر دیتے ہیں۔ قیمتوں کی سطح بہت زیادہ ہموار ہو گئی ہے، اور بحیثیت مجموعی تاجروں کے منافع میں کمی ہو گئی ہے۔ تاجروں کے لیے جوکھم اور خطرات بہت گھٹ گئے ہیں، اور قوم کو اپنی سب مطلوبہ ضروریات درمیانی تاجروں کی خدمات کا کمتر معاوضہ ادا کرنے پر بہم پہنچ جاتی ہیں۔

۲۔ قیمت کے تغیرات کو گھٹانے اور خطرات کو تقسیم کرنے کا عمل "مستقبلات" کے کاروبار کے عمل سے ترقی پاتا ہے۔ "مستقبلات" کے کاروبار کے عمل سے "تخمین" کی اصطلاح خاص طور سے منسوب کی جاتی ہے۔ اشیا کی خرید و فروخت نہ صرف فوری حوائج یا بہم رسانی کے لیے کی جاتی ہے، بلکہ وعدہ پر یعنی "مستقبل" کی بہم رسانی کے لیے بھی کی جاتی ہے۔ ایک شخص، مثلاً ایک تاجر، جو گیہوں کی کسی مقدار کو کسی قیمت پر فروخت

159

باب ۱۱ تخمین

کرکے مستقبل کے کسی زمانہ میں خریدار کو اس کی بہم رسانی کا ذمہ لے' اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ فروخت کردہ گیہوں اس کے قبضہ و تصرف میں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید بازاروں میں اس قسم کا جو کاروبار طے پاتا ہے' اس میں عام طور سے یہی دیکھا جاتا ہے کہ گیہوں فروشندے کے قبضہ و تصرف میں نہیں ہوتا؛ تاجر مستقبل کے ظنی امکانات کے متعلق اندازہ قائم کرلیتا ہے اور ان امکانات کے لحاظ سے مستقبل میں سامان مہیا کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے وہ مستقبل کے لیے اپنے ذہن میں ایک تخمینی قیمت مقرر کرلیتا ہے اور نفع نقصان کو اسی قیمت کے فیصلے پر چھوڑ کر قسمت آزمائی کرتا ہے! —— اس طرح خریدار کو کوئی خطرات برداشت نہیں کرنے پڑتے۔ اس قسم کے ضمانتی کاروبار میں جو فائدہ ہے وہ آسانی کے ساتھ معلوم کیا جاسکتا ہے : مثلاً ممکن ہے کہ آٹا پیسنے کی چکی کا مالک' مستقبل میں آٹا فروخت کرنے کے لیے ایک معاہدہ کرے' اور جب وہ کسی مقررہ قیمت پر مطلوبہ گیہوں خرید کرلیتا ہے تو پھر اس کے لیے قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کے خطرات باقی نہیں رہتے' اور وہ اپنی کامل توجہ آٹا بنانے کے کام میں صرف کرسکتا ہے[1]۔

چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ' پیداوار کے صرافوں کے قائم ہوجانے اور ان کے مختلف النوع کاروبار کی ترقی کے بعد سے' آٹا پیسنے کی چکیوں کے مالک پہلے کی نسبت بہت قلیل شرح منافع کے ساتھ اپنا کاروبار انجام دے رہے ہیں۔ گیہوں اور آٹے کی قیمت کا فرق ان کے ایک مقررہ وزن کے لحاظ سے تیس یا چالیس سال قبل جتنا تھا

---

[1]۔ اگر وہ مقررہ قیمت پر آٹے کو مستقبل میں فروخت کرنے کا معاہدہ بھی نہ کرے؛ بلکہ محض بازار کے لیے مسلسل آٹا تیار کرتا رہے' تب بھی اس طریقے سے وہ گیہوں کی قیمت کے تغیرات کے خطرات سے بچ سکتا ہے۔ جس وقت وہ آٹا پیسنے کے لیے گیہوں کی مقررہ مقدار خریدتا ہے تو وہ گیہوں کی یہی مقررہ مقدار مستقبل میں فروخت کرنے کا وعدہ کرسکتا ہے؛ اس کے بعد جوں جوں گیہوں کی قیمت میں اضافہ یا تخفیف ہوتی ہے اسکو کسی معاملے سے نقصان اسی طرح ہوتا ہے جس طرح کسی معاملے سے نفع ہوتا ہے۔ باقی قیمتوں کے تغیرات اس کو نہیں ستاتے؛ چنانچہ "قدامت پسند" چکی والوں میں عام طور سے یہی طریقہ رائج ہے۔ سوت کے صناع بھی اپنی خام روئی

باب ۱۱ تخمین

اس کی نسبت اب بہت کم ہے، اور اس حد تک عام مخلوق فائدہ میں ہے: مثلاً جس وقت امریکا میں آٹا پیسنے کی صنعت، منیاپولس میں ابتداءً قائم ہوئی تھی (جہاں دریائے مسی سپی کے آبشاروں سے قوت حاصل کرکے اس کے اطراف و اکناف کے زرخیز خطوں کے گیہوں کو پیس کر آٹا بنایا جاتا تھا) چکی کے مالک کے لیے منافع کا امکان بہت زیادہ تھا؛ مگر اس کے لیے اس کا بھی امکان تھا کہ گیہوں کی قیمت کے تغیرات کی وجہ سے نقصان برداشت کرنا پڑے۔ جیسے جیسے صرافوں میں ترقی ہوتی گئی، اور اس کے ساتھ ساتھ "مستقبلات" کے کاروبار کا طریقہ رائج ہوا، چکی کے مالک کو ان خطرات سے بچنے اور رہائی حاصل کرنے کا موقع ملتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صنعت باقاعدگی کے ساتھ منظم ہوگئی، اور اس کو بڑے پیمانہ پر باقاعدہ ترقی دینے میں اور آٹے کی قیمت کو ارزاں کرنے میں بہت بڑی مدد ملی۔ اس میں شک نہیں کہ ایجادات و اصلاحات کا بھی اس ترقی و ارزانی میں بہت بڑا حصہ تھا؛ لیکن بازار کے خطرات کی کمی گیہوں اور آٹے کی اضافی قیمت کو گھٹانے میں بہت اہم حصہ رکھتی تھی۔ تجارت اور صنعت دونوں میں کاروبار پیمانۂ کبیر کی ترقی نے، اگرچہ ان افراد کے منافع میں اضافہ کر دیا ہے جو بڑے پیمانہ پر کاروبار انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قیمت خرید اور قیمت فروخت کے فرق کو بہت گھٹا دیا ہے، اور اس طرح عام مخلوق کے استعمال کے لیے اشیا کو ارزاں بنانے کا وہ موجب ہوئی ہے۔

160

تاجر یا تخمن، جس نے "مستقبل" پر بہم رسانی کے لیے مال فروخت کیا ہے، اس کو بالعموم کاروبار کے سب خطرات خود ہی برداشت نہیں کرنے پڑتے؛ ممکن ہے کہ وہ مستقبل سربراہی کے لیے اشیا کی کل مقدار یا اس کا ایک جزو، بہت جلد دوسرے تاجر سے خرید کرلے، اور یہ دوسرا تاجر کسی تیسرے تاجر کو کاروبار کا ایک جزو تفویض کر دے، وقس علیٰ ہذا۔ کسی ایک معاملے کے لیے محض ایک ہی شخص بازار کے تغیرات کی رفتار کا اندازہ قائم کرنے کا عمل نہیں کرتا؛ خود تاجروں اور سوداگروں کے مابین ہمیشہ خرید و فروخت کا عمل جاری رہتا ہے: چنانچہ خطرات، منافع اور نقصانات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی خریداریوں میں اسی طرح اپنے کو نقصان سے محفوظ کرنے کے عمل کی جانب روز بروز زیادہ مائل ہیں۔

باب ۱۱ تخمین

ان سب پر تقسیم ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی ایک تاجر یا کوئی ایک شخص کسی موسم میں کمترین قیمت پر اشیا خریدے، اور سب سے اعلیٰ قیمت پر ان کو فروخت کرے! ــــ اور اس طرح بیشترین ممکنہ فائدہ حاصل کرے۔ یا یہ کہ کوئی ایک تاجر موسم کی بیشترین قیمت پر سامان خریدے اور موسم کی کمترین قیمت پر اس کو فروخت کرے! ــــ اور اس طرح نقصان برداشت کرے۔ ہر تاجر کو نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے اور منافع بھی حاصل ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی اگر تاجر ہوشیار اور تجربہ کار شخص ہو تو اس کو نقصان کی نسبت منافع زیادہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ ایک موسم میں اس کو نقصان ہو، اور دوسرے موسم میں اس کی تلافی ہو جائے اور انجام کار اس کو ایک 'پیشہ ورانہ آمدنی' مستقل طور سے وصول ہوتی رہے۔ اگر اس قسم کے کاروبار کو انجام دینے کی اس میں غیر معمولی استعداد و صلاحیت موجود ہے، تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو بالالتزام منافع ہی حاصل ہو! اور بڑے بڑے کاروبار سے معقول نفع ملے، جس سے وہ ایک متمول شخص بن جائے۔

۳۔ جب دور افتادہ بازاروں کے لیے، اور منتشر خریداروں کے لیے اشیا بڑے پیمانے پر تیار کی جاتی ہیں، اور تقسیم عمل میں درمیانی اشخاص کا وجود بحیثیت ــــ ملانے والی کڑیوں کے ضروری ہو جاتا ہے، تو یہ امر ناگزیر ہے کہ درمیانی اشخاص اپنے کاروبار کی بسہولت انجام دہی کے لیے ایک دوسرے سے قریب رہنے کا انتظام کریں۔ سڑک کا کونہ گوشہ بھی ان کے باہم مل کر بات چیت کرنے کے مقام کی حیثیت سے کام دے سکتا ہے۔ ایک ہی قسم کی اشیا کے تاجر کسی مقررہ کوچہ میں ایک دوسرے سے متصل رہ کر کاروبار کرتے ہیں، چنانچہ ہر بڑے شہر میں خشک اشیا کی دوکانیں ایک سڑک پر ہوتی ہیں: ظروف، جوتوں اور چرم اور اسی طرح دوسری اشیا کی دوکانوں کی مختلف اور جدا جدا سڑکیں ہوتی ہیں۔ جب ایک آباد اور خوش حال ملک میں اشیا کثیر مقدار میں تیار کی جاتی ہیں، اور ان کے کاروبار میں اشخاص کی ایک کثیر تعداد شریک ہوتی ہے، تو ایک بازار یا صرافہ یا مقام مبادلہ یعنی ایک کمرہ یا عمارت جہاں سب تاجر مقررہ اوقات میں جمع ہو کر باہم معاملات طے کرتے ہیں قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے چند قواعد و ضوابط بنا لیے جاتے ہیں اور ان کے تحت بڑے بڑے

161

باب ۱۱ تخمین

کاروبار کثیر مقدار میں ایک جنبش قلم یا اشارہ سر سے فوراً طے پا جاتے ہیں؛ اور ان کا تحریری عمل کاغذ کے پرزوں پر چند اعداد اور دستخطوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ صرافوں میں حقیقی کاروبار اکثر صرف دلال انجام دیتے ہیں جو درمیانی اشخاص کے مابین درمیانی اشخاص کا کام انجام دیتے ہیں؛ وہ محض بطور گماشتوں یا ایجنٹوں کے کام کرتے ہیں اور خرید و فروخت پر جو کمیشن ملتا ہے اسی پر ان کی گزراوقات ہوتی ہے (بالعموم اس کی شرح بہت غیر معمولی طریقہ پر قلیل ہوتی ہے)۔ وہ ہر شخص کے لیے خرید و فروخت کا کام انجام دیتے ہیں جو ان کے ذریعہ سے اس کو انجام دینا چاہے۔

صرافوں میں کاروبار کو بسہولت انجام دینے میں اس طرح بھی مدد ملتی ہے کہ جن اشیا کا کاروبار کیا جائے، ان میں مختلف معیار مقرر کر دئے جائیں: مثلاً، خوبیوں اور صفات کے لحاظ سے ان کے مختلف درجے قائم کر دئے جائیں یا ان کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس عمل سے قابل بیع و شریٰ اشیا کی خوبیوں کے متعلق سب نزاعات ختم ہو جاتے ہیں: چنانچہ شیکاگو کے بازار میں جب غلہ بغرض فروخت آتا ہے، تو سرکاری ناظر اس کا امتحان کرتے ہیں، اور خوبیوں کے لحاظ سے ان کے مختلف درجے — یعنی، درجہ اول، درجہ دوم، درجہ سوم، وغیرہ، مقرر کرتے ہیں؛ اس کے بعد جب گیہوں کے کسی خریدار کو غلہ وصول ہو جاتا ہے، تو اس کو اور فروشندے کو یہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ آیا اس میں مقررہ خوبیاں موجود ہیں یا نہیں علاوہ ازیں بالاگودام (غلہ) کے صرف مصدقہ رسائد جن پر غلہ کے مدارج درج ہوتے ہیں، خریدار کے حوالہ کر دئے جاتے ہیں اور معاملہ طے پا جاتا ہے۔ ہر شے کو جو خوبیوں کے لحاظ سے ہم جنس ہو، اور جس کو آسانی کے ساتھ مختلف اور ممیز درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہو، اقل ترین مزاحمت و نزاع کے ساتھ خرید و فروخت کیا جا سکتا ہے۔ غلہ، اسی قسم کی اشیا کی ایک عام مثال ہے، روئی بھی اسی قسم میں داخل ہے؛ اس لیے کہ اس کی خوبی کے ایسے مدارج قائم کئے جا سکتے ہیں کہ ہر درجہ میں یکسانیت ہو۔ اون کے بکثرت انواع و اقسام ہوتے ہیں اس لئے اس کی تخمینی خرید و فروخت اتنی سرعت کے ساتھ انجام نہیں پا سکتی۔ لوہے کی قسموں کے معیار مقرر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور

Grain Eleuators - ۵۷

باب ۱۱
تخمین
162

انگلستان میں بھی سرکاری طور پر درجہ بندی کرنے کا قاعدہ موجود ہے، جس کے تحت وہاں بڑے بڑے کاروبار طے پاتے ہیں؛ لیکن ریاستہائے متحدہ امریکا اور برّ اعظم یورپ میں لوہے کا کاروبار اس طریق پر ابھی عام طور سے رائج نہیں ہوا ہے۔

۴۔ پیشہ ورانہ تخمینی کاروبار کے جو فوائد ہیں ان کے مقابلے میں شدید نقائص پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سہولتوں کی بنا پر تخمینی کاروبار سے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں، انھی سے ان نقائص کا امکان پیدا ہوتا اور ان میں اضافہ ہوتا ہے۔

جب ایک شے کے مختلف معیار ایک مرتبہ مقرر کر دئے جاتے ہیں، تو ایک نیا امکان پیدا ہوتا ہے؛ ہر کس و ناکس اس کا کاروبار کر سکتا ہے۔ عام طور سے جو شخص اشیا خریدتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرے۔ اس کے لیے یہ جانچنا ضروری ہے کہ جو شے اس کو دی جا رہی ہے، آیا وہ اچھی ہے یا بری؟ خریدنے کے قابل ہے یا نہیں؟ لیکن ایسے صرافوں میں جہاں اشیا کے درجے سرکاری طور سے مقرر کیے جاتے ہیں، اس قسم کے سوالات نہیں پیدا ہوتے۔ صرف موجودہ اور آئندہ قیمت کا لحاظ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہر شخص کسی شے کو، اگر اس کی موجودہ قیمت کو کم خیال کرے خرید سکتا ہے؛ یا اگر وہ اس کی قیمت زیادہ خیال کرے تو فروخت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی خرید و فروخت بہت بڑے پیمانے پر ایسے اشخاص کی کثیر تعداد کرتی ہے جن کے قبضہ و تصرف میں نہ تو اشیائے خرید کردہ یا فروخت کردہ ہوتی ہیں، اور جو نہ ان کو اپنے قبضے میں لانے کی خواہش رکھتے ہیں؛ اور جن کی واحد فکر و خواہش قیمت کے تغیرات سے فائدہ اٹھا کر نفع کمانا ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ اشخاص اشیا کی مستقبل قیمت پر شرط بدتے یا بازی لگاتے ہیں؛ اور اس معاملہ میں اسی طرح کی قماربازی کرتے ہیں، جس طرح کی قماربازی تاش میں اور گھڑدوڑ میں ہوتی ہے۔ ان کے کاروبار کی شکل بظاہر صرافے کے دوسرے اشخاص کے کاروبار کی سی ہوتی ہے۔ دلالوں کو ان "بیرونی اشخاص" سے صرافہ میں خرید و فروخت کرنے کی فرمائشیں وصول ہوتی ہیں اور یہ مقررہ وقت پر سامان پہنچانے کے لیے ذمہ دار قرار پاتے ہیں؛ پھر یہی اپنے

باب ۱۱
تخمین

طور پر اپنے گاہکوں پر اسی قسم کی ذمہ داری عائد کرتے ہیں۔ اس طرح گو یہ معاملات بظاہر مشہور صرافوں میں سے، مثلاً، غلہ اور روئی کے صرافوں کے کسی دوسرے معاملے سے مماثلت رکھتے ہیں؛ لیکن ان معاملات کے اکثر و بیشتر حصے ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی حقیقی کاروبار مقصود نہیں ہوتا: بلکہ صرف قیمت خرید و قیمت فروخت کے فرق سے فائدہ حاصل کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔ کاروبار کو بہ سہولت و بہ سرعت انجام دینے کے لیے جو ذرائع و تدابیر اختراع و اختیار کئے گیے ہیں ان کو قمار بازی بر پیمانہ کبیر کے کام میں لایا جارہا ہے۔

یہاں ہمیں غیر پیدآور محنت کی مثال ملتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تاجر درمیانی اشخاص، اور دلال مفید ہیں، اور ان کی محنت پیدآور ہے، خصوصاً جہاں تک کہ وہ تقسیم عمل کے ایک مکمل نظام کے تحت مبادلات میں سہولت پیدا کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں؛ لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اس قسم کے کام کے لیے ٹھیک کس قدر محنت فائدہ کے ساتھ دی جا سکتی ہے۔ اگر صرف ایسے تاجروں اور اہل معاملہ کی جماعت اس قسم کے کاروبار میں مصروف ہو جو باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ اپنا وقت اور اپنی کوشش اس میں صرف کرے، تو ان کی تعداد خود بخود مطلوبہ کام کے مطابق منظم و مرتب ہو جائے گی؛ ٹھیک اسی طریقہ سے جس طرح کہ اطبا یا نجاروں کی تعداد حقیقی ضرورتوں کے مطابق منظم و مرتب ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں "ناجائز" تخمین بڑے پیمانے پر ہوتی ہے، وہاں دلالوں اور تاجروں کی تعداد، ان کے خدمات کی اس نئی طلب کے مطابق منظم ہو جاتی ہے! — نہ صرف تخمینوں کی محنت، بلکہ ان کے گماشتوں کی محنت بھی، غیر پیدآور ہے۔ اس سے قوم یا جماعت کی پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ ریاستہائے متحدہ امریکا میں سب ممالک سے بڑھ کر اس طفیلیانہ جد و جہد کا وجود پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ یہاں وہ سب حالات، جو اس کے لیے موافق ہیں پائے جاتے ہیں: مثلاً — عمل کی تقسیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی یافتہ ہے، بازاروں اور صرافوں میں بڑے پیمانے پر کاروبار انجام پاتا ہے، اور آبادی نہ صرف خوش حال ہے بلکہ اولوالعزم اور بلند حوصلہ بھی ہے۔ امریکا کے اکثر باشندوں کے نزدیک "کاروبار" کا مفہوم

163

باب ۱۱
تخمین

محض "تخمینی قمار بازی" ہے۔

اس میں شک نہیں کہ "بیرونی" محض یا "عوام" تمام شوقین اور غیر پیشہ ور قمار بازوں کے مثل بحیثیت مجموعی نقصان اٹھاتے ہیں؛ اور ان میں سے اکثروں کو انجام کار انفرادی طور پر نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو اشخاص پیشہ کے طور پر اس کاروبار کو انجام دیتے ہیں، اور جو نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ہوتے ہیں، اول الذکر طبقہ کی نسبت قیمتوں کی ممکنہ رفتار کو زیادہ بہتر جانتے ہیں: چنانچہ وہ، جو خرید و فروخت کرتے ہیں، اس سے ان کو فائدہ ہوتا ہے، اور بحیثیت مجموعی ان کو ایک مستقل آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی قابل اور خوش قسمت شخص صرافہ میں کاروبار شروع کرتا ہے تو کامیابی اس کا استقبال کرتی ہے، اور وہ بہت کچھ کما لیتا ہے۔ اس کی کامیابی دوسروں کے لیے موجب ترغیب بنتی ہے، اسی طرح جس طرح کہ قرعہ اندازی میں کسی کے ہاتھ کوئی بڑا انعام لگ جانے سے قرعہ اندازی کی ترغیب ہوتی ہے۔ تخمینی کاروبار کرنے والے اشخاص کے لیے نقصانات کے امکانات و مواقع اتنے ہی قوی ہوتے ہیں، جتنے کہ قرعہ اندازی کے ٹکٹ خریدنے والے اشخاص کے لیے بحیثیت مجموعی ہو سکتے ہیں؛ بلکہ تخمینی کاروبار میں یہ امکانات تقریباً یقین کا درجہ رکھتے ہیں۔

تخمینی قمار بازی کے نقائص جتنے قطعی اور یقینی ہیں، اسی قدر وضع آئین و قوانین کے ذریعے سے ان کو روکنا یا ان کا استیصال کرنا انتہائی مشکل چیز ہے۔ عام قانون ایسے کاروبار کو ممنوع قرار دیتا ہے، جس میں فروخت محض ظاہرداری کے لیے ہوتی ہے، اور جس میں یہ سمجھوتہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ کی تکمیل اس فرق کی بناء پر کی جائے گی جو موجودہ اور مستقبل قیمت کے مابین ہوگا؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ صرافوں میں جو کاروبار طے پاتے ہیں، ان کا ظاہری مقصد اشیا کی حقیقی بہم رسانی ہوتا ہے: چنانچہ اس پر اس عام قانون کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ بظاہر اس کا علاج یا اصلاحی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ "مستقبلات" یا "وعدہ" کا کاروبار، جس میں اشیا کی حقیقی بہم رسانی کے لیے مستقبل کی کوئی تاریخ مقرر کی جاتی ہے، اس کو ممنوع قرار دیا جائے؛ اس لیے کہ اسی قسم کے معاہدات کے سلسلے ہی میں قمار بازی کا کاروبار بالعموم وقوع پذیر

ہوتا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مستقبل کی بہم رسانی کے معاہدات سے جو منافع قوم کو وصول ہوتے ہیں، وہ یک قلم موقوف ہو جائیں گے؛ اور اس وقت یہ سوال پیدا ہوگا، کہ اس طرح جو نقصان ہوگا آیا وہ نفع سے زیادہ نہ ہوگا؟ امریکا اور انگلستان کے علمائے معاشیات کا عام خیال یہ ہے کہ "وعدہ" کے کاروبار اور مستقبل کے معاہدات کو ممنوع قرار دینا مضر ہوگا؛ چنانچہ غلہ کی حد تک جرمنی میں اس خیال کو عملی جامہ پہنایا گیا ہے۔ بایں ہمہ تخمینی قمار بازی کے نقائص اس قدر عظیم ہیں کہ ان کو کم کرنے کی غرض سے کچھ خطرات برداشت کئے جا سکتے ہیں۔ قرعہ اندازی کے کھیلوں اور جوئے خانوں کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور گھڑ دوڑ میں بھی منظم اور باقاعدہ شرط بدھنے کے طریق کو روکنے کی 'قانون' حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ علیٰ ہذا قمار بازی کی دوسری شکلوں کا استیصال کرنے کے لیے قانون جو کچھ کر سکے وہ مستحسن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ موثر علاج یہ ہوگا کہ تمام صنعتوں کے لیے ایک زیادہ بہتر اخلاقی معیار مقرر کیا جائے، اور قمار بازی کی سب قسموں کے خلاف عوام میں رائے پیدا کی جائے؛ لیکن دولت کی پرستش، سہل طریقوں سے زر کمانے کی تقریباً عام خواہش (خواہ زر دوسروں کو نقصان پہنچا کر ہی کیوں نہ کمایا جائے)، اور جائز و حقیقی کاروبار سے اس قسم کی تخمین کا قریبی تعلق و اتحاد — یہ سب چیزیں مل ملا کر عوام کی رائے کو موثر بنانے میں مشکلات پیدا کرتی ہیں۔

۵۔ گزشتہ فصلوں میں جو کچھ کہا گیا، اس کا اطلاق عام طور سے تمسک کے صرافوں کے تخمینی کاروبار پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن سوالات یہاں زیادہ شد و مد کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں، یہاں بھی فوائد کو نقصانات کے مقابلے میں پیش کرنا پڑتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ غلہ اور روئی کے صرافوں میں جو فوائد حاصل کئے جاتے ہیں، ان سے یہ فوائد مختلف ہیں۔ یہ فوائد تغیرات کے کم ہونے سے یا بڑے پیمانے کے کاروبار میں سہولت پیدا ہونے سے نہیں رونما ہوتے بلکہ تقسیم عمل کی ترقی سے منتج ہوتے ہیں[1]؛ اور وہ حقیقی اور

---

[1] دیکھو باب ۶۔

باب ۱۱ تخمین

اہم فوائد ہیں - لیکن نقائص اس سے کچھ کم حقیقی نہیں ہیں! اور اسی قسم کے کاروبار میں شرکت کرنے کے لیے غیر معمولی سہولتیں موجود ہونے کی وجہ سے ان نقائص میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ تمسک کے صرافہ میں تمسکات کے معیار باقاعدہ طور سے مقرر کیئے جاتے ہیں اور ان میں عجیب و غریب طریقے پر یکسانیت اور ہم جنسی ہوتی ہے۔ ایک انجمن سرمایہ مشترک یا مجلس تجارت کا تمسک کسی دوسری انجمن یا مجلس کے تمسک کے مماثل خوبی رکھتا ہے۔ اگر کسی شخص کے لیے غلہ یا روئی بغیر دیکھے خریدنے میں سہولت پیدا ہو گئی ہے، تو تمسکات اور دستاویزات کے خریدنے میں، اس سے بھی زیادہ سہولت ہے — خواہ خریدار ان تمسکات کو جاری کرنے والی انجمن کے متعلق کچھ بھی معلومات رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو! اسی کے ساتھ تمسکات کی قیمتوں میں بہت جلد اور عظیم تغیرات ہوتے ہیں۔ ان کی ممکنہ رفتار کے متعلق جو رائے قائم کی جاتی ہے، اس کا حقیقی (یا ظاہری) دار و مدار عام قوت تمیز و فیصلہ اور عام توقعات پر ٹھیک اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ ماہرانہ معلومات پر۔ اسی بنا پر بازار کے اندر اور باہر کے اشخاص تخمینی کاروبار اتنی کثیر مقداریں فی الفور انجام دیتے ہیں۔ اس میں بھی مثل اشیا کے تخمینی کاروبار کی صورت کے "عوام" کاروبار کے بیشتر حصے میں نقصان اٹھاتے ہیں، پیشہ ور مخمن اور کاروباری اشخاص، عام مخلوق کی نادانی سے نفع کماتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی نہیں کہ وہ ان انجمنوں اور مجالس تجارت کے کاروبار کے توقعات سے جنھوں نے تمسکات جاری کیئے ہیں بہتر طریقہ پر واقف ہیں؛ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ انسانی فطرت کو جانچنے اور پہچاننے کی خاص طور سے مہارت رکھتے ہیں، اور ایک متزلزل اور مذبذب انسان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے میں تیز ہوتے ہیں۔ دائمی طور سے نقصانات برداشت کرنے کے باوجود بھی ایسے اشخاص کی کثیر تعداد صرافوں میں ٹڈیوں کی طرح امڈی چلی آتی ہے۔ امریکا میں خوش حال طبقے میں ایسے افراد بہت کم ملیں گے جنھوں نے تمسک کے تخمینی کاروبار میں کسی نہ کسی وقت کچھ حصہ نہ لیا ہو، اور اکثر اشخاص ایسے ہوں گے جو عادۃً تمسکات میں قمار بازی کرتے ہیں۔ اس قسم کے کاروبار کے بیشتر حصے کا صدر مرکز نیویارک کا تمسک کا صرافہ ہے، جو نہ صرف شغل اصل میں سہولت بہم پہنچانے والا

165

دنیا کا سب سے بڑا ادارہ ہے، بلکہ دنیا کا سب سے بڑا کاروباری جوا خانہ بھی ہے۔

اس صورت حال سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ محض یا زیادہ تر ناکام تخمینوں کے نقصانات سے نہیں پیدا ہوتی۔ ان کو جو نقصان ہوتا ہے اس کو دوسرے لوگ نفع کی شکل میں حاصل کرتے ہیں؛ اور ہم اس مقام پر ان کے نفع و نقصان سے بحث کرنا نہیں چاہتے۔ معاشی نقصان زیادہ تر غیر پیداآور اعمال میں دماغی اور طبعی قوت کے ضائع جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ زیان براہ راست صرف کردہ محنت، یعنی، دلالوں اور ذیلی کارندوں اور خود تخمینوں کی محنت، کے زیان کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے؛ اس میں قوم کے اکثر ایسے افراد کی بد اطواری کی وجہ سے اضافہ ہو جاتا ہے، جو تخمین میں کوئی براہ راست بڑا حصہ نہیں لیتے۔ ہر قسم کی قمار بازی کے مثل یہ تضیع معقول اور سلیم الطبع طبقے کی توجہ مسلسل کام سے پھیر لیتی ہے جس پر عام خوشحالی کا دارومدار ہے؛ اخلاقی حیثیت سے بھی وہ کچھ کم نقصان رساں نہیں ہے بہرحال ہر لحاظ سے موجودہ زمانے کی سوسائٹی کی یہ سب سے بڑی خرابیوں میں سے ایک ہے۔

یہاں اس امر کا اقبال کرنا ضروری ہے کہ اب تک خرابیوں کا کوئی امید افزا علاج تجویز نہیں کیا گیا ہے۔ نیو یارک میں بعض خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اصلاحات تجویز کی گئی ہیں، جن میں ان قواعد کی نظر ثانی جو صرافوں نے اپنے لیے مقرر کئے ہیں اہمیت رکھتی ہے۔ ان قواعد کی نظر ثانی کا یہ مقصد ہوگا کہ صرافہ کے اس عمل کو: جیسے "قیمتیں مصنوعی طریقے پر گھٹانا بڑھانا" "دکھاوے کے لیے تمسک فروخت کرنا تاکہ قیمت گھٹے تو پھر خرید لیے جائیں" اور "محض دھوکا دینے کی نیت سے قیمتوں میں توڑ جوڑ کرنا" اس کو روک دیا جائے۔ لیکن اگر یہ سب فریب کاریاں روک بھی دی جائیں تب بھی اصلی اور بڑی خرابی باقی رہتی ہے۔ جرمنی میں اس سے زیادہ عام اور سخت علاج اور اصلاحی تدبیر کو یہ عمل لانے کی کوشش کی گئی: یعنی تمسک کے کاروبار میں اشتہار دا شاعت لازمی قرار دی گئی، اور کتابوں میں کاروبار کرنے والوں کے نام اور کاروبار کی مقدار کا اندراج اور ان کتابوں اور رجسٹروں کا وقتاً فوقتاً معائنہ ضروری قرار دیا گیا۔ یہ توقع کی جاتی تھی کہ ان تدبیروں سے لوگ تمسک کی قمار بازی میں حصہ لینے سے اسی طرح باز رہیں گے

166

باب ۱۱
تخمین

جس طرح کہ اکثر لوگ مشتبہ نوعیت کے اعمال سے اس خوف سے باز رہتے ہیں کہ مبادا کوئی اُن کو ان اعمال میں مشغول دیکھ نہ پائے۔ اس قسم کے لزوم یا التزام کے متعلق امریکا میں یہ اعتراض کیا جائے گا کہ وہ کاروبار کے مقدس اسرار میں مداخلت کرتا ہے؛ اور یہ ایسا اعتراض ہے جو ہر قسم کی سرکاری نگرانی کے خلاف پیش کیا جاتا ہے! — تاہم یہ فی نفسہٖ کچھ بھی وزن یا اہمیت نہیں رکھتا۔ اس سے زیادہ سنجیدہ اور قوی اعتراض یہ ہے کہ جرمنی میں بندشیں عائد کرنے کا کوئی موثر نتیجہ نہیں نکلا۔ تمسک کی تخمین بلحاظ نوعیت و مقدار ویسی ہی رہی جیسے اس سے قبل تھی۔ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے، کہ ممکن ہے کہ ان بندشوں کو موثر طریقہ سے عائد کرنے کی دقتوں کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ بہرحال کوئی واضح علاج جس پر براہ راست عمل کیا جا سکے، ذہن میں نہیں آتا؛ اگرچہ وہ خرابی حسب حال موجود ہے۔ بظاہر ایک علاج یہ ہے کہ تمام صنعتوں کی ایسی تنظیم کی جائے کہ ان میں باقاعدگی و استقلال پیدا ہو جائے، جس کی وجہ سے ان صنعتوں کے تمسکات وغیرہ کی قیمتوں میں تغیرات نہ ہونے پائیں گے اور یہ جوئے بازی خود بخود مفقود ہو جائیگی لیکن اس پر عمل صرف اسی وقت کیا جا سکتا ہے جبکہ ترقی کا خون کیا جائے۔ عوام کے خیالات کی بہتر طریقہ پر تربیت کرنے سے ''بیرونی'' تخمین میں کمی ہو سکتی ہے، لیکن اس کا کیا علاج کہ خیالات کے ارتفاع کی رفتار بہت دھیمی اور سست ہے۔



67

باب دوازدہم

یکساں یا استقراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

(۱) سیدھا سادہ مفروضہ: قطعی طور سے تغیر پذیر رسد، آزاد مقابلہ، استقراری مصارف؛ اس صورت میں قدر مصارف سے متعین ہوتی ہے۔ (۲) شکل کے ذریعہ سے توضیح۔ (۳) یہ اصول محض ایک رجحان کو ظاہر کرتا ہے کہ "سکونی" حالت میں کیا واقع ہوتا ہے نہ کہ "حرکی" حالت میں کیا واقع ہوتا ہے۔ (۴) بعض توضیحات و تمثیلات؛ رسد کی تغیر پذیری کبھی مکمل نہیں ہوتی بلکہ بالعموم اس کی راہ میں مزاحمت ہوتی ہے؛ فیشن کی وجہ سے طلب میں تغیرات؛ آزاد مسابقت کا کس حد تک دور دورہ ہے؛ شہرت و نیک نامی؛ قیمت بحساب مصارف سے اوپر قلیل حاصل زائد کے معنی کثیر المقدار منافعہ کے ہو سکتے ہیں۔

۱۔ گزشتہ باب میں قدر و قیمت کے تقرر پر اس مفروضے کے تحت بحث کی گئی کہ رسد معین تھی۔ رسد حقیقت میں کسی ایک دن یا ایک ہفتہ یا کسی مقررہ مدت یا میعاد کے لیے معین فرض نہیں کی گئی تھی؛ بلکہ پورے موسم یا پیدائش کے دور کے لیے معین خیال کی گئی تھی۔ لیکن زرعی اشیا کی حد تک بھی جنکی پیداوار موسمی ہوتی ہے، متعدد موسموں تک رسد میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ دوسری اشیا کے لیے اکثر بہت خاصا اور بعض اوقات بہت سریع تغیر ہوتا ہے؛ جو مقدار تیار کی جاتی ہے اور بازار میں پیش کی جاتی ہے اس میں کم و بیش آسانی کے ساتھ تغیر ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ

باب ۱۳ — یکساں استقراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

رسد میں تغیرات کس طریقہ سے واقع ہوتے ہیں، اور کس طرح سے وہ اشیا کی قدر و قیمت پر اثر ڈالتے ہیں؟

ہم ابتداءً ایک نہایت سیدھی سادی مثال لیں گے اور پھر ایک اصول کو واضح کرنے کی غرض سے ایک انتہائی مفروضہ قائم کریں گے۔ رسد و طلب اور بازاری قدر کی گزشتہ بحث میں ابتداءً ایک بالکلیہ معین رسد فرض کی گئی تھی، اب دوسری انتہائی صورت فرض کی جا سکتی ہے: یعنی — ایک ایسی رسد جو قطعاً تغیر پذیر ہو۔ فرض کرو کہ سادہ ترین حالات کے تحت اشخاص کی ایک بڑی تعداد ایک شے تیار کرتی ہے، فرض کرو کہ ان سب اشخاص میں باہم مقابلہ ہوتا ہے، اور یہ کہ ان میں سے ہر شخص شے کو تیار کرنے میں بآسانی حصہ لے سکتا ہے، اور اس کی پیدائش سے بآسانی دست کش ہو سکتا ہے۔ فرض کرو کہ سب اشخاص یکساں حالات کے تحت کاروبار شروع کرتے ہیں، اور کوئی شخص دوسرے کی نسبت زیادہ ارزاں طریقہ سے پیدائش نہیں کرتا۔ یہ شے بازار میں دائمی یا استقراری مصارف کے حالات کے تحت آئے گی، اور ایسی قیمت پر فروخت ہوگی جو ان مصارف[1] سے توافق و تطابق رکھتی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی موقع پر بھی اس کی قیمت براہ راست اس کی مقدار سے متعین ہوگی: یعنی — اختتامی فروخت پذیری سے، جیسا کہ گزشتہ تین بابوں میں اس کا تجزیہ کیا گیا۔ لیکن اگر اس طرح مقرر کردہ قیمت اس کے مصارف سے زائد ہو تو اور زیادہ اشخاص کو اس شے کی پیدائش میں حصہ لینے کی ترغیب و تحریک ہوگی، جس سے رسد میں اضافہ ہو جائے گا اور قیمت گھٹ جائیگی۔ اگر کسی وقت اس کی قدر و قیمت اس کے مصارف سے کم ہو، تو چند اشخاص اس کی پیدائش سے دست کش ہو جائیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رسد میں کمی ہو جائے گی اور قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔ کسی صنعت میں شریک ہونے کے لیے اور اس سے ہٹ جانے کے لیے جتنی زیادہ سہولت ہوگی، اتنا ہی زیادہ سرعت و یقین کے ساتھ

168

[1] مستقل یا استقراری مصارف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصارف یکساں ہوں بلکہ یہ کہ مصارف خواہ پیداوار زیادہ ہو یا کم، ایک ہی ہوں۔

باب ۱۴ — میلان استقرار مصارف کے تحت قدر و قیمت

رسد کو اس مقدار کے مطابق منظم کیا جا سکتا ہے جو ٹھیک مصارف پیدائش کی قیمت پر فروخت ہو گی۔ اگر رسد میں کامل تغیر پذیری فرض کی جائے تو قدر و قیمت کا مصارف سے تطابق مکمل ہو گا؛ اور وہ شے ہمیشہ ٹھیک اتنی ہی قیمت پر فروخت ہو گی، جتنے کہ اس کی پیدائش کے مصارف ہوئے ہوں۔

اب اس سے آگے بڑھنے سے قبل مصارف پیدائش کے مفہوم کی تشریح جیسا کہ یہاں اس کو استعمال کیا گیا، بہ نظر احتیاط ضروری ہے:— یہ اصطلاح تقریباً معمولی کاروباری مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے، وہ اس خرچ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اصل دار کو اشیا بازار تک لانے کی غرض سے برداشت کرنا ضروری ہے۔ ان اخراجات میں سے ایک خرچ ادائی اجرت کی بابتہ ہے، اشیائے خام کی خریدی دوسری مد ہے۔ یہ سچ ہے کہ دوسرے اصل دار نے اس سے قبل مزدوروں کو ان اشیا کے تیار کرنے کے لیے اجرت ادا کی تھی: چنانچہ یہی تیار کردہ اشیا ہی خاص آجر متعلقہ کے ہاتھ فروخت کی گئیں۔ اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ موخر الذکر نے ان دوسرے مزدوروں کو بھی بالواسطہ اجرت ادا کی۔ غرض مصارف پیدائش میں نہ صرف وہ اجرت شمار کرنی ضروری ہے جو مزدوروں کو براہ راست یا بالواسطہ ادا کی گئی ہو، بلکہ وہ معاوضہ اور صلہ بھی جو کہ آجر کو اس کی محنت اور اس کے وقت خرچ کرنے کے لیے ملتا ہے۔ اس معاوضہ کا شمار، مزدوروں کی محنت کے معاوضہ کے مثل مروجہ بازاری معیاروں کے مطابق کرنا چاہئے: یعنی — یہ کہ اس قسم کے ایک مزدور یا آجر کو اس کی محنت کے صلے میں عام طور سے کیا ملے گا۔ اس کے علاوہ پیدائش میں جو اصل استعمال کیا جاتا ہے، اس کا سود بھی مصارف میں شمار کرنا چاہئے، اور اس کو بھی مروجہ بازاری شرح کے مطابق شمار کرنا چاہئے۔ اگر آجر اصل قرض لیتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس اصل کی مروجہ شرح سود ادا کرے، اگر وہ اصل کا مالک ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسی شرح پر دوسروں کو قرض دینے سے اصل کا کچھ معاوضہ مل جائے گا؛ اور وہ اپنے اصل کے سود کا ٹھیک اسی طرح لحاظ کرتا ہے جس طرح کہ خود اپنی محنت کے معاوضہ کا، — یعنی کوئی ایسی چیز جس کے لیے معمولی شرح پر کسی نفع کی توقع کی جا سکتی ہو۔ یہ معلوم ہو گا کہ زمین کے استعمال کے لیے جو لگان یا کرایہ ادا کیا جاتا ہے وہ

169

باب ۱۲
بیان یا استقرار مصارف کے تحت قدر و قیمت

اس لاگت میں شامل نہیں کیا جاتا؛ اگرچہ ایک کاروباری شخص اپنے مصارف پیدائش کا حساب کرتے وقت اس لگان کو بھی شامل کرے گا۔ اخراجات پیدائش میں لگان کو شامل نہ کرنے کے وجوہ کی توضیح لگان کی بحث میں آیندہ کی جائے گی۔

ان متعدد اخراجات یا لاگت کو بعض اوقات 'اخراجات پیدائش' (Expenses of production) کہا جاتا ہے؛ بعض اوقات یہ اصطلاح 'مصارف پیدائش' (Cost of production) کے مفہوم سے کسی قدر جداگانہ مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے؛ اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آجر و اصل دار کا تعلق محض ان معاوضوں سے ہے، جو کہ وہ محنت اور اشیاے خام کے اور اصل دائر یا اصل قائم کے استعمال کے لیے ادا کرتا ہے۔ جب اس کے برعکس 'مصارف پیدائش' کی اصطلاح 'اخراجات پیدائش' سے اس کے فرق و امتیاز کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے، تو اس کا اشارہ محض اس محنت و ایثار کی طرف ہوتا ہے جو پیدائش میں کیا گیا؛ — یعنی اس محنت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو کہ ایک مزدور نے صرف کی نہ کہ اس کی اجرت کی طرف؛ اس مشقت، سوچ بچار اور نگرانی کے کام کی طرف جو آجر سے متعلق ہیں نہ کہ اس کے معمولی منافع کی طرف؛ اور سابقہ پس اندازی اصل کی طرف ہوتا ہے نہ کہ اس اصل کے سود کی طرف۔ جیسا کہ بعد میں چل کر معلوم ہوگا، معاشیات کے بعض سب سے اہم اور دقت طلب سوالات، اپنا تعلق اس فرق و امتیاز سے قائم کر لیتے ہیں جو کہ مصارف پیدائش (محنت اور ایثار کے مفہوم میں) اور اخراجات پیدائش (مدات خرچ کے مفہوم میں) کے مابین ہے۔[1] بایں ہمہ فی الحال اس فرق و امتیاز کی جانب اشارہ کر دینا کافی ہوگا تاکہ اس کی توضیح ہو جائے کہ ہم مصارف کو کس مفہوم میں استعمال کر رہے ہیں۔ 'مصارف' سے ہمارا مطلب محنت و ایثار نہیں ہے؛ بلکہ اخراجات پیدائش، یعنی — اصل دار کی لاگت ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ ایک مزدور یا مزدوروں کی جماعت آجروں کے پاس اجرت پر کام کرنے کی بجائے آزادانہ طور پر خود ہی کام انجام دے رہی ہے، تو ہمیں، موجودہ بحث کے اغراض کے لیے، انکے

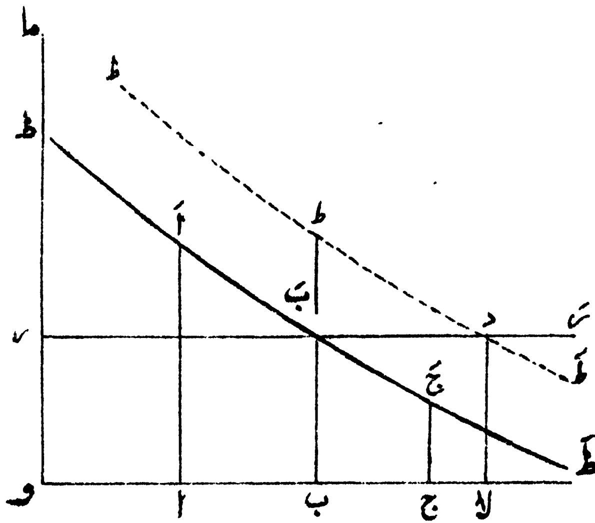
[1] دیکھو باب ۱۴

باب ۱۲ یکساں یا استقراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

170

"مصارف پیدائش" کا شمار کام کے گھنٹوں یا ایام (یعنی محنت) کے حوالے سے نہ کرنا چاہئے؛ بلکہ اس اجرت کے حوالے سے جو کہ وہ معمولاً اپنے کام کے لئے پائیں۔

۲- استقراری مصارف اور ایک قطعی تغیر پذیر رسد کے حالات کے تحت قدر و قیمت کس طریقہ پر معین و منظم ہوگی، اس کی توضیح شکل (۵) کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔ شے کی پیدائش کے مصارف، خط ر و سے یعنی اس فاصلہ سے جو کہ محور ولا اور خط رر کے مابین ہے، ظاہر ہوتے ہیں۔ خواہ تیار کردہ اشیا



شکل نمبر (۵)

کی مقدار کچھ ہو، یہ مصارف ہر اس اکائی کے لیے جو بازار میں لائی جاتی ہے یکساں رہتے ہیں؛ خواہ مقدار و ا ہو، یا و ب، یا و ج، ہر صورت میں مصارف فی اکائی یکساں ہوں گے۔ چنانچہ خط رر جو رسد کے حالات کو ظاہر کرتا ہے، محور ولا کے متوازی ہے۔ اب مان لو کہ خط ط ط سابقہ شکلوں کے مثل طلب کے حالات کو ظاہر کرتا ہے، جیسے جیسے مقدار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہ خط مائل بہ نزول ہوتا جاتا ہے؛ گویا رسد کے اضافہ اور اس کے نتیجے کے طور پر فروخت پذیری کی کمی کے ساتھ قیمت گرتی جاتی

باب ۱۲ سان یا فوری مصارف کے تحت اور قیمت

ہے۔ اس طرح شے کی رسد مقدار و ب یا ب' پر معین ہو جاتی ہے۔ طلب و رسد کے خطوط نقطۂ ب' پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں: گویا مقدار و ب اور قیمت ب ب' (= سا د) ہو تو توازن قائم ہوگا۔ اگر رسد گھٹ کر و ا ہو جائے تو ممکن ہے کہ قیمت عارضی طور پر بڑھ کر ا اَ ہو جائے، اور اَ وہ نقطہ ہوگا جہاں رسد کا خط و ا طلب کے خط کو قطع کرتا ہے۔ اس گھٹی ہوئی رسد کی اختتامی فروخت پذیری بڑھ کر ا اَ ہو جائیگی: یعنی — قلیل رسد (و ا)، زیادہ قیمت پر فروخت ہوگی۔ لیکن ۱۷۱ قیمت کی یہ زیادتی، استقراری مصارف کے حالات کے تحت، رسد میں سریع اضافہ کی طرف رہبری کرے گی۔ دولت پیدا کرنے والوں کو اس کی نسبت زیادہ معاوضہ ملے گا جو کہ ان کو شے بازار میں لانے کے لیے ترغیب دینے کے لیے کافی ہوتا۔ ان میں باہم مقابلہ شروع ہوگا، جس کا نتیجہ رسد کی زیادتی ہوگی اور اس طرح قیمت میں تخفیف ہو جائے گی۔ اگر رسد میں اضافہ کر دیا جائے؛ یعنی — صرف ب تک ہی نہیں بلکہ ج تک (جس کی مجموعی مقدار و ج ہوگی) تو اس صورت میں رسد ضرورت سے زائد ہو جائے گی۔ مقدار و ج کے لیے قیمت ج جَ ہوگی؛ کیونکہ اس صورت میں طلب و رسد کے خطوط کا انقطاع جَ پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ رقم (یعنی ج جَ) مصارف سے کم ہے! — اس لیے بعض پیدا کرنے والے فوراً دست کش ہو جائیں گے، اور رسد پھر گھٹ جائے گی۔ مقدار و ب کے لیے جو قیمت ملتی ہے، وہ ٹھیک اتنی ہے جو سب کے لیے پیدائش کے کام کو نفع کے ساتھ جاری رکھنے کے لیے کافی ہے، اور اسی مقدار پر رسد معین ہوگی۔

اگر اب کسی وجہ سے طلب بڑھ جائے تو رسد میں اس طرح اضافہ ہوگا کہ قیمت پھر بھی اسی نقطے پر رہے گی۔ فرض کرو کہ فیشن میں تبدیلی ہوتی ہے، یا کوئی دوسرا سبب طلب کی بیشی کی طرف رہبری کرتا ہے؛ اس کا اظہار طلب کے خط کے بدل کر دائیں جانب کو ہٹ جانے سے ہوتا ہے۔ گویا طلب کا خط بجائے ط طَ کے ط ط ہو گیا۔ اس میں ہر انفرادی قیمت پر، پہلے جتنی اشیا اس قیمت پر طلب کی جاتی تھیں ان سے زیادہ طلب کی جائیں گی، اور کسی مقررہ رسد کی اختتامی فروخت پذیری پہلے کی نسبت اب زیادہ ہوگی۔ رسد و ب ہونے کی صورت میں، طلب کے

باب ۱۲
یکساں یا اعتزازی معارف کے تحت قدر و قیمت

ان نئے حالات کے تحت قیمت ب ب نہ ہوگی، بلکہ ب ب ط ہوگی، جو مصارف سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ سے رسد میں پھر اضافہ ہوگا، یہاں تک کہ مجموعی رسد ولا ہو جائے گی۔ اس طرح خط طلب رسد کے خط سے نقطہ د پر ملے گا، اور قیمت لاد = ب ب ہوگی؛ گویا توازن ازسرنو قائم ہو جائے گا، لیکن قیمت کے تغیر کی بنا پر نہیں، بلکہ رسد کی مقدار کے تغیر کی بنا پر۔

استقراری مصارف اور آزاد مقابلے کے حالات کے تحت، طلب یا اختتامی فروخت پذیری، قیمت کو متعین نہیں کرتی، بلکہ رسد کی مقدار کو متعین کرتی ہے۔ کوئی قریبی حالت جو قدر کو متعین کرتی ہے، وہ ہمیشہ اختتامی فروخت پذیری ہوتی ہے۔ جہاں رسد معین ہوتی ہے وہاں قیمت ہمیشہ کے لیے اختتامی فروخت پذیری سے متعین ہوتی ہے؛ لیکن جہاں مصارف استقراری ہوں اور رسد کا ملاً تغیر پذیر ہو تو قیمت اس سطح سے بہت دور نہیں ہٹ سکتی جو مصارف سے معین ہوتی ہے۔ بازار میں اتنی ہی رسد ہوگی جتنی کہ قیمت بہ لحاظ مصارف پیدائش پر فروخت کی جا سکتی ہے۔

۳۔ اس باب کے شروع میں جو مفروضات قائم کئے گئے ہیں: یعنی — استقراری مصارف، تغیر پذیر رسد، آزاد مقابلہ، وہ حقیقی معنوں میں کبھی صنعت کے واقعات کے مطابق نہیں ہوتے؛ کبھی کوئی صورت ایسی نہیں ہوتی جس میں کہ یہ شرائط صحیح طور سے مکمل اور پورے ہوں۔ بایں ہمہ صنعت کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس میں ان شرائط کی تکمیل کی طرف رجحان پایا جاتا ہے، اور جس میں استقراری مصارف کے تحت اصول قدر و قیمت عام اور وسیع واقعات کی تشریح و توجیہ کرتا ہے۔

172

سب دولت پیدا کرنے والوں کے لیے مصارف کبھی صحیح طور سے مساوی نہیں ہوتے۔ اس سے قبل ہم نے جو تشریح کی اس میں اس قسم کی مساوات فرض کی گئی ہے۔ اس واقعہ سے کہ مصارف میں عام تبدیلی کا امکان ہے، جو سب پیدا کرنے والوں کو متاثر کرے گی، استدلال کے اطلاق میں لازمی طور سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کوئی ایجاد یا اصلاح، مصارف کو سب کے حق میں کم کر سکتی ہے؛

باب ۱۲
یکساں یا متواتر معارف کے تحت قدر و قیمت

مذکورہ بالا شکل میں رسد کا افقی خط پست تر ہو سکتا ہے؛ لیکن نتیجہ محض ایک نئی سطح کا تعین و تقرر ہوگا نہ کہ کسی نئی صورت حالات کا ظہور۔ بایں ہمہ اگر معارف میں سب پیدا کرنے والوں کے لیے ایک ساتھ کمی نہ ہو، اور اگر ایک ساتھ تو ہو مگر مساوی درجہ کی کمی نہ ہو تو ہمارے سامنے ایک نیا اُصول اور ایک جداگانہ صورت پیش ہوتی ہے: یعنی — مختلف معارف کے ساتھ پیدائش۔ چنانچہ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ ایجادات معارف میں کمی کر دیتے ہیں۔ مگر تبدیلی تدریجی طریقہ سے اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے؛ مقابلہ کرنے والوں میں جو تیز طبع، ہوشیار اور بلند حوصلہ لوگ ہوتے ہیں وہ اصلاحات کو پہلے نافذ کرتے ہیں؛ دوسرے ان کی اتباع کرتے ہیں؛ اور بتدریج سب ان کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح ایک اصلاح کے سب کی جانب سے اختیار کر لیے جانے کے بعد ممکن ہے کہ دوسری اصلاح نافذ کی جائے، اور اس پر بھی اسی طریقہ سے عمل کیا جائے۔ اگر متواتر متعدد تبدیلیاں ہوں (جیسا کہ ان کے ہونے کا امکان موجودہ زمانے کی اعلیٰ درجے کی ترقی یافتہ صنعتوں میں ہے)، تو معارف کی مساوات کبھی باقی نہیں رہتی۔ بعض پیدا کرنے والے دوسروں کے مقابلے میں ہمیشہ کم معارف پر اپنی اشیا تیار کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ صنعتی میدان کے غالباً بیشتر حصے میں معارف میں مساوات کا رجحان پایا جاتا ہے۔ معارف میں اگر کوئی فرق ہوتا بھی ہے، تو وہ عارضی ہوتا ہے، مستقل نہیں ہوتا؛ نئی سطح فوراً اور یکسانیت کے ساتھ قائم ہونے کی بجائے بتدریج اور بے قاعدگی کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔

بعض مصنفوں نے حقیقی حالات اور طویل المدت رجحانات کے فرق کو سکونی حالت اور حرکی حالت کے فرق و امتیاز کے ذریعے سے بیان کیا ہے۔ سکونی حالت میں مقابلے کے پورے نتائج مکمل طور پر نمودار ہو چکتے ہیں؛ اور تاوقتیکہ تغیر کے مستقل اسباب نہ ہوں، اس قسم کی اشیا جن کا یہاں ذکر کیا گیا 'یکساں معارف کے ساتھ تیار کی جاتی ہیں؛ اور ہمیشہ ایسی قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں جو ٹھیک ان معارف کے مطابق ہوتی ہے۔ حرکی حالت میں رسد میں کثیر اضافہ اور تغیر ہوتا ہے، معارف میں اختلاف ہوتا ہے، اور قیمت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔

173

باب ۱۲ رجحانات یا مقررہ مصارف کی مطابقت قدر و قیمت

بایں ہمہ رجحان یہ ہے کہ حرکی حالت، سکونی حالت میں بدل جائے، اور تاوقتیکہ پراگندگی پیدا کرنے والے قوی بار بار نہ ظاہر ہوں حرکی حالت نہیں قائم رہ سکتی۔ اس طرح حقیقی سوال یہ نہیں ہے کہ آیا قیمت ان مصارف پیدائش سے صحیح مطابقت رکھتی ہے یا نہیں، جو سب مقابلہ کرنے والوں کے لیے یکساں ہوں؟۔ بلکہ یہ کہ آیا اس حالت سے کم و بیش قریب ہونے کا امکان ہے یا نہیں، اور سکونی حالت میں اس کے پوری طرح یکساں ہونے کا میلان ہے یا نہیں؟ یہاں اس کا اعادہ نامناسب نہ ہوگا، کہ اس قسم کا رجحان صنعتی میدان کے بیشتر حصہ میں پایا جاتا ہے: چنانچہ اس کو بالعموم سمندر سے تشبیہ دی جاتی ہے کہ اس میں ایک سطح قائم رکھنے کا میلان ہوتا ہے؛ موجوں کا مد و جزر، تلاطم اور طوفان اس کی سطح میں اختلال اور نشیب و فراز پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا حقیقی معنی میں اس پر یہ بات کبھی صادق نہیں آتی کہ ایک ہی سطح قائم رہتی ہے۔ بایں ہمہ ایک معمولی سطح ہوتی ہے، اور پانی کی حقیقی بلندی کا رجحان اسی سطح کو قائم رکھنے کی طرف ہوتا ہے؛ یا اس رجحان کی تشبیہ ہوا سے دی جاسکتی ہے کہ اس میں ایک مقررہ دباؤ قائم رکھنے کا میلان ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دباؤ (جس کی پیمائش بارپیما کے ذریعہ سے کی جاتی ہے) سطح سمندر پر ۲۹٫۹ انچ ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ دباؤ کم یا زیادہ ہوسکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے، چنانچہ بارپیما بہت کم معیاری اور معمولی عدد بتلاتا ہے۔ بایں ہمہ جو تغیرات ہوتے ہیں وہ اسی معیار کے قریب و جوار میں ہوتے ہیں، اور پھر پھر کر اصلی حالت پر عود کر آتے ہیں۔ سطح سمندر سے کسی بلندی پر بھی اسی قسم کے تغیرات ہوں گے، اور اگرچہ ان کا دائرہ مختلف ہوگا لیکن ان کا میلان کسی معمولی سطح پر عود کرنے کی جانب ہوگا۔

۴۔ تمثیل و تشریح کی غرض سے یہاں خلل پیدا کرنے والے بعض اسباب پر مختصر بحث کی جاسکتی ہے۔

سب سے بڑا عام سبب غالباً رسد میں لچک یا تغیر پذیری کا فقدان ہے۔ رسد کی مقدار میں کوئی ایسا کامل، بے باک اور سریع تغیر نہیں ہوتا، جس سے کہ رسد ٹھیک اسی مقدار کے مطابق ہو جو مصارف پیدائش کی قیمت پر فروخت

یکسان یا استواری مصارف کے تحت قدر و قیمت

ہوگی۔ حتیٰ کہ دستکاری کی صنعت کے سادہ ترین حالات میں بھی اس طرح کی تغیر پذیری نہیں ہوتی۔ جیسے جیسے کلوں اور مشینوں کا استعمال بڑھتا جاتا ہے، اور ان کو اہمیت حاصل ہوتی جاتی ہے، ویسے ویسے یہ تغیر پذیری کم ہوتی جاتی ہے، اور پیداوار میں کسی بڑی تبدیلی کے کرنے سے مصارف لاحق ہوتے اور وقت خرچ ہوتا ہے۔ گو موجودہ کلوں سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس میں کسی حد تک تغیر پذیری ہوتی ہے؛ لیکن زیادہ تغیر مشکل ہوتا ہے۔ رسد میں کوئی معتد بہ اضافہ کرنے کے معنی، نئی کلیں بنانا اور مزید کلوں کا استعمال کرنا ہیں۔ اور رسد میں کسی معتد بہ تخفیف کے معنی، بعض پرانی کلوں کا اخراج ہے۔ اس قسم کی تبدیلیاں جو ابتدائی مشاغل اصل کو نئے سر سے منظم کرنے پر مبنی ہوتی ہیں، نہ صرف بہت آہستہ اور دیر میں وقوع پذیر ہوتی ہیں، بلکہ ان پر عوام الناس کے موہوم جذبات و خیالات کا بھی اثر پڑتا ہے۔ عام لوگوں کا ساتھ دینے میں کاروباری جماعت کسی دوسرے طبقے سے پیچھے نہیں رہتی۔ جب یہ افواہ عام ہو جاتی ہے، کہ فلاں فلاں صنعت منفعت بخش ہے، تو کاروباری اشخاص کسی باقاعدہ تفتیش یا تحقیق کے بغیر اس کی جانب دوڑ پڑتے ہیں لیکن اس کے برعکس جب کسی صنعت میں معاملات بگڑ جاتے ہیں تو موجودہ کارخانوں کو باکراہ تمام بند کیا جاتا ہے۔ جب روز افزوں طلب کے آثار و علائم رونما ہوتے ہیں، تو نئے کارخانے ابتداءً بہت آہستہ آہستہ اور غور و تامل کے بعد قائم کیے جاتے ہیں؛ اور اس کے بعد جب طلب میں مزید اضافہ معلوم ہوتا ہے تو بلا تامل کثرت کے ساتھ کارخانے قائم ہونے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے موجودہ زمانے میں صنعتوں میں انقلابات و تغیرات رونما ہوتے ہیں، جن کے باعث بالعموم اکثر صنعتوں پر فوری اثر پڑتا ہے؛ اور انجام کار صنعتی کساد بازاری اور صنعتی بحران نمودار ہوتا ہے۔

174

ایسی اشیا کی قیمتیں جو طلب کی سریع تبدیلیوں کی تابع ہیں، خاص طور سے تغیر پذیر ہوتی ہیں، خواہ وہ کم و بیش استقراری مصارف کے حالات کے تحت کیوں نہ تیار کی جائیں۔ تقریباً ہر قسم کے پارچے کی قیمت پر جو لباس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، فیشن اور مروجہ وضع کا اثر پڑتا ہے۔ عورتیں جن کپڑوں کو استعمال کرتی ہیں ان کی حد تک طلب میں کثرت سے اور غیر معمولی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ایک ایسا کپڑا

باب ۱۱
اجتماعی یا انفرادی
مصارف کے بموجب
قدر و قیمت

جس کا کسی عارضی زمانہ کے لیے پہننے کا فیشن ہو عورتوں کی طلب کے مطابق سرعت کے ساتھ نہیں تیار کیا جا سکتا اور اس کے برعکس ایک کپڑے کو جس کا ایک سال قبل تک فیشن تھا، کسی قیمت پر بھی آسانی کے ساتھ فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ طلب میں جب اس قسم کی سریع اور اچانک تبدیلیاں ہوں، تو رسد کو آسانی کے ساتھ اس کے مطابق بنانے میں مشکلات پیش آتی ہیں اور مصارف پیدائش کے ساتھ قیمت کا تطابق اپنے آپ کو صرف ایک تخمینی اوسط کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔

مصارف پیدائش سے قیمت کے تطابق کا دارو مدار یقیناً پیدا کرنے والوں کے آزاد مقابلہ پر ہوتا ہے۔ جہاں تک اتحاد یا اجارہ کا تعلق ہے وہاں تک یہ تطابق رونما نہیں ہوتا۔ موجودہ صنعت کے غیر معین و پیچیدہ سوالات میں سے ایک سوال اجارہ دارانہ اتحاد کی وسعت ہے۔ یہ اتحاد اس قدر موثر ہوتا ہے کہ اس میں قیمت تقریباً تخمینی مصارف پیدائش کی بنا پر بھی کبھی متعین نہیں ہوتی۔ پیدائش بر پیمانہ کبیر کا رجحان انفرادی مقابلہ کرنے والوں کی تعداد کو محدود کرنا، اور اجارہ کے حالات پیدا کرنا یا ان میں سہولتیں بہم پہنچانا ہے۔ لیکن اس سمت میں جو تبدیلی ہوئی ہے (چنانچہ گزشتہ نصف صدی میں یہ تبدیلی بہت نمایاں رہی ہے) وہ اتنی وسیع نہیں ہوئی ہے کہ اس کی بنا پر بجز صنعتوں کے ایک محدود دائرے کے مقابلہ و مسابقت کا کلیتہً استیصال ہو گیا ہو[1]۔ معاشی میدان کے اکثر و بیشتر حصے میں مقابلہ کا وجود اب تک پایا جاتا ہے، گو وہ اکثر مقامات پر بے قاعدہ اور غیر منظم حالت میں ہے، اور اب بھی اشیا کی قیمتوں میں ان کے مصارف پیدائش سے تطابق قائم ہونے کا رجحان موجود ہے۔

175

بعض اوقات آزاد مقابلہ کے عمل میں ایک اہم رکاوٹ، رسم و رواج اور شہرت و نیک نامی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی صورتیں نشان تجارت لگی ہوئی اور پیٹنٹ اشیا ہیں۔ جہاں پیدا کرنے والوں اور صارفوں کے مابین درمیانی اشخاص کے ایک طویل سلسلے سے افتراق اور دوری پیدا ہو جاتی ہے، وہاں صارف متوقع رہتے

---

[1] دیکھو باب ۴ اور باب ۶۵۔

باب ۱۲
یکساں یا ناپیدار مصارف کے تحت قدر و قیمت

ہیں کہ کوئی خارجی یا نمایاں علامت ایسی قائم کی جائے، جس کی بنا پر وہ پیدائش دولت کرنے والے مختلف حریفوں کی اشیا میں امتیاز کرکے ایک کا انتخاب کرسکیں۔ اسی لیے کاروبار میں اشتہار کا بہت بڑا اور اہم حصہ ہے۔ کاروباری حلقوں میں عام طور سے یہ کہاوت مشہور ہے کہ کسی عمدہ شے کا اشتہار دینے سے نفع ہوتا ہے۔ اشتہار سے یقیناً نفع ہوتا ہے، اور بعض اوقات کثیر منافع وصول ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی کسی خاص پیٹنٹ شے کو مشتہر کرکے اکثر لوگوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دیتا ہے، وہ اپنے سب مقابلہ کرنے والوں کی نسبت، زیادہ قیمت پر، یا زیادہ مقدار میں، اور بہت زیادہ استقلال کے ساتھ، اپنا مال فروخت کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کا فائدہ محض اتفاقیہ طور پر حاصل نہیں ہوتا؛ بلکہ ہوشیاری، صبر، استقلال و انتظار کی بدولت وہ بتدریج حاصل ہوتا ہے۔ نشان تجارت کی منفعت بخشی کا سبب ابتداءً کسی فرد کی کاروباری قابلیت ہوتا ہے؛ چنانچہ اس مسئلے کی مزید توضیح اس مقام پر کی جائے گی جب ہم کاروباری اشخاص کے انفرادی منافع کے وجوہ اور ان کے تغیرات پر بحث کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقابلہ اور مصارف کا کل مسئلہ ایک اساسی مسئلہ ہے، جو معاشیات کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ چنانچہ یہ نہایت ضروری ہے کہ اس بحث کے دوران میں اس کے تمام پہلوؤں پر یکے بعد دیگرے روشنی ڈالی جائے۔

جہاں پیدائش بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے، قیمت کا خفیف فرق، یا قیمت کی خفیف سی تبدیلی، منافع میں بہت بڑا اضافہ یا تخفیف کرسکتی ہے: چنانچہ ریلوے کے کاروبار میں، اگر حمل و نقل کا کرایہ فی میل فی ٹن $\frac{1}{10}$ سینٹ بھی بڑھا دیا جائے، تو اس کے معنی یہ ہوسکتے ہیں، کہ اس قلیل سے اضافہ سے لاکھوں ڈالر زائد آمدنی حاصل ہو۔ شکر صاف کرنے کے کارخانے میں، اگر صاف شدہ شکر پر فی پاونڈ $\frac{1}{10}$ سینٹ کا اضافہ کیا جائے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر پہلے کم اور متوسط درجہ کا منافع حاصل ہوتا تھا تو اب زیادہ اور معقول منافع حاصل ہوگا۔ اس طرح جو چیز قیمت کے فرق کے بارے میں صادق آتی ہے، یقیناً مصارف کے فرق کے بارے میں بھی صادق آئے گی۔ جو شخص پیداوار کی فی اکائی کے حساب سے مصارف میں $\frac{1}{10}$ یا $\frac{1}{20}$ سینٹ کی کمی کرلیتا ہے، وہ بہت جلد مال دار ہوسکتا ہے۔ بڑی بڑی تجارتی انجمنیں، جن کے

باب ۱۲
یکساں یا استقراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کثیر مقدار میں منافع کماتی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت ہی قلیل فرق سے منافع کماتی ہیں۔ یوں تو قیمت، مصارف سے صرف بقدر ایک کسر ہی زیادہ ہوتی ہے؛ لیکن بحیثیت مجموعی جملہ مصارف اور جملہ قیمت کا فرق کثیر منافع کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔

176

ایسی عام استعمال میں آنے والی اشیا، جو ہر سال تقریباً یکساں مقدار میں استعمال ہوتی ہیں، ایسی قیمتوں پر فروخت کی جاتی ہیں، جو نہایت عجیب و غریب طریقہ سے استقراری، (یا یکساں) مصارف کے قریب قریب ہوتی ہیں: چنانچہ آٹا، معمولی قسم کا سوتی پارچہ، اور جوتوں کا یہی حال ہے؛ یہاں سینٹ کے کسور کی بنا پر کاروبار ہوتا ہے۔ اگر مصارف میں ایک کسرِی اکائی کی زیادتی ہو جائے تو نقصان اور ایک کسر کی کمی ہو تو نفع ہوتا ہے۔ ایک قابل کاروباری منتظم، جو ہر قسم کی اصلاحات کو سرعت کے ساتھ نافذ کر سکتا ہے، اپنی اشیا کو ایسے مصارف سے تیار کرلیگا جو اس کے حریفوں کے مصارف سے کچھ ہی کم ہوں گے، یا کسی خاص قسم کے کپڑے یا کسی خاص قسم و وضع کے جوتے کو نہایت وسیع پیمانے پر مشتہر کرنے میں کامیابی حاصل کرنے کی صورت میں ایسی قیمت وصول کر سکے گا جو دوسرے مقابلہ کرنے والوں کی قیمت سے کچھ ہی زیادہ ہوگی۔ ان دونوں صورتوں میں اس کاروباری شخص کا پلہ اس کے حریف کے مقابلے میں ایک خفیف حد تک بھاری ہوتا ہے، اور وہ بحیثیت مجموعی کثیر منافع حاصل کرتا ہے۔ دوسری اشیا عام طور سے منافع کی اعلیٰ شرح سے فروخت کی جاتی ہیں: یعنی ـــ ان اشیا کے مصارف پیدائش اور قیمت فروخت میں وسیع فرق ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی پیدائش میں، نفع کی متوقعہ شرحوں کے مقابلہ میں خطرات زیادہ ہوتے ہیں؛ ان کی فروخت میں نسبتہً زیادہ بے قاعدگی ہوتی ہے؛ اور ممکنہ نقصانات کو متوازن کرنا پڑتا ہے۔

جب یہ اصول قرار دیا جاتا ہے، کہ قیمت، مصارف پیدائش سے متعین ہوتی ہے، تو ان سب امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اور اس کا اعادہ کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ اصول صرف اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ایک رجحان کو بیان کرتا ہے، کہ ایک سکونی حالت میں کیا کیا واقع ہونا اغلب ہے۔

باب سیزدہم

قدر اور تغیر پذیر مصارف۔ تقلیل حاصل

(۱) توازن قدر، اختتامی فروخت پذیری اور اختتامی مصارف کے توازن سے پیدا ہوتا ہے! قینچی کی تشبیہ۔ (۲) مصارف کے مستقل تغیرات عارضی تغیرات کے مقابلے میں طویل المعیاد قدر پر مختلف طریقے سے اثر ڈالتے ہیں۔ (۳) تقلیل حاصل۔ (۴) مستقل تغیرات یا تقلیل حاصل زیادہ تر استخراجی صنعتوں میں نمودار ہوتی ہے۔

177

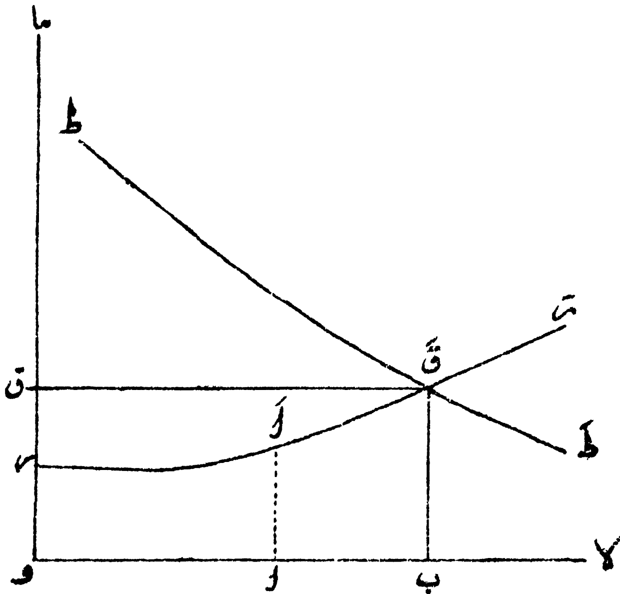
۱۔ اب فرض کرو کہ متعدد پیدا کرنے والوں کے لیئے، جو بازار میں کسی شے کو لانے کی غرض سے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں، یکساں سہولتیں نہیں ہیں؛ اور یہ کہ ان میں سے بعض کے لیے، دوسروں کی نسبت، مصارف پیدائش زیادہ پڑتے ہیں! سردست ہمیں اس سوال سے کوئی بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کہ یہ فرق و اختلاف کیوں ہے؟ یہ مان لو کہ ایسے اختلافات موجود ہیں، اور اس کے بعد یہ غور کرنا چاہیئے کہ ان کے نتائج کیا ہیں۔

شکل (۶) کے ذریعہ سے صورت حال کی توضیح کی گئی ہے:۔ اس شکل میں طلب کے حالات نزولی خط ط ظ سے ظاہر کئے گئے ہیں؛ رسد کے حالات صعودی خط س س سے ظاہر کئے گئے ہیں؛ افقی محور و لا سے خط س س تک جو تغیر پذیر فاصلے ہیں، ان سے رسد کے مختلف اقساط کے تغیر پذیر مصارف کی پیمائش ہوتی ہے۔ بعض پیدا کرنے والے جن کو عمل پیدائش میں بہ نسبت دوسروں کے

178

باب ۱۳ قدر اور تغیر پذیر مصارف۔ تقلیل حاصل

زیادہ سہولتیں ہیں، ان اشیا کو بازار میں مقابلۃً کم مصارف یعنی و سا پر پیش کر سکتے ہیں۔



شکل (۶)

بہت اغلب ہے کہ کچھ عرصہ تک کچھ مقدار اس طرح یکساں مصارف کے ساتھ تیار کی جائے! اگر طلب کے حالات ایسے ہوں کہ ان کی بنا پر صرف یہی قلیل مقدار یکساں مصارف کی قیمت پر طلب کی جائے: یعنی — اگر طلب کا خط رسد کے منحنی کو نقطہ سا کے قریب منقطع کرے، تو معمولی قیمت اس صورت میں و سا ہوگی۔ اس حد تک صورت حالات اس صورت کے مشابہ ہوگی، جس پر گزشتہ باب میں ہم بحث کر چکے ہیں؛ لیکن اب طلب کے حالات، جیسا کہ خط ط ط سے ظاہر ہوتا ہے، ایسے ہیں کہ قیمت و سا ملنے کی شکل میں جتنی اشیا تیار کی جا سکتی ہیں، ان سے زیادہ اشیا اس قیمت پر مطلوب ہیں؛ نتیجہ یہ کہ بازار کی رسد میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن جب رسد میں اضافہ عمل میں آتا ہے، تو زائد اقساط کی تیاری مصارف و سا کے حساب سے نہیں ہوتی: مثلاً — اگر مقدار و ا تیار کی جائے تو آخری قسط کے مصارف بڑھ کر ا ر ہو جائیں گے۔ اگر اس سے زائد مقدار تیار کی جائے تو

باب ۱۰
قدر اور مزید مصارف تقلیل حاصل

مصارف میں مزید اضافہ ہوتا ہے؛ جیسا کہ اَ سے قَ تک رسد کے منحنی کے صعود سے ظاہر ہوتا ہے۔ انجام کار نقطہ قَ پر رسد کا منحنی، طلب کے منحنی سے آملتا ہے۔ ب قَ (= و ق) قیمت پر و ب مقدار فروخت کی جا سکتی ہے: گویا یہاں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ مطلوبہ مقدار فراہم کردہ مقدار کے مساوی ہوتی ہے، اور قیمت ب قَ قرار پاتی ہے۔

اب کل رسد قیمت و ق (= ب قَ) پر فروخت کی جائے گی، اور اس کل کی فروخت کی قدر، یعنی، مقدار مضروب بہ قیمت، مستطیل و ق قَ ب سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو پیدا کرنے والے زیادہ خوش نصیب ہیں وہ اس سے کم قیمت پر بھی اپنا مال فروخت کر کے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں: یعنی اگر قیمت و س یا لَ اُ بھی ہو جائے تو ان کو اپنی اشیا بازار میں لانے میں نقصان نہ ہوگا۔ لیکن مجموعی مقدار جو متوازنہ قیمت پر طلب کو پورا کرے گی اس وقت تک فراہم نہیں ہو سکتی، جب تک کہ کم خوش قسمت پیدا کرنے والے اپنا حصہ اس میں شریک نہ کریں؛ اور یہ اس وقت تک شریک نہ ہوں گے، جب تک کہ انھیں مصارف کی اعلیٰ قیمت ب قَ وصول نہ ہو؛ اس قیمت پر کل رسد فروخت کر دی جائے گی۔ وہ پیدا کرنے والے، جن کو زیادہ سہولتیں حاصل ہیں، ایسی قیمت وصول کریں گے جو ان کے حریفوں کو (جنھیں بہت کم سہولتیں حاصل ہیں) رسد کی بہم رسانی میں شریک ہونے کی ترغیب دینے کے لیے ضروری ہو۔　　179

نقطہ ب تک جو پیدا کرنے والے پیدائش میں حصہ لے رہے ہوں، اور جن کے مصارف پیدائش ب قَ ہوں، انھیں ہم "اختتامی پیدا کنندے" کہہ سکتے ہیں۔ ان کے مصارف کی قیمت بھی شے کی اختتامی فروخت پذیری کا پیمانہ ہے۔ اس طرح اختتامی مصارف اور اختتامی فروخت پذیری میں تطابق ہوتا ہے، اور جس وقت ان میں تطابق ہوتا ہے، تو توازن قائم ہو جاتا ہے۔ اگر فراہم کردہ مقدار ب سے متجاوز ہو جائے، اور لا کی جانب بڑھے تو اختتامی فروخت پذیری گھٹ جائے گی، اور اختتامی مصارف بڑھ جائیں گے۔ نقطہ ب سے آگے رسد میں بہت زیادہ عرصہ تک اضافہ نہیں کیا جا سکتا؛ اس لیے کہ اس صورت

باب ۱۴
قدر اور تغیر پذیر مصارف — تقلیل حاصل

میں پیدا کرنے والوں کو مصارف سے کم قیمت ملے گی۔ جس وقت تک طلب و رسد کے حالات اسی طرح قائم رہیں، جس طرح کہ خط ط ط اسا سا سے ظاہر ہوتے ہیں، اس وقت تک قیمت مقدار ب ق پر برقرار رہے گی۔

گزشتہ بابوں میں رسد و طلب اور قدر کے تعلق کی جن صورتوں سے بحث کی گئی، ان کے مقابلہ میں یہاں رسد و طلب اور قدر کے تعلقات کسی قدر مختلف ہیں۔ جہاں کسی شے کی رسد معین ہو (مثلاً وہ صورت جس پر باب (۱۰) میں بحث کی گئی ہے) وہاں اس شے کی قدر، طلب کے حالات کی بنا پر یعنی — اس رسد کی اختتامی فروخت پذیری کی بنا پر، متعین ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جہاں کسی شے کی آزادانہ پیدائش کے مصارف یکساں ہوں (اس صورت پر باب (۱۲) میں بحث کی گئی ہے)، وہاں اس شے کی قدر رسد کے حالات کی بنا پر، یعنی — مصارف کے ذریعے سے، متعین ہوتی ہے۔ اس صورت میں طلب، انجام کار صرف اس مقدار کا تعین کرتی ہے جو بازار میں پیش کی جائے گی۔ لیکن اس صورت میں جو اس وقت زیر بحث ہے، رسد و طلب دونوں کے حالات قیمت کے تعین پر مستقل اثر ڈالتے ہیں۔ جب مقدار میں تبدیلی ہوتی ہے تو نہ صرف اختتامی فروخت پذیری میں تغیر ہوتا ہے، بلکہ اختتامی مصارف میں بھی تغیر ہوتا ہے۔ طلب کے گھٹنے سے نہ صرف بازار کی رسد میں کمی ہوگی، بلکہ اختتامی مصارف بھی گھٹ جائینگے۔ اس کے برعکس طلب کا اضافہ نہ صرف بازار کی رسد میں اضافہ کا باعث ہوگا! بلکہ معمولی قیمت کو بھی بڑھا دے گا! اس لیے کہ زائد مقدار جو تیار کی جائے گی اس کے مصارف بھی زیادہ ہو جائیں گے۔ اس لحاظ سے طلب و رسد، یعنی — اختتامی پروخت پذیری، اور اختتامی مصارف، باہمدیگر معمولی قیمت کا تعین کرتے ہیں۔

پروفیسر مارشل جنھوں نے عام نظریہ قدر کو سب علمائے معاشیات سے بہتر طریقہ پر پیش کیا ہے، جدت سے کام لے کر رسد و طلب کے اثر کا مقابلہ و موازنہ مقراض کے دو پھلوں کے عمل سے کرتے ہیں: اگر مقراض کا ایک پھل غیر متحرک اور دوسرا متحرک رہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرا پھل کترنے کا فعل انجام دے رہا ہے! بایں ہمہ دہ پھل اس وقت تک یہ فعل انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ پہلا پھل اپنی جگہ پر

باب ۱۳ قدر اور تغیر پذیر مصارف تعلیل حاصل

موجود نہ ہو۔ اسی طرح جب رسد معین ہوتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں، کہ طلب، قیمت کا تعین و تقرر کرتی ہے۔ بایں ہمہ وہ یہ فعل صرف اس وجہ سے انجام دے سکتی ہے کہ اس شے کی رسد موجود ہے اور اس رسد میں کوئی تغیر نہیں ہو رہا ہے۔ جب اشیا استقراری مصارف کے تحت تیار کی جاتی ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصارف قیمت کا تعین و تقرر کرتے ہیں؛ لیکن مصارف یہ فعل اس وجہ سے انجام دے سکتے ہیں کہ اس شے کی طلب موجود ہے؛ اور رسد مستعدی کے ساتھ اس مقدار کے مطابق منظم ہو جاتی ہے، جو کہ مصارف کے مساوی قیمت پر طلب کی جائے گی۔ اگر مصارف میں اس طریقے سے تبدیلی ہو جس طرح کہ موجودہ باب میں بحث کی جا رہی ہے تو رسد و طلب، یعنی — مصارف اور فروخت پذیری، قیمت پر باہم مل کر اثر ڈالتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا قینچی کے دونوں پھل عامل اور متحرک ہیں۔ قدر کے مختلف مظاہر کی تحلیل (اعلیٰ درجہ کے ترقی یافتہ تقسیم عمل اور اس کے نتیجے کے طور پر مبادلے کے حالات کے تحت)، رسد و طلب کے باہمی عمل و اثر سے کی جا سکتی ہے؛ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کوئی ایک آزادانہ طور سے دوسرے کے تعامل کے بغیر قدر کا تعین کرتی ہے۔

۲۔ پیدا کرنے والوں کی سہولتوں کے مابین جو فروق و اختلافات ہوتے ہیں، ان کا باعث مستقل یا عارضی اسباب ہو سکتے ہیں، یہ اسباب جیسے جیسے مستقل یا عارضی حیثیت رکھتے ہیں اس کے مطابق وہ نظریۂ قدر کے لیے اور بنی نوع انسان کی خوش حالی کے لیے مختلف اہمیت رکھتے ہیں۔

عارضی قسم کے اختلافات بہت عام ہوتے ہیں، وہ اس قدر عام ہوتے ہیں کہ ایک لحاظ سے انھیں عالمگیر کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا، موجودہ زمانے کی قوموں میں ایسا کبھی نہیں ہوتا، کہ کسی صنعت میں جو لوگ کام کر رہے ہوں، وہ سب کے سب اپنا کاروبار ایک ہی طریقہ سے انجام دے رہے ہوں۔ بعض لوگوں کے پاس دوسروں کی نسبت بڑھیا اور اعلیٰ درجہ کی کلیں ہوتی ہیں، وہ اعلیٰ درجہ کا انتظام کر سکتے ہیں، ان کے کارخانوں کا محل وقوع بھی نسبتہً زیادہ موزوں ہوتا ہے، وہ اپنی اشیا کو دوسروں کے مقابلہ میں بازار میں بہت کم مصارف کے ساتھ

پائدار
تفاوت پذیر
مصارف
تقلیل عامل

لا سکتے ہیں، اور دوسروں کے مماثل قیمت پر فروخت کر کے ان سے زیادہ نفع کما سکتے ہیں۔

لیکن یہ اختلافات، اگر ان کے اسباب مستقل نہ ہوں، ہمیشہ رفع ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص کے پاس دوسرے کی نسبت بہتر اور عمدہ کلیں موجود ہوں، اور اگر دوسرے کے لیے اسی قسم کی عمدہ کلیں مہیا کرنے کی راہ میں کوئی مستقل رکاوٹیں نہ ہوں تو وہ بھی جلد یا دیر سے اول الذکر کی طرح بہتر کلیں نصب کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو ممکن ہے کہ مسابقت کی زد میں آ کر اس کو بازار سے کنارہ کش ہونا پڑے؛ اس لیے کہ دوسرے مدمقابل پیدائش کے زیادہ موثر طریقے اختیار کریں گے، اور زیادہ اشیا تیار کر کے بازار میں بھیجیں گے، اور اس قابل ہو جائیں گے، کہ اس شخص کی نسبت کم قیمت پر اپنا مال فروخت کریں، اور معقول منافع سمیٹ لیں۔ جہاں ارزاں طریقہ ہائے پیدائش سب کے لیے کھلے ہوئے ہوں، وہاں یہ امر یقینی ہے کہ ان طریقوں کو سب لوگ جلدی یا دیر سے اختیار کر لیں گے۔

181

ہم نے 'جلدی یا دیر سے' اس لیے کہا کہ اس عمل میں وقت صرف ہوتا ہے، خاص کر اس صورت میں جبکہ صنعت و فنون میں بہت سریع تبدیلیاں ہو رہی ہوں۔ تہذیب یافتہ دنیا نسل ہا نسل سے ایک حرکی حالت میں رہی ہے۔ اختلافات کے اسباب ہمیشہ ظاہر ہوتے اور غائب ہو کر از سر نو ظاہر ہوتے رہے ہیں، کسی ایک مقررہ وقت میں عام حالات یکساں مصارف کے نہیں ہوتے بلکہ مصارف میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

لیکن، ان حالات میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قدر اختتامی مصارف پیدائش سے متعین ہوتی ہے۔ قدر ہمیشہ تقریباً رسد کی اختتامی فروخت پذیری سے متعین ہوتی ہے۔ اگر مجموعی رسد لی جائے جو بازار میں آتی ہے، خواہ فوری ایک ساتھ یا تدریجی اقساط میں، تو اس کی قیمت ایسی ہوگی کہ کل مقدار فروخت ہو جائے گی؛ خواہ یہ قیمت اختتامی پیدا کرنے والے کے مصارف کے مساوی ہو یا نہ ہو۔ طلب کے تغیرات اور معمولی حالات میں بدنظمی و پراگندگی پیدا کرنے والے دوسرے متعدد اسباب جن کا پچھلے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے، موسمی قیمت کا تعین کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ موسمی قیمت اختتامی

باب ۱۴۔ قدر اور تغیر پذیر مصارف: تفصیل حال

پیدا کرنے والے کو مالدار اور خوش حال بنا دے یا اس کا دوالہ نکال دے۔ اگر وہ متمول بن جائے، تو تحت اختتامی پیدا کرنے والے جو اس کے حریف ہیں، اس سے زیادہ متمول بن جاتے ہیں، اور انھیں اپنے کاروبار کو وسیع کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اگر اس کا دوالہ نکل جائے تو بھی ان کے لیے کاروبار جاری رکھنا ممکن ہوگا۔ نتیجہ یہ کہ بتدریج اس کا وجود معدوم ہو جاتا ہے؛ اور اس کے حریف جو اس سے بہتر حالت میں ہیں، اور زیادہ ساز و سامان رکھتے ہیں، اس کا استیصال کر کے اس کی جگہ خود لے لیتے ہیں۔ نیز مرور زمانہ کے ساتھ ان کے مصارف پیدائش ہی رسد پر اثر ڈالتے ہیں، اور اس طرح قیمت کو متاثر کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، اگر عارضی اور موسمی تغیرات سے قطع نظر کر لیا جائے، تو یکساں مصارف کا اصول، اس صورت میں کہ جہاں حریف پیدا کرنے والوں کے مابین غیر مستقل اختلافات ہوں، انجام کار قدر کو منظم و متعین کرتا ہے۔ اس صورت میں 'طویل المدت قیمت' کا تعین و تقرر (جو 'بازاری قیمت' سے ممیز اور جدا گانہ چیز ہے) بہتر صلاحیت رکھنے والے اور بہتر ساز و سامان رکھنے والے پیدا کرنے والوں کے مصارف سے ہوتا ہے، نہ کہ اختتامی پیدا کرنے والے کے مصارف سے[1]۔

جب متعدد پیدا کرنے والوں کے مختلف مصارف کی تہ میں مستقل اسباب مضمر ہوتے ہیں، تو نتیجہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ اس صورت میں موسمی یا طویل المدت قیمت کا تعین و تقرر اختتامی پیدا کرنے والے کے مصارف سے ہوتا ہے۔ جس نقطے کے اطراف تغیرات واقع ہوتے ہیں، اور جس پر قیمت مرتکز ہوتی ہے، وہ مصارف ہیں جو کہ سب سے کم فائدہ اور سہولت رکھنے والے پیدا کرنے والے کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اس پیدا کرنے والے کے وجود کے بغیر مجموعی رسد کو بڑھا کر اس مقام تک نہیں پہنچایا جا سکتا، جہاں معمولی رسد و طلب کا توازن ہوتا ہے۔ اگر زیادہ سہولت رکھنے والے پیدا کنندے بازار میں غیر محدود رسد پیش کر سکیں، اور یکساں مصارف کے ساتھ خوش قسمتی سے اس رسد کو تیار کر سکیں تو

182

[1] اس کا مقابلہ کرو باب ۱۰ فصل ۱ و ۲ کے بیان سے۔

باب ۱۳
قدر اور تغیر پذیر مصارف تقلیل حاصل

اختتامی پیدا کرنے والے کو وہ میدان سے مار بھگائیں گے، اور یکساں مصارف کے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ رسد کے حدود موجود ہیں؛ اس لیے یہ ضروری ہے کہ رسد کو قائم رکھنے کے لیے اختتامی پیدائش کرنے والا موجود رہے، اور انجام کار ایک ایسی قیمت کا مقرر ہونا بھی ضروری ہے، جس کی بنا پر وہ اشیا کی سربراہی میں شرکت کرنے میں اپنا فائدہ محسوس کرے۔ اس طرح قدر ان مصارف سے متعین ہوتی ہے جو اختتامی پیدا کرنے والے کو برداشت کرنے پڑتے ہیں؛ لیکن مصارف کی تغیر پذیر سطح میں اس پیدا کرنے والے کے مصارف کی سطح کیا ہوگی اس کا دارومدار طلب کے حالات پر ہے۔

۳۔ ہم بجائے 'تغیر پذیر مصارف' یا 'تختیری مصارف' کہنے کے 'تقلیل حاصل' کہہ سکتے ہیں۔ تختیر مصارف، و تقلیل حاصل، ایک ہی رجحان کے مختلف پہلو ہیں۔ شکل پر دوبارہ غور کرنے سے ہمیں معلوم ہو سکتا ہے، کہ اختتامی پیدا کرنے والے کو جو نقطۂ ب پر اشیا تیار کر رہا ہے، محض اسی رسد میں اضافہ کرنے کے لیے ان پیدا کرنے والوں سے زیادہ مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں جو ل اور و پر ہیں۔ جیسے جیسے بازار میں پیش کردہ مقدار محور و لا پر بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے زائد اقساط کے مصارف میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مصارف کے ہر اضافے کے تناسب سے رسد میں کم اضافہ ہوتا ہے، اور اسی رجحان کو تقلیل حاصل کہا جاتا ہے۔

خواہ ہم یہ کہیں، کہ تقلیل حاصل کے رجحان کا تجربہ خود تحت اختتامی پیدا کرنے والوں کو ہوتا ہے، یا یہ کہیں، کہ ان پیدا کرنے والوں کو اس کا تجربہ ہوتا ہے جن کو ہم نے اختتامی خیال کیا؛ —— اس کا نفس معاملہ پر اثر نہیں پڑتا۔ تاوقتیکہ اول الذکر طبقے کو اس کا تجربہ نہ ہو، وہ خاص صورت حالات جس پر اس باب میں بحث کی جا چکی ہے، یعنی —— ایسی صورت حالات جس میں مستقل اسباب کی بنا پر مصارف میں تغیرات واقع ہوتے ہیں، وجود میں نہیں آسکتی۔ وہ اشخاص جو موافق حالات رکھتے ہیں، انھیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جونہی وہ رسد میں اضافہ کرنے کے لیے انفرادی طور پر کوشش کرتے ہیں، انھیں وہی

باب ۱۳ قدر اور تغیر شدہ مصارف تقلیل حاصل 183

تقلیل مصارف برداشت نہیں کرنے پڑتے جو کہ ابتدائی اقساط کی تیاری میں برداشت کرنے پڑے تھے؛ انھیں اب تقلیل حاصل کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یا یہی وقت دوسرے اشخاص کو جو شروع ہی سے کم سہولتیں رکھتے ہیں، اور جو رسد میں اضافہ کرتے ہیں، محسوس ہو سکتی ہے۔ ہر صورت میں رسد کے اضافہ کے ساتھ مصارف میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے قیمت ایسی ہونا ضروری ہے کہ اعلیٰ مصارف قابل برداشت ہوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معمولی قیمت آخری اضافہ کے مصارف پیدائش کے نقطہ پر مقرر ہوتی ہے؛ چنانچہ یہ کہنے کے مقابلے میں کہ اختتامی پیدا کرنے والا طویل المدت قیمت کو متعین کرتا ہے اختتامی پیداوار یا اختتامی اضافہ کی اصطلاح استعمال کرنا زیادہ صحیح ہوگا۔

گو ہم نے 'مصارف' کی اصطلاح اسی سلسلۂ ابواب میں اصل دار کے اخراجات یا لاگتوں کے معنی میں استعمال کی، اور تغیر پذیر مصارف کی اصطلاح سے بھی ان ہی اخراجات یا لاگت کی زیادتی مراد لی؛ لیکن مصارف کے اس اضافہ کا سبب عام طور سے دوسرے مفہوم میں مصارف کا اضافہ ہے: یعنی — مصارف بحوالہ محنت، مشقت، ایثار، یا ناقابلیت کار[1]۔ جب کسی شئے کی زائد رسد تیار کرنے میں اصل دار کو بحساب فی اکائی مستقلاً زیادہ مصارف پڑتے ہیں، تو اس نتیجہ کا سبب عام طور سے یہ واقعہ ہے کہ زائد محنت یا اصل کی زائد مقدار درکار ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوگا کہ اخراجات پیدائش اور مصارف پیدائش (یعنے محنت و ایثار) کے مابین جو فرق و امتیاز ہے، وہ اگرچہ بعض سوالات کی حد تک بہت اہمیت رکھتا ہے؛ تاہم یہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جہاں رسد کے یکے بعد دیگرے آنے والے اضافوں کے لیے اخراجات میں مستقلاً اضافہ ہوتا ہے، یعنی — اخراجات کے تناسب سے حاصل گھٹتا جاتا ہے، وہاں تقلیل حاصل اس معنی میں ہوتی ہے کہ — محنت کی مقررہ مقدار کی پیداوار بتدریج گھٹتی جاتی ہے۔ نظریۂ قدر کا وہ حصہ جو اس باب میں زیر بحث ہے، ہمارے زمانے اور

[1] دیکھو باب ۱۲ فصل (۱)۔

باب ۱۳۔ قدر، اور قیمت پیدائش مصارف۔ تقلیل حاصل

ہماری دنیا کے بعض ناقابل تغیر حالات پر مبنی ہے، یعنی — اس واقعہ پر کہ بعض حالات میں فطرت، محنت کو زیادہ فائدہ اور بعض حالات میں کم فائدہ کے ساتھ استعمال کرنے کے مواقع بہم پہنچاتی ہے؛ اور یہ کہ سب سے زیادہ سہولت رکھنے والے اور عمدہ خطے پر بھی محنت کو مسلسل استعمال کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیر سے یا جلدی تقلیل حاصل کا رجحان رونما ہوتا ہے۔

۴۔ کن حالات میں اور صنعتوں کے کتنے وسیع دائرے میں مصارف تغیر پذیر ہوتے ہیں، یا حاصل تقلیل پذیر ہوتا ہے؟ عام طور سے مصارف کے فرق اخراجی صنعتوں یعنی — زراعت، معدنیات اور جنگلات میں مستقل ہوتے ہیں۔

زراعت میں عمدہ اور زرخیز زمین پر کم محنت سے جتنی پیداوار حاصل ہوتی ہے، وہ اتنی ہی محنت سے کم زرخیز زمین سے حاصل کی ہوئی پیداوار کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ امریکا میں ضلع الی نائے[1] کے لانبی گھاس کے میدان نیو انگلینڈ کے پتھریلے میدانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ زرخیز ہیں۔ روس کی سیاہ زمین برانڈن برگ کی ریتیلی زمین سے بہت زیادہ زرخیز ہے۔ زرخیزی پر نہ صرف آب و ہوا کی خصوصیات، مثلاً — تیز دھوپ، برف باری، اور موسموں کی طوالت کا اثر پڑتا ہے؛ بلکہ زمین کی کیمیائی ساخت اور طبعی ترکیب کا بھی اثر پڑتا ہے۔ ان عاملین اور ان کے اثرات کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کریں گے؛ سردست اس بدیہی واقعہ پر زور دینا کافی ہوگا، کہ زرخیزی میں اختلافات — ومدارج پائے جاتے ہیں[2]۔

یہی نہیں کہ صرف اس قسم کے اختلافات موجود ہیں، بلکہ یہ بھی کہ زمین کے ہر خطہ پر تقلیل حاصل کا قطعی رجحان پایا جاتا ہے۔ ایک بہترین خطہ سے جتنی پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے، وہ محدود و معین ہوتی ہے؛ اور اس زمین سے بہترین حالات کے تحت جو مقدار حاصل کی جاسکتی ہے وہ محدود و معین ہوتی ہے کسی مقررہ خطہ زمین

184

[1] Illinois

[2] دیکھو باب ۴۲۔

باب ۱۳ قدر اور تقلیل پذیر مصارف تقلیل حاصل

پر زیادہ محنت اور زیادہ اصل لگانے سے عام طور سے یہ ممکن ہے کہ پیداوار میں اضافہ ہو، لیکن یہ ممکن نہیں کہ محنت و اصل کے اضافہ کے تناسب سے پیداوار بھی حاصل ہو۔ اس لحاظ سے نہ صرف مختلف زمینوں میں مستقل اختلافات پائے جاتے ہیں، بلکہ ایک ہی زمین پر یکے بعد دیگرے جو اصل و محنت استعمال کی جاتی ہے، ان میں اختلافات ہوتے ہیں۔ زرعی پیدائش، اصولِ قدر کا ٹھیک وہی اطلاق پیش کرتی ہے جس پر کہ ہم اب غور کر رہے ہیں۔

اسی کے مماثل جنگلات کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اسی قسم کے بدیہی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بعض جنگلات دوسرے جنگلات کی نسبت اچھے ہوتے ہیں، لکڑی کی نوعیت، اور جسامت، جنگلات کی عمدگی میں جتنا حصہ رکھتی ہے، موقع محل کی خوبی اور بازار کے قرب کی سہولت اس سے کچھ کم حصہ نہیں رکھتی؛ — تاہم ہر قسم کی سہولت اپنا اثر رکھتی ہے اور اس کو شمار کرنا پڑتا ہے۔ معدنیات بھی اسی کے مماثل قسم کے اختلافات پیش کرتے ہیں؛ معدنیات پر بازار کے قرب اور ذاتی پیدا آوری دونوں کا اثر پڑتا ہے۔ جنگلات اور معدنیات دونوں میں صنعتی خواص موجود ہیں، خاص کر ان کی ترقی یافتہ شکل میں، جو انھوں نے موجودہ زمانے میں حاصل کی ہے؛ لیکن دونوں کی حد تک تغیر پذیر مصارف اور تقلیل حاصل کے عام حالات صادق آتے ہیں۔

مصنوعات تیار کرنے والی صنعتیں، استخراجی صنعتوں سے حاصل کردہ اشیائے خام کی صورت و شکل میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔ لہٰذا اول الذکر میں تقلیل حاصل کے اصول کا پورے طور پر اطلاق نہیں ہوتا۔ اگرچہ حریف پیدا کرنے والوں کے مابین مصارف کے اختلافات بالعموم تغیری یا عرضی نوعیت رکھتے ہیں؛ لیکن بعض اوقات ان کے اسباب مستقل ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی صناع کو دوسروں کے مقابلے میں آبی قوت پر زیادہ دسترس حاصل ہو، یا بندرگاہ میں سمندر کے ساحل کے قریب عمدہ موقع محل حاصل ہو۔ آبی قوت اور کلوں کی ترقی کے ابتدائی دور میں، ایک اعلیٰ درجہ کی آبی قوت عظیم الشان سہولت پیدا کرتی تھی؛ من بعد بھاپ کی قوت نے بہت بڑی حد تک آبی قوت کی جگہ لے لی، اس کی وجہ ایک حد تک تو یہ تھی کہ بھاپ

185

باب ۱۳ قدر اور تنظیم پیدائش مصارف تقلیل حاصل

سے چلنے والے انجنوں کی کارکردگی اور ان کے مبنی بر کفایت ہونے میں عظیم الشان ترقی رونما ہوئی تھی؛ اور دوسرے یہ کہ ان انجنوں کو کسی مطلوبہ مقام پر قائم کیا جا سکتا تھا، اور اس طرح بازار سے اور ان مقامات سے قریب کارخانہ کھولا جا سکتا تھا، جہاں سے اشیائے خام بآسانی مہیا ہو سکتی تھیں۔ موجودہ زمانہ میں برقی قوت کی پیدائش اور تنقیل سے بھرا ابشاروں کو بہت اہمیت حاصل ہوگئی ہے، اور یہ چیز مصنوعات تیار کرنے والے کارخانوں کی کارکردگی میں مستقل اختلافات کا سبب ثابت ہو سکتی ہے۔ بایں ہمہ عام طور سے کمزور اور کم استطاعت رکھنے والے کارخانے، اپنے آپ کو غیر معین مدت تک بہتر کارخانوں کے ساتھ ساتھ نہیں قائم رکھ سکتے۔ بہتر کارخانے انھیں بتدریج میدان سے بھگاتے ہیں، اور ان سے بھی جو بہتر ہیں وہ ان کی بھی جگہ لے لیتے ہیں؛ مگر فرق و اختلاف کے اسباب ایسے مستقل اور دیرپا نہیں ہیں اور نہ وہ پیدائش کے اتنے کثیر شعبوں پر اثر ڈالتے ہیں جیسے کہ انتخراجی صنعتوں میں۔



باب ۱

باب چہار دہم

186

قدر اور تکثیر حاصل

(۱) تکثیر حاصل کے تحت طلب و رسد کا توازن ـــــ بہ صورت تقلیل حاصل سے کیونکر مختلف ہے؟ دیرپا نتائج۔ (۲) کن صنعتوں میں تکثیر حاصل رونما ہوتی ہے؟ اس رجحان کے اسباب۔ کفایات خارجی، ارتکاز صنعت، محنت کی رسد۔ (۳) کفایات داخلی کا سلسلہ اگر غیر معین مدت تک جاری رہے تو اجارہ کی جانب رہبری ہوتی ہے۔ (۴) توازن کے متعدد نقاط کا امکان۔ "تکثیر حاصل" عام طور سے بہت آہستہ رونما ہوتی ہے؛ لیکن بعض اوقات بہت سریع ہوتی ہے۔

۱۔ گزشتہ باب میں نظریۂ قدر کو تکثیر پذیر مصارف یا تقلیل پذیر حاصل کے حالات کے بارے میں استعمال کیا گیا تھا؛ اب ہم اس کے برعکس حالات کی جانب متوجہ ہوتے ہیں، یعنی ـــــ تقلیل پذیر مصارف یا تکثیر پذیر حاصل۔

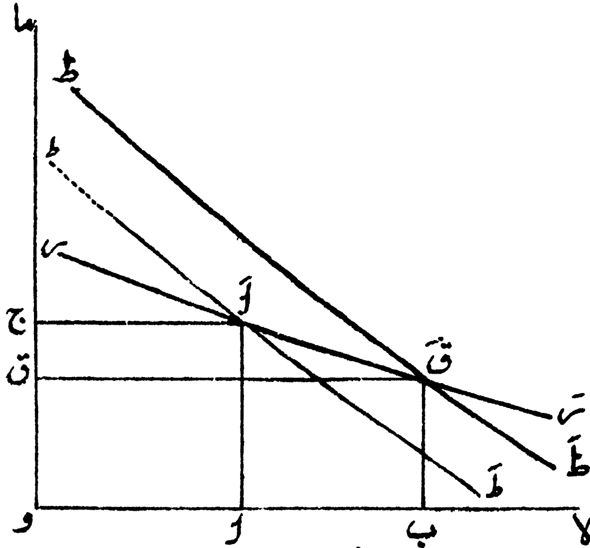
فرض کیجئے کہ جب کسی شے کی زائد رسد تیار کی جاتی ہے، تو ہر اکائی کے مصارف میں اضافہ نہیں ہوتا؛ بلکہ تخفیف ہوتی ہے۔ اس قسم کے رجحان کو شکل نمبر (۷) میں ظاہر کیا گیا ہے، جہاں خط س‌ر س‌ر رسد کے حالات کی نمایندگی کرتا ہے، اور نزولی میلان رکھتا ہے۔

187

اس شکل میں خط ط ط سے طلب کے حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ خط بھی

باب ۱۴ قدر اور مجموعی حاصل

لازماً نزولی میلان رکھتا ہے، اور یکے بعد دیگرے آنے والے جزعوں کی تقلیل پذیر



شکل (۷)

فروخت پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔ توازن اس مقام پر قائم ہوگا، جہاں دونوں منحنی ملتے ہیں، یعنی ـــ نقطہ قَ پر؛ اس نقطہ پر بازار میں جو شے لائی جاتی ہے، وہ ب قَ قیمت پر فروخت ہوتی ہے اور یہ قیمت مصارف پیدائش کے مساوی ہوتی ہے۔ مجموعی مقدار جو بازار میں پیش کی جائے گی، معمولاً و ب ہوگی، اور اس کی مجموعی قیمت فروخت و ق قَ ب ہوگی۔

یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ یہ شکل ایسی صورت حالات کی نمایندگی کرتی ہے، جو بعض اعتبارات سے لازمی طور پر گزشتہ باب میں پیش کردہ شکل نمبر (۲) کی صورت حال سے مختلف ہے! شکل نمبر (۲) میں یہ فرض کیا گیا تھا، کہ حریف پیدا کرنے والوں میں سے بعض پیدا کرنے والے دوسروں کی نسبت کم مصارف پر رسد مہیا کرتے تھے! اور انھیں نفع پیدائش وصول ہوتا تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں سب پیدا کرنے والے یکساں حیثیت رکھتے ہیں؛ سب کو مصارف کم کرنے اور ماحصل میں اضافہ کرنے کا یکساں موقع اور سہولت حاصل ہے۔ رسد کا کوئی جزو

باب ۱۵ قدر اور عنصر عامل

ایسے مصارف پر تیار نہیں ہوتا جو اختتامی مصارف سے مختلف ہو، مثلاً —— اگر
رسد و ب ہو تو تیاری شے کے مصارف فی اکائی تمام پیدا کرنے والوں کے لئے ب ق
ہوتے ہیں؛ اگر کسی سبب سے رسد میں تخفیف ہو جائے تو ہر اکائی کے مصارف
زیادہ پڑیں گے۔ مثلاً فرض کرو کہ طلب میں تخفیف ہوتی ہے، اور طلب کا منحنی
بائیں جانب منتقل ہو کر ط ط' ہو جاتا ہے، اور یہ منحنی رسد کے منحنی کو نقطۂ اَ پر کاٹتا ہے؛
اس صورت میں معمولاً بازار میں جو مقدار پیش کی جائے گی، وہ و اَ ہوگی؛ اور یہ
مقدار اَ اَ' قیمت پر فروخت ہوگی۔ سب پیدا کرنے والوں کو و ب مقدار مہیا
کرنے کی صورت میں، جتنے مصارف برداشت کرنے پڑتے تھے، اس کے مقابلہ
میں اب زیادہ مصارف بحساب فی اکائی برداشت کرنے پڑیں گے؛ اس لیے کہ
اَ اَ'، ب ق سے بڑا ہے۔ مگر ان دونوں قیمتوں میں سے کسی قیمت پر بھی پیدا
کرنے والوں کے مابین اختلافات نہ ہوں گے۔ مجموعی مصارف کی اور مجموعی قیمت
فروخت کی نمایندگی، ہر دو صورتوں میں، متوازی الاضلاعوں کے ذریعے سے ہوگی:
یعنی —— قیمت اَ اَ' ہو تو رقبہ و اَ اَ' ج سے، اور قیمت ب ق ہو تو رقبہ
د ق ق' ب سے۔ یہاں کسی پیدا کرنے والے کو زائد نفع پیدائش نہیں مل سکتا۔

علاوہ ازیں یہ صورت اس صورت سے بھی مختلف ہے جس پر باب دوازدہم
کے آخری حصہ میں بحث کی گئی۔ بارھویں باب میں، رسد کے منحنی کے عام نزولی
میلان کے اثر پر اس مفروضہ کی بنا پر بحث کی گئی، کہ تخفیف کا باعث کوئی خارجی
سبب تھا جو براہ راست اضافہ رسد سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ مگر یہاں یہ فرض
کیا گیا ہے، کہ تخفیف کا باعث براہ راست اس قسم کا اضافہ ہے؛ محض اس
واقعہ کی بنا پر کہ رسد میں اضافہ ہوا، رسد کی فی اکائی کے حساب سے مصارف میں
تخفیف واقع ہوتی ہے۔ یوں تو مصارف ہر صناع کے لیے یکساں ہوتے ہیں،
لیکن جیسے جیسے رسد میں اضافہ کیا جاتا ہے ہر ایک کے لیے مصارف کم پڑتے ہیں۔ 188

لیکن جب ہم طویل مدت کے لیے ان نتائج پر غور کرتے ہیں تو ان تینوں
صورتوں میں مشابہت و مماثلت پائی جاتی ہے۔ صنعت میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ
مصارف یکساں ہوں، اور رسد کے اضافہ کے ساتھ سب صناعوں کے مصارف

باب ۱۴ قدر اور تکثیر حاصل

میں خود بخود کمی ہو جائے۔ جہاں مصارف میں عام تخفیف کے لیے حالات موافق ہوں، وہاں بعض پیدا کرنے والے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مستعدی کے ساتھ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہیں؛ اور جب تک یہ حرکی حالت قائم رہتی ہے، بعض پیدا کرنے والوں کو مصارف کم پڑتے ہیں؛ لیکن سب کے لیے کمی نہیں ہوتی: بایں ہمہ یہ صورت دیرپا نہیں ہوتی۔ جو لوگ اصلاحات و ترقیات سے فائدہ نہیں اٹھاتے، انھیں نقصان کے ساتھ کاروبار کرنا پڑتا ہے، اور وہ بالآخر میدان سے ہٹا دیے جاتے ہیں؛ اور یکساں مصارف کی سکونی حالت قریب قریب قائم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اشخاص جنھیں زیادہ اور بہتر سہولتیں میسر ہوں، دوسروں کے مقابلے سے محفوظ ہوں، اور اگر وہ خود کم مصارف پر اپنی پیداوار میں غیر معین مدت تک اضافہ نہ کر سکیں، تو یہ صورت جداگانہ ہوگی۔ ان کے فوائد حاصل کرنے کی راہ میں اس قسم کی رکاوٹیں اور بندشیں ہونے کی صورت میں، تغیر پذیر مصارف کی حالت پیدا ہو جائے گی، جیسا کہ گزشتہ باب میں بحث کی گئی۔ یہاں یہ فرض کیا گیا ہے کہ مصارف یکساں ہیں، نہ کہ دائمی یا استقراری، یعنی — جیسے جیسے رسد کی اکائیوں میں اضافہ ہوتا ہے ویسے ویسے مصارف فی اکائی کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہ دیرپا نتیجہ رسد و طلب کا باہمی عمل ہے: گویا قینچی کے دونوں پھل کام کرتے ہیں۔

۲۔ اب سوال یہ ہے کہ تکثیر حاصل کن صنعتوں میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس رجحان کے اسباب کیا ہیں؟

پہلے سوال کا جواب دینا مقابلۃً آسان ہے۔ یہ رجحان، مصنوعات، حمل و نقل، اور معدنیات میں ظاہر ہوتا ہے؛ اور تقریباً ہر اس صنعت میں ظاہر ہوتا ہے، جس میں کہ ہم پیدائش بر پیمانۂ کبیر کا رجحان دیکھ چکے ہیں۔ زراعت میں یہ رجحان عارضی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے، عام طور سے پایا نہیں جاتا؛ چنانچہ یہی حال باقاعدہ جنگلات کا ہے۔ جتنے بڑے پیمانے پر کوئی کارخانہ قائم ہوگا، اور جتنے وسیع پیمانہ پر اس میں کلیں استعمال کی جا سکیں گی، اتنی ہی زیادہ اس قسم کی صنعتیں

باب ۱۲
قدر اور تکثیر حاصل

ایک جگہ قائم ہوجائیں گی، پیداوار کی مقررہ مقدار اتنے ہی کم رقبہ پر تیار ہونے لگے گی، اور اتنا ہی زیادہ مصارف کی کمی اور ماحصل کی زیادتی کا رجحان ہوگا۔

رہا دوسرا سوال تو اس کا جواب غور و تامل کے بعد دیا جاسکتا ہے تکثیر حاصل کفایات خارجی کی بنا پر یا کفایات داخلی کی بنا پر رونما ہوسکتی ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں پروفیسر مارشل نے استعمال کی ہیں، اور یہ ایسے قوی کی نمایندگی کرتی ہیں جو بلحاظ نوعیت و اثر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ علاوہ ازیں تکثیر حاصل کی وجہ صنعت و فنون کا تغیر و تبدل بھی ہوسکتی ہے، یا ان کے بغیر بھی تکثیر حاصل رونما ہوسکتی ہے۔ تکثیر حاصل کے ان اسباب کو جو سکونی حالات کے تحت عمل کرتے ہیں، ان اسباب سے علیحدہ کرنا جو فنی و صنعتی ترقی کی حالتوں میں عمل کرتے ہیں، ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ اگر شروع ہی میں ہم دونوں صورتوں پر الگ الگ بحث کریں تو اس سے مسئلہ کی بآسانی تفہیم ہوجائے گی۔ 189

پہلے کفایات خارجی کو لو! یہ ایسی کفایات ہیں جو کارخانے سے باہر حاصل ہوتی ہیں، جن کی بدولت کارخانہ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا، اور کارخانہ کو کم مصارف پڑتے ہیں۔ اس کی سیدھی سادی اور عام مثال، کلوں اور دیگر متعلقہ چیزوں کے مصارف میں کمی ہے، جو ان کو بڑی مقدار میں تیار کرنے کی صورت میں واقع ہوتی ہے۔ روئی کی گرنیاں جتنی زیادہ ہوں گی اور جتنی زیادہ کلیں ان میں استعمال ہوں گی، اتنے ہی بڑے پیمانے پر خود وہ کلیں تیار کی جاسکتی ہیں۔ جیسے جیسے کلیں ارزاں ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے سوت کے صناعوں کے اخراجات میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جتنے بڑے بڑے آہن پوش جہاز ایک عرصہ دراز تک برطانیہ عظمیٰ میں تیار ہوتے تھے اتنے بڑے، ریاستہائے متحدہ امریکہ میں نہ ہوتے تھے؛ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جہاز کی تعمیر کے لیے جتنا سازو سامان مثلاً پرکار، لنگر کے چرخ، آلہ ہائے جرثقیل، چھوٹے دخانی انجن اور مختلف قسم کے کل پرزوں کی ضرورت تھی، ان کی طلب برطانیہ عظمیٰ میں کثیر المقدار تھی؛ ان کی تیاری باقاعدگی اور یکسانیت کے ساتھ اور بڑے پیمانہ پر عمل میں آتی تھی؛ اور جہاز ساز کے لیے وہ ارزاں قیمت پر مل سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا کے جہاز ساز کو بھی اس طرح کی کفایات خارجی

باب ۱۲

حاصل ہو سکتی تھیں، اگر وہ اس قسم کی چیزیں بغیر کسی بندش کے برطانیۂ عظمیٰ میں خرید سکتا؛ لیکن ریاستہائے متحدہ میں ان اشیا کے داخلہ پر بہت بھاری محصول عائد کئے گئے تھے؛ چنانچہ خواہ ان کی باہر سے درآمد کی جاتی، یا وہ ملک کے اندر ہی تیار ہوتے، وہ گراں پڑتے تھے۔ اس کی ایک اور مثال جوتوں کی صنعت میں ملتی ہے۔ جب یہ وسیع پیمانے پر چلائی جاتی ہے، اور خاص کر جب متعدد کارخانے ایک ہی مقام پر جمع ہوں، تو وہاں ذیلی صنعتیں تعداد کثیر میں قائم ہو جاتی ہیں، جو کیل، کانٹے خاص خاص پرزے اور دیگر سازوسامان، مثلاً ـــــ پارسل کرنے کے کاغذ کے ڈبے، ڈوریاں، فیتے، تھمے اور چھلّے وغیرہ، بلکہ کلیں بھی بہت ارزاں نرخ پر فراہم کرتی ہیں۔ اس قسم کے کفایات خارجی سے جو نفع حاصل ہوتا ہے، وہ دیگر اسباب کے علاوہ ایک سبب ہے، کسی ایک صنعت کے متعلق متعدد کارخانوں کے کسی ایک ہی مقام پر مرتکز ہونے کا! چنانچہ اس سبب سے براکٹن اور لِن میں کفش سازی، پیٹرسن میں ریشمی مصنوعات، لوئیل اور فال ریور میں سوتی مصنوعات اور برج پورٹ میں دھات کے ظروف و اشیا بنانے کے متعدد کارخانے مرتکز و قائم ہیں! ـــــ ان میں سے ہر ایک مقام میں جو خاص قسم کے کارخانے قائم ہیں، وہ محض اپنی تعداد کے سبب سے ایسے ذرائع اور ایسی کفایات پر قدرت رکھتے ہیں، جو کوئی تنہا کارخانہ حاصل کرنے میں بڑی دشواریاں محسوس کرتا ہے۔

100

اس کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ تجربہ کار مزدوروں کی ایک کثیر جماعت کی موجودگی ہے۔ تقریباً ہر کارخانے میں یہ حال ہوتا ہے کہ مزدور جم کر ایک ہی جگہ کام نہیں کرتے، بلکہ کم و بیش نقل پذیر رہتے ہیں۔ جن صنعتوں میں موسمی تغیرات ہوتے ہیں ان میں مزدوروں کی نقل پذیری بھی بہت زیادہ اور سریع ہوتی ہے، جیسے ـــ کہ کفش سازی کی صنعت۔ جن صنعتوں میں طلب منظم نہیں ہوتی، ان میں بھی بہت سریع تبدیلیاں ہوتی ہیں؛ مثلاً ـــــ وہ کارخانے جو کلیں بناتے ہیں۔ ان صنعتوں میں جو مستقل احتیاجوں کو پورا کرنے کے لیے اشیا تیار کرتی ہیں، جیسے صابون، اور ان صنعتوں میں جو ایک مدت دراز سے اور نیک نامی کے ساتھ کاروبار کرتی آرہی ہیں، تبدیلیاں اس قدر سریع نہیں ہوتیں، بلکہ تدریجی طریقہ سے ہوتی ہیں۔

باب ۱۲ قدر اور تکثیر حاصل

بہرحال محنت کی رسد کی نقل پذیری، متعدد اعتبارات سے نقصان رساں ہوتی ہے؛ تاہم یہ نقل پذیری نہ صرف محنت کی طلب کے تغیرات کا، بلکہ کارخانوں کی محنت میں یکسانیت اور عدم دلچسپی کا لازمی نتیجہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مزدوروں کی آمد و رفت ہمیشہ جاری رہتی ہے، اور جو مزدور کام ترک کردیتے ہیں، ان کی جگہ نئے آدمی تلاش کرکے رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مزدوروں کی رسد، صنعتی مرکزوں میں اور خاص کر ایسے مرکزوں میں جہاں ہم جنس یا ایک ہی قسم کی صنعتیں قائم ہوں، افراط کے ساتھ مہیا ہوسکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے مرکزوں میں آجر کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اس کے مزدوروں میں انجمنوں کے ذریعہ سے اپنے آپ کو منظم کرنے کا اور اضافہ اجرت کا مطالبہ کرنے کا قرینہ و امکان زیادہ ہوتا ہے؛ علاوہ ازیں اس کو شہر کے موقع محل کے اخراجات کا لحاظ کرنا ضروری ہے[1]۔ لیکن یہ واقعہ کہ صنعتی شہر روز افزوں ترقی کرتے ہیں، یہ ثابت کرتا ہے کہ ان سے خاص فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ کسی تنہا کارخانے میں چند تربیت یافتہ اور ماہر مزدوروں کے کام چھوڑ دینے سے، پورا کاروبار تہ و بالا ہوجا سکتا ہے؛ لیکن ایسی صنعت میں جس کے حدود بہت وسیع ہوگئے ہوں، اور جو خاص خاص شہروں یا اضلاع میں مرتکز ہوگئی ہو، اس میں مہارت یافتہ مزدوروں کی تعداد بھی مختلف شعبوں میں بڑی اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ غرض اس کفایت خارجی سے کاروبار کی یہ سہولت اور مسلسل انجام دہی میں بہت مدد ملتی ہے۔

۳۔ کفایات داخلی، کارخانے کے اندر رونما ہوتی ہیں، اور وہ صنعت کی عام ترقی سے آزاد و بے نیاز ہوتی ہیں۔ کاروبار کو وسیع کرکے بڑے پیمانہ پر چلانے سے (اور یہ چیز مجموعی پیداوار کی تکثیر پذیری سے جداگانہ ہے)، جو منافع حاصل ہوتے ہیں وہی یہ کفایات ہیں۔ اور یہ منافع کارخانے کے بڑے ہونے کلیں زیادہ تعداد اور بڑے پیمانے پر استعمال کئے جانے، برقی قوت زیادہ موثر طریقہ سے

[1] مقابلہ کرو باب ۱۴ کے بیان سے

خرچ کیے جانے، کلوں کو خاص خاص کاموں کے لیے مخصوص کر دینے، اشیائے خام کو زیادہ بہتر طریقے سے کام میں لانے، مزدوروں میں محنت کی زیادہ باقاعدہ اور بہتر تقسیم کرنے، اور ہر شخص کو اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق کام سپرد کرنے کی وجہ سے، حاصل ہوتے ہیں۔ ان فوائد اور ان کے حدود کے بارے میں جو سب سے دلچسپ سوالات ہیں، ان میں سے ایک سوال اس منافع کی وسعت سے ہے، جو افقی اتحاد سے حاصل ہوتا ہے۔ اور افقی اتحاد سے مطلب متعدد انفرادی کارخانوں کا ایک انتظام کے تحت اتحاد یا انضباط ہے؛ جن میں سے ہر ایک نے اپنے اندر زیادہ متصل کفایات داخلی کو فروغ دیا ہو۔ یہ تحقیق طور سے نہیں کہا جا سکتا کہ افقی اتحاد انجام کار کس حد تک مزید کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتا ہے، اور نہ یہ واضح ہے کہ کس حد تک دوسری قسم کا اتحاد، یعنی ــــ عمودی اتحاد یا صنعت کا ارتباط، کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ زمانے کی بعض بڑی صنعتوں، اور خاص کر لوہے کی مصنوعات کا جہاں تک تعلق ہے، وہاں تک یہ اتحاد کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتا ہے؛ لیکن دوسری سمتوں میں اس قسم کی کوئی قطعی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اکثر صنعتوں میں کسی ایک کارخانہ کی کسی ایک مقررہ مقام سے آگے توسیع، خواہ اسی قسم کے دوسرے کارخانوں کے ساتھ افقی اتحاد کے ذریعہ سے ہو، یا متعلقہ کارخانوں کے ساتھ عمودی اتحاد کے ذریعہ سے، بظاہر قطعی طور سے کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتی نہیں معلوم ہوتی۔

اگر ہر انفرادی کارخانے میں کاروبار کے پیمانہ کو وسیع کرنے سے کفایات داخلی غیر محدود طریقہ پر حاصل ہوں، تو نتیجتہً ایسی حالت رونما ہو جائے گی، جب کہ صنعتوں میں کامل ارتکاز اور کامل اجارہ پیدا ہو گا۔ اگر ہر کارخانہ اور کارخانوں کا ہر اتحاد، اپنے کاروبار کے پیمانہ کی توسیع کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ اس کی کارکردگی اور کفایات میں اضافہ ہو رہا ہے، تو یکے بعد دیگرے آنے والے مراحل کے ساتھ ترقی کرنے والے کارخانے، اپنے حریفوں سے، جو مسابقت کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں، کم قیمت پر اشیا فروخت کریں گے؛ اور

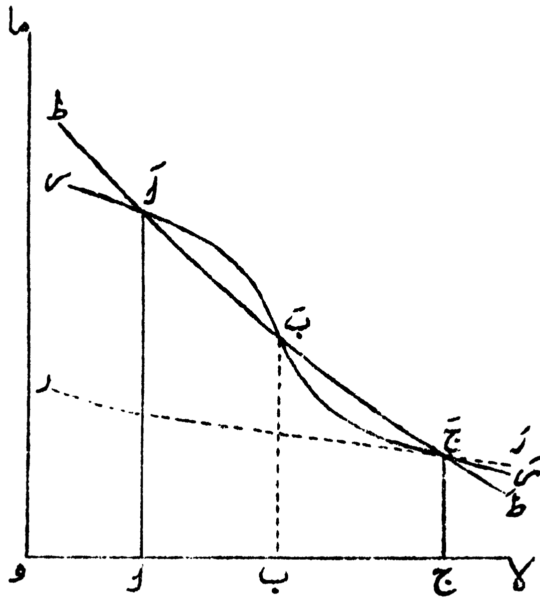
بائنک قدر اور تخمیر حاصل

انجام کار میدان صرف ایک بہت بڑے کارخانے یا اتحاد کے ہاتھ رہ جائے گا۔ یہی نظری حیثیت سے کامل "ٹرسٹ" (Trust) ہوگا۔ جو محض کفایات داخلی کی بدولت اپنے تمام حریفوں کو میدان سے مار بھگائے گا۔ اس قسم کے ٹرسٹ یا جتھے کو اجارہ حاصل ہوتا ہے، لیکن وہ معتدل اجارہ ہوتا ہے۔ قیمتوں میں اس مقام سے آگے اضافہ نہیں کیا جا سکتا، جس پر کہ پیمانہ صغیر پر کاروبار کرنے والے اشخاص مسابقت کر سکتے ہیں۔ جس شرح سے کفایات داخلی حاصل ہوتی ہیں، اگر اس کی رفتار دھیمی ہو، اور کاروبار کے پیمانے کی ہر توسیع سے پیدائش کے مصارف میں جو کمی ہوتی ہے، اس کی رفتار سست ہو تو اجارہ کی قوت پر یہ روک بہت کافی ہوتی ہے۔

192

۴۔ اس باب کی پہلی فصل میں یہ مفروضہ واضح طور سے قائم کیا گیا تھا کہ تخمیر حاصل کے حالات کے توازن کا صرف ایک نقطہ ہوتا ہے، چنانچہ صفحہ ۲۴۷ مندرجہ متن کی شکل اسی مفروضہ پر کھینچی گئی، لیکن ذرا سے غور و تامل سے معلوم ہو جائے گا کہ توازن کے دو نقطے بھی ہو سکتے ہیں۔ چونکہ رسد و طلب کے منحنیات نزولی رجحان رکھتے ہیں، اس لیے ایک سے زائد مقامات پر ایک دوسرے کو قطع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل شکل (یعنی شکل ۸) اس امکان کی تشریح کرتی ہے۔ رسد کا خط س س طلب کے خط ط ط کو نقطہ اَ پر قطع کرتا ہے، اس کے بعد بَ پر اور پھر جَ پر قطع کرتا ہے (سردست ناظرین رسد کے دوسرے خط ر ر کو نظر انداز کر سکتے ہیں)۔ اَ مستقل توازن کا نقطہ ہے، یہی حال جَ کا ہے، لیکن بَ مستقل توازن کا نقطہ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ طلب و رسد کے منحنیات اس نقطہ پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں، لیکن بَ سے آگے طلب کا منحنی رسد کے منحنی سے اوپر کو ہو جاتا ہے؛ طلب کی قیمت رسد کی قیمت سے زائد ہو جاتی ہے۔ ب سے آگے پیداوار میں اضافہ کرنے سے صناعوں کو نفع ہوگا، اس لیے کہ وہ شے ب اور ج کی درمیانی مقداروں میں ایسی قیمتوں پر فروخت کی جا سکتی ہے جو مصارف پیدائش سے زیادہ ہونگی۔ لیکن ج پھر صحیح توازن کا ایک نقطہ ہے؛ اس لیے کہ ج سے آگے رسد کی قیمت، طلب کی قیمت سے

زائد ہو جاتی ہے، اور رسد میں نقطہ ج سے آگے اضافہ کرنے سے بجائے نفع کے



شکل نمبر (۸)

نقصان ہوگا۔ اس طرح ہم اس کا اعادہ کرسکتے ہیں کہ اَ اور جَ مستقل یا ثبات پذیر توازن کے نقطے ہیں۔ ان دونوں نقطوں میں سے کسی ایک پر قیمت معین اور برقرار رہیگی۔ یہ خیال کرنا فی الحقیقت ممکن ہے کہ اولوالعزم پیدا کرنے والوں کی ایک جماعت جوکھم برداشت کرکے رسد کو نقطہ ا سے بھی آگے اس امید میں بڑھائے کہ مصارف پیدائش فی اکائی پیداوار کے اضافہ کے ساتھ قطعی طور سے کم ہو جائیں؛ اور یہ کہ انجام کار نقطہ ب سے تجاوز ہونے کے صورت میں طلب کی قیمت پھر رسد کی قیمت سے اوپر ہو جائے۔ لیکن اس قسم کی توسیع کا لازمی طور سے یہی نتیجہ نکلنا غیر یقینی ہے۔ اگر توازن اَ پر قائم ہو، تو اغلب یہ ہے کہ وہ وہیں برقرار رہے۔ بلکہ اگر وہ جَ پر قرار پائے تو بھی یہ ممکن ہے کہ وہ وہیں برقرار رہے۔ اس طرح نظری اعتبار سے مستقل توازن کے ایسے نقطے غیر محدود تعداد میں ہو سکتے ہیں۔

باب ۱۲ قدر اور تکثیر عامل

گو اس طرح توازن کے متعدد نقطوں کا امکان موجود ہے، پھر بھی حقیقی حالات اس قسم کی بہت ہی شاذ مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اس شکل میں رسد کے خط س١ س١ کے ڈھلواں نزولی میلان سے، اس کے نشیب و فراز میں، بہت کم صورتوں میں حقیقی حالات کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس رسد کا منقوط خط ر ر' جس میں تدریجی طریقے پر نزولی رجحان پایا جاتا ہے، حقیقی حالات کا زیادہ صحیح ترجمان ہے۔ اس کا قرینہ ہے کہ اس طرح کا منقوط خط طلب کے منحنی ط ط' کو صرف ایک دفعہ قطع کرے، یعنی ــــ نقطہ ج پر، جو رسد کے خط س١ س١ کا تیسرا نقطہ انقطاع ہے، یہ خط اس افقی خط سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہے جو استقراری مصارف کی نمائندگی کرتا ہے۔

اس کا بہت زیادہ قرینہ ہے کہ کفایات خارجی مصارف کو اس طریقہ سے متاثر کریں جس کو اوپر سب سے آخر میں بیان کیا گیا۔ کفایات خارجی علی العموم بہت آہستہ تقریباً غیر محسوس طریقے پر عمل کرتے ہیں، ان سے بتدریج یہ رجحان پیدا ہوتا ہے کہ پیداوار کے اضافہ کے ساتھ مصارف کم ہوتے جائیں۔ تاہم یہ رجحان اس قدر تدریجی ہوتا ہے کہ کسی مقررہ موسم یا موسموں کے سلسلے کے لیے حالات استقراری مصارف کے حالات سے بہت کم مختلف ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس کفایات داخلی کا عمل بعض اوقات بہت جلد شروع ہو جاتا ہے۔ یہ خاص کر اس وقت ہوتا ہے، جبکہ فنون اور صنعتوں میں عظیم تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اور جبکہ نئی شے استعمال میں لائی جاتی ہے۔

فنون، صنعتوں اور ایجادات کی تبدیلیاں، اگرچہ وہ لازمی طور سے مجموعی پیداوار یا انفرادی کارخانہ کی پیداوار کو متاثر نہیں کرتیں، پھر بھی عام طور سے دونوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ اشیا کی قیمتوں میں اصلاح و ترقی نتیجے کے طور پر جو تخفیف ہوتی ہے، وہ علی العموم طلب میں بہت بڑی حد تک اضافہ کر دیتی ہے، مجموعی پیداوار کی مقدار کو بڑھا دیتی ہے، اور اس طرح کفایات خارجی اور ان کے ساتھ زائد کفایات داخلی کو بہ عمل لاتی ہے۔ اصلاح و ترقی عام طور سے بیش خرچ کل پرزوں کے اضافہ، تقسیم عمل کی توسیع، اور پیدائش بر پیمانہ کبیر کے طریق کی ترقی کی سمت میں ہوئی ہے۔ اکثر اوقات صنعتوں اور فنون کی ترقی کی رفتار اس قدر

194

باب ۱۴ قدر اور مجموعۂ حاصل

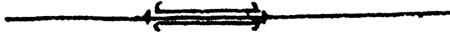
سریع رہی ہے، کہ اس کی بنا پر مصارف پیدائش میں فوری تخفیف واقع ہوئی ہے۔ رسد و طلب کا توازن، سالہا سال تک غیر منفصلہ یا غیر قطعی رہا ہے، اور کم از کم ایک سے زائد نقطۂ توازن کے امکان کا موقع بہم پہنچا ہے۔ بسمے مر کی ایجاد نے فولاد سازی کے مصارف میں بہت بڑی تخفیف کر دی؛ یہ ایجاد بیش خرچ کل پرزوں پر مبنی تھی، اس نے پیدائش بر پیمانۂ کبیر اور اعلیٰ درجہ کے انتظام کے بہت سے مواقع بہم پہنچائے؛ اور اس طرح اس نے مصارف کی سریع تقلیل کی طرف رہبری کی۔ گھڑی سازی کی صنعت میں کلوں کا استعمال کرنے سے بھی اسی قسم کے نتائج تک رہبری ہوئی ہے۔ چونکہ یہ شے بہت ہی تغیر پذیر مانگ کی تابع ہے؛ اس لیے متعدد نقطہ ہائے توازن کا امکان اس میں پایا جاتا ہے۔

جب کوئی نئی شے دفعتہً یا سرعت کے ساتھ بنائی جاتی ہے تو رسد کے اضافے کے ساتھ مصارف کی تخفیف کا رجحان بہت قوی ہوتا ہے۔ جب یہ اشیا پہلے پیش کی جاتی ہیں، تو خریداروں کے لیے وہ بالکل نئی ہوتی ہیں، پرانی عادتوں کو چھوڑ کر ان کے لیے اپنے آپ کو عادی بنانا ضروری ہے، اور دوسری احتیاجات کے ساتھ ان اشیا کی مناسبت ہونا ضروری ہے۔ اس طرح چونکہ وہ قلیل مقدار میں فروخت ہوتی ہیں اس لیے وہ پیمانۂ صغیر پر تیار کی جاتی ہیں۔ جیسے جیسے وہ قبولیت عام حاصل کرتی جاتی ہیں، اور ان کا استعمال وسیع ہوتا جاتا ہے، ویسے ویسے وہ مقدار جو فروخت ہو سکتی ہے بڑھتی جاتی ہے؛ پیدائش بر پیمانۂ کبیر ممکن ہوتی جاتی ہے اور کفایات داخلی و خارجی دونوں موثر طریقے سے حاصل ہوتی ہیں؛ اور مصارف پیدائش میں سریع تخفیف ہوتی جاتی ہے۔ اس قسم کی اشیا جب عام طور سے استعمال ہونے لگتی ہیں تو ان کی طلب کے جدول سے اکثر بہت زیادہ تغیر پذیری ظاہر ہوتی ہے؛ خاص کر نیچے کے طبقوں میں، — چنانچہ اس ترقی پذیری کی مثال بائیسکل کی سرگزشت سے ملتی ہے۔ ابتدائی حالتوں میں سائیکلوں کا رواج بہت آہستہ آہستہ شروع ہوا، اس کے بعد جب ان کو قبولیت حاصل ہو گئی، اور وہ عام طور سے استعمال میں آنے لگیں، تو ان کی مانگ بڑھتی گئی،

باب ۱۴
قدر اور تخمیر حاصل

اور جب یہ کثیر مقدار میں اور بڑے پیمانہ پر تیار کی جانے لگیں تو ان کے مصارف اور قیمت میں بھی سریع تخفیف واقع ہوئی۔ موٹروں کی رسد اس سے کچھ کم نمایاں مثال نہیں پیش کرتی۔

بایں ہمہ اکثر اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک نئی شے پیٹنٹ کرائی جاتی ہے، یا کسی دوسرے طریقوں سے وہ شے واحد نگرانی میں آجاتی ہے۔ اس صورت حال سے نئی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، جو اجارہ کا نتیجہ ہوتی ہیں: چنانچہ ہم اس مسئلہ پر آیندہ باب میں بحث کریں گے۔



195

باب پانزدہم

قدر اجارہ

(۱) اجارہ، قیمت پر رسد کی تحدید کے ذریعہ سے اثر ڈالتا ہے؛ — اس کلیہ کے مستثنیات بیچ والوں کے کاروبار اور خاص کر اصل پیدائش کی حد تک۔ (۲) اجارہ دار کے پاس رسد اتفاقی و مفت ہونے کی صورت میں قیمت کس طرح معین ہوتی ہے؟ اگر وہ استقراری مصارف کے ساتھ اشیا تیار کرے تو قیمت کس طرح معین ہوتی ہے؟ منافع اجارہ؛ رسد کے ایک جزو کا اعدام ممکن ہے لیکن اغلب نہیں ہے؛ قیمت اجارہ کی مثال ہیرے کی کان کنی۔ (۳) اجارہ کی قیمت تکثیر حاصل کے تحت؛ — اس کی مثالیں وہ کتابیں جن کے حقوق محفوظ ہیں؛ قیمت اجارہ تقلیل حاصل کے تحت۔ (۴) اجارہ کے تحت قیمتوں کی تغیر پذیری کا امکان اکثر پوشیدہ ہوتا ہے؛ محفوظ شدہ حقوق کی کتابیں، ٹیلیفون کی شرحیں۔ اجارہ کے تحت، یکساں قیمتوں کی برعکس حالت۔ (۵) مال پوشیدہ در آمد کرنے اور ڈھیر لگانے کی توجیہ اجارہ ہے۔ (۶) غیر مشروط و غیر محدود اجارہ بہت ہی شاذ ہوتا ہے؛ اس کی متعدد بندشیں اور تحدیدیں۔ (۷) کسی موسم کی رسد کا احتکار، گاہکوں کے نقطۂ نظر سے قیمت پر بظاہر کوئی اثر نہیں ڈالتا؛ لیکن سوداگروں اور محنتوں کو متاثر کرتا ہے۔ گاہکوں میں سے بعض احتکار سے متاثر ہو سکتے ہیں؛ کامیاب احتکار بہت شاذ ہوتا ہے۔

باب ۱۵
قدر اجارہ

۱- کوئی شخص جو کسی شے کا اجارہ رکھتا ہو؛ اپنی شے کو ایسی قیمت پر فروخت کرے گا، جس سے بیشترین خالص آمدنی حاصل ہو۔ کم از کم ابتداءً ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ جو اشخاص اجارہ رکھتے ہیں، وہ بہت ہوشیاری اور باریک بینی کے ساتھ کام کرتے ہیں؛ اور اس بیشترین منافع کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنی رسد کی، ذہانت اور کامیابی کے ساتھ تحدید و تنظیم کرتے ہیں۔

ہم نے رسد کی تنظیم و تحدید کی اصطلاح استعمال کی؛ اس لیے کہ یہی وہ طریقہ ہے، جس کے ذریعے سے اجارہ دار، قیمت اور منافع پر اثر ڈال سکتا ہے۔ طلب کے حالات اس کے قابو اور بس سے باہر کی چیز ہیں۔ جب ایک مرتبہ رسد منظم و معین ہو جاتی ہے، اور بازار میں پیش کی جاتی ہے تو وہ قیمت جس پر یہ رسد فروخت ہوگی، طلب کے عمل پر منحصر ہوتی ہے۔ اس حد تک تو اجارہ کی قیمت کوئی خاص یا انوکھا مسئلہ نہیں پیش کرتی۔ اس کے خاص سوالات اس حد تک پیدا ہوتے ہیں، جس حد تک کہ اجارہ دار، رسد کو اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ ایک مقررہ رسد کی قیمت جو بازار میں ایک کھیپ میں پیش کی جائے ایک ہی ہوگی؛ خواہ وہ رسد شخص واحد کے ہاتھ میں ہو، یا متعدد باہمدگر مقابلہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں۔ یہ قیمت اس شے کی فروخت پذیری کی پیمائش کرتی ہے، اسی قیمت پر پوری رسد فروخت کی جا سکتی ہے، اس پوری رسد سے زائد مقدار فروخت نہیں کی جا سکتی — اور یہی قیمت رائج ہو جائے گی۔ 196

یہ اصول، معاشیات کے اکثر اصول کے مثل، یہ چاہتا ہے کہ اس کو ماننے میں وسعت نظر سے کام لیا جائے، کہ یہ گویا وہ ایک رجحان کا بیان ہے اور فروع کے بارے میں لفظ بلفظ صادق نہیں آتا؛ اس میں بے ضابطگی اور غیر مکمل تطابق کے لیے، ٹھیک اسی قسم کی رعایت کرنی چاہیے، جو کہ قدر و قیمت کے کسی رجحان کے بیان میں کرنی ضروری ہے۔ اکثر اشخاص جو عملی کاروبار میں حصہ لیتے ہیں، بادی النظر میں اس سے انکار کرتے ہچکچاتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے مسابقت کرنے والے اشخاص جتنی قیمت وصول کر سکتے ہیں اس کے مقابلے میں، اتحاد یا اجارہ زیادہ قیمت وصول کر سکتا ہے؛ خواہ رسد ایک

باب ۷ مقدارِ اجارہ

مقررہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں، کہ اعلیٰ قیمت، کم از کم ابتدائی حالت میں، درمیانی اشخاص سے یعنی ــــ تھوک فروش یا خردہ فروش سوداگروں سے، جن کے ہاتھ اجارہ دار عام طور سے اپنی اشیا براہ راست فروخت کرتا ہے، وصول کی جا سکتی ہے۔ جب صناع ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہوں، تو اس کا بہت قرینہ ہوتا ہے کہ یہ سوداگر، ان کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھا کر قیمت میں کچھ کمی کرا لیں اور ان حریفوں کو یہ دھمکی دے کر کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس سے خریداری کی جائے گی، وہ قیمت میں، کمی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر سب سوداگر ایسا کرنے میں کامیاب ہوں تو ان کا باہم مقابلہ، انجام کار قیمت کو خردہ خریداروں کے حق میں کم کر دے گا۔ اس آخری صورت میں یہ معلوم ہوگا، کہ آیا قیمتیں ایسی ہیں کہ ان سے طلب و رسد کا توازن وقوع پذیر ہوگا۔ لیکن سوداگروں کے مابین جو مقابلہ ہوتا ہے، اور خاص کر خردہ فروش سوداگروں کے مابین، اس کے عمل میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں؛ اور قیمتوں کی تخفیف، جو صناعوں میں باہم مقابلہ ہونے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے، ممکن ہے کہ ایک بڑی مدت تک تاجروں کے منافع میں اضافہ کرے؛ اور عام صارفوں کو فائدہ نہ پہنچائے۔ اس کے برعکس، ممکن ہے کہ اجارہ، سوداگروں کو خسارے میں مبتلا کر دے، یعنی ــــ اجارہ دار سوداگروں سے گراں قیمت وصول کر لے؛ اور سوداگر کم از کم کچھ مدت کے لیے صارفوں سے گراں نرخ پر معاملہ کرنا مناسب نہ سمجھیں۔ اور اس صورت میں بھی جب کہ ایسی بڑھی ہوئی قیمتوں پر صارفوں کے پاس اشیا پہنچیں تو ان کی خریداریوں پر فوراً یا از خود اثر نہیں پڑتا۔ اگر درحقیقت قیمتوں میں بڑا اضافہ ہو، اور شے کی طلب تغیر پذیر ہو، تو خریداریوں میں بھی سرعت کے ساتھ تخفیف ہوگی۔ اجارہ دار کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا، کہ وہ ایک مقررہ رسد کو اعلیٰ قیمتوں پر فروخت نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر قیمت میں بڑا اضافہ نہ ہو تو بہت ممکن ہے کہ لوگ کچھ مدت تک اتنی ہی اشیا خریدتے رہیں، جتنی کہ وہ عادۃً خریدتے رہے ممکن ہے کہ وہ قیمت کے اضافے سے بے چین اور پریشان ہوں؛ تاہم اپنی

باب ۱۵
قدر اجارہ
197

خریداریوں میں تخفیف کرکے نئی صورت حالات کو اپنے موافق بنانے کی کوشش نہ کریں۔ اس صورت میں، اجارہ دار بڑھی ہوئی قیمت کو خفیف مدت کے لیے قائم رکھ سکتا ہے، خواہ اس بڑھی ہوئی قیمت کا بار صارف ہی پر کیوں نہ پڑے اس اثنا میں ایک ترقی پذیر قوم میں، نئے نئے صارفوں کا اضافہ ہو سکتا ہے؛ یا کم از کم یہ ممکن ہے، کہ قدیم گاہکوں کی آمدنی میں ہی اضافہ ہو جائے۔ ممکن ہے کہ طلب کا اضافہ، اس اعلیٰ قیمت پر سبقت لے جائے اور اسی قیمت کو مستقل کر دے؛ اور اس طرح، ایسا معلوم ہوگا کہ گویا محض اجارے کے واقعے کی بنا پر قیمتوں میں اضافہ رونما ہوا ہے۔

درمیانی اشخاص کی حیثیت جو قوائے عاملہ کے دباؤ کو کم کرتے اور معتدل کرتے ہیں، اشیائے پیدائش کے بارے میں اور بھی بہت زیادہ قوت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے[1]، لوہا، تانبا، لکڑی اور اون وغیرہ اشیا کی قیمتوں میں طلب اور افادے کا عمل بہت مشروط ہوتا ہے۔ مکمل اشیا کی قیمت جو صارف ادا کرتا ہے، اور اس خام مال کی قیمت جس سے یہ اشیا تیار ہوتی ہیں، ان دونوں کا تعلق غیر یقینی اور موہوم ہوتا ہے۔ آلات بنانے کی اشیا' مثلاً لوہے، تانبے کی قیمت، اور ان اشیا سے انجام کار بنائی ہوئی قابل صرف اشیا کی قیمت، کا درمیانی تعلق اور بھی زیادہ موہوم ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں اجارہ کا اثر قیمت پر زیادہ پڑ سکتا ہے، بہ نسبت دوسری شکل کے، جہاں اجارہ دار کسی قابل تمتع شے کو عام گاہکوں کے ہاتھ راست فروخت کرتا ہو۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل ذکر ہے، کہ اجارہ دار پہلا قدم جو اٹھاتا ہے، وہ بالعموم قیمت کا تعین کرنے کی طرف ہوتا ہے، نہ کہ رسد کے تعین کی طرف؛۔۔۔ مثلاً کسی پیٹنٹ شے کا مالک، پیٹنٹ شدہ شے کو ایک مقررہ قیمت پر ہی فروخت کے لیے پیش کرے گا، اور بہت کم ایسا ہوگا، کہ بازار میں جو شے پیش کی جانے والی ہے، اس کی مقدار کو وہ پیشتر سے معین کرلے۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کسی مقررہ قیمت پر

[1] دیکھو باب ۱۰ فصل (۵)

وہ اپنے مال کو اپنی توقع سے زیادہ فروخت کر سکتا ہے، تو وہ رسد میں اضافہ کرے گا۔ اور اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی زیادہ مقدار فروخت نہیں کر سکتا، تو وہ اپنے پاس جس قدر مال ہے اس کو بتدریج کم قیمت پر فروخت کرتا جائے گا؛ اور آیندہ اس مقدار میں بہت آہستہ اور احتیاط کے ساتھ اضافہ کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں مقررہ قیمت پر مبنی رسد کو وہ فروخت کر سکتا ہے، اس کا وہ تجربہ کرتا ہے؛ اور جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے، خریداروں کی طلب کے اضافہ یا تخفیف کے ساتھ وہ اپنی مقرر کردہ قیمت میں اضافہ یا تخفیف کرتا جاتا ہے۔ مگر غالباً وہ اس بات کو اچھی طرح نہیں جانتا، کہ قیمت پر اس کو جو قدرت حاصل ہے اس کا دار و مدار اس قدرت پر ہے جو اس کو رسد پر حاصل ہے۔ بایں ہمہ ایک ہوشیار کاروباری شخص کو اس میں بہت شاذ ہی شبہ ہوتا ہے، کہ یہ قیمت کو تقابلی سطح سے اوپر رکھنے کی اساسی شرط ہے۔

198

۲۔ اس طرح یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ اجارہ دار قیمت کو اساسی طور سے رسد کی تعیین و تنظیم کے ذریعے سے اپنے قابو میں لاتا ہے، اب آگے بڑھ کر یہ دیکھنا چاہیئے کہ رسد پر یہ قدرت و قابو کس طرح حاصل کیا جاتا ہے۔

ایک سب سے سیدھی سادی مثال اس رسد کی ہے، جس کی تیاری میں کچھ بھی صرف نہ ہوا ہو:۔ مثلاً کوئی ایسی چیز، جو مدفون خزانہ کی طرح مفت دستیاب ہو۔ اس قسم کی مقررہ رسد، اگر بحیثیت مجموعی بازار میں پیش کی جائے تو اس کی ایک مقررہ قیمت وصول ہوگی؛ مگر اس کا مالک یہ استدلال کر سکتا ہے کہ اگر رسد اور محدود کر دی جائے تو زیادہ قیمت وصول ہوگی۔ اگر طلب غیر تغیر پذیر ہو تو رسد کے نصف حصے سے دگنی قیمت سے زیادہ وصول ہو سکتی ہے، اور اس طرح بحیثیت مجموعی زیادہ رقم وصول ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں اجارہ دار کے حق میں نصف رسد کو ضائع کر دینا اور محض بقیہ نصف رسد ہی کو بازار میں پیش کرنا مفید ثابت ہوگا۔ اگر طلب تغیر پذیر ہو تو کل رسد بازار میں پیش کر دینے میں اس کا فائدہ ہوگا۔ یہ یقینی ہے کہ نصف رسد فروخت کرنے کے مقابلے میں اس صورت میں قیمت فی اکائی کم ہوگی؛ لیکن یہ کمی اتنی نہ ہوگی کہ مجموعی منافع اول الذکر کے

باب ۱۵ قدر اجارہ

مقابلے میں کم ہو۔ عام طور سے اجارہ دار کو اس وقت فائدہ ہوتا ہے، جبکہ وہ ایک غیر تغیر پذیر طلب کے تابع شے کی رسد کی مناسب و معقول تحدید کرے؛ اور شے کی طلب تغیر پذیر ہونے کی صورت میں رسد کو بڑھا دے۔

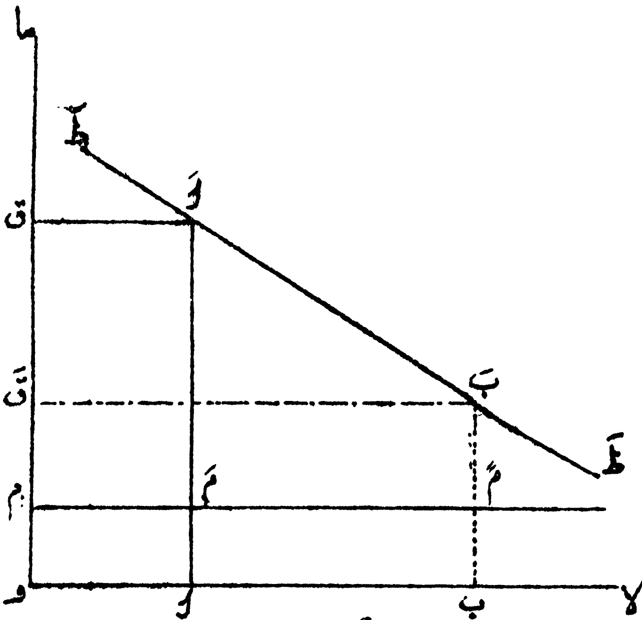
اس کے بعد یہ فرض کرو، کہ رسد مفت دستیاب نہیں ہوئی، بلکہ اجارہ دار اس کو معمولی حالات کے تحت، اصل لگا کر، مزدوروں سے اجرت پر کام لے کر، اور متعدد مصارف برداشت کر کے، تیار کرتا ہے۔ اس صورت میں اجارہ دار بحیثیت مجموعی زیادہ سے زیادہ خام قیمت وصول کرنے کی کوشش نہ کرے گا؛ بلکہ بیشترین خالص منافع، جو دوسرے اصل داروں کے معمولی منافع کے مقابلہ میں زیادہ ہو، وصول کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہ فرض کیا جا سکتا ہے، کہ ہر صورت میں اجارہ دار اپنے اصل کو دوسری سمتوں میں مصروف کر کے اس پر معمولی شرح سے سود وصول کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ نگرانی اور انتظام کے سلسلے میں اپنی محنت کے معاوضے میں، وہ اسی شرح سے معاوضہ حاصل کرنے کے قابل ہوگا جو کہ اسی قسم کی مہارت اور مشقت کے معاوضے میں بالعموم ملتا ہے۔ ان معمولی منافع کو ہم مصارف پیدائش میں شمار کر سکتے ہیں، یا کم از کم ایسا منافع خیال کر سکتے ہیں، جو اجارہ کی بنا پر وصول نہ ہوا ہو۔ نفع اجارہ دراصل وہ ہے، جو ان معمولی منافع کے سوا وصول ہو۔

یہ ممکن ہے کہ بہت کم اجارہ دار واقفیت کے ساتھ اس طرح اپنے منافع کو الگ الگ شمار کریں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اجارہ کے منافع کو، اور معمولی منافع کو، جو ان کے اصل اور محنت کے معاوضے میں ملتا ہے، علٰحدہ علٰحدہ شمار کرتے ہیں۔ انھیں محض اس بات کی مسرت ہوتی ہے، کہ وہ بیس فی صد یا تیس فیصد کے حساب سے مقسوم ادا کرتے ہیں؛ یا اپنی محنت کا اور اپنے رفقائے کار کی محنت کا معقول معاوضہ تنخواہ کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر ان سے غائر سوال کیا جائے، تو وہ فوراً تفریق و تمیز کر کے یہ بتلا دیں گے کہ اس مجموعی منافع میں، اجارہ کے نفع کا کتنا حصہ ہے۔ ہمیں موجودہ بحث میں صرف نفع اجارہ ہی سے اس کے اصلی معنوں میں سروکار ہے۔

199

باب ۱۴
قدر اجارہ

اگر اجارہ دار اپنی شے استقراری مصارف کے حالات کے تحت تیار کرتا ہے، تو وہ خالص منافع کا حساب سیدھے سادے طریق سے کرے گا۔ چنانچہ اس کی تشریح شکل نمبر (۹) سے ہوتی ہے۔ شے کو تیار کرنے کے مصارف کو یہاں و تا م کے فاصلے کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے، اور یہ مصارف یکساں رہتے ہیں، خواہ شے مذکور کی زیادہ مقدار تیار کی جائے یا کم، گویا، مصارف و م = ا مَ = ب مً ہوتے ہیں۔ اب رہی وہ قیمت جس پر کہ مقررہ مقدار فروخت کی جائے گی۔ تو اس کا دارومدار، طلب کے منحنی طَ طَ کے رجحان پر ہے۔



شکل (۹)

اگر بازار میں، مقدار و ا لائی جائے، تو وہ سب کی سب قیمت ا اَ پر فروخت کی جا سکتی ہے۔ اس مقدار کے مجموعی مصارف و م مَ ا ہوں گے۔ اس طرح اجارہ کا نفع، رقبۂ م ق اَ مَ سے ظاہر ہوگا، لیکن اگر مقدار و ب بازار میں لائی جائے، تو یہ ضروری ہے کہ قیمت گھٹا کر ب بً کر دی جائے،

اس لیے کہ یہی وہ قیمت ہوگی جس پر کہ و ب کی کل مقدار فروخت کی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں اجارہ کا نفع م ق بَ ثَم کا رقبہ ہوگا۔ اگر پہلا رقبہ م ق آ ثَم اس کی نسبت بڑا ہو تو اجارہ دار کو فائدہ اپنی رسد کو و ا کی مقدار تک محدود رکھنے میں ہوگا؛ لیکن اگر رقبۂ م تَ بَ ثَم دونوں میں بڑا ہو، تو اس کو اس وقت فائدہ ہوگا جب کہ وہ اپنی رسد کو و ب تک بڑھا دے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے، طلب کی تغیر پذیری، اجارہ دار کے حسابات پر بہت اہم اثر ڈالتی ہے۔ اگر طلب تغیر پذیر ہو، یعنی ـــ اگر قیمت کے کم کرنے سے اشیا کی خریداری اور صرف میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے، تو خط کا ڈھال تدریجی ہوگا، اور و قَ قیمت پر جو مقدار فروخت کی جا سکتی ہے وہ و ب سے زیادہ ہوگی۔ وہ متوازی الاضلاع بھی جو خام آمدنی اور اجارہ کے نفع کو ظاہر کرتے ہیں زیادہ لانبے اور رقبے میں بڑے ہوں گے۔ ان حالات کے تحت، یہ ممکن ہے کہ اجارہ کا نفع زیادہ قیمت کے مقابلے میں کم قیمت کے لیے نسبتہً زیادہ ہو۔

گزشتہ فصل میں یہ بیان کیا گیا، کہ اجارہ دار کو اپنی رسد کے ایک جزو کو ضائع کر دینے کی صورت میں نفع ہوگا، اور وہ بقیہ نصف حصے کو فروخت کر کے مجموعی مقدار کے مقابلے میں زیادہ خام آمدنی حاصل کر سکتا ہے؛ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس طرح اشیا ضائع کر دی جائیں۔ بمشکل تمام کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اجارہ دار کو مفت اشیا مصارف برداشت کیے بغیر دستیاب ہوں جب کسی اجارہ دار کی رسد تیار ہوتی ہے، اور اس تیاری میں اس کو کچھ مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں، تو اشیا کو تیار کرنے کے بعد ان کے ایک جزو کو ضائع کر دینے کے مقابلے میں، یہ طریقہ زیادہ آسان، کم خرچ اور کفایت شعارانہ ہوگا کہ پہلے ہی سے کم اشیا تیار کی جائیں۔ اجارہ دار کو اشیا ضائع کر دینے سے فائدہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جبکہ اسباب اس کے قابو سے باہر ہوں (مثلاً فصل کی افراط)، یا اس کا تخمینہ غلط نکلے۔ اس واقعہ میں اصلیت معلوم ہوتی ہے، کہ اٹھارویں صدی میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بعض اوقات اپنی لونگ کی پیداوار کا ایک

جزو اس وجہ سے جلا دیا، کہ بقیہ جزو کو ایسی اعلیٰ قیمتوں پر فروخت کرنے کے قابل ہو جن سے بحیثیت مجموعی زیادہ خام آمدنی وصول ہو۔ لیکن جدید ترقی یافتہ قوم میں پیداوار کو اس طرح ضائع کرنے کی ہمت بہ مشکل کی جائے گی؛ ناراض رائے عامہ کے انتقام کا خوف ایسی تضئیع کو روکے گا۔[1]

موجودہ زمانے میں اجارہ دار جس طریق سے عام طور سے رسد کی تنظیم کرنے کے لیے عمل کرتا ہے، اس کی مثال ہیرے کی برآمد کے حالات سے ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب نئے ہیرے، جنوبی افریقہ کی کمبرلی کی کانوں سے برآمد

201

ہوتے ہیں، یہ سب معدنیات ڈی بیرس کمپنی کی منفرد ملکیت ہیں؛ سیسل رھوڈس نے اپنی نگرانی میں متعدد حریف کمپنیوں کے اتحاد و انضمام سے اس کمپنی کو قائم کیا تھا۔ ان میں سے بعض کانوں میں کام نہیں کیا جاتا؛ اور مجموعی رسد عمداً اور قصداً اس مقدار تک محدود رکھی جاتی ہے، جو کہ بیشترین فائدے کے ساتھ فروخت کی جا سکتی ہو۔ ہیروں کی طلب ایک خاص مقام کے بعد بہت زیادہ غیر تغیر پذیر ہوتی ہے؛ ان کو زیادہ تر اظہار تمول و نمائش کی خاطر خریدا جاتا ہے؛ ان کی قلت اور اعلیٰ قیمت ان کے افادے کی بنیاد ہیں؛ اگر ان کی مقدار میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے، تو ان کی قدر و قیمت میں تقلیل واقع ہوگی؛ اسی وجہ سے ڈی بیرس کمپنی[2] کا حقیقتہً اسی میں فائدہ ہے، کہ پیداوار کی مقدار اور رسد کم اور محدود کی جائے۔ اگر ہیرے کی بجائے تانبا یا کوئی دوسرے شے ہوتی،

---

[1] جب کوئی ناشر کسی کتاب کے محدود نسخے طبع کرتا ہے اور اس کے بعد جمائے ہوئے سیسے کے حروف (ٹائپ) بکھیر دیتا ہے تو اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے رسد کے ایک جزو کو ضائع کر دیا تاکہ اپنے مطبوعہ محدود جزو کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کر سکے۔

[2] ڈی بیرس کمپنی دنیا کے مجموعی ہیرے کی پیداوار کا پچانوے فیصد برآمد کرتی ہے۔ دیکھو ولیمس کی کتاب The Diamond Mines of South Africa جلد اول صفحہ ۲۹۱، اور جلد دوم صفحہ ۱۷۱۔ مگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد سے حالات کسی قدر بدل گئے ہیں۔ جنوبی آفریقہ میں دوسرے مقامات پر اکتشافات ہونے کی وجہ سے رسد میں اضافہ ہو گیا ہے، اور اگرچہ اجارہ موثر ہے، پھر بھی وہ واحد پیدا کرنے والے کے ہاتھ

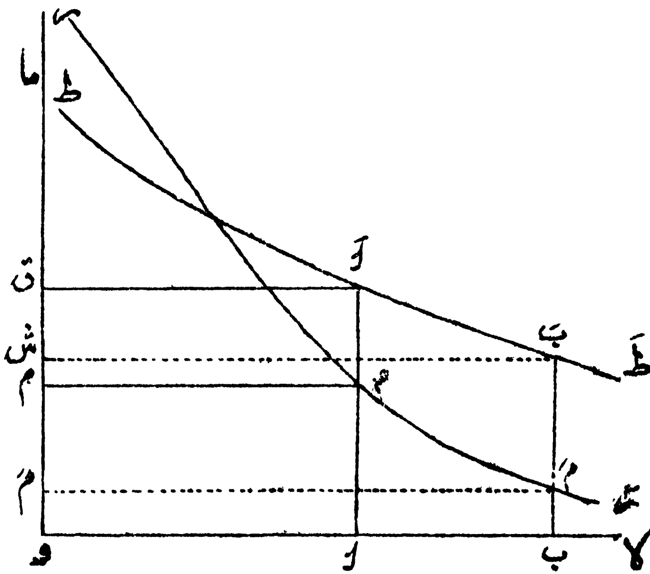
جس کی مانگ بہت تغیر پذیر ہوتی، تو ایسی شے کے اجارہ دار کو اپنے انتہائی ذرائع صرف کرکے، زیادہ سے زیادہ مقدار میں رسد مہیّا کرنے میں فائدہ ہوتا ہے۔

۳۔ اب فرض کرو کہ جس شے کا اجارہ حاصل ہے، وہ شے استقراری معارف کے حالات کے تحت تیار نہیں کی جاتی؛ بلکہ تقلیل معارف (تکثیر حاصل) کے حالات کے تحت تیار کی جاتی ہے۔ اس صورت میں اجارہ دار کے تخمینوں اور حسابات میں بہت پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس کو ایک طرف تو اس امر پر غور کرنا ضروری ہے، کہ بازار میں زیادہ رسد پیش ہونے کی صورت میں، قیمت کس حد تک گھٹ جائے گی؛ اور دوسری طرف یہ کہ اشیا زیادہ مقدار میں تیار ہونے کی صورت میں، معارف میں کس حد تک کمی ہوگی۔ یہ صورت حال بھی شکل ہی کے ذریعے سے بہت آسانی کے ساتھ بیان کی جا سکتی ہے: شکل نمبر (۱۰) میں طلب کے منحنی ط ط کا نزول بہت تدریجی ہے جو طلب کی وسیع تغیر پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔ س س رسد کا منحنی ہے اور اس کا نزول، کم از کم اس کے بالائی حصے میں، بہت ڈھلوان ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے جیسے زیادہ رسد تیار کی جاتی ہے ویسے ویسے معارف بحساب فی اکائی بہت سرعت سے گھٹتے جاتے ہیں۔ اگر اجارہ دار مقدار و ا تیار کرکے بازار میں پیش کرے، تو اسے معلوم ہوگا، کہ معارف بحساب فی اکائی ا م پڑتے ہیں؛ اور مجموعی معارف م و ا م ہوتے ہیں۔ یہ رسد ا ق قیمت پر فروخت کی جائے گی اور مجموعی خام آمدنی و ق ا و ہوگی، اور اجارہ کا نفع م ق ا م ہوگا۔ اگر اس کے برعکس زیادہ مقدار، یعنی ــــ و ب تیار کی جائے، تو معارف فی اکائی صرف ب قَم ہوں گے، اور مجموعی رسد کے معارف مَ و ب قَم ہوں گے۔ یہ رسد قیمت ب بَ پر فروخت کی جا سکتی ہے، اس سے مجموعی خام آمدنی و ش بَ ب ہوگی، اور اجارہ کا نفع قَم ش بَ قَم ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ اجارہ کا نفع بڑھیا قیمت کے مقابلے میں گھٹیا قیمت پر بہت زیادہ ہوگا؛ اور یہ اس لئے کہ

202

بقیہ حاشیہ گزشتہ: میں نہیں ہے بلکہ معدودے چند پیدا کرنے والوں کے اتحاد سے عمل رہا ہے۔ اس صنعت سے اب بھی قیمت اجارہ کے شرائط و حالات کی تشریح ہوتی ہے۔

جو حالات فرض کئے گئے ہیں، وہ بہت زیادہ تغیر پذیر طلب اور سریع تقلیل



شکل (۱۰)

مصارف کے حالات ہیں۔ طلب جس قدر کم تغیر پذیر ہوگی، اور مصارف کی کمی جس قدر کم سریع ہوگی، اسی قدر یہ زیادہ ممکن و اغلب ہے کہ اجارہ دار کو اپنی رسد محدود کرنے اور قیمت بڑھانے میں نفع معلوم ہو۔

اب ناظرین کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے گی، کہ متعدد بیشترین منافع اجارہ اور مرجحہ اجارے کی قیمتیں ممکن ہیں۔ اس مثال کے سب عناصر کو ایک منفرد و مبسوط بیان کے ذریعے سے ظاہر کرنے کے لیے، ریاضی طریق بیان کی ضرورت ہوگی؛ اس قسم کا بیان بظاہر توصیح معلوم ہوتا ہے؛ لیکن وہ بالعموم گمراہ کن ہوتا ہے؛ اور یہ بات ایک مقابلۃً سیدھی سادی شکل کے بارے میں بھی، جیسی کہ اوپر درج کی گئی ہے، صادق آتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس صورت حالات کے بعض عناصر کے متعلق اجارہ دار کو کم و بیش اندازے سے کام لینا پڑے، خاص کر تغیر پذیری طلب کے

203

باب ۱۵
قدر اجارہ

مدارج اور مقدار پیداوار کی زیادتی کے ساتھ تقلیل مصارف کی شرح کے متعلق قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایک کا ملاً غیر محدود اجارہ کی صورت میں بھی (اور ایسے اجارے بہت شاذ ہوتے ہیں)، اجارہ کی قیمت عام طور سے صرف اندازہ پر قرار پاتی ہے۔ اگرچہ اس کی سطح تقابلی قیمت سے بہت اعلیٰ ہوتی ہے، لیکن اس کا تعین بیشترین منافعہ کی کسی خاص مقدار کو حاصل کرنے کے خیال سے باقاعدہ حساب کر کے نہیں کیا جاتا۔

جب اشیا نئی نئی بنائی اور پیش کی جاتی ہیں، تو تقلیل مصارف یا تکثیر حاصل کے نمودار ہونے کا قرینہ بہت قوی ہوتا ہے۔ ابتداءً یہ بہت قلیل مقداروں میں خریدی اور استعمال کی جاتی ہیں، اس کے بعد جیسے جیسے ان کو قبولیت عام حاصل ہوتی جاتی ہے، اور ان کا استعمال وسیع ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ زیادہ مقداروں میں تیار کی جاتی ہیں، اور تکثیر حاصل کے اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ اکثر اوقات نئی اشیا بطور اجارہ تیار کی جاتی ہیں، اور پیٹینٹ یا محفوظ حقوق کے ذریعے سے ان کی تامین کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہمارے زیر غور اصول کی نہایت موزوں تمثیل پیش کرتی ہیں۔ مثلاً گیس کی قندیلوں میں ویلز بیک[1] کی ایجاد کردہ جالی (مَنٹل) لگائی جاتی تھی؛ اس کو تقریباً تمام مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں پیٹینٹ کے ذریعے سے محفوظ کرا دیا گیا تھا؛ اس سے گیس کا خرچ کم ہوتا تھا، روشنی بہت تیز ہوتی تھی اور ہوا بھی بہت کم خراب اور زہریلی ہوتی تھی۔ جالی کی طلب بہت تغیر پذیر تھی، اور جالیاں زیادہ مقدار میں تیار کرنے کی صورت میں مصارف پیدائش بہت کم ہوتے تھے؛ اسی وجہ سے اگرچہ وہ بطور اجارہ تیار کی جاتی تھیں لیکن وہ ایسی قیمت پر فروخت کی جاتی تھیں جو بحساب فی اکائی پیداوار کے مصارف سے بہت زیادہ نہ ہوتی تھی۔ تاہم چونکہ وہ کثیر مقداریں فروخت کی جاتی تھیں اس لیے ان سے بحیثیت مجموعی اکثر المقدار نفع اجارہ حاصل ہوتا تھا۔

[1] Welsbach آسٹریا کا مشہور موجد۔

باب ۱۵ قدر اجارہ

اس کے مماثل صورت حالات حقوق محفوظ شدہ کتابوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ کتابوں کی تیاری، تقلیل مصارف کے اصول کے تابع ہوتی ہے، حروف جوڑنے[1] اور مرکب حروف کی تختیاں بنانے کے مصارف وہی ہوتے ہیں، خواہ کتابیں ایک ہزار طبع کی جائیں یا پچاس ہزار۔ کتابیں تیار کرنے کے دوسرے مصارف، مثلاً ـــ کاغذ، طباعت، جلد بندی، وغیرہ، بحساب فی اکائی کسی قدر یکساں ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ جب انھی تختیوں سے مزید کتابیں تیار کی جاتی ہیں تو مصارف میں خفیف سی کمی ظاہر ہوتی ہے؛ بحیثیت مجموعی قلیل التعداد نسخوں کے مقابلے میں کثیر التعداد نسخوں کے لیے مصارف فی اکائی بہت کم پڑتے ہیں۔ چنانچہ ناشر عام طور سے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ کتابوں کا محدود ایڈیشن بالعموم قلیل تعداد میں طبع کرتے ہیں، اور کتب جمع کرنے والوں اور دوسرے اشخاص کے ہاتھ جو کسی نادر 204 شے کی قدر کرتے ہیں، اعلیٰ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ وہ اس طرح حساب کرتے ہیں کہ بڑے ایڈیشن کو کم قیمت پر فروخت کرنے کے مقابلے میں چھوٹے ایڈیشن کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کرنے سے، زیادہ نفع ہوگا۔ سائنس کی کتابوں کے بارے میں بھی یہی نتیجہ رونما ہوتا ہے، جو بالعموم ناظرین کے ایک مختصر دائرے میں مقبول ہوتی ہیں اور جن کی طلب بہت کم تغیر پذیر ہوتی ہے۔ قلیل التعداد مطبوعہ نسخے خواہشمندوں کو مقابلۃً اعلیٰ قیمت پر فروخت کیے جاتے ہیں۔ اگر ایسی کتابیں بڑی تعداد میں قابل فروخت ہوں تو ان کے مصارف اور غالباً ان کی قیمت بھی کمتر ہوگی۔ اس کے برعکس نئی کتابیں، جنھیں مطالعہ کرنے کی اکثر لوگوں کو خواہش و ترغیب ہوتی ہے، مثلاً ــ عام پسند ناولیں، ابتداءً کم قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں، اس لیے کہ وہ تقلیل پذیر مصارف اور تغیر پذیر طلب، دونوں حالات پیش کرتی ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ تخفیف مصارف (تقلیل حاصل) کے حالات کے تحت اجارہ دار کے لیے صورت حال پھر جداگانہ ہوگی۔ اگر رسد کے اضافہ کی وجہ سے

[1] Typesetting یا Composing

مصارف پیداوار میں زیادتی ہو، تو رسد کو محدود کرنے کا امکان بظاہر زیادہ قوی ہو گا۔ اگر طلب بہت زیادہ غیر تغیر پذیر ہو تو اجارہ دار کا رجحان یقیناً اپنی پیداوار کو بہت زیادہ محدود کرنے کی طرف ہو گا؛ اس لیے کہ رسد کی کمی کے ساتھ وہ قیمت جو وہ حاصل کر سکتا ہے، بہت بڑھ جائے گی؛ اور اسی کے ساتھ اس کے مصارف گھٹ جائیں گے۔ اور اگر طلب تغیر پذیر ہو تو بھی اجارہ دار کو پیداوار کے اضافہ کے ساتھ درحقیقت سرعت کے ساتھ گھٹنے والی قیمت کا ہی لحاظ نہ کرنا پڑے گا، بلکہ مصارف میں کچھ زیادتی کو بھی شمار کرنا پڑے گا۔ تاہم بہت شاذ ایسا ہوتا ہے کہ ان اشیا کا کسی کو اجارہ حاصل ہو اور وہ قانون تقلیل حاصل کے تحت پیدا کی جائیں۔ اس قسم کا اجارہ بعض نادر اور غیر معمولی معدنی پیداواروں میں ہو سکتا ہے، جو رسد کے واحد ذریعے سے یا چند متعدد ذرائع سے (جنوبی افریقہ کی ہیرے کی کانیں اس کی ممکنہ مثال پیش کرتی ہیں) حاصل کی جائیں۔ بحیثیت مجموعی، اجارہ کے حالات، کلاً یا جزواً، زیادہ تر ایسی اشیا کے بارے میں پائے جاتے ہیں جو استقرار حاصل یا تکثیر حاصل کے تحت تیار کی جاتی ہیں۔

۴۔ اجارہ میں ایک دوسرا امکان بھی پایا جاتا ہے: اور وہ یہ ہے، کہ رسد کی مختلف اقساط مختلف قیمتوں پر فروخت کی جا سکتی ہیں۔ مقابلہ اور مسابقت کے تحت بازار بھر میں ایک ہی قیمت رائج ہوتی ہے؛ کسی ایک بائع کو دوسرے بائع زائد قیمت وصول کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ سابقہ فصل میں یہ امر واضح طور سے فرض کیا گیا ہے کہ اجارہ کے تحت بھی یہی بات صادق آتی ہے؛ لیکن یہ ضروری نہیں کہ لازمی طور سے ایسا ہی ہو۔

مثلاً شکل نمبر (۹) مندرجہ صفحہ ۲۶۹ انگریزی پر نظر ڈالو! جس میں استقرار مصارف کے حالات کے تحت اجارہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ رقبہ م ق ک م کے ذریعے سے جن ممکنہ منافع کو ظاہر کیا گیا ہے، ان پر اجارہ دار اشتیاق کے ساتھ نظر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ سچ ہے کہ ایک یکساں قیمت، جس سے اس کو بیشترین منافع حاصل ہو سکتا ہے، قیمت و ق (= ب ب) ہو سکتی ہے، جس پر اس کے اجارہ

باب ۱۵ قدر اجارہ

کا نفع م ق ب م٘ ہوتا ہے۔ لیکن کیا وہ اس کے علاوہ زائد نفع جو مقدار و ا پر مل سکتا ہے، جو بازار میں پیش ہونے کی صورت میں قیمت ا و پر فروخت ہو گی نہیں لے سکتا؟ اور کیا وہ متمول طبقے سے یا زیادہ شوقین خریداروں سے اعلیٰ قیمت نہیں وصول کر سکتا؟ اور اسی کے ساتھ کم استطاعت یا کم شوقین خریداروں کے ہاتھ کم قیمت پر اشیا نہیں فروخت کر سکتا؟

اشیا کو مختلف خریداروں کے ہاتھ مختلف قیمتوں پر براہ راست اور آزادی کے ساتھ فروخت کرنا یقیناً ہمیشہ قابل عمل یا قرین مصلحت طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی خریدار کو شے سستے داموں مل جائے، تو یہ امکان باقی رہ جاتا ہے کہ وہ شخص اسی شے کو دوبارہ کسی قدر زائد قیمت پر فروخت کر کے نفع کمائے۔ اس کے علاوہ مساوات یا "منصفانہ برتاؤ" کی جبلت کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس کا لحاظ نہ رکھا جائے تو عوام میں اس کے خلاف ہیجان یا غم و غصہ کا جذبہ پیدا ہو گا، جس سے خریداروں پر اثر پڑ سکتا ہے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے نئے قانون یا ضابطے کے وضع کرنے کی سمت رہبری ہو۔ اسی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ اجارہ دار، اگر وہ اس قسم کا امتیاز قائم کرتا ہو، اس فرق و امتیاز کو پوشیدہ طور سے قائم رکھے۔ لیکن ایک حد تک خریداروں کے اعلیٰ طبقے سے وہ اعلیٰ قیمت اکثر وصول کر ہی لے گا، جو ان سے وصول نہ کرنے کی صورت میں انھیں نفع صارف کی شکل میں ملے گی۔

اس طرح اجارہ دار اپنی شے کو بازار میں بہ اقساط پیش کر سکتا ہے۔ ابتداءً وہ ان اشخاص کے ہاتھ جنھیں اس کی سخت ضرورت ہے، اعلیٰ قیمت پر فروخت کر سکتا ہے؛ اور اس کے بعد کسی قدر وقفے کے بعد مزید رسد بازار میں اس سے کم قیمت پر پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ ناشران کتب حقوق محفوظ شدہ کتابوں کے ساتھ اکثر ایسا ہی کرتے ہیں، خاص کر ایسی کتابوں کے ساتھ جن کے بڑی حد تک عام پسند ہونے کے متعلق معقول وجہ ہوتی ہے، اور خاصا یقین ہوتا ہے۔ پہلا ایڈیشن نسبتۃً اعلیٰ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے، کچھ وقفے کے بعد ایک عام پسند اور ارزان ایڈیشن شائع کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ایسے کثیر التعداد خریداروں کو خریدنے کی

باب ۱۵ قدر اجارہ

ترغیب ہوتی ہے، جن کے لیے پہلا ایڈیشن خریدنا بہت زیادہ بیش خرچ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایڈیشنوں کے درمیان کچھ نہ کچھ ظاہری فرق ضرور ہوتا ہے! یعنی ایک اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر چھپا پایا جاتا ہے، دوسرا گھٹیا کاغذ پر؛ ایک کی جلد نہایت عمدہ اور قیمتی ہوتی ہے، اور دوسرے کی جلد بالکل معمولی بلکہ کاغذ کی۔ لیکن ان دونوں نسخوں کے درمیان مصارف کا جو فرق ہوتا ہے، وہ بہت معمولی سا ہوتا ہے، اور قیمت فروخت کے فرق کی توجیہ نہیں کرتا۔ قیمت فروخت کے مابین جو فرق ہوتا ہے، وہ زیادہ تر ناشر کی اس کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے، کہ وہ یکے بعد دیگرے، اور بتدریج خریداروں کے متعدد طبقوں کو اپنا گاہک بنانا چاہتا ہے۔

206

کم و بیش یہی چیز پیٹنٹ شدہ اشیا کی صورت میں بھی بالعموم واقع ہوتی ہے۔ ان اشیا کی پہلی قسطیں جب بازار میں پیش کی جاتی ہیں تو اعلیٰ قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں؛ اور جب کم متمول طبقے کی کثیر جماعت کے ہاتھ ان اشیا کو فروخت کرنا مقصود ہوتا ہے، تو قیمت میں بہت تخفیف کردی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور عامل بھی ہے، جس کی جانب اشارہ کیا جاچکا ہے۔ چونکہ یہ اشیا پیٹنٹ کرائی جاتی ہیں، اس لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ نئی ہوں؛ اس لیے کہ قانون صرف ان کے نادر یا نئے ہونے کی بنیاد پر اجارہ یا پیٹنٹ عطا کرتا ہے۔ ایسی اشیا کا بازار یقیناً اور لازمی طور سے غیر یقینی ہوگا؛ پیٹنٹ کرانے والے شخص کو بہت احتیاط کے ساتھ میدان میں قدم دھرنا پڑے گا۔ ابتداءً جو قلیل مقدار بازار میں پیش کی جاتی ہے اس سے پیدائش بر پیمانہ کبیر کے فوائد نہیں حاصل ہوسکتے؛ اسی وجہ سے اگرچہ قیمت زیادہ ہوتی ہے، لیکن مصارف بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر شروع ہی سے اس کا یقین ہو کہ شے وسیع پیمانے پر فروخت کی جاسکے گی، تو ابتدا سے زیادہ محنت اور زیادہ کلیں لگاکر بڑے پیمانے پر اشیا کی کثیر مقدار تیار کی جاسکتی ہے؛ اس طرح تیار شدہ اشیا کے قلیل جزو کو اعلیٰ قیمت پر فوراً فروخت کردیا جاسکتا ہے، اور بقیہ حصے کو اس وقت تک ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، جب تک کہ ادنیٰ قیمتوں پر طلب کو پورا کرنے کا وقت آجائے؛ لیکن اس میں خطرہ مضمر ہے۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی قسطیں امتحاناً تیار اور فروخت کی جاتی ہیں، اور کم مصارف کے فوائد اس وقت تک حاصل

نہیں ہوتے جب تک کہ متواتر تجربوں سے اشیا کی کثیر مقدار کو کم قیمت پر فروخت کرنے کا امکان ثابت نہ ہو۔

قیمت میں فرق و امتیاز قائم کرنے کی سیدھی سادی مثال بظاہر ٹیلیفون میں ملتی ہے۔ ٹیلیفون کا انتظام اکثر ملکوں میں اجارہ کی شکل رکھتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ خواہ وہ سرکاری ملکیت میں ہو یا خانگی، اس کا انتظام اجارہ کے اصول پر ہونا ضروری ہے۔ یہ شے یا خدمت انتقال پذیر نوعیت نہیں رکھتی، چنانچہ اس کو دوبارہ فروخت کرنے کا امکان نہیں ہوتا۔ اور اس طرح قیمت میں تفریق و امتیاز قائم کرنے کے راستے سے ایک مزاحمت ہٹ جاتی ہے۔ ٹیلیفون کی شرحیں عام طور سے اس اصول کی بنیاد پر مقرر کی جاتی ہیں، کہ اس کا استعمال کرنے والا کیا اور کتنی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ شہروں اور گنجان قصبات میں اعلیٰ شرح سے قیمت وصول کی جاتی ہے، اور مفصلات اور مضافات شہر میں ادنیٰ شرح سے۔ قیمتوں کے اختلافات کی وجہ کسی حد تک بلاشبہ مصارف کے اختلافات ہیں؛ لیکن قیمتوں کے اختلافات کے چند اجزا بظاہر زیادہ تر اجارہ کے حالات کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ نتیجہ لازمی طور سے قابل اعتراض نہیں ہے! ملکیت خواہ سرکاری ہو یا خانگی، یہی نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے! اس کو یہاں صرف اجارہ کی قیمتوں کی عجیب و غریب خصوصیات مثالاً پیش کرنے کی غرض سے بیان کیا گیا۔

اس کی برعکس حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جبکہ اجارہ دار ایسے حالات کے تحت جو حریف صناعوں کی رہبری مختلف مصارف کے مطابق مختلف شرحیں وصول کرنے کی طرف کریں، سب اشخاص سے یکساں طور سے اور مساوی قیمت وصول کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ امریکا کے شہروں میں سڑک کی ریلوں (ٹرمیوے) کا جو یکساں کرایہ لیا جاتا ہے، وہ بجز اجارہ کے حالات کے قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ رسم و رواج، کرایہ وصول کرنے کی سہولت، اور عوام کو خوش کرنے کا رجحان، یہی وہ اسباب ہیں جو یہاں اجارہ دار کے یکساں شرح وصول کرنے کے محرک ہوتے ہیں۔ لیکن اس قسم کی سب سے عجیب و غریب مثال وہ ہے، جس میں کہ حکمران جماعت، صنعتی کاروبار، بطور اجارہ انجام دیتی ہے۔ ڈاک کے خطوں پر

207

باب ۱۵
قدر اجارہ

جو ٹکٹ لگائے جاتے ہیں، ان کی یکساں شرح قیمت کی توجیہ اسی طریقہ سے کی جا سکتی ہے۔ قریبی فاصلوں پر جو خطوط روانہ کئے جاتے ہیں ان پر اور خاص کر بڑے شہروں کے خطوط پر ½۲ سنٹ کے ٹکٹ کی شرح بہت منفعت بخش ہے۔ اگر متعدد حریف پیدا کرنے والے اس کاروبار کو انجام دیں تو ان میں سے چند ہی اس منفعت بخش کاروبار میں حصہ لیں گے اور یہاں دو سینٹ سے بدرجہا کم شرح پر ڈاک کے خطوط لانے اور لے جانے کا انتظام کریں گے۔ خانگی افراد یا مشترک سرمایہ کی انجمنیں، جو خطوط رسانی کی خدمت مضافاتی اضلاع میں، جہاں آبادی بہت کم ہو، انجام دے سکتی ہیں، مجبوراً اس سے زیادہ شرح وصول کریں گی؛ یا یہ کہ حکومت کو کثیر مالی نقصان برداشت کرکے یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا اور انجام دینا پڑے گا۔ موجود الوقت اجارہ، حکومت کو اس قابل بناتا ہے کہ اگر ایک شعبے یا علاقے میں نقصان ہوا ہو تو اس کی تلافی دوسرے شعبے یا علاقے کے نفع سے کرلے۔ ڈاک کا انتظام بہت معتدل اور یکساں شرح سے کیا جاتا ہے؛ یا تو منافعہ کے ساتھ جیسا کہ یوروپین ممالک میں ہوتا ہے، یا شل ریاستہائے متحدہ امریکا کے کہ یہاں مقابلۃً خفیف سا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح انتظام کرنے کے تعلیمی اور معاشری فوائد بحیثیت ایک ایسے اجارہ کے جس میں یکساں شرحیں ہوں، اس قدر واضح اور بدیہی ہیں کہ ان پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ مختلف خریداروں کے ہاتھ مختلف قیمتوں پر اشیا فروخت کرنے کا امکان اس واقعے کی تشریح و توجیہ کرتا ہے کہ:۔ مقامی بازاروں کے مقابلے میں بیرونی اور غیر ملکی بازاروں میں نسبتاً کم قیمت پر اشیا کی بھرمار کی جاتی ہے۔ اجارہ کی عدم موجودگی میں، یعنی۔ اس صورت میں جبکہ پیدا کرنے والے ایک دوسرے سے آزادی کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں، سب خریداروں کو اشیا یکساں قیمت پر دستیاب ہوں گی۔ فی الواقع پیدا کرنے والے اجتماعی حیثیت سے رسد کے ایک جزو کو کم قیمت پر اور بقیہ جزو کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کرکے نفع حاصل کرسکتے ہیں۔ ان مقامات میں جہاں بازاری حالات اتفاقاً غیر منفعت بخش ہوں، اور جہاں مجموعی رسد منفعت بخش قیمت پر فروخت نہیں کی جاسکتی، وہاں اس قسم کی تدبیروں کو اختیار کرنے کی ترغیب ہوتی ہے؛ لیکن

باب ۱۵ قدر اجارہ

کوئی ایک پیدا کرنیوالا دوسرے پیدا کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اپنے نقصان کو گوارا نہ کریگا۔ وہ اس چیز کو اپنے لیے ہرگز روا نہیں رکھ سکتا کہ محض دوسرے پیدا کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اپنی رسد کے ذخیرہ کو کلاً یا جزواً ضائع کردے۔

208

لیکن اگر سب مل کر باہمی سمجھوتے سے یہ طے کریں، کہ ہر شخص اپنی اپنی رسد کا ایک مقررہ جزو نقصان کے ساتھ فروخت کرے گا، اور بقیہ حصے کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کرنے کے لیے محفوظ رکھے گا، تو پیش نظر مقصد بظاہر حل ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں حسب ذیل رکاوٹ ہے۔ یہ امکان کہ وہ خوش قسمت خریدار جس کو کم قیمت پر اشیا ملیں گی، ان اشخاص کے ہاتھ اپنا مال دوبارہ فروخت کرے گا، جن سے اعلیٰ قیمت وصول کرنے کی تجویز قرار پائی تھی۔ لیکن اگر یہ خوش قسمت خریدار غیر ملکی شخص ہو اور اگر اشیا کی درآمد پر اعلیٰ محصول، ارزاں برآمد شدہ شے، کو ملکی بازار میں واپس بھیجنے میں اس کا مزاحم ہو رہا ہے تو پھر رکاوٹ رفع ہو جائے گی۔ اس صورت میں ملکی بازار میں شے کی قیمت بڑھا کر قائم کی جا سکتی ہے، اور اس طریقے سے جو نفع ہوگا وہ غیر ملکیوں کے ہاتھ برآمد کردہ اشیا کی فروخت کے نقصان کو زائل کر سکتا ہے؛ خاص کر اگر وہ شے ایسی ہو جس کے لیے طلب غیر تغیر پذیر ہو، اور جس کی رسد میں ملکی بازار میں اضافہ کرنے کی صورت میں قیمت بہت گھٹ جائے۔ اگر مستحکم اجارہ کے ذریعے سے یہ کاروبار انجام دیا جائے تو ممکن ہے کہ بیرونی ممالک میں بھی اشیا نفع بخش شرح سے فروخت ہوں، اور یہ کہ ملکی بازار میں زیادہ قیمت رکھنے سے اور بھی زیادہ نفع اجارہ حاصل ہو۔

اجارہ جتنا زیادہ مکمل ہوگا، اسی قدر اشیا کو بیرونی ممالک میں ارزاں برآمد کرنے کی نوعیت میں عدم مساوات کا زیادہ قرینہ ہوگا۔ نیم اجارہ یا عارضی اجارہ کی صورتوں میں بھی کچھ اسی قسم کا واقعہ رونما ہو سکتا ہے، اگرچہ فرق و اختلاف اس سے کم نمایاں اور کم مسلسل ہوں گے۔ کسی خاص پائی اور غیر معمولی شے کے تیار کرنے والے یا تاجر کا کچھ مدت کے لیے نیم اجارہ کی حیثیت میں ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک کہ وہ مقررہ شے پر قابو رکھتا ہے، اس حد تک

باب ۱۵ قدر اجارہ

اس کو اس میں فائدہ معلوم ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنی رسد کے ایک جزو کو غیر ملک میں یا کسی دور افتادہ علاقے میں فروخت کرے؛ تاکہ اس کا ملکی بازار "خراب" نہ ہو جہاں بازار کی نگرانی کا دارو مدار صرف نیک نامی پر ہوتا ہے، یا قائم شدہ کارخانے کی قدامت و شہرت پر؛ وہاں وہ حد جہاں تک کہ کم قیمت پر اشیا کی برآمد کی جا سکتی ہے، ایک مستحکم اور مستقل اجارہ کے مقابلے میں بدیہی طور سے محدود ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جہاں اکثر پیدا کرنے والے کسی عام پسند شے کی تیاری میں استقلال کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں، اس شے کو بیرونی بازار میں کم قیمت پر برآمد کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

۶۔ کامل اور غیر محدود اجارہ بہت شاذ واقع ہوتا ہے؛ اسی لیے حقیقی زندگی کے مظاہر کی تشریح و توجیہ کرنے میں قیمت اجارہ کے نظریہ پر حد سے زیادہ زور نہیں دینا چاہئے۔

مالی اسباب کی بنا پر حکومت جو اجارہ حاصل کرتی ہے، اس سے غالباً پورا نفع اجارہ حاصل کرنے کا بہترین موقع دستیاب ہوتا ہے۔ خدیو مصر کو برطانوی قبضے سے بیشتر مصر میں، نمک کی تجارت پر اجارہ حاصل تھا، تو غریب اور بدقسمت رعایا سے زیادہ سے زیادہ جتنی قیمت وصول کی جا سکتی تھی بے رحمی کے ساتھ وصول کی جاتی تھی لیکن مالی اجاروں میں عام طور سے اس قسم کی انتہائی قوت صرف نہیں کی جاتی۔ مہذب و ترقی یافتہ ملکوں میں اس قسم کے اجارے عام ہیں؛ ان میں عام محصل کے ذریعے سے سرکاری مداخل وصول کرنے کی بجائے اجارہ کے اصول پر انتظام کر کے وصول کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ آسٹریا، اٹلی، اور جاپان میں تمباکو اور نمک کے اجارے؛ فرانس میں تمباکو کا اجارہ، اور روس اور سوئٹزرلینڈ میں شراب کا اجارہ سرکار کو حاصل ہے۔ لیکن بہت شاذ ایسا ہوتا ہے کہ ان اجاروں میں انتہائی حد تک آمدنی کا استحصال کیا جائے۔ ایک مقررہ خالص آمدنی، جو مختلف ریاستوں کی مالی ضرورتوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور رسد اور قیمتوں کی تعیین و تنظیم پر اس سے آگے زور نہیں دیا جاتا۔

209

باب ۱۱ قدر اجارہ

پیٹنٹ شدہ اشیا اور ایسی اشیا جن کے حقوق محفوظ کرائے گئے ہوں، کامل اجارہ کے شرائط بظاہر پورے کرتے ہیں۔ اس میں اشیا بنانے کے لیے مسابقت کرنا ہمیشہ کے لیے قانوناً ممنوع ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کی اشیا کا اجارہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے، کہ کم و بیش دستیاب ہونے والے بدلوں کے مقابلے کا بھی لحاظ کرے؛ اور اس طرح وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی قیمتوں کو گھٹا دے، اور اپنی رسد میں اس سے بہت زیادہ اضافہ کرے جتنا کہ وہ مقابلہ نہ ہونے کی صورت میں کرتا: مثلاً — حقوق محفوظ شدہ کتابوں کا ایسی کتابوں سے مقابلہ تو درکنار جن کے تحفظ حقوق کی مدت ختم ہو چکی ہو، ان کا اسی قسم کے حقوق محفوظ شدہ دوسری کتابوں کی مسابقت سے دوچار ہونا ضروری ہے۔ نصاب کی ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب کے اجارہ سے بہت خاصا منافع حاصل ہوتا ہے، اور بعض اوقات تو بہت ہی زیادہ۔ بایں ہمہ اگر قیمت بہت زیادہ رکھی جائے تو ممکن ہے کہ اس کے بجائے اس سے کچھ گھٹیا درجے کی کتابیں استعمال کی جائیں۔ کسی حقوق محفوظ شدہ یا پیٹنٹ شے کو دوسری اشیا کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنے میں اس قدر فائدہ نہیں ہوتا، جتنا کہ اس کی زیادہ تعداد کو ان اشیا کی ہی قیمت پر فروخت کرنے سے۔ اس نفع میں اس وقت اور بھی زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ پیدائش، تقلیل مصارف کے حالات کے تابع ہو۔

دوسری حالتوں میں بھی جو حقیقی یا ظاہری یا نیم اجارہ کی نوعیت رکھتی ہیں، عام طور سے رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ اکثر نام نہاد اجاروں میں نہ صرف قانونی بنیاد کا بلکہ مستحکم صنعتی بنیاد کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر 'ٹرسٹوں' کا یہی حال ہے جو 'افقی اتحاد' کے ذریعے سے قائم کئے گئے ہوں۔ ان 'ٹرسٹوں' کے لیے ضروری ہے کہ وہ حریفوں سے ہر وقت باخبر رہیں؛ لیکن ان میں سے بہت کم کامل اور غیر محدود اجارہ کی قوت سے کام لے سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں دوسری تجارتی جماعتوں کے لیے بھی (گو ان کی بنیاد بہت زیادہ مستحکم ہو) یہ ضروری ہے کہ سرکاری مداخلت، تنظیم سے چوکس رہیں اور اس کی نوبت نہ آنے دیں کہ سرکار ان کی باجائی کرے۔ اس کی ذیل میں نام نہاد 'خدمت عامہ' کی صنعتیں آتی ہیں، مثلاً — ریلوے، سڑک کی ریلوے

210

باب ۱۵
قدر اجارہ

ٹیلی گراف، ٹیلیفون، اور گیس کمپنیاں۔ ان دونوں قسم کی صورتوں پر جو موجودہ زمانے کی صنعت میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، ہم آیندہ چل کر بحث کرینگے۔ یہاں اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ اجارہ کسی نہ کسی طریقے پر محدود و مشروط ہوتا ہے۔

سب سے آخر میں اجارہ دار کی سستی اور کاہلی کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے قیمت اجارہ کے نظریہ کے صحیح استدلال میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اجارہ دار بہت ہوشیاری کے ساتھ اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں نفع کمائے گا۔ ممکن ہے کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش ہی نہ کرے؛ اس لیے کہ مقابلے کی مہمیز (اور یہی وہ واحد قوت ہے جو کسی دوسری قوت سے زیادہ تجارتی اولوالعزمی اور کاروباری ذہانت کے حق میں سامیج کا کام کرتی ہے) مفقود ہوتی ہے۔ مستحکم حیثیت رکھنے والے اجارہ دار کے لیے اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ وہ اتنے ہی منافع پر قناعت کرے، جتنا کہ اس کو بآسانی دستیاب ہو اور اس سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی نہ کرے۔ فی الواقع یہ ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے زیادہ ہوشیار اور ذکی شخص کی نظر امکانات پر پڑے، وہ اس کاہل اجارہ دار سے مقابلہ کرکے اس کو زک دے؛ اور اس طرح زیادہ جوش و خروش اور منافع کے ساتھ کاروبار چلائے۔ اس قسم کے واقعات موجودہ زمانے کے خدمت عامہ کے اجاروں میں بالعموم ظہور پذیر ہوتے ہیں؛ خاص کر ایسے اجاروں میں جن میں منافع کے امکانات کا تعلق صنائع و فنون کی تبدیلیوں اور بڑے شہروں کی توسیع و ترقی سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق پیشگی اندازہ کا خطرہ برداشت کیا جاسکے۔ اجارہ کا حقیقی عمل بالعموم بہت زیادہ غیر یقینی اور بے قاعدہ ہوتا ہے۔

۷۔ اب اجارہ کی ایک شکل کے متعلق کہنا باقی رہ گیا ہے جو بالعموم منظر عام پر رونما ہوتی ہے، اور وہ 'احتکار' ہے۔ 'احتکار' کی اصطلاح کا مفہوم عام طور سے یہ نہیں لیا جاتا کہ پیدائش کے ذرائع مستقل طور سے اجارہ کی نگرانی کے تحت آجائیں بلکہ یہ کہ جتنی رقم فراہم ہوسکے، وہ فی الوقت منفرد نگرانی میں رہے۔ تخمین کا میلان اور شوق رکھنے والے اشخاص اس قسم کے کاروبار میں حصہ لینے کی کوشش کرتے ہیں: یعنی — وہ کسی شے کی کل رسد کو خرید کر اس پر قابو جما لیتے ہیں، اور اس کے بعد

اگر ممکن ہو تو، اس کو بیشتر ین منافع پر فروخت کر دیتے ہیں۔

جہاں تک بازاری قیمتوں کی معمولی رفتار کا تعلق ہے، محض عمل احتکار سے کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔ اگر رسد ایک ہی مقررہ رہے، تو گاہکوں کو جس قیمت پر اشیا ملیں گی وہ اس لیے کم یا زیادہ نہ ہونگی، کہ وہ شے ایک ہی شخص کی نگرانی مین ہے۔ بایں ہمہ احتکار کرنے والا زر کما سکتا ہے؛ اور اگر وہ زر کمائے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دوسروں کی نسبت اس نے بہت سرعت اور ہوشیاری کے ساتھ پیشتر سے یہ معلوم کر لیا کہ موسمی رسد میں قلت واقع ہوگی۔ ایسے سوداگروں

یا پیدا کرنے والوں سے جو اس کی نسبت کم ہوشیار ہوں، معتدل قیمتوں پر پوری رسد خرید کر کے، اور اس کو قیمت کے کچھ اضافہ کے ساتھ فروخت کر کے وہ معقول منافع کما سکتا ہے؛ لیکن قیمت میں اس اضافہ کا جلد یا دیر سے رونما ہونا بہر حال یقینی ہے۔ صارفوں کا نقصان کر کے منافع نہیں کمایا جاتا! سوال صرف اس قدر ہے کہ صناعوں یا درمیانی اشخاص کی کون سی جماعت اس موسم کی بازاری قیمت کا صحیح اندازہ قائم کرے گی اور اس کے مطابق نفع کمائے گی۔ یہ بات خاص طور سے ایسی اشیا کے بارے میں صادق آتی ہے جو براہ راست صرف یا استعمال کرنے کے قابل ہوں، یا اس حالت سے بہت قریب ہوں: مثلاً ــــ برف، جس کی رسد ایسے ممالک میں جو قدرتی (یعنی سرمائی موسم کے جمے ہوئے) برف پر بسر کرتے ہیں، موسمی ضرورتوں کے لحاظ سے قطعاً معین ہوتی ہے؛ ــــ یا کوئی ترکاری مثل ٹماٹوں کے، جس کی پوری فصل ڈبوں میں بند کر کے بیچنے کی غرض سے بعض اوقات احتکار کرنے والے مخزنوں نے خرید لی ہو۔ ان اشیا کی قیمت طلب و رسد کے عمل سے، یعنی اختتامی فروخت پذیری سے بہت زیادہ صحت کے ساتھ طے پاتی ہے، اور گاہک کے لیے یہ امر کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ اس کی رسد ایک شخص کے ہاتھ میں ہو یا زیادہ اشخاص کے ہاتھ میں۔

اشیائے پیدائش کی صورت میں، جیسے کہ دھات اور اشیائے خام ہیں، احتکار سے قیمتوں پر خاصا بڑا اثر پڑنا ممکن ہے۔ اور اس کے وجوہ وہی ہیں جو اوپر بیان کیے گئے۔ بشرطیکہ احتکار مکمل طور سے اور سختی کے ساتھ کیا جائے، یعنی فراہم

باب ۱۵
نفع اجارہ

ہونے والی تمام رسد یا رسد کے تمام ممکنہ ذرائع کو موثر طریقے سے قابو میں کر لیا جائے کم از کم یہ امکان ضرور ہوتا ہے کہ درمیانی اشخاص اور پیدا کرنے والے، جو ایسا کاروبار کرتے ہوں، جس میں اشیائے خام کی ضرورت ہوتی ہے، معمولی حالت کے مقابلے میں جبکہ احتکار نہ ہو زیادہ قیمت ادا کرنے پر مجبور ہوں۔

اس سے بالکلیہ مختلف صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جبکہ وہ اشخاص جن کی جیبوں سے احتکار کے ذریعہ سے روپیہ وصول کرنا مقصود ہو، صارف نہیں ہوتے، بلکہ دوسرے تاجر اور مخمن ہوتے ہیں؛ اور خاص کر ایسے مخمن جو مستقبل کے وعدہ پر سامان فراہم کرنے کے متعلق خرید و فروخت انجام دیتے ہیں۔ اکثر مخمن محض مستقبل کی قیمتوں پر بازی لگاتے ہیں، اور وہ اکثر صورتوں میں غیر مکمل یا غیر صحیح معلومات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں تخمینی احتکار کی جہت عام طور سے ایسے اشخاص ہوتے ہیں جنھوں نے مستقبل کے وعدے پر مال فروخت کیا ہو؛ یعنی — ایسے اشخاص جنھوں نے مستقبل کی کسی مقررہ تاریخ تک ایک مقررہ قیمت پر ایسا مال فروخت کرنے کے لیے معاہدہ کیا ہو، جو ان کے پاس نہ ہو ممکن ہے کہ کوئی ہوشیار اور باہمت شخص یا ایسا شخص جو ہوشیار نہ ہو اور صرف ہمت و جرائت رکھتا ہو، یہ خیال کر کے کہ اکثر تاجروں نے مستقبل میں مال کی فراہمی کے وعدہ پر کاروبار کثیر مقدار میں کیا ہے، مجموعی رسد کو مقررہ تاریخ آنے سے بیشتر خرید کر ذخیرہ کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائے تو اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق جو قیمت چاہے مقرر کر سکتا ہے؛ چنانچہ اس کی مقرر کردہ قیمت پر مال خریدنا، ان تاجروں کے لیے ضروری اور ناگزیر ہوتا ہے، اس لیے کہ انھیں اپنے گزشتہ معاہدات کی پابندی کرنی ہے۔ احتکار کرنے والے شخص کی مقرر کردہ قیمت اور اس کی قیمت خرید کا درمیانی فرق ہی احتکار کا منافع ہے۔ اس طریقے سے بظاہر عام صارف براہ راست متاثر نہیں ہوتے، بلکہ صرف دوسرے تاجر اور مخمن متاثر ہوتے ہیں۔ اس حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ گویا ہیرا ہیرے کو کاٹتا ہے۔

212

بایں ہمہ عوام ان تخمینی احتکاروں سے بالکل بے تعلق نہیں رہتے۔ عوام کی بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ملتوی نہیں ہو سکتیں، اور ان ضرورتوں کو

باب ۱۵
قدر اجارہ

پورا کرنے کے لیے مروجہ بازاری قیمت پر اشیا خریدنا ناگزیر ہوتا ہے۔ اس قسم کی خریداری ایسے اشخاص کرتے ہیں جو زیادہ خواہشمند یا زیادہ حاجتمند ہیں! جو اس شے کو بالعموم معمولی بازاری قیمت پر خریدتے اور نفع صارف حاصل کرتے ہیں۔ احتکار کے نازک اور رھڑ یا جھڑپ کے زمانے میں: مثلاً ـــ مئی کے مہینے میں، اگر ماہ مئی میں گیہوں کی فراہمی استحواذ نزاع ہو تو گیہوں مصنوعی طور سے اعلیٰ قیمت پر فروخت ہوگا۔ احتکار کرنے والا، بازار میں جتنی رسد آتی ہے، سب کی سب خرید لینے پر تلا ہوتا ہے، تاکہ اس طرح دوسرے حریفوں کو اپنے معاہدات کی تکمیل کرنے سے باز رکھے۔ ان دوسرے حریفوں پر بھی رسد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ کم دباؤ نہیں پڑتا! .... جب تک یہ کشمکش ختم نہ ہولے، یعنی، تاوقتیکہ احتکار اس بنا پر ٹوٹ نہ جائے کہ احتکار کرنے والا مجموعی رسد پر قابو حاصل کرنا ناممکن پاتا ہے، یا قلیل رسد رکھنے والے تاجر اپنی شکست کو تسلیم نہ کرلیں، اور اپنے حریفوں سے تصفیہ اور سمجھوتہ نہ کرلیں، اس وقت تک بازاری قیمت اعلیٰ رہیگی، اور جو لوگ اپنی حقیقی اور اصلی احتیاجوں کو پورا کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے وہ یہی قیمت ادا کریں گے۔ جب یہ کشمکش ختم ہوجائے گی تو قیمت دفعۃً موسم کی معمولی سطح پر واپس آجائے گی یا اس سے بھی کم ہوجائے گی؛ مگر اکثر صارفوں کی حالت اس سے پہلے کی نسبت کچھ بہتر نہ ہوگی، اور بعض اوقات اس سے بہتر بھی ہونا اسی بنا پر ممکن ہے کہ بازار میں اب تک جو رسد مدت سے نہ آسکی تھی وہ بہ سرعت آنے لگے گی۔

کامیاب احتکار بہت شاذ ہی ہوتے ہیں۔ وہ اشخاص جو ایسے احتکار قائم کرنے کی عام طور سے کوشش کرتے ہیں رسد کا غلط اندازہ قائم کرتے ہیں، اور اپنے اعتبار کی حد سے زیادہ کھینچ تان کرتے ہیں۔ جب حریف مخنوں کی مسابقت قیمت کو بڑھادیتی ہے، تو بازار میں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے اشیا کی بھرمار شروع ہوجاتی ہے؛ اور بازار کے ہر قسم کے غیر متوقعہ کونے گوشے رسد کے اجزا کے نکاو کی جگہ بن جاتے ہیں؛ اسی کے ساتھ عام صرف کی مقدار گھٹ جاتی ہے: اور اس حد تک معمولاً دستیاب ہونے والی رسد کی زیادہ مقدار کو فروخت طلب

218

مقدار اجارہ

چھوڑ دیتی ہے۔ احتکار قائم کرنے کی غرض سے کثیر رقم کا ہمیشہ وسیع پیمانے پر قرضہ حاصل کرکے فراہم کرنا، اور جتنی مقدار قابو میں لائی جاچکی ہو اس کو مکفول کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی قرض دہندہ اپنی رقم کی فوری واپسی کا مطالبہ کر بیٹھے تو بسرعت کاروبار بگڑ جاسکتا ہے۔ جب کوئی شے، زرعی پیداواروں کے مثل موسمی پیدائش کے تابع نہ ہو، بلکہ مسلسل تیار کی جاتی ہو تو پھر احتکار قائم کرنے کی راہ میں زیادہ سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ۱۸۸۷ء تا ۱۸۸۸ء میں فرانسیسی محمنوں کی ایک مشہور جماعت نے، جس کا سرگروہ سکریٹن تھا، تانبے کا احتکار کرنے کی کوشش کی۔ معاً دنیا کے ہر حصے سے اور تمام غیر معلوم اور نیم کندیدہ معدنوں سے تانبے کی برآمد ہونے لگی اور رسد کی مقدار میں اضافہ ہوگیا۔ یہ احتکار متعدد مہینوں تک قیمت کو بڑھائے رکھ کر اور ان لوگوں کو پریشان اور زیر بار کرکے جنھیں اس زمانے میں لازماً خریداری کرنی پڑتی تھی، انجام کار تباہ کن طریقے پر ناکام رہا؛ نتیجہ یہ کہ اس کے بانی نے بالآخر خودکشی کرلی، اور ایک بڑے فرانسیسی بنک کو، جس نے اس شخص کو کثیر المقدار رقمیں بطور قرض دی تھیں، مجبوراً رقمی مطالبات کی ادائی موقوف کرنی پڑی۔



214

باب شانزدہم

مصارف مشترک اور طلب مشترک

(۱) مصارف مشترک: طلب کے اضافہ یا تخفیف کا اثر۔ مصارف کی تفریق پذیرمد کا اثر۔ "ذیلی پیداوار"۔ پیچیدہ صورت جس میں اجارہ اور مصارف مشترک دونوں موجود ہوتے ہیں۔ بڑے کارخانے کا اثر۔ (۲) طلب مشترک۔ اضافۂ طلب کا اثر سب سے زیادہ اس جزو پر پڑتا ہے جس کی رسد سب سے زیادہ محدود ہو۔ تعمیرات کے پیشوں کی محنت کی مثال۔ طلب مشترک ایسی خصوصیات پیدا کرتی ہے جو مصارف مشترک سے پیدا ہونے والی خصوصیات کے مقابلے میں کم دیرپا ہوتی ہیں۔

۱۔ اشیا بالعموم مصارف مشترک سے تیار ہوتی ہیں۔ ایک ہی عمل یا کاروبار سے جہاں کل کا ایک جزو انجام پاتا ہے وہیں دوسرا جزو بھی تیار یا حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔۔بکری ذبح کرنے کے عمل سے بکری کا گوشت اور اون؛ گاؤکشی سے گائے کا گوشت، کھال اور سینگیں؛ تانبا، چاندی اور سونا یہ فلز رکھنے والی کچھ دھات سے حاصل ہوتا ہے؛ علیٰ ہذا پنبہ سے روئی کے ریشے اور بنولا۔ مشترک مصارف سے تیار کی ہوئی اشیا ہمارے لیے اس لیے دلچسپی رکھتی ہیں کہ وہ قیمت کے مخصوص سوالات پیش کرتی ہیں۔

پیدائش مشترک کی ایک مکمل مثال ریشۂ پنبہ اور تخم پنبہ کی ہے۔ روئی کے ریشے کو قابل فروخت بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس سے تخم جدا کر دیا جائے؛

باب ۱۶
مصارف مشترک اور طلب مشترک

پنبہ کی کاشت اور ایک سے دوسرے کو علیحدہ کرنے، اور صاف کرنے کے جملہ مصارف دونوں عملوں کے لیے ایک ساتھ عائد ہوتے ہیں۔ لیکن روئی کا ریشہ اور تخم، بازار میں فی پاونڈ کے حساب سے مختلف قیمتوں پر فروخت ہوتا ہے؛ ہر ایک پاونڈ ریشہ کے ساتھ تقریباً دو پاونڈ تخم نکلتا ہے۔ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۸ء کے پنج سالہ دور کی قیمتوں پر روئی کا ریشہ دس سینٹ فی پاونڈ کے حساب سے فروخت ہوا اور تخم فی پاونڈ ۱ ½ سنٹ کے نرخ سے۔ واقعات سے قریب رہ کر یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ روئی مقابلے کے حالات کے تحت تیار کی جاتی ہے، اور یہ کہ بہت بڑی حد تک اس کے مصارف عملاً استقراری ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر متعدد مسلسل سالوں کی قیمتوں کے اوسط کو لیا جائے تو ریشہ اور تخم ان مصارف سے کچھ ہی زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے ہیں جو کہ ان کی پیدائش میں عائد ہوتے ہیں؛ لیکن ان دونوں پیداواروں کے مابین مجموعی قیمت کی تقسیم کا دارومدار ان کی اضافی طلب یا ان کی اختتامی فروخت پذیری پر ہوتا ہے۔ کسی مقررہ فصل کی روئی کے ریشے کی اختتامی فروخت پذیری، اس تخم کی اختتامی فروخت پذیری کے مقابلے میں، بہت زیادہ ہوتی ہے، جو کہ اس روئی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر روئی، تخم کے مقابلے میں بہت زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔

215

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک ایسی شے کی طلب کا اضافہ جو دوسری شے کے ساتھ مشترکہ طور سے تیار کی جاتی ہے، دوسری شے کی قیمت میں تخفیف کا سبب بن سکتا ہے: مثلاً — اگر روئی کی طلب میں اضافہ ہو تو اس کی قیمت بڑھ جائے گی؛ مگر اس سے تخم کی قیمت پر جس کی رسد و طلب کے حالات یکساں رہیں براہ راست اثر نہ پڑیگا۔ لیکن روئی کی قیمت کا اضافہ پیدائش کے حق میں مہیّج کا کام کرے گا، اور ریشہ اور تخم کی زیادہ مقدار اب بازار میں آئے گی؛ اور چونکہ تخم کی طلب کے حالات یکساں رہینگے اور ان میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی، اس لیے اس کی قیمت میں رسد کے اضافہ کے ساتھ تخفیف ہونا ضروری ہے۔ پیدائش میں اس وقت تک اضافہ ہوگا جب تک کہ انجام کار یہ دونوں اشیا پھر اپنے مشترکہ مصارف پیدائش کے اعتبار سے فروخت ہونے لگیں۔ لیکن چونکہ اب تخم کم قیمت پر فروخت ہو رہا ہے، ریشہ کا اس سے

کسی قدر زیادہ قیمت پر فروخت ہونا ضروری ہے۔ اور ریشے کی طلب کے اضافہ کا معین نتیجہ اس طرح یہ ہوگا کہ ان دونوں اجزا کی پیدائش زیادہ مقدار میں ہوگی۔ اس کی وجہ سے ایک جزو زیادہ قیمت پر فروخت ہوگا اور دوسرا جزو کم قیمت پر۔ اگر ان میں سے ایک شے کی طلب میں بجائے اضافہ کے تخفیف ہو تو اس کا برعکس نتیجہ برآمد ہوگا۔

مشترکہ مصارف کی اکثر مثالوں میں صورت حالات اس قدر سیدھی سادی نہیں ہوتی جیسی کہ ابھی بیان کی گئی؛ اس لیے کہ عام طور سے ہر شے کی پیدائش میں بعض جداگانہ مصارف عائد ہوتے ہیں۔ ایسا بہت کم واقع ہوتا ہے کہ مثل روئی کے ریشے اور تخم کے دونوں اشیا کے مصارف آخر تک مشترکہ طور سے عائد ہوتے رہیں۔ اس کی ایک عام مثال اون اور بکری کے گوشت کی ہے۔ گو یہ دونوں اشیا زیادہ تر مشترک مصارف سے تیار ہوتی ہیں، لیکن ہر شے کی تیاری میں بعض خاص مصارف بھی انفراداً عائد ہوتے ہیں: مثلاً — اون کو دھونا اور صاف کرنا ضروری ہے، بھیڑ بکری کو ذبح کرکے گوشت نکالنا اور بنانا ضروری ہے۔ گوشت اور اون میں سے ہر ایک کا کم از کم ان خاص مصارف کے اعتبار سے جو ان کے متعلق ہیں فروخت ہونا ضروری ہے؛ اس لیے اقل قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ ان دونوں اشیا سے کس تناسب سے بقیہ مشترک مصارف وصول ہوسکیں گے، اس کا دارومدار طلب کے عمل پر ہوگا، جیسا کہ روئی اور تخم کی سیدھی سادی مثال میں ہم نے دیکھ لیا۔

"ذیلی پیداوار" کی اصطلاح عام طور سے بعض ایسی اشیا کی تعریف کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو مشترک مصارف پر تیار کی جاتی ہیں۔ جب ان میں سے ایک شے دوسری کے مقابلے میں ہمیشہ بہت کم قیمت پر فروخت کی جاتی ہے تو اس کو ذیلی پیداوار کہا جاتا ہے؛ — یا جب ایک ایسی شے جو اب تک استعمال ہی نہ ہوئی تھی مگر اب اس سے کام لیا جانے لگا ہو اور اس میں بازاری قدر پیدا ہو جائے تو اس کو اسی نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یہ دونوں اسباب اس امر کی تشریح و توجیہ کرتے ہیں کہ کیوں روئی کے تخم کو عام طور سے "ذیلی پیداوار" کہا جاتا ہے اور "مشترک

216

باب ۱۴
مصارف مشترک اور طلب مشترک

پیداوار' کے نام سے (حالانکہ حقیقت میں یہی نام اس کے لیے زیادہ بہتر ہوگا) موسوم نہیں کیا جاتا۔ مصارف مشترک کی سب سے عجیب وغریب مثالوں میں سے ایک مثال ذبح کئے ہوئے جانور کے متعدد اعضا کے استعمال میں ملتی ہے: کھال، ہڈیاں، سینگیں، کھر، خون، اور اگر خنزیر ہو تو اس کے خار اور متعدد دوسرے اعضا۔ یہ سب، کسی نہ کسی کام میں لائے جاتے ہیں، اور ان میں سے اکثر کے مصارف عموماً خاص خاص طور سے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ چونکہ گوشت سب سے زیادہ اہم اور عام پسند پیداوار ہوتی ہے اس لیے دوسری پیداواروں کو بالعموم 'ذیلی پیداوار' کہا جاتا ہے۔

پیدائش کے طریقوں میں خاص کر علم کیمیا کے اثر کے تحت جو عظیم الشان ترقی رونما ہوئی ہے، اس کی بدولت اکثر اشیا جو پہلے بیکار سمجھ کر پھینک دی جاتی تھیں، بکار آمد ثابت ہو رہی ہیں؛ اور اس طرح مصارف مشترک کے اصول کا اطلاق روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اصول کے اس پہلو کی مزید تمثیل اون سے ملتی ہے جو گوشت کے ساتھ بذریعہ مصارف مشترک پیدا کیا جاتا ہے۔ ابتداءً جب بکرے کی کھال، جس میں اون ہوتا ہے نکالی جاتی ہے تو اس میں چربی لپٹی ہوئی ہوتی ہے، اور اون کو کارآمد بنانے سے قبل اس کو چربی اور دوسری آلائشوں سے پاک صاف کرنا ضروری ہے۔ یہ چربی اور آلائشیں پہلے فضلہ خیال کی جاتی تھیں، مگر موجودہ زمانے میں یہ بھی ناکارہ نہیں رہیں؛ چنانچہ ان کو صاف کرکے ان کو چرم کی دباغت اور دوسرے کاموں میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح تخم پنبہ سے جو خود ایک 'ذیلی پیداوار' ہے مزید پیداوار یعنی تیل برآمد کیا جاتا ہے تخم پنبہ کو پیس کر جو روغن تیار کیا جاتا ہے وہ مختلف قسموں اور درجوں کا ہوتا ہے جس سے گوناگون کام لیے جاتے ہیں۔ روغن تیار کرنے کے بعد جو فضلہ یا کھلی بچ جاتی ہے اس کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا جاتا، بلکہ مویشیوں کی غذا کے طور پر وہ کام آتی ہے۔ خام لوہے کی بھٹیوں میں پگھلے ہوئے مادے کی سطح پر جو میل جمع ہو جاتا ہے اور پہلے بھٹیوں کے قریب کثیر مقدار میں جمع پڑا رہتا تھا، اور جسے بعض اوقات پتھر کے کنکروں کی بجائے ریل کی پٹریوں کے نیچے بچھانے کے کام میں لایا جاتا تھا، حال حال سے سمنٹ کی تیاری میں خام مال کے طور پر استعمال

§ ۱۲. معارف مشترک اور طلب مشترک

کیا جا رہا ہے[1]۔ ڈامبر یا تھیر، گیس اور پتھر کا کوئلہ بنانے میں ذیلی پیداوار کے طور پر حاصل ہوتا ہے علم کیمیا کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں ایسے اجزا موجود ہیں جن سے بہت ارزاں طریق پر رنگ اور بعض اہم ادویہ بنائی جا سکتی ہیں۔ معدن زغال کے زیریں طبقات سے ایک قسم کا گاڑھا تیل پیدا ہوتا ہے، اس سے گزشتہ نصف صدی کے دوران میں انسان کے ذرائع میں بہت عجیب و غریب اضافہ ہوا ہے۔ اس سے متعدد دوسری پیداواریں حاصل ہوتی ہیں، جن کے مصارف کسی حد تک مشترک ہوتے ہیں؛ اور ایک حد تک خاص مصارف ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔ مٹی کا تیل (جس سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے)، نفت، گیسولین، کل پرزوں کو چکنانے کا تیل، صبغ، موم، اور موبیائی وغیرہ۔ 217

بعض مشترک پیداواروں کو حاصل کرنے اور ان کو مفید بنانے کے لیے بڑے پیمانہ پر کارخانہ قائم کرنا، اور کلوں کا وسیع پیمانہ پر استعمال کرنا ناگزیر ہے: مثلاً — اون سے چربی نکالنا اور کوئلہ سے تیل برآمد کرنا وغیرہ۔ اس حد تک فنون و صنائع میں جو ترقی ہوئی ہے اس کی بدولت پیدائش بر پیمانۂ کبیر کا طریق بہت ترقی کر گیا ہے، اور اس سے بہت سے پیچیدہ معاشری سوالات پیدا ہو گئے ہیں۔ پھر پیدائش بر پیمانۂ کبیر کا طریق اجارہ کی سمت رہبری کر سکتا ہے، یا زیادہ تر اجارہ کی راہ میں سہولتیں پیدا کر سکتا ہے۔ اس طرح ایک اور پیچیدگی رونما ہوتی ہے؛ اور وہ یہ کہ، — محض اجارہ یا محض مصارف مشترک، قدر و قیمت پر تنہا ایسے اثرات ڈالتے ہیں جو سیدھی سادی صورتوں کے مقابلے میں بہت مختلف ہوتے ہیں۔ جب یہ دونوں متحد ہو جاتے ہیں تو ایک دوسرے پر اثر ڈالنے والے متعدد قویٰ کا لحاظ کرنا ضروری ہے؛ مثلاً — مشترک و انفرادی مصارف، اختتامی فروخت پذیری و تغیر پذیری طلب، نفع اجارہ و بہترین نفع، اور اجارہ پر ممکنہ مقابلہ، رائے عامہ، سرکاری قواعد و ضوابط اور انتظام میں تساہل کے اثرات۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کی مشہور و معروف اسٹینڈرڈ آئل کمپنی

---

[1] جرمنی میں تامس کے کیمیائی عمل اور دوسرے اساسی عملوں سے پیدا شدہ میل، فاسفورس کی رسد کا اہم ترین منبع ہے جس سے کھاد کے طور پر کام لیا جاتا ہے۔

باب ۱۶ مصارف مشترک اور طلب مشترک

ان تمام پیچیدگیوں کی بین مثال پیش کرتی ہے۔ اس کمپنی کو متعدد اسباب کی بناپر جن میں اہم ترین سبب پیدائش بر پیمانہ کبیر اور مشترک پیداواروں سے استفادہ ہے، ایک مدت دراز سے کم و بیش مونثر اجارہ حاصل ہے؛ اور اس کی متعدد مشترک پیداواریں ایسی قیمتوں پر فروخت کی جاتی تھیں جن پر اثر ڈالنے والے عاملین زیادہ تر وہی ہیں (بجز انتظامی تساہل کے عامل کے) جن کو اجارہ کی بحث میں اوپر بیان کیا گیا۔

جب کبھی کسی واحد مقصد کی بجائے مختلف اغراض کے لیے اصل قائم بہت کثیر مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے تو مصارف مشترک کے اصول کا اثر اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال ریلوں کے کرایہ کی تنظیم و ترتیب میں ملتی ہے۔ بایں ہمہ یہ صورت اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس کو کسی آیندہ باب میں بحث کرنے کے لیے ملتوی کر دینا مناسب ہوگا۔[1] جب کسی ہم جنس شے مثلاً فولادی پٹریاں یا سادہ سوتی پارچہ کو تیار کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر کلیں استعمال کی جاتی ہیں اور بڑا کارخانہ قائم کیا جاتا ہے؛ تو واقعہ یہ ہے کہ مصارف مشترک کے عجیب و غریب اثرات یقیناً رونما نہیں ہو سکتے۔ یہ سچ ہے کہ اگر اس قسم کے ایک کارخانے یا متعدد کارخانوں کو اجارہ یا نیم اجارہ حاصل ہو تو یہ ممکن ہے کہ ایک ہم جنس شے کے مختلف اجزا کے لیے مختلف قیمتیں ہوں، مثلاً ممکن ہے کہ مال کی ارزاں برآمد کی جائے جیسا کہ فولادی پٹریوں میں ہوتا ہے؛[2] لیکن یہ واقعہ قدر تحت مصارف مشترک کے واقعے سے بہت مختلف ہے۔ 218

۲۔ طلب مشترک کی صورت، مصارف مشترک کی صورت سے مختلف ہے۔ اس میں جو شے طلب کی جاتی ہے وہ ایک شے نہیں ہوتی، بلکہ متعدد اشیا ہوتی ہیں: مثلاً — سکونتی مکان کی طلب دراصل ایک مکمل اور آراستہ مکان کی طلب ہوتی ہے۔ مکان کے خریدار کو اینٹ، پتھر، لکڑی، شیشوں اور ظروف کی قیمتوں سے سروکار نہیں ہوتا؛ اس کو جس چیز کی تلاش ہوتی ہے، وہ صرف ایک

[1] دیکھو باب ۱۲ فصل (۳)۔
[2] دیکھو باب ۱۵ فصل ۴ اور ۵۔

باب ۱۲ معارف مشترک اور طلب مشترک

ایسا مکان ہوتا ہے جس میں یہ سب متعدد اشیا شامل ہوں۔

اگر ہم یہ فرض کریں کہ کسی شہر یا قصبے میں مکانوں کی طلب بڑھ گئی ہے، اور ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے تو یہ تبدیلی متعدد اجزائے ترکیبی کی قیمتوں کے اضافے سے ظاہر ہوگی۔ اگر یہ اشیا محض مکانوں کی تعمیر کے لیے استعمال کی جائیں اور اگر وہ یکساں و مقررہ حالات کے تحت (یعنی یہ کہ سب کی رسد مساوی طور سے محدود ہو، یا یہ کہ سب کی رسد یکساں طور سے بڑھائی جا سکتی ہو) بازار میں لائی جائیں تو ایک شے کے مقابلے میں دوسری کسی شے کی قیمت میں زیادہ اضافہ ہونے کی توقع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوگی لیکن اس کا قرینہ ہے کہ متعدد اجزائے ترکیبی کی رسد کے حالات، طلب کے حالات کے مثل مختلف ہوں۔ ممکن ہے کہ بعض اشیا قریبی اطلاع پر غیر محدود مقدار میں بہ آسانی دستیاب ہو جائیں، اور بعض کی رسد عارضی طور سے یا مستقلاً محدود ہو۔ جس حد تک کہ کوئی جزو کسی مقررہ مقصد کے لیے تنہا کام میں لایا جاتا ہے، اور اس کی رسد محدود ہوتی ہے، اس حد تک اس کا قرینہ ہے کہ مشترک پیداوار کی طلب کے تغیرات سے یہ جزو خاص طور سے متاثر ہو۔ جن اجزائے ترکیبی سے دوسرے کام بھی لیے جا سکتے ہوں، اور اسی بنا پر وہ بازار میں متفرق اغراض کے لیے بغرض فروخت پیش کئے جائیں، ان کی قیمت بڑھنے پر ان کو مشترک پیداوار تیار کرنے میں زیادہ استعمال کیا جائے گا؛ اس صورت میں رسد کا اضافہ قیمت کے اضافہ کو ایک حد تک روکے گا۔ اگر کسی جزو کی رسد غیر محدود ہو اور اس کی رسد میں استقراری مصارف کے ساتھ بآسانی اضافہ کیا جا سکتا ہو تو اس کی قیمت میں کبھی اضافہ ہی نہ ہوگا۔ طلب کے جدید اضافہ کا جواب رسد کی طرف سے مستعدی کے ساتھ ملے گا، اور اس طلب کا اثر خالصاً دوسرے اجزائے ترکیبی کی حد تک ظاہر ہوگا۔ اور اگر بجز ایک جزو کے سب اجزائے ترکیبی بڑی مقدار میں آسانی کیساتھ حاصل کئے جا سکیں، اور اس طرح اضافہ طلب کی تکمیل رسد کی طرف سے سرعت کے ساتھ ہو تو وہ مستثنیٰ جزو اضافہ قیمت کا پورا فائدہ اٹھائے گا۔

مکانوں کی تعمیر میں مختلف قسم کے مزدوروں اور اسی کے ساتھ مختلف قسم کی اشیا کی ضرورت طلب مشترک کے عمل کی تشریح کرتی ہے۔ مکانوں اور تجارتی

ا سـ ۱۲ معاوضۂ مشترک اور طلب مشترک

کوٹھیوں کی طلب کے معنی ہر قسم کے مزدوروں کی طلب کے ہیں؛ جس میں غیر ماہر مزدور، معمار، راج، نجار، برقی کاریگر، شیشے اور رنگ کا کام کرنے والے (اور اگر امریکا کے شہروں میں سربفلک عمارتیں تعمیر کی جائیں تو) آہنگر، سب شامل ہیں۔ ان میں سے بعض پیشے اس قدر عام ہیں کہ کسی مقام پر کسی خاص قسم کی محنت کے لیے طلب میں اضافہ ہو تو رسد معقول تعداد میں مہیا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معمولی دستی محنت مثلاً کدالی اور کھرپے کے سادہ کام کے بارے میں یہ بات بدیہی طور سے صادق آتی ہے؛ اگر ایک مقام پر اس کی رسد دستیاب نہ ہو سکے تو دوسرے مقام سے وہ بآسانی حاصل کی جا سکتی ہے۔ بھدا اور گھٹیا قسم کا کام کرنے والے نجاروں کی رسد کا بھی بعینہٖ یہی حال ہے۔ لیکن اعلیٰ درجے کے ماہر مزدوروں اور ان پیشوں کی حالت اس سے مختلف ہے، جن تک رسائی حاصل کرنے میں مزدور سبھاؤں کے قواعد کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اس صورت میں مزدوروں کی رسد میں اضافہ کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مکانات کثرت سے تعمیر ہونے لگیں تو اس کا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے مزدوروں کی اجرت بڑھ جائے، اور اسی کے ساتھ دوسرے مزدوروں کی حد تک مقابلۃً بہت کم تبدیلی رونما ہو۔ امریکا کے شہروں میں اور خاص کر نیویارک میں اس قسم کا نتیجہ موجودہ زمانے میں اکثر نمودار ہوا ہے۔ شہری آبادی کے سریع اضافہ اور اسی کے ساتھ فن تعمیر کی عظیم الشان ترقی کی بدولت موجودہ زمانے میں متعدد منزلہ سکونتی اور کاروباری عمارتیں حیرت انگیز سرگرمی کے ساتھ تیار ہو رہی ہیں، اور قدیم الوضع مکانوں کے بجائے جدید اسلوب پر نئے مکان بن رہے ہیں۔ بعض قسم کے مزدور، مثلاً ـــــ رنگ اور شیشہ کا کام کرنے والے خشت کار یا راج، برقی کار پرداز اور آہنگر، جن کی رسد میں دوسرے مقامات یا دوسرے پیشوں سے لے کر بآسانی اضافہ نہیں کیا جا سکتا، ان کی طلب بہت شدید ہے۔ یہ مزدور دوسروں کے مقابلے میں مشترک پیداوار کے لیے طلب بہت زیادہ محسوس کر رہے ہیں، اور انھیں غیر معمولی طور سے زیادہ اجرت مل رہی ہے۔ ان کی اجرتوں کو غیر معمولی طور سے بڑھانے میں مزدور سبھاؤں کے قواعد متعلق بہ تحدید و تنظیم رسد کا کچھ کم اہم حصہ نہیں رہا ہے۔

عام صورت رسد مشترک کا جو مستقل اثر قدر پر پڑتا ہے ویسا طلب مشترک کا نہیں پڑتا۔ قدر پر اثر ڈالنے میں انجام کار رسد کے حالات بہت اہم حصہ لیتے ہیں۔

باب ۱۶
مصارف مشترک اور طلب مشترک

گو یہ صحیح ہے، جیسا کہ تغیر مصارف اور قیمت اجارہ کی صورتوں میں سب سے نمایاں طریقے سے ظاہر ہوتا ہے، کہ طلب و رسد کا باہمی عمل دوامًا جاری رہتا ہے، لیکن اکثر اشیا پر رسد کی قوتوں کا اثر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ اس صورت میں جبکہ طلب مشترک کے اضافہ کا اثر، کسی ایک شے یا کسی ایک قسم کی محنت پر، بہت زیادہ قوت کے ساتھ اس بنا پر پڑے، کہ وہ شے یا وہ محنت ایسا جزو واقع ہوئی ہے، جس کی رسد میں بہت کم سہولت کے ساتھ اضافہ کیا جا سکتا ہے، تو اس شے یا اس محنت کی رسد میں باربار اضافہ کا قرینہ ہوتا ہے۔ اور قدر میں بھی اس طرح کی تبدیلی واقع ہوگی جیسی کہ اس صورت میں واقع ہوتی جبکہ طلب مشترک نہ ہوتی بلکہ صرف اسی ایک شے کے لیے تنہا ہوتی۔ اگر خشت کی طلب بڑھ جائے تو اس کی رسد بھی بڑھ جائے گی؛ اور مکانوں کی طلب کا اضافہ، گو ممکن ہے کہ عارضی طور سے خشت کی قیمت کو بڑھا دے، خشت کی قیمت میں مستقلاً اضافہ نہیں کرے گا۔ لیکن مصارف مشترک کی صورت میں حالت اس سے مختلف ہوگی؛ چنانچہ روئی کے ریشے کی طلب کا اضافہ ممکن ہے کہ تخم پنبہ کی قیمت کی تخفیف میں مستقل طور سے اثر انداز ہو۔ اضافۂ طلب کا اثر فی الفور طلب مشترک کے بارے میں بالعموم زیادہ ہوتا ہے، لیکن انجام کار رسد مشترک کے بارے میں بالعموم زیادہ ہوتا ہے۔

220



تعلیقات حصۂ دُوم

نظریۂ قدر کے بارے میں مطالعہ کے لایق سب سے پہلی اور قابل قدر کتاب اے۔ مارشل کی تصنیف موسوم بہ 'اصول معاشیات' (چھٹا ایڈیشن شائع شدہ ۱۹۱۰ء) ہے جس کا حصۂ سوم، چہارم و پنجم خاص طور سے قابل مطالعہ ہے۔ ایک قابل تعریف اور عام فہم تمہیدی خاکہ ٹی۔ین۔کارور کی کتاب موسوم بہ 'تقسیم دولت' باب ۱ میں ملتا ہے۔ آئی۔فشر کی کتاب موسوم بہ 'اساسی اصول معاشیات' باب ۵ تا باب ۱۶ میں اس موضوع پر قابل تحسین اور جامع بیان ہے۔ افادے کے عمل کے بارے میں دیکھو پی۔ ایچ۔ وکسٹیڈ کی کتاب موسوم بہ 'عام فہم معاشیات' شائع شدہ ۱۹۱۰ء؛ حصۂ اول کا باب ۱ اور حصہ دوم کا باب ۳ مارشل کی 'بحث نفع صارف' کا قابل قدر ضمیمہ یا لاحقہ ہے۔ نیز دیکھو یم۔ پنٹالیونی کی کتاب موسوم بہ 'خالص معاشیات' (انگریزی ترجمہ شائع شدہ ۱۸۹۸ء) حصہ دوم۔

تخمین کے بارے میں دیکھو ایچ۔ سی۔ امیری کی کتاب موسوم بہ ریاستہائے متحدہ امریکا کے تمسکات اور پیداوار کے صرافوں میں تخمین' شائع شدہ ۱۸۹۶ء۔

نام نہاد آسٹروی نظریۂ قدر، جس میں 'قدر' کو متعین کرنے والا عامل بہت شدومد کے ساتھ 'افادہ' قرار دیا گیا ہے 'یف۔ وینرر نے اپنی کتاب موسوم بہ 'قدرتی قدر' (انگریزی ترجمہ شائع شدہ ۱۸۹۳ء) میں مکمل طور سے پیش کیا ہے۔ اس سے زیادہ جامع بیان بیوہم باورک کی کتاب موسوم بہ 'ایجابی نظریہ قدر' (انگریزی ترجمہ شائع شدہ ۱۸۹۱ء) حصۂ سوم و چہارم میں موجود ہے۔

حصۂ سوم

زر اور مبادلہ کا نظام

223

باب ہفدہم

قیمتی فلزات — سکہ

(۱) قیمتی فلزات، آلہ مبادلہ کے اساسی اجزائے ترکیبی ہیں۔ (۲) کن خواص و اوصاف کی بنا پر ان کا انتخاب بطور "زر" استعمال کے لیے کیا گیا: آب و تاب؛ جلد خراب نہ ہونا؛ دیرپا ہونا؛ محدود رسد۔ ان کی قدر اور ان کے استعمال بطور زر کا دارو مدار اب بڑی حد تک رسم و رواج پر ہے۔ (۳) ٹکسیک، حکومت کا فریضہ ہے؛ آزاد سکہ سازی؛ فلز اور سکہ باہم قابل مبادلہ ہیں۔ سونے کی ٹکسالی قیمت۔ (۴) زر کی افراط کا فی نفسہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۱۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تقسیم عمل میں زر کیا حصہ لیتا ہے[1] — زر ایک واسطہ یا آلہ ہے جس کے ذریعے سے مبادلات طے پاتے ہیں، اور جس سے تقسیم عمل کے نتائج رونما ہوتے ہیں۔ زر ایک ایسا ذریعہ یا آلہ بھی ہے جس سے اشیا کی اضافی قیمتیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ کسی مقررہ وقت میں کسی شے کی قیمت اس شے کی قدر کا پیمانہ ہوگی: مثلاً اگر لوہا بحساب فی سینٹ ایک پونڈ فروخت ہو، اور تانبا بحساب دس سینٹ ایک پونڈ فروخت ہو، تو ان دونوں دھاتوں کی اضافی قدر "۱ : ۱۰" ہوگی۔ اگر تانبے کی قیمت بڑھ کر ۲۰ سنٹ ہو جائے اور لوہے کی قیمت وہی رہے جو پہلے تھی تو ان کی اضافی قدر "۱ : ۲۰"

[1] دیکھو باب ۸۔

باب ۱ قیمتی فلزات سکے

ہو جائے گی۔ لیکن اگر لوہا ۵ سنٹ کے حساب سے فروخت ہوا اور تانبا بیس سینٹ کے حساب سے، تو ان کی اضافی قدر حسب حال ۱ : ۱۰ رہیگی۔ گویا جو کچھ واقع ہوا وہ صرف اسی قدر ہے کہ ان کی قدر سینٹوں کے مقابلے میں نسبتۃً بڑھ گئی، دونوں اشیا کی قیمتوں میں اضافہ واقع ہوا ہے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ زر کی قوت خرید گھٹ گئی ہے؛ بالفاظ دیگر زر کی قدر گھٹ گئی ہے۔ اس طرح زر اگرچہ کسی ایک مقررہ وقت میں ایک صحیح پیمانہ کا کام دیتا ہے، مختلف اوقات کے لیے لازمی طور سے صحیح پیمانہ نہیں ہو سکتا۔ سب سے مشکل اور پیچیدہ زر کے سوالات وہ ہیں جو خود زر کی قدر وقیمت کے تغیرات سے یعنی قیمتوں کی عام سطح کے تغیرات کے متعلق ہیں۔

ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ہر شئے جس کی مانگ عام ہو آلہ مبادلہ کا مقصد پورا کر سکتی ہے، اور ایسی اشیا میں اہم ترین سونا اور چاندی ہیں۔ قدیم ترین زمانے سے جس کا حال تاریخ سے معلوم ہو سکا ہے یہی فلزات آلہ مبادلہ کے اساسی اجزاو ترکیبی کے طور پر استعمال ہوتے چلے آرہے ہیں۔ گزشتہ صدی میں ان فلزات کی جگہ بڑی حد تک کاغذی بدلوں نے لے لی ہے، اور اس عمل سے زر کے حالات پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کے ترقی یافتہ ملکوں میں، نہ صرف اب بھی بڑی حد تک، قیمتی دھاتوں کا استعمال ہو رہا ہے، بلکہ یہ توقع بیجا نہیں کہ آیندہ بھی ایک مدت دراز تک یہ استعمال کی جاتی رہیں گی۔ زر کے سوالات کی بحث کے آغاز کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان سوالات پر اس طرح سے نظر ڈالی جائے کہ گویا صرف قیمتی فلزات ہی آلہ مبادلہ کا واحد جزو ترکیبی ہیں: چنانچہ ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور اس کے بعد مختلف پیچیدہ شرائط و مستثنیات پر جو زر کاغذی اور اعتباری دستاویزات کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، بحث کریں گے۔

224

۲۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس واقعہ کا بڑا اور اہم سبب، کہ سونا اور چاندی جیسے فلز کیوں زر کے طور پر استعمال ہونے لگے، یہ تھا، کہ یہ فلزات آرائش اور زیور پہننے کی خواہش کو پورا کرتے تھے۔ انسانوں میں ایسی اشیا کی طلب، جن سے نمائش، خود نمائی اور امتیاز کے جذبات کی تکمیل ہوتی ہے، ہمیشہ سے بہت شدید اور قوی رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایسی شے جس کی مانگ اس قدر قوی اور شدید ہو وہ آلہ مبادلہ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے، اسی وجہ سے، مویشی، غلہ،

باب ۱۔ قیمتی فلزات۔ سکہ

نمک، تمباکو، پوستین، وغیرہ سینکڑوں قسم کی اشیا آلۂ مبادلہ کا کام انجام دیتی رہی ہیں۔ تمدن وتہذیب کے ابتدائی دور میں سونے اور چاندی کی چمک دمک اور آب وتاب کی وجہ سے ہی ان فلزات کی قدر وقیمت بہت بڑھ گئی تھی خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اس مقصد کو پورا کرنے کے دوسرے طریقے نامعلوم تھے۔ کھلونے کی چمک دمک ہی قیمتی فلزات کے بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہونے کی بنیاد تھی؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ کانچ کے بنے ہوئے منکے اور زرد وزری کے کپڑے مبادلہ اشیا کی غرض سے جوئندہ سیاحوں کے کام آتے ہیں جو ایسے علاقوں میں (اگرچہ ایسے مقامات آج کل بہت کم رہ گئے ہیں) جا گھستے ہیں جہاں وحشی قومیں آباد ہیں اور مہذب انسان کے متمدن طریقوں سے ناآشنا ہیں۔

دوسرے خواص نے بھی سونے اور چاندی کو زر کے قابل دھات بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ سونا اور چاندی سریع الزوال اور جلد گلنے سڑنے والے نہیں ہیں، انھیں زنگ بھی نہیں لگتا، ان کی چمک دمک مدت دراز تک قائم رہتی ہے؛ اور اہم ترین بات یہ، کہ ان کی اتنی کافی مقدار موجود ہے کہ ان سے زر کی ضرورتیں اچھی طرح پوری ہوتی ہیں، اور پھر بھی اتنی افراط نہیں ہے کہ وہ بے قیمت ہوجائیں۔ کوئی ایسی دھات، جس کی مقدار اچھی خاصی محدود اور کمیاب ہو، زر کی ضرورت پوری کرنے کے لیے منتخب ہوسکتی تھی: چنانچہ روما کی ابتدائی تاریخ میں لوہا بطور زر استعمال کیا جاتا تھا؛ بعد کے زمانے میں تانبا بہت بڑی حد تک استعمال کیا جاتا تھا؛ بلکہ اب بھی استعمال کیا جاتا ہے، اگرچہ صرف ایسے حالات کے تحت جن سے اس کی اہمیت بہت کم ہوگئی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوہا اور تانبا دونوں معدنوں سے اس قدر کثیر مقدار میں دریافت اور برآمد کیے گئے کہ ان کی قلت وندرت سے ان کی کوئی خاص قیمت نہیں آتی۔ مگر سونا اور چاندی مقابلۃً کم مقدار میں برآمد ہوے ہیں۔ اگرچہ یہ فلزات عام طور سے دستیاب ہوتے ہیں اور ان کی بہت وسیع طریقے سے تقسیم ہوئی ہے (غالباً سونا سب سے زیادہ تقسیم ہوا ہے) لیکن وہ کثیر مقدار میں بہت کم دستیاب ہوتے ہیں، یا ایسے حالات کے تحت بہت کم ملتے ہیں کہ معمولی اخراجات سے کثیر مقدار دستیاب ہوسکے۔ یہ سچ ہے کہ اعلیٰ درجہ کے

225

اسباب قیمتی فلزات سکہ

پیداآور معدن بہت کثرت سے دریافت ہوئے ہیں، اور خود ہمارے زمانے میں بھی نئی نئی کانیں برابر دریافت ہوتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں ان کی مقدار میں جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں ان میں سے بعض کی بنا پر قیمتوں پر اور ان دونوں فلزات کے استعمال کے طریقوں پر بہت اہم اور دور رس اثرات پڑے؛ نیز بعض تبدیلیوں کی بنا پر یہ سوال اکثر اٹھایا گیا ہے کہ آیا سونا، یا چاندی، یا دونوں فلزات، کی مقدار اتنی کثیر نہیں ہو جائے گی اور اس کی بنا پر وہ اتنے ارزاں نہ ہو جائیں گے کہ ان سے بطور زر کام لینا ترک کر دینا پڑے گا، اور وہ زر کے فعل کو پورا کرنے کے لیے موزوں نہ رہیں گے؟ با ایں ہمہ، بحیثیت مجموعی، ان فلزات کی قلت اور اعلیٰ قیمت بدستور اور علیٰ حالہ قائم ہے۔ اگرچہ موجودہ زمانے میں گزشتہ صدیوں کے مقابلے میں ان کی بہت کثیر مقدار ہر سال پیدا ہوتی ہے، پھر بھی سالانہ پیداوار لوہے، تانبے، ٹن، سیسے اور جست کی پیداوار کے مقابلے میں بہت کم اور حقیر ہے[1]۔

سونے اور چاندی کا مسلسل استعمال بطور زر بہت بڑی حد تک رسم و رواج پر منحصر ہے، نہ کہ محض ان فلزات کی خوبصورتی اور قلت کے اوصاف پر۔ ایک مرتبہ

---

[1] سنہ ۱۹۱۰ء میں مشہور دھاتوں کی مجموعی پیداوار تمام دنیا میں حسب ذیل ہوئی تھی۔

(۱) بیسٹر	۴۱،۰۰۰،۰۰۰	ٹن
(۲) سیسہ	۸۶۰،۰۰۰	〃
(۳) تانبا	۴۸۹،۰۰۰	〃
(۴) جست	۴۷۱،۰۰۰	〃
(۵) ٹن	۸۵،۰۰۰	〃
(۶) الومینم	۷،۸۰۰	〃
(۷) نکل	۷،۵۰۰	〃
(۸) چاندی	۵،۶۵۰	〃
(۹) سونا	۳۸۸	〃

زر کے فلز کے طور پر ان کی حیثیت قائم ہو جانے کے بعد انھوں نے اپنی یہ حیثیت بڑی حد تک رسم و رواج کی قوت کے ذریعے برقرار رکھی۔ کوئی شے جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں سرعت کے ساتھ منتقل ہو سکے اور گردش کر سکے وہ محض اپنی قبولیت کی بنا پر قدر و قیمت حاصل کر لیتی ہے۔ رسم و رواج اور عادت کے قوی اثر کی مثال امریکا کے قدیم باشندوں "ریڈ انڈینوں" کے ویمپم[1] سے ملتی ہے۔ ابتداءً سیپ یا کوڑیوں کی مالا یا ہار کی خواہش محض اس بنا پر کی جاتی تھی کہ وہ زیورات کے طور پر پسند کئے جاتے تھے، لیکن مرور زمانہ کے ساتھ وہ ان کے آرائشی اوصاف کے خیال کے بغیر اس قوم میں اور ابتدائی آبادکاروں میں بطور آلۂ مبادلہ قبول و استعمال ہونے لگے۔ افریقہ کی 226 بعض وحشی قوموں میں چھوٹی چھوٹی کلہاڑیاں (جنھیں Bikei کہتے ہیں) آلۂ مبادلہ کا کام دیتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ اس زمانے کے رسم و رواج کی باقی یادگار ہیں جبکہ کلہاڑیوں سے اصل غرض و غایت پوری ہوتی تھی، اور وہ قبولیت عام کا اساسی وصف رکھتی تھیں[2]۔ کاغذی زر بھی اسی رجحان کی مثال بہم پہنچاتا ہے۔ اس کے رواج کے ابتدائی زمانے میں اس کو عند الطلب قیمتی دھاتوں سے فی الحقیقت قابل مبادلہ قرار دینا پڑا؛ بصورت دیگر مطالبات کی ادائی میں اس کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن جب لوگ ایک مرتبہ اس کے عادی ہو گئے اور آزادی کے ساتھ اس کا لین دین ہوتے دیکھنے کے خوگر ہو گئے تو اس کا رواج بطور زر بڑھتا اور عام ہوتا گیا اور اس کے مبادلے کے لیے فلزاتی زر مہیا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی[3]۔ فلزاتی زر کو کئی صدیوں سے جو مستحکم حیثیت حاصل ہے وہی حیثیت کاغذی زر کو موجودہ زمانے میں بہت ہی قلیل مدت میں حاصل ہو گئی ہے۔ محض اس بنا پر کہ ساری دنیا اس کو بطور زر قبول کرتی ہے، وہ زر کا کام انجام دینے کے لیے خاص طور سے موزوں ہے۔

اس کے علاوہ، یہ واقعہ، کہ فلزات اس قدر عام طریقہ سے زر کی ضرورت

---

[1] (Wampum) صدف یا کوڑیوں کی مالا جو بطور زیور استعمال کی جاتی ہے۔

[2] دیکھو مس میری کنگسلے کی کتاب موسومہ بہ "سیاحت مغربی افریقہ" صفحہ ۳۲۰۔

[3] دیکھو باب ۲۲ فصل (۱)۔

باب ۱ قیمتی فلزات سکے

پوری کرتے ہیں، ان کی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے، اور معاشری امتیاز و خصوصیت کا افادہ ان میں پیدا کرتا ہے۔ زر کے ماسوا جن دوسرے اغراض کے لیے سونا اور چاندی استعمال کیے جاتے ہیں ان کی اہمیت بہت گھٹ گئی ہے۔ یہ کام پیتل اور دوسری متعدد نقلی دھاتوں کے بنے ہوئے سامان سے اتنی ہی خوبی کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں۔ ملمع کیے ہوئے سامان اور خالص چاندی کے بنے ہوئے سامان کے افادوں کے مابین بہت کم مادی فرق ہے۔ ایک سب سے بڑا افادہ جو خالص قیمتی فلز رکھتا ہے ہیرے کے افادے کے مثل ہے ـــ یعنی وہ نمائش اور امتیاز کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔ یہ واقعہ کہ سونا اور چاندی بطور زر استعمال کیے جاتے ہیں ان کی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے؛ یہ واقعہ کہ وہ قابل قدر و قیمت ہیں ان میں نمائش اور امتیاز کا افادہ پیدا کرتا ہے؛ اور اس افادہ کی بنا پر پھر ان دھاتوں میں زر کی ضرورت اور زر کے ماسوا دوسری ضرورتوں کے لیے قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے۔

۴۔ سکہ کیا ہے؟ محض دھات کے ٹکڑے ہیں جن پر سرکار ان کے سکہ ہونے کی تصدیق کے طور پر اپنی مہر ثبت کرتی ہے۔ سب سکے یکساں شکل و تشابہت کے مضروب کیے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے قیمتوں کا حساب کرنے میں بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ واقعہ، کہ فلزاتی زر کو مساوی اور یکساں ذیلی حصوں یا ٹکڑوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے، ان خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت ہے جو کہ ان فلزات کو زر کی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے کام میں لانے کے لیے موزوں بناتی ہے؛ اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایسی خصوصیت ہے جو نہ صرف سونے چاندی اور تانبے اور نکل میں پائی جاتی ہے، بلکہ دوسری دھاتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

سکوں کو مضروب کرنے کا کام تقریباً ہمیشہ سے حکومت کی جانب سے عمل میں آتا رہا ہے۔ چنانچہ سب ترقی یافتہ ملکوں میں اب بھی بلا استثنا اسی طرح عمل ہوتا ہے۔ بظاہر اس کام کو خانگی اشخاص بھی انجام دے سکتے ہیں؛ اور زر استعمال کرنے والوں کو اس کا موقع دیا جا سکتا ہے کہ وہ ان ٹکڑوں کی خوبی اور وزن کو اپنے طور پر اسی طرح جانچ لیں جس طرح وہ اپنے زیر استعمال چمچوں اور کانٹوں کی

227

باب ۱۱ قیمتی فلزات۔ سکہ

خوبی کو جانچ سکتے ہیں۔ چنانچہ چین میں موجودہ زمانے تک بھی چاندی کا استعمال بطور آلہ مبادلہ اسی طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ہر شخص کو اس بات کی جانچ اور اس امر کا اطمینان بطور خود کرنا پڑے، کہ آیا ایک مقررہ سکہ معیاری وزن کا ہے یا نہیں، یا اس میں چاندی کی معیاری مقدار ہے یا نہیں، تو سکوں کو بطور آلہ مبادلہ رائج کرنے کا فائدہ بڑی حد تک مفقود ہو جائے گا۔ چنانچہ حکومتیں تسکیک کے اجارہ کا حق اپنے لیے محفوظ رکھتی ہیں، اور نانگی اشخاص کا سکے ڈھالنا جرم قرار دے کر سزا دیتی ہیں۔ تاریخی اعتبار سے، تسکیک کا اجارہ سرکاری ہونے کی ایک قوی وجہ یہ تھی، کہ بادشاہ اور روساء سکہ سازی کے عمل سے بالعموم ناجائز اور غیر متدین طریق پر منافع حاصل کرنا چاہتے تھے، اور سکوں کو عمداً مغشوش کرتے تھے[1]۔ بایں ہمہ موجودہ زمانے میں اجارہ اس وجہ سے قائم رکھا جاتا ہے کہ صرف اسی کے ذریعہ سے مضروب سکوں میں یکسانیت کا یقین ہو سکتا ہے۔ سکے اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی گوشہ یا کنارہ کھرچا یا تراش لیا جائے تو فوراً پتا چل جاتا ہے۔ چنانچہ سکے کے دونوں جانب نقش و نگار بنائے جاتے ہیں، اور کنارے کٹے ہوئے ہوتے ہیں یا حروف بنا دئے جاتے ہیں۔ اگر سکے محض دھات کے سیدھے سادے گول چپٹے ٹکڑے ہوتے تو ان کا کوئی گوشہ یا جزو بآسانی تراش یا کھرچ لیا جا سکتا تھا، اور کسی کو اس کا پتا نہیں چل سکتا تھا۔ چنانچہ قدیم زمانے میں جبکہ سکہ سازی کا فن مکمل نہ ہوا تھا سکوں کی دھات عام طور سے کھرچ لیے جانے کی وجہ سے ان کا وزن کم ہو جایا کرتا تھا۔ مگر موجودہ زمانے میں جدید کلوں کے ذریعہ سے اس قدر صفائی کے ساتھ سکے ڈھالے جاتے ہیں کہ اس قسم کی پریشانیاں اب قطعاً اٹھانی نہیں پڑتیں۔

پھر، سکے خالص دھات کے نہیں بنائے جاتے۔ اگر خالص سونے یا خالص چاندی کے سکے کھوٹ کے بغیر ڈھالے جائیں تو وہ بہت نرم اور سریع الزوال ہونگے

[1] اسی قسم کی جدید مثال کے لیے دیکھو سلے ٹن کی کتاب موسوم بہ Fire and Sword in the Sudan صفحہ ۱۹۵ تا ۳۴۵۔

باب ۱۱
قیمتی فلزات
سکہ

اور تھوڑے سے استعمال میں گھس گھس کر ان کا وزن کم ہو جائے گا۔ چنانچہ گھٹیا دھات، بالعموم تانبے کا کچھ جز و ان میں شریک کر دیا جاتا ہے، اور اس آمیزش سے سکے میں مطلوبہ سختی اور مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اکثر ملکوں میں، سونے اور چاندی کے سکے ۹/۱۰ حصے خالص دھات کے ہوتے ہیں، اور بقیہ حصہ دوسری دھاتوں کی آمیزش ہوتی ہے: مثلاً، اگر سکوں کا وزن ۱۰۰۰ اکائیاں ہو تو ان میں خالص چاندی یا سونے کی مقدار ۹۰۰ اکائیاں ہوگی۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں سکے کے مجموعی وزن میں خالص دھات کا یہی تناسب ہے۔ برطانیہ کے سونے کے سکے میں بحساب فی ہزار اکائی خالص سونا ۹۱۶⅔ اکائیاں ہوتا ہے؛ گویا یہاں خالص دھات کے مقابلے میں کھوٹ کا تناسب ۱ : ۱۰ نہیں ہے۔ بلکہ ۱ : ۱۲ ہے۔

228

فی الحال، ہم صرف عمومی مثال پر غور کریں گے، اور اس میں سکہ سازی آزادانہ طریق پر ہوتی ہے۔ یعنی ہر قابض فلز، فلز کو ٹکسال میں پیش کر سکتا ہے اور خواہ اس کی مقدار کتنی ہی ہو اس کو سکوں سے مبدل کرا سکتا ہے۔ سکہ مضروب کرنے کے مصارف موجودہ زمانے کے ترقی یافتہ ملکوں میں بالعموم سرکار برداشت کرتی ہے۔ اگر سرکار مصارف برداشت کرے تو سکہ سازی کو نہ صرف آزاد بلکہ مفت بھی کہا جائے گا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ غیر مسکوک دھات پیش کرنے والے شخص نے ٹکسال میں جتنی مقدار پیش کی ہو، اس سے کچھ کم وزن کی دھات اس کو واپس ملے۔ یہ خفیف سا جزو یا دونوں مقداروں کا فرق جو ٹکسال اپنے پاس رکھ لیتا ہے، سکہ سازی کے کل یا جزوی مصارف پورے کرنے کا معاوضہ ہے۔ اس منہائی یا فرق کو اجرت تشکیک (Seigniorage)[1] کہتے ہیں۔ جہاں اجرت تشکیک وصول کی جاتی ہے، وہاں سکے کی قدر مبادلہ (قیمت) اس حد تک غیر مسکوک دھات (جو بغرض تشکیک پیش کی جاتی ہے) کی قدر سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ بایں ہم

[1] یہ لفظ Seigneur (جاگیردار) کا مشتق ہے۔ قدیم جاگیری دور میں بادشاہ یا (Feudal seigneur) (جاگیردار) سکہ سازی کا کامل اجارہ رکھتا تھا۔

باب ۱
قیمتی فلزات
سکے

اکثر ممالک کی ٹکسالوں میں جو شخص جتنی مقدار سونے کی پیش کرتا ہے، اس کو ٹھیک اتنی ہی مقدار سکوں کی شکل میں واپس کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدار بعض اوقات فوراً واپس نہیں کی جاتی؛ تشکیل کے لیے جتنی مدت درکار ہوتی ہے اتنی ہی دیر سے سکے تیار ہو کر ملتے ہیں۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں غیر مسکوک دھات ٹکسال میں داخل کرنے اور وہاں سے مضروب سکے واپس ملنے کی مدت بالعموم چھ ہفتے ہوتی ہے۔ اس تاخیر کے سبب سے ممکن ہے کہ غیر مسکوک دھات کی قدر مضروب سکے کے مقابلے میں کچھ کم ہو، خواہ آزادانہ طور سے، بغیر اجرت تشکیل ہی کے، سکے کیوں نہ ڈھالے جائیں۔ اس لیے کہ اس انتظار اور تاخیر کے زمانے میں سود کا نقصان ہوتا ہے۔ غیر مسکوک سونے اور طلائی سکوں کے باہمی فرق کے یہ اسباب۔ خواہ وہ اجرت تشکیل ہو یا سکہ ڈھالنے کی تاخیر — اب بظاہر کوئی قابل لحاظ اہمیت نہیں رکھتے۔

موجودہ زمانے میں ٹکسالوں میں صرف غیر مسکوک فلزات ہی بغیر اجرت کے، یا معمولی اجرت پر سکوں کی شکل میں تبدیل نہیں کئے جاتے، بلکہ طلائی سکے بھی فوراً غیر مسکوک طلائی شکل میں تبدیل کر دیے جاتے ہیں، خواہ سکوں کو خانگی طور پر پگھلا کر یا ٹکسالوں میں پگھلا کر جہاں اس کا انتظام کیا جاتا ہے کہ سکے کے معاوضے میں فلز مقررہ شرحوں کے لحاظ سے دیا جائے۔ چاندی، تانبا اور نکل کی حد تک صورت حالات اس سے بہت مختلف ہے، اس لیے کہ اول تو ان کے سکے آزادانہ طور سے نہیں ڈھالے جاتے، اور دوسرے یہ کہ ان سے جو سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ خاص انھی کی حد تک محدود ہوتے ہیں۔ جہاں تک سونے کا تعلق ہے وہاں تک واقعات سے معتدبہ اختلافات کے بغیر، یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر مسکوک سونا اور سونے کے سکے دونوں ایک دوسرے سے قابل مبادلہ ہیں۔

229

وہ شرح جس پر کہ غیر مسکوک طلا کے معاوضے میں سکہ دیا جاتا ہے 'سونے کی ٹکسالی قیمت' ہوتی ہے۔ انگلستان میں معیاری سونے کی ٹکسالی قیمت فی اونس ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ ½۱۰ پنس ہے؛ ہر اونس سونے کے ساورن اسی شرح سے ڈھالے جاتے ہیں۔ فرانس میں خالص سونے کی ٹکسالی قیمت فی کیلوگرام ۳۴۴۷ فرانک ہے؛

باب ۱۷
قیمتی دھاتوں کے سکے

جرمنی میں ۲،۷۹۰ مارک فی کیلوگرام ہے؛ گویا ان اعداد سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک کیلوگرام سونے میں کتنے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ چونکہ غیر مسکوک طلا کے معاوضے میں طلائی سکے کی جو مقدار دی جاتی ہے اس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا (اس وقت تک جب تک کہ سکے کے متعلق قوانین وضوابط میں کوئی تبدیلی نہ ہو) اسی لیے لوگ عام طور سے سونے کی قیمت کو غیر تغیر پذیر خیال کرتے ہیں۔ چونکہ عوام ہر قسم کے مبادلات اور ہر قسم کی قدر کا تصور قیمت کے حوالے سے کرنے کے عادی ہیں اس لیے وہ سونے کی قدر کا تصور بھی غیر مسکوک سونے کی قیمت (ٹکسالی قیمت) کے حوالے سے کرتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ غیر مسکوک طلا اور طلائی سکوں دونوں کی قوتِ خرید اس سے بالکل جداگانہ معاملہ ہے۔ سونے کی قدر کا دارومدار اشیا کی قیمتوں کی عام سطح پر ہے، یا یہ کہ سونے کی قدر ہی قیمتوں کی عام سطح ہے؛ اور یہ سطح کسی طرح تغیر و تبدل سے آزاد نہیں ہے۔

ریاستہائے متحدہ میں 'سونے کی ٹکسالی قیمت' کی اصطلاح عام طور سے استعمال نہیں ہوتی، اس لیے کہ یہاں سکہ سازی کے آئین و قوانین سے اس امر کی تعیین نہیں ہوتی کہ سونے کی ایک مقررہ مقدار (مثلاً ایک اونس) سے کتنے ڈالر ڈھالے جائیں، بلکہ یہ کہ ایک ڈالر میں کتنا سونا ہونا چاہیے۔ ایک ڈالر میں قانوناً ۲۳،۲۲ گرین خالص سونا ہونا ضروری ہے۔ موجودہ زمانے میں ایک ڈالر کے سکے جاری نہیں کئے جاتے؛ اس لیے کہ وہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ کاروبار میں ان سے سہولت پیدا ہونے کی بجائے دقتیں پیدا ہوتی ہیں؛ پانچ ڈالری سکہ اس کے پانچ گونہ سونے کے وزن کا ڈھالا جاتا ہے، اور دس ڈالری سکہ دس گونہ سونے کے وزن کا ڈھالا جاتا ہے۔ سونے کی ٹکسالی قیمت۔ (اگر یہ اصطلاح یہاں کے سکے کے نظام کے حوالے سے استعمال کی جائے تو) فی اونس ۲۰،۶۷ ڈالر ہوگی۔

۴۔ اس ابتدائی باب کو ختم کرنے سے پیشتر، یہ بیان کرنا کہ انسانی خوشحالی پر جو عامل اثر انداز ہوتے ہیں ان میں زر اور آلۂ مبادلہ کا کیا رتبہ ہے، ناموزوں نہ ہوگا۔

ہر شخص اپنی اشیا اور خدمات کو زر کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے، اور

باب ۱۷ قیمتی دھاتیں اور سکہ

کم یا زیادہ زر جو اس کے پاس ہو اس کے تناسب سے دوسروں کی اشیا یا خدمات پر دسترس حاصل کرتا ہے۔ یہ فرض کرنا قدرتی ہوگا کہ فرد واحد کی خوشحالی میں جو چیز اضافہ کر سکتی ہے وہی پوری جماعت یا قوم کی خوشحالی میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ بایں ہمہ لمحہ بھر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جائے گی، کہ اس صورت میں بھی اکثر صورتوں کے مثل، یہ نتیجہ عام اور یقینی نہیں ہے۔ اگر سب اشخاص اپنی اپنی اشیا زیادہ زر کے معاوضے میں فروخت کریں، تو اس سے کسی کو بھی فائدہ نہ ہوگا۔ فرد واحد زیادہ زر پاکر صرف اس صورت میں فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ دوسروں کو زیادہ زر نہ ملے، یعنی، جبکہ وہ دوسروں سے پہلے کی طرح کم قیمت پر اشیا خرید سکے۔ اگر سب اشیا کی قیمتیں اور سب آمدنیاں بشکل زر زیادہ ہوں تو اس سے کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ زر ایک واسطہ یا ذریعہ ہے جس کی وساطت سے ہر شخص زندگی کی ضرورت اور آرام کی چیزیں مہیا کرتا ہے؛ یا اس سے زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے، کہ زر ایک آلہ ہے جس کی وساطت سے ہر شخص اپنی ان تمام اشیا کا جنھیں وہ تیار کرتا یا جن کا وہ مالک ہے، ان متعدد اشیا سے جنھیں خریدنے کی وہ خواہش رکھتا ہے، مبادلہ کرتا ہے۔ زر کی جتنی زیادہ مقدار موجود ہوگی اتنی ہی زیادہ زر کی مقدار مبادلہ کے ہر عمل میں استعمال ہوگی؛ لیکن خوشحالی کا دار و مدار ان اشیا کی کثرت پر ہوتا ہے جن کا مبادلہ کیا گیا ہو نہ کہ زر کی اس مقدار پر جو اس مبادلہ کو انجام دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔

230

یہ اس قدر بدیہی امر واقعہ ہے کہ ثبوت کے لیے محض یہی بیان کافی ہے۔ بایں ہمہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ معمولی تعلیم پائے ہوئے اشخاص جو معاشی مظاہر کے صرف ایک رخ کو دیکھتے ہیں، یہ خیال کرتے ہیں کہ سونے یا چاندی یا ان کے کاغذی بدلوں کی کثرت ہی دنیا کی خوشحالی میں اضافہ کرنے کے لیے واحد ضروری شے ہے۔ اکثر تعلیم یافتہ اور ذہین اشخاص، جو اس خیال کو اس کی انتہائی بھدی شکل میں تسلیم کرنے سے منکر ہوں، اس کے کسی نہ کسی پہلو کو کنایۃً صحیح مانتے ہیں۔ چنانچہ بین الاقوامی تجارت کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اکثر اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ تجارت خارجہ کی ایسی حالت جس سے ملک میں زر کی درآمد ہو خوشحالی کی جانب رہبری کرتی ہے۔ اور ایسی

قیمتی نظریات سکہ

حالت جس سے ملک کے باہر زر چلا جائے افلاس اور مفلوک الحالی کی جانب رہبری کرتی ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ اس قسم کے سب خیالات بالکل بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہیں۔ بین الاقوامی تجارت کے دوران میں ملک میں زر کی درآمد یا ملک سے زر کی برآمد معمولی بات ہے۔ جہاں اس کو اہمیت حاصل ہے وہاں رسد زر کا محض اضافہ یا تخفیف ان واقعات کے سلسلے کا پہلا قدم ہے جو کسی ملک کی خوشحالی پر اثر ڈال سکتے ہیں[1]۔ جب کوئی شخص یہ کہے کہ کسی ملک میں (یا کسی شہر یا قریہ میں) زر درآمد کرانے والی شے اس ملک کے حق میں مفید ہے تو یہ سمجھو کہ وہ شخص اصول معاشیات کے ابجد سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہے۔ ان اصول میں سے ایک سادہ ترین اصول یہ ہے کہ زر اساسی طور سے ایک آلہ ہے جو تقسیم عمل کو اپنا نتیجہ اور مقصد آسانی کے ساتھ پورا کرنے میں مدد دیتا ہے، اور یہ کہ بعض باریکیوں کے قطع نظر جن پر آئندہ باب میں بحث کی جائے گی، اس امر کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ زر کی رسد کثیر ہے یا قلیل۔

231

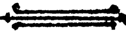
گو مقدار زر اور نتیجۃً مبادلے کے ہر عمل میں زر کی زیادہ یا کم مقدار کا استعمال غیر اہم چیزیں ہیں، لیکن مبادلات میں زر کا عام استعمال کسی طرح غیر اہم نہیں ہے۔ وہ نہ صرف تقسیم عمل میں سہولتیں پیدا کرنے کی حد تک بدیہی اثر ڈالتا ہے اور اس طرح پیدائش کے عمل سے پیداوار کو ترقی دیتا ہے، بلکہ اس کے بعید تر اثرات بھی ہیں جو اس سے کچھ کم اہم نہیں ہیں۔ اس کے بغیر نہ تو تاجر اور سوداگر پیمانۂ کبیر پر کاروبار کر سکتے ہیں اور نہ صناع۔ پیدائش بر پیمانۂ کبیر کے سب شعبے مع اس کے دور رس معاشری نتائج کے، ایک اعلیٰ درجہ کے ترقی یافتہ نظام زر پر منحصر ہیں۔ زر کا نظام، اصلداری اور اصلداری اور اصلداری کا جزو لاینفک ہے۔ یہی تمام قرضوں کے لین دین، تمام قسموں کے منتقل اصل، اجرائے تمسکات اور ہر قسم کے مالی کاروبار کی تہ میں مضمر ہے۔ اس سے نہ صرف نفسیاتی اثرات پیدا ہوتے ہیں بلکہ بدیہی معاشی اثرات بھی۔ زر کا نظام، اجتماع و تملیک اصل کی جبلت کا عام مقصد پورا کرتا ہے، اور ایک ایسا

---

[1] دیکھو بین الاقوامی تجارت کی بحث خاص کر باب ۳۲ اور باب ۳۶ میں۔

باب ۱۷ قیمتی فلزات سکہ

ماحول پیدا کر دیتا ہے جس میں ہر شخص زر کے لیے ساعی ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے ان اغراض کو بھلا دیتا ہے جو ملکیت زر سر انجام دیتی ہے۔ ہر چیز زر کی روشنی میں دیکھی جاتی ہے، ہر قسم کی جدوجہد کا فوری مقصد زر پیدا کرنا ہے؛ اور ہر قسم کی کارکردگی اور ہر قسم کی پیداوار کی پیمائش بحوالہ زر کی جاتی ہے۔ اگرچہ زر اساسی سبب نہیں ہے جو دولت اور آمدنی کی غیر مساویانہ تقسیم کے سوالات کی تہ میں مضمر ہو، لیکن بایں ہمہ وہ ان سوالات کے (ان کی مخصوص موجودہ شکل میں) پیدا ہونے کی ایک شرط ضرور ہے: یعنی، معاشری جماعتوں کا امتیاز آمدنی پر منحصر ہے جو زر میں شمار کی جاتی ہے، اور مقابلۃً بہت قلیل التعداد افراد اصل دار ہیں۔ گو ایک نقطۂ نظر سے زر، پیدائش اور تقسیم دولت کے نظام کا سب سے کم ضروری جزو ہے، دوسرے نقطۂ نظر سے وہی ایک اساسی جزو ہے: چنانچہ اس کی موجودگی کے بغیر موجودہ زمانے کے مخصوص سوالات کا تصور ہی نہیں قائم کیا جا سکتا۔



باب ہجدہم

زر کی مقدار اور قیمتیں

(۱) زر کی قدر اس کی مقدار کے معکوس ہوتی ہے۔ (۲) اس اصول کے مستثنیات و شرائط، زر اور اشیا کا بہاؤ یا سرعت گردش۔ (۳) قیمتی دھاتوں کا استعمال زر کے علاوہ صنعتوں میں، قیمتوں کے اضافے او تخفیف کا اثر صنعتی طلب کی تبدیلیاں۔ (۴) مغربی ممالک کی رسد زر سے الگ ہوکر فلز کی مشرق کی طرف نقل پذیری۔ (۵) رسد زر کا اضافہ معمولاً عوام کے طریق استعمال پر اثر نہیں ڈالتا، لیکن مبادلۂ اشیا کے نظام کی یا بجائے نظام زر سے ہو رہی ہو (جیسا کہ سولھویں صدی میں ہوا تھا) تو اثر ڈال سکتا ہے۔ (۶) اس باب کے نتائج اگرچہ سادہ، مشروط و عارضی ہیں، زیادہ پیچیدہ حالات کے بارے میں بھی صادق آتے ہیں۔

۱۔ قدر زر کو متعین کرنے والا سبب کیا ہے؟ یا بالفاظ دیگر، قیمتوں کی عام سطح کا تعین کون کرتا ہے؟ قدر زر بدیہی طور سے اس وقت اعلیٰ ہوتی ہے جبکہ قیمتوں کی عام سطح ادنیٰ ہو؛ اس لیے کہ اس صورت میں زر کی ایک مقررہ مقدار دوسری اشیا کی زیادہ مقدار خرید سکے گی؛ علیٰ ہذا قدر زر اس وقت ادنیٰ ہوتی ہے جب کہ قیمتوں کی عام سطح اعلیٰ ہو؛ اس لیے کہ اس صورت میں زر کی ایک مقررہ مقدار دوسری اشیا کی کم مقدار خرید سکے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قدر زر کے اضافہ یا تخفیف اور قیمتوں کی کمی یا بیشی کا باعث کیا ہے؟

باب ۱۔ زر کی مقدار اور قیمتیں

اس سوال کا جواب دینے کے لیے پہلی منزل مقدار زر اور قدر زر کے باہمی تعلق کا سمجھنا ہے۔ دونوں کا اساسی تعلق بہت سیدھا سادہ ہے۔ اگر مقدار زر مضاعف کردی جائے تو قیمتیں بھی، بشرطیکہ دوسرے سب حالات مساوی ہوں، پہلے کے مقابلے میں دگنی ہوجائیں گی، اور قدر زر نصف ہوجائے گی۔ علیٰ ہذا اگر مقدار زر نصف کردی جائے تو، دوسرے سب حالات یکساں ہونے کی صورت میں، قیمتیں پہلے کی نسبت نصف ہوجائیں گی اور قدر زر مضاعف ہوجائے گی۔ یہ امر کہ اضافۂ مقدار قدر کو گھٹا دیتا ہے ایک ایسا اصول ہے جو کل اشیا کے بارے میں صادق آتا ہے۔ زر کے متعلق خاص اصول یہ ہے کہ اس کی قدر، اس کی مقدار کے ٹھیک تناسب سے متغیر ہوتی ہے۔ اس قسم کا دائمی رابطہ یا تعلق کسی دوسری شے کے بارے میں صادق نہیں آتا: مثلاً اگر گیہوں کی مقدار دگنی کردی جائے تو اس کی قدر میں ٹھیک بقدر نصف تخفیف نہ ہوگی، بلکہ پہلے کی نسبت غالباً نصف سے زائد کمی ہوجائے گی۔ شکر کی مقدار بڑھا کر دگنی کردی جائے تو غالباً اس کی قدر گھٹ کر کبھی نصف تک نہ پہنچے گی۔ گیہوں اور شکر دونوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک نتیجہ کا انحصار طلب کی لچکداری یا تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔ لیکن زر کی مد تک طلب کی تغیر پذیری کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور پیش بیانی اور پیشگی تخمینے میں بھی اس قسم کی مشکلات رونما نہیں ہوتیں چنانچہ سادہ ترین حالات کے تحت قدر زر اس کی مقدار کے بالکل معکوس ہوتی ہے۔ 233

اس چیز کو "نظریۂ مقدار زر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ پر ایک مدت دراز سے سرگرم بحث ہوتی آرہی ہے۔ اس کو تسلیم کرنے سے شد و مد کے ساتھ انکار کردیا گیا ہے؛ اور بالعموم اس کو غلط طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔ صحیح طریقے پر بیان کیا جائے تو وہ واقعات کے مطابق ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کو صحیح طریقے سے بیان کیا جائے اور سمجھا جائے۔ سابقہ پیراگراف میں اساسی حقیقت کی توضیح کرنے کی غرض سے اس نظریہ کو نہایت واضح اور صاف طریقہ پر بیان کردیا گیا۔ لیکن قاری کی نظر "دوسرے حالات مساوی ہونے کی صورت میں" اور "سادہ ترین حالات میں" کے فقروں پر پڑی ہوگی؛ تو واقعہ یہ ہے کہ حقیقی زندگی

باب ۳ - زر کی مقدار اور قیمتیں۔

خاص کر موجودہ زمانے کے، پیچیدہ مظاہر کے مطابق بے محابا بیان پیش کرنے سے قبل باریک بینی کے ساتھ اس بیان کو مشروط کرنے اور اس میں مستثنیات کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخری بات اس وقت تک نہیں کہی جا سکتی جب تک کہ مضامین کے طویل سلسلے پر بحث نہ کر لی جائے[1]۔ سردست ان لازمی بنیادوں پر جن پر یہ اصول قائم ہے، اور بعض سادہ ترین شرائط و مستثنیات پر غور کرنا کافی ہوگا۔

یہ لازمی بنیادیں زر کی طلب کی نوعیت میں پائی جاتی ہیں[2]۔ لوگ بالعموم یہ کہتے ہیں کہ زر کی طلب غیر محدود ہے۔ یہ کہنے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ ہر شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ جس قدر زر اس کے قابو اور قبضے میں آ سکے وہ حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ قابو پانے اور قبضہ حاصل کرنے کی خواہش زر کو مقصد سمجھ کر نہیں کرتا بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ سمجھ کر کرتا ہے۔ اس لیے کہ زر کو کوئی کھا پی سکتا تو نہیں، اور نہ اس سے براہ راست تمتع حاصل کر سکتا ہے۔ زر محض دوسری اشیا کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے؛ اس کو حاصل کرنے کی محض اس وجہ سے خواہش کی جاتی ہے کہ اس کو صرف یا خرچ کیا جائے۔ ہم بخیل آدمی کی مثال کو نظر انداز کر سکتے ہیں، جو زر کو زر کی خاطر جمع کرتا اور زر ہی سے محبت رکھتا ہے؛ اور اسی طرح اندوختوں کی دوسری ممکنہ صورتوں کو بھی نظر انداز کر سکتے ہیں۔

234

---

[1] دیکھو باب ۱۳ - جلد ۱ -

[2] یہاں طلب کا مفہوم وہ نہیں ہے جو کہ باب ۱۰ فصل (۱) میں لیا گیا ہے، بلکہ اس سے مختلف ہے۔ طلب زر کے معنی، جیسا کہ اس کو یہاں استعمال کیا گیا ہے ہر قسم کی اشیا کی وہ مقداریں ہیں جو بغرض فروخت پیش کیے جانے پر زر کے معاوضے میں دی جاتی ہیں۔ لیکن عام طور سے جب کسی خاص شے اور اس کی طلب کا ذکر کیا جاتا ہے تو علمائے معاشیات "طلب" کا مطلب، اس شے کی مقدار لیتے ہیں جو مطلوب ہو، نہ کہ دوسری شے (یعنی زر) کی مقدار جو خاص شے کے معاوضے میں پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ "مقدار مطلوبہ" کے اسی مفہوم کے لحاظ سے ہم کسی شے کی "طلب کا منحنی" کھینچتے ہیں۔ لیکن جہاں تک زر کا تعلق ہے وہاں تک ہم طلب کا مفہوم و مطلب دوسرا اور سیدھا سادہ لیتے ہیں: یعنی وہ شے جو زر کے مبادلے میں پیش کی جائے۔

باب ۱۰ زر کی مقدار اور قیمتیں

باقی تمام زر، خواہ کوئی شخص اس کی کثیر مقدار پر قابو یا قبضہ رکھتا ہو یا قلیل مقدار پر، جلد یا دیر سے خرچ ہوتا ہے۔ زر کی طلب، یعنی وہ شے جو اس کے مبادلے میں پیش کی جائے، قابل فروخت اشیا پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن قابل فروخت اشیا سب کی سب قابل مبادلہ ہوتی ہیں۔ زر کی طلب کسی مقررہ قوم میں کسی مقررہ وقت میں دائمی یا استقراری ہوتی ہے، وہ تغیر کے تابع اس بنا پر نہیں ہوتی کہ قیمتوں کی سطح ادنیٰ یا اعلیٰ ہے۔ خواہ اشیا اعلیٰ قیمت پر فروخت ہوں یا ادنیٰ قیمت پر، ہر حالت میں وہ سب فروخت ہوں گی اور زر کے مبادلے میں پیش کی جائیں گی۔ اسی وجہ سے جب زر کی مقدار دگنی ہو تو اس زر کے معاوضے میں اشیا کی وہی مقررہ مقدار پیش کی جائے گی اور قیمتیں پہلے کے مقابلے میں دونی ہو جائیں گی۔

دوسرے الفاظ میں اس فقرے کو استعمال کرتے ہوئے جو پہلے بیان ہو چکا ہے[1] زر کی طلب کی تغیر پذیری، وحدت یا اکائی ہے۔ اس لحاظ سے زر کی حیثیت عدیم النظیر ہے۔ اکثر دوسری اشیا کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک طلب بعض صورتوں میں تغیر پذیر بعض صورتوں میں غیر تغیر پذیر ہوتی ہے، لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی شے کی طلب اس قدر متوازن ہو کہ اس پر وہی مقررہ رقم ہمیشہ خرچ کی جائے۔ زر کی حالت اس اعتبار سے مخصوص ہے کہ اشیا کی مجموعی مقدار جو بازار میں پیش کی جاتی ہے (اور انھی پر زر کی طلب مشتمل ہوتی ہے) قدر زر سے متاثر نہیں ہوتی۔ مجموعہ ہمیشہ اشیا کی اس کل تعداد پر مشتمل ہوتا ہے جس کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ مجموعی مقدار میں فی الواقع تغیر ہو؛ یعنی زائد اشیا تیار کی جائیں، اور اس کے نتیجے کے طور پر زیادہ اشیا زر کے مبادلے میں پیش کی جائیں؛ لیکن زائد اشیا اس وجہ سے نہیں تیار اور پیش کی جاتیں کہ قدر زر ادنیٰ ہے۔ بیرونی اسباب، مثل دوسری صورتوں کے، اس صورت میں بھی ایک نیا عامل پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن آبادی مقررہ ہونے، اس آبادی کے یکساں پیدا وار تیار کرنے، اور خرید و فروخت کے وہی طریقے قائم رہنے کی صورت میں (اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کو "دوسرے سب حالات مساوی رہنے کی صورت" کہا گیا تھا) زر کی طلب ہمیشہ یکساں و استقراری رہتی

[1] دیکھو باب ۱۰ فصل (۲)

باب ۱
زر کی مقدار
اور قیمتیں

ہے۔

طلب کی یہ خصوصیت کوئی اتفاقی واقعہ یا حادثہ نہیں ہے، بلکہ زر کی نوعیت اور اس کے اشتغال کا نتیجہ ہے۔ روئی یا سیب کی طلب کی تغیر پذیری اتفاقیہ طور پر اکائی ہو سکتی ہے۔ ان اشیا کی قیمتوں کے تغیرات کے بارے میں تحقیقات کرنے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ درحقیقت صورت حال کم و بیش ایسی ہی ہے، کم از کم رسد اور قیمتوں کے بعض حدود کے اندر ایسا ہی پایا گیا۔ لیکن کوئی شخص پیشتر سے اس کے متعلق پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس زر کی مجرد نوعیت اور اس کے اشتغال و افعال کا لحاظ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس کی طلب کی نوعیت لازماً یہ مخصوص صورت رکھتی ہے۔ لیکن جب قیمتی فلزات، زر کے سوا دوسری ضرورتوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تو یہ نتیجہ ان پر اس وقت صادق نہیں آسکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ چاندی کے ظروف یا پلاٹینم کے زیورات کی طلب کسی مقررہ وقت میں اسی مقررہ اصول کی تابع ہے تو ہمیں دلچسپی ہوگی لیکن تعجب بھی ہوگا؛ باقی اس قسم کے مظاہر کی توقع کرنے کے لیے کوئی ایسی وجہ نہیں ہے۔ لیکن زر کی حد تک ہمیں کوئی حیرت نہیں ہو سکتی؛ نتیجہ وہی ہوتا ہے جس کی لازمی طور سے توقع کی جا سکتی ہے۔

۲۔ اب ہم اس اساسی اصول کی تفصیلات، تشریحات اور مستثنیات پر بحث کریں گے۔ اولاً یہ کہ ہمیں اشیا کی مجموعی تعداد یا مبادلہ شدہ کل تعداد کی بحث نہ کرنی چاہیے؛ بلکہ صرف اس تعداد کا ذکر کرنا چاہیے جس کا مبادلہ زر کی وساطت سے کیا گیا ہو۔ بعض اشیا، تیار کرنے والوں کے صرف میں آتی ہیں، اور مبادلے کے دائرہ میں داخل ہی نہیں ہونے پاتیں۔ چنانچہ زرعی پیداوار اسی زمرے میں شمار ہو سکتی ہے، جو طبقہ اس کو تیار کرتا ہے وہی اس کو صرف کرتا ہے۔ ایسی اشیا بظاہر زر کی طلب پر کسی وقت مشتمل نہیں ہوتیں؛ لیکن تقسیم عمل کی روز افزوں پیچیدگی اور ترقی کے ساتھ ساتھ اس طرح استعمال کی جانے والی اشیا کا تناسب بتدریج کم ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ امریکا جیسے ملک کے بارے میں یہ کہنا حقیقت سے زیادہ دور نہیں ہے کہ جتنی اشیا تیار کی جاتی ہیں ان سب کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔

باب ۱
زر کی مقدار اور قیمتیں

علیٰ ہٰذا یہ کہنا بھی بعید از حقیقت نہیں ہے کہ اشیا کا مبادلہ کلیۃً زر کی وساطت سے عمل میں آتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ سب اشیا جن کا مبادلہ کیا جاتا ہے زر کے معاوضے میں اور اس کی وساطت سے فروخت کی جاتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اشیا کا مبادلہ اشیا سے ممکن ہے: مثلاً ممکن ہے کہ کاشتکار انڈے یا غلہ، قصبے کی دکان پر فروخت کرے اور بجائے اس کے کہ ان کی قیمت بہ شکل زر نقد حاصل کرے اس کا صرف اندراج ساہوکار کے کھاتہ میں کردیا جائے۔ اس کے بعد وہ ان اشیا کو خرید سکتا ہے جو اس کے واجب الوصول رقوم کے مقابل میں درج کی جاتی ہیں۔ اس صورت میں کاروبار، اگرچہ زر کے حوالے سے ہوا، لیکن لازمی طور سے مبادلۂ اشیا بالاشیا کی ایک شکل ہے۔ اس قسم کے کاروبار کی مقدار ریاستہائے متحدہ میں غالباً کچھ کم نہیں ہے؛ تاہم مختلف کاروبار کی مجموعی مقدار کے مقابلے میں حقیر ہے۔ مبادلۂ اشیا بالاشیا (جیسا کہ اس کو کہا جاسکتا ہے) کا طریق، اپنی ذاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے پیدائش کرنے کے طریق کے مقابلے میں بہت زیادہ مفقود ہو گیا ہے؛ جو کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے وہ اصل استدلال میں کسی سنجیدہ ترمیم کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

مذکورۂ بالا مستثنیات و شرائط سے بہت زیادہ اہم وہ مستثنیات ہیں جو ان مبادلات سے متعلق ہیں جن میں اشیا زر کی وساطت سے فروخت ہوتی ہیں۔ اس سے قبل کے بیانات کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب اشیا کا ایک ہی معاملہ یا کاروبار میں سب زر کے ساتھ مبادلہ ہو جاتا ہے، لیکن بدیہی طور سے واقعتاً ایسا نہیں ہوتا۔ کسی ایک مقررہ وقت میں یا کسی ایک مقررہ دن مجموعی اشیا کا صرف ایک جزو فروخت کیا جاتا ہے، اور ان اشیا کی خریداریوں کے لیے مجموعی زر کا صرف ایک جزو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں، معاشی معاملات کی دوسری صورتوں کے مثل، ہمیں یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ذخیرہ سکونی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ حرکی نوعیت رکھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اشیا کا مجموعی ذخیرہ دیر سے یا جلد فروخت ہو جاتا ہے، اور اس کو ایک ذخیرہ یا فنڈ شمار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ کل ذخیرہ کسی ایک دن یا ہفتے میں یا وقت کی کسی اور اکائی میں بازار میں فروخت کے لیے نہیں آتا، بلکہ اس ذخیرہ کا محض جزو آتا ہے؛ اور پھر آمد کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جاتا ہے حقیقی مبادلے

باب ۱۸
زر کی مقدار اور قیمتیں

میں اشیا کی روانی دریا کی طرح ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا زر کی مجموعی مقدار ساکن ذخیرہ پر مشتمل نہیں ہوتی، بلکہ اشیا کو خریدنے کے لیے نقل پذیر ہوتی ہے اور یہ نقل پذیری ایک اچھے خاصے باقاعدہ سلسلے کی شکل میں ہوتی ہے۔

اس بدیہی واقعہ کو بیان کرنے کی غرض سے 'زر کی گردش کی سرعت' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ گویا کسی قوم یا ملک میں زر کی جتنی مقدار موجود ہوتی ہے، اس کا محض ایک جزو ہی کسی مقررہ وقت میں استعمال ہوتا یا کام کرتا ہے۔ ہماری جیبوں میں جو زر بے کار اور غیر مستعمل پڑا رہتا ہے، وہ براہ راست قیمتوں پر کوئی اثر نہیں ڈالتا؛ بلکہ محض وہ زر قیمتوں کو متاثر کرتا ہے جس سے اشیا خریدی جاتی ہیں۔ اب مجموعی مقدار کا کتنا متناسب جزو اس طرح کام کرتا ہے، اس کا دار و مدار لوگوں کے عادات پر ہوتا ہے۔ اس پر ملک کی جغرافی تقسیم اور باشندوں کی صنعتوں کی نوعیت کا بہت اثر پڑتا ہے۔ ایک ایسی زراعت پیشہ آبادی میں جو بہت کم گنجان ہو اور جہاں دوکانوں تک رسائی آسانی اور جلد جلد نہ ہو سکتی ہو، وہاں اس کا امکان بہت قوی ہوتا ہے، کہ زر کا ایک بڑا حصہ بے کار پڑا رہے۔ اس کے برعکس ایک ایسے صنعتی یا تجارتی خطے میں جہاں آبادی گنجان ہو، اس کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ لوگوں کے طبائع اور عادات اہم عامل ہیں۔ اگر لوگوں کو اپنے اوپر بہت اعتبار اور تکیہ ہو، یہاں تک کہ وہ حد اعتدال سے گزر جائیں، اور آئندہ زمانے سے غافل ہو جائیں، اور صرف موجودہ ہی کی خبر رکھیں، تو اس کا قرینہ ہے کہ جونہی ان کے ہاتھ میں زر پہنچے خرچ ہوتا چلا جائے؛ اور کسی وقت بھی اس کا کچھ جزو ان کے پاس بے کار نہ رہ سکے۔

اس بیان کا اطلاق جس طرح صارفوں کی روزمرہ کی خریداریوں پر ہوتا ہے اسی طرح تاجروں اور بیوپاریوں کے بڑے بڑے کاروبار پر بھی ہوتا ہے۔ تاجروں اور صناعوں کے ہاتھ میں ہمیشہ اس سے زیادہ زر ہوتا ہے، جتنے کی وہ اشیا خریدتے ہیں؛ اس کے تناسب کا دار و مدار ایک حد تک تو ان کے کاروبار کی نوعیت پر ہوتا ہے، اور ایک حد تک ان کی طبیعت و عادات پر۔ یہ واقعہ کہ یہ جماعتیں خاص کر ایسے ملک میں، جیسے کہ برطانیہ یا ریاستہائے متحدہ امریکا ہیں، نقد زر استعمال نہیں کرتیں، بلکہ بنکوں میں جمع کی ہوئی رقموں کے مقابلے میں چیک استعمال کرتی ہیں، متذکرہ بالا صورت حالات میں

باب ۱۰
زر کی مقدار
اور قیمتیں

کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتا؛ بلکہ اس سے ایک مزید مثال اس فرق کی ملتی ہے جو زر کے ساکن ذخیرے اور اس کی نقل پذیری کے مابین موجود ہے۔ بنک میں ان کی جتنی رقم جمع ہوتی ہے، وہ کل مقدار تو ایک ذخیرہ ہوتی ہے، اور روزمرہ کی خریداریوں کی ادائی، اور دیگر مطالبات کو پورا کرنے کے لیے، جو چیک استعمال ہوتے ہیں وہ اس ذخیرہ کی نقل پذیری یا بہاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ گو ہم بنک کے زر امانت اور چیک کا بیان قبل از وقت کر رہے ہیں، اس لیے کہ کاغذی بدلوں کے طور پر ان کے استعمال پر مناسب مقام پر بحث کی جائے گی؛[1] لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ اصول معمولی زر کے بارے میں، اس کی سادہ ترین شکل میں، جس طرح صادق آتے ہیں، اسی طرح اس زیادہ پیچیدہ آلۂ مبادلہ کے بارے میں بھی صادق آتے ہیں۔ بہرحال ہر شکل میں "آلۂ مبادلہ" نقل پذیری کی ایک رفتار یا شرح استعمال رکھتا ہے، اور اسی کو "گردش کی رفتار" کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اشیا کی گردش کی بھی ایک رفتار ہوتی ہے۔ زیادہ عام فہم الفاظ میں، اشیا کے فروخت ہونے کی بھی ایک رفتار یا شرح ہوتی ہے۔ بظاہر اس کا دارومدار بھی بہت ہی مختلف النوع حالات و واقعات پر ہوتا ہے: اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ بڑے شہروں میں ان کی گردش کی رفتار سریع اور دیہات و اضلاع میں سست ہو۔ زر کی نقل پذیری کے مثل، ان کی نقل پذیری پر بھی لوگوں کے طبائع اور عادات کا اثر پڑتا ہے۔ اس کا قرینہ ہے کہ اس کی رفتار ریاستہائے متحدہ جیسے کاروباری اور سرگرم عمل ملک میں بہت سریع اور تیز ہو، اور فرانس جیسے سست رفتار ملک میں مقابلۃً دھیمی ہو۔ خود ریاستہائے متحدہ میں ہر جگہ یکساں حالت نہیں ہے؛ اور پھر تجارت کے مختلف شعبوں اور پیشوں میں مختلف حالات پائے جاتے ہیں: مثلاً، ظروف کی دوکان کے مقابلے میں غلہ فروش کی دوکان کے سامان کی گردش کی رفتار بہت سریع ہوگی، اور چکی کے آٹے کی گردش، پارچہ بافی کے کارخانہ کی پیداوار کی گردش کے مقابلے میں بہت سریع ہوگی۔ تاہم اشیا کی

---

[1] دیکھو باب ۱۴ فصل ۳۔

زر کی مقدار اور قیمتیں

نقل پذیری، بحیثیت مجموعی، بہت دھیمی اور سلسلہ وار ہوتی ہے، اور کسی ایک مقررہ قوم میں تعجب انگیز باقاعدگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس طرح زر کی مجموعی مقدار کا وہ حصہ، جو حقیقت میں اشیا کی خریداری کے لیے استعمال ہو رہا ہو، محض اتفاقی واقعہ نہیں ہے، بلکہ رسم و رواج کی خاموش قوت کے ذریعے سے متعین ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی فرد واحد کی حد تک اس تناسب یا حصہ کا تعین بے قاعدگی کے ساتھ ہو، لیکن جہاں تک ہزارہا انسانوں اور لکھوکھا مخلوق کا تعلق ہے وہاں تک وہ باقاعدہ رفتار کا تابع ہوتا ہے۔ بازار کی جانب اشیا کی نقل بھی اسی کے مماثل باقاعدہ شرح سے وقوع پذیر ہوتی ہے: چنانچہ ہم کامل اعتماد و یقین کے ساتھ یہ استدلال کرسکتے ہیں کہ اگر زر کی مجموعی مقدار بڑھا دی جائے تو اس کے بالمقابل زر کی اس مقدار میں بھی اضافہ ہوگا جو کسی مقررہ وقت میں خریداریاں کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

مثلاً فرض[1] کرو کہ کسی قوم میں ہر فرد کے پاس جتنا زر تھا اس کی مقدار دفعۃً دوچند ہو جاتی ہے۔ اس زائد زر کو خرچ کرنے کے سوا کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں ہے۔ نہ تو مخلوق کے طبائع و عادات میں رتی برابر تغیر واقع ہوا، اور نہ زر کے اندوختہ کرنے یا اس کو بنک میں جمع کرنے کے لیے کوئی سبب محرک ہوا[2]۔ اشیا کی مقدار بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ پہلے تھی؛ اور تاجر اور فروشندے جس طریقے سے پہلے بازار میں اپنی اشیا پیش کرتے تھے اس میں بھی کوئی تغیر نہیں واقع ہوا۔ ایسی صورت میں زر کے بہاؤ کی رفتار دوچند ہو جائے گی، اور اشیائے بہاؤ کی رفتار یکساں اور غیر متبدلہ رہیگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اشیا کی قیمتیں پہلے کی نسبت دوچند ہو جائیں گی۔

238

اب زر کی مقدار کے دوچند ہو جانے سے جو اثر رونما ہوا وہی اثر زر کی گردش کی رفتار کو دوچند کر دینے سے بھی رونما ہوگا۔ اگر مقررہ ذخیرے کی دوچند مقدار، اشیا خریدنے کے لیے مسلسل استعمال ہوتی رہے تو اس کا اثر وہی ہوگا، جیسا کہ زر کے استعمال

[1] یہ مثال مل سے ماخوذ ہے۔

[2] دیکھیے فصل ۵، اسی باب میں۔

بابِ ۵ زر کی مقدار اور قیمتیں

کے طریقوں کے یکساں حالت میں رہنے کی صورت میں زر کی مقدار کو دوچند کر دینے سے ہوتا۔

ابتدائی فصل میں جو اصول بیان کئے گئے، ان میں بظاہر یہ فرض کیا گیا تھا کہ اشیا کی مقدار، اور مبادلے میں اشیا کا بہاؤ یکساں اور غیر متبدل رہتا ہے۔ چنانچہ "دوسرے حالات یکساں رہنے کی صورت میں" کے فقرے میں یہ سب کچھ مضمر تھا۔ اب یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اشیا کی مقدار ہمیشہ یکساں اور غیر متبدل نہیں رہتی۔ اگر زر کی مقدار جس وقت دوچند کی جاتی ہے، اسی وقت ان کی مقدار بھی دوچند کر دی جائے، تو قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اگر اشیا کی مقدار دوچند کر دی جائے، زر کی مقدار مقررہ رہے اور بازار کی جانب اشیا کی نقل اس سے متاثر نہ ہو تو قیمتیں گھٹ کر نصف ہو جائیں گی۔ اگر بازار کی جانب اشیا کی نقل پر یعنی ان کی گردش کی سرعت پر اس طرح اثر پڑے کہ اشیا کی دوچند مقدار باقاعدہ پیش ہونے لگے تو اس صورت میں پھر قیمتیں گھٹ کر نصف ہو جائیں گی۔

اشیا کی گردش کے مقابلے میں زر کی گردش زیادہ سریع ہوتی ہے ـــــ دوسرے الفاظ میں اشیا کی حقیقی خریداری کے لیے صرف کردہ زر کا جو تناسب زر کی مجموعی رسد سے ہوتا ہے، وہ اس تناسب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، جو زر کے معاوضے میں پیش کردہ اشیا "قابل مبادلہ اشیا کی مجموعی رسد کے ساتھ رکھتی ہیں۔ اس فرق کی وجہ ظاہر ہے۔ اشیا کی خریداریوں میں زر کا استعمال ہمیشہ بلا تاخیر کیا جا سکتا ہے، لیکن اشیا بہت تاخیر سے فروخت کی جا سکتی ہیں۔ زر کو کسی خریدار کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اشیا کو خریداروں کا بالعموم منتظر رہنا پڑتا ہے۔ متعدد اشیا ایسی ہیں جن کی شرح فروخت یا گردش کی رفتار سست ہوتی ہے: مثلاً چینی اور سخت دھات کے ظروف اور میز کرسی وغیرہ۔ دوسری اشیا جیسے کرایہ کے مکان، گودام اور کارخانے، بازار میں محض اجزا یا اقساط کی شکل میں آتے ہیں؛ گویا ان سے جو افادے حاصل ہوتے ہیں محض وہی فروخت کی غرض سے پیش کئے جاتے ہیں، اور ان کے فروخت ہونے میں بہت دیر لگ جاتی ہے۔ بخلاف اس کے زر بازار میں بہت تیز رفتار کے ساتھ آتا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ زر کا اندوختہ کیا جائے اور بعض اوقات غیر مستعمل زر ایسے لوگوں کے

باب ۳ زر کی مقدار اور قیمتیں

پاس جمع ہوتا رہتا ہے جو معمول سے زیادہ آمدنیاں حاصل کر رہے ہوں، لیکن زر کو زیادہ تر سرگرم کار اور مشغول رکھا جاتا ہے؛ اور اس کے کام یا گردش کی رفتار یا شرح کسی مقررہ وقت اور مقررہ ملک میں وہاں کے باشندوں کے طبائع اور رسم و رواج کے مطابق ہوتی ہے۔

یہ فرض کیا جائے گا کہ اس اساسی اصول کی مختلف شرائط و مستثنیات کو قارئین ذہن نشین رکھیں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی شرائط و مستثنیات کا بیان باقی رہ جاتا ہے، اور اس پر آئندہ چل کر مناسب موقع پر بحث کی جائے گی۔ لیکن سادہ ترین اور سب سے زیادہ ضروری شکلوں کو، جو بیان کی گئیں، ابتدا ہی سے ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ زر کی قدر اس کی مقدار کی بنا پر متعین ہوتی ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ "دوسرے حالات یکساں رہنے کی صورت میں" اگر زر کے مجموعی ذخیرے میں اضافہ کیا جائے تو اس زر کے بہاؤ کی رفتار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے جو خریدی اشیا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی، مبادلۂ اشیا کے لیے زیادہ مقدار زر صرف ہونے لگتی ہے۔

۳۔ اب ہم اس امر کی تحقیق کریں گے کہ زر کی ضرورتوں کے لیے جو سونا اور چاندی استعمال ہوتی ہے اس کی رسد، مجموعی رسد سے کس حد تک مختلف ہے۔

قیمتی فلزات نہ صرف زر کے اغراض کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، بلکہ صنعتوں میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن صنعتوں میں ان کی جو مانگ ہے وہ کسی ایسے خاص قانون کے تابع نہیں ہے جیسی کہ زر کی ضرورت کے لیے ان کی طلب ہے۔ افادہ یا احتیاج کو پورا کرنے کی صفت، سونے کے ظروف اور سونے کے زیورات کی طلب کا تعین، اسی بے قاعدہ طریقے سے کرتی ہے جس بے قاعدگی کے ساتھ کہ وہ گیہوں یا شکر کی طلب کا تعین کرتی ہے۔ رسد کے اضافے کا قدر و قیمت پر کیا اثر ہوگا اس کو پیشتر سے نہیں بیان کیا جا سکتا۔ طلب کی تغیر پذیری مدارج کا کوئی پیمانہ ظاہر کر سکتی ہے۔

اگر سونے اور چاندی کی مجموعی رسد کا مقررہ و یکساں تناسب صنعتوں میں ہمیشہ استعمال کیا جائے، تو زر کی طلب، اور صنعتی طلب کا درمیانی فرق، نظریۂ زر کے لیے

باب ۱۵ زر کی مقدار اور قیمتیں

نتیجہ خیز اور اہم نہ رہے گا۔ لیکن یہ تناسب لازمی طور سے مقررہ و یکساں نہیں ہوتا۔ وہ زر کی رسد کی قدر و قیمت ہی سے ایک حد تک متاثر ہوتا ہے۔

مثلاً اگر قیمتیں اور عام آمدنیاں بحوالۂ زر، سونے کے عظیم المقدار اضافے کے نتیجے کے طور پر بڑھ جائیں، تو غیر مسکوک سونے کی قیمت نہ بڑھے گی۔ اس لیے کہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، غیر مسکوک سونے کی قیمت بحوالۂ سکہ ہمیشہ یکساں ہوتی ہے۔ چنانچہ طلائی زیورات، چشموں وغیرہ کے لیے جو خام سونا درکار ہوگا وہ اتنا ہی ارزاں ہوگا جتنا کہ پہلے تھا۔ اس قسم کی اشیا کی قیمت میں صرف اس حد تک اضافہ 240 ہوگا جس حد تک کہ ان کو فلز سے زیورات وغیرہ کی شکل میں مبدل کرنے اور بنانے کے مصارف میں اضافہ ہوگا۔ ان کی قیمت، آمدنی بحوالۂ زر کے مقابلے میں پہلے کی نسبت ارزاں ہوگی۔ قیمت کی اس ارزانی کے سبب سے تقریباً یقینی طور سے پہلے کی نسبت زیادہ مقدار میں اشیا خریدی جائیں گی، اور اس طرح غیر مسکوک دھات پہلے کی نسبت زیادہ مقدار میں صنعتی کاموں میں منتقل ہوگی۔ اگر سونے کی مقدار میں کمی ہو جائے اور اس کے نتیجے کے طور پر قیمتیں اور آمدنیاں گھٹ جائیں تو اسکے بالکل معکوس حالت نمودار ہوگی: یعنی، سونے کی بنی ہوئی اشیا پہلے سے اب گراں قیمت پر فروخت ہوں گی، اور اغلب یہ ہے کہ پہلے کی نسبت کم مقدار میں خریدی جائیں۔ اس صورت میں مقابلۃً سونے کی کم مقدار ٹکسال سے ہٹ کر صنعتی کاموں میں صرف ہوگی، اور ٹکسال میں زیادہ مقدار جائے گی۔

اگر سونے کی قدر (یعنی عام قیمتوں) میں اضافہ یا تخفیف نہ بھی ہو تب بھی سونے کے صنعتی صرف پر باشندوں کے عادات اور مذاق کے تغیرات کا اثر پڑتا ہے۔ ممکن ہے کہ سونے کے زیورات پہننے کا رواج بڑھ جائے، یا سونے کی ملمع کاری اور ورق سازی زیادہ مقدار میں ہونے لگے، اور سونے کے چشموں اور عینکوں کے استعمال میں زیادہ سہولت محسوس کی جائے اور وہ زیادہ خوشنما خیال کی جائیں؛ اس صورت میں موجودہ مجموعی ذخیرے کی زیادہ مقدار زر کی ضرورت پوری کرنے والی رسد سے ہٹ کر صنعتی کاموں میں لگ جائے گی۔

ان دونوں اسباب کے منجملہ پہلا سبب دوسرے سبب کی نسبت بظاہر کم

باب ۱ زر کی مقدار اور قیمتیں

اثر رکھتا ہے۔ عام قیمتوں میں ایسے پیمانے پر بہت کم تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جس سے متذکرہ بالا عظیم نتائج رونما ہوں۔ سونے کے زیورات اور دوسری طلائی اشیا کی قیمت صرف غیر مسکوک طلا کی قیمت سے متاثر نہیں ہوتی، بلکہ ان کے بنانے کے مصارف سے بھی متاثر ہوتی ہے۔ اور ان مصارف میں عام قیمتوں کی تبدیلیوں کے بالمقابل تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اگر سب اشیا کی قیمتیں بڑھ جائیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کا اثر غیر مسکوک طلا پر کچھ نہ ہوگا؛ اس کی قیمت یکساں رہے گی۔ لیکن زیور بنانیوالے مزدوروں کی اجرت میں اور دیگر مصارف میں دوسری اشیا اور دوسری خدمات کی قیمتوں اور اجرت کے اضافہ کے ساتھ اضافہ ہو جائے گا۔ بہت ممکن ہے کہ عام قیمتوں میں ۲۵ فی صد اضافہ ہو جائے؛ لیکن اس اضافے کے معنی یہ نہ ہوں گے کہ سونے کے زیورات کی قیمت غیر متبدلہ رہے گی، بلکہ صرف یہ کہ ان کی قیمت کا اضافہ عام قیمتوں کے اضافے کے مقابلے میں کسی قدر کم ہوگا۔ مثلاً ممکن ہے کہ ان کی قیمت بجائے ۲۵ فی صد کے ۲۰ فی صد بڑھے۔ ان کے صرف پر قیمت کے اضافے کا اثر غالباً کم ہوگا۔

دوسرا سبب یا عامل، جو فلزات کے صنعتی استعمال پر اثر انداز ہوتا ہے (یعنی فیشن اور عادات کے تغیرات)، بظاہر بہت زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں دولت میں جو عظیم الشان اضافہ ہوا ہے اس نے صنعتوں میں سونے کے کثیر استعمال کی جانب رہبری کی ہے؛ ٹھیک اس طریقے سے جس طرح کہ اس نے ہیروں کے کثیر استعمال کی جانب رہبری کی ہے۔ موجودہ زمانے سے پیشتر کبھی یہ معلوم کرنے کی باقاعدہ کوشش نہیں کی گئی کہ سونا صنعت میں کس حد تک استعمال ہو رہا ہے، اور اس طرح اس کی مقدار کتنی بڑھ گئی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۹۰ء کے عرصے میں سونے کا صنعتی صرف (بشمول اس مقدار کے جو مشرق کو برآمد کی گئی جس کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی) بحوالہ ڈالر تقریباً ۶۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھا۔ ۱۹۱۲ء میں مقدار سہ چند یعنی تقریباً ۱۷۴،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر خیال کی جاتی تھی۔ اس بیان کردہ اضافے کے ایک جزو کا باعث، ایک حد تک بلاشبہ یہ امر بھی تھا، کہ اس سے پہلے کے سالوں میں صحیح مقدار کا اندازہ نہیں کیا گیا تھا؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے

241

باشلے زر کی مقدار اور قیمتیں

کہ پیشتر کی نسبت اضافہ واقع ہوا۔ سونے کی مجموعی پیداوار میں جو تبدیلی واقع ہوئی تھی اس سے یہ تبدیلی کسی حال متناسب نہ تھی؛ اس لیے کہ ۱۸۸۵ء تا ۱۸۹۰ء میں مجموعی پیداوار ۰۰۰،۰۰۰،۱۰۰ ڈالر اور ۱۹۱۲ء میں ۰۰۰،۰۰۰،۴۶۰ ڈالر سے کم نہ تھی۔ اول الذکر دور میں سونے کی مجموعی پیداوار کا نصف سے زائد حصہ مغربی ممالک کی زرکی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ہٹ کر صنعتی کاموں میں لگا؛ اور موخر الذکر سال میں ⅙ سے بھی کم اس طرح صرف ہوا۔

تخمینہ کیا گیا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں سونے کی مجموعی پیداوار تقریباً ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۹ ڈالر رہی، جس کے نصف سے کچھ زائد حصہ بطور زر استعمال ہوا، اور بقیہ جزو صنعتی کام میں۔ سونے کی جتنی مقدار صنعت میں مصروف رہے، اس کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ تقریباً سب کی سب زرکی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا ایک قلیل جزو جلد یا دیر سے زرکی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے واپس آجاتا ہے؛ اس لیے کہ، زیورات اور ظروف وغیرہ کو بعض اوقات پگھلایا جاتا ہے، اور اس کے بعد غالباً ان کے سکے ڈھلوائے جاتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ صنعتی کاموں میں جتنی مقدار مصروف رہتی ہے، وہ زرکی ضرورت کو پورا نہ کرنے کے اعتبار سے سب کی سب قطعی طور سے ضائع جاتی ہے۔ اس کا جو کچھ جزو واپس آتا ہے اس پر زرکی قدر کا بہت کم اثر پڑتا ہے۔ جس طرح اس امر کا انحصار، کہ کتنا سونا ابتداءً صنعتی کاموں میں جائے گا، رسم و رواج اور عادات پر ہوتا ہے، اسی طرح زیورات اور ظروف وغیرہ کو سکیک کی غرض سے پگھلانے کا دار و مدار بھی رسم و رواج اور عادات پر ہوتا ہے۔ غرض قیمتی فلزات کا استعمال صنعتوں میں برابر جاری ہے، اور اس کام کو پورا کرنے کے بعد سالانہ جو حصہ بچ رہتا ہے، وہ زرکی ضرورت کو پورا کرنے میں یعنی سکہ سازی کے کام میں آتا ہے۔

سکہ سازی اور صنعتی استعمال کے لیے سونے کی اس طرح تفریق و علٰحدگی گزشتہ سالوں کے مقابلے میں موجودہ زمانے میں بہت مکمل ہوگئی ہے۔ قرون وسطیٰ میں یورپ میں سونے کی زنجیر کی ایک کڑی کو نکال کر مطالبات کی ادائی کا کام لیا جا سکتا تھا؛ اور اہل دربار بلا تامل اپنے ظروف پگھلا کر شاہی خاندان اسٹورٹ کی مدد کرتے

اور زر مہیا کرتے تھے۔ برطانوی ہندوستان میں جہاں اس وقت بھی حالات قرون وسطیٰ کے حالات سے بہت ملتے جلتے ہیں، حال حال تک دیسی باشندے اپنے نقرئی زیورات اور روپیوں کا باہمدگر آزادی کے ساتھ اور عام طور سے مبادلہ کرتے تھے؛ اور باوجود اس امر کے کہ ۱۸۹۳ء سے روپیہ نظام جدید پر قائم ہوگیا ہے، یہاں اب بھی روپیہ اور چاندی ایک دوسرے سے ایک حد تک قابل مبادلہ ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ترقی یافتہ ملکوں میں بھی آج تک سونے کو زر کے استعمال سے ہٹا کر صنعتی کاموں میں لگایا جاتا ہے؛ لیکن، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے،[1] یہ رجحان روز افزوں بڑھ رہا ہے کہ صنعتی ضرورتوں کے لیے آزاد اسباب کی بنا پر ایک مقدار معین اور علیٰحدہ رہے۔

242

حال میں مثل سونے کے صرف کے چاندی کے صنعتی صرف میں بھی نمایاں ترقی ظاہر ہوئی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کیے اندر ۱۸۹۰ء اور ۱۹۰۲ء کے مابین اس کی مقدار بڑھ کر چہار چند ہوگئی ہے۔ اس طرح اس میں جو تبدیلی واقع ہوئی وہ سونے کی تبدیلی کے مثل، بڑی حد تک بڑھنے والی دولت اور چاندی کے ظروف اور چاندی کے زیورات کے روز افزوں رواج اور فیشن کا نتیجہ تھی؛[2] اس میں شک نہیں کہ اس کا باعث ایک حد تک چاندی کی ارزانی بھی تھی؛ چنانچہ مذکورہ بالا دور میں چاندی کی قیمت نصف ہوگئی تھی۔ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں چاندی کی قیمت بہت بڑھ گئی، اور اس گرانی نے صنعتی استعمال کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی۔ لیکن چاندی کی حالت ایک اہم اعتبار سے سونے کی حالت سے مختلف ہے۔ اور وہ یہ کہ چاندی سے آزادانہ طریق پر سکے نہیں ڈھالے جاتے؛ یہ دھات اس طریقے سے زر نہیں بنتی جس طریقہ سے کہ سونا بنتا ہے۔ غیر مسکوک چاندی کی قیمت، مثل ٹن یا تانبے کے، سونے کے حوالے سے لگائی جاتی ہے، اور اس کا صنعتی استعمال قیمت سے اسی طریق پر متاثر

[1] دیکھو باب ۱۲ فصل ۵۔

[2] بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں انیسویں صدی کے ابتدائی آٹھ عشروں میں یہ مقدار پانچ ملین اونس سالانہ سے کم تھی، اور ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۲ء میں ۲۰ ملین اونس سالانہ سے زائد۔ دیکھو ناظم دارالضرب کی رپورٹ "قیمتی فلزات کی پیداوار" شائع شدہ ۱۹۰۲ء ص ۲۷۔

باب زر کی مقدار اور قیمتیں

ہوتا ہے جس طریق پر کہ ٹن اور تانبا ہوتا ہے۔ سونے کے استعمال پر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، عام قیمتوں اور عام آمدنیوں بحوالہ زر کے تغیرات کا زیادہ مبہم اور غیر معروف اثر پڑتا ہے۔

۴۔ سونے اور چاندی کی ایک اور جانب نقل پذیری مغرب کے تہذیب یافتہ ملکوں کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مغربی ملکوں کی زر کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ہٹ کر یہ فلزات مشرقی ممالک کا رخ کرتے ہیں۔ یہ عمل کئی صدیوں سے جاری ہے اور بظاہر آیندہ بھی ایک مدت دراز تک اس کے قائم رہنے کا امکان پایا جاتا ہے۔

تاریخ سے ہمیں قدیم زمانے کے حالات جہاں تک قطعی طور سے معلوم ہوتے ہیں، وہاں تک مشرق اور مغرب کے مابین، اور خاص کر یورپ اور ہندوستان کے مابین، تجارت میں مشرق سے روانہ شدہ مال کی قیمت مغرب کے روانہ کردہ مال کے مقابلے میں ہمیشہ بڑھی رہی ہے۔ گویا مشرق کو فاضل رقم ہمیشہ واجب الوصول رہی: چنانچہ اس کی ادائی کے سلسلے میں مشرقی ممالک کو سونے اور چاندی اور خاص کر چاندی کی نقل بے روک جاری رہی۔ ان فاضلات میں کبھی اضافہ ہوا اور کبھی تخفیف۔ بہر حال یہ تغیرات، ایک طرف، دونوں ممالک کے مابین مبادلہ شدہ متعدد اشیا کی طلب پر مبنی تھے، تو دوسری طرف، موسمی حادثات اور فصلوں کے حالات پر اور دونوں جانب نئی اشیائے برآمد کے رونما ہونے پر موقوف تھے۔ انیسویں صدی کے اختتامی سالوں میں مشرق کو مغرب کے ذمے کی واجب الادا رقم میں کمی نمودار ہوئی۔ اس کے برعکس بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں اس فاضل رقم میں نمایاں اضافہ ہوگیا۔ غرض کئی صدیوں سے فاضلات کی ادائی کا سلسلہ چلا آرہا ہے: حتیٰ کہ اب بھی وہی صورت قائم ہے۔ اسی وجہ سے مغرب سے مشرق کی جانب قیمتی فلزات کی نقل بتدریج اور مستقل طور سے جاری ہے۔

243

اس طرح قیمتی فلزات کا مغرب سے ہٹ کر مشرق کو چلا جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ زر کی ضرورت کو پورا کرنے سے ہٹ کر سونے چاندی کا صنعتی کاموں میں لگ جانا؛ بلکہ تقریباً ایسا ہی ہے جیسا کہ سمندر میں ان کی غرقابی۔ گویا وہ یورپ اور

باشندے زر کی مقدار اور قیمتیں

امریکا کی زرعی اور صنعتی ضرورتوں کو پورا کرنے والی رسد سے الگ ہوکر ہمیشہ کے لیے غائب ہوجاتے ہیں۔ مشرقی ممالک میں ہندوستان، اور خاص کر برطانوی ہند ہی وہ سمندر ہے جہاں سونا اور چاندی اور خاص کر چاندی پہنچکر ہمیشہ کے لیے تہ نشیں اور غائب ہوجاتی ہے اور واپس نہیں لوٹتی۔

اس کامل علٰحدگی یا نظر سے اوجھل ہوجانے کی توجیہ ہندوستان کے غیر معمولی معاشی حالات میں مضمر ہے؛ گو اس قسم کے حالات مشرق کے دوسرے حصوں میں بھی پائے جاتے ہیں، مگر کہیں اس قدر نمایاں شکل میں نہیں پائے جاتے جس قدر کہ ہندوستان میں۔ چنانچہ چین کی تقریباً یہی حالت ہے، جاپان کی حالت ایک زمانہ میں ایسی ہی تھی؛ لیکن ہندوستان نے، اور خاص کر اس علاقے نے، جو اب برطانوی ہند کہلاتا ہے، زر کے اس عجیب وغریب تجربے میں بدرجہا زیادہ اہم حصہ لیا ہے۔ اس علاقے کی آبادی زمانہ دراز سے بہت کثیر رہی ہے؛ چنانچہ سنہ ۱۹۰۰ء میں یہاں ۳۰ کروڑ نفوس آباد تھے۔ لیکن یہ آبادی زیادہ تر زراعت پیشہ ہے، جاہل ہے اور جمود پسند ہے۔ وہ تقریباً کلیتہً فلزاتی زر استعمال کرتی ہے، اور زر کاغذ یا زر کے دوسرے نائب یا بدل بہت کم۔ اس کے زر کی گردش کی رفتار بہت دھیمی ہے؛ علاوہ ازیں یہاں کے باشندے سونے اور چاندی کو صرف زیورات کے طور پر ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کا اندوختہ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ کڑے، کنگن، انگوٹھیاں اور دوسرے بیشمار زیورات، نہ صرف موجودہ زمانے میں نمائش اور امتیاز کی خواہش کو پورا کرتے ہیں، بلکہ زمانۂ مستقبل کی کسی ممکنہ احتیاج کے لیے بھی قوت خرید کا ذخیرہ مہیا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہندوستان میں قیمتی فلزات کثیر مقدار میں درآمد ہوسکتے ہیں، جہاں وہ عام قیمتوں پر کچھ زیادہ اثر ڈالے بغیر غیر متحرک پڑے رہتے ہیں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس حالت میں وہ طویل مدت تک پڑے رہتے ہیں اور قیمتوں پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتے۔ کسی مغربی ملک میں اس قسم کی مستقل مسلسل درآمد قیمتوں کو متاثر کئے بغیر جاری نہیں رہ سکتی۔ جیسا کہ بین الاقوامی تجارت کی بحث میں چل کر معلوم ہوگا، یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا کہ کسی اعلیٰ درجہ کی ترقی وتنظیم یافتہ صنعتی قوم میں کثیر المقدار قیمتی فلزات کا مسلسل انجذاب ہوتا رہے۔ ان کی درآمد کثیر مقدار میں ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتیں بڑھ جائیں گی؛ اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اشیا کی درآمد بڑھ جائے گی اور

244

باب ۱۱ زر کی مقدار اور قیمتیں

برآمد گھٹ جائے گی؛ اور اس طرح قیمتی فلزات کی درآمد، اشیا کی برآمد میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے رک جائے گی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں قیمتی فلزات کی کثیر پذیر رسد کے باوجود اس کے مقابلے میں عام قیمتوں کے اضافہ کی رفتار بہت دھیمی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک مدت مدید یعنی کئی نسلوں کے بعد جاکر قیمتیں متاثر ہوتی ہیں۔ مشرق میں انیسویں صدی کے آخری حصے میں عام آمدنی بحوالۂ زر اور قیمتوں میں بہت زیادہ نمایاں اضافہ نہیں ہوا، پھر بھی وہ خاصا بڑا تھا؛[۱] اس سے قبل کی صدیوں میں اگرچہ اضافہ ہوا، مگر اس قدر تدریجی طریقے سے اور سست رفتار کے ساتھ کہ واضح اور نمایاں نہ تھا۔ ذات پات اور رسم و رواج کی بندشوں اور جکڑبندیوں کے ڈھیلے پڑ جانے کی وجہ سے، اور جان و مال کے تحفظ اور امن و امان کے بہتر طریقے کے خوگر ہو جانے کی وجہ سے، نیز ریلوں کے جال کے پھیل جانے کی وجہ سے، صنعتی و مالی حالت بہت کچھ متاثر ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات اب بھی صادق آتی ہے اور آیندہ ایک مدت دراز تک صادق آتی رہے گی کہ قیمتی فلزات کی کثیر مقدار مشرق میں مسلسل و مستقل طور سے منتقل ہوتی ہے، اور وہاں پہنچنے کے بعد واپس نہیں آتی؛ اور یہ سچ ہے کہ اس کا اثر عام قیمتوں پر اور زر کی قدر پر پڑتا ہے، مگر اس قدر تدریجی طور پر کہ اس درآمد اور نقل میں شاذ ہی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؛ بلکہ نئی قوت کے ساتھ یہ درآمد اس وقت از سر نو جاری ہو جاتی ہے؛ جبکہ مغربی ممالک کو نئی رسد کا کوئی بڑا ذخیرہ دستیاب ہو جاتا ہے، یا جبکہ مشرقی ممالک کی اشیا کی مانگ مغربی ممالک میں بڑھ جانے کی وجہ سے ان کی برآمد میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

۵۔ ایک اہم صورت میں زر کی رسد کا اضافہ اس کے طریق استعمال کو متاثر کرسکتا اور اس طرح ایک نیا عامل پیدا کرسکتا ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ رسد کا اضافہ، مبادلۂ اشیا بالاشیا کے نظام کو مبادلۂ زر بالاشیا کے نظام سے

۱۔ دیکھو لیف۔ جے اٹکن سن کا ایک مضمون موسوم بہ "ہندوستان کی قیمتیں ۱۸۷۰ء تا ۱۹۰۸ء میں" وائل اسٹیٹس ٹی کل سوسائٹی کے رسالہ مورخہ ستمبر ۱۹۰۹ء میں۔ مابعد سالوں میں اور خاص کر ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ میں قیمتوں کا اضافہ بہت نمایاں رہا۔

باب ۱ زر کی مقدار اور قیمتیں

مبدل کرنے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔ اس قسم کی صورت، ایک مرتبہ زر کا نظام پوری طرح قائم ہو جانے کے بعد (جبکہ تمام اشیا اور خدمات زر کے معاوضے میں فروخت کی جاتی ہیں) نمودار نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد زر کی مقدار میں اضافہ ہونے کے معنی محض یہ ہیں کہ جہاں پہلے سونے یا چاندی کا ایک سکہ استعمال ہوتا تھا وہاں اب دو، پانچ یا دس سکے استعمال ہوتے ہیں۔ آدم اسمتھ خیال کرتا تھا کہ امریکا کی کانوں سے سولھویں اور سترھویں صدی میں قیمتی فلزات کی بھرمار ہونے کی وجہ سے یورپ میں زر کی رسد میں جو اضافہ ہو گیا تھا[1]، اس کا یہی ایک اہم نتیجہ تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ اس کی وجہ سے سونے اور چاندی کے ظروف کی مقدار میں 245 بہت اضافہ ہو گیا، جس سے "بہت سہولت پیدا ہو گئی؛ اگرچہ وہ یقیناً بہت ہی حقیر تھی"۔ چنانچہ آگے چل کر آدم اسمتھ لکھتا ہے کہ "انھی اشیا کو یا ان کی ایک مقررہ مقدار کو خریدنے کے لیے، ہمارے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ جس وقت بازار جائیں تو اپنے ساتھ سونے اور چاندی کے سکوں کی نسبتہً زیادہ مقدار لیتے جائیں؛ اور جس شے کے لیے پہلے ایک پنس ملتفی ہوتا تھا اس کے لیے اب ایک شلنگ اپنی جیب میں ڈال کر چلیں"۔ لیکن صرف یہی ایک تغیر نہ تھا جو وقوع پذیر ہوا تھا، قیمتی فلزات کی رسد کے اضافہ کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ پہلے جو لین دین اور کاروبار زر کی وساطت کے بغیر انجام پاتے تھے ان میں زر بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہونے لگا؛ اور دوسرے ایسے کاروبار بھی (مبادلات) انجام پانے لگے، جو اس سے قبل کبھی انجام ہی نہیں دیئے گئے تھے۔

تقریباً سنہ ۱۵۵۰ء تا سنہ ۱۶۰۰ء کا زمانہ بہت بڑے صنعتی انقلاب کا زمانہ تھا۔ یہ دور قرون وسطیٰ کے معاشی دور کی کایا بہت تیزی سے پلٹ رہا تھا۔ ازمنۂ وسطیٰ میں عمل دمحنت کی تقسیم اور مبادلات کا طریق بہت ہی ابتدائی اور محدود حالت میں پایا جاتا تھا۔ اور جو کچھ مبادلات اور مطالبات کی ادائیاں عمل میں آتی تھیں وہ مبادلۂ اشیا کے طریق پر عمل میں آتی تھیں، یعنی اشیا کا اشیا سے مبادلہ

[1] آیندہ باب میں اس عظیم تغیر کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے مقابلہ کرو۔

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

ہوتا تھا نہ کہ زر سے۔ یہ خیال کرنا ممکن ہے، کہ اس قسم کی صورت حال کا اعدام اور اس کی بجائے کامل زر کے نظام سے، زر کی رسد میں کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر عمل میں آئی ہوگی۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اسی رسد کو جو پہلے سے موجود تھی کاروبار کی کثیر مقدار کو لازماً انجام دینا پڑا، اور یہ کہ قیمتیں لازمی طور سے گھٹ گئیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ رسم و رواج کی بندشوں میں جکڑی ہوئی ایسی قوموں میں جیسی کہ یورپ کی قومیں اس وقت تھیں، اس قسم کا عمل صرف سخت سے سخت مشکلات برداشت کرنے کے بعد ہی وقوع پذیر ہو سکتا تھا۔ قیمتی فلزات کی ایسی رسد کی محض عدم موجودگی، جو کاروبار کی کثیر مقدار کو قیمتوں میں بڑی تخفیف کئے بغیر انجام دینے کے لیے کافی ہو سکے، زر کے مبادلات کے نظام کی توسیع کرنے کی راہ میں تقریباً ناقابل عبور رکاوٹ تھی۔ جدید اور تازہ فلزات نے انقلاب پیدا کرنے میں بہت وسیع سہولتیں پیدا کیں۔ انھوں نے زیادہ موثر آلۂ مبادلہ کو سرعت اور آسانی کے ساتھ چلانے کے لیے گویا تیل کا کام دیا۔ یہ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ تمام مغربی یورپ میں پھیل گئے؛ اور زیادہ وسیع پیمانے پر بہ شکل زر ادائی کے طریق کو ممکن بنا دیا؛ نہ صرف ان فرضی یا حقیقی مشکلات کے بغیر جو قیمتوں کے گھٹنے سے پیدا ہوتے ہیں، بلکہ رسد کی افراط کے ذریعے سے جس میں قیمتیں نمایاں طور سے بڑھ جاتی ہیں۔ اس طریق پر متعدد نئے صنعتی شعبوں میں عمل کی تقسیم کا طریق پھیل گیا؛ اور اکثر شعبوں میں جہاں یہ طریق رائج تھا، مبادلے میں زیادہ سہولتیں پیدا ہو گئیں اس طرح پیدائش کے موثر ہونے میں بہت ترقی نمودار ہوئی اور عام خوش حالی اور بہبود میں معتد بہ اضافہ ہو گیا۔[1]

246

[1] اس واقعے کو کسی قدر موہوم طریقے پر سمجھنے ہی کا غالباً یہ نتیجہ تھا کہ سترھویں صدی اور اٹھارویں صدی کے مصنفین بھی عام طور سے قیمتی فلز کی وافر رسد کی جانب حد سے زیادہ اہمیت منسوب کرتے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا تجارتی مصنفین کے خیالات ان سیاسی حکمرانوں کے قوت و اقتدار سے بھی بہت متاثر ہوتے جو قیمتی فلز کے عظیم المقدار ذخائر کے مالک تھے، اور وہ بھی ایسے زمانے میں جبکہ جاگیری واجبات کی بجائے محصول سے کی جا رہی تھی؛ اور یہ محصول بہ شکل زر ادا کرنا ضروری تھا لیکن اس کا ادا کرنا

باب ۱ نرکی مقدار اور قیمتیں

با ایں ہمہ آدم اسمتھ کا خیال، اگرچہ وہ تاریخی اعتبار سے اس خاص صورت کی حد تک غیر مکمل تھا، اصولاً صحیح تھا۔ وہ ایسے زمانہ میں لکھ رہا تھا جبکہ تقریباً سب اشخاص قیمتی فلزات کی افراط کے فوائد کے متعلق غلط خیالات رکھتے تھے۔ چونکہ وہ انکے ان خیالات کی مستعدی کے ساتھ تردید کرنے میں منہمک تھا، اس لیے اس نے ان حقیقی فوائد کو جو کہ کوئی قوم مطلوبہ آلۂ مبادلہ آسانی کے ساتھ فراہم کرنے سے حاصل کر سکتی ہے، نظر انداز کر دیا۔ لیکن جب ایک دفعہ یہ آلۂ مبادلہ فراہم ہو جائے اور جب ایک مرتبہ پورے موثر طریقہ سے اس کا استعمال شروع ہو جائے تو آدم اسمتھ کے استدلال کی تردید نہیں ہو سکتی۔ اگر کانوں سے سونا برآمد کرنے کے لیے پہلے کی نسبت دہ چند محنت صرف کی جائے، اور اس طرح پہلے کے مقابلے میں دہ چند سونا برآمد ہو، تو اس سے دنیا کو کوئی نفع حاصل نہ ہوگا؛ اس لیے کہ جہاں پہلے ایک سکہ ہر مبادلے میں دیا جاتا تھا وہیں اب دس سکے دیے جائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ انقلاب یا تغیر کے عمل سے (یعنی قیمتوں کی ارزانی سے گرانی کی جانب تبدیلی یا اس کی برعکس صورت میں) بعض خاص اور اہم نتائج رونما ہوں گے؛ لیکن ان کا آخری نتیجہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ انقلاب کے اثرات سے قطع نظر، یہ امر کوئی اہمیت یا وقعت نہیں رکھتا کہ قیمتیں کم ہیں یا زیادہ، یا یہ کہ مبادلہ کے ہر عمل میں زیادہ سکے استعمال کیے جاتے ہیں یا کم۔

بعض مصنفوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کا عمل، ایک اور طریقہ پر بھی قیمتی فلزات کی مقدار اور ان کی قدر کے باہمی تعلق کو متاثر کر سکتا ہے؛ اور وہ اس طرح کہ وہ براہ راست زر کے استعمال پر اثر ڈال سکتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب زر کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے تو لوگ اس زر کو بہت کم استعمال کریں گے: یعنی اس سے اشیا خریدنے کا کام کم لیں گے، اور اس کو زیادہ تر جمع کریں گے یا اپنی جیبوں میں رکھیں گے علیٰ ہذا تاجر بھی جتنا زر

247

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مشکل ہو رہا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ محض خیالات کی پیچیدگی ہی ان مصنفین کی حالت کی توجیہ کرتی ہے۔ چنانچہ دوسرے معاملات کے مثل اس صورت میں بھی یہی ہوا؛ یعنی ایسے معاملات جو ایک دفعہ سمجھ میں آجانے اور واضح ہو جانے کے بعد بظاہر سادہ معلوم ہوتے ہیں زمانۂ دراز تک اعلیٰ ذہانت و ذکاوت رکھنے والے اشخاص کو پیچیدہ معلوم ہوتے رہے۔

باب ۳ زر کی مقدار اور قیمتیں

اپنے گلہ میں زر کی قلت کے زمانے میں رکھتا اس سے زیادہ زر کی کثرت کے زمانے میں رکھے گا۔ لیکن میری دانست میں یہ کوئی ممکنہ اور اغلب نتیجہ نہیں ہے! یہ فرض کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ زر کثیر المقدار ہو جانے کی صورت میں اس کو مختلف طریقہ پر استعمال کیا جائے گا۔ اگر حقیقت میں زر کی مقدار میں ایسے حالات میں اضافہ واقع ہو، جن کے تحت اس کی عام قبولیت باقی نہ رہے (جیسا کہ کاغذی زر کی کثرت سے ہوا کرتا ہے)، تو زر کا استعمال اور اس کی طلب متاثر ہوگی[1]۔ لیکن محض فلز یا زر کی دوسری قسموں کا اضافہ، جن کو عام قبولیت حاصل ہے، استعمال و رواج میں اس کی نقل پذیری کو متاثر نہیں کر سکتا؛ اور ہر اکائی کے اثر کو جو کہ وہ قیمتوں کی تشکیل پر ڈالتی ہے کم نہیں کر سکتا۔ یہ سچ ہے کہ ہر فرد جس کی آمدنی میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو جائے، ممکن ہے کہ اپنے استعمال کے طریق کو بدل دے۔ ایک متمول اور خوش حال شخص ایک کم استطاعت رکھنے والے شخص کے مقابلے میں اپنی آمدنی اور خریداریوں کی نسبت بالعموم زر نقد کی زیادہ مقدار ذخیرہ میں محفوظ رکھے گا، اور اس زر کی گردش کی رفتار جو اس کے ہاتھ سے گزرے گا بہت دھیمی ہوگی۔ لیکن اگر قوم کے سب اشخاص پہلے سے زیادہ متمول ہو جائیں اور اس طرح کہ زر کی تقسیم سب افراد اور جماعتوں کے درمیان یکساں ہو تو آلۂ مبادلہ کو استعمال کرنے کے طریق پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ زر کی مقدار میں جتنا اضافہ ہوا ہے اس کے تناسب سے کسی مقررہ وقت میں اشیا خریدنے کے لیے قیمت ادا کی جائے گی اور زر کی مقدار کے عام اضافہ کے تناسب سے عام قیمتوں میں اضافہ نمودار ہوگا۔

۶۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس باب میں زر کی قدر کی تہ میں جو اصول مضمر ہیں، ان پر اس مفروضے کی بنا پر بحث کی گئی ہے کہ محض فلزاتی زر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حالت، اس پیچیدہ صورت سے بظاہر بہت مختلف ہے جس کو ہم مہذب ممالک کے حقیقی حالات میں موجود پاتے ہیں، جہاں نہ صرف فلزاتی زر بلکہ زر کا غذا اور ایک پیچیدہ آلۂ اعتبار مطالبات کی ادائی کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں لیکن اگر

---

[1] اس کی تشریح کے لیے دیکھو باب ۳، فصل (۱)۔

باب ۴ زر کی مقدار اور قیمتیں

ان اصول کا اطلاق ان حالات پر مناسب طریقے پر کیا جائے تو یہاں بھی وہ اصول صادق آتے ہیں۔ بجائے یہ کہنے کے کہ قیمتوں کی عام سطح کا دارومدار (دوسرے حالات مساوی رہنے کی صورت میں) فلزاتی زر کی مقدار پر ہے، ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ قیمتوں کی عام سطح، زر اور اس کے نائبین کی مجموعی مقدار، یا مجموعی قوت خرید بشکل زر پر مبنی ہوتی ہے۔ جیسے جیسے اس مجموعی قوت خرید میں اضافہ یا تخفیف ہوتی ہے ویسے ویسے قیمتیں بڑھیں گی، یا گھٹیں گی، بشرطیکہ دوسرے حالات مثلاً بازار میں فروخت کی غرض سے اشیا کی آمد وغیرہ مساوی اور یکساں فرض کی جائے۔ لیکن ایک طرف اس مجموعی قوت خرید اور دوسری طرف سونے یا دوسرے فلزی سکے کی مجموعی مقدار کا باہمی تعلق بہت ہی پیچیدہ اور دقت طلب سوال ہے۔ اس سوال کو اس وقت تک حل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ فلزاتی زر کے سب بدلوں اور اعتباری ادائی کے کل آلے کو نہ جانچ لیا جائے[1]۔ چنانچہ موجودہ باب کے نتائج کو محض عارضی سمجھنا ضروری ہے۔ بایں ہمہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انجام کار یہ نتائج صادق آتے ہیں قلیل مدت یا کئی سالوں کی مدت کے لیے فلزاتی زر اور قیمتوں کے تعلق کو دریافت کرنا اکثر دقت طلب ہوتا ہے۔ بلکہ ایک طویل مدت میں بھی زر کی قدر کی ٹھیک اس معکوس نسبت کو معلوم کرنا کبھی ممکن نہیں جس کا استخراج گزشتہ صفحات میں بطور نتیجہ کیا گیا۔ اس کے برعکس طویل مدت میں فلزاتی زر کی مقدار اور قیمتوں کا باہمی تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ رہا قیمتوں اور مجموعی قوت خرید بحوالہ زر کا باہمی مقداری تعلق، تو وہ غیر متزلزل رہتا ہے۔ 248

---

[1] دیکھو باب ۳۰ جس میں قیمت کے نظریہ پر از سر نو بحث کی گئی ہے، اور مستثنیات کی تشریح کی گئی ہے۔

249

باب نوزدہم

فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

(۱) قیمتی فلزات کی قدر و قیمت، ان کے اختتامی مصارف کی بنا پر متعین ہونے کی راہ میں حسب ذیل رکاوٹیں ہیں: (ا) ان کا دیرپا اور غیر زوال پذیر ہونا؛ (ب) ان کی بے قاعدہ اور اتفاقی پیداوار؛ (ج) رسد کے نئے ذرائع کا غیر متوقعہ وقوع۔ (۲) تاریخ سے چند مثالیں۔ سولھویں صدی کا امریکی فلز اور سنہ ۱۵۰۰ء تا سنہ ۱۶۵۰ء میں قیمتوں میں انقلاب۔ (۳) آسٹریلیا اور کیلی فورنیا میں سونے کی دریافت (سنہ ۱۸۵۰ء) اور ان کے مقابلتہً خفیف اثرات قیمتوں پر۔ (۴) سنہ ۱۸۹۰ء کے بعد سے سونے کی رسد کا اضافہ اور قیمتوں پر اس کا اثر۔ (۵) طویل مدتوں کے لیے سونے کی قدر، رسد کے اختتامی ذریعہ کا تعین کرتی ہے؛ لیکن اختتامی ذریعۂ رسد سونے کی قدر کو متعین نہیں کرتا۔

۱۔ گزشتہ باب میں زر کی قدر و قیمت پر اس حد تک بحث کی گئی جس حد تک کہ طلب و رسد اس کو براہ راست متاثر کرتی ہے۔ لیکن فلز کی رسد، مثل کسی دوسری شے کی رسد کے، اس کی قدر کے زیر اثر ہوتی ہے۔ جب قدر بڑھتی ہے تو رسد کے بڑھ جانے کا امکان ہوتا ہے؛ اور جب قدر گھٹ جاتی ہے تو رسد کے گھٹ جانے کا

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اور اس کی قدر کی نسبت سے

امکان ہوتا ہے۔ فلزات زمین کے زیریں طبقات سے اور معدنیات سے بلکہ زیادہ تر معدنیات سے برآمد کئے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کی رسد کے حالات کیا ہوتے ہیں؟

عام طور سے جو اشیا معدنیات سے برآمد کی جاتی ہیں، وہ تغیر پذیر مصارف اور تقلیل پذیر حاصل کے مظاہر پیش کرتی ہیں۔ سب کانیں یکساں نہیں ہوتیں، بعض اچھی ہوتی ہیں اور بعض خراب۔ کسی ایک کان میں، جب اس سے زیادہ مقدار نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے، مصارف بھی جلد یا دیر سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح عام استدلال کی بنیاد پر یہ توقع قائم کرنے کی طرف ہماری رہبری ہوتی ہے، کہ قیمتی فلزات کی قدر سب سے خراب کانوں کے مصارف پیدائش کے متناسب و مطابق ہوگی، یا بہترین کانوں کے سب سے خراب جزو کے مصارف پیدائش کے متناسب ہوگی: گویا ہم یہ توقع کرسکتے ہیں کہ فلزات کی قدر، اختتامی مصارف پیدائش کے مطابق قرار پاتی ہے۔

بایں ہمہ واقعہ یہ ہے کہ فلزات کی قدر اور ان کے مصارف پیدائش کے درمیان اس قسم کا کوئی قریبی تعلق تو درکنار، تخمینی یا کم و بیش تناسب یا تطابق بھی نہیں قائم کیا جاسکتا؛ کم از کم سونے کے بارے میں تو یہ صورت حال ضرور ہی صادق آتی ہے۔ رہی چاندی تو یہ تطابق یا تناسب موجودہ زمانہ میں غالباً نسبتہً قریب تر ہوگیا ہے۔ بایں ہمہ انسان کی سرگزشت و تاریخ کے بیشتر حصے میں سونے اور چاندی دونوں کی حد تک قیمت اور مصارف کے مابین کوئی باقاعدہ تعلق مساوی طور سے مفقود ہے۔ نظری لحاظ سے اس عدم تطابق کے تین بڑے سبب ہیں: (۱) قیمتی دھاتوں کا غیر زوال پذیر اور دیرپا ہونا، (۲) کان کنی کی اتفاقی نوعیت۔ اور (۳) رسد کے نئے ذرائع کی بے قاعدہ دریافت۔

ان تین اسباب کے منجملہ، پہلا سبب سب سے زیادہ اہم ہے۔ قیمتی فلزات کے دیرپا ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ پیداوار کی مقدار کی تبدیلی اس کے مجموعی ذخیرے پر بہت کم اثر ڈالتی ہے۔ اکثر اشیا کی یہ حالت ہوتی ہے، کہ جو رسد پانچ سال قبل تیار ہوتی ہے وہ بازار میں باقی نہیں رہتی؛ اور یہ بات لوہا اور تانبا جیسی دیرپا اشیا کے متعلق بھی صادق آتی ہے۔ پانچ سال قبل جو لوہا کان سے نکالا گیا ہو وہ ممکن ہے

250

باب ۱۹ — فلزاتی زر کے مصارف کی قدر کی نسبت

کہ اب بھی موجود ہو، لیکن چونکہ اس سے متعدد ہتھیار اور آلات بن چکتے ہیں جو مختلف طریقوں سے زیر استعمال رہتے ہیں، اس لیے یہ لوہا بازار کی رسد میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ علیٰ ہذا سونا اور چاندی بھی جہاں تک کہ صنعتوں میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے وہاں تک، بڑی حد تک مستقل طور سے بازار سے غائب ہو جاتے ہیں؛ لیکن سونا اور چاندی جو بطور زر استعمال کئے جاتے ہیں، غیر معین مدت تک زر کے بازار میں باقی و برقرار رہتے ہیں۔ بلکہ اگر مصارف پیدائش میں بڑی حد تک تخفیف بھی کر دی جائے اور سالانہ پیداوار میں خاصا اضافہ کر دیا جائے تو بھی زر کے ذخیرے میں بہت تدریجی طریقہ سے تبدیلی ہوتی ہے، اور اس کی قدر و قیمت پر بہت دیر میں اور بہت دھیما اثر پڑتا ہے[1]۔

پھر نسل انسانی کی پوری تاریخ کے دوران میں معدنیات میں پیدائش کے حالات خود بہت بے قاعدہ رہے ہیں: چنانچہ ان کی بے قاعدگی کا سلسلہ اب بھی قائم ہے گو

[1] سنہ ۱۹۱۰ء میں اندازہ کیا گیا کہ اس سال سونے کا ذخیرہ کل دنیا میں تقریباً بقدر ۱۰،۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھا۔ (دیکھو ہیلفریش کی کتاب موسوم بہ "سونا" شائع شدہ سنہ ۱۹۰۷ صفحہ ۲۰۳) اس سال کی پیداوار بقدر ۴۴۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھی؛ جس کے منجملہ صنعتوں میں ۱۳۰ سے ۱۵۰ ملین ڈالر سونا استعمال ہوا۔ اگر اس مقدار کو سالانہ پیداوار میں سے منہا کر دیا جائے تو زر کے ذخیرہ میں اس سال تقریباً ۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر کا خالص اضافہ ہوا جو دنیا کے مجموعی ذخیرہ کا تقریباً ۳ فی صد ہے۔ اس سے قبل کے سالوں میں کبھی اتنا بڑا سالانہ اضافہ مطلق و تناسب طریقے پر مجموعی ذخیرہ میں نہ ہوا تھا۔ مندرجہ ذیل اعداد سے وہ فرق ظاہر ہوگا جو ایک طرف سونے، اور دوسری جانب دوسرے دو فلز یعنی لوہے اور تانبے کے مابین اس بارے میں تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں ریاستہائے متحدہ میں ۱،۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پاونڈ وزنی تانبا پیدا ہوا جس میں سے نصف برآمد ہوا اور نصف ملک میں استعمال ہوا۔ اس کے علاوہ ۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ پاونڈ وزنی تانبا پرانے ظروف کا دوبارہ پگھلایا گیا۔ اس طرح اس سال امریکہ کے بازار میں جتنا تانبا لایا گیا اس کا ⅙ حصہ اس سال کی پیداوار تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اس کے بالمقابل لوہے کے اعداد نئی پیداوار کے لیے ۲۶،۰۰۰،۰۰۰ ٹن، اور پرانے پگھلائے ہوئے لوہے کے لیے ۵۰۰،۰۰۰ ٹن تھے؛ بازار میں جتنی مقدار آئی اس کا ⅘ سے زائد حصہ اس سال کی پیداوار تھا۔ دنیا کی سونے کی رسد میں جتنے سونے کا اضافہ کیا گیا۔

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

251

اتنا نمایاں نہیں ہے۔ صرف چاندی اور سونے کی حد تک بے قاعدگی نہیں ظاہر ہوتی، بلکہ سب فلزات کی پیدائش میں ظاہر ہوتی ہے۔ پیشتر سے اس کا صحیح اندازہ قائم کرنا کہ زمین کھودنے سے کیا چیز برآمد ہوگی اور کتنی مقدار میں برآمد ہوگی بہت دشوار ہے۔ رہی ایسی معدنی پیداوار جو کثیر مقداروں میں زیرزمیں پائی جاتی ہے اور ایسے حالات کے تحت کہ ان کی بنا پر باقاعدہ جانچ اور نمونوں سے اندازہ کرنا ممکن ہوتا ہے، عدم تیقن اور خطرات کا عنصر گو ہمیشہ موجود ہوتا ہے لیکن اس میں کمی ضرور ہو جاتی ہے: چنانچہ کوئلے اور خام لوہے کے بارے میں یہی ہوتا ہے۔ تانبے کی کانوں کی کھدائی بدرجہا زیادہ تخمینی معلوم ہوتی ہے، اور سونے چاندی کا کانوں سے برآمد کرنا اس سے بھی زیادہ غیر یقینی اور تخمینی ہے۔ سونے اور چاندی کے بارے میں خطرات اور عدم تیقن کے عناصر بہت بڑی حد تک پائے جاتے ہیں، مصارف مختتم کے مطابق فلزات کی قیمت کا تعین و تقرر ہونے کی راہ میں دشواریاں اور رکاوٹیں بھی اسی کے بالمقابل بہت زیادہ ہیں۔

سونے اور چاندی کی پیداوار کا محنت کرنے کے بعد نرے اتفاق اور قسمت سے دستیاب ہونا ہی صرف ایک دقت نہیں ہے بلکہ ایک اور چیز بھی اس دقت کو بڑھا دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ سونے اور چاندی کو کانوں سے برآمد کرنے میں ایک عجیب دلکشی و جاذبیت پائی جاتی ہے، اور دوسری فلزات کو برآمد کرنے سے پیشتر جتنا غور و خوض اور تخمینہ کیا جاتا ہے اس میں اس سے بدرجہا کم کیا جاتا ہے، عام طور سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ نقصانات کے مقابلے میں منافع زیادہ ہوگا؛ گویا اس کی حالت بعینہ لاٹری یا قرعہ اندازی کے کھیل کی سی ہوتی ہے: یعنی، ہر شخص کی نظر انعام ہی پر ہوتی ہے، اور ' وار خالی ' جانے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ سونے کی کان کے معنی عرف عام میں " تمول " یا دولت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (یعنی مجموعی پیداوار نہیں بلکہ مسکوک مقدار) اس کی مقدار تقریباً اس زمانے میں یعنی ۱۹۰۸ء میں ۱۵۰۰۰۰۰۰ اونس تھی۔ مجموعی مسکوک سونے کی مقدار ۲۵۰۰۰۰۰۰۰ اونس تھی۔ اس طرح جو سونا زر کا کام کر رہا تھا اس کے مقابلے میں اس سال کی پیداوار کی مقدار بقدر ۶ فی صد تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے کی نئی پیداوار کا فی صد غیر معمولی طور سے بڑا تھا۔ اور یہی غالباً سب سے بڑا فی صد ہے جو تاریخ میں عدیم النظیر ہے۔

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

کا خزانہ ہیں: چنانچہ بڑی امیدوں کے ساتھ قیمتی فلز کو کان کنی کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی سعی لاحاصل میں مدبران سیاست، سیاحوں اور اصل داروں کو بڑے بڑے دھوکے ہوئے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بات یہ ہے کہ سونے چاندی کی کان کنی کے منفعت بخش ہونے کا دارومدار محض فلزات کے حاصل ہونے پر نہیں ہے، بلکہ ان کے کافی کم محنت اور مصارف کے ساتھ حاصل ہونے پر ہے۔ یہ ممکن ہے کہ فلزات کی کثیر مقدار دستیاب ہو لیکن ان کے نکالنے کے مصارف اس قدر کثیر ہوں کہ ان فلزات کا حاصل کرنا نہ کرنا دونوں مساوی ہو جائیں۔ بایں ہمہ مصارف اور پیداوار کا پیشگی تخمینہ کئے بغیر انسان کو ہمیشہ سے طلا و نقرہ کی کان کنی کی تحریص و ترغیب ہوتی رہی ہے۔ اس کاروبار میں حصہ لینے والے اکثر اشخاص نے ممکنہ صلے یا پیداوار کا اندازہ حد سے زیادہ قائم کیا۔ انھوں نے نہ صرف بے نتیجہ سعی کا کوئی خیال نہیں کیا بلکہ بڑی حد تک ناگزیر مصارف کی بھی پروا نہ کی۔

اب حال حال میں یہ صورت پیدا ہوئی ہے کہ سونے اور چاندی کی کانوں کی کھدائی زیادہ باقاعدہ طریقے پر، بڑے پیمانے پر، اور کم خطرات کے ساتھ انجام دی جا رہی ہے۔ اس تبدیلی کا باعث کان کنی کے طریقوں کی اصلاح و ترقی ہے: چنانچہ موجودہ زمانے میں ادنیٰ درجہ کی کچ دھاتوں سے بھی فلزات کامیابی کے ساتھ نکال لیے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف گزشتہ زمانہ میں زمین کے زیریں طبقات کے اندر کی زر ریز ملائم تہوں اور نہایت اعلیٰ درجہ کے کچ دھات کے بہت ہی زرخیز ڈھیروں پر رسد کا زیادہ تر دارومدار ہوتا تھا۔ ایسے بخت آور مقاموں کا وقوع بے قاعدہ ہوتا ہے اور ان کے ایک دفعہ دریافت ہو جانے کے بعد بھی پیداوار مسلسل حاصل نہیں ہوتی؛ بلکہ بے قاعدہ طور سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض تہیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں کچ دھات سے خالص فلز کی بہت کم مقدار دستیاب ہوتی ہے، لیکن وہ کثیر المقدار ہوتی ہیں اور ان کو آسانی کے ساتھ جانچا جا سکتا، اور بآسانی پیمائش کی جا سکتی ہے۔ بڑے پیمانے پر کلوں سے چلنے والا کارخانہ قائم کر کے اور کچ دھات اور فلز کی وسیع تہوں کی آزمائش کر کے کثیر المقدار پیداوار اور منافع حاصل کیا جا سکتا ہے؛ لیکن یہ پیداوار اور منافع اس سے کم بے قاعدگی کے ساتھ حاصل نہیں کیا جا سکتا جتنی کہ لوہے کی کچ دھات کی کان کنی میں ہوتی ہے۔ یہی بات دریائی کان کنی پر صادق آتی ہے جس میں صرف دریاؤں کی تہوں کے برابر منتخب زیریں طبقوں کی کند یدگی نہیں ہوتی، بلکہ

252

باب ۱۹ فلزاتی زر کے معیار اور قیمت کا ثبوت

طاقت دار "توانائی" کلوں کے ذریعے سے پہاڑی سلسلوں کے دامن بھی کاٹے اور کھودے جاتے ہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی کے اواخر میں سونے اور چاندی کی پیداوار میں جو عظیم المقدار اضافہ شروع ہوا اس کا باعث بھی زیادہ کاروباری قسم کے کان کنی کے طریقے ہیں۔

تیسرا سبب، جو مذکورۂ بالا امور سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے، رسد کے نئے ذرائع کا اثر ہے۔ سب فلزات کی پیداوار اور ان کی قیمتوں پر، خاص کر موجودہ زمانہ میں اس عامل کا اثر بہت قوی رہا ہے: مثلاً، لوہے اور تانبے کے بارے میں۔ قیمتی فلزات کی حد تک یہ عامل خاص طور سے اہم رہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دیرپا ہونے کے نتیجے کے طور پر قدیم رسد میں نئی رسد اضافہ کر دیتی ہے۔ جب نئی اور زرخیز کانیں دریافت ہوتی ہیں تو ان کی پیداوار موجود الوقت ذخیرہائے فلز کو معدوم کر کے ان کی بجائے نہیں کرتی بلکہ صرف ان میں مزید اضافہ کر دیتی ہے۔ یہ بات جس حد تک کامیاب کانوں کی پیداوار کے بارے میں صادق آتی ہے، اسی حد تک خراب اور کم کامیاب کانوں کی پیداوار پر بھی صادق آتی ہے۔ گو یہ ممکن ہے کہ خراب کانوں کا استحصال کرنے والوں کو نقصان ہوا ہو لیکن ان سے جو سونا برآمد ہوتا ہے وہ دنیا کے مجموعی ذخیرے میں مستقل اضافہ کرتا ہے۔ چنانچہ کسی مقررہ وقت میں جو سونے کا ذخیرہ موجود ہو وہ اچھی کانوں اور خراب کانوں کی پیداوار کا مجموعہ ہوگا؛ بے نام و نشان کانوں سے نکلے ہوئے پرانے ذخیرے موجودہ زمانے کی معروف کانوں کے ذخیروں میں مل جل گئے ہیں، اور ان سب ذخائر کی مجموعی مقدار ایک واحد ہم جنس ذخیرے پر مشتمل ہے، اور یہ اپنی مجموعی مقدار کے ذریعہ سے قدر پر اثر ڈالتی ہے۔

۲۔ قیمتی فلزات کی رسد کی عظیم تبدیلیوں میں سے بعض کی سرگزشت مذکورہ بالا عام بیانات کی تشریح و تمثیل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔

تاریخ سے جن بڑی اور نمایاں تبدیلیوں کا ثبوت ملتا ہے، ان میں ایک تبدیلی وہ ہے جو سولھویں اور سترھویں صدی کے وسط سے وسط تک وقوع پذیر ہوئی۔ اس سے سونے اور چاندی دونوں کی پیداوار اور رسد میں انقلاب عظیم نمودار ہوا۔ یوں تو محض سہولت بیان کی خاطر پچھلے صفحات میں زیادہ تر سونے کا ذکر کیا گیا؛ لیکن حال حال کے زمانے تک سونے کے مقابلے میں چاندی زر کی حیثیت سے زیادہ اہم فلز تھی۔ اس

باب ۱۹ فلزاتی زر، معیار، قدر کی تشبیہ سے

عظیم انقلابی دور میں چاندی اور سونا ایک دوسرے سے قابل مبادلہ تھے، اور دونوں ساتھ ساتھ استعمال ہوتے تھے: چنانچہ اس دور کی حد تک ان دونوں کی رسد اور قدر پر اس طرح بحث کی جا سکتی ہے کہ گویا وہ ایک ہی فلز تھے۔

قرون وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے دوران میں قیمتی فلز مقابلتہً کم مقدار میں تھے۔ ان کا ایک جزو تو سلطنت روما کے زمانہ کا ترکہ تھا؛ اور بقیہ حصہ کانوں سے برآمد کیا گیا تھا، خاص کر چاندی، جو جرمنی، سویڈن، بوہیمیا اور ہسپانیہ میں نکالی گئی تھی۔ قیمتوں کی عام سطح پست تھی۔ جہاں تک کہ اس زمانہ اور موجودہ زمانے کی اشیا کی قیمتوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے وہاں تک یہ معلوم ہوتا ہے کہ پندرھویں صدی میں جو قیمتیں رائج تھیں وہ انیسویں صدی کی مروجہ قیمتوں کا ۱/۴، ۱/۵ تھیں۔ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ جنس کی شکل میں مطالبات کی ادائی کا طریق اس وقت بھی بڑی حد تک رائج تھا؛ چنانچہ سونے اور چاندی کی جتنی رسد موجود تھی اس سے ایسی اشیا کی بہت ہی محدود تعداد کا مبادلہ انجام دینے کا کام لیا جا سکتا تھا جو تیار کی جاتی اور صرف میں آتی تھیں۔ سولھویں صدی میں امریکا کی دریافت نے رسد میں عظیم اضافہ کی جانب رہبری کی ۱۵۱۹ء تا ۱۵۲۱ء میں جب میکسیکو فتح ہوا، اور اس کے چند ہی سال بعد پیرو مسخر ہوا، تو کثیر المقدار مجتمعہ خزانے ہسپانویوں کے ہاتھ لگے۔ اور پھر ان ملکوں میں جو زرخیز معدنیات تھے (جن میں سے بعض کا حال وہاں کے اصلی باشندوں کو معلوم تھا، اور بعض نئی کانیں ہسپانویوں نے دریافت کیں) ان کی پیداوار ان خزانوں سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ چنانچہ ان معدنیات میں سے ایک معدن بمقام پوٹاسی ۱۵۴۵ء میں دریافت ہوا۔ اس کی پیداوار زیادہ تر چاندی تھی؛ چنانچہ یورپ کے زر کی رسد میں جو اضافہ ہوا وہ زیادہ تر اسی چاندی کی بدولت ہوا۔ سولھویں صدی کے ابتدائی عشروں میں چاندی کی مجموعی پیداوار اوسطاً ۱۵،۰۰،۰۰۰ اونس سالانہ ہوتی تھی، ۱۵۲۱ء تا ۱۵۴۴ء میں مقدار بڑھ کر ۲۹،۰۰،۰۰۰ اونس سالانہ ہو گئی، اور ۱۵۴۵ء کے بعد سے (یعنی پوٹاسی کے دریافت کے بعد سے) سالانہ پیداوار بڑھ کر ۱،۰۰،۰۰،۰۰۰ اونس ہو گئی۔ اس کی بعد کی دو صدیوں تک موخر الذکر مقدار کے لگ بھگ چاندی سالانہ پیدا

باب ۱۹ فلزاتی زر کے معلومات اُس کی قدر کی نسبت سے

ہوتی تھی۔[۱]

ہسپانیہ کے بڑے بڑے خزانہ لاد کر لانے والے جہازوں کے ذریعے سے یہ نو حاصل فلز یورپ پہنچی۔ راستے میں اس کا ایک حصہ انگریز اور ولندیزی بحری ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، لیکن بیشتر حصہ ہسپانیہ میں آیا، اور وہاں سے یورپ میں پھیل گیا۔ 254 خود ہسپانیہ میں چاندی کی بہت کثیر مقدار گردش میں نہ رہتی تھی، اس کو ہسپانوی بادشاہ خاص کر چارلس پنجم، فلپ دوم اور فلپ چہارم اپنی فوجوں کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اٹلی، فرانس، جرمنی اور ہالینڈ بھیج دیا کرتے تھے۔ غرض ایک نہ ایک ذریعہ سے کل یورپ میں سونا اور چاندی پھیل گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں پہلے زر مروج نہ تھا وہاں اب رائج ہو گیا، جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا؛ جہاں جہاں وہ گیا وہاں مبادلۂ اشیا بالاشیا کے نظام کی بجائے زر اور مبادلۂ زر کا نظام قائم ہونے میں سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ لیکن اس انجذاب فلزات کی بدولت فلزات کی مقدار میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ تبدلہ اشیا کے مقابلے میں زر کی مقدار بہت بڑھ گئی اور اس طرح وہ صورت نمودار ہوئی جس کو 'سولھویں صدی کا قیمتوں کا انقلاب' کہا جاتا ہے۔

اس طرح یورپ کی مجموعی رسد کا اندازہ حسب ذیل کیا گیا ہے[۲]:-

سال	سونا (بحساب اونس)	چاندی (بحساب اونس)
سنہ ۱۴۹۳	۱۷,۶۸۲,۵۰۰	۲۲۵,۰۵۰,۰۰۰
سنہ ۱۵۴۴	۲۶,۲۰۲,۲۵۰	۲۹۵,۴۵۸,۵۰۰
سنہ ۱۶۰۰	۳۸,۳۲۲,۸۰۰	۷۷۱,۶۰۰,۰۰۰
سنہ ۱۶۶۰	۴۸,۲۲۵,۰۰۰	۱,۰۰۵,۳۳۰,۵۰۰

اس طرح اس سونے اور چاندی کی مجموعی قیمت بحوالہ ڈالر سنہ ۱۴۹۳ میں ۵۸۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر تھی،

[۱] قیمتی فلزات کی سالانہ پیداوار کے اعداد ریاستہائے متحدہ کے ناظم دار الضرب کی رپورٹوں میں باقاعدہ طور سے دیے جاتے ہیں۔

[۲] میں نے یہ اعداد ویب سے اخذ کیے ہیں، اور کیلو گرام کو اونس میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ زیادہ تر کم و بیش اندازے

باب ۱۹ ظروف آتی زر کے مصارف آکی قدر کی نسبت سے

سنہ ۱۶۰۰ء میں ۰۰۰،۰۰۰،۱۲۰ ڈالر ہوئی اور سنہ ۱۶۶۰ء میں بڑھ کر ۰۰۰،۰۰۰،۵۰۰،۲ ڈالر ہو گئی۔ سولھویں صدی کے آغاز میں قیمتوں کی جو سطح تھی وہ سترھویں صدی کے وسط تک بڑھ کر دو چند یا سہ چند ہو گئی۔ یہ تبدیلیاں زیادہ تر سو سال کی مدت یعنی سنہ ۱۵۵۰ء تا سنہ ۱۶۵۰ء میں واقع ہوئیں۔ اس صدی میں نہ صرف مختلف سمتوں میں اہم اور عظیم صنعتی انقلابات رونما ہوئے، بلکہ اہم سیاسی و معاشری تغیرات بھی وقوع پذیر ہوئے، اور سب تبدیلیوں پر قیمتوں کے اضافے کا اثر پڑا، اور ان میں پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔

255 قیمتوں کے اس نمایاں اضافہ، یعنی قدر زر کی تخفیف کی وجہ، بلا شبہ قیمتی فلزات کی مقدار کا اضافہ تھا۔ مگر یہ کہنا کہ زر کی قدر کا تعین یا اس کی پیدائش فلزات کے مصارف پیدائش کی تبدیلی کی بنا پر ہوئی غلط اور گمراہ کن ہوگا۔ پیرو اور میکسیکو میں مزدوروں سے، جن کی حیثیت نیم غلاموں کی سی تھی، وحشی ہسپانوی کانوں میں جبراً کام لیتے تھے؛ اگرچہ ان زرخیز کانوں سے قیمتی فلزات کی کثیر مقدار برآمد ہوئی، لیکن یہ کہنا کہ ان کی قدر مصارف کے مطابق تجارتی طریق پر متعین ہوئی بالکل لغو اور مہمل ہوگا۔

سترھویں صدی کے وسط تک توازن یا میزان کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کانوں سے فلزات کی رسد اتنی ہی کثیر مقدار میں نکل رہی تھی جتنی کہ سنہ ۱۶۴۵ء کے بعد سے نکل رہی تھی؛ بلکہ اٹھارویں صدی میں کسی قدر بڑھ بھی گئی۔ لیکن موجودہ ذخیرہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ مزید اضافوں کا اثر نسبتاً بہت معمولی اور حقیر تھا۔ فراہم شدہ ذخیرہ کے دیرپا ہونے کی وجہ سے اس کی قدر میں اچھی خاصی ثبات پذیری پیدا ہو گئی تھی۔ علاوہ ازیں آبادی اور دولت میں بھی مستقل اضافہ اور ترقی ہوتی گئی۔ فنون اور صنائع میں اصلاحات عمل میں آئیں، اور اس طرح فروخت ہونے والی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: ہیں: چنانچہ سنہ ۱۴۹۳ء کے اعداد (جہاں سے آغاز کیا گیا ہے) سب سے زیادہ غیر یقینی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ اندازے قیمتی فلز کے مجموعی ذخیرے سے متعلق ہیں نہ کہ مسکوک فلز کے ذخیرے سے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مسکوک فلز کی رسد کا اضافہ خود اس سے زیادہ ہے جتنا ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے؛ لیکن یہ محض خیال ہے کوئی تحقیقی چیز نہیں ہے۔ (مصنف)

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مبادلہ کی قدر کی نسبت سے

اشیا کی مقدار میں گوناگوں اضافہ ہوگیا۔ اسی وجہ سے سترھویں صدی کے آخر نصف اور اٹھارھویں صدی کے بیشتر حصے میں، قیمتوں کی سطح بڑی حد تک ثبات پذیر رہی؛ اور بڑھنے کی بجائے اس کا رجحان ایک حد تک گھٹنے کی طرف ہی رہا۔ انیسویں صدی کے نصف اول حصے میں قیمتوں کا رجحان نمایاں طور سے، اگرچہ بہت دھیمی رفتار کے ساتھ، گھٹنے کی طرف رہا۔ قیمتوں میں اس طرح تخفیف کے رجحان کی وجہ قیمتی فلزات کی رسد کی تخفیف نہ تھی؛ بلکہ اس کے برعکس چاندی کی پیداوار بہت بڑھ گئی تھی، اور سونے کی مقدار اپنے حال پر قائم تھی۔ لیکن اٹھارویں صدی کے صنعتی انقلاب سے صنعت اور تجارتی کاروبار میں جو وسعت پیدا ہوگئی تھی، وہ روز افزوں بڑھ رہی تھی؛ اور کاروبار کی مقدار میں زر کی رسد کے مقابلے میں بہت زیادہ سرعت سے اضافہ ہو رہا تھا۔

۳۔ قیمتی فلزات کی پیداوار میں ایک اور اہم اور دور رس تبدیلی کا آغاز تقریباً ۱۸۵۰ء میں ہوا۔ اب کی مرتبہ سونے پر زیادہ تر اثر پڑا؛ آسٹریلیا اور کیلی فورنیا میں، تقریباً ایک ہی زمانہ میں، بہت کثیر مقدار میں، کانوں سے سونا برآمد ہوا۔ ۱۸۲۰ء تا ۱۸۴۰ء میں سونے کی سالانہ اوسط پیداوار تقریباً ۵۰۰,۰۰۰ اونس تھی؛ یہ ۱۸۵۱ء تا ۱۸۶۰ء میں بڑھ کر اوسطاً ۶,۰۰۰,۰۰۰ اونس سالانہ سے زائد ہوگئی؛ اور یہ شرح پیدائش بغیر کسی قسم کی تبدیلی کے تقریباً نصف صدی تک برقرار رہی۔ سونے کی سالانہ رسد کی تخمینی قیمت بحوالۂ ڈالر ۱۸۲۰ء تا ۱۸۴۰ء میں ۱۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر تھی، لیکن ۱۸۵۰ء تا ۱۸۷۵ء میں وہ بڑھ کر تقریباً ۱۲۵,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر ہوگئی۔ گویا ۱۸۵۰ء تا ۱۸۷۵ء کی پچیس سالہ مدت میں، اتنا ہی سونا کانوں سے نکلا اور دنیا کے مجموعی ذخیرے میں شامل کیا گیا جتنا کہ اس سے پیشتر کی ساڑھے تین صدیوں میں، یعنی ۱۴۹۲ء سے ۱۸۵۰ء تک۔ اگر ۱۸۴۰ء کو حد فاصل یا خط فارق قرار دیا جائے (اسلیئے کہ ۱۸۴۰ء تا ۱۸۵۰ء میں سونے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا)، تو یہ معلوم ہوگا کہ ۱۴۹۲ء اور ۱۸۴۰ء کے مابین جتنی پیداوار ہوئی اس سے ۱۸۴۰ء تا ۱۸۷۵ء کی پیداوار کی مقدار نمایاں طور سے اور بدرجہا زیادہ تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ زر کے ذخیرے میں اس سے بھی بہت زیادہ تبدیلی رونما ہوئی۔ ۱۴۹۲ء تا ۱۸۵۰ء میں جو مقدار فلزات

256

باب ۱۹ فلزاتی زر کی معلومات ... قدر کی نسبت سے

کی برآمد ہوئی تھی، اس کے منجملہ ایک بڑا حصہ گھسائی اور فرسودگی، صنعتی انجذاب اور مشرقی ممالک کو منتقل ہو جانے کی وجہ سے ضائع ہو گیا تھا (یورپ کے ملکوں کے نقطۂ نظر سے مشرق کی طرف فلزات کی نقل، تضییع کے مساوی تھی)۔ ۱۸۵۰ء میں سونے کے سکوں کی مجموعی مقدار تخمیناً ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۳ اونس تھی یا بجوالۂ زر تقریباً ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۸ ڈالر تھی۔ پیدائش کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ سنہ ۱۸۶۰ء تک زر کے مجموعی ذخیرہ (اس عشرے میں صنعتی صرف کا لحاظ کرنے کے بعد) کا اندازہ ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۸ اونس یا بجوالۂ زر بقدر ۰۰۰،۰۰۰،۸۰۰ ڈالر کیا گیا تھا؛ گویا دس سال کی مدت میں زر کی رسد بڑھ کر دو چند ہو گئی تھی[1]۔

بایں ہمہ سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد قیمتوں پر جو اثر پڑا وہ اس سے قبل کے زمانے کے مقابلے میں خفیف تھا۔ یہ سچ ہے کہ سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد یورپ اور ریاستہائے متحدہ میں قیمتیں بڑھ گئیں، اور تقریباً ربع صدی تک مقابلۃً بلند سطح پر رہیں۔ لیکن یہ اضافہ صرف بقدر ۲۰ یا ۳۰ فی صد ہوا؛ امریکا کی دریافت کے بعد قیمتوں میں جو انقلاب رونما ہوا تھا ویسا اب نہ ہوا۔

اس امر کی تشریح کہ بظاہر اس قدر قوی سبب کا اس قدر خفیف اثر کیوں پڑا، متعدد جہتوں میں مل سکتی ہے۔ سب سے اول تو یہ کہ زر کی طلب میں بتدریج مستقل اضافہ نمودار ہوا، مہذب دنیا تیزی کے ساتھ ترقی کے راستے پر جا رہی تھی اور اشیاء کے مجموعی ذخیرے میں جو تیار کی جا رہی تھیں، اور جن کا مبادلہ کیا جا رہا تھا، روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ (اور یہ بات سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد کے متصل عشروں میں زیادہ اہمیت رکھتی تھی) موجودہ ذخیرے میں، جو نہ صرف سونے پر مشتمل تھا بلکہ چاندی اور سونے دونوں پر مشتمل تھا، اور ان دونوں دھاتوں کے بنائے ہوئے سکے مساوی آزادی کے ساتھ استعمال کئے جاتے تھے، سونے کی مزید رسد کا اضافہ ہو رہا تھا — اس ذخیرے میں سنہ ۱۸۵۰ء میں چاندی جزو اعظم تھا۔ اور سب سے آخر میں یہ کہ سونے کی نئی رسد

---

[1] میں نے یہ اعداد سوئٹ بیر کی کتاب موسوم بہ Materials on the Silver Questions شائع شدہ سنہ ۱۸۸۵ء (انگریزی ترجمہ ص ۱۵۰) سے اخذ کئے ہیں۔

باب ۱۰ فلزاتی زر کے مصارف اشیاء کی تعداد کی نسبت سے

ایک حد تک صرف چاندی کو ہٹا کر اس کی جانشین بن رہی تھی؛ اس جانشینی یا پا بجائی کے عمل کے متعلق تفصیلی بحث اس وقت کی جائے گی جب کہ فلزینیت کے موضوع پر بحث ہوگی۔[1] یہاں صرف اتنا کہدینا کفایت کرے گا کہ فرانس اور دوسرے دو فلزی طریق والے ملکوں میں سونے کی کثیر مقدار محض چاندی کی جانشین بننے میں صرف ہوئی، اور اس طرح جو چاندی فالتو بچ رہی وہ مغربی ممالک سے نکل کر شرقی ممالک میں کھنچ گئی، اور اول الذکر ممالک کے نقطۂ نظر سے گویا بالکل ضائع ہوگئی۔ جہاں تک کہ ایک فلز کا دوسری فلز کو ہٹا کر اس کی جانشین بننے کے عمل کا تعلق ہے وہاں تک سونے کی نئی رسد نے یورپ کے فلزاتی زر کے ذخیرہ کی ترکیب کو بدلنے کا کام انجام دیا؛ لیکن اس سے مجموعی مقدار میں کوئی بڑا اضافہ نہ ہوا۔ فی الحقیقت زر کی مجموعی مقدار میں اچھا خاصا اضافہ ہوا جو اشیا کی کثیر مقدار کے مقابلے میں نسبتہً بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ اسی کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ واقع ہوا؛ بایں ہمہ یہ اضافہ اسی معتدل حد تک ہوا جس کو اوپر بیان کیا گیا۔

۴۔ ہم سر دست انیسویں صدی کے آخری ربع حصے میں قیمتوں میں جو تخفیف واقع ہوئی، اس کی بحث کو نظر انداز کرتے ہیں؛ اس لیے کہ اس دور پر فلزینیت کی بحث کے سلسلے میں زیادہ موزونیت کے ساتھ نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ انیسویں صدی کے آخری سالوں اور بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں کے دوران میں، سونے کی پیداوار میں ایک اور بڑی تبدیلی ظاہر ہوئی۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا اور اسٹریلیا کی کانوں کی دریافت کے بعد سے سونے کی سالانہ پیداوار تقریباً غیر متبدل حالت میں رہی۔ سنہ ۱۸۸۰ تا سنہ ۱۸۹۰ء کے عشرے میں تخفیف کا خفیف سا رجحان ظاہر ہوا؛ لیکن کوئی نمایاں تبدیلی نہ ہوئی۔ اس کے بعد سے پیدائش میں سرعت سے اضافہ ہوا؛ چنانچہ انیسویں صدی کے اختتام سے قبل اس کی مقدار دو چند ہوگئی؛ اور اس کے بعد کے پانچ سال کے اندر وہ بڑھ کر چہار چند ہوگئی۔ سنہ ۱۸۸۰ء تا سنہ ۱۸۹۰ء میں سالانہ پیداوار اوسطاً تقریباً بقدر ۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھی؛ سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ بڑھ کر ۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر سے

[1] دیکھو اس کے بعد کا باب۔

باب ۱۹

زائد ہوگئی ؛ اور سنہ ۱۹۱۱ء میں بقدر ۴۵۵,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر ہوئی ۔ یہ ایک نہایت عجیب و غریب تبدیلی تھی! سنہ ۱۸۵۰ء تا سنہ ۱۸۹۰ء کے چالیس سالوں میں سونے کی جتنی مجموعی پیداوار ہوئی، اس سے سنہ ۱۸۹۱ء تا سنہ ۱۹۱۰ء کی بیس سالہ پیداوار بہت زیادہ تھی ؛ اور ان دوروں میں سے ہر ایک دور میں جتنی پیداوار ہوئی اس کی مقدار سنہ ۱۴۹۳ء تا سنہ ۱۸۵۰ء کی ۳ ¼ صدیوں کی پیداوار کی مقدار سے بدرجہا زیادہ تھی۔[1]

258 بیسویں صدی کے ابتدائی عشرے یعنی سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۱۱ء میں نہ صرف مغربی ممالک میں بلکہ کل دنیا میں عام قیمتوں کی سطح میں جو اضافہ ہوا، اس کی بنیاد سونے کے ذخیرہ کا عظیم اضافہ تھا۔ اب یہاں اس امر پر غور کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ کون سے دوسرے اسباب کام کر رہے تھے، اور اضافۂ قیمت کی توجیہ کے سلسلے میں سیدھے سادے نظریۂ مقدارِ زر میں کس حد تک ترمیم کرنا ضروری ہے۔ سونے کی رسد کا اضافہ سب سے اہم اور نمایاں سبب تھا۔ اس دور میں ایک حالت، جو سنہ ۱۸۵۰ء تا سنہ ۱۸۷۵ء میں قیمتوں کے اضافے کے روکنے کا باعث تھی، موجود نہ تھی، اور وہ حالت سونے کا چاندی کو رواج سے ہٹا کر اس کی جانشین بننے کی تھی۔ سونا اس وقت تک چاندی کو میدان سے ہٹانے میں کامیاب ہو چکا تھا، اور چاندی ہمیشہ کے لیے رواج سے ہٹ گئی تھی ؛ یا اس کی حیثیت کم از کم ایک ذیلی سکے کی ہو گئی تھی۔ سونے کے ذخیرے میں جو اضافہ ہوا تھا وہ مغربی ممالک کے زر کے ذخیرے میں خالص اضافہ تھا، اور حقیقت میں یہ ایک بہت ہی غیر معمولی اضافہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اشیا کی مقدار کے مستقل اور روز افزوں اضافہ نے، سونے کی روز افزوں رسد کا مقابلہ کرنے کے لیے طلب میں اضافہ کر دیا ؛ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس طلب میں متناسب اضافہ ہوا یا نہیں۔

---

[1] سونے کی پیداوار کی حسب ذیل تقسیم کی جا سکتی ہے :-

(۱) سنہ ۱۴۹۳ء تا سنہ ۱۸۵۰ء کے ۳۵۷ سالوں میں سونے کی مجموعی پیداوار ۱۵۲,۰۰۰,۰۰۰ اونس ہوئی

(۲) سنہ ۱۸۵۰ء تا سنہ ۱۸۹۰ء " ۴۰ " " " " " " ۲۳۲,۰۰۰,۰۰۰ " " "

(۳) سنہ ۱۸۹۱ء تا سنہ ۱۹۱۰ء " ۲۰ " " " " " " ۲۸۴,۰۰۰,۰۰۰ " " "

باب ۱۹ فلزاتی زر کی معیاری اور قدر کی نسبت سے

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے سونے کی نئی رسد زیادہ تر ادنی درجہ کی کچ دھات سے حاصل کی گئی تھی؛ اور زیریں طبقات زمین کی ایسی کچی دھات کی تہوں سے جن میں سونے کا جزو بہت قلیل تھا، لیکن جن کی باقاعدہ طور سے بڑے پیمانے پر کندیدگی کی جا سکتی تھی۔ ایسی کچ دھات سے سونا نکالنا جس سے بحساب فی ٹن دس ڈالر سونا (یعنی نصف اونس) نکلے، منفعت بخش ہوتا ہے؛ گویا ایسی صورت میں سونے کا تناسب کچ دھات سے ۱ : ۰۰۰۰۱۷ ہوتا ہے۔[1] اس قسم کے سب سے مشہور ذرائع جنوبی آفریقہ میں ہیں، جہاں ٹرانسوال کی کانوں نے دولت کے شکاریوں کو پہنچنے کی ترغیب و تحریص دلائی جس کے نتیجے کے طور پر جیوٹ اور سخت جان بوئروں کے گلے میں محکومیت کا طوق پڑا۔ یہاں کا نام نہاد "ساحلی کوہستان" بہت وسیع الرقبہ اور زرخیز ہے۔ تنہا ٹرانسوال کی کانوں سے سالانہ اتنی ہی پیداوار ایک مدت دراز تک نکلتی رہی جتنی کہ آسٹریلیا اور کیلی فورنیا کے انکشافات کے زرخیز ترین دور میں کل دنیا کی سالانہ پیداوار ہوتی تھی۔ ریاستہائے متحدہ میں بلکہ تمام دنیا میں اب اس قسم کے جدید اور ترقی یافتہ طریقوں سے اسی کی مماثل تہوں کی کندیدگی کی جاتی ہے۔ امریکا کے کان کنی کے انجنیر اور منتظم اس اصلاح و ترقی کی دوڑ میں سب سے اول رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فلزات برآمد کرنے میں مزدوروں کی مہارت و خوبی کارویسی ہی بڑھ گئی ہے جیسی کوئلہ یا لوہا برآمد کرنے کے کام میں یا اکثر مصنوعات تیار کرنے کے کام میں۔ 259

سونے کی رسد کا یکساں اضافہ، خواہ وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو، قیمتوں پر اپنے اضافہ کے ذریعہ سے بہت کم اثر ڈالتا ہے۔ ہر اضافہ موجود الوقت ذخیرہ کو مستقل طور سے بڑھا دیتا ہے؛ اور اس کے بعد کے یکے بعد دیگرے اضافے، اگرچہ ان کی مقدار بھی اسی کے مساوی بڑی ہوتی ہے، کل بڑھی ہوئی مقدار یا مجموعی ذخیرے کے مقابلے میں نسبتہً قلیل ہی ہوتے ہیں۔ رسد یا اضافہ، سلسلہ حسابیہ سے واقع ہوتا ہے؛ لیکن ابتداءً قیمتوں میں جس شرح سے اضافہ ہوا اگر اس شرح سے قیمتوں کے اضافہ کو جاری رکھنا ہو تو فلزات کی پیداوار

---

[1] ایسی کانیں بھی ہیں جو اچھے خاصے نفع سے چل رہی ہیں، اور ان میں سے نکلی ہوئی کچ دھات میں بحساب فی ٹن ۵۰ء۴ ڈالر سونا نکلتا ہے؛ یا اس کی نسبت ۱ : ۰۰۰۰۰۷ ہوتی ہے۔

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف انکی قدر کی نسبت سے

کا اضافہ سلسلۂ ہندسیہ سے ہونا ضروری ہوگا۔ سنہ ۱۸۵۰ء اور سنہ ۱۸۶۰ء کے مابین سونے کے سکوں کی رسد بڑھ کر دو چند ہوگئی؛ لیکن سنہ ۱۸۶۰ء کے بعد زر کے موجودہ ذخیرہ میں اس قدر اضافہ ہوگیا تھا کہ فلزات کی مقررہ مقدار سالانہ پیدا ہونے کے باوجود زر کی مجموعی رسد میں اضافہ کی شرح بہت کم ہوگئی۔ جب کسی دریا میں طغیانی آتی ہے تو ابتدائی سیلاب پانی کی سطح کو بہت جلد اونچا کر دیتا ہے؛ لیکن جوں جوں یہ سیلاب بڑھتا جاتا ہے پانی کی سطح بلند نہیں ہوتی: بلکہ زائد پانی اطراف واکناف کے رقبوں پر پھیل جاتا ہے؛ اور موجودہ مجموعی مقداریں یکساں و مقررہ اضافہ، سطح کو بلند کرنے میں بتدریج کمتر اثر ڈالتا ہے۔ چنانچہ بعینہ یہی حال زر کے فلزات کی رسد میں جدید اضافہ کا ہے۔

۵۔ اس باب کے آغاز میں یہ کہا گیا تھا، کہ ہمیں یہ توقع کرنی چاہیئے کہ سونے کی قدر و قیمت انھی اصول کے ماتحت قرار پاتی ہے جن کا اطلاق تغیر پذیر مصارف اور تقلیل حاصل کے تحت کیا جاتا ہے: یعنی ہمیں یہ توقع کرنی چاہیئے، کہ قیمت رسد کے سب سے خراب ذریعہ کے مصارف یا اختتامی کان کے مصارف کی بنا پر انجام کار متعین ہوتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے، کہ طویل سے طویل مدت میں بھی جس پر غور کیا جا سکتا ہے یہ تعلق اس کا تقریبًا برعکس ہی ظاہر ہوتا ہے۔ گویا یہ کہنا، اتنا صحیح نہیں ہے کہ مختتم معدنوں کے مصارف قیمت کو متعین کرتے ہیں، جتنا یہ کہنا صحیح ہے کہ مروجہ قدر و قیمت اس امر کا تعین کرتی ہے کہ کس کان میں کھدائی کا کام جاری رکھنا چاہیئے، اور کونسی کان کو مختتم کان شمار کرنا چاہیئے۔

اس معکوس نسبت کا باعث ان دو عاملوں کا عمل ہے جو فصل (۱) میں اوپر بیان ہوئے: یعنی ایک تو فلزات کا دیرپا ہونا اور نتیجۃً فلزات کے مجموعی ذخیرہ کا بڑا ہونا، اور دوسرے، نئی رسدوں کی دریافت میں بے قاعدگی۔ موجودہ مجموعی ذخیرہ فلزات کی قدر کا تعین کرتا ہے یا کم از کم ان کی قدر کی بنیاد میں مضمر ہوتا ہے۔ ان کانوں کا کام جن کا سونا اس قدر و قیمت پر فروخت ہو برابر جاری رہتا ہے اور جن کانوں میں اس قدر و قیمت سے کام نہیں چلایا جا سکتا وہ بند ہو جاتی ہیں (ہم یہاں سونے کی کانوں کی اتفاقیہ برآمد کو نظر انداز کرتے ہیں، جن میں کہ نقصان کے ساتھ کام جاری رکھا جاتا ہے)۔ زرخیز کانوں میں، جن سے موجودہ قیمتوں پر کثیر منافع

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے
260

حاصل ہوتا ہے، بہرحال مسلسل کام جاری رہتا ہے؛ بلکہ اغلب یہ ہے کہ سالانہ پیداوار کا بیشتر حصہ ایسی ہی کانوں سے برآمد ہوتا ہے۔ مجموعی فلزات کے ذخیرے پر سالانہ پیداوار کا جو خفیف اثر پڑتا ہے، اس کی بنا پر، قیمت، مصارف کے مطابق متعین نہیں ہوتی۔ اگر سونے کی قدر میں تخفیف ہو جائے یعنی قیمتیں عام طور سے بڑھ جائیں تو اس کی وجہ سے خراب کانوں میں کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اور ان میں سے بعض میں کام موقوف کر دینا پڑتا ہے۔ لیکن مجموعی ذخیرہ پر ان کے کام بند کرنے کا بہت ہی معمولی اور ناقابل نظر انداز اثر پڑتا ہے۔ نئی کانوں کی تلاش و جستجو ہر وقت جاری رہتی ہے اور نئی نئی کانوں کی دریافت سے سالانہ پیداوار میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے؛ اگرچہ ان میں سے اکثروں میں کام کرنے سے کوئی خاص منافع نہیں ہوتا، اور اسی لیے ان کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ بعض نئی کانیں بہت کامیاب ثابت ہوئی ہیں، اور ان سے، جیسا کہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں، اور ۱۸۹۰ء میں ٹرانسوال میں ہوا، دفعۃً کثیر المقدار رسد دستیاب ہوئی۔ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ سونے کی قدر کا اضافہ (یعنی عام قیمتوں کی تخفیف) سونے کی نئی کانیں دریافت کرنے کی کوشش کے حق میں مہیج ہوگا اور سونے کی قدر کی تخفیف (یعنی عام قیمتوں کا اضافہ) نئی کانیں دریافت کرنے کی کوشش کو سرد کر دے گی۔ اس قسم کے کم و بیش رجحانات بلاشبہ پائے جاتے ہیں؛ لیکن مجموعی ذخیرہ کی ثبات پذیری اور نئی کانوں کی دریافت اور استحصال کی بے قاعدگی کی وجہ سے ان رجحانات کا اثر مجموعی ذخیرہ پر ظاہر نہیں ہونے پاتا، یا زائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخی اعتبار سے سونے کے مصارف اور اس کی قدر کے درمیان بعید ترین تعلق یا نسبت کے سوا کچھ اور بہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ طویل مدتوں میں، یعنی، کسی ایک وقت میں کئی کئی نسلوں میں جا کر قیمتی فلزات کی قدر اس امر کا تعین کرتی ہے کہ کن کانوں میں کام جاری رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ کانیں قیمتی فلزات کی قدر کا تعین نہیں کرتیں۔

بہرکیف بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصول اب سونے کے بارے میں صادق آتا ہے۔ حال حال کے زمانہ تک یہ اصول چاندی کے بارے میں بھی صادق آتا تھا۔ امریکا کی دریافت کے بعد چاندی کا کثیر المقدار سیلاب امڈا تو اس دوران میں جرمنی اور یورپ کے دوسرے ممالک کی کانوں کو قیمتوں کی نئی سطح اور چاندی کی نئی قدر کے

باب ۱۹
قانونی زر کے معیار اور اس کی قدر کی نسبت سے

مطابق از سر نو منظم ہونا پڑا۔ چنانچہ ان نئے حالات میں جو کانیں منفعت بخش ثابت نہیں ہوئیں ان میں کام کو بند کرنا پڑا؛ اور اس دور میں یورپ کی چاندی کی پیداوار بہت گھٹ گئی تھی۔ مگر گزشتہ ۳۰، ۴۰ سال کی مدت کے اندر چاندی کی حیثیت اس سے بہت مختلف ہو گئی ہے: یعنی، وہ ٹن، تانبے اور نکل کے مثل زیادہ تر صنعتی دھات بن گئی ہے، اور اس کی قدر اب ایسے ہی اسباب سے متعین ہوتی ہے جیسے کہ اساسی طور سے دوسری دھاتوں کی قدر کو متعین کرتے ہیں۔ چاندی کی حیثیت میں یہ عظیم تبدیلی ہی اگلے دو بابوں کا خاص موضوع ہے۔



261

باب بستم

فلزینیت

(۱) دونوں فلزات ایک مدت دراز تک ساتھ ساتھ استعمال ہوتے رہے۔ مکمل اور ترقی یافتہ دو معیاری طریق کی تشریح۔ (۲) تکسالی شرح اور بازاری شرح؛ بیش قدر و کم قدر فلز۔ بیش قدر فلز کم قدر فلز کو رواج سے ہٹا دیتا ہے یا اس کی پابجائی کرتا ہے۔ اس کی تشریح و تمثیل ریاستہائے متحدہ امریکا کے تجربے سے۔ (۳) قانون گرشیم۔ (۴) ذیلی سکہ اور اس کی مناسب تنظیم۔

۱۔ گزشتہ صفحات میں سونے اور چاندی کے باہمی تعلق پر غور کرنے کی کوئی سعی نہیں کی گئی۔ فلزات کی رسد پر اس حیثیت سے بحث کی گئی کہ گویا سونا اور چاندی ہم جنس ذخیرہ پر مشتمل تھے۔ لیکن زر کی تاریخ کے بیشتر حصے میں ان دونوں فلزات کو یکساں اور یک جنس تصور کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی رہی ہیں؛ خاص کر انیسویں صدی میں یہ مشکلات بہت بڑھ گئیں، اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس صدی کے اختتام پر چاندی آزاد فلزاتی سکہ کی حیثیت سے ہٹ گئی۔ یہ انقلاب زر کی تاریخ میں سب سے بڑے اور قابل ذکر انقلابات میں سے ایک تھا، اور نہایت حیرت انگیز قلیل مدت کے اندر وقوع پذیر ہوا تھا۔ مسلسل کئی صدیوں تک چاندی کے سکے آزادی کے ساتھ ڈھالے جاتے تھے، اور یہی زیادہ اہم فلز تھی؛ لیکن ایک نسل کی قلیل مدت میں وہ اس حیثیت سے محروم اور مسترد کر دی گئی۔

ہسپانوی امریکی کانوں سے فلز کا عظیم الشان سیلاب امنڈنے سے قبل اور بعد، دونوں زمانوں میں، دونوں فلزات ساتھ ساتھ اور ایک دوسرے کے مبادلے میں استعمال ہوتے تھے۔ چاندی نسبتہً زیادہ کثیر المقدار تھی اور زیادہ عام طریقہ سے اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ہر فلز کے جدا گانہ اور آزادانہ طور سے سکے ڈھالنا اور ان دونوں سکوں کو ساتھ ساتھ رائج کرنا ممکن تھا؛ لیکن یہ رواج کسی مشترک بنیاد پر قائم نہ تھا۔ بہرکیف ان دونوں میں کسی طریقے سے رشتۂ ارتباط قائم کرنا، اور ان کی قدر کو اس طرح منظم و مرتب کرنا نہایت سہولت بخش تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مبادلے میں اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیئے جاسکیں۔ غرض رفتہ رفتہ دو معیاری طریق رونما ہوا، اور دونو فلز ایک ہی یا مماثل نام یا رقم کے سکوں میں ڈھالے جاتے تھے؛ چنانچہ اس طریق کی مثال ریاستہائے متحدہ کے نظام سے ملتی ہے۔ چاندی کے ایک ڈالر میں $\frac{1}{4}$ ۳۷۱ گرین وزن کی خالص چاندی ہوتی ہے، یا اس سکے کا مجموعی وزن $\frac{1}{2}$ ۴۱۲ گرین ہوتا ہے، جس میں سے

$\frac{9}{10}$ حصہ خالص چاندی ہوتی ہے۔ سونے کے ڈالر میں ۲۲ء۲۳ گرین خالص سونا ہوتا ہے (بلکہ اگر سکہ ڈھالا جائے تو اتنا سونا ہوگا)، یا اس کا مجموعی وزن ۸ء۲۵ گرین ہوتا ہے جس میں $\frac{9}{10}$ حصہ خالص سونا ہے۔ ان دونوں ڈالروں کے وزن ایک دوسرے کی نسبت سے ۱۶ : ۱ ہوتے ہیں۔ (صحیح حساب سے اصلی عدد ۹۸۸ء۱۵ ہے جس کو عام بول چال میں اور تخمینی طور سے ۱۶ کہا جاتا ہے)؛ گویا یہی سکہ سازی کا تناسب ہے؛ نقرئی ڈالر کی خالص فلز کا وزن طلائی ڈالر کی خالص فلز سے سولہ گونہ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح فرانس میں پنج فرانکی نقرئی سکے میں خالص چاندی کا وزن ۲۲ء۳۴۷ گرین ہوتا ہے، اور اس کے بالمقابل طلائی فرانک میں ۴ء۲۲ گرین خالص سونا شریک کیا جاتا ہے؛ اسی لحاظ سے فرانسیسی سکہ سازی کا تناسب $\frac{1}{2}$ ۱۵ : ۱ ہے۔

خالص دو معیاری طریق کے تحت اس کی کامل شکل میں دونوں فلزات کے سکے آزادی کے ساتھ ڈھالے جاتے ہیں۔ غیر مسکوک چاندی کا کوئی حامل یا قابض اس کو ٹکسال میں پیش کرکے غیر محدود مقدار میں سکے مضروب کرا سکتا ہے؛ علیٰ ہذا سونے کے قابض کو بھی یہی حق حاصل ہے۔ علاوہ ازیں سب سکے، خواہ وہ چاندی کے ہوں یا سونے کے، مطالبات اور قرضوں کی ادائی کے لیے (یعنی بذریعہ معاہدہ حاصل کردہ قرضوں کے لیے،

باب ۲
نظریۂ قیمت

جیسا کہ قرضے بالعموم حاصل کئے جاتے ہیں، مثلاً ڈالروں یا فرانکوں کی تعداد کے لحاظ سے) کامل زرقانونی کی حیثیت سے رائج کئے جاتے ہیں۔ غرض یہ دو عناصر، یعنی، آزاد سکہ سازی اور کامل زرقانونی ہونا، ایک مکمل دو معیاری طریق کے اساسی لوازم ہیں۔

۲۔ جب دو معیاری طریق قائم کیا جاتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شرح یا نسبت سے ٹکسال میں سکے ڈھالے جاتے ہیں، اور اس طرح ان میں قوت خرید زر کی شکل میں پیدا کی جاتی ہے آیا وہ شرح یا نسبت غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے ان کی قدر و قیمت سے کوئی مطابقت رکھتی ہے؟ اگر ٹکسال میں ۱۶ اونس چاندی کے اتنے ہی سکے بشکل ڈالر ڈھالے جائیں، جتنے کہ ایک اونس سونے کے؛ اور اگر بحیثیت غیر مسکوک فلز ۱۵ یا ½ ۱۵ اونس چاندی بازار میں ایسی قیمت پر فروخت کی جاسکتی ہو جو ایک اونس سونے کے مساوی یا معادل ہے تو اس صورت میں کوئی شخص چاندی کو ٹکسال میں پیش نہ کرے گا: اس لیے کہ چاندی سکے کی حیثیت کے مقابلے میں غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے زیادہ قیمتی ہوگی؛ اور تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک بہت چھوٹی کسر کے برابر فرق اس امر کا تصفیہ کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے کہ دھات تسکیک کے لیے پیش نہ کی جائے گی۔ اگر اس کے برعکس چاندی بحیثیت غیر مسکوک فلز کے صرف ½ ۱۶ یا ۱۷ اونس چاندی بحساب فی اونس سونے کی شرح سے فروخت کی جاسکے تو اس صورت میں کوئی شخص سونے کو ٹکسال میں بغرض تسکیک پیش نہ کرے گا: اس لیے کہ ایک اونس سونا پیش کرنے والے کو ٹکسال سے صرف اتنے ہی مسکوک ڈالر ملیں گے جتنے کہ وہ ۱۶ اونس چاندی کے مبادلے میں حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اپنے ایک اونس سونے کو بازار میں ½ ۱۶ یا ۱۷ اونس چاندی کے مبادلے میں فروخت کر کے زیادہ نقرئی ڈالر حاصل کر سکتا ہے؛ اور اس لحاظ سے صرف غیر مسکوک چاندی ٹکسال میں پیش کرے گا۔ غرض یہ اعادہ و تکرار نامناسب نہ ہوگی کہ ٹکسال کی مقرر کردہ شرح اور بازار کی آزاد مروجہ شرح میں بہت ہی خفیف سا فرق بھی ان دونوں فلزات میں سے کسی ایک یا دوسری فلز کو تنہا ٹکسال میں بغرض تسکیک پیش کرانے کا موجب ہوگا۔

263

ان حالات میں ٹکسال میں سکہ سازی کے لیے جو فلز پیش کی جاتی ہے، اس کو "بیش قدر" فلز کہا جاتا ہے۔ اور وہ دوسری فلز، جو تسکیک کی غرض سے پیش نہیں کی جاتی بلکہ ممکن ہے کہ اس کے برعکس سکوں کو پگھلا کر غیر مسکوک شکل میں مبدل کرنے کے عمل کے تابع ہو،

اس کو "کم قدر" فلز کہا جاتا ہے۔ یوں تو ٹکسال کے قواعد کی رو سے کسی فلز کی قیمت کا تخمینہ یا تقرر نہیں کیا جاتا؛ بلکہ محض تسکیک کے حالات و شرائط بیان کئے جاتے ہیں؛ لیکن قواعد جب مکمل دو معیاری طریق کے متعلق ہوں تو ان کی رو سے اضافی قدر موثر طریقے پر مقرر کردی جاتی ہے۔ جہاں چاندی کے سکے سونے کے مقابلے میں ۱۶ اور ۱ کی نسبت سے ڈھالے جاتے ہوں وہاں سکہ سازی کا طریقہ یہ بتلاتا ہے کہ ایک اونس سونا خریدنے کے لیے ۱۶ اونس چاندی درکار ہوگی؛ اور بازار یہ کہتا ہے کہ ۱۵ اونس ہی کافی ہوجائینگے۔ اس طرح چاندی کی قیمت بازار میں زیادہ اور ٹکسال میں کم اٹھتی ہے؛ گویا دوسرے الفاظ میں، ٹکسال میں چاندی "کم قدر" قرار پاتی ہے۔ اگر بازار میں چاندی کا نرخ ۱۷ اونس بحساب فی اونس سونا ہو تو ۱۶ اور ۱ کی اسی مقررہ نسبت سے سکے ڈھلوانے کی صورت میں ٹکسال میں چاندی بیش قدر ہوگی: گویا اس صورت میں ٹکسال یہ کہیگی کہ ایک اونس سونا خریدنے کے لیے ۱۶ اونس چاندی درکار ہوگی، لیکن بازار میں اس ایک اونس سونے کو حاصل کرنے کے لیے ۱۷ اونس چاندی درکار ہوگی۔

رجحان یہ ہوتا ہے کہ بیش قدر فلز فلزاتی آلۂ مبادلہ کا جزو اعظم بلکہ واحد جزو ترکیبی بن جائے۔ صرف وہی بغرض تسکیک ٹکسال میں پیش کی جائے گی۔ اس کا نتیجہ بلاشبہ یہ ہوگا کہ فلز کے بازار سے وہ سب کی سب ہٹ کر چلی آئے گی؛ اور یہ عمل اس کی قدر میں غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے اضافہ کردے گا۔ اس کے برعکس کم قدر فلز، تسکیک کی غرض سے ٹکسال میں پیش نہ ہونے کے سبب سے بازار میں غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے بکثرت دستیاب ہوگی؛ اور اس کا نتیجہ پھر یہی ہوگا کہ اس کی قیمت گھٹ جائے گی۔ اس طرح دو معیاری طریق کے تحت آزاد سکہ سازی کا طریق سونے اور چاندی کی اضافی قدر پر ایک حد تک مستقل اثر ڈالتا ہے، جس سے ان کی اضافی قدر ثبات پذیر ہوجاتی ہے؛ اور یہ واقعہ، جیسا کہ ابھی بیان کیا جائے گا، زر کی تاریخ میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی مستقل قوت کام کررہی ہو جس کے نتیجے کے طور پر ٹکسالی قیمت اور بازاری قیمت کے مابین مسلسل فرق رونما ہوتا ہے، خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو، تو کم قدر فلز رواج سے بتدریج غائب ہوجائے گی، اور بیش قدر فلز زیادہ مقدار میں رواج پاجائے گی؛ اور بالآخر فلزاتی زر صرف بیش قدر فلز کے سکوں پر مشتمل ہوگا۔ ٹکسالی قیمت

اور بازاری قیمت کے مابین اگر کوئی بڑا اور دیرپا فرق ہو تو متذکرہ بالا عمل اپنے آپ کو بہت جلد ظاہر کرے گا؛ یعنی ارزان یا بیش قدر فلز دوسری فلز کو بہت ہی قلیل مدت میں رواج سے ہٹا دیگی۔

کسی ملک کی تاریخ سے ان اصول کی اتنی صاف اور سیدھی سادی تمثیل نہیں ملتی جیسی کہ ریاستہائے متحدہ سے ملتی ہے۔ یہاں ۱۷۹۲ئ میں جب نظام زر قائم کیا گیا تو مکمل دو معیاری طریق زر کا معیار قرار دیا گیا اور دونوں فلزوں کی باہمی نسبت ۱۵ : ۱ مقرر کی گئی۔ یہ نسبت بہت غور و خوض کے بعد منتخب کی گئی تھی؛ لیکن بعد میں وہ بازاری شرح سے مختلف ثابت ہوئی جو تقریباً ۱/۲ ۱۵ : ۱ تھی۔ چنانچہ فرانس میں سکہ کے نظام کے لئے دس سال بعد ۱/۲ ۱۵ : ۱ کا تناسب تسلیم کر لیا گیا؛ اس لحاظ سے ریاستہائے متحدہ کی ٹکسال میں چاندی بیش قدر اور سونا کم قدر دھات تھی۔ چنانچہ ٹکسالوں میں سونا بغرض تسکیک پیش نہ کیا جاتا تھا اور فلزی آلۂ مبادلہ کا مجموعہ کلیتہً چاندی کے سکوں پر مشتمل تھا[۱]۔

---

[۱] واقعہ یہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ کی ٹکسال کے جاری کئے ہوئے چاندی کے ڈالر اس ابتدائی دور میں کم استعمال کیے جاتے تھے۔ جو سکے زیر استعمال تھے وہ زیادہ تر میکسیکو کے ڈالر تھے جو سرکاری محاصل کی ادائی میں قانوناً قابل قبول تھے، اور قانون کی مقرر کردہ شرح سے ملک میں رائج تھے۔ بیرونی سکوں نے ریاستہائے متحدہ کے سکوں کی جگہ اس لیے لے لی کہ اول الذکر وزن میں ہلکے اور گھسے ہوئے تھے (دیکھو فصل (۴) میں گریشم لا یا قانون گریشم کا بیان)۔

ریاستہائے متحدہ امریکا کی سکہ سازی کے نظام کے تغیرات ذیل کی جدول سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ سکہ سازی کی نسبت کا مدار اس خالص دھات کے اضافی وزن پر ہے جو سکے میں شریک ہو۔

ریاستہائے متحدہ کی تسکیک

سنہ	سونے کا ڈالر			چاندی کا ڈالر			نسبت	
	معیاری سونا (سکے کا مجموعی وزن)	سونے کا تناسب	خالص سونا	معیاری چاندی (سکے کا مجموعی وزن)	چاندی کا تناسب	خالص چاندی		
	گرین			گرین				
۱۷۹۲	۲۷٫۰۰	۹۱۶٫۶۶/۱۰۰۰	۲۴٫۷۵	۴۱۶	۸۹۲٫۴۳/۱۰۰۰	۳۷۱ ۱/۴	۱ : ۱۵	چاندی کے ڈالر میں خالص چاندی کی مقدار تمام زمانے میں وہی مقررہ رہی یعنی ۱/۴ ۳۷۱ گرین خالص چاندی، ۱۸۳۴ تک سونے کے ڈالر میں خالص فلز کی مقدار گھٹانے کی وجہ سے تناسب میں فرق پڑ گیا۔ ۱۸۳۷ میں خفیف تغیرات کئے گئے اور یہ خالص کر سکہ میں کھوٹ کے تناسب سے متعلق تھے۔ یہ تناسب پہلے بے قاعدہ ہوتا تھا۔ چاندی اور سونے دونوں کے لیے اب تناسب ۹/۱۰ کر دیا گیا، اور اسی کے ساتھ سونے کے ڈالر میں خالص سونے کی مقدار کچھ بڑھا دی گئی، اور اس طرح تسکیک کی نسبت میں خفیف سی تبدیلی کر دی گئی۔
۱۸۳۴	۲۵٫۸	۸۹۹٫۲۲۵/۱۰۰۰	۲۳٫۲	۴۱۶	″	″	۱ : ۱۶٫۰۰۲	
۱۸۳۷	۲۵٫۸	۹۰۰/۱۰۰۰	۲۳٫۲۲	۴۱۲ ۱/۲	۹۰۰/۱۰۰۰	″	۱ : ۱۵٫۹۸۸	

۱۸۳۴ء میں متعدد اسباب کے نتیجہ کے طور پر (جو ایک طرف زر کاغذی کے غیر واجب استعمال کے خلاف ردعمل پر مبنی تھے' اور دوسری طرف شمالی کیرولینا میں کانوں کی دریافت کے بعد سونے کو استعمال کرنے کے وقتیہ جوش اور خواہش پر مبنی تھے)' اس تناسب میں دفعتًہ تبدیلی واقع ہوئی: یعنی' نسبت ۱:۱۶ اقرار پائی' جس کی وجہ سے سونا "بیش قدر" دھات ہوگئی' اسی طرح جس طرح پہلے چاندی تھی؛ اور اب محض سونا بغرض تسکیک ٹکسال میں پیش کیا جانے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی بتدریج نہ صرف رواج سے خارج ہوتی گئی بلکہ ملک سے غائب ہوتی گئی۔ اس طرح معیار نقرہ بدل کر معیار طلا معیاری نظام' قرار پایا۔ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا میں سونے کی دریافت کے بعد یہ تبدیلی بہت زیادہ نمایاں ہوگئی: چنانچہ سونا کثیر مقداروں میں ٹکسال میں ڈھلنے لگا' اور چاندی بالکل غائب ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ ۱۸۵۳ء میں چاندی کو بطور ذیلی سکے کے استعمال کرنے کے لیے انتظامات عمل میں لائے گئے' اور چند سال بعد چاندی کے سکوک ڈالر از سر نو زر قانونی قرار دیئے گئے؛ لیکن چاندی کو اس طرح نئے طریق پر استعمال کرنے سے نئے سوالات پیدا ہو گئے جن کی تفصیل بعد میں چل کر پیش کی جائے گی۔

۳۔ یہ رجحان کہ بیش قدر فلز کم قدر فلز کو رواج سے ہٹا دیتا ہے' بالعموم قانون گریشم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ نام سولھویں صدی کے ایک انگریز سر تامس گریشم سے منسوب کیا جاتا ہے؛ کہ گویا یہی شخص اس قانون یا رجحان کو دریافت کرنے والا پہلا شخص ہے' حالانکہ اس شخص کو بلا استحقاق شہرت حاصل ہوگئی ہے۔ "قانون" محض یہ پیش پا افتادہ واقعہ ہے' جس کو مدت سے تسلیم کیا جا رہا ہے کہ جہاں مختلف فلزی قدر کے سکے ایک ساتھ رائج ہوں' وہاں خراب اور ارزاں سکہ (بشرطیکہ وہ کافی مقدار میں ہو) عمدہ اور گراں سکے کو رواج سے ہٹا کر خود مروج ہو جائے گا۔ خراب و ارزان سکوں کو مطالبات کی ادائی میں اور ٹکسال میں پیش کرنے میں ترجیح دی جائے گی؛ اور عمدہ یا گراں سکے بہت خواہش کے ساتھ صنعتی کاموں میں یا فلز کے اغراض کے لیے استعمال کئے جائیں گے۔

اس رجحان کی ایک اہم تمثیل اس طرح ملتی ہے کہ ایک ہی دھات کے فرسودہ یا ہلکے سکے اس دھات کے عمدہ نئے یا زیادہ وزنی سکوں کو رواج سے ہٹا دیں گے اور خود ان کی جگہ رائج ہو جائیں گے۔ انیسویں صدی تک سکہ سازی کی کلیں بہت دیر میں اور

باب ۱۷
نظریۂ قیمت

کسی قدر نامکمل طریقے پر سکے ڈھالتی تھیں؛ قلیل مدت میں سکوں کی کثیر تعداد کا ڈھالنا بہت مشکل تھا، اور یہی نہیں کہ مضروب سکے بہت جلد گھس جاتے یا خراب ہو جاتے تھے بلکہ تکنیک کی عدم یکسانیت کی وجہ سے بہت آسانی کے ساتھ ان کے کنارے کھرچ لیے جا سکتے تھے۔ چنانچہ اس کا قرینہ تھا کہ نئے اور عمدہ سکے چن کر رواج سے نکال لیے جاتے، اور انھیں یا تو صنعتوں میں استعمال کیا جاتا، یا بیرون ملک مطالبات کی ادائی کے لیے برآمد کیا جاتا؛ اور اس طرح خراب اور فرسودہ سکے رواج میں باقی رہتے تھے۔ انسویں صدی کے بڑے حصے تک چاندی کے سکوں کی عام حالت بظاہر ایسی ہی معلوم ہوتی تھی۔ چاندی کے سکے چونکہ بہت جلد جلد رواج میں آتے ہیں اس لیے سونے کے سکوں کے مقابلے میں وہ بہت جلد فرسودہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چاندی کے سکے بہت جلد رائج ہو جاتے اور بہت دیر تک رواج یا گردش میں رہنے کا زیادہ قرینہ ہوتا ہے، خواہ وہ فرسودہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ چونکہ وہ چھوٹے چھوٹے لین دین میں استعمال کئے جاتے ہیں، اس لیے ان میں خالص وزن کی خفیف یا بڑی اور نمایاں کمی کو بھی نظر انداز کر دینے کا قرینہ ہوتا ہے۔ لوگ عام طور سے چھوٹے سکوں کی جانچ پڑتال کئے بغیر انھیں لین دین میں قبول کر لیتے ہیں، اور بغور ان کا امتحان و معاینہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے: مثلاً، ریاستہائے متحدہ میں ۱۷۹۲ء تا ۱۸۳۴ء کے دور میں جب چاندی بطور زر رائج تھی تو غیر ممالک کی مختلف ٹکسالوں کے سکے حقیقۃً استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ خارجی سکے مطالبات اور قرضوں کی ادائی میں سرکاری طور سے اس لیے قابل قبول قرار دئے گئے تھے کہ ابتداءً ریاستہائے متحدہ میں کوئی سرکاری ٹکسال یا زر قانونی نہ تھا۔ جب ٹکسال قائم کی گئی اور یہاں سے سکے ڈھلنے شروع ہوئے تو یہ نئے سکے غیر ممالک کے سکوں کو، جو یہاں استعمال ہوتے تھے، رواج سے نہ ہٹا سکے اس لیے کہ وہ زیادہ وزنی تھے اور صنعت یا برآمد میں استعمال کئے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے سکہ سازی بے سود اور مہمل معلوم ہوئی اور اس کو روک دیا گیا؛ نتیجہ یہ کہ صرف غیر ممالک کے کم و بیش نامکمل سکے رائج رہے۔ اسی قسم کی مشکلات یورپ کے سب ملکوں میں مدت دراز تک یعنی قرون وسطیٰ سے اٹھارھویں صدی تک پیش آئیں۔

لیکن ان مشکلات کا حل یا اس خرابی کا علاج بہت آسان ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ پہلے پورے وزن کے نئے سکے کثیر تعداد میں ڈھالے جائیں؛ دوسرے یہ کہ قدیم

266

باب ۲
علم زر

مروجہ سکوں کا قانونی جواز منسوخ کیا جائے؛ اور تیسرے یہ کہ جو سکے روزمرہ کے استعمال سے گھس کر خراب ہو جائیں انھیں سرکار مصارف برداشت کر کے رواج سے واپس طلب کرلے، اور ان کے مبادلے میں نئے سکے دے۔ پہلے عام طور سے یہ طریقہ رائج تھا کہ سکوں کا وزن جب حد سے زیادہ اور ناقابل برداشت طور سے کم ہو جاتا تھا تو ان کے نہ صرف زر قانونی نہ ہونے کا اعلان کر دیا جاتا تھا بلکہ ٹکسالوں میں ان کو غیر مسکوک فلز کی قیمت پر نہ کہ ان کی مرقومہ قیمت پر مبادلے میں لیا جاتا تھا۔ اس طرح جب قابض کو سکے کی فرسودگی سے پیدا شدہ کمی قیمت کا نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا تو وہ اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے دوسرے کے ہاتھ مبادلہ میں منتقل کر دینے کی کوشش کرتا تھا۔ چونکہ لین دار قرض کی واپسی وادائی میں زر نقد کو بالعموم بطیب خاطر قبول کرلیا کرتے ہیں، اس لیے بہت فرسودہ سکے بھی رواج میں باقی رہتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں عام طریقہ اور حکومتوں کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ روزمرہ کے استعمال سے قدرتی طور پر گھسے ہوئے سکوں کو، نہ کہ ایسے سکوں کو جن کا کچھ حصہ عمداً کھرچ یا تراش لیا گیا ہو، رواج سے واپس لے لیا جاتا ہے؛ اور ان کے مبادلے میں قیمت مرقومہ کے حساب سے نیا زر ادا کر دیا جاتا ہے[1]۔ اسی کے ساتھ نئے اور عمدہ سکوں کو کافی مقدار میں تیار کرنے کے لیے نہایت اعلیٰ درجہ کی کلیں ایجاد ہو گئی ہیں، اور متذکرہ بالا دقتیں جو پہلے پیدا ہوتی تھیں اب تقریباً بالکل رفع ہو گئی ہیں۔ 267

۴۔ دو معیاری طریق کے تحت جو مشکلات عام طور سے رونما ہوئیں، ان کی بنا پر، دونوں فلزات کو ساتھ ساتھ استعمال کرنے کا ایک اور طریقہ بطور بدل اختیار کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ صرف سونا ہی واحد آزاد مسکوک فلز ہے، اور صرف اسی کو کامل زر قانونی کی خصوصیت دی گئی ہے؛ اور چاندی، اگرچہ اب بھی اس کے سکے ڈھالے جاتے ہیں، بہت محدود مقدار میں سکوں کی شکل میں مضروب کی جاتی ہے، اور وہ بھی ذیلی سکے کے طور پر استعمال کیے جانے کے لیے۔ اس طریق کو سب سے اول انگلستان نے اختیار کیا، جبکہ وہاں ۱۸۱۶ء میں مفرد معیار طلا کا نظام قائم کیا گیا۔ اس کے بعد سے

[1] لیکن ریاستہائے متحدہ میں سونے کے سکے، ان کی مرقومہ قیمت کے لحاظ سے، صرف اس وقت بدل دیے جاتے ہیں، جبکہ فرسودگی ½ فی صد سے زائد نہ ہو۔

باب ۲ - نظام مبادلت

یہ طریق، جہاں تک کہ چاندی کی ذیلی سکہ سازی کا تعلق ہے، عام طور سے سب مہذب ملکوں میں رائج ہو گیا؛ اور معیار طلا کے نظام کا ایک معمولی لاحقہ ہو گیا ہے۔

ریاستہائے متحدہ کا نظام مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ سونے کی گراں قدری چھوٹے چھوٹے مطالبات کی ادائی کے لیے اس کو کمیاب بنا دیتی ہے۔ سب سے چھوٹا سونے کا سکہ جو کہ آسانی کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے، ربع ایگل[1] (معادل ۵۰ء ۲ ڈالر) ہے، جو برطانیہ کے نصف ساورن، جرمنی کے دس مارکی سکے اور فرانس کے دس فرانکی سکے کے مساوی اور معادل ہے۔ لیکن ربع ایگل اور غیر ممالک کے اس کے مقابل کے دوسرے سکوں کی سودمندی و کارگزاری مشتبہ ہے۔ وہ بہت آسانی سے گم ہو جاتے ہیں، یا نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں، اور نسبتۂ بہت جلد گھس جاتے اور فرسودہ ہو جاتے ہیں۔ ساورن کا سکہ یا نصف ایگل (۵ ڈالری سکہ) سب سے چھوٹا سونے کا سکہ ہے جو بالکلیہ اطمینان بخش ہے؛ تاہم اس کے علاوہ اور ابھی بہت سے چھوٹے چھوٹے لین دین ایسے ہیں جن کا تصفیہ چھوٹی رقموں کے اور ذیلی سکوں سے کرنا پڑتا ہے۔ اس اعتبار سے چاندی کے سکے بہت موزوں ہیں، خاص کر دس سنٹی سکے سے لے کر ایک ڈالر کے سکے تک۔ اس سے چھوٹے لین دین کے لیے چاندی کے سکوں کا چھوٹا پیمانہ بھی کفایت نہیں کرتا؛ چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لیے نکل اور تانبے کے سکے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔

کامل دو معیاری طریق کے تحت ایسا بخوبی واقع ہو سکتا ہے کہ اگر چاندی کم قدر ہو جائے تو چاندی کے سکے چھوٹے اور بڑے سب رواج سے غائب ہو جائیں، اور چھوٹے ذیلی سکوں یا ریزگاری کی قلت رونما ہو کر مشکلات پیدا کرے۔ چنانچہ ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۷ء میں جو نظام ریاستہائے متحدہ میں قائم کیا گیا اس کے تحت یہی ہوا۔ چاندی اس وقت کم قدر تھی اور سونا بتدریج اس کا جانشین بن گیا۔ جب آخر کار ۱۸۵۰ء کے بعد سے کیلی فورنیا کا سونا بہ افراط درآمد ہوا اور ٹکسالوں سے کثیر تعداد میں سکے ڈھل کر نکلنے لگے تو چاندی کلیتہً رواج سے غائب ہو گئی۔ اس بنا پر ۱۸۵۳ء میں ایک قانون منظور ہوا جس کی

[1] Quarter eagle

رو سے ریاستہائے متحدہ میں ذیلی سکوں کا نظام قائم کیا گیا - چاندی کے سکے یعنی نصف ڈالر، ربع ڈالر، اور ۱/۱۰ ڈالر، ڈھالنے کی اجازت دی گئی؛ مگر ان میں چاندی کی مقدار اتنی کم رکھی گئی تھی کہ کسی شخص کے لیے ان کو برآمد کرنے کی یا پگھلا کر صنعتی کاموں میں لانے کی ترغیب نہ ہوتی تھی — مثلاً، نقرئی نصف ڈالر میں خالص چاندی کی مقدار ۲ء۱۸۰ گرین ہوتی تھی (اور اب بھی ہے) یا نصف ڈالر کے دو سکوں میں خالص چاندی کا وزن ۳۴۵ء۶ گرین ہوتا تھا. ایک ڈالر کے نقرئی سکہ میں جس کی آزاد تسلیک قانوناً قائم تھی ۱/۴ ۳۷۱ گرین چاندی ہوتی تھی (اور اب بھی اتنی ہی ہوتی ہے)۔ اگر چاندی کے سب سکے آزادی کے ساتھ اسی نئی شرح سے ڈھالے جاتے جس شرح سے کہ نصف ڈالر کے سکے یا دوسرے ذیلی سکے ڈھالے جاتے تھے (یعنی فی ڈالر ۳۴۵ء۶ گرین) تو اس صورت میں چاندی بیش قدر رہ جاتی اور بتدریج سونے کے سکوں کی جانشین بن جاتی؛ لیکن اب آزاد سکہ سازی سے بالکل جداگانہ نظام قائم کیا گیا تھا. کسی شخص کو اب خانگی طور سے ٹکسال میں چاندی پیش کرنے اور اس کے چھوٹے یا ذیلی سکے ڈھلوانے کی اجازت حاصل نہ تھی. حکومت خود غیر مسکوک چاندی بازار میں خریدتی تھی اور تنہا خود ہی اس کی سکہ سازی کا انتظام کرتی تھی. مگر چھوٹے سکے بالعموم روزمرہ کے چھوٹے کاروبار میں خردہ کی ضرورت کے لحاظ سے جاری کیے جاتے تھے اور اسی کے اعتبار سے چاندی خریدی جاتی تھی. اس طرح چاندی کے سکے برآمد نہیں کیے جا سکتے تھے اور وہ سونے کے سکوں کو ہٹا کر جانشین بھی نہیں بن سکتے تھے. ان میں کسی ممکنہ خرابی کو روکنے کے لیے یہ مزید اہتمام کیا گیا کہ ذیلی سکے صرف ایک محدود مقدار یا رقم تک، جو اب دس ڈالر مقرر کی گئی، زر قانونی قرار دیے گئے۔

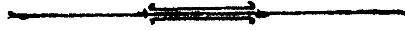
بدیہی طور سے حکومت اسی قسم کے عمل سے نفع حاصل کرتی ہے. بیش قدر چاندی کے سکوں کو حکومت اپنے معمولی اخراجات میں ادا کرتی ہے، یا ان کا پوری قدر کے سونے سے مبادلہ کرتی ہے. ان ہر دو صورتوں میں حکومت کو نفع حاصل ہوتا ہے. اس نفع کو بھی اکثر اجرت تسلیک (Seingniorage) کہا جاتا ہے، اگرچہ وہ بعض اہم اعتبارات سے اس اجرت تسلیک سے بہت مختلف ہے جو آزادانہ طریق پر ڈھلے ہوئے سکوں اور پوری قدر کے سکوں پر ٹکسال میں وصول کی جاتی ہے۔

باب ۴ فلزیت

اوپر ذیلی سکوں کے اساسی اصول بیان ہوئے، اب تقریباً یہی نظام چھوٹے لین دین میں نکل اور تانبے کے سکوں کی حد تک بھی اختیار کیا گیا۔ جب سے سونا اور چاندی معیاری فلزات کے طور پر استعمال ہونے شروع ہوئے اسی وقت سے نکل اور تانبے کے سکے زر علامتی کے طور پر استعمال کئے جا رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرون وسطیٰ سے انیسویں صدی کے ابتدائی حصے تک جو مغشوش سکے (Billon coins) یورپ کے ممالک میں رائج تھے، ان کی حد تک بھی، یہی بنیادی اصول اختیار کیا گیا تھا؛ یعنی، ان کی مقدار محدود ہونے کی وجہ سے ان کی ایک مصنوعی قدر مقرر کی گئی تھی۔ یہ سکے روزمرہ کے چھوٹے موٹے 269 لین دین میں استعمال کرنے کے لیے چھوٹی رقم کے ہوتے تھے، اور ان میں چاندی کا فی صد بہت ہی خفیف ہوتا تھا؛ بلکہ وہ زیادہ تر کھوٹ پر مشتمل ہوتے تھے، اور بادشاہوں اور روسا کی حرص و آز کی بنا پر جاری کئے جاتے تھے جو اپنے علاقوں میں اس طرح کی سکہ سازی کے ذریعے سے نفع حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایسے سکے بالعموم کثیر مقدار میں ڈھالے جاتے تھے؛ اور غلط و ناجائز طریقے پر جلب منفعت کی جاتی تھی۔ اس لحاظ سے اور دوسری متعدد صورتوں کے مثل انیسویں صدی میں طریق سکہ سازی میں عظیم اصلاحات عمل میں آئیں اور وہ اب تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔ اب کوئی سلطنت یا ریاست محض نفع کمانے کی خاطر ذیلی سکے، خواہ وہ نکل کے ہوں یا تانبے یا چاندی کے، جاری نہیں کرتی۔ منافع اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے لین دین کے لیے ایک سہل آلۂ مبادلہ بہم پہنچانے کے بہترین طریق کا لاحقہ ہے۔

ذیلی سکوں کو جاری کرنے کے ذیلی و فروعی قواعد مختلف ممالک میں مختلف ہیں۔ مقدار مضروب بعض اوقات فی کس آبادی کے حساب سے معین کی جاتی ہے: چنانچہ جرمنی میں سنہ ۱۹۱۰ء میں ذیلی سکے ۱۵ مارک (اور سابق میں ۱۰ مارک) فی کس آبادی کے حساب سے جاری کئے جاتے تھے؛ اور فرانس میں ۷ فرانک (سابق میں ۶ فرانک) فی کس آبادی کی شرح سے۔ برطانیہ میں کوئی معین حد نہیں قائم کی گئی ہے؛ بنک آف انگلینڈ ایسی مقداروں میں سکہ سازی کا انتظام کرتا ہے۔ جن کی تجربہ کی بنا پر ضرورت داعی ہوتی ہے؛ ریاستہائے متحدہ میں بھی کوئی حد معین نہیں ہے۔

ذیلی سکہ کی فرسودگی یا قدر کی تخفیف کو روکنے کے لیے عام طور سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ حکومت اپنے خزانوں میں خراب سکوں کو جب وہ مناسب مقداروں میں پیش کئے جائیں گے، قبول کر کے ان کی قدر قانونی یا مرقومہ قیمت کے لحاظ سے ان کے مبادلہ میں دوسرے سکے دیگی: مثلاً ریاستہائے متحدہ میں چاندی کے ذیلی سکے جب مجموعی حیثیت سے ۲۰ ڈالر کے پیش کئے جائیں تو اسی طریق پر مبادلہ کئے جاتے ہیں، اور جرمنی میں صرف اس صورت میں ان کا مبادلہ خزانوں وغیرہ میں کیا جاتا ہے، جبکہ ان کی مجموعی مقدار ۲۰۰ مارک ہو۔ علیٰ ہذا ان کو سرکاری قرضوں کی ادائی میں تحدید مقدار کے بغیر قبول کرنے سے یہی مقصد پورا ہوتا ہے: چنانچہ فرانس میں اسی طرح عمل ہوتا ہے۔



270

باب بست و یکم

فلزینیت (بسلسلہ سابق) چاندی کی علٰحدگی

(۱) حال حال تک فرانس اور دیگر ممالک میں دو معیاری طریق اس کا رجحان چاندی اور سونے کی اضافی قدر کو ثبات پذیر رکھنے کے بارے میں۔ چنانچہ فرانسیسی فلزینیت (۱۸۲۵ء تا ۱۸۷۳ء) کا یہی اثر و نتیجہ رونما ہوا۔ (۲) ۱۸۷۰ء کے بعد نئی صورت حالات ۱۸۷۳ء میں چاندی کی سکہ سازی رک گئی۔ اس کے بعد فرانس اور لاطینی اتحاد میں سونا معیاری زر ہو گیا۔ (۳) ریاستہائے متحدہ: ۱۸۷۳ء، ۱۸۷۸ء، ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۳ء کے قوانین؛ چاندی کے ڈالر اور چاندی کے صداقت نامے۔ (۴) برطانوی ہند میں ۱۸۹۳ء میں آزاد سکہ سازی کا انسداد۔ چاندی کی قیمت میں کمی (۵) آیا فلزینیت کو عام طور سے جاری کر دینے سے طلا و نقرہ کے مابین کوئی ثبات پذیر نسبت قائم کرنے میں مدد ملے گی؟۔ (۶) آیا فلزینیت یا دو فلزی طریق کو عام طور سے جاری کرنے سے قیمتیں ثبات پذیر ہوں گی؟

۱۔ ہم اب اولاً اس پر غور کریں گے کہ انیسویں صدی کے دوران میں سونے اور چاندی کا باہمی تعلق و تناسب کیا تھا، اس کے بعد ان مسلسل واقعات پر نظر ڈالیں گے جو بالآخر نظام زر سے چاندی کی علٰحدگی بلکہ اس کے اخراج اور مفرد معیار طلا کے عام طور سے اختیار کئے جانے پر منتج ہوئے۔

زر کا دو معیاری طریق یورپ میں متعدد صدیوں سے رائج تھا، اس کو ریاستہائے

باب ۲۱
فلزیت
چاندی کی
علیحدگی

متحدہ نے معمولی دو معیاری نظام کے طور پر ۱۷۹۲ء میں اپنے لیے منتخب کیا۔ گو فرانس نے ۱۸۰۳ء میں اعشاری نظام زر قائم کیا، لیکن جہاں تک معیار زر کا تعلق تھا وہاں تک یہی دو معیاری طریق اس سے پیشتر رائج رہا۔ یہ سچ ہے کہ انگلستان میں مفرد معیار طلا (جس کے ساتھ چاندی بطور ذیلی سکوں کے استعمال کی جاتی تھی) ۱۸۱۶ء میں قائم ہوا۔ انگلستان میں اٹھارویں صدی کے دوران میں معمولی دو معیاری طریق رائج رہا جس میں زیادہ تر سونا استعمال ہوتا تھا۔ مگر ۱۸۱۶ء میں معیار طلا باقاعدہ اور قطعی طور سے قائم ہو گیا۔ لیکن براعظم یورپ میں عام طور سے دو معیاری طریق ہی قائم رہا، اور فلزی زر کے ذخیرہ کا بیشتر حصہ بالعموم چاندی کے سکوں پر مشتمل تھا۔ البتہ فرانس ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں مروجہ زر کے ذخیرے میں سونا، گو جزو اعظم نہ تھا، پھر بھی چاندی کے سکوں کے ساتھ ساتھ ایک اہم آلۂ مبادلہ تھا۔ فرانس نے نپولین اعظم کے عہد حکومت کی مسلسل جنگوں کے اختتام پر خوش حالی کے دور میں قدم رکھا، اور اس کی مسلسل خوش حالی اور دونوں فلزات کے ذخیروں کی کثرت، زر کی تاریخ پر نصف صدی سے زائد مدت تک قوی اور اہم اثر ڈالتی رہی۔

یہ امر پہلے بیان کیا جا چکا ہے دو معیاری طریق کی موجودگی ہی سونے اور چاندی کی اضافی قدر کو مقررہ و منتخبہ نسبت کی جانب لے جاتی ہے۔ جب بیش قدر فلز کی رسد ٹکسال میں جانے لگتی ہے تو اس فلز کی اتنی ہی مقدار کھلے بازار سے ہٹ جاتی ہے۔ چنانچہ بازار میں اس کی قدر میں اضافہ کا میلان رونما ہوتا ہے، اور ٹکسال میں اس کی زیادتی قدر میں کمی ہو جاتی ہے؛ بلکہ جیسا کہ اغلب ہے، اس کی زیادتی قدر بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس، جب کم قدر فلز کی رسد پگھلائی جاتی ہے یا برآمد کی جاتی ہے تو یہ زائد مقدار بھی بازار میں آجاتی ہے۔ رسد کی یہ زیادتی اس کی قدر کو گھٹا دیتی ہے، اور بازاری شرح یا تناسب ٹکسالی شرح سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے ملک کے متعلق جہاں دو معیاری طریق قائم ہو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی حیثیت ایسے ملک کی ہوتی ہے جو چاندی اور سونے کی کسی مقدار کو جو پیش کی جا سکتی ہو اپنی ٹکسال کی مقررہ شرح (مثلاً ½ ۱۵ : ۱) سے خریدنے اور فروخت کرنے کے لیے تیار ہے۔ واقعتاً تو حرف بحرف ایسا نہیں ہوتا؛ یعنی ـــ ملک براہ راست غیر مسکوک چاندی اور سونا نہیں خریدا کرتا۔ لیکن اس ملک کی دونوں فلز کی آزاد سکہ سازی خریداری کے مساوی و معادل ہوتی ہے، اور

271

باب ۱۲ قانون ممیت چاندی کی ملکی

یہ بات اس وقت تک صادق آتی ہے جب تک کہ دونوں فلزات کی رسد گردش میں ہو اور ایک کی بجائے دوسری بطور بدل فی الواقع استعمال کی جائے۔ جب ان میں سے کوئی فلز دوسری فلز کو ایک مرتبہ رواج سے کاملاً ہٹا دیتی ہے تو یہ نتیجہ پھر ظاہر نہیں ہونے پاتا۔

پھر اسی قسم کا اثر و نتیجہ فرانس میں انیسویں صدی کے دوسرے ربع حصے کے دوران میں ظاہر ہوا؛ اور ربع ثالث میں یہ اثر بہت نمایاں طریقے سے ظاہر ہوا[1]۔ جب کبھی چاندی کی قیمت میں بحوالہ طلا تخفیف ہوئی چاندی فرانس کو بغرض تسکیک روانہ کی جاتی تھی، اور سونا فرانس سے باہر چلا جاتا تھا۔ جب چاندی کی قیمت بحوالہ طلا بڑھ جاتی تھی تو فرانس میں سونا بغرض تسکیک بھیجا جاتا تھا، اور چاندی ملک سے باہر چلی جاتی تھی گویا چاندی کی قیمت کی زیادتی بحوالہ طلا کے معنی یقیناً ادنیٰ بازاری شرح تناسب کے ہیں، اور اس کے برعکس چاندی کی قیمت کی کمی بحوالہ طلا کے معنی اعلیٰ بازاری شرح کے ہیں[2]۔ سنہ ۱۸۲۰ء تا سنہ ۱۸۵۰ء کے دور کے بیشتر حصے میں چاندی کی قیمت فرانسیسی شرح، یعنی ½۱۵ : ۱ کے معادل سے کسی قدر کم رہی۔ چنانچہ چاندی فرانس میں بکثرت درآمد کی جا رہی تھی؛ اور سونا برآمد ہو رہا تھا۔ اس زمانے میں فرانس کا زر زیادہ تر چاندی کے

272

[1] ۔ انیسویں صدی کا ربع اول بڑی حد تک بدنظمی کا دور تھا؛ علاوہ ازیں ہماری معلومات فرانس میں فلز کی درآمد و برآمد کے متعلق صرف سنہ ۱۸۲۲ء کے بعد سے صحیح ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے متن کی بحث کو ربع ثانی و ثالث تک محدود رکھا ہے۔

[2] ۔ اس تناسب کا تعلق چاندی کے عام مقررہ نرخ سے اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:-

شرح	خالص چاندی کی قیمت ریاستہائے متحدہ کے زر کے حوالے سے۔	چاندی کی سلاخ (جس میں خالص چاندی بقدر ۹۲۵ء ہوتی ہے) کی قیمت برطانوی سکہ میں۔
1:16	۱٫۲۹۱۹ ڈالر فی اونس	۵۸٫۹۳ پنس فی اونس
1:15½	۱٫۳۳۳۶ " "	۶۰٫۸۳ " "
1:15	۱٫۳۷۸۰ " "	۶۲٫۸۶ " "

باب ۲۱
فلزیت
چاندی کی
معطلی کی

سکوں پر مشتمل تھا؛ سونے کے سکوں کا تناسب زیادہ نہ تھا، اور اگر چاندی اس سے زیادہ مقدار میں استعمال ہوتی تو سونے کا اخراج نظام زر سے مکمل ہو گیا ہوتا۔ یہ حالت قریب قریب پیدا ہو چلی تھی مگر کامل طور سے نہیں۔ فرانس کی آبادی اور دولت بڑھ رہی تھی؛ چنانچہ اس کے فلزات کے ذخیرے میں کثیر خالص اضافے کے لیے بنیاد موجود تھی۔ اضافہ شدہ چاندی کا کثیر حصہ سونے کو خارج کئے بغیر، رائج اور جذب ہو گیا؛ گو سونے کی کثیر مقدار برآمد ہوئی، اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونا رواج سے غائب ہو جائے گا لیکن بالآخر ایسا نہیں ہوا۔

سنہ ۱۸۵۱ء کے بعد صورت حالات میں دفعتہً تبدیلی رونما ہوئی۔ دنیا کے بازاروں میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا سے نکلے ہوئے تازہ سونے کی عدیم النظیر رسد کی بھرمار شروع ہوئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی کی قیمت بڑھ گئی؛ اور سونے اور چاندی کی اضافی شرح گھٹ گئی۔ گویا اب فرانس میں تسکیک کی غرض سے بجائے چاندی کے سونا بھیجنا زیادہ فائدہ مند معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ فرانس میں سونا کثیر مقدار میں درآمد ہوا: مثلاً، سنہ ۱۸۵۱ء تا سنہ ۱۸۶۰ء کے عشرے ہی میں ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۳ فرانک (یعنی ۰۰۰،۰۰۰،۶۰۰ ڈالر) سے زائد قیمت کا سونا درآمد ہوا؛ اور اس کے بالمقابل چاندی کی کثیر مقدار بھی، اگرچہ وہ مذکورہ بالا مقدار کے کسی حال مساوی نہ تھی، برآمد ہوئی کیونکہ اس دور میں سابقہ دور کے مثل، فرانس میں فلزی زر کے ذخیرے میں کثیر اضافہ ہو گیا تھا؛ فرق صرف اس قدر تھا کہ اب جو اضافہ عمل میں آیا تھا، وہ سب کا سب سونے کی شکل میں تھا، اور ماقبل دور میں زیادہ تر چاندی کی شکل میں اضافہ ہوا تھا۔ فرانس سے جو چاندی استقلال کے ساتھ برآمد کی جا رہی تھی، اس کا اثر یہ ظاہر ہوا، کہ بازار میں غیر مسکوک چاندی کی قیمت بتدریج کم ہوتی گئی، اور اس طرح بازاری شرح ½۱۵ : ۱ کے قریب رہی؛ اگرچہ اب میلان ½۱۵ سے بڑھنے کی بجائے گھٹنے کی جانب زیادہ ہے۔

اس طرح فرانس میں سنہ ۱۸۵۱ء کے بعد کے متصل زمانے میں دو فلزی طریق کا جو دور دورہ رہا، اس کا عام اثر یہ ظاہر ہوا، کہ قیمتوں کی عام سطح اور سونے اور چاندی کی اضافی شرح دونوں ثبات پذیر رہیں۔ سونے کی تازہ پیداوار کے بیشتر حصے نے محض فرانس میں چاندی کو رواج سے ہٹا دیا، اور اس طرح خارج شدہ چاندی زیادہ تر

باب ۲۱
فلزیت چاندی کی علحدگی

مشرق کو برآمد کردی گئی؛ چنانچہ مشرق کو جتنی کثیر مقدار اس دفعہ روانہ کی گئی اس سے پیشتر کبھی روانہ نہیں کی گئی تھی۔ مگر یہاں چاندی کے انجذاب کا کوئی قابل لحاظ اثر قیمتوں پر نہیں پڑا۔ یہ بجا طور پر کہا گیا ہے کہ فرانس میں چاندی اور سونے کی آزاد سکہ سازی نے سونے کی قدر کی کمی کو روکنے میں ایسا ہی کام انجام دیا جیسا کہ ہوائی جہاز سے گرتے ہوئے آدمی کے لیے ہوائی چھتری۔ یہ سچ ہے کہ سونے کی قدر کسی حد تک ضرور گھٹ گئی، یعنی قیمتوں میں کسی حد تک ضرور اضافہ ہوا؛ لیکن اس کی رفتار اتنی سریع نہ تھی جتنی کہ فرانسیسی سکہ سازی کے اثر کے بغیر ہوتی۔

273

اس واقعہ کو دو فلزی طریق کے وکیل اپنے نظام کے فوائد کی تمثیل و توجیہ میں پیش کرتے ہیں اور بجا طور سے پیش کرتے ہیں۔ بعض نکتہ چینیوں کا خیال ہے کہ جہاں تک کہ چاندی اور سونے کی اضافی قدر کا تعلق ہے، نتیجہ کامیاب نہیں نکلا؛ اس لیے کہ بازاری شرح پوری طرح ثبات پذیر نہ تھی۔ بلکہ اس میں تغیرات ہوتے رہے۔ یعنی سنہ ۱۸۵۰ء سے قبل ۱:۱۵½ اسے کچھ بڑھنے اور سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد اس سے کچھ گھٹنے کی جانب میلان رہا۔ لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس قیمت پر جو ۱:۱۵½ کی شرح کے پوری طرح مساوی ہو، قطعی ثبات پذیری ممکن یا کسی معقول حد تک مناسب بھی تھی۔ فلزات کی باہمی قیمتوں کا ایک حد تک ثبات پذیر رہنا ہی کافی ہے۔ بین الاقوامی تجارت اور مبادلات خارجہ کے تغیر پذیر نشیب و فراز کے مطابق شرح میں کم و بیش تغیرات کا ہونا ناگزیر ہے؛ چنانچہ جب ہم آگے چل کر مبادلات خارجہ کی بحث شروع کریں گے تو ان امور کی توضیح ہو جائے گی۔ فی الجملہ فلزیت کے وکیل فرانس کے تجربہ کو، خاص کر سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد کے زمانے کی حالت کو، اپنے نظام کی موافقت میں بطور توجیہ پیش کر سکتے ہیں۔

۲۔ انیسویں صدی کے آخری حصے میں ایک اور تبدیلی رونما ہوئی جو اگرچہ ایسی سریع اور فوری نہ تھی جیسی کہ سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد ظاہر ہوئی، لیکن اس سے کچھ کم غیر متوقعہ نہ تھی۔ تقریباً سنہ ۱۸۹۰ء میں سونے کی پیداوار اپنی انتہائی مقدار تک پہنچ گئی تھی، اور اس کے بعد یہ سطح بمشکل برقرار رہی۔ بایں ہمہ جو نئی رسد درآمد ہوتی رہی اس کی مقدار سنہ ۱۸۵۰ء سے قبل کے کسی زمانہ کی نسبت بہت زیادہ ہی تھی؛ فرق صرف

باب ۲۱ طلائی معیار کی طرف منتقلی

اس قدر تھا کہ اب یہ رسد ایک بڑے رقبے پر پھیل گئی تھی، اور زائد رسد کے مقابلے میں اشیا کی مقدار میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ مہذب دنیا میں ہر طرف صنعتیں سرعت کے ساتھ روز افزوں وسعت حاصل کر رہی تھیں، اور زر کی طلب بحیثیت مجموعی رسد کے قدم بہ قدم چل رہی تھی۔ دوسری طرف چاندی کی پیداوار میں ایک تبدیلی شروع ہوئی۔ ریاستہائے متحدہ میں چاندی کی بڑی بڑی کانیں دریافت ہوئیں اور چاندی کی کان کنی کی پیدا آوری کے اضافہ کا یہ آغاز ایسا ہی نمایاں تھا جیسا کہ سونے کی کان کنی کے بارے میں رہا تھا۔ تقریباً ۱۸۶۵ء میں بازار میں چاندی کی قیمت کچھ گھٹ گئی، اس زمانے میں فرانس سے چاندی کی برآمد رک گئی اور کچھ چاندی درآمد ہوئی۔ چنانچہ چند سالوں تک بازاری قیمت، ½۱۵ : ۱ کی شرح کے تقریباً بالکل مساوی تھی۔ اس کے بعد ۱۸۷۳ء میں اس میں سریع تخفیف ہوئی، وہ ۱۶ : ۱ کی شرح کے مساوی ہو گئی، اور اب برعکس نقل پذیری شروع ہوئی، یعنی، سونا کثیر مقدار میں فرانس سے برآمد ہونے لگا، اور چاندی کی درآمد شروع ہو گئی۔ 274

یہ الٹ پلٹ ناموافق ثابت ہوئی؛ اس لیے کہ سونا، معقول یا غیر معقول طریقہ پر مرجح فلز خیال کیا جانے لگا تھا۔ سب سے بڑے صنعتی ملک یعنی انگلستان میں، سونے کا بکثرت رواج، اس ترجیح کا سب سے بڑا سبب تھا۔ چنانچہ جب جرمانی سلطنت نے ۱۸۷۱ء میں اپنے نظام زر کو از سر نو منظم کر کے ہمیشہ کے لیے معیار طلا کو اختیار کر لیا تو اس پر زیادہ تر انگلستان کی مثال کا زبردست اثر پڑا تھا۔ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۵۳ء کے بعد سے سکہ سازی تقریباً طلائی بنیاد ہی پر تھی۔ ۱۸۷۳ء میں فرانس نے سونے کو باہر جانے سے روکنے کے لیے چاندی کی آزاد سکہ سازی روک دی: اس تدبیر کے اختیار کرنے کی حد تک فرانس نے تنہا کارروائی نہیں کی، دوسرے ممالک کی مشارکت سے اس نے ۱۸۶۵ء میں ایک اتحاد قائم کر لیا تھا جس کو "لاطینی اتحاد" کہتے ہیں؛ اس کے دوسرے ارکان بلجیم، سوئٹزرلینڈ، اٹلی اور یونان تھے[1]۔

[1] یونان ۱۸۶۸ء میں اس اتحاد میں شریک ہوا۔ اسپین نے فرانک کا نظام اختیار کر لیا، مگر وہ اس اتحاد میں شریک نہ ہوا۔ یونان اور اٹلی اگرچہ رکن تھے، لیکن دوسرے ملکوں کے مقابلے میں وہ کم اہمیت رکھتے

باب ۲۱ فلزیمنیت چاندی کی فلزیت گی

لاطینی اتحاد کا اساسی مقصد سکہ سازی کا یکساں اعشاری نظام قائم کرنا تھا جو فرانسیسی فرانک پر مبنی ہو۔ کامل دو فلزی طریق بھی اختیار کر لیا گیا، جس میں دونوں فلز کی آزادانہ سکہ سازی ۱/۲ ۱۵ : ۱ کی شرح سے عمل میں آتی تھی؛ اور اس کے بعد سکہ سازی اور ٹکسال کے قواعد وضع کرنے میں ان سب ممالک کو مشترکہ عمل اختیار کرنا پڑا۔ اس انجمن یا اتحاد کے ارکان میں صنعتی و سیاسی دونوں حیثیتوں سے، فرانس اہم ترین قوت تھی۔ لاطینی اتحاد کی بوقلمون اور دلچسپ سرگزشت کے متعلق کچھ کہنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے؛ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اس نے معقول اعشاری نظام کی توسیع و ترقی کے سلسلے میں مفید کام انجام دیا۔ لیکن اس میں ایک نقص بھی تھا، اور وہ یہ کہ اس اتحاد کے شرکا کے مابین بہت کچھ مخالفتیں پیدا ہوگئیں۔ قطعی تدابیر ۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۸ء میں اختیار کی گئیں؛ اس وقت آزاد سکہ سازی موقوف ہوگئی، گو چاندی کی سکہ سازی کلیتہً موقوف نہ ہوئی۔ ۱۸۷۳ء میں فرانس نے ابتداءً تنہا یہ پالیسی اختیار کی کہ ٹکسال میں مضروب ہونے والے پنج فرانکی سکوں (یعنی کامل زر قانونی بہ شکل نقرہ) کی مقدار محدود و معین کر دی؛ علیٰ ہذا بلجیم نے بھی ۱۸۷۳ء میں تنہا عمل کر کے اپنے ہاں اسی قسم کی تحدید عائد کر دی۔ ۱۸۷۴ء میں لاطینی اتحاد نے ایک خاص معاہدہ کے ذریعے سے جملہ ارکان کے لیے یہی پالیسی تجویز کی؛ چنانچہ ٹکسال میں مضروب کیے جانے والے پنج فرانکی سکوں کی مجموعی مقدار ان کے درمیان ایک خاص نسبت سے تقسیم کر دی جاتی تھی۔ یہ تحدید بالآخر ان سکوں کے چلن کی کامل موقوفی کی شکل میں منتج ہوئی؛ ۱۸۷۸ء میں پنج فرانکی سکوں کی ڈھلائی روک دی گئی، اور اس کے بعد ان کی پھر کبھی تجدید نہ ہوئی؛ اس طرح فلزیمنیت کا خاتمہ ہوگیا۔ 275

چاندی کی سکہ سازی کی موقوفی کے بعد بھی ان ملکوں میں زر کی گردش کی حالت بظاہر دو فلزی طریق کی حالت سے مختلف نہ تھی؛ بایں ہمہ اساسی بنیادوں کے لحاظ سے وہ بہت مختلف تھی۔ سونے اور چاندی کے سکے دونوں ساتھ ساتھ رائج رہے، اور ٹکسال میں ان کی جو اضافی قدر مقرر کر دی گئی تھی وہ بحال خود قائم رہی۔ چاندی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- تھے؛ اس لیے کہ ان کا زر، اس کل زمانے میں جبکہ چاندی کی سکہ سازی کے متعلق کارروائی زیر غور تھی، کاغذی بنیاد پر تھا: زر کاغذ کے بارے میں دیکھو باب ۲۲۔

باب ۲۱ فلزیت چاندی کی علحدگی

پانچ فرانک کے ٹکڑے ذیلی سکے نہ تھے، بلکہ قرضوں اور مطالبات کی ادائی میں وہ غیر محدود زرقانونی تھے؛ بایں ہمہ بعض اہم اعتبارات سے وہ مثل ذیلی سکوں کے رائج تھے۔ ان کی آزاد سکہ سازی اب موقوف ہوچکی تھی؛ اور ان کی ذاتی یا فلزی قدر اب اس سے مختلف تھی جو ان کو بطور سکوں کے حاصل رہی؛ چنانچہ غیر مسکوک چاندی کی قیمت مسلسل گھٹتی گئی۔ اگر چاندی کی آزاد سکہ سازی فرانس اور لاطینی اتحاد میں قائم رہتی، تو ان ملکوں کی ٹکسالوں میں چاندی کثیر مقدار میں بغرض تشکیک پیش ہوتی۔ لیکن اب یہ صورت باقی نہ رہی تھی اور اس کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ آزاد سکہ سازی اس وقت صرف طلا کی ہو رہی تھی۔ ہر ملک بلکہ تمام شریک اتحاد ملکوں کے اندر مطالبات کی ادائی کے لیے سونا جس خوبی سے کام انجام دیتا تھا، اتنی ہی خوبی سے چاندی کے رہے سہے سکے بھی انجام دیتے تھے؛ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سب یکساں شکل، فلز اور وزن کے تھے۔ وہ اس وقت بھی غیر محدود زرقانونی تھے (اور اب بھی ہیں)، اور حکومت محصولات اور دیگر واجب الادا رقوم ان کی شکل میں غیر محدود طریقے پر قبول کرتی تھی؛ اور دوسری طرف سونے کے سکے بھی کثیر مقدار میں رائج تھے۔ چاندی کے سکوں کے علاوہ سونے کے سکوں کو رواج میں رکھنا پڑا۔ اگر مروجہ زر صرف چاندی کے سکوں پر مشتمل ہوتا تو اس کی محدود و معین مقدار قیمتوں کو کم کرنے کا سبب ہوتی؛ اس کی وجہ سے درآمد میں بھی تخفیف ہوجاتی اور برآمد بڑھ جاتی؛ زر کی درآمد شروع ہوجاتی؛ اور یہ زر اس وقت صرف سونا ہوتا۔[1] چاندی کے پنج فرانکی سکوں کی قدر، ذیلی سکوں کے مثل، ان کی مقدار کی تحدید کے ذریعہ سے مصنوعی طریقہ سے مقرر کی گئی تھی؛ اور ان کی قدر آزادانہ طور سے مسکوک طلا کی قدر کے مطابق تھی۔

اس نظام کو، جو کسی باقاعدہ تجویز کی بنا پر قائم نہیں کیا گیا، بلکہ یکے بعد دیگرے متعدد تجربات کے سلسلے میں وجود میں آگیا تھا "معیار لنگ" Limping Standard 276 کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چاندی کا سکہ، اگرچہ اس کی فلزی قدر سونے کے مقابلے میں کم ہے

[1] اس استدلال کو کسی قدر قبل از وقت استعمال کیا گیا، اس لیے کہ تجارت بین الاقوام کے عمل کے سلسلے میں اس کی بحث متعاقب آئے گی؛ لیکن تجارت بین الاقوام کے نظریے کا یہ جزو اس قدر سادہ ہے کہ اس کا مفہوم و تعلق بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے: دیکھو باب ۳۲۔

باب ۲۱
فلزیت چاندی کی غلطی

سونے کے سکے کے ساتھ ساتھ رائج ہے، اس کو اس کے قوی تر رفیق کے ساتھ وابستہ کرکے مساوات جس طرح برقرار رکھی گئی، اسی کے لحاظ سے اس کا رواج قائم ہے۔ چنانچہ دوسرے ملکوں میں بھی اسی طرح کی صورت حال رونما ہوئی ہے، جو ایک حد تک ارادی عمل کا نتیجہ ہے، اور ایک حد تک اسی طریقے سے بلا ارادہ رونما ہوگئی ہے جیسا کہ لاطینی اتحاد میں 'معیار لنگ' اس معیار کو قائم کرنے کے خیال کے بغیر رونما ہوگیا۔

۱۳۔ ریاستہائے متحدہ میں فرانس کے بعینہ مماثل صورت حال پیدا ہوئی، اور اس صورت میں بھی ارادی طور پر کوئی تدابیر اختیار نہیں کی گئیں، بلکہ یہ صورت حال محض یکے بعد دیگرے مسلسل ترمیموں اور ادھوری اصلاحوں کا نتیجہ تھی۔ ان واقعات کی تاریخ اس وقت تک پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک کہ قیمتوں کے تغیرات اور زر کاغذی پر بحث نہ کرلی جائے۔ جہاں تک چاندی کی صورت حال کا تعلق ہے، وہاں تک اہم واقعات کو مجملاً بیان کردینا کافی ہوگا۔

۱۸۷۳ء میں چاندی کے ڈالروں (جو کامل زر قانونی تھے اور آزادانہ طور سے ڈھالے جاتے تھے) کی سکہ سازی ریاستہائے متحدہ میں موقوف ہوگئی۔ نیز اسی سال فرانس نے آزادانہ سکہ سازی کو موقوف کردیا؛ لیکن ان دونوں واقعات کا ایک ساتھ وقوع پذیر ہونا ایک امر اتفاقی تھا۔ ۱۸۷۳ء میں ریاستہائے متحدہ میں صرف زر کاغذ، جو کم قدر اور نام نہاد "حکمی زر" تھا، رائج تھا۔ اگر کوئی فلز رائج ہوتی (اور بعض اہم اغراض کے لیے فلز ہی استعمال کی جاتی تھی، اگرچہ وہ عام طور سے رائج نہ تھی) تو وہ فلز سونا ہوتی۔ ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۷ء کے سکہ سازی کے تغیرات کے بعد، اور ۱۸۵۰ء میں سونے کی درآمد شروع ہونے کے بعد نظام زر کی اصل بنیاد صرف سونا تھا۔ فرضی یا برائے نام دو معیاری طریق کا وجود فراموش کردیا گیا تھا۔ ۱۸۷۳ء میں ملک کے سکہ سازی کے طریق کے متعلق آئین و قوانین کی جدید تشکیل و ترتیب عمل میں آئی، اور اس کو نہایت استوار بنیادوں پر قائم کیا گیا، اور اس سے یہ توقع تھی کہ زر کاغذی کا رواج بہت جلد موقوف ہوجائے گا، اور فلزی نظام دوبارہ قائم ہوجائے گا: چنانچہ یہ توقع ۱۸۷۹ء میں

باب ۱۲ فلزیت چاندی کی علیحدگی

بار آور ہوئی۔ زر کے متعلق جدید وضع آئین و قوانین میں چاندی کے ڈالر کو مروجہ سکوں کی فہرست سے خارج قرار دیا گیا؛ جس کے بعد دو فلزی طریق جو عملاً ایک مدت دراز سے متروک ہو چکا تھا، اب بذریعۂ قانون باقاعدہ طور سے کالعدم کر دیا گیا۔ اس تبدیلی کی طرف قدرتی طور سے بہت کم توجہ کی گئی؛ لیکن بعد کے سالوں میں جبکہ چاندی کو از سر نو رائج کرنے کے لیے سخت ہیجان پھیلا تو چاندی کے ڈالروں کی موقوفی کو بالعموم "۱۸۷۳ء کے جرم" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ کام پوشیدہ طور سے ایسے اشخاص کے ہاتھوں انجام پایا جن کے لیے معیار طلا کا قیام جاذبیت رکھتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ کام خاموشی کے ساتھ اس لیے انجام دیا گیا کہ کسی شخص کی نظر میں اس وقت اس کو اہمیت حاصل نہ تھی۔

277 ۱۸۷۳ء کے بعد کساد بازاری اور قیمتوں کی تخفیف کا دور شروع ہوا۔ ریاستہائے متحدہ میں ایک قومی جماعت نے اس تخفیف کو روکنے کی کوشش کی اور کسی ایسے آئین و قوانین کے وضع کرنے کو مستحسن قرار دیا جن کی رو سے مروجہ زر کی مقدار میں اضافہ ہو سکے[1]۔ اس طرح کامل دو فلزی طریق کو دوبارہ قائم کرنے، یعنی چاندی اور سونے کے سکوں کو دوبارہ آزادانہ طور سے مضروب کرنے کے طریق کو رائج کرنے کے متعلق تقریباً ایک نسل تک ہیجان پھیلا رہا۔ ۱۶ : ۱ کی قدیم شرح سے، اور ۱۸۷۳ء کے بعد، چاندی کی بازاری قیمت کے لحاظ سے، اس طریق کو رائج کرنے کے معنی محض چاندی کی تشکیک ہوتے؛ بایں ہمہ یہ تجویز، اگرچہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت جلد عملی شکل اختیار کر لے گی، کبھی عملی صورت میں نہیں آئی۔ ان دونوں تجاویز کے بین بین ایک تیسری تجویز اختیار کی گئی، اور وہ دو اہم تدابیر کا نفاذ تھا، جن میں سے ہر ایک میں بیش قدر نقرئی ڈالروں کی کثیر اگرچہ محدود مقدار کا انتظام کیا گیا۔

۱۸۷۸ء میں نام نہاد بلینڈ الای سن ایکٹ منظور ہوا جس کی رو سے حکومت کو

---

[1] یہاں جماعت سے مطلب کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے، چاندی کی سکہ سازی کے بارے میں ری پبلکن یا ڈیموکریٹ جماعتوں میں سے کسی بھی جماعت کا اصول غیر متناقض نہ تھا۔ جماعت نقرہ (Silver party) ان لوگوں پر مشتمل تھی جو چاندی کے وکیل تھے مگر دونوں سیاسی جماعتوں کے لوگ اس میں شریک تھے۔

باب ۲۱ طلائی حیثیت چاندی کی علیحدگی

ماہانہ کم از کم بیس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ ڈالر کی قیمت کی چاندی خریدنے کی اجازت دی گئی؛ اور حکومت کو مجاز کیا گیا کہ وہ قدیم وزن اور ترکیب (یعنی ۴۱۲½ گرین معیاری چاندی اور ۳۷۱¼ گرین کی خالص چاندی) کے مطابق ڈالر مسکوک کرے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قانون کے تحت صرف اقل مقدار یعنی بیس لاکھ ڈالر کی چاندی خریدی اور مضروب کی گئی۔ اس طرح بظاہر مسکوک ڈالروں کی تعداد بیس لاکھ ماہانہ سے زائد تھی۔ اگر چاندی کی قیمت اس زر کے حوالے سے جس سے حکومت چاندی خریدنے کا کام لیتی تھی (یہ زر سونا تھا جو ۱۸۷۹ء کے بعد سے عام طور سے اس غرض کے لیے استعمال کیا جاتا تھا) اتفاقاً کم ہوتی تھی، تو بیس لاکھ ڈالر کی مقررہ رقم سے زیادہ چاندی خریدی جا سکتی تھی، اور زیادہ تعداد میں ڈالر ڈھالے جا سکتے تھے؛ اگر یہ قیمت زیادہ ہوتی تو کم مقدار میں چاندی خریدی جا سکتی تھی اور اس طرح نسبتہً کم تعداد میں ڈالر ڈھالے جا سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۰ء کی درمیانی مدت میں جبکہ یہ قانون نافذ رہا پیداوار اوسطاً پچیس لاکھ مسکوک نقرئی ڈالر ماہانہ یا تین کروڑ سالانہ تھی۔ یہ ڈالر بعینہٖ فرانس کے پنج فرانکی سکوں کے مماثل تھے؛ یعنی بحیثیت سکے کے وہ بیش قدر، مقدار میں محدود، کامل زر قانونی اور مطالبات کی ادائی میں سونے کے مثل ہر لحاظ سے قابل قبول تھے۔

۱۸۹۰ء میں دوسرا قانون منظور ہوا، اور اس نے بھی چاندی کے سکوں کے اخراج اور چاندی کی آزاد سکہ سازی کے بین بین ایک تیسری حالت پیدا کر دی۔ اس پیچیدہ اور بدنصیب قانون کی تفصیلات پر بحث کرنے سے پیشتر، مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی زندگی کے تین سالوں کے دوران میں (وہ ۱۸۹۳ء میں منسوخ کر دیا گیا) حکومت نے اتنی چاندی خریدی جس سے ملک کے زر کی مجموعی رسد میں کم از کم ۰۰۰،۰۰۰،۲۱۸ نقرئی ڈالروں کا اضافہ ہوا۔ ۱۸۷۸ء کے قانون کے تحت کامل وصیم اعداد کی شکل میں اس طرح کے تقریباً ۰۰۰،۰۰۰،۳۵۲ ڈالر ڈھالے گئے تھے؛ اور جب سکہ سازی کا کام تھما تو معلوم ہوا کہ دارالضرب سے بحیثیت مجموعی بیش قدر چاندی کے ۵۷ کروڑ ڈالر ڈھالے اور ذخیرۂ آلۂ مبادلہ میں اضافہ کیے گئے تھے۔

278

چاندی کا حقیقی اور عملی رواج سکے کی شکل میں اتنی کثیر تعداد میں نہ ہوا تھا جتنا کہ

باب
زر بحیثیت
چاندی کے
علاوہ کی

نقرئی صداقت ناموں کی صورت میں۔ اس قسم کا زر کاغذ ایک قسم کا صداقت نامہ یا پروانہ تھا، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، جس میں اس امر کی تصدیق کی جاتی تھی کہ اتنے چاندی کے ڈالر (مثلاً حسب صراحت ایک، دو یا پانچ) سرکاری خزانے میں محفوظ ہیں؛ اور پیش کرنے والے یا حامل کو اتنے ہی ڈالر عندالطلب ادا کئے جائیں گے۔ چونکہ کاغذی بدلوں یا نائبوں کو کسی قدر بوجھل نقرئی ڈالروں کے مقابلے میں استعمال کرنے میں اکثر لوگوں کو بہت سہولت ہوتی تھی، اس لئے ان کے اجرا سے زائد زر کو رواج دینے میں بھی بہت بڑی سہولت پیدا ہو گئی۔

اس طرح ظاہر ہے کہ ریاستہائے متحدہ کی زر کی رسد میں لاکھوں اور کروڑوں کاغذی ڈالروں کا اضافہ کرنے، اور پھر اسی کے ساتھ ان کو سونے سے مساوی القدر رکھنے کا امکان اس واقعے پر منحصر تھا، کہ یہ ایک بڑا اور وسیع ملک ہے؛ اور نہ صرف ایک بڑا اور وسیع ملک ہے، بلکہ ایسا ملک بھی ہے، جس کا صنعتی کاروبار نہایت عظیم الشان رفتار سے ترقی کر رہا تھا۔ اس بیش قدر یا "اعتباری" زر کی مقداریں غیر معین اضافے کے معنی سونے کو بالآخر رواج سے خارج کر دینے کے ہوتے۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۳ء کے مابین، ۱۸۹۰ء کے قانون کے تحت اضافے کی رفتار اس قدر زیادہ تھی کہ سونے کا اخراج قریب الوقوع معلوم ہو رہا تھا؛ اور یہی امکان ۱۸۹۳ء کے صنعتی بحران کا اور اس قانون کی تنسیخ کا ایک سبب تھا۔ اس کے بعد کے سالوں میں ریاستہائے متحدہ کی آبادی، اس کے ذرائع، اور اس کی صنعتی پیداواریں گوناگون اور عظیم ترقی رونما ہوئی۔ علیٰ ہذا ان اشیا کی مقداریں بھی جو زر کے مبادلے میں پیش کی گئیں، بہت غیر معمولی اضافہ ظاہر ہوا۔ اسی بنا پر نہ صرف سونا، چاندی کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر ہی محفوظ رہا بلکہ مروجہ مقداریں بھی اضافہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ بیش قدر چاندی اپنے قوی تر رفیق، سونے، کے ساتھ ساتھ استعمال ہوتی رہی، اور مساوی قدر کے ساتھ برقرار رکھی گئی تھی؛ یہ بھی سونے کے مثل اچھی تھی۔[1]

---

[1] جنگ عظیم کے زمانے میں ان چاندی کے ڈالروں کا بیشتر حصہ، جو ریاستہائے متحدہ کے خزانے میں جاری کردہ نوٹوں کی بنیاد کے طور پر سرمایۂ محفوظ میں تھے، حکومت برطانیہ کو نقرئی حیثیت سے فروخت کیا گیا؛ چنانچہ

باب ۲۲ طلائی حیثیت چاندی کی معزولی ۲۷۹

۴ - ایک اور اہم واقعہ قابل ذکر باقی رہ جاتا ہے، اور یہ ان واقعات کے سلسلے کی آخری کڑی ہے، جن کی بنا پر چاندی زر کے لحاظ سے سابقہ اعلیٰ حیثیت سے محروم کردی گئی۔ سنہ ۱۸۹۳ء میں، یعنی ٹھیک اسی سال جبکہ ریاستہائے متحدہ نے ڈالروں کی تشکیل کی غرض سے چاندی کی خریدی روک دی، برطانوی ہندوستان میں آزاد سکہ سازی موقوف ہوگئی۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مشرق کو جو فلزات برآمد کئے جاتے تھے وہ زیادہ تر ہمیشہ چاندی کی شکل میں ہوتے تھے[۱]۔ برطانوی ہند جو مشرقی ممالک میں سب سے اہم حیثیت رکھتا ہے، اس چاندی سے آزادانہ طریق پر روپیہ ڈھالتا تھا (روپیہ میں جتنی چاندی ہوتی ہے وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ڈالر کا ⅓ حصہ ہوتی ہے)۔ چاندی کی قیمت میں مسلسل تخفیف کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت بدنظمی اور دشواریاں پیدا ہوگئیں[۲]۔ ایک طویل مدت تک صبر و انتظار کرنے کے بعد برطانوی حکومت ہند نے بالآخر یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہندوستان کی ٹکسالوں میں چاندی کی تشکیل روک دی۔ اس طرح ایک سال (سنہ ۱۸۹۳ء) میں چاندی کے دو سب سے بڑے بازار یعنی ریاستہائے متحدہ اور برطانوی ہند بند ہوگئے۔ اور یہ واقعہ فرانس کی ٹکسال کے تغیر عظیم شروع کرنے کے ٹھیک بیس سال بعد ظہور میں آیا۔

سنہ ۱۸۹۳ء میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چاندی کا لاً خارج ہو جائے گی۔ تقریباً ربع صدی تک چاندی کی پیداوار میں مسلسل اور تدریجی اضافہ ہوتا رہا۔ سنہ ۱۸۷۰ء سے قبل تک

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ:- برطانوی حکومت نے اس چاندی کو برطانوی ہند میں روپیہ کی شدید مانگ پوری کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اسی کے ساتھ ریاستہائے متحدہ میں اس کے بالمقابل نقروی صداقت ناموں کی سادی تعداد رواج سے ہٹائی گئی، اور ان کی بجائے فیڈرل ریزرو بنک کے نوٹوں کو خاص طور سے جاری کرکے کی گئی، جو انہی کے مماثل چھوٹی رقموں کے تھے۔ یہ کارروائی ایک شدید عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک عارضی و ہنگامی تدبیر تھی۔ جنگ کے بعد یہ تدابیر اختیار کیے گئے کہ چاندی خرید کر سابقہ کمی پوری کی گئی، از سر نو ڈھالے گئے نقروی صداقت نامے از سر نو جاری کئے گئے اور بنک کے نوٹوں کو جن کے جاری کرنے کی خاص طور سے اجازت دی گئی تھی واپس لے لیا گیا۔

[۱]۔ دیکھو باب ۱۸ فصل ۴۔

[۲]۔ دیکھو باب ۲۳ فصل ۵؛ اور باب ۳۲ فصل ۶۔

اسباب تنزل قیمت چاندی کی علیحدگی

کانوں سے سالانہ پیداوار تقریباً ۲۰،۰۰۰،۰۰۰ اونس ہوتی تھی، اور ۱۸۷۱ء کے بعد اس میں حسب ذیل اضافہ ہوا :-

اوسط سالانہ	پیداوار پانچ سالہ دور میں		ملین اونس
اوسط سالانہ	پیداوار پانچ سالہ دور میں	(از ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۵ء)	۶۳
"	"	(از ۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۰ء)	۷۹
"	"	(از ۱۸۸۱ء تا ۱۸۸۵ء)	۹۲
"	"	(از ۱۸۸۶ء تا ۱۸۹۰ء)	۱۰۹
"	"	(از ۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۵ء)	۱۵۸
"	"	(از ۱۸۹۶ء تا ۱۹۰۰ء)	۱۶۵
"	"	(از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۵ء)	۱۶۸

چاندی کی اتنی کثیر رسد کے بازار میں مسلسل آتے رہنے، اور اکثر ٹکسالوں کے آزاد سکہ سازی کے لیے بند ہو جانے کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ چاندی کی قیمت بتدریج اور مستقل طور سے گھٹتی گئی۔ گویا ریاستہائے متحدہ کے زر کے حوالے سے، چاندی کی قیمت، جو ۱۸۷۳ء میں ۱٫۲۹ ڈالر فی اونس تھی، ۱۸۹۲ء میں گھٹ کر ۰٫۹۰ ڈالر فی اونس ہو گئی۔ ۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۰ء کے قوانین کے تحت امریکا کے چاندی خریدنے کے باوجود قیمت کی یہ تخفیف نہ رک سکی، اگرچہ اس خریداری کا نتیجہ اتنا ضرور رہا کہ تخفیف کی رفتار کسی قدر سست پڑ گئی۔ ۱۸۹۳ء میں دو ملکوں یعنی ریاستہائے متحدہ اور برطانیہ ہند میں سکہ سازی موقوف ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیمت بسرعت گھٹ کر ۰٫۶۷ ڈالر فی اونس ہو گئی۔ ۱۸۹۴ء میں اس کا اوسط تقریباً ۰٫۶۴ ڈالر فی اونس رہا۔

280

۱۸۹۳ء سے لے کر جنگ عظیم کے زمانے تک چاندی کی حالت کیا بلحاظ قیمت اور کیا بلحاظ پیداوار بحیثیت مجموعی تقریباً وہی رہی جو ۱۸۹۳ء میں تھی: یعنی، سالانہ پیداوار میں کوئی کمی نہیں ہوئی؛ بلکہ ۱۹۰۶ء کے بعد اس میں قابل لحاظ اضافہ ہو گیا؛ اور قیمت ۰٫۶۰ ڈالر فی اونس کے قریب قریب رہی۔ اس قیمت پر چاندی اور سونے کی اضافی بازاری شرح تقریباً ۳۴ : ۱ ہوتی ہے؛ جس سے

باب ۲۱
فلزی حیثیت چاندی کی فلزی

یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاندی کے ڈالر میں خالص فلز کی مقدار پہلے کی نسبت نصف سے بھی کم ہوگئی تھی ۔ دوسرے الفاظ میں، سونے کے حوالے سے اس کی قیمت فلز کی حیثیت سے ۵۰ سنٹ سے بھی کم ہوگئی تھی ۔ اسی طرح فرانس کے پنج فرانکی سکوں کی قدر قانونی بہ نسبت فلزاتی قیمت کے بڑھی ہوئی تھی ۔ غرض سب بڑے بڑے ملکوں میں چاندی کی حیثیت دوسری معمولی اشیا کی سی ہوکر رہ گئی، اور اس کی قیمت میں بازار کے حالات کے مطابق تغیرات ہونے لگے ۔ حکومتیں، ذیلی سکہ ڈھالنے کی غرض سے کثیر مقدار میں چاندی خریدتی تھیں اور ان ذیلی سکوں کی طلب میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے؛ صنعتوں میں بھی چاندی کا استعمال روزافزوں بڑھتا رہا ۔ مشرق میں کثیر انجذاب کا سلسلہ اب تک جاری ہے، اور یہاں اس کو صرف سکہ سازی ہی کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ زیورات کے کام میں بھی لایا جاتا ہے؛ اور اندوختوں کی صورت میں بھی جمع کیا جاتا ہے ۔ اب یہ واقعہ کہ چاندی کی قیمت کی عظیم تخفیف کے باوجود اس کی پیداوار، کمی مقدار کے بغیر مسلسل کانوں سے نکلتی رہی، اس امر کو ظاہر کرتا تھا کہ اس زمانے میں اس کی رائجہ قیمت کے مقابلے میں اس کے اختتامی مصارف زیادہ نہ تھے ۔

اس طرح اب یہ بات واضح ہوجائے گی، جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا، کہ چاندی کی قدر، اس کے مصارف پیدائش سے اس تعلق سے مختلف تعلق کیوں رکھتی ہے جو گزشتہ صدیوں میں ان دونوں کے مابین رہا اور یہ تعلق سونے کی حالت سے کیوں مختلف ہے ۔ بات یہ ہے کہ چاندی کا آزادانہ استعمال زر کی حیثیت سے باقی نہیں رہا، اور جس طرح سونے کی ہر تازہ پیداوار سونے کے سکوں کی موجودہ کثیر مقدار میں ہر سال اضافہ کردیتی ہے، اس طرح چاندی کی سالانہ پیداوار زر کی مجموعی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں کرتی ۔ رہا یہ امر کہ ذیلی سکوں کی صورت میں آلۂ مبادلہ کی مجموعی مقدار میں کس قدر اضافہ عمل میں لایا جائے گا، اس کا مدار حکومتوں کی مرضی پر ہے کہ وہ کس قدر خریداری کرنا چاہتی ہیں ۔ نتیجہ یہ کہ کانوں کی پیداوار دوسری فلزات کے مثل کسی قیمت پر جو بازار میں اٹھے فروخت ہوجاتی ہے؛ گویا اس کی قیمت ایک حد تک اس کے اختتامی مصارف کی مطابقت کرتی ہے، اور ایک حد تک

باب ۲۱ نظریہ قیمت چاندی کی قلقلہ گی 281

اُنھی اختتامی مصارف کی بنا پر تعیین ہوتی ہے۔ معیار لنگ والے ملکوں کے موجود الوقت نقرئی سکوں کی قدر مصنوعی طریقے پر قائم رکھی گئی ہے؛ لیکن یہ مصنوعی قدر چاندی کی نئی اور تازہ پیداوار کی قدر پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔

۵۔ چاندی کے رواج سے خارج ہونے کے زمانے میں دو بالکل مختلف سوالات پیدا ہوئے: پہلا سوال یہ تھا کہ سونے اور چاندی کی کیا اضافی قیمت ہے اور یک فلزی اور دو فلزی نظام کا اس اضافی قیمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اور دوسرا سوال قیمتوں کی عام سطح سے متعلق یہ تھا کہ دو فلزی طریق اور یک فلزی طریق سے قیمتوں کی عام سطح پر کیا اثر پڑتا ہے؟ دو فلزی طریق کے وکیل یہ دعویٰ کرتے تھے کہ سونے اور چاندی کی اضافی شرح مبادلہ کو قائم و ثابت بنانے میں ان کے نظام کا مفید اثر پڑتا تھا، اور ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ قیمتوں کو ثبات پذیر بنانے میں دو فلزی طریق کا مفید اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ پہلے سوال کی حد تک غالبًا ان کا نقطہ خیال صحیح تھا؛ مگر دوسرے سوال کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک تاریخ کا فیصلہ بحیثیت مجموعی ان کے خلاف میں تھا۔

فرانس کی مثال دیکھ کر ہم بیان کر چکے ہیں کہ کامل فلزیت کی موجودگی، یعنی دونوں فلزوں کی آزادانہ سکہ سازی ہی دونوں فلزوں کی قدر کو اضافی شرح مبادلہ کے مطابق رکھتی ہے۔ اب فرض کرو کہ وہ صنعتی رقبہ جس پر کہ دو فلزی آزاد سکہ سازی کا طریق رائج ہوا ہے فرانس سے بہت بڑا ہے۔ یہ بھی فرض کر لو کہ نہ صرف فرانس اور لاطینی اتحاد کے ممالک بلکہ ان کے علاوہ انگلستان، جرمنی اور ریاستہائے متحدہ بھی فرانسیسی شرح یعنی ½۱۵ : ۱ کے مطابق سونے اور چاندی کے سکے آزادی کے ساتھ ڈھالنے لگیں۔ اب ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اور وسیع علاقوں سے سونے کا اخراج بہت دشوار، بلکہ تقریبًا ناممکن ہوگا۔ متذکرہ بالا ملکوں میں وہ سب ملک شامل ہیں جہاں چاندی کی قیمت کی عظیم تخفیف کے زمانے میں سونے کی آزاد سکہ سازی جاری تھی۔ اب اگر سونا خارج بھی کر دیا جاتا تو وہ جاتا کہاں؟ سونے کو ملک سے خارج کرنے کا سب سے سیدھا سادہ طریقہ برآمد ہے؛ لیکن اس طریقہ پر بہ مشکل عمل کیا جا سکتا تھا؛ اس لیے کہ ان ممالک کے سوا کوئی دوسرے بڑے ملک ایسے نہ تھے جہاں اس کی کثیر مقدار برآمد کی جا سکتی۔ یہ ممکن تھا کہ عام قیمتوں کا سریع اضافہ

باب ۲۱ — فلزیت، چاندی کی فلزیت

غالباً صنعتی صرف کو بڑھا دیتا؛ لیکن یہ عمل بھی طویل مدت کے بعد رونما ہوتا، اور بالآخر وہ بھی سب سونے کے صنعت و فنون میں انجذاب کے بہت پہلے ہی ختم ہو جاتا۔ علاوہ ازیں یہ ممکن تھا کہ عام قیمتوں کا اضافہ بظاہر سونے کی پیداوار کو روک دیتا؛ لیکن یہ بھی ایک سست رفتار اور غیر یقینی عمل ہوتا، اور اس کی مدت بھی اول الذکر صورت کے مثل، بہت جلد ختم ہو جاتی؛ یعنی، ایسے مقام پر جہاں ادنیٰ درجے کی کانوں کا کام رک جاتا۔ نتیجہ یہ کہ سونے کے سکوں کے ذخیرے کا استعمال بطور زر کسی بڑی تبدیلی کے بغیر باقی رہتا، بلکہ اغلب یہ ہے کہ سونے کے سکے چاندی کے سکوں کے ساتھ ساتھ رواج میں رہتے۔ یہ نتیجہ اس وجہ سے زیادہ ممکن ہوتا کہ اگر بڑھیا ملک

282

دو فلزی طریق کو مشترک شرح مبادلہ سے جاری کر لیتے تو اس کا قرینہ ہوتا کہ گھٹیا ملک بھی ان کی اتباع میں ان کے شریک ہو جاتے۔ بین الاقوامی فلزئیت، اگر کسی رکاوٹ یا استثنا کے بغیر اس کو بڑے بڑے ملک اختیار کر لیتے تو، متوقعہ مقصد کی تکمیل کر لیتا؛ یعنی، دونوں فلز ساتھ ساتھ بطور زر رائج ہو جاتے، اور ان کی بازاری قدر ٹکسالی شرح کے مطابق ہوتی۔

یہ نتیجہ ایک مکتہ شرط کے تابع ہے۔ اس کا مدار اس مفروضے پر ہے کہ عوام بالعموم اور تجارتی طبقہ خصوصاً حکومتوں کے نافذ کردہ قواعد و ضوابط کی پابندی کرے گا؛ ہر طرح چاندی قرضوں کے ادا کرنے میں زر قانونی بنائی جائیگی؛ اور اس لحاظ سے بطور زر استعمال ہونے کی اہم حیثیت سے طلا کے مساوی درجے کی قرار دی جائیگی۔ لیکن بظاہر رائے عامہ (یعنی عوام کے خیالات و رجحانات؛ اگر اس کو اس نام سے موسوم کیا جا سکے) چاندی کے استعمال کا بائیکاٹ کرے گی۔ جیسا کہ کاغذی زر کی سرگزشت کے سلسلے میں آگے چل کر بیان ہوگا[۱]، حکومت کے اس اقتدار و قوت کے لیے کہ وہ کسی خاص قسم کے زر کو بجبر استعمال کرا سکتی ہے، ایک حد ہوتی ہے۔ زر کو زر قانونی قرار دیدینے یا اس کو اس صفت سے متصف کر دینے سے وہ لازماً عام طور سے رواج نہیں پا جاتا؛ لیکن چاندی کے لیے یہاں جو خاص صورت فرض کی گئی ہے اس کے لحاظ سے یہ

---

[۱] دیکھو باب ۲۳ فصل ۱۔

باب ۔ فلزینیت چاندی کی علاحدگی

ممکن نہیں ہے کہ کوئی حکومت اپنے ان اختیارات کے حدود سے تجاوز کرے جن کے اندر رہ کر وہ زر کے استعمال پر اثر ڈال سکتی ہے۔ ۱۸۷۳ء تا ۱۸۹۳ء کے دوران میں چاندی دنیا کے اکثر و بیشتر حصوں میں مقبول عام زر کی شکل تھی، اور کسی جگہ اس کو ناپسند نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ میں اس کو قبولیت عامہ حاصل نہ تھی، اور اس کے خلاف برطانیہ عظمیٰ، ریاستہائے متحدہ اور جرمنی میں جو خیالات پھیلے ہوئے تھے ان کو دور کرنا اس کی کامل قبولیت عامہ کے لیے ضروری تھا؛ پھر بھی نئی صورت حالات کے قبول کر لیے جانے کے مقابلے میں جو رکاوٹیں تھیں وہ ایسی نہ تھیں جن سے عہدہ برآ ہونا مشکل یا ناممکن ہوتا۔

عالم معاشیات کے لیے اس قسم کا تجربہ بہت ہی دلچسپ ہوتا؛ لیکن بین الاقوامی فلزینیت کی راہ میں جو سیاسی موانع حائل تھے انھوں نے اس کو غیر ممکن بنا دیا۔ کوئی متحدہ معاہدہ طے کرنے کا کوئی موقع دستیاب نہ ہوا؛ برطانیہ اس معاہدے سے اتفاق کرنے کے لیے کبھی آمادہ نہ ہوا، صرف برطانوی ہند کو اس میں شریک کرنے کے لیے رضامند تھا؛ مگر اس سے فلزینی اتحاد[ف] کو کوئی تازہ قوت حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ برطانیہ عظمیٰ کی شرکت کے بغیر جرمنی اس اتحاد میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ تھا؛ اور ان دونوں ملکوں میں سے کسی ایک کی شرکت کے بغیر ریاستہائے متحدہ شریک ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ متحدہ فلزینیت کے تجربیدی امکانات خواہ کچھ ہی ہوں، تجویز کے عملی شکل اختیار کرنے کی توقع کبھی پوری نہ ہوئی۔

283

۶۔ رہا دوسرا سوال، جو دونوں فلزات کے مابین شرح کی ثبات پذیری کے متعلق تو نہیں بلکہ قیمتوں کی عام سطح کی ثبات پذیری کے متعلق پیدا ہوا، پہلے سوال سے بہت مختلف ہے ــــ اور یہ بظاہر بدرجہا زیادہ اہم سوال ہے۔ قوم کے لیے یہ معاملہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا (اگرچہ ممکن ہے کہ معدنیات کے مالکوں سے وہ بہت بڑی حد تک متعلق ہو) کہ آیا چاندی کا سونے سے مبادلہ ۱۵ : ۱ کی شرح

ف Bimetallic League

باب ۲۱ فلز ثنیت چاندی کی فلزیت

سے ہوتا ہے یا ۴۰ : ۱ کی شرح سے۔ لیکن یہ معاملہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ آیا قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے، یا تخفیف ہو رہی ہے، یا قیمتیں ثبات پذیر ہیں۔ ان میں سب سے پسندیدہ صورت حال یہ ہے کہ قیمتوں کو حتی الامکان ثبات پذیر رہنا چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ بین الاقوامی فلز ثنیت یہ نتیجہ کس حد تک پیدا کرے گی؟

اس سوال کے جواب کا دارومدار اس حد پر ہے جس حد تک کہ دونوں فلزات یعنی چاندی اور سونے کی مجموعی رسد متاثر ہو۔ ۱۸۹۰ء میں اس کا جواب بظاہر یقین کے ساتھ نہیں دیا جاسکتا تھا۔ اس زمانے میں سونے کی پیداوار تقریباً ایک ہی حالت پر قائم معلوم ہوتی تھی؛ اس کے برعکس چاندی کی پیداوار کی مقدار روز افزوں بڑھ رہی تھی، باوجود اس امر کے کہ اس کی قیمت میں بتدریج تخفیف ہو رہی تھی۔ فلز ثنیت کے مخالفین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر چاندی کی از سر نو آزاد سکہ سازی شروع کردی جائے تو چاندی کی پیداوار میں عظیم المقدار اضافہ ہو جائے گا؛ عصر جدید کے کان کنی کے طریقوں کے تحت ادنیٰ درجے کی چاندی کی کچ دھات کے کثیر ذخیرے وسیع رقبوں سے نکالے جاسکتے ہیں۔ محض کانوں کی دریافت یا تخمینی استحصال کا سوال ہی اصل سوال نہیں ہے، بلکہ اصلی سوال منافع کا ہے۔ اگر چاندی کی قیمت بڑھا کر ۱ ڈالر ۳۳ سنٹ فی اونس کردی جائے (جو ریاستہائے متحدہ کے سونے کے حوالے سے ½ ۱۵ : ۱ کی شرح کے بالمقابل قیمت ہے)، تو چاندی کے سیلاب در سیلاب آنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ فلز ثنیت کے مخالفین نے پیشین گوئی کی کہ زر کے ذخیرے میں اس قدر کثیر اضافہ ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے دس سال میں قیمتیں دو چند ہو جائیں گی؛ اس کے برعکس فلز ثنیت کے وکیل یہ کہتے تھے کہ پیداوار کا اضافہ کثیر نہ ہوگا، اور یہ کہ سونے کی پیداوار کی مقدار کے ایک حالت پر قائم رہنے یا گھٹنے کی صورت میں، اور اس حالت میں جبکہ فلزاتی زر کا مجموعی ذخیرہ وسیع رقبے پر پھیلایا جاسکتا ہو، قیمتوں میں تبدیلی بہت آہستہ واقع ہوگی؛ اور جس حد تک یہ تبدیلی وقوع پذیر ہوگی اس حد تک وہ بجائے مضر ہونے کے مفید ہی ہوگی۔

اس صورت حال کے امکانات کے متعلق جو کچھ شبہ کیا جا سکتا تھا (اور سنہ ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ یہ شبہ بہت بڑھ گیا تھا)، وہ ان حالات کی وجہ سے جو سنہ ۱۸۹۰ء کے بعد رونما ہوئے رفع ہوگیا! چنانچہ سونے کی سالانہ پیداوار کے عجیب و غریب اضافے کا حال بیان ہو چکا ہے۔ سونے کی رسد کی قلت کا خطرہ (یعنی ایسی قلت جو قیمتوں کو مسلسل گھٹاتی رہے) معدوم ہوگیا۔ اگر سونے کے مثل چاندی بھی آزادانہ طور سے قابل تسکیک رہتی تو دونوں فلزات کی مجموعی رسد میں بہت معقول شرح سے اضافہ ہوتا۔ سنہ ۱۸۹۳ء کے بعد سے چاندی کی قیمت میں مسلسل تخفیف ہوتے رہنے کے باوجود اس فلز کی پیداوار میں کوئی کمی نمودار نہیں ہوئی۔ اگر چاندی کی قیمت میں دو چند اضافہ ہوجاتا تو پیداوار کی مقدار یقیناً بہت سرعت سے بڑھتی، اور اس طرح فلزات کے ذخیرے میں معتد بہ اضافہ ہوجاتا۔ فلز بینیت، قیمتوں کی ثبات پذیری کی جانب رہبری نہ کرتی؛ بلکہ منفرد معیار طلا کے تحت قیمتیں جتنی ثبات پذیر ہوتیں اس سے بھی کم ثبات پذیری کی جانب رہبری کرتی، اور قیمتوں میں بہت سرعت کے ساتھ اضافہ ہونے لگتا۔ سونے کی پیداوار کے غیر معمولی اضافے نے چاندی از سرنو بحال کرنے کی تجاویز کا ایک غیر معین مدت تک کے لیے خاتمہ کر دیا۔ "



باب بست و دوم

قیمتوں کے تغیرات

(۱) انڈکس نمبروں کے ذریعے سے قیمت کے تغیرات کی پیمائش یا سادہ حسابی اوسط۔ ریاستہائے متحدہ کی قیمتوں سے تمثیل۔ (۲) وزن کردہ انڈکس نمبر۔ وسطی یا وسطانی برطانیہ ریاستہائے متحدہ امریکا کی قیمتوں سے تمثیل۔ (۳) قیمتوں کے تغیرات کے اثرات لین داروں اور دین داروں پر۔ (۴) خاص مسائل جن میں قیمتوں کے تغیرات آمدنی کے تغیرات سے مختلف ہوتے ہیں۔ (۵) تخیر پذیر قیمتیں خوشحالی میں اضافہ کرتی اور تقلیل پذیر قیمتیں مفلوک الحالی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ اجرت بحوالۂ زر کا دھیما اضافہ اور اس کے نتیجے کے طور پر آجروں کا نفع یا نقصان ہے۔ (۶) قیمتوں کے تغیرات کے ساتھ ساتھ شرح سود میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ اس متوازی تغیر کا باعث کوئی ارادی تنظیم نہیں ہے، بلکہ کسی حد تک کاروباری منافعہ پر قیمتوں کا اثر اور کسی حد تک قیمتوں کے تغیرات کے اسباب ہیں۔

۱۔ اس باب میں دو مسائل پر بحث کی جائے گی: اولاً یہ کہ اس امر کی پیمائش و تعیین کس طرح کی جائے کہ قیمتوں میں تغیرات ہوئے ہیں؟ دوسرے یہ کہ اس قسم کے تغیرات کے نتائج اچھے یا برے کیا ہیں؟ رہے ان تغیرات کے اسباب، تو سردست ان کی تفصیل بیان نہیں کی جائے گی۔

اگر سب قیمتیں ایک ساتھ گھٹیں اور بڑھیں تو قدر زر کے تغیرات کی پیمائش

۱۱۔ قیمتوں کے تغیرات

بہت آسان کام ہوگا۔ لیکن واقعاً کبھی ایسا ہوتا نہیں ہے۔ بعض اشیا کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو دوسری اشیا کی قیمتیں گھٹ جاتی ہیں۔ گاہ گاہ کسی عظیم اور سریع تغیر کے زمانے میں یہ بھی ہوتا ہے کہ تقریباً سب اشیا کی قیمتوں میں ایک ہی سمت میں تغیر واقع ہوتا ہے، مگر اس صورت میں بھی بعض اشیا کی قیمتوں میں دوسری اشیا کی قیمتوں کے مقابلے میں کم تر اضافہ یا تخفیف ہوتی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۶ء تا سنہ ۱۹۱۸ء میں ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں کے بڑھنے کا عام رجحان نمایاں طور سے پایا گیا؛ اکثر اشیا کی قیمتیں بہت سرعت سے اور بعض کی بہت اونچی سطح تک بڑھ گئیں۔ تاہم چند اشیا کی قیمتیں مائل بہ تخفیف تھیں۔ یہ افراط و تفریط روغن لیمو اور ایک جڑی بوٹی اسے ٹی فینے ٹائڈین[1] کی قیمتوں سے ظاہر ہوتی ہے؛ چنانچہ سنہ ۱۹۱۸ء میں روغن لیمو کی قیمت چند سال پیشتر کی قیمت کے مقابلے میں یک ثلث ہوگئی تھی اور اس کے برعکس مذکورہ بالا بوٹی کی قیمت جو ادویہ کے کام میں آتی ہے پہلے کے مقابلے میں پچاس گونہ بڑھ گئی[2] خواہ کسی مقررہ سمت میں قیمت کی تبدیلی کا معاملہ کتنا ہی واضح اور صاف کیوں نہ ہو، مظاہر کی پیچیدگی اس تبدیلی کی وسعت کی پیمائش کے کام میں دشواری پیدا کر دیتی ہے۔

286

قیمتوں کے عام رجحان کا مجمل و مختصر حال معلوم کرنے کے لیے انڈکس نمبروں سے کام لیا جاتا ہے۔ انڈکس نمبر کیا ہے اور وہ کس طرح مرتب کیا جاتا ہے اس کی تشریح مثال کے ذریعے سے بہترین طریق پر کی جاسکتی ہے۔ فرض کرو کہ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۰ء کو لوہے کی قیمت ۱۵ ڈالر فی ٹن، گیہوں کی قیمت ۱ ڈالر فی بشل، روئی کی قیمت ۱۰ سنٹ فی پونڈ اور اون کی قیمت ۴۰ سنٹ فی پونڈ تھی۔ ان قیمتوں کو "بنیادی قیمتیں" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد کے زمانے کی قیمتیں انھی کی نسبت سے بیان کی جاتی ہیں، اور اس نسبت کو عام طور سے بحساب فی صد بیان کیا جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک سال بعد یعنی

---

[1] acetiphenetidin

[2] میں نے یہ مثالیں نیز صفحہ ۲۸۷ انگریزی کی مندرجہ مثالیں ایک کتاب موسوم بہ "جنگ کے زمانے کی قیمتوں کی سرگزشت" سے اخذ کی ہیں جس کو پروفیسر ڈبلیو سی مچل نے مرتب کیا اور محکمۂ صنائع جنگ واشنگٹن نے شائع کیا۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو، ان چار اشیا کی قیمتیں علی الترتیب حسب ذیل ہو گئیں: لوہا ۲۰ ڈالر فی ٹن، گیہوں فی بشل ۱ ڈالر ۲۵ سنٹ، روئی فی پونڈ ۱۰ سنٹ اور اون ۳۶ سنٹ فی پونڈ پس حقیقی قیمتوں کو اور ان کی باہمی نسبت کے فی صد کو حسب ذیل طریقے پر بیان کیا جائے گا:۔

اشیا	۱۹۰۰ بنیادی قیمتیں	۱۰۰	۱۹۰۱ قیمت	بنیادی قیمت کا فی صد تناسب
لوہا	۱۵٫۰۰ ڈالر	۱۰۰	۲۰٫۰۰ ڈالر	۱۳۳
گیہوں	۱٫۰۰ "	۱۰۰	۱٫۲۵ "	۱۲۵
روئی	۰٫۱۰ "	۱۰۰	۰٫۱۰ "	۱۰۰
اون	۰٫۴۰ "	۱۰۰	۰٫۳۶ "	۹۰
میزان	×	۴۰۰	×	۴۴۸
اوسط (حسابی اوسط)	×	۱۰۰	×	۱۱۲

سنہ ۱۹۰۰ء کے لیے انڈکس نمبر ۴۰۰ تھا، اور سنہ ۱۹۰۱ء میں بڑھ کر ۴۴۸ ہو گیا۔ اگر حسابی اوسط میں تحلیل کر دیا جائے تو سنہ ۱۹۰۰ء کا انڈکس نمبر ۱۰۰ تھا؛ اور سنہ ۱۹۰۱ء کا انڈکس نمبر ۱۱۲ ہو گیا۔ بعض اوقات انڈکس نمبر پہلی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، یعنی معمولی حسابی جمع کا طریق استعمال کیا جاتا ہے؛ مثلاً رسالہ "لندن اکنامسٹ" کے مشہور انڈکس نمبر اسی طریق پر مرتب کئے جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں اعداد کا اوسط نکال لیا جاتا ہے۔ لیکن بنیادی اوسط یقیناً ہمیشہ ۱۰۰ ہوتا ہے؛ اور اسی طرح اس کے بعد کے کسی دوسرے سال کا اوسط اس بنیادی اوسط کے فیصد تناسب کو پیش کرتا ہے۔ مذکورۂ بالا مثال میں انڈکس نمبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیمتوں میں ۱۲ فی صد اضافہ ہوا؛ بلکہ، جیسا کہ لفظ "انڈکس" (مظہر) کے معنی ہیں، انڈکس نمبر ۱۲ فی صدی کی حد تک اضافہ ظاہر کرتا ہے۔

اب اگر چار اشیا کے بجائے ۵۰ یا ۱۰۰ اشیا کے ساتھ اس طریق پر عمل کیا جائے تو ہمیں قابل اعتماد طریقے پر قیمتوں کی عام تبدیلی کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر

287

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات 287

کثیر التعداد اشیا کا مجموعی نتیجہ انڈکس نمبر میں ۱۰ یا ۲۰ فی صد کا اضافہ ظاہر کرے تو یہ امر بڑی حد تک یقینی ہے کہ اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس اضافہ کا سبب یہ واقعہ ہو سکتا ہے کہ اشیا کی نصف تعداد کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہوا اور بقیہ نصف اشیا کی قیمتیں گھٹ گئیں، اگرچہ بہت اعتدال کے ساتھ؛ لیکن حقیقی تغیرات کی جانچ، خواہ سرسری طور سے ہی کہی، ان صورتوں میں جہاں کسی انڈکس نمبر میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے تقریباً ہمیشہ یہ بتلا دیتی ہے کہ اکثر اشیا کی قیمتیں ظاہر کردہ طریق پر ایک ہی سمت میں بڑھی ہیں۔ اس لحاظ سے انڈکس نمبر محض ایک واقعہ بیان کرتا ہے، اور وہ یہ کہ بحیثیت مجموعی قیمتوں میں ایک سمت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

مثلاً: ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے پیشتر کے متصل سالوں کے دوران میں اور خود زمانہ جنگ میں ریاستہائے متحدہ کی تھوک فروشی کی قیمتوں کے انڈکس نمبر، جو مذکورۂ بالا طریق پر مرتب کیے گئے تھے حسب ذیل تھے:-

یکم جولائی ۱۹۱۳ء تا ۳۰ جون ۱۹۱۴ء (بنیادی قیمت)	۱۰۰
۱۹۱۳ء	۱۰۱
۱۹۱۴ء	۹۹
۱۹۱۵ء	۱۰۲
۱۹۱۶ء	۱۲۶
۱۹۱۷ء	۱۷۵
۱۹۱۸ء	۱۹۶

اس مثال سے قیمتوں کا سریع اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، کہ چند اشیا کی قیمتیں حقیقتاً گھٹ گئیں۔ پھر بھی ایسی اشیا، اشیا کی مجموعی تعداد کے مقابلے میں دو فی صد سے زیادہ نہ تھیں۔ ان کم و بیش قابل نظر انداز مستثنیات کی موجودگی میں، ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۵ء کے زمانے کی نسبت ۱۹۱۸ء میں سب اشیا زیادہ قیمت سے فروخت ہوئیں۔ گو قیمتوں کی زیادتی کا رجحان واضح و نمایاں تھا، لیکن پھر بھی تغیر یکسانیت کے ساتھ واقع نہیں ہوا۔ قیمتوں کے

اضافے کی حد کے مطابق ان اشیا کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے سے ہم ۱۹۱۸ء میں حسب ذیل حالت پاتے ہیں :-

اشیا کے	فی صد حصے کی قیمتیں	
اشیا کے	۹ فی صد حصے کی قیمتیں	۱۳۰ اور ۱۴۹ کے مابین تھیں
〃	۱۵ 〃	۱۵۰ اور ۱۶۹ 〃
〃	۱۵ 〃	۱۷۰ اور ۱۸۹ 〃
〃	۱۱٫۵ 〃	۱۹۰ اور ۲۰۹ 〃
〃	۹٫۵ 〃	۲۱۰ اور ۲۲۹ 〃
〃	۷٫۰ 〃	۲۳۰ اور ۲۴۹ 〃
〃	۶۷٫۰ 〃	۱۳۰ اور ۲۴۹ 〃
〃	۱۰٫۳ 〃	۱۳۰ سے کم تھیں
〃	۲۲٫۶ 〃	۲۵۰ یا اس سے بھی زیادہ تھیں

288

دوسرے الفاظ میں، اشیا کا دوثلث حصہ ۳۰ فی صد تا ۱۵۰ فی صد زیادہ قیمتوں پر فروخت ہوا - یہ تبدیلی، اگرچہ بے حد تلون و تنوع اور بے قاعدگی ظاہر کرتی تھی، تقریباً عام تھی - انڈکس نمبر، جس سے ۹۰ فی صد اضافہ یا قیمتوں کی تقریباً مضاعف حالت ظاہر ہوتی ہے، ایک ایسے تغیر کو مجملاً ظاہر کرتا ہے جو بہت عظیم اور سریع، اور پھر بھی بہت زیادہ پیچیدہ تھا -

۲ - چونکہ حسابی اوسط (Arithmetical mean) پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ بھونڈا اور ناکافی ہے، لہذا انڈکس نمبر مرتب کرنے کے دوسرے طریقے تجویز کیے گئے ہیں - ان میں سے بعض مجوزہ ترمیمات کو یہاں مختصراً بیان کر دینا اور سہل و سادہ طریق کے فوائد کو دوسرے پیچیدہ تر طریقوں کے نتائج سے بذریعہ مقابلہ جانچنا بے موقع و نامناسب نہ ہوگا -

ہندسی اوسط کی خاص طور سے وکالت و حمایت کی جاتی ہے، اور بعض اوقات دوسرے ریاضی اوسطوں کی بھی سفارش کی جاتی ہے - ہندسی اوسط کے متعلق نہایت

قیمتوں کے تغیرات

وثوق و صداقت کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا استعمال اس مغالطہ انگیز و گمراہ کن اثر کو زائل یا رفع کر دے گا جو کسی منفرد شے کی قیمت کے غیر معمولی تغیرات سے انڈکس نمبر پر پڑ سکتا ہے۔ لوکارتم[1] کے استعمال کے ذریعے سے ہندسی اوسط بآسانی مرتب کیا جا سکتا ہے؛ اور وہ "صحیح اوسط" ہونے کا اتنا ہی استحقاق رکھتا ہے جتنا کہ حسابی اوسط۔

دوسری تجویز طریق "وسطی" یا وسطانی (median) کے استعمال کے بارے میں ہے۔ اس طریق میں انڈکس نمبر "اوسط" کے طریق پر مرتب نہیں کیئے جاتے بلکہ متوسط نقطوں کو معلوم کرکے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی سال متعدد اشیا کی قیمتوں کو اسی طرح دوسرے طریقوں کے یکساں بنیاد میں تحلیل کرنے کے بعد عددی ترتیب کے لحاظ سے اکھٹا کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس عدد کو معلوم کیا جاتا ہے جو اس سلسلے کے درمیان واقع ہے؛ اور یہ عدد وہی ہوتا ہے جس کی ہر دو جانب قیمتوں کی مساوی تعداد درج ہوتی ہے۔ مختلف قسموں کے مشاہدات کے لیے ماہران اعداد و شمار اس طریق "وسطی" کو کم از کم اتنا ہی اہم خیال کرتے ہیں جتنا کہ کوئی اوسط ہو سکتا ہے؛ اور اگرچہ "وسطی" طریق نسبتہً غیر مقبول ہے، لیکن اس کا استعمال آسان ہے۔ "ہندسی اوسط" کسی ایک شے یا بہت ہی چند اشیا کی اعلیٰ ترین یا ادنیٰ ترین قیمت کا ناواجب اثر انڈکس نمبر پر پڑنے کا جس حد تک انسداد کرتا ہے اس سے زیادہ "وسطی" طریق کرتا ہے۔[2]

---

[1] (Logarithms)

[2] مثلاً اگر اشیا کی قیمتیں، ان کی بنیادی قیمت کے لحاظ سے محلول ہونے کے بعد سلسلہ وار حسب ذیل ہوں ـــــ

۸۶	۱۰۲
۹۰	۱۰۶
۹۴	۱۱۰
۹۷	۱۲۰
۱۰۰	

تو ان اعداد کا "وسطی" ۱۰۰ ہوگا۔ اگر آخری عدد بجائے ۱۲۰ کے ۱۵۰ ہو تو اس صورت میں بھی "وسطی" ۱۰۰ ہی ہوگا۔ اب چونکہ اعداد کا یہ سلسلہ طاق عددوں پر مشتمل ہے اس لیے "وسطی" عدد بہر حال میں درمیانی عدد ہوگا۔ اگر جملہ اعداد بجائے طاق کے جفت ہوں تو "وسطی" عدد درمیانی دو عددوں کے بیچ کا عدد ہوگا، اور اس اعتبار سے وہ غیر معین ہی ہوگا لیکن ایسی صورتوں میں جبکہ متعدد اعداد موجود ہوں، جیسا کہ اشیا کی قیمتوں کے بارے میں ہوتا ہے "وسطی" بہ آسانی اور صحیح طریق پر دریافت ہو سکتا ہے۔ "وسطانی" اور "حسابی اوسط" کے فرق و اختلاف کی مثال کے لیے دیکھو باب ۱۴، صفحہ ۲۱۲۔

باب ۲ قیمتوں کے تغیرات 289

اس سے بالکلیہ مختلف "حسابی اوسط" (Arithmetic mean) کے سیدھے سادے طریق کی مرممہ شکل ہے، جس میں مختلف اشیا کی نسبتی یا اضافی اہمیت کو محسوب وملحوظ رکھا جاتا ہے؛ یا جس کو اصطلاحی زبان میں اشیا کا "وزن کرنا" کہا جاتا ہے۔ مثلاً گیہوں کی قیمت کی تبدیلی اون کی قیمت کی تبدیلی کے مقابلے میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اگر گیہوں کی قیمت بڑھ کر دو چند ہو جائے تو کسی مقررہ آمدنی کی قوتِ خرید پر اس کا بہت گہرا اثر پڑے گا؛ اگر اون کی قیمت دو چند ہو جائے تو مقررہ آمدنی کی قوت خرید پر اس کا بہت کم اثر پڑے گا۔ انڈکس نمبر کی ترتیب میں مختلف اشیا کی اہمیت کے مختلف مدارج کا لحاظ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اشیا کو ان کے صرف کے تناسب سے وزن دیا جائے۔ اگر قوم بحیثیت مجموعی اپنی آمدنی میں سے بمقابلہ اون کے گیہوں پر چوگنی رقم صرف کرتی ہو تو گیہوں کو اس طرح شمار و محسوب کیا جا سکتا ہے کہ گویا وہ چار اشیا ہیں اور اون ایک ہی شے شمار کیا جائے گا۔ اگر اون کے مقابلے میں سوت پر دگنی رقم خرچ کی جائے تو سوت کو دو اشیا محسوب کیا جا سکتا ہے؛ علیٰ ہذا القیاس اسی کے مماثل مفروضے کی بنیاد پر لوہے کو تین اشیا شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ابتدائی مثال میں جو قیمتیں درج کی گئی تھیں ان سے حسب ذیل انڈکس نمبر مرتب ہوں گے:-

اشیا	سنہ ۱۹۰۰ء: وزن	بنیادی قیمت	وزن کردہ بنیاد	سنہ ۱۹۰۱ء: قیمت	بنیاد کا فی صد	قیمت میں وزن کردہ تبدیلی
گیہوں	۴	۱٫۰۰ ڈالر	۴۰۰	۱٫۲۵ ڈالر	۱۲۵	۵۰۰
روئی	۲	۰٫۱۰ ″	۲۰۰	۰٫۱۰ ″	۱۰۰	۲۰۰
اون	۱	۰٫۴۰ ″	۱۰۰	۰٫۳۶ ″	۹۰	۹۰
لوہا	۳	۱۵٫۰۰ ″	۳۰۰	۲۰٫۰۰ ″	۱۳۳ ½	۴۰۰
میزان	۱۰		۱۰۰۰			۱۱۹۰
اوسط			۱۰۰			۱۱۹

اس وزن کردہ اوسط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیمتیں ۱۰۰ سے بڑھ کر ۱۱۹ ہوگئیں؛ اور اس کے برعکس سادہ اوسط کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ قیمتوں میں ۱۰۰ سے صرف ۱۱۲ تک اضافہ ہوا۔ اس لحاظ سے وزن کردہ اوسط واضح طور سے نسبتہً زیادہ اہم ہے؛ اس لیے کہ اون جیسی کم استعمال ہونے والی شے کی ادنیٰ قیمت کے مقابلہ میں گیہوں اور لوہے جیسی بکثرت استعمال ہونے والی اشیا کی اعلیٰ قیمتیں زیادہ اہم ہیں۔

گو وزن کردہ انڈکس نمبر واضح طور سے زیادہ قابل ترجیح ہے، لیکن اس مرممہ اور بہتر طریقے کو استعمال کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ متعدد و مختلف اشیا کا صرف اور اضافی وزن معلوم کرنا آسان نہیں ہے، خاص کر ایسی صورت میں جبکہ فہرست میں اشیا کی کثیر تعداد (یعنی ۱۰۰ بلکہ غالباً اس سے بھی زیادہ) شامل ہو۔ علاوہ ازیں مختلف اشیا کا صرف و استعمال مختلف ہوتا ہے؛ رسم و رواج میں تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے: چنانچہ سن ۱۹۰۰ء میں کوئی شے جتنی استعمال ہوئی ہو اس کے مقابلے میں سن ۱۹۱۰ء میں بہت کم استعمال ہو سکتی ہے؛ اب اس کے دیے ہوئے وزن کو کل وزن کردہ انڈکس نمبر کے ساتھ کس طرح شامل و مرتب کیا جا سکتا ہے؟ غرض یہ مشکلات اور اسی قسم کی دیگر متعدد مشکلات کی مثال دی جا سکتی ہے، جو اگرچہ لاینحل نہیں ہیں لیکن وزن کرنے کے عمل کی پیچیدگیوں میں ان سے بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ان تمام تجاویز کا جہاں تک تعلق ہے، خواہ وہ حسابی اوسط میں ترمیم کرنے کی نسبت ہوں یا کسی دوسرے اور مختلف اوسط کے استعمال کرنے کے متعلق، وہاں تک یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ کوئی انڈکس نمبر حقیقی حالات کا ترجمان یا آئینہ نہیں ہوتا۔ وہ علم فطرت کے بعض مشاہدات، مثلاً: آفتاب اور کرۂ ارض کے درمیانی فاصلوں کی پیمائش کی غرض سے کیے ہوئے مشاہدات کے اوسط کے مثل نہیں ہوتا، جن کے متعلق کوئی شخص بھی غلطی کر سکتا ہے، لیکن جن کا اوسط کسی منفرد مخصوص واقعے کا اظہار

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

کرتا ہے۔ اس کے برخلاف انڈکس نمبر کسی منفرد واقعے کی جانب اشارہ نہیں کرتا؛ بلکہ (اس کا یہاں اعادہ کیا جا سکتا ہے) وہ صرف قیمتوں کے عام رجحان کو ظاہر کرتا ہے۔ لوگ عام طور سے اس بحث پر ایسی آزادی کے ساتھ اور مبہم طریقے پر رائے زنی اور خیال آرائی کرتے ہیں کہ گویا انڈکس نمبر کل واقعات کو قطعی اور مفصل طریقے پر بیان کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیمتوں میں کوئی ایک تغیر واقع نہیں ہوتا، بلکہ متعدد گوناگوں تغیرات رونما ہوتے ہیں جن کی سمت اور جن کے مدارج مختلف ہوتے ہیں۔ اوسط نکالنے اور مختصر نتیجہ اخذ کرنے کے طریقے کے ذریعے سے ہم جو کچھ حاصل کرنے کی توقع رکھ سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ عام رجحان کو کسی مکمل طریق پر بیان کر دیا جائے۔

اب ایک ہی قسم کے اعداد پر مختلف طریقوں کو منطبق کرنے کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ سدھا سادہ حسابی اوسط، اگر اس کو اشیا کے نرخوں کی کثیر اور کافی تعداد پر منطبق کیا جائے، تو وہی نتائج پیدا کرتا ہے جو کہ مرمہ طریقوں سے پیدا ہوتے۔ اگر نرخنامے میں بکثرت اشیا شریک ہوں، جن میں سے بعض بہت اور بعض کم اہم تو اس کا قرینہ نہیں ہوتا کہ سب اہم اشیا کی قیمتوں میں ایک ہی سمت میں اور سب کم اہم اشیا کی قیمتوں میں دوسری سمت میں تغیر واقع ہو۔ اگر اس طرح تغیرات واقع ہوں (جیسا کہ مذکورۂ بالا مثال میں دیکھا گیا) تو، اشیا کو وزن کرنا ناگزیر ہو جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا قرینہ پایا جاتا ہے کہ تغیرات متعدد قسموں کی اشیا میں زیادہ تر اسی طریقے سے واقع ہوں۔ کسی خاص شے کی قیمت میں کوئی غیر معمولی تبدیلی واقع ہو تو خواہ وہ شے کثیر مقدار میں استعمال ہو یا کم مقدار میں، یہ تبدیلی ایسے اوسط پر زیادہ اثر نہ ڈالے گی جو کثیر التعداد اشیا کی قیمتوں سے مرتب کیا گیا ہو۔ چنانچہ عملی طور پر یہ پایا گیا ہے کہ سدھا سادہ غیر وزن کردہ اوسط ایسے نتائج مرتب کرتا ہے جو وزن کردہ اوسط کے نتائج سے بہت مختلف نہیں ہوتے۔ علیٰ ہذا یہ بھی پایا گیا ہے کہ "وسطی" یا "وسطانی" کا طریقہ (قیمتوں کے ایسے تغیرات کے لیے جو معیار فلزی[1] کے تحت واقع ہوں) ایسے نتائج نہیں پیدا کرتا جو سیدھے سادے اوسط یا وزن کردہ حسابی اوسط کے نتائج

291

[1] دیکھو باب ۲۳۔

سے بڑی حد تک مختلف ہوں ۔

نتائج کی اس قسم کی مماثلت و مشابہت مندرجۂ ذیل نقشے سے واضح ہوگی، جس میں قیمتوں کی ایک ہی فہرست کو لے کر چار مختلف طریقوں سے انڈکس نمبر مرتب کئے گئے ہیں[۱]

۱۔ چار طریقے یا سلسلے حسب ذیل ہیں :-

(۱) محکمۂ عمال کا حسابی اوسط ۲۵۰ اشیا کے لیے ۔

(۲) پروفیسر ڈبلیو ۔ سی ۔ مچل کی انھی قیمتوں کے اعداد کی از سر نو ترتیب؛ "محکمہ کی مرتبہ فہرست اشیا میں متعدد بے قاعدگیاں برتی گئی ہیں، مثلاً گیہوں کے لیے نرخوں کا ایک سلسلہ اور سوتی تھانوں کیلئے دس نرخ پیش کیے گئے ہیں؛ علیٰ ہذا خنزیر کے دو اور کانچ کے ظروف کے تین نرخ دیے گئے ہیں وقس علیٰ ہذا۔ نتیجہ یہ کہ اشیا کا وزن نہایت بے قاعدہ اور غیر سائنٹفک طریقے پر کیا گیا ہے، جس کا یہ مفہوم ہے کہ غیر وزن کردہ انڈکس نمبر مرتب کیے گئے ہیں۔ اس خرابی کو رفع کرنے کے لیے میں نے ان سلسلوں کو تقریباً مماثل اشیا کے لیے مخلوط کر دیا ہے اور اس طرح ان متعدد سلسلوں کی تعداد کو گھٹا کر اور تحلیل کے بعد ۱۴۵ کر دیا ہے"۔ دیکھو ایک رسالہ موسوم بہ "جورنل آف پولیٹیکل اکانمی" برائے ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۳۴۷، نیز اسی مصنف کی کتاب موسوم بہ "سونا، قیمتیں اور اجرت" گرین بیک کے معیار کے تحت" صفحہ ۱۹۔

(۳) "وسطی" طریقہ قیمتوں کے ان ہی ۱۴۵ سلسلوں کے لیے جن کو پروفیسر مچل نے مرتب کیا ہے ۔

(۴) ۵۰ خاص اور اعلیٰ اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر جو ۲۵۰ اشیا (۱۴۵) میں سے منتخب کی گئی ہیں، وزن گب سن کے انڈکس کے طریق کے مطابق کیا گیا ہے، لیکن پروفیسر مچل نے اس کی نظر ثانی کر لی ہے ۔

ان چار سلسلوں کے اعداد حسب ذیل ہیں :-

سال	(۱) حسابی اوسط ۲۵۰ نرخوں کا	(۲) حسابی اوسط ۱۴۵ نرخوں کا	(۳) ۱۴۵ اشیا کا "وسطانی" اوسط	(۴) ۵۰ اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر
۱۸۹۰	۱۱۲٫۹	۱۱۴٫۱	۱۱۲	۱۱۴٫۰
۱۸۹۱	۱۱۱٫۷	۱۱۲٫۷	۱۱۱	۱۱۳٫۹
۱۸۹۲	۱۰۶٫۱	۱۰۶٫۱	۱۰۷	۱۰۵٫۱
۱۸۹۳	۱۰۵٫۶	۱۰۵٫۰	۱۰۴	۱۰۵٫۲

١٢٢ قیمتوں کے تغیرات 292

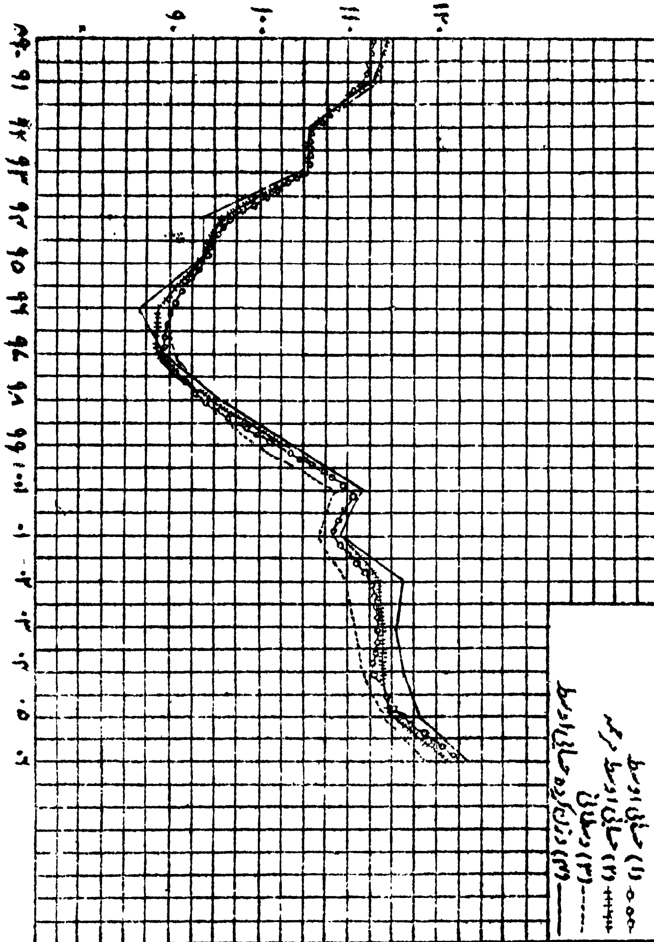
پہلے طریقے میں معمولی حسابی اوسط ۲۵۰ نرخوں کا معلوم ہوتا ہے؛ دوسرے میں انھی قیمتوں کو ۱۴۵ قیمتوں میں تحلیل کرکے ان کا حسابی اوسط نکالا گیا ہے؛ تیسرے میں، انھی ۱۴۵ قیمتوں کا "وسطانی" دریافت کیا گیا ہے؛ اور چوتھے میں ان ۲۵۰ اشیا کے منجملہ ۵۰ اہم اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر مرتب کیا گیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۹۰ء تا ۱۹۰۶ء کے لیے سب قیمتیں تھوک فروشی کی لی گئی ہیں؛ اور "بنیاد" ۱۰۰ قرار دی گئی ہے، جو ہر صورت میں ۱۸۹۰ء تا ۱۸۹۹ء کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

سال	(۱) حسابی اوسط ۲۵۰ نرخوں کا	(۲) حسابی اوسط ۱۴۵ نرخوں کا	(۳) ۱۴۵ اشیا کا "وسطانی" اوسط	(۴) ۵۰ اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر
۱۸۹۴	۹۶٫۱	۹۵٫۶	۹۶	۹۳٫۹
۱۸۹۵	۹۳٫۶	۹۲٫۸	۹۴	۹۳٫۹
۱۸۹۶	۹۰٫۴	۸۸٫۸	۹۰	۸۶٫۶
۱۸۹۷	۸۹٫۷	۸۸٫۷	۹۱	۸۹٫۲
۱۸۹۸	۹۳٫۴	۹۳٫۵	۹۴	۹۵٫۰
۱۸۹۹	۱۰۱٫۷	۱۰۲٫۵	۱۰۰	۱۰۳٫۴
۱۹۰۰	۱۱۰٫۵	۱۱۱٫۳	۱۰۹	۱۱۱٫۶
۱۹۰۱	۱۰۸٫۵	۱۰۹٫۶	۱۰۷	۱۰۹٫۲
۱۹۰۲	۱۱۲٫۹	۱۱۳٫۷	۱۱۰	۱۱۶٫۲
۱۹۰۳	۱۱۳٫۶	۱۱۳٫۸	۱۱۱	۱۱۵٫۳
۱۹۰۴	۱۱۳٫۴	۱۱۳٫۹	۱۱۲	۱۱۶٫۳
۱۹۰۵	۱۱۵٫۹	۱۱۵٫۸	۱۱۴	۱۱۷٫۹
۱۹۰۶	۱۲۲٫۵	۱۲۲٫۳	۱۱۹	۱۲۳٫۴

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

عشرے کے لیے اوسط (حسابی اوسط) ہے۔



293

۳۔ قیمتوں کا اضافہ قرض داروں یا دین داروں کے لیے مفید ہوتا ہے؛ اور قیمتوں کی تخفیف لین داروں کے لیے مفید ہوتی ہے جب قرضہ حاصل کرنے اور ادا کرنے کے درمیانی وقفے میں قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو دین دار، لین دار کو قرضے کی رقم واپس کرتے وقت اشیا کے حوالے سے کم رقم ادا کرتا ہے۔ اسکے برعکس جب قیمتوں میں اس درمیانی وقفے میں تخفیف ہو تو قرضے کی مقررہ رقم کو واپس کرنے میں دین دار لین دار کو اشیا کے حوالے سے زیادہ رقم ادا کرتا ہے۔

اکثر قیمتوں میں تغیرات بہت آہستہ آہستہ واقع ہوتے ہیں۔ ایک سال

باب ۲۲
قیمتوں کے تغیرات

کے دوران میں بہت کم تغیر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اکثر قرضے قلیل المیعاد ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے عام قیمتوں کے تغیرات اس مدت کے لیے کسی کے حق میں غیر منصفانہ یا بغایت نقصان رساں ثابت نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ ایک سے زائد سالوں کی مدت کے لیے بھی قرض داروں اور لین داروں کے باہمی معاملات اس طرح کہ کسی نقصان کے بغیر اور کافی نصفت کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ چنانچہ کسی ایک سال میں انڈکس نمبر کا پانچ فی صد کا تغیر بھی غیر معمولی واقعہ ہوتا ہے۔ اگر ہم یقین کے ساتھ یہ بات معلوم کرنا چاہیں کہ قیمتوں میں عام اضافہ یا تخفیف فی الواقع ہو رہی ہے تو، یہ ضروری ہے کہ ہمارے مشاہدات دو یا تین سالوں سے زائد مدت پر پھیلے ہوئے ہوں۔ اگر انڈکس نمبر سے ۵ فیصد یا ۱۰ فی صد تغیر بھی ظاہر ہو تو اغلب ہے کہ اکثر دین دار اور لین دار اس کو نظر انداز کر دیں۔ ہر شخص صرف اپنی متعلقہ اشیا پر جن کو وہ خرید و فروخت کرتا ہے نظر رکھے گا، اور ممکن ہے کہ ان اشیا کی قیمتوں میں کوئی تغیر واقع نہ ہو اور وہ غیر متبدلہ رہیں، یا اگر ان میں تغیر واقع ہو بھی تو انڈکس نمبروں سے جداگانہ سمت میں اور مختلف درجوں کے ساتھ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ قیمتوں کی صرف سریع اور اچانک تبدیلیاں یا نمایاں تغیرات ہی قرضوں کی ادائی کی معمولی قریبی مساوات و نصفت میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ معیار فلزی کے تحت اس قسم کے تغیرات شاذ ہی واقع ہوتے ہیں، اور یہ فلزات کے دیرپا اور ثبات پذیر ہونے اور اس کے نتیجے کے طور پر ان کے مجموعی ذخیرے میں دھیرے دھیرے تغیرات واقع ہونے کا اثر و نتیجہ ہے۔ کسی قلیل مدت میں قیمتوں کے اچانک اور سریع تغیرات کا باعث بالعموم غیر بدل پذیر زر کاغذ کا رواج ہوتا ہے۔ پس اکثر لوگوں کے اس طرز عمل کی بنیاد مستحکم اور معقول ہے کہ وہ فلزات کو ثابت القدر خیال کرتے ہیں اور آمدنیوں، املاک، قرضوں اور اعتبار کی پیمائش بحوالہ زر کرتے ہیں۔

مگر ان قرضوں کی حد تک صورت حالات مختلف ہوتی ہے جو طویل مدت کے لیے دئے لیے جاتے ہیں۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے، وہاں تک خود فلزات کے نظام کے تحت بھی، قیمتوں کے تغیرات کا غیر منصفانہ اور نقصان رساں ثابت ہونا

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

294

ممکن ہے۔ بیس سال یا اغلباً دس سال کے دوران میں عام قیمتوں میں نمایاں تغیرات کا واقع ہونا، اور اس کے ساتھ ساتھ دین داروں یا لین داروں کو جیسی صورت ہو، نقصان پہنچنا ممکن ہے۔ گو طویل المیعاد قرضوں کے معاہدے بالعموم عام افراد نہیں کرتے، لیکن مشترک سرمایہ کی انجمنیں اور حکومتیں عام طور سے طویل مدت کے لیے قرضے حاصل کرتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یورپ کی حکومتیں جب قرضہ لیتی ہیں، تو، عام طور سے اصل قرضے کی رقم کو کسی مدت معینہ کے بعد ادا کرنے کی ذمہ داری نہیں لیتیں؛ وہ صرف اس کا وعدہ کرتی ہیں کہ مقررہ شرح سود باقاعدہ ادا کریں گی۔ وہ قرضے کی اصل رقم کی بازگشت کا اختیار اپنے لیے محفوظ رکھتی ہیں (بعض اوقات اس کی تصریح و توضیح کر دی جاتی ہے یا بعض اوقات وہ اپنے حسب صوابدید کام کرتی ہیں)، لیکن تا وقتیکہ وہ مناسب نہ سمجھیں انھیں ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں وہ قیمتوں کے تغیرات کے نقصان سے محفوظ رہتے ہیں، گو ان کے لین داروں کو ایسا کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے بسا اوقات طویل المدت قرضے حاصل کئے، اور اپنے لیے ممکنہ نقصان کا راستہ کھول دیا؛ مگر موجودہ زمانے میں اس طرز عمل کو حداعتدال پر رکھا گیا ہے تاکہ آئندہ سنگین مشکلات کا سامنا نہ ہو۔ پھر بھی ملک کی بڑی بڑی سرمایۂ مشترک کی انجمنیں، خاص کر ریلوں کے کارپوریشن (انجمنہائے سرمایۂ مشترک) قیمتوں کے ممکنہ تغیرات کا کوئی لحاظ کئے بغیر بلکہ فی الحقیقت شرح سود کے ممکنہ تغیرات کو قطعاً نظر انداز کر کے قرضے حاصل کرتے ہیں چنانچہ ایسے بونڈ جاری کئے جاتے ہیں جو ۴۰، ۵۰، یا ۱۰۰ سال کے بعد قابل ادائی ہوتے ہیں، اور اس دوران میں ان کی ادائی کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ ایک صدی کے گزر جانے کے بعد قیمتوں کی سطح کیا ہوگی؟

اس قسم کے طویل المیعاد قرضوں یا واجبات کو بازار میں اس لیے قبولیت حاصل ہوتی ہے کہ اکثر شغل اصل کرنے والے (دیگر اشخاص کے مثل) زر کی قدر کو غیر متبدل بلسہ خیال کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے اور خوش ہوتے ہیں کہ انھیں ایک طویل مدت کے لیے ایک مستقل آمدنی وصول ہوتی رہے گی۔ اس کے برعکس بڑی بڑی سرمایۂ مشترک کی انجمنیں، جب بڑی رقمیں بطور قرض حاصل کرنا چاہتی ہیں تو، ایسی تدبیریں اختیار

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

کرتی ہیں جن سے شغل اصل کرنے والوں کو لامحالہ ترغیب و تحریص ہوتی ہے۔ تاہم اس طرح کے معاملات میں دین دار اور لین دار دونوں عظیم اور ناقابل بیان خطرات برداشت کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے نظام ہائے زر کے تحت، جن کے ابھی ایک مدت دراز تک قائم رہنے کا قرینہ ہے، ان خطرات سے بچنے کا صرف ایک طریقہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ کل قرضوں کے لین دین کو قلیل التعداد سالوں کی معتدل مدت تک محدود کر دیا جائے۔

۴۔ دین دار اور لین دار کے درمیان انصاف کا ایک مختلف سوال اس واقعے سے پیدا ہوتا ہے کہ اجرت بحوالۂ زر اور دیگر آمدنیوں بشکل زر میں لازمی طور سے اسی طریقے سے تغیرات واقع نہیں ہوتے جیسے کہ اشیا کی قیمتوں میں رونما ہوتے ہیں۔ سابقہ فصلوں میں یہ امر واضح طور سے فرض کیا گیا ہے کہ یہ دو تغیرات یعنی قیمتوں اور زر کے حوالے سے آمدنیوں کے تغیرات ایک دوسرے کے متوازی ہوتے ہیں لیکن یہ ممکن ہے کہ ایک دوسرے سے پیچھے رہ جائے؛ یا تغیرات متضاد سمتوں میں واقع ہوں۔

۷۹۵

مثلاً فرض کرو (یہاں ایسی مثال فرض کی جائے گی جو خوش نصیبی سے بہت اغلب ہے) کہ صنعت ترقی پذیر ہے، فنون کو فروغ ہو رہا ہے اور قوم کی خوش حالی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی آمدنیوں میں زیادتی ہو رہی ہے؛ اور اشیا اور افادوں میں، جو قوم کو بحیثیت مجموعی اور ہر شخص کو اوسطاً مل سکتے ہیں، بمقابلہ سابق اضافہ ہو گیا ہے۔ اب ان اشیا اور افادوں کی مقداروں کا اضافہ اس صورت میں جبکہ سب کاروبار اور تمام مبادلات زر کی وساطت سے انجام دئے جاتے ہوں، اس طریقے سے اپنے آپ کو لازماً ظاہر کرے گا کہ آمدنیوں کے مقابلے میں اشیا نسبتہً زیادہ ارزاں ہو جائیں گی۔ اگر آمدنیاں بحوالۂ زر مقررہ و یکساں رہیں تو ممکن ہے کہ اشیا ارزاں ہو جائیں؛ یا اگر قیمتیں مقررہ و یکساں رہیں تو آمدنیاں بحوالۂ زر بڑھ جائیں؛ یا ان کے بین بین کوئی صورت ظاہر ہو۔ بہر صورت قیمتوں اور آمدنیوں میں کبھی ایک ہی سمت میں اور متوازی تغیر واقع نہ ہو گا۔ قیمتوں کے مقابلے میں آمدنیاں بڑھ جائیں گی۔

باب ۱۱ قیمتوں کے تغیرات

چنانچہ ۱۸۷۳ء کے بعد کے زمانے میں، جبکہ قیمتوں میں تخفیف ہو رہی تھی، بحیثیت مجموعی آمدنی بحوالۂ زر میں تخفیف نہ ہوئی۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے جو شہادت ملتی ہے اس کا تعلق زیادہ تر عام دستکاروں اور غیر ماہر یا گھٹیا مہارت رکھنے والے مزدوروں سے ہے؛ اس لیے کہ انھی صورتوں میں اجرتوں کا مقابلہ مختلف اوقات میں سب سے زیادہ آسان ہے۔ ۱۸۷۳ء کے بعد بحیثیت مجموعی اجرت بحوالۂ زر میں تخفیف واقع نہ ہوئی؛ بلکہ میلان کسی قدر اضافہ ہی کی طرف تھا۔ یہی حال اجرت کی ان شرحوں کا تھا جن کو حسن تعبیر کے ساتھ "مشاہرہ" کہا جاتا ہے یعنی: معلمون، طبیبوں کے اہلکاروں، سرکاری عہدہ داروں کی تنخواہ۔ علی ہذا زیادتی کا ایسا ہی رجحان یا کم از کم ساکن و غیر متحرک حالت پیشہ ور لوگوں اور کاروباری اشخاص کی بے قاعدہ آمدنیوں میں بھی ظاہر ہوئی۔ ایسی حالت میں، جبکہ اجرت اور آمدنیاں بڑھ رہی ہوں یا ایک ہی حالت پر قائم ہوں اور قیمتیں گھٹ رہی ہوں، یہ ضروری تھا کہ حقیقی آمدنیاں بحوالۂ اشیا و افادات، بہت خاص حد تک بڑھ جائیں۔ بدیہی طور سے، صنعتی ترقی اور پیداوار کی ارزانی کا یہی فطری نتیجہ تھا۔ مگر ترقی و ارزانی کے اسی نتیجے کے ظاہر ہونے کی توقع قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں بھی کرنی چاہیئے؛ مگر اس صورت میں، مختلف و معکوس سمت میں یہ توقع کرنی چاہیئے۔ اگر قیمتیں بڑھیں تو حقیقی آمدنیوں کو یکساں و مقررہ رکھنے کی غرض سے یہ ضروری ہے کہ زر کے حوالے سے آمدنیوں میں کم از کم اتنا ہی اضافہ ہو۔ اگر وہی مقررہ اساسی قوتیں ترقی کے لیے کارفرما ہوں تو بحوالۂ زر اجرت اور سب آمدنیوں کا قیمتوں کے مقابلے میں نسبتاً بہت زیادہ بڑھنا ضروری ہے۔ اگر سونے کی تکثیر پذیری فی الحقیقت قیمتوں کے مسلسل اضافہ کا باعث ثابت ہو تو، ہمیں یہ توقع کرنی چاہیئے کہ اس تغیر کے ساتھ ساتھ بحوالۂ زر آمدنیوں میں بھی اس سے بہت زیادہ اضافہ واقع ہوگا۔[1]

296

[1] طویل المدت نتائج کو یہاں ذہن میں رکھا گیا ہے، اور خاص کر ان طویل المدت نتائج و اثرات کو جن کی توقع صنعت کی ترقی و کارکردگی کے مستقل منافع سے کی جا سکتی ہے۔ سونے کی رسد کی تکثیر پذیری کا فوری اثر، جیسا کہ اگلی فصل میں بیان کیا گیا ہے، یہ ہوتا ہے کہ مزدوروں کی اجرت سے زیادہ تیزی کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

اب ان حالات کے تحت، دین داروں، اور لین داروں کے باہمی تعلقات کیسے اور کیا ہوں گے؟ اس حالت میں جبکہ قیمت گھٹ رہی ہو اور آمدنیاں یکساں حالت میں اور ساکن ہوں، دین دار اپنے قرضے کی رقم کو زر کی اسی مقررہ مقدار میں ادا کرتے وقت لین دار کو اشیا کے حوالے سے زیادہ رقم ادا کریں گے۔ اس چیز کو محنت کے معیار کے مطابق ادائی کہا جا سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دین دار اشیائے موصولہ کے مقابلے میں زیادہ مقدار واپس کرتا ہے؛ لیکن واپس کردہ اشیا زر کے حوالے سے اتنی ہی آمدنی اور (غالباً) محنت کی اتنی ہی مقدار کی نمایندگی کرتی ہیں جتنی کہ موصولہ اشیاء یہ استدلال بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ دین دار کے حق میں کوئی ناانصافی نہ ہوگی اگر قرضے کی ادائی کے وقت اس کی وہی آمدنی بحوالۂ زر ہو جو کہ قرضہ لیتے وقت تھی۔ لین دار یا قرض خواہ صرف اشیا کی زیادہ ارزانی کا حصہ دار بنتا ہے جو بہ سبب اصلاح پیدائش رونما ہوئی۔ اس کے برعکس ایسی حالت فرض کرو جس میں کہ قیمتیں یکساں و مقررہ ہوں، اور آمدنیاں بڑھ رہی ہوں، دین دار، قرضے کی مقررہ رقم واپس کرتے وقت بھی اشیا کی وہی مقررہ مقدار واپس کرے گا۔ یہاں پھر واجبی طور سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ لین دار کے حق میں اس سے کوئی ناانصافی نہ ہوگی۔ وہ ٹھیک وہی مقدار بحوالۂ زر، اشیا واپس پاتا ہے جو اس نے بطور قرض دی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا نقصان صرف اس قدر ہے کہ وہ ترقی سے پورا فائدہ حاصل کرنے اور اپنا حصہ پانے سے محروم رہا۔ گویا اس کو، دوسروں کے مثل، مقررہ و یکساں مصارف کے ساتھ زیادہ آمدنی وصول نہیں ہوتی۔ ان دونوں صورتوں میں نتائج مختلف ہیں؛ پھر بھی ہر صورت میں یہ استدلال معقولیت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے کہ نتیجہ منصفانہ ہے یا کم از کم غیر منصفانہ نہیں ہے۔

خوش نصیبی سے انصاف کا یہ پیچیدہ سوال ایسے طریقے سے نہیں ظاہر ہوتا جس سے قرضوں کی ادائی میں مساوات و نصفت کے مسلمہ اور مقبول عام اصول سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- (اگرچہ تمام آمدنیوں بحوالۂ زر سے زیادہ تیزی کے ساتھ نہیں ہوتا) صرف طویل مدت ہی میں جا کر یہ اثر صنعتوں کی مسلسل ترقی و اصلاح کے اثر سے زائل ہوتا ہے۔

باب ۲۷ قیمتوں کے تغیرات

297

اختلاف و انحراف کا قرینہ رونما ہو۔ عام طور سے قیمتوں کے تغیرات کی رفتار بہت دھیمی ہوتی ہے، اور اس لحاظ سے اکثر قرضوں کے بارے میں کوئی شدید ناانصافی نمودار نہیں ہوتی؛ اسی وجہ سے قیمتوں، زر اور آمدنی بحوالۂ زر کے اضافی تغیرات بتدریج واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً: ۱۸۷۳ء اور ۱۸۹۶ء کے مابین اجرتوں اور قیمتوں کے معکوس تغیرات، جن کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے، پانچ سالہ اور دس سالہ مدت کے حالات کے بغور و محتاط مشاہدہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر بڑھتی ہوئی قیمتوں کے ساتھ ساتھ آمدنی بحوالۂ زر میں بھی مزید اضافہ ہو تو یہ تبدیلی بھی، پیدائش کی اصلاح و ترقی کی بے قاعدہ رفتار کے آخری نتیجے کے طور پر، بتدریج اور با آہستگی واقع ہوتی ہے۔

بایں ہمہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حالات کی ان دو صورتوں میں (یعنی قیمتوں کی تخفیف کے ساتھ آمدنیوں کا ایک حالت پر قائم رہنا یا قیمتوں کے ایک حالت پر قائم رہنے کی صورت میں آمدنیوں کا بڑھنا) میں سے کون سی صورت دین دار اور لین دار کے باہمی تعلقات کو زیادہ منصفانہ طریقے سے ترتیب دیتی ہے؟ تو اس کا جواب مستعدانہ قطعیت کے ساتھ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ مسئلہ، دولت کی صحیح تقسیم کے کل مسئلے کے غور و خوض پر اور خاص کر اس سوال پر مبنی ہے کہ آیا مساوی محنت کے لیے مساوی معاوضہ انسانوں کے کاروبار باہمی کی صحیح بنیاد ہے[1]۔ اکثر دوسری صورتوں کے مثل، اس صورت میں اگر بحیثیت مجموعی نتیجہ اطمینان بخش ہو، تو اس صورت میں، اکثر دوسری صورتوں کے مثل، ہمیں قناعت کرنی چاہئے؛ گویا صریح ناانصافی کو روکنا چاہئے خواہ اس میں ٹھیک ٹھیک انصاف حاصل نہ ہو سکے۔

۵۔ بظاہر یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ قیمتوں کے اضافے اور تخفیف کا جو اثر دین داروں اور لین داروں پر پڑتا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے قیمتوں اور اجرت کا گھٹنا بڑھنا کوئی نتیجہ خیز اور اہم چیز نہیں ہے۔ کسی قوم میں انجام کار اعلیٰ یا ادنیٰ قیمتوں کی حالت کا رونما ہونا فی نفسہ کوئی اہم اور نتیجہ خیز واقعہ نہیں ہے۔ انجام کار اگر کوئی فرق رونما ہوتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ مبادلات میں زر کی زیادہ یا کم مقدار استعمال

[1] دیکھو باب ۲۶ فصل ۳۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

کی جائے گی۔ لیکن اس انجام کو پہنچنے کا عمل اپنے خاص نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اکثر اشخاص یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ قیمتوں کی تکثیر کی جانب تغیر اچھے نتائج پیدا کرتا ہے، اور قیمتوں کی تخفیف کی سمت تبدیلی برے نتائج پیدا کرتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تکثیر پذیر قیمتوں کا دور بالعموم خوش حالی کے زمانے کا مرادف ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ خوشحالی ایک حد تک حقیقی ہونے کے بجائے کسی قدر ظاہری و مجازی ہوتی ہے۔ لوگ اپنی آمدنیوں اور مالی ذرائع کا زر کی شکل میں تصور کرنے کے اس قدر خوگر ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے کو اسی وقت خوشحال خیال کرتے ہیں جبکہ آمدنیاں بہ شکل زر بڑھ جائیں۔ وہ کم از کم ایک مدت کے لیے یہ امر فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن یہ محض ظاہری اور دکھاوے کا معاملہ نہیں ہے۔ قیمتوں کی افزونی کو کاروباری جماعت مہیج و محرک خیال کرتی ہے، اور جس وقت تک صنعت و حرفت کا انتظام کاروباری جماعت کے ہاتھ میں ہے، اس وقت تک ہر وہ شے، جو اس جماعت کے ارکان کی جد و جہد کے حق میں مہیج و محرک کا کام کرے، بالعموم صنعت کی پیدا آوری اور ترقی کے حق میں بھی حقیقی محرک و مہیج رہے گی۔ اس میں شک نہیں کہ دوسروں کی طرح کاروباری جماعت پر اضافۂ قیمت کا جو اثر پڑتا ہے وہ ایک حد تک نفسیاتی ہوتا ہے۔ جب قیمتیں بڑھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ انھیں فائدہ ہو رہا ہے، خواہ فی الحقیقت انھیں ان کی آمدنیوں کی قوت خرید کے لحاظ سے کوئی نفع ہوا یا نہ ہو؛ اور اسی منافع کا ظہور انھیں جد و جہد کے لیے ابھارتا ہے۔ لیکن انھیں حقیقی اور مادی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

یہ فوائد زیادہ تر اس واقعے سے رونما ہوتے ہیں کہ کاروباری اشخاص دین دار ہیں۔ ان کی حیثیت دین داروں کی بھی ہوتی ہے اور لین داروں کی بھی۔ یہ صحیح ہے کہ شغل اصل کرنے والوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت دین داروں کی ہوتی ہے۔ لیکن بڑے بڑے کاروبار کرنے والے اشخاص، یعنی تھوک فروش تاجر، صناع اور بینکر، قوم کی مابقی جماعت کے مقابلے میں نہ صرف دین داروں کی بلکہ لین داروں کی بھی حیثیت رکھتے ہیں؛ اور بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والے اشخاص ہی پوری کاروباری

298

باب ۱۲ قیمتوں کے تغیرات

جماعت کو اس کا رنگ روغن دیتے اور اس کے نمایندے ہوتے ہیں۔

قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں کاروباری اشخاص عام طور سے جس رجائیت اور سرگرم جدوجہد کا اظہار کرتے ہیں اس کی سب سے اہم توجیہ اس تعلق میں ملتی ہے جو کاروباری اشخاص بحیثیت ایک جماعت کے مزدوروں سے من حیث الجماعت رکھتے ہیں۔ اساسی طور سے ان کا سب سے بڑا کام مزدوروں کو اجرت پر حاصل کرنا ہے؛ اور اس زمانے میں وہ مزدوروں کو فائدے کے ساتھ اجرت پر حاصل کرتے ہیں، اس لیے کہ اشیا کی قیمتیں اجرت متعارفہ کے مقابلے میں بہت زیادہ تیزی سے بڑھتی ہیں۔

اب یہ امر کہ قیمتوں کے مقابلے میں اجرت بہت سست رفتار کے ساتھ بڑھتی ہے معاشی تاریخ کے بہترین مصدقہ واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ تقریباً تمام قسموں کے اجرت گیر اشخاص پر صادق آتا ہے؛ یعنی: نہ صرف دستی محنت کرنے والوں پر، بلکہ محرروں، معلموں، اور سیروں (ناظروں) اور تنخواہ یاب عہدہ داروں پر بھی۔ اس واقعے کا باعث زیادہ تر رسم ورواج کی قوت ہے، جو اجرت کے بارے میں خاص طور سے بہت قوی اثر رکھتی ہے؛ اور اس کو اور بھی زیادہ تقویت اس وجہ سے حاصل ہوجاتی ہے کہ مزدوروں میں معاملہ چکانے اور طے کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ یہ واقعہ، آجروں اور اجیروں کے باہمی معاملات کی اکثر عجیب وغریب خصوصیات سے اور خاص کر آجر کی اس حیثیت سے کہ وہ کسی صنعتی تبدیلی کا دباؤ اور اثر محسوس کرتا ہے، تعلق رکھتا ہے۔ واقعے کی حد تک کوئی اعتراض یا سوال نہیں ہوسکتا؛ جب قیمتیں بڑھتی ہیں تو اجرت یاب مزدوروں کی اجرت میں اس کے مساوی سریع اضافہ نہیں ہوتا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، اور جیسا کہ آئندہ چل کر زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا[1]، اصل داروں کے کاروبار بحیثیت جماعت کے اور کاروباری اشخاص کے کاروبار بحیثیت مشاغل اصل کے منتظمین کے، مزدوروں کو یکے بعد دیگرے متواتر

[1] ان مسائل پر باب ۴۹، باب ۵۰ و باب ۵۱ میں زیادہ مفصل بحث کی گئی ہے۔ نیز دیکھو باب ۵ فصل ۵۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

پیشگیاں ادا کرنے کے اعمال میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ ان کے مجموعی مصارف، آخری تحلیل میں، اجرتوں کی مسلسل ادائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس حد تک اشیا کی قیمتیں، مزدوروں کی اجرت کے مصارف کے مقابلے میں زیادہ سرعت سے بڑھتی ہیں اس حد تک اجرت ادا کرنے والے فائدے میں رہتے ہیں۔

یہ عام تجربہ ہے کہ قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں وہی کاروباری اشخاص سب سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں جن کے کاروبار کا بیشتر حصہ اجرت کی ادائی پر مشتمل ہو۔ محض تاجر یا سوداگر کو بالعموم بہت کم فائدہ ہوتا ہے؛ اس لیے کہ اس کی خرید کردہ اشیا کی قیمت تقریباً اسی سرعت کے ساتھ بڑھتی ہے جتنی سرعت سے کہ اس کی فروخت شدنی اشیا کی قیمت بڑھتی ہے۔ صناع، جو بہت کم مقدار میں اشیائے خام خرید کرتا ہے اور جس کے مصارف زیادہ تر محنت کی راست خریداری پر مشتمل ہوتے ہیں، سب سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے۔ مثلاً یونائیٹڈ اسٹیٹس اسٹیل کارپوریشن جیسی اعلیٰ درجہ کی منظم و متحد تجارتی انجمن کی بعینہٖ یہی حالت ہے، جو خام لوہے کی کھدائی، کوئلے کی کان کنی، کوئلے کو پتھر کے کوئلے میں مبدل کرنے، ان اشیا کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے، پگھلانے، اور لوہا اور فولاد بنانے کے کاموں کے لئے مزدوروں کو براہ راست اجرت پر حاصل کرتی اور ان سے کام لیتی ہے[1]۔ جب لوہے اور فولاد کی قیمتیں بڑھتی ہیں، تو کمپنی کو نفع کثیر ملتا ہے، اس لیے کہ اس کے اخراجات کا بیشتر حصہ اجرت کی ادائی پر مبنی ہوتا ہے اور کم و بیش مستقل نوعیت رکھتا ہے۔ مگر وہ آہن و فولاد ساز جنھیں لوہا، یا کوئلہ اور پتھر کا کوئلہ خام حالت میں خریدنا پڑتا ہے، مقابلۃً کم نفع حاصل کرتے ہیں؛ ان کی اشیائے خام کی قیمتیں اسی سرعت کے ساتھ یا تقریباً اسی سرعت کے ساتھ بڑھتی ہیں جتنی کہ ان کی مصنوعات یا پیداوار کی قیمتیں۔ وہ کاروباری شخص، جو بنیاد سے قریب ترین ہو یعنی مزدور سے قریب ترین علاقہ رکھتا ہو، اجرتوں کی اضافی ثبات پذیری سے سب سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے۔

---

[1] براہ راست سے مطلب یہ ہے کہ اپنی ذیلی انجمنوں کے ذریعے سے یہ کام لیتی ہے۔ ذیلی انجمنوں میں اشیا برائے نام خریدی جاتی ہیں۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

اس کے برعکس قیمتوں کی تخفیف کے دور میں کاروباری طبقہ من حیث الجماعت خسارے اور گھاٹے میں رہتا ہے۔ اس صورت میں، چونکہ وہی مقررہ قوتیں اجرت کو ایک ساکن و ثبات پذیر حالت پر قائم رکھتی ہیں، لہٰذا قیمتوں کے گھٹنے سے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اجرت پر بڑھتی ہوئی قیمتوں کا جتنی سرعت کے ساتھ اثر پڑتا ہے اس کے مقابلے میں گھٹتی ہوئی قیمتوں کا اثر غالباً کم سرعت سے پڑتا ہے۔ قیمتوں کے گھٹنے سے جو نقصان عائد ہوتا ہے اس کو آجر معاملات چکانے کی اعلیٰ صلاحیت رکھنے کی بدولت اسی آسانی کے ساتھ زائل کر دیتا ہے جس آسانی کے ساتھ وہ اس کی بدولت نفع حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے اور یہ صرف اسی اساسی سبب کی بنا پر کہ کسی تبدیلی کا پہلا اثر اور دباؤ اسی پر پڑتا ہے۔

خواہ کاروباری جماعت قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں اس طرح کچھ ہی کمائے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے نقصان سے نفع حاصل ہوا؛ علیٰ ہذا اس کے برعکس قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں نقصان کا حال ہے۔ پہلی صورت میں آجر جتنا نفع حاصل کرتے ہیں بظاہر اتنا ہی اجیروں کا نقصان لازمی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ صحیح ہے کہ خوشحالی اور تجارتی گرما گرمی کا زمانہ مزدوروں کے حق میں مشتبہ نعمت ہے[1] لیکن ایک لحاظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مزدور کو فی الحقیقت نفع ہو رہا ہے؛ مزدوروں کو کام پہلے سے زیادہ باقاعدگی اور استقلال کے ساتھ ملتا رہتا ہے، اس لیے کہ صنعت کی رفتار نہ صرف مستقل ہو جاتی ہے بلکہ پہلے کے مقابلے میں بڑھ بھی جاتی ہے۔

800

---

[1] ممکن ہے کہ اجرت متعارفہ اضافہ قیمت پر سبقت ہی نہ لے جائے۔ چنانچہ سولھویں صدی کی قیمتوں کے انقلاب عظیم کا ایسا ہی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اجرت متعارفہ کے مقابلے میں قیمتوں میں، کم از کم اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں، بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا، اور اجرت بہ شکل اشیا میں قطعی طور سے کمی ہو گئی تھی۔

اس کے برخلاف ۱۹۲۲ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ میں ریاستہائے متحدہ میں اگرچہ ابتدائی زمانے میں اجرت متعارفہ میں قیمتوں کے اضافہ کی طرح تیزی سے اضافہ نہ ہوا، پھر بھی بعد کے زمانے میں اجرت، قیمت کا ساتھ دیتی رہی۔ جیسا کہ باب ۲۳ فصل ۶ میں آگے چل کر بیان کیا گیا ہے، اس زمانے کے مالی مظاہر بلکہ فی الحقیقت جملہ معاشی مظاہر عدیم النظیر تھے۔

قیمتوں کے تغیرات

قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں تجارتی گرماگری و اولوالعزمی سرد پڑ جاتی ہے اور بے کاری و بے روزگاری کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ کاروباری جد و جہد اور اس کا تسلسل زیادہ تر کاروباری جماعت کی طبیعت پر موقوف ہوتا ہے۔ یہی جماعت رہنما و رہبر ہوتی ہے، اور اسی کے بیم و رجا پر موجودہ صنعت کی رفتار کا انحصار ہوتا ہے۔ قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں وہ جو نفع کماتی ہے، ممکن ہے کہ غیر ضروری طور سے زیادہ ہو اور اس کی معاشری خدمات کے مقابلے میں نسبتہً زائد ہو؛ لیکن اس کے معاوضے میں کچھ نہ کچھ مسلسل اور ان تھک کاروباری جد و جہد رونما ہو جاتی ہے۔

کاروباری منافعہ پر قیمتوں کے بڑھنے اور گھٹنے کے اثرات اس پیچیدہ صورت میں متغیر ہو جاتے ہیں جس کا بیان گزشتہ فصل میں آ چکا ہے اور جس میں قیمتوں اور آمدنیاں بحوالۂ زر میں ایک ساتھ تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر صنائع و فنون میں عام اصلاح و ترقی کے نتیجے کے طور پر قیمتیں گھٹ جائیں لیکن آمدنیاں ایک حالت پر قائم رہیں تو بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ کاروباری حلقوں میں اس اثر کے متعلق کوئی تشویش محسوس نہیں کی جاری ہے۔ کاروباری شخص کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ پیداوار کی فی اکائی کی قیمت کیا ہے بلکہ یہ کہ اس کی پیداوار کے مجموعی مصارف کے مقابلے میں اس پیداوار کی مجموعی آمدنی کیا ہوگی۔ ممکن ہے کہ وہ محنت کی فی اکائی کے لیے جتنی رقم خرچ کرے اس سے کم مقدار میں اس کو پیداوار کی فی اکائی سے آمدنی ہو، مگر اس کے باوجود اس کو اس لیے نفع ہو کہ محنت کی فی اکائی کے حساب سے اس کی پیداوار زیادہ ہے؛ یہ نتیجہ صنعت کے عملوں میں زیادہ موثر کارکردگی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اجرتوں میں اضافہ ہو اور قیمتیں بھی بڑھ جائیں تو، گو قیمتیں انجام کار نسبتہً کم بڑھیں (اور اس قسم کے تغیر کے ظاہر ہونے کا اس صورت میں قرینہ ہے جبکہ صنعت کی کارکردگی روز افزوں بڑھ رہی ہو اور اسی کے ساتھ زر کی رسد میں سریع اضافہ ہو رہا ہو)، کاروباری جماعت ایسا فرحت افزا اثر محسوس کرے گی جو بمقابلہ سیدھی سادی صورت کے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ گو قیمتیں ایک حالت پر ساکن ہوں، پھر بھی پیداوار کی مجموعی آمدنی زیادہ ہوگی، اس لیے کہ محنت کی فی اکائی کے حساب سے پیداوار کی زیادہ مقدار تیار ہوگی؛ اور گو اجرت کی شرحوں میں اضافہ ہو جاتا ہے،

301

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

پھر بھی مجموعی خام آمدنی کے مقابلے میں اجرت کے کم سرعت کے ساتھ بڑھنے کا قرینہ ہوگا۔ پہلی صورت میں، قیمتوں کی تخفیف کا حوصلہ شکن اثر پیدائش کی اصلاح و ترقی سے بالکل زائل یا کم ہو جائے گا۔ دوسری صورت میں، قیمتوں کے اضافہ کے مہیج و محرک کا اثر اصلاح و ترقی سے اور بھی زیادہ تقویت حاصل کرے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صورت ۱۸۷۳ء تا ۱۸۹۶ء کے دور میں ظاہر ہوئی، جبکہ قیمتیں گھٹ رہی تھیں اور اجرت کی شرحیں ایک حالت پر قائم تھیں؛ دوسری صورت ۱۸۹۶ء کے بعد کے زمانے میں ظاہر ہوئی جبکہ قیمتیں بڑھ رہی تھیں اور اجرت کی شرح کم ہو رہی تھی۔

۶۔ قیمتوں کے تغیرات کا دوسرا اثر شرح سود پر ہو سکتا ہے[۵]۔ اگر قیمتیں بڑھیں تو لین دار نقصان میں رہتا ہے؛ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے زمانے میں سود کی اعلیٰ شرح وصول کرلے، اور یہ اعلیٰ سود، کم قوت خرید والے زر کی ادائی کے نقصان کو زائل کر دے۔ اس کے برعکس اگر قیمتیں گھٹیں تو ممکن ہے کہ قرض گیرندہ کو کم شرح سود سے قرضہ مل سکے اور اس طرح قیمتوں کی تخفیف سے پیدا ہونے والے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس قسم کی تلافی مستقل طور سے اور بتدریج بلکہ خود بخود وقوع پذیر ہوگی اور اس طرح دین دار اور لین دار کے باہمی تعلقات میں خلل انداز ہونے والے مخالف اثرات رفع یا زائل ہو جائیں گے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ فی الحقیقت قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں سود کی شرحوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، اور یہ کہ قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں سود کی شرحیں ادنیٰ ہوتی ہیں۔ اس واقعہ کی توجیہ و تشریح اکثر اوقات بہت کچھ ناقدانہ نکتہ چینیوں کا مرکز بنی رہی ہے، اور اس کو کلیتہً واضح نہیں قرار دیا جا سکتا۔

یہ امر بظاہر بڑی حد تک یقینی معلوم ہوتا ہے کہ قیمتوں کے تغیرات کے ساتھ ساتھ شرح سود میں اختیاری و ارادی طور سے تبدیلیاں عمل میں نہیں لائی جائیں؛

---

[۵] اس فصل کے زیر بحث موضوع کی تفہیم حصۂ سوم کے بنک کاری اور صنعتی بحران کے متعلق ابواب اور حصۂ ششم کے سود اور کاروباری منافع کے متعلق ابواب کے مطالعہ کے بعد زیادہ بہتر طریقے پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس

باب ۱۲
قیمتوں کے تغیرات

اور اس کی سیدھی سادی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے تغیرات کے متعلق صحیح پیشگی اندازہ شاذ ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات معاشی نظریے اور معاشی تاریخ کے ماہر یہ خیال کرتے ہیں کہ حالات پہلے سے ایسے موجود ہوتے ہیں جو قیمتوں کے اضافے کی جانب رہبری کرتے ہیں: چنانچہ ۱۸۵۰ء میں آسٹریلیا اور کیلی فورنیا میں سونے کی کانیں دریافت ہونے کے بعد یہی صورت نمودار ہوئی؛ اور ۱۹۰۰ء تا ۱۹۱۰ء میں بھی ایسا ہی ہوا۔ لیکن ۱۸۵۰ء کے بعد قیمتوں کا اضافہ بعض نہایت ماہر اور جید اشخاص کے تخمینے اور توقع سے بہت کم تھا؛[1] علیٰ ہذا ۱۸۷۳ء کے بعد قیمتوں کی تخفیف بھی بالکل غیر متوقعہ تھی۔ اب خواہ چند اشخاص قیمت کے تغیرات کو پہلے سے معلوم کر سکیں یا نہ کر سکیں دین داروں اور لین داروں کی کثیر التعداد جماعت تو ان تغیرات کے متعلق کوئی فکر بھی نہیں کرتی۔ بجز غیر معمولی تغیرات کے زمانے کے (جیسے کہ زر کاغذ کی بنا پر رونما ہوتے ہیں) یہ جماعت زر کو ثابت القدر خیال کرتی ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان اور سود کی ادائی کو صرف بحوالۂ زر شمار کرتی ہے۔ وہ قیمت کے ہونے والے تغیرات کے لحاظ سے سود کی "حقیقی" شرح کو منظم کرنے کے بارے میں اپنے آپ کو زحمت میں نہیں ڈالتی۔

302

بایں ہمہ یہ ممکن ہے کہ کسی غیر وجدانی یا غیر محسوس عمل کے ذریعے سے یا بے خبری کے عالم میں سود کی شرح میں کوئی تغیر واقع ہو۔ اگر یہ معلوم ہو کہ سب دین دار قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں فائدہ حاصل کر رہے ہوں، اور اگر یہ خیال عام ہو جائے کہ اشیا ادھار خریدنا اور قرضے لینا منفعت بخش کاروبار ہے، تو ممکن ہے کہ قرضوں کی طلب بڑھ جائے اور اس طرح سود کی شرح میں اضافہ ہو جائے۔ علیٰ ہذا قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں قرضوں کی طلب کی قلت اور شرح سود کی کمی کے معکوس مظاہر اسی قسم کے اسباب کی بنا پر اپنے آپ کو اس وقت ظاہر کر سکتے ہیں جبکہ وہ لوگ جنھوں نے قرضہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: بحث کو ان کے مطالعہ تک ملتوی کر دینا ہی غالباً زیادہ مناسب ہوگا۔

[1] چنانچہ شیوالیر ایک ممتاز عالم معاشیات نے (جو کسی حال غیر معروف شخصیت نہیں ہے) سونے کی ان دریافتوں کے ممکنہ اثرات کے متعلق بہت مبالغہ آمیز تخمینے مرتب کیے تھے۔

حاصل کیا ہو بظاہر گھاٹے اور مصیبت میں ہوں۔

مگر قرضوں کی طلب اور شرح سود کے تغیرات کی بڑی حد تک توجیہ کرنے والے دوسرے اسباب بھی ہیں۔ چنانچہ ان اسباب کے منجملہ ایک سبب، جو مصنف کے خیال میں ایک اہم اور روزنی سبب ہے، یہ واقعہ ہے کہ اجرت متعارفہ کی دھیمی رفتار اضافہ کے باعث کاروباری منافع بہت زیادہ وصول ہوتا ہے۔ قرض گیرندے زیادہ تر کاروباری اشخاص ہوتے ہیں جو پیدائش کے عمل کی رہنمائی میں مصروف ہوتے ہیں۔ ایسے زمانے میں جبکہ منافع کے بارے میں ان کے توقعات اچھے ہوں (اور یہ حالت اس زمانے میں ظاہر ہوتی ہے جبکہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کا ساتھ اجرت نہیں دیتی) سب مزید "اصل" کے خواہاں و طالب ہوتے ہیں؛ یعنی ایسے ذرائع کی مانگ بڑھ جاتی ہے جن کی مدد سے وہ زیادہ مقدار میں اشیائے اصل حاصل کرسکیں اور مزدوروں کی زیادہ تعداد سے کام لے سکیں۔ گو انجام کار سود کا مدار کاروباری منافع سے بالکل الگ دوسرے عاملین پر ہوتا ہے؛ لیکن سود تقریباً کاروباری منافع سے اخذ کیا جاتا ہے، اور منافع کی بیشی اور کمی کے لحاظ سے اس میں بھی زیادتی اور کمی ہوتی رہتی ہے۔ کاروباری جماعت کے ارکان بڑھتی ہوئی قیمتوں کے زمانے میں جو منافع حاصل کرتے ہیں اور گھٹتی ہوئی قیمتوں کے ساتھ انھیں جو نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں یہی اس کے بالمقابل بڑی حد تک سود کی شرح کے تغیرات کی توجیہ کرتے ہیں۔

803

اس کے علاوہ ایک اور سبب آلۂ اعتبار کے عمل میں پایا جاتا ہے۔ گزشتہ بابوں میں یہ بیان کیا گیا کہ کاروباری گرماگرمی بڑھتی ہوئی قیمتوں کا نتیجہ ہوتی ہے؛ لیکن وہ قیمتوں کو بڑھانے کا ایک سبب بھی ہے۔ خواہ خالص مالی اثر نہ بھی ہو (مثلاً فلز کی رسد میں اضافہ)، تو بھی اعتبار کی عام توسیع سے قیمتیں بڑھ سکتی ہیں؛ چنانچہ اس واقعے کے متعلق کسی موزوں مقام پر مفصل بحث کی جائے گی[1]۔ یہاں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ گرماگرمی کا دور جس میں سود کی شرحیں بڑھ جاتی ہیں اور سرد بازاری کا دور جس میں سود کی شرحیں گھٹ جاتی ہیں، ان دونوں کے مابین

---

[1] ۔ باب ۳۰ خاص کر فصل ۲۔

باہمی قیمتوں کے تغیرات

سبب و نتیجے کا علاقہ ہے؛ یا غالباً زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مختلف اثرات و نتائج صرف ایک غالب سبب کی پیداوار ہیں۔ قیمتوں اور شرح سود' دونوں کی تکثیر پذیری کا باعث بڑی حد تک ایک مشترک سبب ہے اور وہ صنعتی گرماگرمی و تجارتی گرم بازاری ہے؛ اور قیمتوں اور سود کی تقلیل پذیری کا باعث و محرک بھی اسی قسم کی ایک وجہ مشترک ہے' یعنی: صنعتی سرد بازاری۔

واقعہ یہ ہے کہ قیمتوں اور شرح سود کے تغیرات کے مابین کوئی صحیح اور قطعی تعلق نہیں ہے۔ بعض مصنفوں کا خیال ہے کہ اس قسم کا تعلق پایا جاتا ہے؛ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ جب قیمتیں گھٹتی ہیں تو' سود میں اس طرح تخفیف ہوتی ہے کہ دین دار کا شرح سود کا فائدہ اس کے قیمتوں کی کمی کے نقصان کو زائل کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس جب قیمتیں بڑھتی ہیں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سود میں ٹھیک اسی قدر اضافہ واقع ہوتا ہے جس سے لین دار کا نقصان زائل ہو جائے۔ لیکن جیسا کہ اعدادی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے' اس قسم کی ترتیب و تنظیم کلی نہیں ہوتی بلکہ بظاہر جزوی ہوتی ہے؛ لین دار یا دین دار' جہاں تک کہ وہ سود کی شرحوں کے تغیرات سے فائدہ محسوس کرتے ہوں' صرف جزوی حد تک فائدہ حاصل کرتے ہیں اور یہ جزوی فائدہ کسی محسوس و ارادی تنظیم کا نتیجہ نہیں ہوتا' اور قرضوں کی ادائی میں عدم مساواتوں کی خود بخود اصلاح کی سمت تو وہ اس سے بھی کم رہبری کرتا ہے۔ قیمتوں اور شرح سود میں جو تغیرات کم و بیش متوازی طریقے پر واقع ہوتے ہیں ان کی تشریح و توجیہ اس طرح نہیں کی جا سکتی کہ دین دار اور لین دار کے حسابات اور تخمینے شرح سود کے تغیرات کے ذمے دار ہوتے ہیں۔ اگر اس عمل کا رجحان موجودالوقت مالی نظام کے تحت ان جماعتوں کے باہمی لین دین میں مساوات قائم کرنے کی جانب ہو تو یہ نتیجہ' جزوی حد تک' شرح سود پر اثر انداز ہونے والے دوسرے اسباب کی بنا پر رونما ہوتا ہے؛ لیکن بڑی حد تک اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ قیمتوں کے تغیرات ہمیشہ سست اور دھیمے ہوتے ہیں اور اکثر اعتباری لین دین کے نتیجے میں خلل انداز ہونے کی حد تک ان کا کوئی قابل لحاظ اثر نہیں پڑتا۔

804

باب بست و سوم

سرکاری زر کاغذی

(۱) غیر بدل پذیر زر کاغذی یا حکمی زر کاغذی کے رواج کا مدار زر کاغذی کے استعمال کرنے کی مستقل عادت پر ہوتا ہے؛ اس کی قدر کا انحصار اس کی مقدار پر ہوتا ہے بشرطیکہ وہ آزادی کے ساتھ رائج ہو۔ آزادانہ گردش سے قاصر رہنے کا امکان؛ انتہائی بیش اجرائی سے نظام کے درہم و برہم ہونے کا امکان۔ (۲) کاغذی زر فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیتا ہے۔ کاغذی زر کی کم قدری افراط کی وجہ سے؛ فلزی زر کی بڑھوتری کاغذی زر کے بٹہ کی صحت کے ساتھ پیمائش نہیں کرتی۔ بدل پذیری کی توقع فلزی زر کی بڑھوتری کو متاثر کرتی ہے۔ (۳) ریاستہائے متحدہ کے تجربہ (۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء) کی مثال۔ (۴) زائد اجرا سے اجتناب بہت شاذ کیا جاتا ہے۔ زر کاغذی کی کم قدری کے دور کے بعد کن شرائط پر فلزی ادائیوں کو از سر نو جاری کرنا چاہیئے؟ (۵) بدل پذیر سرکاری زر کاغذ ریاستہائے متحدہ کے صداقت نامہ جات امانت؛ ریاستہائے متحدہ کے نوٹ یا گرین بیک۔ (۶) ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے زمانے میں یوروپین ممالک میں زر کاغذ کا عدیم النظیر کثیر رواج۔ معیار طلا پر جمے رہنے کے باوجود ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں میں عظیم اضافہ۔

باب ۲۱ سرکاری زر کاغذی

۱۔ اس باب میں ہم اس زر کاغذی پر بحث کریں گے جو حکومتوں کی جانب سے جاری کیا جاتا ہے، اور غیر بدل پذیر یا ناقابل مبادلہ کاغذ پر خاص طور سے غور کرینگے۔ زر کاغذی پر، خواہ وہ کسی قسم کا ہو، ادائی کا وعدہ مندرج ہوتا ہے؛ لیکن سرکاری زر کاغذ پر جو وعدہ درج ہوتا ہے وہ بہت کم پورا کیا جاتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر اس وعدے کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ زر کاغذ کے متعلق سب سے پیچیدہ اور سب سے زیادہ سبق آموز سوالات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ اس پر مندرجہ وعدے کے برعکس وہ بدل پذیر یا عندالطلب فلزی سے قابل بدل نہ ہو۔

غیر بدل پذیر زر کاغذ کو "حکمی زر" اس لیے کہا جاتا ہے کہ بطور زر اس کے استعمال اور اس کی قدر کا مدار محض سیاسی قوت و اقتدار یا حکومت کے حکم پر ہوتا ہے۔ جس حد تک کہ بادشاہ کا فرمان یا سلطنت کا قانون، کاغذ کے پرزے کو بطور زر رائج کرنے کا اور بطور زر اس پرزے کی قدر کو قائم و برقرار رکھنے کا سبب ہو سکتا ہے اس کی اہمیت کو بہت بڑھا چڑھا کر، یا بہت گھٹا کر دونوں طرح سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو زر بھی رائج رہا اس کی بنیاد براہ راست یا بالواسطہ طریقے سے کسی قسم کے جبر و تعدی یا اختیاری انتخاب پر قائم نہیں ہوئی بلکہ محض اس بنا پر کہ وہ ایک عام افادہ رکھنے والی شئے تھی، اور عام طور پر مقبول تھی۔ لیکن جب ایسی شئے کا ایک مرتبہ عادۃً بطور زر استعمال شروع ہو جائے تو سیاسی قوت یا حکومت اس کی قدر و قیمت کو اور اس کے رواج پانے کے طریق کو بڑی حد تک متاثر کر سکتی ہے۔ علیٰ ہٰذا صرف اس صورت میں حکومت کا جاری کردہ زر کاغذ حکماً رائج کیا جا سکتا ہے، جبکہ لوگ کاغذ کو بطور آلہ مبادلہ استعمال کرنے کے خوگر ہو جائیں۔ عصر جدید کی قوموں نے اس قسم کے زر کو سترھویں صدی کے آخر حصے میں بڑے پیمانے پر استعمال کرنا شروع کیا، جبکہ سرکاری اور نیم سرکاری بنک ادائی کے وعدے جاری کرتے تھے، اور یہ کاغذی وعدے اس وجہ سے بہت سرعت کے ساتھ رواج پاتے تھے کہ وہ حقیقۃً فلزی زر سے قابل بدل تھے۔ اٹھارھویں صدی تک فلزی زر کے یہ کاغذی بدل اس قدر مقبول عام ہو گئے تھے کہ حکومتوں کے لیے غیر بدل پذیر زر کاغذ جاری کرنے میں بہت سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ حکومتوں نے ایک حد تک عوام کی

805

باب ۲۳
سرکاری زر کاغذی

اس مستقل عادت سے فائدہ اٹھا کر اور ایک حد تک محض قانون کے دباؤ سے کام لے کر رقم کی ادائی کے ان وعدوں کو جو محض برائے نام تحریر کیئے جاتے تھے، سونے اور چاندی کے سکوں کی طرح پوری آزادی کے ساتھ رواج دینا ممکن پایا۔

اب یہ فرض کیا جائے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی موجودگی کے بغیر غیر بدل پذیر زر کاغذ رواج نہیں پا سکتا؛ یعنی: ادائی کے کاغذی وعدوں کے استعمال کی عادت اور ایک طاقتور حکومت ۔ یہ بھی فرض کرلو کہ حکومت کاغذی زر کے استعمال و رواج کو وسیع کرنے اور تقویت دینے کے لیے اپنی قوت صرف کرتی ہے ۔ اس کے لیے عام طور سے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زر کاغذی قرضوں کی ادائی کے لیے زر قانونی قرار دیا جاتا ہے، اور محصولات و دیگر سرکاری واجبات کے لیے زر کاغذی کو اس کی مرقومہ قیمت کے لحاظ سے قابل قبول گردانا جاتا ہے ۔ یہ مان لو کہ انھی طریقوں سے کاغذ کو آزادانہ طور سے رواج دیا جاتا ہے اور وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اسی طرح منتقل ہوتا اور گردش کرتا پھرتا ہے جیسے کہ فلزی زر ۔ ایسی حالت میں زر کاغذی کی قدر کا تعین کونسی شئے کرتی ہے؟

ظاہر ہے کہ وہی استدلال جو فلزی زر کے بارے میں پیش کیا جا چکا ہے زر کاغذی کے متعلق بھی صادق آئے گا؛ یعنی: اس کی قدر بھی اس کی مقدار کے لحاظ سے متعین ہوگی ۔ اگر کاغذی زر اسی مقدار میں رائج کیا جائے جتنی مقدار میں کہ پہلے فلزی زر رائج تھا، اور اگر وہ فلزی زر کو رواج سے کاملاً ہٹا دے (اور عام طور سے ہوگا بھی یہی) تو، قیمتوں کی سطح بعینہ وہی رہے گی جو کہ پہلے موجود تھی اور کاغذی زر کی قدر بھی ویسی ہی رہے گی جیسی کہ فلزی زر کی تھی ۔ اگر فلزی زر کی دو چند مقدار میں کاغذی زر رائج کیا جائے تو، قیمتیں پہلے کے مقابلے میں دگنی ہو جائیں گی، اور زر کی قدر گھٹ کر نصف رہ جائے گی

یہ بیانات بھی انھی شرائط کے تابع ہیں جن کا اطلاق خود فلزی زر کے بارے میں ہو سکتا ہے ۔ ان شرائط میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ زر کی رفتار گردش کی سرعت یکساں رہتی ہے اور یہ کہ اشیا کی مقدار اور ان اشیا کے بازار میں پہنچنے کے طریقوں میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا؛ چنانچہ ان شرائط پر پہلے بحث کی جا چکی ہے ۔ نیز ان میں یہ بھی فرض کیا جاتا ہے کہ زر کے اعتباری بدلوں کا استعمال اور خاص کر بنک کے اعتباری طریقے غیر متبدلہ ہیں؛ اور یہ ایسے

806

سرکاری نسکا غذی

اہم شرائط ہیں جن پر غور کرنا باقی ہے۔ پھر بھی ان سب شرائط اور ترمیمات کی وجہ سے اساسی اصول رد نہیں ہوتا؛ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے، یعنی: یہ کہ آزادانہ گردش کرنے والے زر کاغذی کی قدر کا مدار اس کی مقدار پر ہوتا ہے۔ خواہ کاغذی زر کلیتہً غیر بدل پذیر ہو اور خواہ فلز سے اس کے مبدل ہونے کی کوئی توقع نہ ہو، اس کی قدر برقرار رہے گی، اور وہ زر کے تمام کام انجام دے گا۔ فلزی زر کے مقابلے میں کاغذی زر سے بظاہر ایک فائدہ ملک کو یہ حاصل ہوگا کہ مصارف کم پڑیں گے۔ سونے اور چاندی کو کان سے برآمد کرنے میں بہت محنت صرف ہوتی ہے؛ کاغذی زر میں مقابلتہً بہت ہی کم اور معمولی اخراجات عائد ہوتے ہیں۔ گویا ایک بیش خرچ آلۂ مبادلہ اور زر کے کثیر المصارف نظام کی بجائے ایک ایسا آلۂ مبادلہ یا ایسا کارآمد نظام قائم ہو جاتا ہے جس کے برقرار رکھنے میں زیادہ سہولت اور کفایت ہوتی ہے۔

مگر اس کا اعادہ نامناسب نہ ہوگا کہ ان تمام امور کا مدار اس مفروضے پر ہے کہ زر کاغذ آزادی کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ عملاً وہ لازمی طور سے آزادی کے ساتھ گردش نہیں کرتا۔ ممکن ہے کہ لوگ حکومت پر پورا اعتبار نہ کریں یا کاغذ کے استعمال کو پسند نہ کریں یا کسی اور سبب سے اس کو روزمرہ کے کاروبار اور لین دین میں شوق کے ساتھ قبول کر لینے سے انکار کریں۔ اس صورت میں یا تو وہ رائج ہی نہ ہوگا یا اس کی قدر ایک دوسرے ہی اصول پر متعین ہوگی۔ اس قسم کے امکان کی ایک نمایاں مثال کیلی فورنیا کی ریاست میں امریکا کی خانہ جنگی کے دوران اور اس کے بعد کے زمانے (۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء) میں رونما ہوئی۔ ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے اتنی مقدار میں کاغذی زر رائج کر دیا تھا کہ اس کی وجہ سے قیمتیں بڑھ گئی تھیں اور زر کی قدر گھٹ گئی تھی۔ دوسری ریاستوں کے مثل کیلی فورنیا میں کاغذی زر، زر قانونی تھا؛ اور اس کی شکل میں سرکاری محاصل قابلِ وصول تھے؛ نیز وفاقی حکومت سے بھی کسی کو کسی قسم کی بدگمانی یا مخاصمت نہ تھی۔ لیکن خواہ اسے دانشمندانہ ترجیح کہو یا تعصب، واقعہ یہ ہے کہ ایک نہایت قوی جذبہ یا احساس سونے کی موافقت میں اور کاغذی زر کی مخالفت میں موجود تھا؛ یہ جذبہ یا احساس اس واقعہ

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

کی بنا پر تھا کہ کیلی فورنیا اس وقت اپنے سونے کی عظیم الشان دریافتوں کی پہلی منزل میں تھا، اور یہ کہ سونا جملہ کاروبار کی انجام دہی کے لیے بافراط مل سکتا تھا)۔ ہر قرضدار کو یہ قانونی حق حاصل تھا کہ اپنے قرضوں کی ادائی کم قدر زر کاغذ کی شکل میں کرے۔ لیکن اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بدنام ہو جاتا تھا (یعنی: لین دار اخبارات میں اس کا نام شائع کر کے اس کی شہرت کو خراب کر سکتا تھا)، اور اس کا مقاطعہ کر دیا جاتا تھا۔ اس کل زمانے میں کیلی فورنیا میں کاغذی زر استعمال نہیں ہو رہا تھا۔ ریاست کے سب باشندے اپنے کاروبار طلائی سکوں کے ذریعے سے طے کرتے تھے، اور اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ میں غیر بدل پذیر کاغذی زر استعمال کیا جا رہا تھا۔[1]

807

جب کوئی حکومت اجرائے زر کاغذی کے امکانات سے ناواجب فائدہ اٹھاتی ہے اور زر کاغذ کو کثیر اور روز افزوں مقدار میں رائج کرتی ہے تو یہی عامل یعنی: کاغذی زر استعمال کرنے کے متعلق عام ناپسندیدگی اور تنفر، اس کی گردش اور قدر کو نمایاں طریقے سے متاثر کرتا ہے جس کے نتائج اچانک اور عجیب ظاہر ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ حالات ایسی نوبت پر پہنچ جائیں کہ کوئی شخص کاغذی زر کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو، اور اس کی بنیاد متنزلزل ہو جائے۔ اس طرح اس کی قدر صرف اس وجہ سے نہیں گھٹ جاتی کہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ لوگ اس کو اشیا کے مبادلے میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کی رسد بڑھ جاتی ہے، اور اس کی طلب (یعنی: زر کے معاوضے میں اشیا کا پیش کش) کم ہو جاتی ہے؛ بلکہ ممکن ہے کہ طلب بالکل موقوف ہو جائے۔ چنانچہ یہی صورت ۱۷۲۰ء میں رونما ہوئی جبکہ اسکاٹ لینڈ کے ایک اولوالعزم سازشی "لا" نے فرانسیسی حکومت کو نوٹ جاری کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ نوٹ اتنی کثیر مقدار میں اور مسلسل جاری کیے گئے کہ انھیں کوئی بھی قبول نہ کرتا تھا اور ان کی قیمت گھٹ کر بالکل معمولی سی رہ گئی۔[2] علیٰ ہذا یہی حال اس

---

[1] دیکھو موسی (Moses) کا مضمون موسوم بہ "کاغذی زر قانونی کیلی فورنیا میں" "کوارٹرلی جورنل آف اکنامکس" جلد ہفتم صفحہ ۱ میں۔

[2] اس صورت میں عوام کا زر کاغذ میں اعتماد اچانک طور سے مفقود ہو گیا۔ حکومت نے اس کی قدر کی کمی کو روکنے

باب ۱۲ سرکاری زر کاغذی

زر کاغذی کا ہوا جو امریکن کانگریس کی جانب سے "انقلاب" کے زمانے میں جاری کیا گیا تھا۔ "کانٹی نینٹل" نوٹ اس قدر کثیر مقدار میں چھاپے گئے کہ ان پر قطعاً کوئی اعتبار باقی نہیں رہا، اور ان کی مقدار کے تناسب سے بہت زیادہ ان کی قیمت گھٹ گئی (چنانچہ اسی بنا پر یہ کہاوت مشہور ہے کہ "فلاں شے کانٹی نن ٹل کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی")۔ بعینہٖ یہی حال فرانس میں بھی فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں (۱۷۹۰ء تا ۱۷۹۶ء) "اسینات" (Assignats) کا ہوا؛ اس زمانے میں حکومت فرانس نے ایسے نوٹ جاری کئے تھے جو اولاً زمین سے قابل مبادلہ تھے، مگر بہت جلد غیر بدل پذیر نوٹ جاری کئے جانے لگے اور ان کی مقدار اتنی کثیر تھی کہ وہ بالکل بے قیمت ہو گئے۔ اس کی تھوڑی مدت کے بعد ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۵ء میں جنوبی امریکا کے جمہوریہ کے جاری کردہ نوٹ کا بھی یہی حشر ہوا۔ 808

لیکن اکثر صورتوں میں زر کی کم قدری اس انتہائی حالت کو نہیں پہنچی۔ انیسویں صدی کے دوران میں اکثر ملکوں میں زر کاغذی جاری ہوا، اور نتیجۃً یہ ہوا کہ اس کی قدر عام طور سے گھٹ گئی۔ پھر بھی امریکا کی خانہ جنگی کے زمانے میں سوائے بدقسمت جنوبی جمہوریہ کے انیسویں صدی میں کوئی اہم ملک ایسا نہ تھا جس نے اس حد تک کاغذی زر جاری کیا ہو کہ وہ ساقط الاعتبار ہو جائے۔ زر کاغذ، بہت ہی کثیر مقدار میں، مگر ایسے حالات و شرائط کے تحت جاری کیا گیا جن کی بنا پر وہ اپنی گردش کو برقرار رکھ سکتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی کوشش کی تو حالت غیر متوقع طور سے اور بھی زیادہ نازک ہو گئی۔ کم قدری کے ابتدائی زمانے میں بظاہر یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ زر کاغذی کی قدر کی تخفیف کا کوئی اثر اس کے رواج پر نہیں پڑا۔ لوگ جس چیز کو دیکھتے تھے وہ محض ظاہری قدر تھی، اور گو وہ نوٹوں کو لائور Livres کے نام سے موسوم کرتے تھے، تاہم کوئی بھی یہ سوال نہ کرتا تھا کہ لائور کے معنی کیا ہیں؟ لیکن جونہی رقموں کی مقدار میں تبدیلی کی گئی، اور حکومت نے یہ اعلان کیا کہ دس لائور کے نوٹ کی قیمت ۵ لائور ہوگی، اس کاغذی ڈھانچے کی حقیقت کھل گئی۔ اس سے جو اضطراب پھیلا وہ انتہائی عام اور کورانہ تھا جتنا کہ پہلے اعتماد تھا۔ بقول سر جیمس اسٹورٹ "۲۲ مئی کو اگر کوئی شخص ایک سو ملین بنک کے نوٹ لے کر بھی بازار میں جاتا تب بھی وہ فاقوں مر سکتا تھا"

دیکھو نیکلسن کی کتاب موسوم بہ Three Lectures on the cost of obtaining money صفحہ ۹۰ سر اسٹورٹ جیمس کا قول ان کی کتاب "اصول معاشیات" حصہ دوم باب ۱۰ جلد سوم اشاعت ۱۸۰۵ء سے ماخوذ ہے۔

باب ۱۳ سرکاری زر کاغذی

اور اپنی قدر کے لیے اپنی مقدار پر انحصار کر سکتا تھا۔ اس قسم کی صورت حال پر، جو مذکورہ بالا حالات کے مقابلہ میں کم انتہا پسندانہ، لیکن پیچیدہ تر تھی مندرجہ ذیل فصلوں میں زیادہ تر بحث کی جائے گی۔

۲۔ زر کاغذ، خواہ وہ بدل پذیر ہو یا غیر بدل پذیر، فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیتا ہے۔ یہ اخراج بین الاقوامی تجارت کے عمل کے ذریعے سے واقع ہوتا ہے۔ جاری کردہ نیا زر گردش کی مقدار کو بڑھا دیتا ہے اور اس سے قیمتیں جلد ہو یا دیر میں بڑھ جاتی ہیں۔ قیمتوں کی زیادتی درآمد کو بڑھا دیتی اور برآمد کو گھٹا دیتی ہے؛ نتیجہ یہ کہ درآمد کی ادائی کے لیے فلزی زر باہر چلا جاتا ہے۔ مگر کاغذی زر باہر نہیں جاتا؛ اس لیے کہ غیر ممالک میں اس کا رواج پانا ناممکن ہے۔ یہ سچ ہے کہ نظام عام طور سے اس قدر سیدھا سادہ نہیں ہوتا جیسا کہ بیان ہوا؛ جس وقت تجارت خارجہ پر تفصیلی غور و بحث کی جائیگی اس وقت اس نظام کے عمل میں متعدد پیچیدگیاں ظاہر ہوں گی۔ لیکن اساسی اعتبار سے جو کچھ عمل ہوتا ہے اسے صحت کے ساتھ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ فلز، بین الاقوامی تجارت کے ذریعے سے اسی تناسب سے غائب ہو جاتا ہے جس تناسب سے کہ زر کاغذ جاری کیا جاتا ہے۔ فلز کی جتنی مقدار رائج ہو اگر اس کے نصف کے بقدر کاغذ جاری کیا جائے تو آلۂ مبادلہ کی ترکیب میں نصف فلزی زر اور نصف کاغذی زر باقی رہ جائے گا۔ اگر ٹھیک فلزی زر کی مقدار کے برابر کاغذی زر رائج کیا جائے تو، سب فلزی زر غائب ہو جائے گا اور صرف کاغذی زر باقی رہے گا۔ علیٰ ہذا القیاس پہلے سے جتنا فلزی زر رائج ہو اس سے زائد مقداریں کاغذی زر رائج کرنے کی صورت میں بھی یہی ہوگا۔

موخر الذکر حالت "زائد اجرا" کی حالت کو تعبیر کرتی ہے؛ یعنی: ایک ایسی حالت جس میں قیمتیں، فلزی نظام کی حالت کے مقابلے میں مستقلاً بڑھ جاتی ہیں۔ 309 جب فلزی زر کے اخراج کے ذریعے سے کاغذی زر کی گردش کے لیے گنجائش نہیں نکالی جاتی تو زائد زر قیمتوں کی سطح کو مستقل طور سے بڑھا دینے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس قسم کے اضافے کے جملہ نتائج رونما ہونے لگتے ہیں۔ لین دار نقصان میں رہیں گے

باب ۲۳
سرکاری زر کاغذی

اور دین دار فائدے میں ہیں۔ اشیا کی قیمتیں، معمولی اجرت کے مقابلے میں بہت تیزی کے ساتھ بڑھتی ہیں؛ اور ان آمدنیوں کے مقابلے میں، جنھیں "معین" کہا جاتا ہے، بہت سرعت سے بڑھ جاتی ہیں، اس لیے کہ وہ رسم و رواج سے بہت متاثر ہوتی ہیں۔ کاروباری اشخاص منافع کماتے ہیں۔ شرح سود میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ صنعتی دنیا میں خوشی اور خوشحالی محسوس کی جاتی ہے بعینہ اسی طرح جیسا کہ فلزی زر کی رسد کے اضافہ سے قیمتیں بڑھنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

یہ خوشی اور خوشحالی اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ یہ عمل قائم رہے۔ وہ بڑھی ہوئی قیمتوں کا نتیجہ نہیں ہوتی، بلکہ بڑھنے والی قیمتوں کا نتیجہ ہوتی ہے جب ایک مرتبہ ہر طرف سے سطح بلند اور اپنی حالت پر قائم ہو گئی، تو حالت جمود طاری ہو جاتی ہے، بلکہ پست حالی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے؛ اس کا اثر بعینہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ منشیات کا؛ یعنی جب محرک شے کا عمل رک جاتا ہے تو، ردعمل شروع ہوتا ہے۔ بڑھتی ہوئی قیمتوں کے دوروں کے مستقل مظاہر میں سے (خواہ قیمتیں زر فلزی کی وجہ سے بڑھی ہوں یا زر کاغذی کی وجہ سے) ایک یہ عام شکایت بھی ہوتی ہے کہ زر کافی مقدار میں موجود نہیں ہے۔ خواہ زر کی مقدار کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے، لوگوں کی زبان پر ہمیشہ یہی کلمہ رہے گا کہ "خوشحالی کو بڑھانے کے لیے" یا "کاروبار کرنے کے لیے" کافی زر موجود نہیں ہے۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ قیمتیں بڑھی ہوئی رسد سے مطابق ہو گئی ہیں، ایک حالت پر قائم ہیں اور بظاہر روز افزوں ترقی کی ظاہری خوشحالی اختتام کو پہنچ چکی ہے۔

اس بنا پر اکثر اشخاص زر کی رسد میں مزید اضافہ کرنے کی پر زور تائید کرتے رہتے ہیں۔ اکثر اشخاص اس چیز کے متعلق کہ زر کیا ہے، اس کے فعل کیا ہیں اور خوشحالی پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے، بہت موہوم خیالات رکھتے ہیں۔ فطری طور سے وہ تقریباً ہمیشہ زر کی رسد میں اضافے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ خاص کر بڑھتی ہوئی قیمتوں کے دوروں کے درمیان اور بعد میں زر کی مقدار کے روز افزوں اضافے کے موئیدین کی تعداد جو اسے ہر خرابی کا علاج سمجھتے ہیں بہت کثیر ہوتی ہے۔ لیکن جلد یا بدیر قوم کا کثیر حصہ سلامت روی کی درمیانی حالت پر عود کر آتا ہے اور حکمی زر کے وکیلوں کی تدابیر کا

باب ۳۲
سرکاری زر کاغذی

قلع قمع ہوجاتا ہے۔ لیکن زر کاغذ جاری کرنے کے متعلق جو سب سے بڑے اعتراضات ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ اس کے سبب سے زر کی نوعیت اور اس کے اثرات کے بارے میں لوگوں کے خیالات میں خلفشار پیدا ہوجاتا ہے؛ لغو اور بے معنی خیالات پیدا ہوجاتے ہیں اور معاشیات کے سادہ ترین اصول کو ازسرنو سیکھنا سکھانا پڑتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑی دشواری یہ کہ جہالت، غیظ و غصہ اور بددیانتی کے ہجوم کو ہٹا کر زر کے نظام کو صحیح طریقے پر منظم کرنا پڑتا ہے۔

310

جب کاغذی زر ایسی مقدار میں جاری کیا جائے کہ اس کے سبب سے قیمتیں اس سطح سے بڑھ جائیں جس پر کہ وہ کسی فلزی معیار کے تحت رہتیں تو، فلزی زر کی گردش موقوف ہوجاتی ہے اور فلزی زر خود ایک معمولی شے کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ زر کاغذی ہی واحد آلۂ مبادلہ بن جاتا ہے اور سونا (یا چاندی، جیسی صورت ہو)، دوسری اشیاء کے مثل، بحوالہ زر کاغذی قیمتاً خرید و فروخت کیا جانے لگتا ہے۔ چنانچہ بعینہٖ یہی حال چاندی کا ہوا؛ جس وقت سونا تمام مہذب ممالک میں معیار زر قرار پایا اور چاندی کی حیثیت کامل فلزی زر کی قائم نہ رہی تو چاندی کی خرید و فروخت سونے کے حوالے سے ہوتی تھی۔ ایک ایسے نظام کے تحت جس میں زر کاغذی بہت کثیر مقدار میں جاری کیا جائے، سونا کاغذی زر کے حوالے سے بڑھوتری پر فروخت ہوتا ہے۔ اور کاغذی زر، طلا کے حوالے سے کم قیمت ہوجاتا ہے۔ اگرچہ کاغذی زر، ادائی بصورت طلا کا ایک برائے نام وعدہ ہے؛ لیکن وہ قدر کے لحاظ سے سونے کے مساوی نہیں ہے، جس کی نمائندگی کا وہ مدعی ہوتا ہے۔ چنانچہ سونے کی قیمت عام طور سے اس طرح سے نہیں بیان کی جاتی کہ، مثلاً: سونا فلاں چیز کے حوالے سے اتنا فی اونس یا فی پونڈ ملتا ہے؛ بلکہ خود اسی کے حوالے سے اس کی قیمت بیان کی جاتی ہے؛ مثلاً: یہ کہ ایک طلائی ڈالر خریدنے کے لیے کتنے کاغذی ڈالر درکار ہیں؟

خواہ سونے کا رواج کسی ملک میں بطور آلۂ مبادلہ باقی نہ رہے اور وہ معمولی رواج سے خارج ہوجائے، سونا ایسے ملک سے کلیتاً خارج نہیں ہوجاتا۔ کچھ سونا صنعتی کاموں میں ہمیشہ درکار رہا کرتا ہے؛ اور اس غرض کے لیے مثل

باب ۲۲ سرکاری زر کاغذی

تانبے یا نکل کے اس کی خرید و فروخت عمل میں آتی ہے۔ سونے کی ایک حد تک ضرورت بعض ایسے کاروبار میں بھی عام طور سے ہوتی ہے جنھیں خاص معاہدے کی رو سے سونے کے حوالے سے طے کرنا پڑتا ہے۔ بالعموم سونے کے سوداگروں کی ایک جماعت پیدا ہو جاتی ہے، جن کا کاروبار اس فلز کی خرید و فروخت ہوتا ہے؛ بالکل اسی طرح جس طرح کہ دوسری جماعتیں اس سے گھٹیا فلزات کا کاروبار کرتی ہیں۔

سونے پر جو بڑھوتری وصول ہوتی ہے اس سے اندازاً زر کاغذی کی کم قدری معلوم کی جا سکتی ہے، لیکن یہ محض تخمینہ ہوتا ہے، اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں۔ زر کاغذی کی کمی قدر قیمتوں کے بڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے؛ اور اس کی پیمائش انڈکس نمبر کے طریقے کے ذریعے سے ممکن ہے۔ لیکن قیمتوں میں جو بھی اضافہ ہوتا ہے وہ بے قاعدگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض اشیا کی قیمتیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں، بعضوں کی قیمتیں نسبتہً کم بڑھتی ہیں، بعض کی قیمتیں اپنی سابق حالت پر قائم رہتی ہیں اور بعض قیمتیں گھٹ جاتی ہیں بعض اوقات کسی ایک شے کی قیمت کی تبدیلی عام تبدیلی کو ظاہر کر سکتی ہے اور بعض اوقات اس کے خلاف بھی امکان ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال سونے کی قیمت کا یا فلزی بڑھوتری کا ہے۔ وہ خاص اثرات کے تابع ہوتی ہے، جن میں سے اہم ترین اثر بیرونی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے ترسیل طلا کی طلب ہے؛ اس لیے کہ ممالک خارجہ سے کاروبار کرنے میں سونے کا استعمال ناگزیر ہے۔ بعض اوقات ان خاص اثرات کے سبب سے بڑھوتری قیمتوں کے عام اضافے سے بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور بعض اوقات اس سے کم رہتی ہے۔

311

پھر بھی فلزی بڑھوتری اور کاغذی زر کی قیمت کی حقیقی کمی کے مابین جو اختلافات ہوتے ہیں وہ، گو بعض اوقات بہت نمایاں ہوتے ہیں، لیکن ان کے کسی بڑے پیمانے پر دیر تک جاری رہنے کا امکان نہیں ہوتا۔ بڑھوتری سے بالعموم کافی صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جاتا ہے، کہ زر کاغذی کی قیمت میں کس قدر حقیقی کمی ہوئی ہے۔ اگر بڑھوتری اوسطاً تقریباً ۱۰۰ ہو (یعنی سونے کی ۱۰۰ اکائیوں کو خریدنے کے لیے کاغذ کی ۲۰۰ اکائیاں درکار ہوں) تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ

باب: سرکاری زر کاغذی

طلائی نظام کے تحت جتنی قیمتیں ہوں گی ان کے مقابلے میں کاغذی زر کے تحت قیمتیں تقریباً دوچند ہیں۔ اگر بڑھوتری ۱۰ اور ۲۰ کے درمیان کسی جگہ ہو، جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں فلزی معیار کی طرف عود سے پہلے ۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء کے دوران میں ہوا تھا، تو ہم یقین کے ساتھ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ طلائی قیمتیں جتنی ہوتیں ان کے مقابلے میں کاغذی قیمتیں عام طور سے کسی قدر زیادہ ہیں، لیکن بہت زیادہ نہیں ہیں۔ اور جب بڑھوتری متعدد سالوں تک بتدریج و مسلسل گھٹتی چلی جائے تو، ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ معیار طلا کی صورت میں جتنی قیمتیں رہتیں قیمتوں کی سطح اب ان کے قریب قریب آرہی ہے؛ یعنی یہ کہ یا تو قیمتیں گھٹ رہی ہیں، یا پھر دوسری جگہ طلائی قیمتیں جس طرح بڑھ رہی ہیں اس طرح بڑھنے سے یہ قاصر ہیں۔

سونے کی بڑھوتری میں خاص تغیرات پیدا کرنے والے عاملین میں سے ایک عامل سونے میں کاغذی زر کی بدل پذیری کی توقع ہے۔ کاغذی زر جب جاری کیا جاتا ہے تو اس کے جاری کرتے وقت یہ نیت یا توقع بہت شاذ ہوتی ہے کہ اس کی قیمت میں کمی واقع ہوگی۔ اس کا اجرا بالعموم مالی دباؤ کے تحت عمل میں آتا ہے، اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس سے عارضی طور پر ایک شدید عملی ضرورت پوری ہوگی؛ اس وقت زیادہ غور و خوض کرنے کی مہلت نہیں ہوتی، بلکہ خواہش یہی ہوتی ہے کہ بعجلت ممکنہ فلزی بنیاد کی طرف عود کیا جائے۔ ہر وہ واقعہ جو فلز میں کاغذ کی فوری بدل پذیری کو ممکن بناتا ہے، بڑھوتری کو کم کر دیتا ہے؛ اور کوئی معمولی سا حادثہ اس کو بڑھا دیتا ہے۔ جب ۱۸۱۵ء میں نپولین البا کی قید سے نکل بھاگا" تو انگلستان میں سونے پر بڑھوتری بڑھ گئی اور جب واٹرلو کی جنگ کی خبر انگلستان پہنچی تو بڑھوتری میں بڑی حد تک تخفیف ہو گئی۔ ریاستہائے متحدہ میں گیٹس برگ کی جنگ کے بعد بڑھوتری فوراً گھٹ گئی اور ۱۸۶۴ء کے اضطراب آفریں موسم گرما میں بہت بڑھ گئی۔ اس قسم کے اچانک اور سریع تغیرات کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ زر کاغذ پر جو اعتماد کیا جاتا ہے وہی اس کی قدر و قیمت کو ہمیشہ کے لیے متعین کرتا ہے، یا کم از کم اس کی قدر پر

باب ۲۲ زر کاری زر کاغذی

بڑی حد تک اثر ڈالتا ہے۔ یہ کہنا زیادہ موزوں و صحیح ہے کہ بدل پذیری کا ایقان اور اعتماد فلزی زر کی قدر و قیمت پر اثر ڈالتا ہے نہ کہ کاغذی زر کی قدر و قیمت پر۔ عام قیمتوں میں فوجی یا سیاسی کارروائی یا اس کے نتائج کی بنا پر کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ اگر کسی چیز پر اثر پڑتا ہے تو وہ فلزی زر کی قیمت بحوالۂ کاغذی زر ہے؛ اس لیے کہ سوداگر اور محسن حکومت کے مالی استحکام اور ممکنہ فلزی ادائی کے ازسرنو قیام کے عواقب و نتائج پر فوراً بٹہ کاٹتے ہیں۔

312

۳۔ زر کاغذی کے متعلق متعدد مظاہر کے بارے میں اس تجربے سے زیادہ بہتر کوئی مثال نہیں دی جا سکتی جو ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء میں ہوا، اور جس کی طرف اشارا کیا جا چکا ہے۔ ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۵ء کی امریکن خانہ جنگی کے زمانے میں غیر بدل پذیر کاغذی زر بہت کثیر مقدار میں جاری کیا گیا، حتیٰ کہ اس کی مقدار اس فلزی زر کی مقدار سے بھی متجاوز ہو گئی تھی جو پہلے گردش میں تھا۔ قیمتیں سرعت کے ساتھ بڑھ گئیں، اور ۱۸۶۵ء کے اختتام پر ان قیمتوں سے کم از کم دوچند ہو گئیں جو ۱۸۶۱ء میں تھیں۔ فلزی بڑھوتری میں بھی اسی نسبت سے اضافہ ہو گیا، چنانچہ وہ ایک دفعہ (یعنی جولائی ۱۸۶۴ء میں) غیر معمولی طور سے اعلیٰ سطح پر ۱۸۵ تھی؛ یعنی سونے کا ایک ڈالر بحوالہ کاغذی زر ۲ ڈالر ۸۵ سینٹ میں فروخت ہوتا تھا۔ جنگ کے ختم ہونے کے فوراً ہی بعد (یعنی ۱۸۶۵ء میں)، زر کاغذی کا کچھ جزو رواج سے ہٹا لیا گیا؛ نتیجہ یہ ہوا کہ قیمتیں فوراً گھٹ گئیں، اور سونے کی قیمت گھٹ کر ۱۵۰ تک آ گئی؛ گویا بڑھوتری کم ہو کر صرف ۵۰ رہ گئی۔ اس کل پر آشوب و تردد زمانے میں بجز کیلی فورنیا کے دور افتادہ علاقے کے ہر جگہ کاغذی زر مستعدی کے ساتھ مسلسل گردش میں رہا، اور اعتبار میں بھی ایسی خرابی نہ ہونے پائی جیسا کہ کاغذی زر پر اعتبار کے کاملاً بگڑنے سے ہوتی ہے۔ گو زر کاغذ کی مقدار میں ۱۸۶۵ء میں تخفیف کر دی گئی تھی، پھر بھی جو کچھ مقدار رائج تھی وہ زائد از ضرورت تھی؛ چنانچہ زر کاغذی کی قیمت کی کمی متعدد سالوں تک جاری رہی، یہاں تک آخر کار ۱۸۷۹ء میں فلز کی شکل میں ادائی ازسرنو شروع ہو گئی۔ وہ عمل جس کے ذریعے

باب ۱۲
سرکاری زر کاغذی

سے قیمتیں طلائی سطح پر لائی گئیں اور جس کے ذریعے سے زر کاغذی کی کم قدری کا دور ختم کیا گیا، زیادہ تر طلب زر کی روز افزوں زیادتی تھا جس کا باعث آبادی اور دولت کا اضافہ تھا، نہ کہ زر کاغذی کے بیشتر حصے کو رواج سے ہٹا کر زر کی رسد میں کمی کرنے کا عمل۔ غرض اس کو "مقدار زر اور ترقی پذیر ضرورتوں کے تطابق" کا عمل نہایت موزونیت کے ساتھ کہا گیا ہے۔

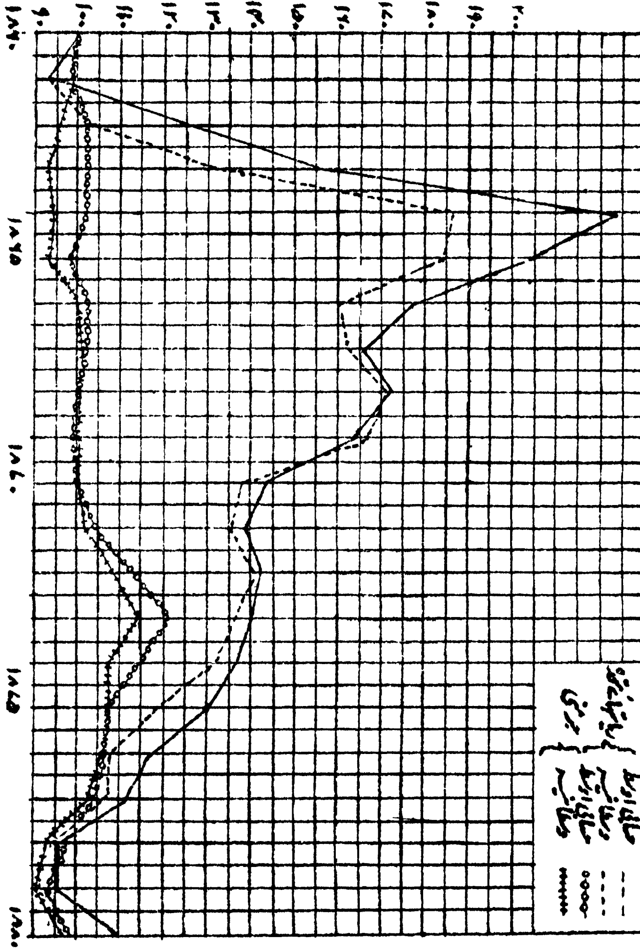
واقعات کی رفتار مندرجہ ذیل نقشے سے ظاہر ہوتی ہے؛ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ سنہ ۱۸۶۰ء تا سنہ ۱۸۸۰ء میں قیمتوں کی سطح کیا تھی۔ انڈکس نمبر، جس سے قیمتوں کا حال بہترین طریقے پر ظاہر ہوتا ہے، وسطانیہ median ہے نہ کہ حسابی اوسط؛ وجہ یہ کہ بعض سالوں میں، جن میں کہ تغیرات بہت زیادہ ہوئے، حسابی اوسط پر چند اشیا کی انتہائی قیمتوں کا ناواجب اثر پڑا۔ کاغذی زر کے ضرورت سے زائد مقداریں جاری ہونے کی خرابیوں کا حال سنہ ۱۸۶۲ء تا سنہ ۱۸۶۵ء کے صعودی خط سے اور بعد کے سالوں کے نزولی خط سے بہترین طریقے پر ظاہر ہوتا ہے؛ گویا لین داروں اور دین داروں کے درمیان عدم تطابق، مالی تعلقات کی ناستواری اور معیاری حالت پر بتدریج اور بہزار خرابی عود کر آنے کے حالات اچھی طرح معلوم ہو جاتے ہیں۔[1]

313

[1] یہ نقشہ ان اعداد پر مبنی ہے جو مچل کی کتاب موسوم بہ "گرین بیک معیار کے تحت سونا، قیمتیں اور اجرت" صفحہ ۵۹ و صفحہ ۶۰ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس قابل تعریف کتاب میں قیمتوں کی سرگزشت کے بارے میں جو محتاط تحقیق کی گئی ہے اس سے زیادہ اب تک نہیں کی گئی۔ تاہم اس زمانے کے بعض مظاہر کو ابھی تک پوری طرح سمجھا نہیں گیا، خاص کر سنہ ۱۸۶۲ء تا سنہ ۱۸۶۵ء کی قیمتوں کے عظیم اضافہ کو۔

مقابلے کے لئے نقشے میں جرمنی اور ریاستہائے متحدہ، دونوں ملکوں کی قیمتوں کی رفتار کو دکھایا گیا ہے؛ جرمنی کے انڈکس نمبروں کا حساب ٹھیک ان ہی مقررہ اشیا کی قیمتوں کے لحاظ سے کیا گیا جیسا کہ ریاستہائے متحدہ کے بارے میں کیا گیا ہے۔ ہر ملک کے لئے حسابی اوسطوں اور وسطانیوں دونوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ دونوں قسم کے خطوط کا انحراف بلاشبہ امریکا کے اجرائے زر کاغذ کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔

باب ۱۳
سرکاری
زر کاغذی



314

فلزاتی نظام کے قائم ہونے سے پیشتر کم و بیش دس سال کا جو زمانہ گزرا اس میں کاغذی زر کے مویدین کو خوب موقعے ہاتھ آئے۔ اس زمانے میں زر کی مقدار کی

باب ۲۱ سرکاری زر کاغذی

کثرت کے برکات و فوائد کے متعلق طرح طرح کے مغالطے موجود تھے۔ مختلف بحث مباحثوں کا نتیجہ یہ ہوا، جیسا کہ جمہوری قوم میں ہونا ناگزیر ہے، کہ اصول کے متعلق خیالات میں مسلسل اعتدال پیدا ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اسی کی ایک جھلک وہ قانون تھا جس کی رو سے ادائی بصورت فلز کا طریق از سر نو جاری کیا گیا۔ اس پرآشوب دور کا دوسرا نتیجہ ۱۸۷۸ء و سنہ ۱۸۹۰ء کے قوانین کے تحت ملک میں چاندی کے سکوں کا رواج تھا[1]۔

۴۔ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ زر کاغذ کے مفرط اور زائد از ضرورت مقدار میں جاری ہو جانے کا احتمال ہمیشہ اور ہر زمانے میں رہا ہے؛ اور ضرورت سے زیادہ اجرائے قرطاس کی بہت کم روک تھام ہوئی ہے۔ سرکاری اخراجات کو اس آسان طریقے سے پورا کرنے کی وجہ بالعموم جنگ رہی ہے۔ گو فرانس میں سنہ ۱۷۲۰ء کے لا (Law) کے جاری کردہ نوٹ براہ راست فوجی ضرورتوں کے باعث جاری نہیں ہوئے تھے، لیکن دوسری مشہور صورتیں جن میں نوٹ جاری کئے گئے اور غیر معتبر ثابت ہوئے، مثلاً: فرانسیسی انقلاب کے زمانے کے اسیناٹ[2]، ریاستہائے متحدہ کی جنگ آزادی کے زمانے کے کانٹی نن ٹل[3] اور سنہ ۱۸۶۲ء تا سنہ ۱۸۶۵ء کے وفاقی نوٹ، یہ سب کی سب جنگ کی ضرورت اور جنگ کے دباؤ کی بنا پر رونما ہوئیں۔ دوسرے مقامات پر بھی جہاں جہاں نوٹ جاری کئے گئے اور کم قدر کے ساتھ رائج رہے، گو پوری طرح بے قیمت نہیں ثابت ہوئے، اس کا سبب بھی یہی دباؤ تھا۔ انگلستان، جنگ نپولین کے زمانے میں زر کاغذی جاری کرنے پر مجبور ہوا، جو بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی شکل میں رائج ہوا اور رفتہ رفتہ غیر بدل پذیر قرار دیا گیا۔ پروشیا کی حکومت نے بھی اسی زمانے میں براہ راست نوٹ جاری کرنے شروع کئے۔

---

[1] دیکھو باب ۲۰ فصل (۴)

[2] Assignats

[3] Continentals

۱۔ ۲۳ سرکاری زر کاغذی

باوجود فلزی زر از سر نو جاری کرنے کی کوششوں کے ۱۸۵۴ء، ۱۸۵۹ء اور ۱۸۶۶ء کی جنگوں کی وجہ سے آسٹریا میں انیسویں صدی کے بیشتر حصے میں زر کاغذی ہی کا دور دورہ رہا۔ روس کا تجربہ بھی اس سے بہت کچھ مماثلت رکھتا تھا۔ ہسپانیہ، پرتگال اور جنوبی امریکا کے ممالک نے بھی زر کاغذی جاری کیا، اور ان میں سے اکثر ملک اب تک اسی طریق پر کاربند ہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، ریاستہائے متحدہ امریکا میں سب سے اہم تجربہ خانہ جنگی کے دوران میں اور اس کے بعد ہوا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۸۱۲ء تا ۱۸۱۵ء کی جنگ نے ریاستہائے متحدہ کو سکہ قرطاس سرکاری طور سے جاری کرنے کی حالت کے قریب قریب پہنچا دیا۔ جنگ اگر کچھ زیادہ مدت تک جاری رہتی تو، ریاستہائے متحدہ اجرائے زر کاغذی کی آخری تدبیر اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ ایسی صورتیں جن میں کہ زر کاغذی جاری کیا گیا ہو اور اس کے نتیجے کے طور پر اس کی قدر نہ گھٹی ہو اور پیچیدگیاں نہ پیدا ہوئی ہوں معدودے چند ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر صورت ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں فرانس کی ہے۔ بنک آف فرانس کے نوٹ (جو فی الحقیقت سرکاری غیر بدل پذیر زر کاغذی تھے اور فلزی سکوں سے ناقابل مبادلہ قرار دئے گئے تھے) اس غرض سے کثیر مقدار میں جاری کئے گئے تھے کہ جنگ کے دوران میں اور اس کے بعد حکومت مالی ضرورتوں اور مشکلات کا مقابلہ کر سکے۔ پھر بھی صورت حال ایسی ہنرمندی اور احتیاط کے ساتھ قابو میں رکھی گئی تھی کہ فلزی سکوں پر بہت کم مقدار میں، اور وہ بھی عارضی مدت کے لیے بطور تری وصول ہوتی تھی۔ گویا اس صورت میں کاغذی زر رائج کرنے سے جو ممکنہ فائدہ ہو سکتا تھا وہ کسی بڑی خرابی کے بغیر حاصل کیا گیا[۱]۔

زر کاغذی کو مذموم قرار دینے کی اصل بنیاد، اس کے زائد مقدار میں جاری ہونے کا امکان اور اس کے پریشان کن عواقب ہیں۔ اس پر مستزاد وہ پریشانیاں ہیں،

315

---

[۱] دیکھو باب ۲۶ فصل (۲)۔

۲۳ب
سرکاری زر کاغذی

جو اس کے معکوس عمل، یعنی ادائی بصورت فلز کی طرف عود کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتی ہیں۔ زر کاغذی کے نظام سے اس قدر پیچیدگیاں اور بدنظمیاں رونما ہوتی ہیں کہ کوئی قوم اس کو اپنے یہاں برقرار رکھنے کے لیے بخوشی تیار نہیں ہوئی ہے، اور ہر ترقی یافتہ قوم جو اس نظام کو ایک دفعہ قائم کرتی ہے جلد یا بدیر اس سے سبکدوشی حاصل کر لیتی ہے۔ گو زر کاغذ ایک آلۂ مبادلہ کا کام تمام و کمال انجام دے سکتا ہے، لیکن اس میں ہمیشہ رجعت کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کیا اس کی کافی مقدار موجود ہے یا ضرورت سے زیادہ ہے یا ضرورت سے کم ہے؟ یہ ایسے مسائل ہیں جو بالکلیہ حکومت وقت کی صوابدید پر موقوف ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس قدر فلز بنی نوع انسان کے مقررہ طور و طریق سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ کسی ایک ملک میں بھی اس کی قدر و قیمت مجلس قانون ساز کے تصرف میں نہیں ہوتی۔ قیمتی فلزات کی بین الاقوامی مقبولیت ہی وہ بنیاد ہے جس پر کسی ملک کے زر کا نظام بحفاظت تمام قائم کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر ترقی پذیر قوم جو کاغذی زر جاری کرنے کا طریقہ اختیار کرتی ہے، بہت مصائب اور دشواریاں برداشت کر کے بالآخر فلزی نظام پر عود کر آنے کا عزم کر لیتی ہے۔

یہ مسئلہ کہ کس طریقے سے فلزی بنیاد پر عود کر آنا چاہیے بعض اوقات دقت طلب ہوتا ہے؛ آیا زر کاغذی کو اس کی مرقومہ قیمت پر یا بازاری قیمت پر فلز سے قابل بدل قرار دینا چاہیے؟ پہلے طریق کا اچھا اثر یہ پڑے گا کہ ادائی کا حقیقی وعدہ ہوگا، اور لفظ بہ لفظ پورا کیا جائے گا۔ مگر دوسرا طریق اس صورت میں جبکہ زر کاغذی کی قیمت مدت سے کم ہوتی چلی آ رہی ہو زیادہ منصفانہ ثابت ہوگا۔ ایسی صورت میں دین داروں اور لین داروں کے مابین جو ناانصافی ہوئی اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ ایک نئی نسل بہ جو موجود میں آ گئی ہے اور اس نے کاغذی زر کی بنیاد پر نئے معاہدات طے کر لیے ہیں۔ اب ان معاہدات کو فلزی معاہدات میں تبدیل کرنا، جس کا نتیجہ غالباً یہ ہوگا کہ قیمتیں گھٹ جائیں گی، موجودہ دین داروں کے لئے اسی قدر نقصان دہ ہوگا جس قدر سابقہ لین داروں کے لیے۔ چنانچہ اگر کاغذی زر کی قدر بقدر ایک ثلث گھٹ جائے (یعنی سونے کی قیمت بہ شکل کاغذی

316

باب ۲۱ سرکاری زر کاغذی

زر، ۵۰ ا ہو) اور اگر یہ تخفیف کئی سالوں تک جاری رہے تو سب سے بہتر اور منصفانہ تدبیر یہ ہے کہ اس کی متعارفہ قیمت کے دو ثلث پر اس کو سونے سے بدل پذیر کر دیا جائے۔ اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ایک نیا سکہ جاری کیا جائے جس میں قدیم سکے کے مقابلے میں صرف دو ثلث وزن کا سونا شریک ہو۔ اس طرح سے موجود الوقت معیار زر کاغذ' اور قیمتوں اور آمدنیوں کی موجودہ سطح' ہمیشہ کے لیے معلوم ہو جائے گی؛ بلکہ آیندہ کے لیے ان کی اساس ایک مضبوط فلزی بنیاد پر قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ فلزی معیار پر عود کرتے وقت آسٹریا اور روس نے بعینہٖ یہی طرز عمل اختیار کیا۔[1]

لیکن جہاں زر کاغذ کو جاری کیے ہوئے زیادہ مدت نہ گزری ہو' جہاں قوم زر کی دائمی کم قدری کی پوری طرح خوگر نہ ہوئی ہو؛ اور جہاں فلزی معیار پر عود کر آنے کی مستقل توقع کی جاتی ہو' اور جملہ لین دار اور دین دار اس عود کو کم از کم ایک امکانی صورت خیال کرتے ہوں' وہاں صحیح اور استوار اصول عمل یہ ہے کہ مساوات بیرا از سر نو ادائی کی جائے۔ کاغذی زر کا اس کی پوری قیمت متعارفہ پر سونے سے مبادلہ کرنا چاہیئے' اور اس عمدہ روایت کو قائم رکھنا چاہیئے کہ ڈالر حقیقت میں ڈالر ہی ہے۔ بلاشبہ یہ تقریباً ایک دھوکا دینے والی روایت ہے' اس لیے کہ سونے کا ڈالر لازمی طور سے ثابت القدر ڈالر نہیں ہوتا؛ لیکن یہ ایسا ڈالر ہے کہ اس سے زیادہ ثابت القدر سکہ کسی ملک کی مجلس قانون ساز بطور خود نہیں جاری کر سکتی۔ اس بارے میں' اور معاملات کی طرح' بہتر یہ ہے کہ صحیح مصلحتوں کے اصول اخلاقی قوانین وضوابط کی شکل میں مرتب کر لیے جائیں۔ اس اصول میں کہ کاغذی ڈالر کا اس کی قیمت متعارفہ پر سونے سے مبادلہ کرنا

---

[1] چنانچہ جاپان نے بھی یہی کیا جبکہ اس نے چاندی کی بنیاد کو ترک کر کے ۱۸۹۷ء میں معیار طلا اختیار کر لیا۔ یہ صحیح ہے کہ جاپان میں زر کاغذی جاری ہی نہیں ہوا؛ لیکن اس کا زر' چاندی پر مبنی تھا' جس کی قیمت ۱۸۷۳ء کے بعد چاندی کی قیمت کم ہو جانے کی وجہ سے بحوالہ طلا گھٹ رہی تھی۔ چونکہ ترقی یافتہ ملکوں کے طریقے اختیار کرنے پر وہ پہلے سے ہی تلا ہوا تھا' اس لیے اس نے معیار طلا کی طرف توجہ کی اور ایک نیا سکہ بنام "طلائی ین" جاری کیا جو اس وقت کی چاندی کے ین سے مساوی القدر تھا۔

باب ۱۳
سرکاری زر کاغذی

قرین دیانت ہے، بلاشبہ "دیانت" کی نوعیت کے بارے میں اس سے زیادہ معنی موجود ہیں جتنا کہ ایک اوسط آدمی سمجھ سکتا ہے؛ لیکن فلز کی موافقت میں عام طور سے اور سونے کی موافقت میں خاص کر جو خیالات از روے انصاف قائم ہو گئے ہیں تاوقتیکہ ان پر وزنی اعتراضات نہ کئے جائیں اس اصول سے انحراف نہ کرنا چاہیے۔

بہر کیف فلزی صورت میں ادائی کرنے کے طریق پر از سر نو عود کرنے کے عملی طریقے میں عام طور سے مساوی مبادلے کا طریق پیش نظر رکھا گیا۔ چنانچہ انگلستان نے جنگ نپولین کے بعد اسی طرح عمل کیا؛ اور اٹلی نے بھی ۱۸۸۳ء میں فلزی بنیاد پر عود کرنے میں اسی اصول پر عمل کیا (گو شروع میں یہ عمل با دل ناخواستہ کیا گیا تھا اور اس میں کامیابی بھی نہ ہوئی تھی؛ لیکن بعد کے سالوں میں یہ عمل فی الواقع تکمیل کو پہنچ گیا)۔ علیٰ ہذا ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۷۹ء میں حالات کی یہی رفتار رہی۔ آسٹریا اور روس نے، جن کے متعلق ابھی بیان ہوا کہ انھوں نے زر کاغذی کو طلائی سکوں سے اپنے زر کاغذی کی بازاری قدر کی بنیاد پر بدل ڈالا، یہ عذر پیش کیا کہ ان کے نزدیک "فلزات" کے معنی یا تو چاندی ہو سکتے تھے یا سونا۔ یہاں زر کاغذی ایسے زمانے میں جاری کیا گیا تھا جبکہ چاندی، نہ صرف دنیا کے اکثر علاقوں میں بلکہ خود ان کے حدود کے اندر، زر کی ضرورت کو پورا کرنے والی مقبول عام اور مسلمہ دھات تھی۔ انھوں نے فلزی نظام پر ایسے زمانے میں عود کیا جبکہ سونا مقبول عام اور مسلمہ فلز تھا، اور چاندی کی قیمت بحوالہ طلا بہت گھٹ گئی تھی۔ اس طرح نئے معیار طلا کا قیام کافی معقول طریقے پر اور بجا طور سے نئے طلائی سکوں کی بنیاد پر عمل میں آیا جو زمانہ عود میں کاغذی زر کی بازاری قیمت کی نمائندگی کرتے تھے، نہ کہ کم قدر چاندی کے سکوں کی بنیاد پر۔

۵۔ بدل پذیر سرکاری زر کاغذی یا تو ادائی کا وعدہ ہو سکتا ہے جس کی ادائی کے لیے کچھ محدود مقدار فلز کی فراہم کی جاتی ہے؛ یا محض زر امانت کا صداقت نامہ ہو سکتا ہے۔ موخر الذکر غالباً بہ شکل سرکاری زر کاغذی ہوتا ہے؛ یہ محض فلز کے استعمال میں سہولتیں پیدا کرنے کی ایک تدبیر ہے؛ تاہم اپنی ظاہری

باب ۲۳ سرکاری زرکاغذی

شکل میں وہ ادائی کا ایک وعدہ بھی ہے۔

زر امانت کے صداقت نامے کی بہترین مثال اور موجودہ زمانے میں تقریباً واحد مثال، ریاستہائے متحدہ کے مقبول عام طلائی و نقروی صداقت ناموں میں ملتی ہے۔ اس قسم کے ادائی کے ہر وعدے کے لیے ریاستہائے متحدہ کے سرکاری خزانے میں سونے یا چاندی کی پوری مقدار رکھی جاتی ہے۔ اس صورت میں کاغذی زر اور فلزی زر کے مابین کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا، بجز اس سہولت کے جو زر کاغذی کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں یا ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے میں محسوس ہوتی ہے۔ فلزی سکہ، محض کاغذی بدل کی شکل میں گردش کرتا ہے۔ چاندی کی حد تک یہ بدل بہت اہم ثابت ہوا؛ چاندی کے ڈالر بہت وزنی تھے اور ان کی کثیر مقدار ادھر سے ادھر منتقل کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ صداقت ناموں کے اجرانے نقروی کاغذ (یعنی نقرہ کے صداقت ناموں) کی گردش میں سہولتیں پیدا کر دیں اور وہ زیادہ آزادی کے ساتھ اور سکوں کی نسبت زیادہ کثیر مقدار میں گردش کرنے لگا۔ صداقت نامہ جاری کرنے کا یہ جواز طلائی سکوں کی صورت میں ممکن نہیں ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں طلائی صداقت ناموں کے وسیع پیمانے پر استعمال ہونے کی وجہ ایک حد تک یہ طریقہ ہے کہ وہاں فرسودہ طلائی سکوں کا ان کی قیمت متعارفہ پر مبادلہ نہیں کیا جاتا، اور دوسری وجہ عادت ہے۔ اہل امریکا ایک مدت دراز سے کاغذی زر استعمال کرنے کے خوگر و عادی ہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی کے اوائل حصے کے دوران میں روزمرہ کی خریداریوں کا ذریعہ و آلہ بنک کے نوٹ تھے؛ پھر خانہ جنگی کے بعد کے دور میں، غیر بدل پذیر زر کاغذی، طلائی سکوں کا پوری طرح جانشین بن گیا۔ اگرچہ ۱۸۷۹ء میں فلزی کی شکل میں ادائی کرنے کا طریق از سر نو جاری ہو گیا؛ لیکن اب بھی مروجہ زر زیادہ تر کاغذی زر کی شکل ہی میں ہے، مثلاً: بنک کے نوٹ اور ریاستہائے متحدہ کے نوٹ؛ اور اسی شکل ہی میں چاندی کے سکوں کی کثیر مقدار کو استعمال کرنے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ پاکٹ بک اور بٹوے، سب کے سب، زر کاغذی ہی کی مناسبت سے بنائے جاتے ہیں؛ اسی وجہ سے سونے کے سکوں پر

318

باب ۲۲ سرکاری زر کاغذی

طلائی صداقت ناموں ہی کو بالعموم ترجیح دی جاتی ہے۔

خاص سرکاری نوٹ، طلائی صداقت ناموں سے مختلف ہیں؛ اور اصلی معنوں میں ادائی کے وعدے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے بدل پذیر زر کی سب سے نمایاں مثال مکرر اسی ملک ہی میں ملتی ہے۔ "ریاستہائے متحدہ کے نوٹ" جن کا بیان ابھی آچکا ہے، اور جنھیں عرف عام میں "گرین بیکس"[1] کہا جاتا ہے، اصل میں اسی غیر بدل پذیر زر کاغذی کی نئی اجرائی ہے جو خانہ جنگی کے زمانے میں رائج تھا۔ جب فلزی صورت میں ادائی کا طریق از سر نو جاری کیا گیا تو، ان نوٹوں کو نقد کے مبادلے میں واپس لے کر زائل و منسوخ نہیں کیا گیا؛ بلکہ انھیں صرف بدل پذیر قرار دیدیا گیا۔ چنانچہ پہلے جتنی مقدار رائج تھی یعنی ۳۴ کروڑ ۶۰ لاکھ وہ اب بھی بدستور باقی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کا خزانہ عند الطلب ان کے مبادلے میں سونے کے سکے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے؛ لیکن ان کے مبادلے کے لیے خزانہ، اپنے سرمایہ میں کاغذی ڈالروں کی مساوی المقدار نقد رقم نہیں رکھتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۷۹ء کے بعد متعدد سالوں تک نوٹوں کا مبادلہ کرنے کے لیے کوئی علحدہ رقم مختص نہیں کی گئی؛ خزانے میں اتفاقیہ طور سے جو کچھ نقد زر بطور فاضلات موجود رہتا تھا اس سے عند الطلب نوٹوں کی ادائی کردی جاتی تھی۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں ۱۵ کروڑ طلائی ڈالر کا ایک خاص ذخیرہ قائم کیا گیا، جس کا مقصد واحد ان نوٹوں کا مبادلہ کرنا تھا؛ اور یہ بھی اہتمام کیا گیا کہ اس ذخیرے میں کمی واقع ہونے کی صورت میں سرکاری بونڈ فروخت کرکے ان کا حاصل اسی ذخیرے میں جمع کردیا جائے۔ اس تاریخ سے نوٹوں کے فلز میں تبدیل ہونے کے متعلق کوئی سوء ظن یا شبہ نہیں پیدا ہوا اور نہ آیندہ اس کا امکان یا قرینہ ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء سے پیشتر کے عشرے میں اکثر موقعوں پر سخت شبہات پیدا ہوئے؛ اس لیے کہ اس زمانے میں جاری کردہ نوٹوں کی مجموعی مقدار (بشمول نقروی زر کے) بہت کثیر تھی؛ اور معاملات میں اس درجہ بدنظمی اور خلل پیدا ہوگیا تھا کہ نوٹ کثیر تعداد میں سونے سے تبدیل

319

[1] greenbacks

۱۲۔ سرکاری زر کاغذی

کرنے کے لیے پیش کیے جانے لگے۔ سنہ ۱۹۱۰ کے بعد زر کاغذی اور نقروی زر کی متعدد تکلیں، اگرچہ کلیتہً معدوم نہیں ہوئیں، تاہم زر کی طلب کے غیر معمولی اضافے کے مقابلے میں پیدائش دولت اور آبادی میں بھی جو سریع اور روز افزوں ترقی ہوئی اس کی بدولت کم ہوتی گئیں۔ ریاستہائے متحدہ کے نوٹ، اگرچہ بدل پذیر ہیں، لیکن درحقیقت مبادلہ بہ طلا کے لیے بہت شاذ پیش ہوتے ہیں۔ طلائی سکوں کے ساتھ ساتھ نوٹ بھی گردش میں رہتے ہیں، وہ ادائی قرضہ جات کے لیے کامل طور سے **زر قانونی** ہیں، ان کی مقدار نسبتہً کافی کم ہے، اور قیمتوں پر ان کا اثر ہر لحاظ سے بعینہ اسی طرح پڑتا ہے جس طرح سونے کے سکوں یا صداقت نامہ جات طلا کی اتنی ہی مقدار کا پڑتا۔

سرکاری بدل پذیر زر کاغذی کے متعلق اصولی سوالات بہت سادہ ہیں۔ جس وقت تک بدل پذیری حقیقت میں قائم رکھی جائے اس وقت تک کاغذی زر کی قدر و قیمت لازمی طور سے وہی ہوگی جو کہ فلزی سکوں کی ہے۔ جس ملک میں زر کاغذ جاری کیا جاتا ہے اس کے حدود کے اندر وہ ٹھیک اسی طرح کام انجام دیتا ہے جس طرح کہ فلزی زر۔ اس کاغذی زر سے اس طرح کے پیچیدہ یا عجیب و غریب مسائل نہیں پیدا ہوتے جیسے کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کے اجرا سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ قیمتوں کی عام سطح پر صرف بالواسطہ اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اس کے اجرا کی وجہ سے فلز کی ایک مقدار آزاد ہو جاتی ہے اور ممکن ہے کہ برآمد کی جائے۔ اس طرح زر کاغذی حقیقت میں دنیا کے فلزی سکوں کی مجموعی مقدار بڑھا کر دنیا میں قیمتوں کی سطح کو بلند کرنے کا سبب بن جاتا ہے؛ اور یہ میلان نہ صرف نوٹ جاری کرنے والے ملک پر اثر ڈالتا ہے بلکہ دوسرے ممالک پر بھی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا اثر غیر بدل پذیر زر کاغذی سے بھی پیدا ہو سکتا ہے؛ اس لیے کہ وہ بھی اپنے اجرا کے مساوی فلزی سکوں کی مقدار کو رواج سے اور اجرا کنندہ ملک سے ہٹا کر اتنی ہی مقدار کی حد تک دنیا میں کسی دوسرے مقام پر آلۂ مبادلہ کے مجموعی ذخیرے میں اضافہ کر دیتا ہے۔

۵۔ پچھلی فصلوں میں جن مسائل پر غور کیا گیا ان کے متعلق یہ بخوبی خیال

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

کیا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں وہ حل ہو چکے تھے، اور ان کی بنیاد پر آئین وضع کر لیے گیے ہوں گے۔ سب بڑے اور سربرآوردہ ملکوں میں سونا، آلۂ مبادلہ کی بنیاد بن گیا تھا، روس، آسٹریا، اور اٹلی بشمول چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے معیار طلا کو مستحکم طور سے برقرار رکھنے کی حکمت عملی میں برطانیہ عظمیٰ، فرانس، جرمنی اور ریاستہائے متحدہ کے شریک ہو گئے تھے۔ غیر بدل زر کاغذی کا طریقہ مذموم متصور ہوتا تھا۔ اس کو ناواجب طریق پر بار بار استعمال کرنے سے جو قطعی نقائص پیدا ہو سکتے تھے وہ تجربے سے بہت کافی حد تک ثابت ہو چکے تھے، اور یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ کوئی روشن خیال حکومت یا تہذیب یافتہ ملک ایسے کلیۃً مذموم وغیر معتبر چارۂ کار کو دوبارہ اختیار کرے گا۔

920

مگر ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ نے اس قسم کے سارے توقعات کو غلط ثابت کر دیا۔ چنانچہ زر کاغذی کے اجرا کا چارۂ کار اختیار کیا گیا، اور ایسے پیمانے پر نوٹ جاری کیے گئے کہ شاید ہی اس سے قبل کیے گیے ہوں؛ اور اس کے نتائج بھی پہلے سے بہت زیادہ قابل افسوس پیدا ہوئے۔ اس معاملے میں، تقریباً ہر دوسرے معاملے کی طرح، دوراندیشی اور عاقبت بینی کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا، اس جان کنی اور مایوسانہ کشمکش کے عالم میں ہر ممکنہ ذریعے کو جو اس وقت کار آمد معلوم ہوا کام میں لایا گیا، اور اس کے عواقب کی طرف سے کامل غفلت برتی گئی۔ یورپ کے ہر چھوٹے بڑے ملک نے جو جنگ میں شریک ہوا، کثیر مقدار میں زر کاغذی استعمال کیا۔ اگرچہ اس کی شکلیں متعدد تھیں، اور کاغذی کم قدری بھی مختلف ملکوں میں مختلف درجوں کی تھی، لیکن ان جزدی اختلافات کے باوجود ہر جگہ لازمی طور سے یکساں مظاہر نمودار ہوے۔

اکثر صورتوں میں زر کاغذی، بنک کے نوٹوں کی شکل میں تھا، جو بڑے بڑے سرکاری بنکوں کی جانب سے جاری کیے گئے تھے؛ اور ان کی ادائی کا وعدہ بھی محض برائے نام تھا۔ براعظم یورپ کی حکومتوں نے تو اسی وقت بنکوں کے سر سے اپنے جاری کردہ نوٹوں کے سونے سے تبدیل کرنے کی ذمہ داری ہٹا لی، بلکہ ان پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ مطالبے کی صورت میں نقد فلز سے

ان کی ادائی ہی نہ کریں؛ چنانچہ جتنے نئے نوٹ جاری کیے جاتے تھے وہ بنکوں کی جانب سے قرضے کے طور پر خزانوں میں بھیجے جاتے تھے، اور حکومتیں ان قرضوں پر شرح سود و دیگر شرائط کا تعین کرتی تھیں۔ فرانس میں صرف اسی طریق کو استعمال کیا گیا۔ برطانیہ عظمیٰ اور اٹلی نے بنکوں سے اجرائے سکۂ قرطاس کا کام لینے کے علاوہ خود بھی سرکاری طور سے براہ راست نوٹ جاری کرنے شروع کر دیئے جرمنی نے بنک کے نوٹوں میں سرکاری زر کاغذی کی ایک پوشیدہ شکل کا اضافہ کر دیا۔ آسٹریا اور روس نے، اس زمانہ میں جبکہ زر کاغذی کی اجرائی میں ایک حد تک اعتدال پایا جاتا تھا، صرف بنک کے نوٹوں کے اجرا کے طریق کو اختیار کیا۔ لیکن طریق عمل کے اختلافات سے عام نتیجے پر بہت کم اثر پڑا؛ اس کا مدار جاری کردہ نوٹوں کی مقدار پر تھا نہ کہ ان کی شکلوں پر۔

ہر ملک میں قیمتوں کی سطح اس درجہ بلند ہو گئی، کہ معمولی زمانے میں اس کو مہلک اور تباہ کن خیال کیا جاتا۔ برطانیہ عظمیٰ میں جنگ سے پیشتر جو قیمتیں مروج تھیں ۱۹۱۸ء کے اختتام پر اس سے سہ چند ہو گئیں؛ فرانس میں قیمتیں چہار گونہ بڑھ گئیں؛ اور اٹلی میں پانچ گونہ۔ بایں ہمہ یہ تینوں ملک کاغذی زر کو مستعدی کے ساتھ گردش میں رکھنے کی حد تک کامیاب رہے۔ وہاں نوٹ آزادی کے ساتھ دست بدست گردش کرتے رہے، مطالبات کی ادائی میں قبول کر لیے جاتے تھے اور آلۂ مبادلہ کے معمولی فرائض برابر انجام دیتے رہے۔ پس ان کی قدر قیمت اسی طرح گھٹ گئی جس طرح ریاستہائے متحدہ میں بزمانہ خانہ جنگی گھٹ گئی تھی؛ سب سے موثر عامل مقدار کا اضافہ تھا۔ دوسرے ملکوں میں معاملات اس حد تک پہنچ گئے تھے جہاں پہنچ کر زر کاغذی کا مستعدی کے ساتھ گردش کرنا موقوف ہو جاتا ہے؛ اور اس کا اعتبار کلیتہً مٹ جاتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح امریکا کے زر کانٹی نن ٹل اور فرانس کے اسینات Assignats کے ساتھ ہوا۔ آسٹریا اور روس میں بعینہ یہی صورت حال رونما ہوئی؛ اور سب سے بڑھ کر روس میں یہ حالت ظاہری ہوئی۔ یہاں اشترا کی حکومت نے، اپنے عام اصول کی مطابقت میں، بنکوں کے توسط سے نوٹ جاری کروانے

321

باب ۱۲
سرکاری
زرکاغذی

کا طریقہ، جس پر زار کی حکومت عمل کرتی آ رہی تھی، یک قلم منسوخ کر دیا؛ اور یہ غیر محدود مقدار میں خود ہی نوٹ چھاپنے لگی۔ زر کے نظام کا شیرازہ بالکل درہم برہم ہوگیا؛ اس کی جگہ مبادلۂ اشیا بالاشیا کا طریق مسلط ہوگیا؛ قیمتوں کے تغیرات کی کوئی حد باقی نہیں رہی؛ مالی معاملات میں بے ڈھنگا پن اور بدنظمی برپا ہوگئی؛ اور معاملات اور کاروبار کا کوئی معاشی اصول باقی نہیں رہا۔

اس صورت حال میں کوئی چیز انوکھی یا نادر نہیں تھی، بجز اس کے کہ کاغذی زر بہت کثیر مقدار میں اور بہت وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہا تھا۔ اس سے پیشتر کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ اتنی کثیر تعداد میں ملکوں نے ایک ساتھ اس اضطراب انگیز طریق عمل کو ضرورۃً اختیار کیا ہو؛ چنانچہ اس سے جو مضر نتائج رونما ہوئے اس سے قبل کبھی اتنے وسیع پیمانے پر ان کا تجربہ نہ ہوا تھا۔ لیکن کاغذی زر جاری کرنے والے ملکوں میں جو نتائج رونما ہوئے وہ ایسے تھے جن کے متعلق علمائے معاشیات پیش گوئی کر سکتے تھے۔ بایں ہمہ ایک مزید نتیجہ ایسا رونما ہوا جو علمائے معاشیات کے علم میں نیا نہ تھا اور نہ ان کے مسلمہ استدلال کے خلاف تھا؛ پھر بھی وہ اس قدر غیر متوقعہ تھا کہ اس سے مسلمہ اور مستقل تعمیمات کے متعلق شبہات قائم ہونے لگے۔ کاغذی زر کے غیر معمولی طور سے کثیر مقدار میں رائج ہو جانے سے نہ صرف ان ممالک میں جہاں وہ جاری کیا گیا تھا سریع اور عظیم تغیرات واقع ہوئے، بلکہ دوسرے ممالک میں بھی جہاں ابھی تک معیار طلا قائم تھا قیمتیں بڑی حد تک متاثر ہوئیں۔ طلا کی قدر (یعنی قیمتوں کی سطح) خود طلا استعمال کرنے والے ملکوں میں بہت بڑی حد تک متاثر ہوئی۔

پچھلے صفحوں میں ایک سے زائد مقام پر بتایا جا چکا ہے کہ معیار طلا کے تحت، اگرچہ قیمتیں بڑھ سکتی ہیں یا گھٹ سکتی ہیں اور نقائص و مضر نتائج رونما ہو سکتے ہیں، تاہم یہ تغیرات عام طور سے بتدریج واقع ہوتے ہیں اور نقائص قابل برداشت ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلا کی مجموعی مقدار اس قدر کثیر ہوتی ہے کہ قلیل مدت میں کوئی ایسا اضافہ عمل میں نہیں لایا جا سکتا جس سے زر کے مجموعی ذخیرے میں معتد بہ تغیر واقع ہو۔ اس طرح یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ

باب ۲۳
سرکاری زر کاغذی

822

نہ صرف پوری دنیا کے لیے بلکہ ہر سونا استعمال کرنے والے ملک کو زر کی قدر میں ثبات حاصل ہوگا، اس لیے کہ اگر کسی ایک ملک کے طلا کے ذخیرے میں کبھی کوئی خفیف سا اضافہ رونما ہو تو، بین الاقوامی تجارت کی موجیں اس کے بیشتر جزو کو بہا لیجائینگی؛ اور اس خاص ملک میں، جو پہلے متاثر ہوگا، قیمتوں کے سریع اضافے کو روک دیں گی۔ لیکن فرض کرو کہ نصف دنیا دفعتۃً سونے کا استعمال ترک کر دیتی ہے، اور کاغذی زر کو رواج دیتی ہے؛ اور یہ بھی مان لو کہ اس نصف کرۂ ارض میں جو سونا پہلے گردش کر رہا تھا وہ سب کا سب دوسرے نصف کرہ میں منتقل کر دیا جاتا ہے، جہاں وہ جمع ہو جاتا ہے اور باہر نہیں نکل سکتا۔ اس صورت میں وہ حالات جن پر ثبات پذیری کا دارو مدار ہے سخت متاثر ہوں گے۔ ان ممالک میں جہاں سونے کا استعمال جاری ہے قیمتوں میں سریع اضافہ وقوع پذیر ہوگا۔

چنانچہ بعینہٖ یہی حالت ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں ظاہر ہوئی۔ دنیا کا نصف بلکہ زیادہ حصہ، یعنی سب متخاصم و برسرپیکار ملک کاغذی زر استعمال کرنے لگے۔ ان علاقوں کے اندر جو سونے کے سکے رائج تھے وہ غیر جانب دار ملکوں مثلاً ہالینڈ، سویڈن، ناروے، اسپین، امریکا وغیرہ میں جانے لگے۔ یہ سچ ہے کہ ان ملکوں میں سونا جس عمل کے ذریعے سے داخل ہوا وہ اتنا سیدھا سادہ نہ تھا جتنا کہ بالعموم معاشی استدلال میں فرض کیا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ، جرمنی اور فرانس سے سونا سب کا سب برآمد نہیں ہوا؛ اس کا بیشتر حصہ حکومتوں نے اپنی تحویل اور اپنے قبضے میں لے رکھا تھا۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی تجارت کی رفتار وہ نہیں رہی تھی جس کا تجزیہ زمانۂ امن کے تجارتی حالات کے لیے علمائے معاشیات نے پیش کیا تھا۔ لیکن تجارت و صنعت کی یہ تبدیلیاں اس صورت حالات پر کوئی اثر نہیں ڈالتیں جس پر ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں۔ سونا کثیر مقداروں میں غیر جانب دار ملکوں کو بھیجدیا گیا، ان علاقوں میں آلۂ مبادلہ کے مجموعی ذخیرے میں اس کی بدولت کثیر اضافہ عمل میں آیا، اور اس کی وجہ سے عام قیمتوں میں اس قسم کا انقلاب رونما ہوا جو معیار طلا کے تحت بالکل غیر ممکن بلکہ توقعات کے حدود سے قطعاً باہر خیال کیا جا رہا تھا۔

۴۳ | سرکاری زر کاغذی

ریاستہائے متحدہ نے اس کا اثر دوسرے متاثرہ ملکوں کے مقابلے میں کسی طرح کم محسوس نہیں کیا، اور خاص کر اس وجہ سے بھی یہ اثر یہاں زیادہ محسوس ہوا کہ ملک کے ذرائع نہایت وسیع تھے اور جنگ کے مدوجزر میں ان ذرائع کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۷ء میں جبکہ امریکا غیر جانب دار ملک کی حیثیت رکھتا تھا، متخاصم ملکوں سے ایک ارب طلائی ڈالر سے زیادہ رقم امریکا میں آئی۔ نتیجہ یہ کہ مروجہ سونے کا ذخیرہ پہلے کے مقابلے میں تقریباً دوچند ہوگیا۔ اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں میں جو اضافہ ہوا اس کے مؤید بڑی حد تک دوسرے اسباب و اثرات بھی تھے؛ ان میں خاص کر بنک کے نوٹوں کا اضافہ اور بنک کے اعتبار کی زیادتی بھی شامل ہے، جن پر آیندہ بابوں میں بحث کی جائے گی۔ لیکن اصلی واقعہ، جس کے بغیر قیمتوں میں اضافہ ہونا اور اس اضافے کا قائم رہنا ناممکن تھا یہ تھا کہ سونے کی رسد میں کثیر اضافہ ہوگیا تھا نیز اس سے بھی اہم تر ایک بات یہ تھی کہ کوئی ایسا بڑا علاقہ باقی نہ رہا تھا جہاں فلز برآمد کیا جا سکتا اور کھپ سکتا۔

323

نتیجہ یہ کہ ۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۹ء میں قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ رونما ہوا[۱]۔ ریاستہائے متحدہ میں اس کا پیمانہ خانہ جنگی کے زمانے کے اضافے کے پیمانے سے کچھ کم نہ تھا اور تقریباً اسی قلیل مدت کے اندر رونما ہوا تھا۔ اجرائے زر کی افراط، جہاں تک کہ اس کے مادی اثرات کا تعلق ہے وہاں تک، جتنی ابتدائی دور میں ہوئی اتنی ہی اس دور کے اواخر میں ہوئی۔ یہی نتائج غیر جانب دار ملکوں میں، جہاں سونے کا استعمال جاری تھا، اور جاپان میں بھی نمودار ہوئے جسے ریاستہائے متحدہ کی طرح یہ امتیاز (لیکن بے حقیقت امتیاز) حاصل تھا کہ وہاں معیار طلا مروج تھا۔ سارا عالم، یعنی: متخاصم اور غیر جانب دار، فلز استعمال کرنے والے اور کاغذی بنیاد رکھنے والے سب ممالک، انقلاب کے ایک ایسے عارضی گرداب میں مبتلا ہوگئے جو بلحاظ وسعت وپیمانہ تاریخ میں اپنی آپ نظیر نہیں رکھتا۔ ہر قسم کے مضر نتائج، جو اگرچہ نامعلوم نہ تھے لیکن بلحاظ وسعت عدیم المثال تھے، رونما ہوئے۔ دین دار اور

---

[۱] دیکھو باب ۲۲ فصل (۱)۔

بابت سرکاری زرکاغذی

لین دار کے تعلقات کا شیرازہ بالکل بکھر گیا۔ گو بعض ملکوں میں، اور خاص کر برطانیہ اور امریکا میں، مفرط اجرائے زر کے ہر سابق موقعے کے مقابلے میں اس مرتبہ قیمتوں کے بالمقابل اجرت کی شرحوں میں بہت سریع اضافہ ہوا؛ لیکن اجرت کی شرحیں اتنی تیزی کے ساتھ نہیں بڑھیں جتنی تیزی کے ساتھ کہ قیمتیں بڑھی تھیں؛ چنانچہ کاروباری اشخاص نے خوب خوب منافع حاصل کئے، اور بعض اوقات وہم و خیال سے زیادہ دولت سمیٹی۔ وہ اشخاص جن کی آمدنیاں رسم و رواج یا قانونی بندشوں کی وجہ سے مقررہ تھیں، مثلاً: محرر، دستی مزدور جو مفرط اجرائے زر کی موجوں کی رسائی سے دور ہوتے ہیں، مستقل تنخواہ یاب اہلکار، معلم اور دوسرے سرکاری عہدہ داران کو سخت مشکلات و نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ اسی کے ساتھ ساتھ فضول خرچی کو مذموم قرار دیا گیا اور اخراجات کی زیادتی کی شکایتیں پیدا ہوگئیں؛ جو قدرتی نتیجہ تھا اس واقعے کا کہ زر کی آمدنیاں بعض صورتوں میں قیمتوں کے تناسب کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں اور بعض صورتوں میں کم رہا تھا۔ ممالک متحدہ میں قیمتوں کا بے قاعدگی کے ساتھ بڑھنا بیان ہو چکا ہے؛ اجرت اور دوسری آمدنیوں بشکل زر میں یہ بے قاعدگی کم از کم اتنی ہی زیادہ تھی۔ باوجود اس واقعے کے کہ معیار طلا پر (جو ایک ایسا آلہ فرض کیا جاتا ہے جس کی ایک قطعی خوبی ثبات پذیری ہے) کوئی مضر اثر نہیں پڑا اور وہ کمزور نہیں ہوا، قیمتوں اور آمدنیوں کی عام سطح اور انفرادی آمدنیوں اور قیمتوں کے باہمی تعلقات میں قطعاً ثبات پذیری باقی نہ رہی۔

324

پس جب یہ حالت ان ملکوں کی تھی جو معیار طلا پر قائم تھے تو قیاس کرلیا جاسکتا ہے کہ کاغذی زر استعمال کرنے والے ملکوں کا کیا حشر ہوا ہوگا، اور کتنی نازک صورت رونما ہوئی ہوگی! معاملات زر کی ایسی افراتفری، پیچیدگی اور بدنظمی کی نظیر تاریخ عالم میں مفقود ہے۔

825

باب بست وچہارم

بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

(۱) بنکوں کے دو کام: بحوالۂ شغل اصل و آلۂ مبادلہ۔ شغل اصل کا کاروبار (۲) بنک کے نوٹ عند الطلب قابل ادائی ہوتے ہیں۔ وہ جتنے زیادہ محفوظ ہوں گے اتنا ہی کم ادائی کی غرض سے ان کے پیش کئے جانے کا قرینہ ہوتا ہے؛ وہ فلز کو رواج سے ہٹا دیتے ہیں؛ چھوٹی رقموں کے نوٹوں کے اجرا کی ممانعت کا اثر۔ (۳) بنکوں کے پاس نقد زر جمع کرنے سے امانتیں قائم ہوتی ہیں؛ لیکن امانتیں تخلیق بھی کی جاسکتی ہیں۔ امانتیں تخلیق کرنے اور برقرار رکھنے کا طریقہ قرضوں کے سلسلے میں۔ چک عملاً امانت ہے۔ (۴) چکوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کا طریق خاص کر حساب گھروں کے توسط سے۔ حساب گھروں کی عظیم الشان ترقی۔ (۵) امانت بطور زر داوان۔ (۶) بنک کاری بذریعہ تخلیق امانت کے اثرات زر کی گردش پر؛ اور بنک کے نوٹوں پر۔

۱۔ بنک دو فعل انجام دیتے ہیں، جو اگرچہ مساوی طور سے اہم ہیں، پھر بھی ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ پس انداز کردہ رقوم کو جمع کرنے اور اصل کو مشغول کرنے والے عامل کا کام انجام دیتے ہیں؛ اور دوسرے یہ کہ وہ آلۂ مبادلہ کے ایک جزو کی تخلیق کرتے ہیں۔ یہ دونوں فعل بالعموم ایک ہی ادارے کے ہاتھ سے سرانجام پاتے ہیں، لیکن بسا اوقات یہ مختلف کام جداگانہ بنک بھی کرتے ہیں۔ سیونگ بنک کا کام محض اصل کو

۲۴ ... کاری ... زرِ مبادلہ

مصروف و مشغول رکھتا ہے ؛ چنانچہ براعظم یورپ کے اکثر بنک اسی ایک کام میں مصروف ہیں ۔ خالص تجارتی بنک یعنی وہ جس کا مقصد مستقل طور سے آلۂ مبادلہ کی سربراہی کرنا ہوتا ہے' شغل اصل کے کاروبار سے کوئی سروکار نہیں رکھتا ۔ لیکن اس قسم کا بنک خصوصاً ان ممالک میں جہاں انگریزی بولی جاتی ہے ذریعۂ مبادلہ کے ایک نہایت اہم جزو کو فراہم کرتا ہے ۔ موجودہ اور آئندہ بابوں میں ہم زیادہ تر بنک کے کاروبار کے اس شعبے پر بحث کریں گے جو زر کے لین دین سے متعلق ہے ۔

ابتدائی معاملات کو سلجھانے کے لیے ان بنکوں کی بھی تھوڑی بہت تشریح کردی جائے گی جن کے ذریعے سے محض شاغل اصل کا کام انجام پاتا ہے ۔ سیونگ بنک لوگوں کی پس انداز کردہ رقوم کو جمع کرتا یعنی وہ اپنے پاس زر امانت رکھتا ہے اور عند الطلب ادائی کا وعدہ کرتا ہے ۔ یہ وعدہ بالعموم چند شرائط کے تابع ہوتا ہے ۔ مثلاً یہ کہ بنک اپنے لیے اس مطالبے کا حق محفوظ رکھتا ہے کہ دس دن یا کسی اور مدت قبل زر واپس لینے کی اس کو اطلاع کی جائے ۔ یہ توقع نہیں کی جاتی کہ جمع کرنے والے کی خواہش دراصل اپنی امانت کو فوراً واپس لے لینے کی ہے ۔ جمع کنندہ بالعموم اپنی امانت مدت دراز تک بنک میں رکھ چھوڑتا ہے' اور اس پر سود حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہے ۔ یہ کاروبار اس عمل کی مخصوص صورت ہے جس کے ذریعے سے زر کی پس اندازی اصل کی تخلیق کا سبب بنتی ہے ۔ زر عام طور سے ایسے اشخاص کو بطور قرض دیا جاتا ہے جو اصل کو موثر طریقے سے مصروف کرنا چاہتے ہیں' مثلاً دکارخانوں' گوداموں اور مکانوں کی تعمیر میں لگانا چاہتے ہیں ۔ اس طرح زر دوبارہ گردش میں آتا ہے اور ذریعۂ مبادلہ کا کام انجام دینے میں اپنی گردش کا اعادہ کرتا ہے ۔ لیکن اس اثنا میں وہ ایسے آلے کا کام انجام دیتا رہا ہے جس کے ذریعے سے چند اشخاص قوت خرید پر قدرت حاصل کرکے قوم کے مادی و حقیقی اصل میں اضافہ کرنے کے قابل ہوئے ۔ سیونگ بنک اس کو بالعموم تمسکات کے خریدنے میں بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں ۔ یہ تمسکات رقم کی ادائی کے وعدے یا ملکیت کے

326

صداقت نامے ہوتے ہیں اور ان کو جاری کرنے والے بعض دوسرے ہی اشخاص ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بنک محض ایسی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے جو رقم پس انداز کرنے والوں اور اصل سازوں کو باہم دیگر ملاتی ہے۔ زائد اور پس انداز کردہ رقوم کو جمع کرنے اور اصل کو مشغول کرنے کا کام سرکاری سیونگ بنکوں کی جانب سے بھی انجام دیا جاتا ہے؛ صرف فرق یہ ہے کہ ان بنکوں میں جو رقمیں جمع کی جاتی ہیں ان سے سرکاری تمسکات خریدنے کا کام لیا جاتا ہے اور قوم کے حقیقی اصل (یعنی اس کے آلۂ پیدائش) میں اضافہ کرنے میں ان کا جو اثر پڑتا ہے وہ بہت زیادہ مشتبہ ہوتا ہے۔[1]

بنک کا کاروبار کرنے والے اکثر ادارے سرکاری اور خانگی دونوں کلیۃً اور زیادہ تر اسی قسم کا کاروبار انجام دیتے ہیں۔ ساہوکار اور دلال جو نام نہاد شغل اصل کے تمسکات کا کاروبار کرتے ہیں متمول طبقے کے لیے درمیانی اشخاص کا کام اسی طرح انجام دیتے ہیں جس طرح کہ سیونگ بنک کم استطاعت اشخاص کے لیے انجام دیتے ہیں۔ براعظم یورپ کے وہ بنک، جنھیں رہن بنک کہتے ہیں اور جو سرکاری یا نیم سرکاری حیثیت سے قائم ہیں، یہی فعل انجام دیتے ہیں۔ جرمنی، فرانس اور آسٹریا کے اکثر مشترک سرمائے والے بڑے بنک شغل اصل کا کاروبار وسیع پیمانے پر کرتے ہیں۔ وہ چھوٹی یا بڑی رقموں کو بطور امانت قبول کر لیتے ہیں، اور یا تو شغل اصل کرنے والے کے ہاتھ براہ راست تمسکات فروخت کرتے ہیں یا سیونگ بنک کی طرح اس کو ایک مقررہ شرح سے سود ادا کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ انگلستان، امریکا نیز براعظم یورپ کے بڑے بڑے تاریخی خانگی ساہوکارے مثلاً بیرنگس، مارگنس اور روتھس چائلڈس اور ان کے بے شمار رقیب اور رفیق زیادہ تر شغل اصل کا کاروبار انجام دیتے ہیں، اور نئے کاروبار کی اعانت کرتے اور اس کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ بالعموم خود اپنے ذاتی ذرائع سے زیادہ تر اس قسم کے نئے کاروبار کے ابتدائی مرحلوں میں قرضے دیتے ہیں۔

327

[1] دیکھو باب ۴۰ فصل (۲)۔

۳۔ بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

جب ایک مناسب مدت کے بعد کاروبار جم جاتا اور نفع حاصل ہونے لگتا ہے تو وہ ان کاروبار کو فروخت کر دیتے ہیں یا اکثر ان تمسکات کو جو ان کاروبار پر مبنی ہوتے ہیں رقم پس انداز کرنے والے اور شغل اصل کرنے والے اشخاص کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے ہیں۔ اس قسم کا ہر ساہوکارہ اپنے گاہکوں اور احباب کا ایک مخصوص دائرہ رکھتا ہے، جو اس کے فیصلے پر کامل اعتماد رکھتے، اس کا احترام کرتے اور اس کے مشورے پر عمل کرتے ہیں۔

لیکن خاص زر کے مسائل سے ان کاروبار کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ البتہ تجارتی بنکوں کے کاروبار زیادہ تر زر کے معاملات سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ بنک مشاغل اصل کا مستقل طور سے انتظام نہیں کرتے بلکہ عملی کاروباری طبقے کو قلیل مدت کے لیے قرضے دیتے ہیں۔ یہ بنک لوگوں کی امانت جو اپنے پاس رکھتے ہیں وہ زیادہ تر جمع کنندے کے لیے تحفظ رقم میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے، اور پھر عندالمطالبہ پوری امانتی رقم کو واپس کرنے کی ذمہ داری بھی لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر صورتوں میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کے بنک نوٹ جاری کرتے ہیں۔ ان کے نوٹوں اور امانتوں کے استعمال کرنے سے ذریعۂ مبادلہ پر بہت بڑی حد تک اثر پڑتا ہے۔

اس بحث میں توضیح کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جس سے گزشتہ بابوں میں کام لیا گیا۔ اولاً سیدھی سادی مثالوں پر جن سے اساسی اصول پر روشنی پڑتی ہے غور کیا جائے گا، خواہ اس کی وجہ سے بظاہر حقیقی حالات سے دور کیوں نہ ہو جانا پڑے۔ بعدہٗ مختلف پیچیدگیوں، مستثنیات اور شرائط کی یکے بعد دیگرے تشریح و توجیہ کی جائے گی۔

۴۔ سادہ ترین کاروبار نوٹوں کا اجرا ہے۔ بنک کا نوٹ حامل یا قابض کو مندرجہ رقم عندالمطالبہ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ ازروئے قانون اس کی حیثیت مثل کسی دوسرے تحریری وعدے کے ہے جس کی ادائی عندالطلب واجب ہوتی ہے۔ اس کا حق ملکیت، اس کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے کے ساتھ ہی پوری طرح منتقل ہو جاتا ہے؛ اور ہر حامل کو جو

یکے بعد دیگرے اس پر قابض ہو، بنک کے اوپر حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر نوٹ جاری کرنے والا ادارہ خاص شہرت رکھتا ہو تو نوٹ غیر معین مدت تک دست بدست گشت کرتا پھرے گا، اور زر کے اساسی کام انجام دے گا۔ اگر اجرا کنندہ ادارہ مشہور نہ بھی ہو تو نوٹ ایک مدت دراز تک گردش میں رہیگا بشرطیکہ عوام اس قسم کے کاغذی بدل کو استعمال کرنے کے خوگر ہو جائیں اور اجرا کنندہ بنک پر بدگمانی کرنے کی کوئی خاص وجہ موجود نہ ہو۔ زر کا چلن بہت بڑی حد تک رسم و رواج کا معاملہ ہے؛ ایک شخص ادائی میں جو کچھ دیتا ہے اگر دوسرا اسے قبول کر لیتا ہے تو وہ شے فوراً دست بدست گردش کرنے لگتی ہے۔ تجربے سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی ہے کہ نہ صرف ذمہ دار اداروں کے جاری کردہ نوٹ بلکہ دوسرے اشخاص کے جاری کردہ نوٹ بھی جو بظاہر ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں بہت حیرت انگیز سہولت کے ساتھ لوگوں کے ہاتھوں میں گردش کرنے لگتے ہیں۔

328

بایں ہمہ بنک ہر نوٹ کی ادائی کا قانوناً پورا پورا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ کوئی نوٹ کسی وقت پیش ہو اس کے لیے لازمی ہے کہ اس کو اس زر میں جو عام طور سے قرضوں اور مطالبات کی ادائی کے لیے زر قانونی ہو تبدیل کر دے۔ یہ ضروری ہے کہ بنک کے پاس ہر وقت سونے کی کچھ مقدار موجود ہو جس کے ذریعے سے وہ ادائی کر سکے۔ اگر وہ فلزی زر کی ٹھیک اتنی ہی مقدار ہر وقت تیار رکھے جو جاری کردہ نوٹوں کی قیمت کے معادل ہے تو اس کو نوٹ جاری کرنے سے بظاہر کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔ اس کو نوٹ چھاپنے اور بنک کے دفتر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کوئی معاوضہ نہیں ملے گا۔ لیکن اگر وہ جاری کردہ نوٹوں کی قیمت کے مقابلے میں کم سونا رکھے تو البتہ نفع کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ نقد بدست کی قیمت سے زائد جو نوٹ جاری کئے جاتے ہیں انھیں بالعموم "بے کفالت" یا "بے فلز" کا اجرا کہا جاتا ہے۔ اب اس "بے کفالت" اجرا کی مقدار جتنی زیادہ ہوگی نفع حاصل کرنے کا اتنا ہی زیادہ موقع حاصل ہوگا۔ ہر وہ بنک جس پر قانونی بندشیں عائد نہیں کی جاتیں اور جو اپنے عمل میں آزاد ہوتا ہے وہ حتی الامکان فلزی زر کی کم مقدار

باب ۲۴ بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

رکھتا ہے اور ''بے کفالت'' کاغذ کا حتی الوسع کثیر مقدار میں اجرا کرتا ہے۔
بنک کے نوٹ کی بنیاد جس قدر مستحکم ہوگی، یعنی عند الطلب نوٹوں کی فلز میں ادائی جس قدر یقینی ہوگی اسی قدر نوٹوں کے پیش کئے جانے اور فلز کا مطالبہ کرنے کا امکان کم ہوگا۔ اس طرح وہ، ممکن ہے کہ، ایک مدت دراز تک بطور زر مروج رہیں۔ اس صورت میں ان کے مسلسل بطور زر رائج رہنے کا امکان ہے۔ دراصل یہ حالت بنک کے نوٹوں کے بارے میں جدید ترین قوانین کے نفاذ کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ ان کو جاری کرنے والے (جیسا کہ متعاقب تفصیلی بحث کی جائیگی) بالعموم بڑے بڑے سرکاری بنک ہوتے ہیں یا خانگی بنک جن کے لیے باقاعدہ ادائی کا انتظام لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ حامل کو نوٹ پیش کرنے اور نقد کا مطالبہ کرنے کی تحریک و ترغیب ہی نہیں ہوتی، اور بنک پر نوٹوں کا مبادلہ کرنے کے لیے ذخیرہ موجود رکھنے کے بارے میں اس کا کوئی موثر دباؤ نہیں پڑتا۔ اس کا ایک اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مزید آئین و قوانین وضع کرنے کی یا ایسے رسم و رواج کی، جو قوانین کو پر زور بنانے میں مساوی قوت رکھتے ہیں، ضرورت پڑتی ہے، تاکہ نوٹوں کے مبادلے کی غرض سے فلزی زر کی ایک معقول مقدار ہر وقت تیار رکھی جائے۔

اس طرح بنک کے نوٹ بڑی حد تک غیر بدل پذیر زر کاغذی کی طرح فلزی زر کے جانشین بن جاتے ہیں۔ ایک ایسی انتہائی صورت کا بھی تصور کیا جا سکتا ہے جس میں کہ نوٹ فلزی زر کو کلیتہً رواج سے ہٹا دیتے ہیں۔ مگر یہ انتہائی صورت اس وقت تک کبھی نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ بنک عند المطالبہ نقد زر کی ادائی کے پابند رکھے جائیں۔ کچھ نہ کچھ مقدار فلزی زر کی ہمیشہ رکھنا لابد ہے۔ لیکن جہاں بنکوں پر کوئی بندش نہیں ہوتی اور وہ نوٹ جاری کرنے میں آزاد ہوتے ہیں وہاں اس انتہائی صورت کے قریب قریب حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۶۰ء سے قبل یہی ہوا! اس زمانے میں یہاں متعدد ریاستوں نے بنکوں کی ایک کثیر تعداد کو نوٹ جاری کرنے کا حق دیدیا اور بنکوں نے اجرا شروع کردیا؛ اور ہر بنک کی غرض

329

باب ۴ بنک کاری اور آلہ مبادلہ

یہی تھی کہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ آزادی کے ساتھ نوٹ جاری کرے۔
روزمرہ کا زر رواں ان ہی نوٹوں پر مشتمل تھا' اور فلزی زر کی بہت ہی قلیل مقدار بنکوں کے خزانوں میں رکھی گئی تھی۔ ملک کے بعض حصوں میں مثلاً الی نوائے[1] اور وس کان سن میں از روئے قانون اور رسم و رواج نوٹوں کا مبادلہ فلزی زر سے لازمی نہ تھا' چنانچہ عملاً یہ نوٹ تقریباً غیر مبدل پذیر زر کاغذی ہو گئے۔ نیو انگلینڈ' نیویارک اور مشرقی ساحل کے علاقوں میں اور انڈیانا اور اوہیو میں نوٹ فی الحقیقت فلزی زر سے بدل پذیر تھے؛ پھر بھی ان کی فلزی بنیاد بنک کے جملہ مطالبات واجب الادا کے مقابلے میں بہت قلیل اور کمزور تھی۔

بنک کے نوٹ خواہ کتنی ہی آزادی کے ساتھ جاری کئے جائیں پھر بھی اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے کہ وہ فلز کو رواج سے کلیتہً نہ ہٹا سکیں۔ اس کا سیدھا اور موثر طریقہ یہ ہے کہ کم رقم کے نوٹ جاری کرنے کی ممانعت کردی جائے۔ چنانچہ ایک مدت دراز تک یورپ کی ریاستوں میں عام طور سے یہی عمل ہوتا رہا۔ بنک آف انگلینڈ پانچ پونڈ سے کم رقم کے نوٹ جاری نہیں کر سکتا تھا؛ بنک آف فرانس ۵۰ فرانک سے کم اور جرمنی کے بنک ۲۰ مارک سے کم کے نوٹ جاری کرنے پر مقتدر نہ تھے۔ فرانس اور جرمنی کے کم رقم کے نوٹ حقیقت میں بہت احتیاط کے ساتھ قلیل مقدار میں جاری کئے جاتے تھے؛ اور اس طرز عمل کا مقصد واحد یہ تھا کہ فلز خارج از رواج نہ ہونے پائے جس جگہ اس طرح عمل ہوگا اور جہاں کم رقم کا زر کاغذی کسی شکل میں رائج نہ ہوگا وہاں فلزی زر کی معقول مقدار کا گردش میں رہنا یقینی امر ہو جاتا ہے۔ اگر بنک بڑی رقموں کے نوٹ کثیر مقدار میں جاری کریں اور یہ نوٹ فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیں تو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے معاملات کے لیے کم رقم کے زر کی کمی محسوس ہوگی؛ چنانچہ وہ بنک میں بڑی رقم کے نوٹ پیش کرکے خردے کا مطالبہ کریں گے؛ اس طرز عمل کا باعث لازمی طور سے کسی بے اطمینانی کا احساس یا خواہ مخواہ نوٹ بدلوانے کی خواہش نہیں ہوتا' بلکہ صرف بڑے نوٹوں کا خردہ حاصل

[1] یا الی نائز Illinois

کرنے کی سہولت پیش نظر ہوتی ہے۔ اگر بنکوں کو چھوٹے نوٹ جاری کرنے کی اجازت مل جائے تو یہ طلب فلز کی موجودگی کے بغیر بھی یقیناً پوری ہو جائے گی؛ اور ایسی صورت میں ممکن ہے کہ بنک کے نوٹ تقریباً کلیتہً فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیں! چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی سے پہلے جو زمانہ گزرا اس میں عام طور سے یہی صورت حال پیدا ہوئی تھی؛ تقریباً سب ریاستوں نے چھوٹے نوٹ جاری کرنے کی اجازت دے دی تھی، اور روزمرہ کے لین دین میں تقریباً کل زر رواں نوٹوں ہی پر مشتمل تھا۔ بعد کے سالوں میں قومی بنکوں کی جانب سے چھوٹے نوٹوں کے اجرا پر چند بندشیں اور پابندیاں عائد کر دی گئیں[1]۔ لیکن اگر خود حکومت چھوٹی رقم کے نوٹ جاری کرتی رہے تو اس قسم کی تحدید سے خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا، مثلاً: امریکا کی حکومت خود اپنے بدل پذیر نوٹ (گرین بیکس[2])، زائد قیمت کے نقری ڈالر اور صداقت نامے جاری کرتی ہے۔ اس قسم کے آئین و قوانین وضع کرنے سے صرف اس وقت معقول نفع حاصل ہوتا ہے جب کہ اس کے نتیجے کے طور پر پوری قدر و قیمت کے فلزی زر یعنی سونے کے سکے کثیر مقدار میں گردش میں آجائیں۔

۴۔ موجودہ زمانے میں خاص کر انگریزی بولنے والے ملکوں میں صرف نوٹ ہی رائج نہیں ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کے سے ملک میں امانتیں نوٹوں کے علاوہ اور ان سے کہیں زیادہ موثر ہوتی ہیں۔ گو نوٹوں اور امانتوں کے درمیان اہم فرق ہوتا ہے، جیسا کہ ابھی تشریح کی جائے گی، لیکن ایک اساسی مماثلت بھی پائی جاتی ہے جو ایک مدت دراز سے محتاط مبصروں کے پیش نظر رہی ہے؛ پھر بھی بنک کے کاروبار کی بحث پیش کرنے والے اکثر مصنفین نے اسے

[1] ۔ ۱۸۷۹ء میں فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری ہونے تک قومی بنکوں کو اجازت تھی کہ ۵ ڈالر سے کم رقموں کے نوٹ کل نوٹوں کے ۱/۳ تک رکھیں۔ ان کی تحدید کا اس وقت تک کوئی موقع نہ تھا جب تک کہ فلز گردش نہیں کر رہا تھا۔

[2] ۔ Greenbacks

بہت کم سمجھا ہے، بلکہ نوٹوں اور امانتوں کا روزمرہ کاروبار کرنے والے ساہوکاروں نے بھی خود بالعموم اس کو بہت کم سمجھا ہے۔

"امانت" کے متعلق اکثر اشخاص کا یہ خیال ہے کہ وہ نقد زر ہے جو بنک میں جمع کیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت لفظ "امانت" اسی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے، اور ابتداءً ایسا ہی ہوتا تھا۔ تاریخی لحاظ سے امانتوں کا آغاز اس وقت ہوا جبکہ لوگ اپنا زر نقد معتبر اشخاص کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھنے لگے۔ چنانچہ نشاۃ ثانیہ کے ابتدائی دور میں وینس اور فلورنس کے ساہوکار یہی کرتے تھے؛ علیٰ ہذا سترھویں صدی کے نصف ثانی کے دوران میں لندن کے زرگر بھی اسی کام کو انجام دیتے تھے۔ جہاں زرگر نے زر امانت کو ہاتھ لگائے اور دوسروں کو قرض دیئے بغیر رکھا وہاں اس کو بظاہر کوئی نفع نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ وہ سونا یا چاندی کی حفاظت کی خدمت انجام دینے کے صلے میں جمع کنندے سے اپنا محنتانہ طلب کر لیتا تھا۔ اس کے بعد حالات اس نوبت پر پہنچے کہ جمع کنندے کو کسی کے مطالبے کی ادائی کرنے کی صورت میں اس میں سہولت معلوم ہونے لگی کہ وہ اپنے لین دار یا مرسل الیہ کو بنک کے نام کا حکمنامہ حوالے کر دے یا بنک کی رسید اس کو بھیجدے۔ اب اس تیسرے شخص کے لیے بھی یہ ایک مساوی طور سے قدرتی عمل تھا کہ اگر اس کو زر کی فوری ضرورت نہ ہو تو، اس زر کو بنک ہی کے پاس رکھا چھوڑے اور اپنے دین دار کی بجائے اپنا نام ساہوکار کے رجسٹر میں تحریر کرا دے یا اسی ساہوکار سے دوسری رسید رقم کی بابتہ بطور جمع کنندے کے حاصل کر لے۔ اگر متعدد اشخاص ساہوکار کی دیانت اور مالی استواری پر اعتماد کر کے ایسا ہی کرنے لگیں تو، ساہوکار اس رقم امانت سے خود کاروبار کر سکتا یا دوسروں کو بطور قرض دے سکتا ہے۔ قدیم زمانے میں وہ اشخاص جن کے تفویض امانتیں کی جاتی تھیں خود عملی کاروبار میں سرگرم حصہ لیتے تھے، اور ان رقوم کو اپنے روزمرہ کے لین دین میں استعمال کرتے تھے۔ بعد میں چل کر انھوں نے رقوم کو قلیل مدت کے لیے اور عمدہ ضمانتوں پر بطور قرض دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ جب انھوں نے باقاعدہ لین داروں کی صورت اختیار کی اس وقت کہیں وہ جدید

331

باب ۲۲
بینک کاری
اور آلہ مبادلہ

مفہوم کے لحاظ سے ساہوکار یا بنک ہو گئے۔ اس صورت میں فلزی زر صرف اتنی مقدار میں اپنے پاس رکھا جاتا تھا جو حقیقت میں اس کا مطالبہ کرنے والے اشخاص کی طلب کو پورا کرنے کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس طرح امانتیں آمدنی اور نفع کمانے کا ایک ذریعہ بن گئیں۔

اس طرح رقمیں امانت رکھوانے کا طریق موجودہ زمانے کے بنک کے کاروبار میں بہت اہم حصہ رکھتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ اور انگلستان میں اکثر اشخاص محض سہولت اور حفاظت کے خیال سے بنک میں رقمیں جمع کراتے ہیں اس لیے کہ وہ بڑی رقوم کے اپنے پاس رکھنے کا انتظام اور ان کی حفاظت پوری طرح نہیں کر سکتے۔ یہ حالت تنخواہ یاب ملازمین اور آرام طلب متمول طبقے کی ہوتی ہے جو کثیر رقم کے مالک ہوتے ہیں۔ جب کبھی ان کے ہاتھ میں زر یا زر حاصل کرنے کا حق آتا ہے وہ فوراً بنک چلے جاتے اور اس کو محفوظ کرا دیتے ہیں؛ چنانچہ وہ اپنے نام کے مطالبات کی ادائی اکثر صورتوں میں بنکوں کے نام چک لکھ کر کرتے ہیں، اور اپنے ذاتی چھوٹے موٹے اخراجات کے لیے نقد رقم بنک سے نکال لیا کرتے ہیں۔ مگر عادۃً وہ اپنی جمع کردہ رقم کے بیشتر حصے کو بنک میں بطور امانت رکھوا دیتے ہیں۔ بنک تجربے کی بنا پر یہ جانتا ہے کہ کسی وقت واحد میں اس رقم کا صرف ایک جزو ہی طلب کیا جائے گا۔ چنانچہ جمع کردہ امانت کے بڑے حصے کو وہ پھر نفع کے ساتھ بطور قرض دے سکتا ہے۔

لیکن ریاستہائے متحدہ یا انگلستان جیسے ملکوں کے تجارتی بنکوں میں امانتوں کا بیشتر حصہ اس طور پر قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امانتیں زیادہ تر انھی بنکوں کی "تخلیق" یا "ایجاد" ہوتی ہیں۔

یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ "نوٹ" کس طرح "تخلیق" کیے جاتے ہیں۔ بنک کا اصلی کام قرض دینا ہے، اور وہ بھی اپنے اعتبار کو نہ کہ اپنے زر یا اپنے اصل کو۔ چنانچہ جب وہ نوٹ جاری کرتا ہے تو یہی کرتا ہے؛ لیکن عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ نوٹوں کا اجرا کر رہا ہے؛ حالانکہ حقیقۃً وہ ان کو بطور قرض دیتا ہے۔ وہ دین دار یا قرض لینے والے کو ایسا آلہ حوالے کرتا ہے جسے وہ

باب ۱۰ بنک کاری اور آلہ مبادلہ 332

اشیا کی خریداری میں استعمال کر سکتا ہے؛ اور یہ آلہ اس وجہ سے گردش کرتا ہے کہ بنک کا اعتبار اچھا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بنک نے جو چیز قرض دی وہ اپنا اعتبار ہے جو نوٹ کی شکل میں زر کی طرح اور اسی عمدگی کے ساتھ زر کے فعل انجام دیتا ہے۔

بعینہٖ یہی عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ بنک امانت کی شکل میں قرضہ دیتا ہے۔ اس کی سب سے عام اور سہل مثال کاغذی وعدے پر بٹہ کاٹنے کا کاروبار ہے۔ قرض لینے والا شخص بنک میں اپنا تحریر کردہ کاغذی وعدہ (پرامیسری نوٹ) غالباً محض اپنے دستخط سے یا بعض صورتوں میں دوسروں کی ضمانت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس کاغذی وعدے پر جتنی رقم درج ہوتی ہے اتنی رقم کی حد تک "بنک" اپنے پاس اس کی "امانت" قائم کرتا ہے اور اس میں سے صرف مقررہ شرح سود منہا کر لیتا ہے[1]۔ قرض لینے والے کو بنک کے نام اب چک لکھ کر رقم حاصل کرنے کا اسی طرح حق حاصل ہو جاتا ہے جس طرح کہ حقیقت میں بنک میں رقم جمع کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اب اس حق کو وہ یا تو اس طرح استعمال کر سکتا ہے کہ بنک سے فوراً براہ راست رقم مستعار حاصل کرلے یا (جیسا کہ زیادہ اغلب ہے) چک کی وساطت سے وصول کرے جس میں بنک کو ہدایت کی جاتی ہے کہ رقم دوسروں کو ادا کی جائے۔ اس طرح بحیثیت جمع کنندے کے بنک کے ساتھ تعلق قائم ہونا معمولی تجارتی قرض کا سب سے پہلا قدم ہے۔

---

[1] بنک کے بٹے کی صورت میں سود کا حساب بالعموم نوٹ کی مرتومہ قیمت کے لحاظ سے کیا جاتا ہے نہ کہ قرضہ کی مقدار کے لحاظ سے۔ مثلاً اگر ۱۰۰۰ ڈالر کے ایک نوٹ پر ۳ ماہ کے لیے ۶ فی صد شرح سے بٹہ کٹے تو سود (سہ ماہی کے لیے ۱½ فی صد شرح سے) ایک ہزار ڈالر پر لگایا جائے گا اور قرض لینے والے کے نام سے ۹۸۵ ڈالر بطور "امانت" رکھے جائیں گے۔ جب وقت بٹہ ۶ فی صد کی شرح سے اس طریقے پر لیا جاتا ہے تو قرض دار کو اپنے لیے ہوئے قرضہ کی رقم یا اس کے نام سے امانت کی ہوئی رقم پر کسی قدر زیادہ شرح سود ادا کرنی پڑتی ہے۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر جمع کنندہ اپنا حق ایک ہی دفعہ استعمال کر بیٹھے تو اس اولین قدم سے کوئی خاص نتائج رونما نہ ہوں گے۔ اگر وہ قرض کی کل رقم فوراً ہی ایک ساتھ بنک سے لے لے تو نتیجہ ایسا ہی ہوگا، گویا بغیر یہ قدم اٹھائے ہوئے وہ نقد رقم ہر وقت اپنے پاس رکھتا۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے ایسا ہی کرنے کا امکان ہے؛ اس لیے کہ وہ اسی غرض سے قرضہ حاصل کرتا ہے کہ محصلہ زر کو تجارت یا کاروبار میں صرف کرے۔ لیکن جو جمع کنندہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے اور جس کا بنک سے کوئی دوسرا تعلق نہ ہو وہ بنک کے نزدیک غیر منفعت بخش گاہک ثابت ہوگا، اور ایسے گاہک کو بنک آیندہ مزید قرضہ دینے میں پس و پیش کرے گا۔ سب بنک اور خاص کر امانت کے تجارتی بنک زیادہ تر کاروبار اپنے گاہکوں کے ایک مخصوص حلقہ میں کرتے ہیں۔ ان گاہکوں کی حیثیت، قرض لینے والوں اور جمع کرنے والوں کی بھی ہوتی ہے اور دین داروں اور لین داروں کی بھی۔ وہ بنک میں اپنا حساب کتاب رکھتے ہیں اور ان میں باہم واضح طور پر یہ سمجھوتا یا معاملے ہو جاتا ہے کہ بنک کی جانب سے قرضہ کی جو آسانیاں فراہم کی جائیں گی ان کی مقدار ان فاضلات کے تناسب سے مقرر کی جائیگی جو اوسطاً ان کے حساب میں بطور جمع کنندوں کے موجود ہوگی۔

یہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ قرضہ مل جانے کے بعد ہی فوراً قرض لینے والا بھاری رقم کا بنک سے مطالبہ کرے۔ اس کا قرینہ ہے کہ وہ کل رقم ایک دم بنک سے نہ نکالے؛ اس لیے کہ ہر شخص اور خاص کر ہر کاروباری آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بنکوں میں کسی ناگہانی ضرورت کے لیے کچھ نہ کچھ نقد رقم جمع رکھے۔ لیکن اگر وہ رقم کا بیشتر حصہ نکال بھی لے تو بنک میں اس کی جمع کردہ رقم کا آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس کے گاہکوں اور دین داروں کی جانب سے رقم کی آئے دن ادائی ہوتی رہے گی اور جیسے جیسے رقوم اس کو ملتی جائیں گی وہ ان کو بنک میں جمع کراتا جائے گا۔ اس اثنا میں جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ حسب معاہدہ کاغذی وعدے کی میعاد کے ختم ہونے پر ادائی کے لیے تیار رہتا رہے۔ اس کی تیاری وہ بنک میں

رقم جمع کر کے کرتا ہے۔ چنانچہ وعدہ کی مدت معینہ ختم ہونے تک اس کی معقول رقم بنک میں جمع رہتی ہے۔ جب اس کا نوٹ واجب الادا ہوتا ہے تو اس کی ادائی وہ انھی امانتوں کی بنیاد پر کرتا ہے؛ یعنی بنک کے ذمے اس کی جتنی رقم واجب الادا ہوتی ہے اس کی مدد سے وہ اپنے ذمہ کی رقم کو جو بنک کو واجب الادا ہوتی ہے زائل یا ادا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

لیکن اس طرح کا ایک ہی کاروبار تنہا انجام نہیں پاتا؛ اور محض یہی ایک شخص تنہا اس قسم کا کاروبار نہیں کرتا۔ وہ آئندہ بھی قرضہ لینے کے لیے پھر بنک کی جانب رجوع ہوگا، اسی طرح دوسرے اشخاص بھی بنک کے سامنے ضرورت کے وقت ہاتھ پھیلائیں گے؛ اس لیے کہ جو اشخاص عملی کاروبار میں حصہ لیتے ہیں وہ سب کے سب قرضہ لے کر کام چلاتے ہیں تاکہ ان کا کاروبار مسلسل جاری رہے اور ان کی ذاتی مالی حالت جتنے کی اجازت دیتی ہے اس سے زیادہ وسیع پیمانے پر وہ کاروبار کر سکیں۔ غرض بنک سے ان کے معاملات مسلسل ہوتے ہی رہتے ہیں۔

اب فرض کرو کہ ایک بنک سے اس قسم کے متعدد اشخاص بطور قرض گیرندوں اور جمع کنندوں کے معاملہ کر رہے ہیں۔ ایک طرف تو بعض لوگ خانگی نوٹوں پر بٹہ کٹوا رہے ہیں اور ان کے لیے جو امانتیں قائم کی گئی ہیں ان پر کثیر مقدار میں مطالبات کر رہے ہیں اور دوسری طرف دوسرے اشخاص اپنے نوٹوں کی میعاد کے ختم ہونے پر مندرجہ رقموں کی ادائی کی تیاریاں کر رہے ہیں اور بنک میں کثیر مقدار میں رقمیں جمع کر رہے ہیں۔ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ معمولی کاروبار کے دوران میں بعض لوگوں کو کثیر رقم ادا کرنی پڑتی ہے اور ان کی جمع کردہ رقم بہت قلیل ہوتی ہے؛ اور اس کے برعکس دوسرے لوگوں کو مطالبات کی بھی کثیر رقمیں وصول ہوتی ہیں اور ان کی امانتیں بھی خاصی زیادہ مقدار میں ہوتی ہیں۔ کسی خاص وقت میں بنک کے پاس اس کے کاروبار کے پیمانے کے مطابق امانتوں کی رقم زیادہ یا کم ہوتی ہے؛

اور اس کے بالمقابل ان نوٹوں کی شکل میں جن پر بٹہ کاٹا گیا ہے مالی ذرائع موجود ہوتے ہیں۔ اس کے پاس غیر کاروباری قسم کی بھی بعض امانتیں ہوتی ہیں جنھیں قرضے کے لین دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا؛ اور بنک بعض اوقات ایسے قرضے بھی دیتا ہے جو اس کی تحویل کی امانتوں سے بالکل بے تعلق ہوتے ہیں لیکن بنک کے ان ذرائع (یعنی قرضہ جات وصول شدنی) اور ان امانتوں (یعنی قرضہ جات اداشدنی) میں جو اسے ادا کرنا ہیں ایک خاص تعلق اور تناسب قائم رہتا ہے۔

384

ان مسلسل امانتوں کی حیثیت زر کی سی ہوتی ہے؛ یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ امانتیں لازمی طور سے بنک کے نوٹوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ ذریعہ مبادلہ کے جزو کی حیثیت سے ٹھیک اسی طرح کام انجام دیتی ہیں جس طرح کہ کوئی دوسرا زر رواں یا آلہ مبادلہ یہ کام انجام دیتا ہے۔ بظاہر یہ بات انوکھی اور تعجب خیز معلوم ہوسکتی ہے کہ امانت کو ذریعہ مبادلہ کا ایک جزو کہا جائے۔ اکثر اشخاص اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ مطالبات کی موثر ادائی کا کام جس طرح سونے کا سکہ یا کاغذی زر انجام دیتا ہے اسی طرح چیک انجام دیتا ہے؛ یعنی زر کا معادل چیک ہے نہ کہ امانت۔ لمحہ بھر غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چیک، امانت سے وہی تعلق رکھتا ہے جو تعلق کہ مطالبات کی ادائی کرنے والے سکے اور جیب میں پڑے ہوئے سکے کے مابین ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سارے کے سارے سکے ہر وقت اشیا کے خریدنے کے کام میں مصروف نہیں رہتے۔ ان کا ایک جزو جیبوں میں اور تجوریوں میں اندوختوں کی شکل میں بے کار پڑا رہتا ہے اور اس سے صرف ضرورت کے وقت ہی کام لیا جاتا ہے۔ زر کا وہ جزو جو عملاً اشیا کی خریداریوں میں استعمال ہوتا ہے اس جزو کے ذریعے سے متعین ہوتا ہے جس کو ہم نے "زر کی گردش کی سرعت" کہا تھا۔ اسی طرح امانتیں بھی ایک محفوظ سرمایہ یا مطالبات کی ادائی کا ایک موثر اور قوی ذریعہ ہیں جن سے ضرورت کے وقت کام لیا جاتا ہے۔ جس طرح کسی ملک کے زر کی مجموعی مقدار کا حساب لگاتے وقت ہم صرف اس زر کو ہی شمار نہیں کرتے

جو کہ اتفاقاً اس وقت کے لیے اشیا کی خریداریوں کے کام میں مصروف ہوتا ہے بلکہ کل رسد کو محسوب کرتے ہیں؛ ٹھیک اسی طرح اس قسم کے ذریعۂ مبادلہ (یعنی امانت) کا حساب لگاتے وقت ہمارے لیے ضروری ہے کہ امانتوں کی مجموعی رسد کو شمار کریں نہ کہ صرف امانتوں کے اس جزو کو جو چیکوں کی شکل میں وقت کے وقت استعمال ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ چیک محض امانت ہے جو عملاً استعمال ہوتا ہے اور امانتوں سے چیکوں کا جو تناسب ہوتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امانتوں کی گردش کس قدر سرعت کے ساتھ ہو رہی ہے۔

تجارتی بنکوں اور کاروباری اشخاص کی امانتوں کی گردش کی رفتار بہت سریع ہوتی ہے۔ ایسی امانتوں کے مقابلے میں روزانہ چیک تحریر کئے جاتے ہیں، اور نئی نئی امانتیں جمع ہوتی جاتی ہیں۔ تجارتی دنیا کی اصطلاح میں اس کو "عملی" یا "رواں" حسابات کہا جاتا ہے؛ ان کی گردش بہت سریع ہوتی ہے۔ متمول طبقے کے اشخاص کی جمع کردہ امانتیں اس کے مقابلے میں بہت کم رواں ہوتی ہیں۔ روزمرہ کے جیب خرچ کا زر، خواہ وہ سکہ ہو، نوٹ یا سرکاری کاغذ، ہر صورت میں تجارتی بنک کی امانتوں کے مقابلے میں بہت کم رفتار سے گردش کرتا ہے۔

۴۔ اگر صرف ایک ہی بنک موجود ہو اور سب امانتیں صرف اسی ایک بنک میں جمع کرائی جائیں، اور اگر سارے مطالبات کی ادائی چیکوں کے ذریعے ہی سے کی جانے لگے تو پھر کوئی وقت ہی باقی نہ رہے گی اور زر کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ چیک پانے والا بالعموم اس کو بطور "امانت" جمع کرا دیتا ہے۔ اگر ہر ایک پانے والا ہمارے مفروضہ واحد بنک ہی میں اپنے چیک کی رقم کا حساب رکھے تو وہ بنک اسی رقم کے بقدر چیک لکھنے والے کے حساب سے منہائی کا عمل کر کے چیک پانے والے کے حق میں جمع کر دے گا۔ زر کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے ہی کی ضرورت نہیں اور مطالبات کی ادائی صرف قرض دار کے حساب سے رقم نکال کر قرضخواہ کے حساب میں درج کر دینے سے ہو جائے گی۔

335

بنک کاری اور مبادلہ

اب فرض کرو کہ ملک میں بجائے ایک کے دو بنک ا اور ب موجود ہیں۔ اور ان دونوں کے گاہکوں کا دائرہ جداگانہ ہے۔ ا کے بعض گاہک اور جمع کنندے ایسے چک بھی تحریر کریں گے جو ب کے گاہکوں اور جمع کنندوں کو واجب الادا ہوں۔ اور دوسری طرف ب کے گاہک اور جمع کنندے ا کے گاہکوں اور جمع کنندوں کے نام چک تحریر کرکے حوالے کریں گے۔ چنانچہ ہر بنک میں روزانہ ایسے چک وصول ہوں گے جو دوسرے بنک کے نام تحریر کردہ ہوں گے مگر اس کے پاس دوسرے سے رقم وصول کرنے کے لیے جمع کئے گئے ہوں گے۔ اب بنک ایک دوسرے کے مطالبات کو فوراً آسانی کے ساتھ زائل کرسکتے ہیں، اور صرف اسی فرق کو نقد کی صورت میں ادا کرنے کا انتظام کرسکتے ہیں جو ایک کے ذمے دوسرے کو واجب الادا نکلے۔ ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہے کہ وہ اس فرق کو ادا نہ کرنے کے متعلق بھی باہمی سمجھوتا کرلیں، مگر اس صورت میں انھیں ایک رواں حساب قائم کرنا پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی دن فاضلات ایک بنک ا کے موافق ہوں گے اور کسی دن دوسرے بنک ب کے موافق، اور اس طرح انجام کار حساب کی بے باقی ہوجائے گی۔ بہرکیف اس فلزی زر یا کاغذی زر کی مقدار جو وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کو دینا ہوگی وہ ان کاروباری معاملات کی نسبت جنھیں بآسانی ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کردیا گیا بہت قلیل ہوگی۔

اس کے بعد یہ فرض کرو کہ بجائے دو بنکوں کے ایک درجن، بیس، یا اس سے بھی زیادہ تعداد میں بنک موجود ہیں؛ اس صورت میں بھی اس طریق پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ہر بنک میں روزانہ دوسرے بنکوں کے نام تحریر کردہ چک وصول ہوا کریں گے؛ اور ہر بنک کو روزانہ اپنے گاہکوں کے تحریر کردہ چکوں کی رقم ادا کرنی پڑے گی جنھیں دوسرے بنکوں میں متعدد چک پانے والوں نے داخل کیا ہے۔ اگر چک پانے والا اور چک لکھنے والا اتفاقاً ایک ہی بنک میں اپنا اپنا حساب کتاب رکھتے ہوں تو ایسے چک کی ادائی بنک کی کتابوں میں صرف حسابی جمع و خرچ سے ہوجاتی ہے۔ لیکن اکثر چکوں کا تصفیہ اس قدر آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا۔ پھر بھی عملاً اسی طریقے سے

ان کا حساب صاف کیا جاتا ہے؛ یعنی وہ سب چک حساب گھر میں بھیج دیئے جاتے ہیں جہاں مختلف بنکوں کی رقمیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آخری حد تک زائل ہو ہو کر حساب بالکل بے باق ہو جاتا ہے۔

حساب گھر کسی مقررہ مقام کے بنکوں کا ایک عام ادارہ ہوتا ہے جس کا اصلی مقصد چکوں کو چھانٹنا اور رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنا ہے۔ ہر بنک میں جو چک دوسرے بنکوں کے نام تحریر کردہ وصول ہوتے ہیں وہ حساب گھر بھیج دیئے جاتے ہیں اور ہر بنک کو اپنے نام تحریر کردہ چکوں کی ادائی کرنی پڑتی ہے۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ میزانیں آخر میں جاکر برابر ہو جاتی ہیں۔ ہر بنک کو کچھ نہ کچھ فاضل رقم واجب الادا یا واجب الوصول ہو گی؛ اور اس کے لیے لازمی ہے کہ اس کے فرق کی ادائی بشکل نقد کرے یا اس کو بشکل نقد وصول کرے۔ عملاً ایک دوسرے کے ذمے جو رقم واجب الادا نکلتی ہے اس کا تصفیہ بالعموم دوسرے طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ رقمیں کسی دوسرے بڑے بنک کے نام چک تحریر کر کے ادا کی جاتی ہیں۔ لندن میں حساب گھر میں جو فاضلات نکلتے ہیں ان کا تصفیہ بنک آف انگلینڈ کے نام چک تحریر کر کے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بنک میں بنکوں کی انجمن کے سب اراکین کچھ نہ کچھ رقم بطور امانت ضرور رکھواتے ہیں؛ اور اس صورت میں سب مطالبات آخر میں محض رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر کے ادا کئے جاتے ہیں اور زر نقد کے استعمال کرنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی۔ امریکا کے ان شہروں میں جہاں فیڈرل رزرو بنک قائم ہیں رزرو بنکوں کے نام کے چک استعمال کئے جاتے ہیں؛ اور پھر ان بنکوں کے مابین بھی رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کا طریق استعمال کیا جاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کے اندرونی علاقوں میں حساب گھروں کے فاضلات کا تصفیہ بالعموم نیویارک کے صرافے میں ہوتا ہے؛ یعنی ان چکوں کے ذریعے سے ادائی کی جاتی ہے جو نیویارک کے بڑے بڑے بنکوں کے نام تحریر کئے جاتے ہیں اور ان بڑے بنکوں میں ہر چھوٹا بنک اپنا حساب رکھتا ہے۔ ان چکوں کو جب وہ ایک بنک کی جانب سے

336

۲۷
بنک کاری
زر اور مبادلہ

دوسرے بنک کے نام تحریر کئے جاتے ہیں تو "ڈرافٹ" (رقعہ) کہا جاتا ہے۔ جملہ معاملات اور کاروبار کا آخری تصفیہ اس طرح نیویارک کے **حساب گھر** کے توسط سے انجام پاتا ہے، اور زر نقد کم سے کم مقدار میں استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات حساب گھروں کے فاضلات کی ادائی نہیں کی جاتی اور انھیں ویسے ہی رکھا جاتا ہے، جیسے کہ ایک بنک کے دوسرے بنک کے قرضدار ہونے کی صورت میں ہوتا ہے؛ البتہ شرط یہ ہوتی ہے کہ مقروض بنک قرض خواہ بنک کو سود ادا کرے۔ **حساب گھر** میں کسی دن ایک بنک دوسرے کا قرضدار رہتا ہے تو دوسرے دن اسی کا لین دار بننے کی توقع رکھ سکتا ہے؛ اور تاوقتیکہ اتفاقیہ طور پر اس کی تجوری میں فلزی زر کی کافی مقدار غیر معمولی طور سے موجود نہ ہو، وہ دوسرے بنک کے روزمرہ کے فاضلات کو جو اس کے ذمے واجب الادا ہیں اپنے ذمے قرض کی حیثیت سے رکھ چھوڑتا ہے۔ اس طریق عمل کا مدار قرضخواہ بنکوں کی رضامندی اور خواہش پر ہے کہ وہ اپنے واجب الوصول فاضلات کو قرضہ قرار دیں، نیز ان قواعد پر بھی یہ طریق عمل موقوف ہوتا ہے جن پر سب بنک عام طور سے **حساب گھر** کے کاروبار کے بارے میں اتفاق کر لیتے ہیں۔ زیادہ صحیح طریق تو یہ ہے کہ **فاضلات کی ادائی** ہمیشہ کے لیے پابندی سے کر دی جائے؛ لیکن جن اسباب کی بنا پر تمام امانتی بنک کم سے کم مقدار میں فلزی زر نقد اپنے پاس رکھتے ہیں انھی کا اقتضا یہ بھی ہے کہ **حساب گھر** کے فاضلات کی فوری ادائی ملتوی کر دی جائے، اور حتی الامکان تاخیر سے مطالبات کو ادا کیا جائے۔

بہرکیف اکثر چکوں کی ادائی مندرجہ رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر دینے سے ہو جاتی ہے۔ بنک جتنے بڑے ہوں گے اور ان کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی، اتنا ہی اس کا زیادہ امکان ہے کہ حساب گھر میں ہر رکن کو جتنی رقم واجب الوصول ہوگی اتنی ہی رقم اس کے ذمے واجب الادا بھی ہوگی۔ نسبتہً چھوٹے سے شہر میں البتہ اس کا زیادہ امکان ہے کہ نقد استعمال کئے بغیر چکوں کی رقموں کو زائل کرنے کا طریقہ پوری طرح نہ چل سکے، اور یہ کہ کسی خاص بنک کے پاس واجب الادا اور واجب الوصول رقوم کے مجموعی کاروبار کے

337

تناسب سے زیادہ مقدار میں فاضلات موجود ہوں۔ بڑے شہر میں رقموں کے اس طرح زائل ہو جانے کا طریق غیر معمولی کامیابی اور تکمیل کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ نیو یارک اور لندن میں حساب گھر کے مبادلات کا ۹۵ فی صدی یا اس سے زیادہ حصہ رقموں کو زائل کرنے کے طریق پر انجام پاتا ہے؛ اور حقیقی واجبات یا واصلات کے فرق کی ادائی جو منفرد بنکوں کی جانب سے کی جاتی ہے وہ مجموعی مبادلات کے ۵ فی صد سے بھی کم ہوتی ہے۔ تقریباً یہی تناسب فیلاڈلفیا، بوسٹن، شکاگو، لیورپول اور منچسٹر جیسے شہروں میں بھی پایا جاتا ہے۔

حساب گھر کی ترقی اور نشوونما امانتی بنکوں کی ترقی سے وابستہ ہوتی ہے۔ انگریزی بولنے والے ممالک میں امانتی کاروبار کرنے والے بنکوں کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے اور ریاستہائے متحدہ میں تو ان کو سب سے زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ لندن کا حساب گھر ۱۷۷۵ء میں قائم ہوا؛ اس کی قدامت اسبات کا بین ثبوت ہے کہ اس ابتدائی زمانے میں بھی بنکوں کی ایک کثیر تعداد امانت کا کاروبار کثیر مقدار میں اور بڑے پیمانے پر انجام دیتی تھی۔ اگرچہ نیو یارک میں امانتی کاروبار بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور بہت جلد ترقی پذیر ہو چکا تھا، نیو یارک کا حساب گھر ۱۸۵۳ء میں قائم ہوا جو تعجب سے خالی نہیں۔ موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ کے ہر بڑے شہر کا اپنا ایک جداگانہ حساب گھر موجود ہے، اور ایسے بڑے شہروں کی تعداد حقیر نہیں ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں ۱۱۵ شہروں میں الگ الگ حساب گھر موجود تھے۔

۵۔ زر رواں کی حیثیت سے امانتیں جو کام کرتی ہیں وہ سب سے زیادہ تعجب خیز معاشی مظاہر میں سے ہیں۔ تقسیم عمل کی طرح جس میں ان کی وجہ سے سہولتیں بہم پہنچتی ہیں امانتوں کی ترقی بھی ارادی طور پر نہیں ہوئی ہے؛ اور قانون سازی نے اگر ان کی مزاحمت نہیں کی تو تقویت بھی نہیں پہنچائی۔ ان سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ ایسے عملوں کے ذریعے سے

باب ۲۲ بنک کاری اور مبادلہ

ہوتے ہیں جن کو خود ساہوکار یعنی ان کا انتظام کرنے والے بہت کم سمجھے۔ ان ملکوں میں جہاں بنک امانتی کاروبار کثرت سے انجام دیتے ہیں، جیسے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا اور انگلستان، بڑے پیمانے کے سب کاروبار اور چھوٹے پیمانے کے کاروبار کا بھی روز افزوں حصہ انھی امانتوں کے ذریعے سے طے پاتا ہے۔ طریقہ امانت میں ایک عجیب وغریب حفاظت اور سہولت پائی جاتی ہے۔ وہ محفوظ اس وجہ سے ہے کہ چک ایک مخصوص شخص کو قابل ادائی ہوتی ہے اور بنک اس کا ہر طرح ذمہ دار ہوتا ہے کہ یا بندہ چک کو یا ظہری دار[1] کو مندرجہ رقم ادا کرے[2]۔ سہولت اس طرح ہوتی ہے کہ قلم کی چند جنبشوں سے بڑی سے بڑی رقم اور اسی کے ساتھ رقم کی چھوٹی سی چھوٹی کسر پوری صحت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ یہ نظام یا آلہ نہایت موثر ہے اور حیرت انگیز روانی وصفائی کے ساتھ کام کرتا ہے۔ 338

امانت کا کاروبار کرنے والے بنکوں کی ترقی کے لیے دو چیزیں یا یوں کہیے کہ ایک ہی چیز کے دو رخ لازمی ہیں؛ اور وہ اعتماد ہے۔ چک ایک کے ہاتھ سے منتقل ہو کر دوسرے کے ہاتھ میں اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک راقم چک کی مالی حالت کے متعلق اعتماد نہ کیا جائے اور اس کی ساکھ اچھی تسلیم نہ کی جائے۔ اس اعتماد کے لیے کاروباری رواج نے خاصی وسیع بنیاد فراہم کر دی ہے۔ تعزیری جرم کے قطع نظر، ایک شخص جو بنک میں رقم امانت رکھوائے بغیر چک تحریر کرتا ہے وہ کاروباری خودکشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم

---

[1] Endorsee

[2] انگلستان میں بالعموم "خط زدہ چکوں" کا رواج ہے۔ چک لکھنے والا اس پر یا بندۂ چک کے بنک کا نام آڑا لکھ دیتا ہے؛ یا محض دو ترچھی لکیریں کھینچ دیتا ہے اور اس طرح چک کسی بنک کے توسط سے پیش ہونے کی صورت میں قابل ادائی ہوتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں، جہاں آڑی ترچھی لکیریں نہیں کھینچی جاتیں، تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جعلسازی اور فریب کے خلاف اس قسم کا حفظ ماتقدم، اگرچہ کارآمد ضرور ہے، لیکن ناگزیر نہیں ہے۔

باب ۱۱ بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

وہ اعتماد ہے جو خود بنک پر کرنا ضروری ہے ۔ سارے نظام کی بنیاد بنک کی عمدہ ساکھ اور رنیک نامی ہے ۔ اس کی حیثیت عرفی منفرد بنکوں کے نزدیک یا سب بنکوں کے نزدیک بحیثیت مجموعی صرف اس وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک عوام کے نزدیک بنک کی مالی حالت مستحکم خیال کی جائے اور لوگ یہ سمجھیں کہ بنک نے اپنے سر زر کی ادائی کی جو ذمہ داری لی ہے وہ زر ہی کی طرح یقینی اور عمدہ ہے علاوہ بریں اس نظام کی اعلیٰ ترین نشو و ترقی صرف اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ امانتوں کے ذریعے سے قرض دینے کا طریق عام اور وسیع کیا جائے، اس لیے کہ یہی کمی یا مقداری ترقی کے لیے ضروری ہے ۔

اگر مذکورہ بالا شرائط پورے ہوتے ہوں تو یہ نازک مگر وسیع کل یا آلہ اپنے آپ کو مدت دراز تک مسلسل قائم و برقرار رکھتا ہے؛ یعنی: قرضے دیے جاتے ہیں، امانتیں تخلیق کی جاتی ہیں، چک تحریر کیے جاتے ہیں، امانتیں برقرار رکھی جاتی ہیں، اور مزید قرضے مکرر دیے جاتے ہیں وقس علیٰ ھذا ۔ یہ نظام محض قرضوں کے مجموعے پر مشتمل ہوتا ہے جو بنک اور اس کے گاہکوں کے درمیان بغیر کسی رسمی ضابطے کے طے پاتے ہیں؛ اور ان کی یادداشت کے لیے بنک کے بہی کھاتوں میں چند اعداد اور رقومات درج ہوتی ہیں اور بس ۔ امانت کیا ہے ایک قسم کا فرضی یا خیالی ذریعۂ مبادلہ یا زر رواں ہے جو ہر وقت موجود اور غائب ہوتا رہتا ہے، وہ قطعاً دیرپا نہیں ہوتا اور ذرا سی بدگمانی پر اس کے غائب ہو جانے کا ہمیشہ اندیشہ لگا رہتا ہے ۔ پھر بھی وہ اس قدر مفید اور کارآمد ہے کہ ایک مرتبہ درہم برہم ہونے اور دائمی اندیشہ لاحق رہنے کے باوجود اس کی تجدید کی جاتی ہے اور اس کا قیام از سر نو عمل میں لایا جاتا ہے ۔

۶ ۔ اماتوں کا وسیع استعمال ماتقی زر رواں پر اور اس لحاظ سے بنکوں کے نوٹ جاری کرنے کے طریق پر بہت اہم اثرات ڈالتا ہے ۔

کسی بنک کے سر پر امانتوں کے بارے میں جو ذمہ داری ہوتی ہے وہ نوٹوں کی ذمہ داری کے مقابلے میں بہت شد و مد کے ساتھ بنک کے لیے جالب توجہ ہوتی ہے ۔ یہ دونوں اس لحاظ سے ایک دوسرے سے مماثلت

رکھتے ہیں کہ عندالطلب ان کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن نوٹ، جو منتقلی کے عمل کے ذریعے سے دست بدست گھومتا پھرتا ہے، ایک مدت دراز تک واجب الادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کے پیش ہونے اور نقد کا مطالبہ کئے جانے کی نوبت بہت کم اور دیر میں آتی ہے۔ اس کے برعکس جب ایک امانت عملاً گردش میں آتی ہے، یعنی جس وقت چک تحریر کیا جاتا ہے تو اس کا قوی امکان ہوتا ہے کہ بنک پر فوراً ہی مطالبہ کر دیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ چک میں ''حامل ہذا کو ادا کرو'' کے الفاظ درج ہوتے ہیں اور اس طرح وہ نوٹ کی طرح منتقلی کے عمل کے ذریعے سے دست بدست گھوم سکتا ہے لیکن چک اس طرح استعمال نہیں کئے جاتے اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کی منتقلی ہمیشہ محفوظ نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں جاری کردہ چک کو پانے والا کسی دوسرے شخص کے حق میں منتقل کرنے سے پیشتر خود بھی اپنے دستخط پشت پر ثبت کرے گا، اور اس دوسرے شخص کا نام تحریر کرے گا، اسی طرح یہ تیسرا شخص چک چوتھے شخص کے حوالے کرنے سے قبل اس کا نام اور اپنے دستخط چک کی پشت پر درج کرے گا۔ اس طرح مسلسل کئی دفعہ بلکہ بار بار عمل کرنا پڑیگا تب کہیں چک گردش میں رہ سکتا ہے۔ منتقلی کے ہر عمل میں وہ مطالبات کی ادائی اسی عمدگی کے ساتھ کر سکتا ہے جیسے کہ نوٹ یا سکہ کر سکتا ہے۔ لیکن چکوں کا اس طرح استعمال کرنا کوئی نتیجہ خیز چیز بھی نہیں ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ یکے بعد دیگرے آنے والے لین دین میں مسلسل ٹھیک اتنی ہی رقم کا مطالبہ نہ ہو جتنی کہ چک میں مندرج ہے۔ بالعموم چک بہت جلد اس بنک میں پہنچ جاتا ہے جس کے نام وہ جاری کیا گیا ہو؛ اور عام طور سے کسی دوسرے بنک سے ہو کر اور حساب گھر کے توسط سے پہنچتا ہے۔ اس طرح امانتوں کی ادائی کی ذمہ داری ہر وقت سر پر موجود رہتی ہے۔ بظاہر یہ صورت خاص کر تجارتی بنکوں کی رواں امانتوں کے ساتھ پیش آتی ہے۔

چکوں کے ہمیشہ مسلسل پیش ہوتے رہنے کی وجہ سے بنک ان کے بالمقابل اپنے پاس وہ فنڈ رکھتا ہے جو اس کے گاہکوں کی جانب سے اس کی تحویل اور

حفاظت میں مستقل طور سے آتا رہتا ہے؛ یہ فنڈ ایک تو دوسرے بنکوں کے نام کے چیکوں پر اور دوسری نقد امانتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا اپنے ان ذرائع کو مستقل طور سے اور مسلسل برقرار رکھنا اعتماد و اعتبار کی اس بنیاد پر موقوف ہوتا ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔ یعنی اس کے گاہک اپنے ان تمام مالی ذرائع کو جن کی ضرورت انھیں فوری نہیں ہوتی، بنک کی تحویل میں بالعادت دیتے رہیں۔ اگر یہ اعتماد اس کو حاصل ہو جائے تو، وہ نہ صرف امانتیں تخلیق کر سکتا ہے؛ بلکہ دائمی تجدید کے ساتھ انھیں برقرار بھی رکھ سکتا ہے! مگر یہ ہمیشہ ایک شرط کے تابع ہوگا، اور وہ یہ کہ بنک میں روزمرہ امانتوں کی بنیاد پر مطالبات پیش ہوتے رہیں۔

لیکن جب بنکوں کا استعمال تمام زائد اور پس انداز کردہ زر کو بحفاظت جمع کرنے کے خزانے کی حیثیت سے ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر امانتوں کا استعمال بطور زر یا آلۂ مبادلہ ترقی کر کے بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ جاتا ہے تو، دیگر ذرائع مبادلہ پر بنک کے اس ہمہ گیر کاروبار کا اثر پڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔ "نقد" یا "زر" بشمول بنک کے نوٹوں اور سرکاری کاغذی زر کے، سب کا سب، زیادہ تر چھوٹے موٹے کاروبار میں اور خردہ لین دین میں استعمال ہونے لگتا ہے۔ جب وہ اس طرح استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا قوی امکان ہوگا کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ بنک کی تجوریوں میں جانے لگے۔ اس لیے کہ اکثر خردہ کاروبار کرنے والے بنک ہی میں اپنا حساب کتاب رکھتے ہیں اور اپنی روزمرہ کی آمدنی جمع کرانے کے لیے بنک میں بھیج دیتے ہیں۔ اب بنک سے نقد نکالنے والے بالکل دوسرے اور مختلف طبقے ہوتے ہیں؛ یعنی: تاجر اور آجر جنھیں مزدوروں کی اجرت ادا کرنے کے لیے زر کی ضرورت پڑتی ہے، اور دوسرے جمع کنندے جو اپنے جیب خرچ کے لیے رقمیں بنک سے نکالتے ہیں۔ اسی وجہ سے نقد زر دائمی طور سے بنک میں آتا اور جاتا رہتا ہے۔

یہ صورت حال بنک کے جاری کردہ نوٹوں کی گردش کے طریق پر اثر ڈالتی ہے۔ جب بنک کے زر کی واحد شکل نوٹ ہی ہو تو وہ اجرا کنندہ بنک

۲۲ بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

340

باب ۲۶ بینک کاری اور ذرائع مبادلہ

کے پاس پیش ہوئے بغیر ایک مدت دراز تک گردش میں رہیگا۔ لیکن جب نوٹوں اور امانتوں کو ملا کر آزادی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تو نوٹ ہمیشہ کسی نہ کسی بنک میں پہنچتے رہیں گے۔ اس طرح نوٹ وصول کرنے والے بنک کے لیے دو راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ زر نقد کے ساتھ اس کو ملا کر اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرے؛ یا اس کو چاک کی طرح نقد حاصل کرنے کے لیے اجرا کنندہ بنک میں بھیجدے اول الذکر راستہ اس صورت میں اختیار کیا جائے گا جب کہ کسی بڑے سرکاری بنک کی جانب سے نوٹ جاری کئے گئے ہوں، یا ان خانگی بنکوں کی جانب سے جاری کئے گئے ہوں جن پر اجرا کی مقدار کے متعلق سخت پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ موخر الذکر راستے کے اختیار کئے جانے کا امکان اس صورت میں ہے جبکہ نوٹ وصول کرنے والے بنک کے لیے خود اپنے نوٹ جاری کرنے کا موقع ہو۔ دوسرے بنک کا نوٹ جو اس کو بطور امانت ملتا ہے اس کے نزدیک نقد کے مساوی حیثیت رکھتا ہے؛ اس لیے کہ وہ اجرا کنندہ بنک میں نقد وصول کرنے کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔ خود بنک کے جاری کردہ نوٹ، جب وہ بنک کی جانب سے بصورت نقد ادا کر دئے جاتے ہیں، صرف اس کے اعتبار کی نمایندگی کرتے ہیں۔ تا وقتیکہ وہ گردش میں رہیں ان کے متعلق کوئی مصارف عائد نہیں ہوتے۔ چنانچہ ایسے نوٹوں کی نقد ادائی کے لیے یا "گلہ"[1] کے اغراض کے لیے بنک خود اپنے جاری کردہ نوٹ استعمال کرے گا۔ دوسرے بنکوں کے نوٹوں کے ساتھ چکوں کی طرح کا سلوک کیا جائے گا؛ چک اور نوٹ دونوں مبادلے کی غرض سے حساب گھر بھیجدئے جائیں گے۔ چنانچہ نیو انگلینڈ میں سنہ ۱۸۶۱ء سے پیشتر یہی طریقہ عام طور سے رائج تھا؛ یہاں اس زمانے میں امانت اور اجرائے نوٹ کا کاروبار کرنے والے متعدد بنک تھے، اور ان میں سے ہر ایک بنک کو یہ آزادی حاصل تھی اور وہ یہ خواہش رکھتا تھا کہ حتی الامکان اپنے اعتبار کو وسیع کرے۔ کاروبار میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر امانتوں کا حساب گھر

---

[1] گلہ = Till money

باب ۲۲
بنک کاری
اور بالہ مبادلہ

نوٹوں کے حساب گھر سے علیحدہ اور الگ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نیو انگلینڈ میں ایسا ہی تھا، جہاں سفوک بنک نوٹوں کے حساب گھر کا کام انجام دیتا تھا، اور اس لحاظ سے اس نظام کا نام ہی سفوک بنک کا نظام پڑ گیا۔ نوٹ خواہ ایک ہی مقررہ حساب گھر میں جائیں یا جداگانہ حساب گھر میں، بہرصورت وہ بنکوں میں اسی باقاعدگی کے ساتھ واپس آئیں گے جس باقاعدگی کے ساتھ چیک واپس آتے ہیں۔ واپس آنے کی صورت میں بنک انھیں اسی طرح دوبارہ جاری کر سکتا ہے جس طرح کہ امانتیں دوبارہ تخلیق کی جا سکتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں ان کی گردش کا مدار بنک کی مسلسل اور مضبوط ساکھ پر اور اس کے اوپر اس کے گاہکوں کے پکے اعتماد پر ہوتا ہے۔ 341

لیکن، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، موجودہ زمانے میں بنکوں کی جانب سے نوٹوں کے ساتھ امانتوں کی طرح کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ نوٹ عام طور سے نقد کے مثل شمار کیے جاتے ہیں۔ اکثر ملکوں میں ان کی بنیادوں کو استوار کرنے کے لیے آئین و قوانین وضع کیے جاتے ہیں اور اکثر اغراض کے لیے ان کا استعمال ''زر'' کی کسی دوسری شکل کی طرح کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سوچ بچار کے بغیر اور بلا امتیاز بنک اور عوام ان کا آزادی کے ساتھ لین دین کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں نقد مبادلے کا عمل بہت سست رفتار ہوتا ہے۔ بنک کے کاروبار کے بارے میں قوانین وضع کرنے کے اصول کے متعلق جو سب سے زیادہ دقت طلب سوالات پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ آیا یہ نظام عمدہ ہے یا نہیں، یعنی یہ کہ آیا نوٹوں کو پوری طرح فلزی زر میں ضم کر دینا چاہیے اور ان کے استعمال کو قطعی طور سے محفوظ بنا دینا چاہیے؛ یا آیا زر قانونی سے انھیں حتی الامکان قطعاً علیحدہ ہی رکھنا چاہیے، اور اس طرح عند المطالبہ ادائی کا وعدہ تصور کرنا چاہیے، آزادی کے ساتھ جاری کرنا چاہیے، اور ان کی بدل پذیری کا اور ان کو مکرر جاری کرنے کا مستقل انتظام کرنا چاہیے۔



342

باب ست و پنجم

بنک کے کاروبار

(۱) بنک کی تجوریوں میں رکھے ہوئے "نقد" کا میلان اقل مقدار تک گھٹ جانے کی طرف ہوتا ہے۔ دوسرے ذرائع کی نوعیت سیال ہونی چاہیے۔ تجارتی کاغذ پر بٹہ؛ ضمانت در ضامن کی بنیاد پر قرضہ؛ "بیرونی کاغذ"۔ ان کاروبار اور شغل اصل کے کاروبار کے ارتباط کا روزافزوں میلان۔ (۲) بٹہ (سود) کی شرح کا تعلق بنکوں کے نقد یہ بستہ کی مقدار سے۔ عندالطلب قرضوں کے بارے میں عظیم تغیرات؛ ان قرضوں کا تعلق تخمین سے۔ (۳) کامیاب ساہوکار کے خصوصیات و اوصاف؛ نیک نامی اور اچھی ساکھ کی اہمیت بنک کاری کے منافع کی حد تک۔ (۴) بنک اصل تخلیق نہیں کرتے، بلکہ شغل اصل کے رخ پر اثر ڈالتے ہیں، اور کاروباری اشخاص کے نشوونما میں اہم حصہ لیتے ہیں۔ بنکوں کا معاشری افادہ، ملکیت خانگی کے نظام کے افادے سے اچھے یا برے طریق پر وابستہ ہوتا ہے۔

۱۔ نوٹوں اور امانتوں کی شکل میں جو عندالطلب ادائی کی ذمہ داری بنک پر ہوتی ہے اس کے مقابلے میں بنکوں کے لیے زر نقد یا ایسا اثاثہ اور تمسکات رکھنا ضروری ہے جو فوراً نقد سے بدل پذیر ہوں۔

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

بنک کی تجوریوں میں جو نقد رہتا ہے وہ بے کار اور "غیر مشغول" زر رہتا ہے؛ اس کے رکھنے سے کوئی نفع نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے بنک کو ہمیشہ یہ ترغیب ہوتی ہے کہ اپنے نقد بدست یا دوسرے زر قانونی کو جو اس کے پاس موجود ہو کم سے کم مقدار میں رکھے۔ اس کو کچھ نقد زر اس غرض سے پاس رکھنا پڑتا ہے کہ مطالبات کی ادائی عندالطلب کرے یا حساب گھر کے فاضلات جو اس کے ذمہ واجب الادا نکلیں ادا کرے۔ اس کے علاوہ کچھ زر نقد وہ عام "یورش" کا مقابلہ کرنے کے خیال سے رکھ سکتا ہے، تاکہ اگر کسی بدگمانی کی وجہ سے جمع کنندوں کی جانب سے اچانک طور پر رقموں کا مطالبہ شروع ہو جائے تو اس کی ادائی کی جا سکے۔ لیکن بالعموم اس امکان کو بنک اس وقت تک خاطر میں نہیں لاتے تاوقتیکہ وہ قانوناً مجبور نہ کئے جائیں۔ انھیں خیال ہوتا ہے کہ نقد جو "بے کار" پڑا ہوا ہے اس کو مشغول کیوں نہ کیا جائے؟ اس سے تمسکات کیوں نہ خریدے جائیں؟ اس کو بطور قرض کیوں نہ دیا جائے؟ اور اس طرح آمدنی کیوں نہ حاصل کی جائے؟ اس لحاظ سے اگر کسی بنک میں نقد بدست موجود بھی رہتا ہے تو اس کا رجحان ہمیشہ کمی کی جانب ہوتا ہے اور اس اقل مقدار میں رقم رکھی جاتی ہے جو تجربے سے معمولی کاروبار کے لیے ضروری معلوم ہوتی ہے۔ یہ اقل مقدار بہت حیرت ناک طریقے پر کم ہوتی ہے۔ یعنی عندالطلب ادائی کے لیے جتنی رقم بحیثیت مجموعی درکار ہوگی اس کا پانچ فی صد حصہ حقیقتہً رکھا جاتا اور اسی کو کافی تصور کیا جاتا ہے۔ انگلستان کے امانتی بنک، جو نوٹ جاری نہیں کرتے، اور (ان وجوہ کی بنا پر جو آئندہ باب میں بیان کئے جائیں گے) جن کو یورشوں کے خطرے کا مقابلہ کرنے کی غرض سے کوئی محفوظ سرمایہ رکھنے کی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑتی، اپنی امانتوں کے مقابلے میں اس تناسب سے زیادہ رقم بہت شاذ رکھتے ہیں اور بالعموم اس سے بھی کم رقم رکھتے ہیں۔ امریکا کے بنک بھی، تاوقتیکہ وہ قانوناً زیادہ رقم رکھنے پر مجبور نہ ہوں (اور عام طور سے وہ قانوناً مجبور رہتے ہیں) پانچ فی صد نقد کے تناسب کے ساتھ کاروبار کرنے میں بہت سہولت پاتے ہیں۔

348

باشرح بنک کے کاروبار

بایں ہمہ یہ ضروری ہے کہ بنک کے دوسرے ذرائع ایسے ہوں جن کی مدد سے وہ عندالطلب مطالبات کی ادائی کر سکے۔ اس کے رقوم واجب الوصول و اثاثہ کا سریع الوصول ہونا ضروری ہے۔ بنک قلیل مدت کے لیے قرضے دیتا ہے؛ اور اعلیٰ درجے کے منظم بنک میں اس طریق پر قرضے دیئے جاتے ہیں کہ ان کی مدت ایک دو ہفتوں یا دو ایک یوم میں ختم ہو جاتی ہے اور یہی رقم وصول ہونے کے بعد دوسروں کو پھر اسی مدت تک کے لیے دیدی جاتی ہے۔ اس طرح بنک اطلاع قریب پر اپنے دیئے ہوئے قرضے واپس وصول کر سکتا ہے اور اپنے نقد بدست میں اضافہ کر سکتا یا مطالبات کی ادائی کی ذمہ داریوں (یعنی امانتوں) کو گھٹا سکتا ہے

قلیل المدت قرضے کی عام شکل، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹنا ہے۔ تمام صناع، تمام تھوک فروش تاجر اور اکثر خردہ فروش تاجر، خریداروں کو مال ادھار دیتے ہیں اور اپنی مالی ضرورتوں کو بنک سے رقم قرض لے کر پورا کرتے ہیں۔ اب ان کو قلیل مدت کے لیے اور خاص کر ان کے روزمرہ کے جاریہ کاروبار کے سلسلے میں قرضہ دینا بنک کے لیے بڑی حد تک محفوظ طریق ہوتا ہے؛ کیونکہ ان قرضوں کی فوری ادائی ہی تجارتی طبقے میں اس شخص کی ساکھ اور نیک نامی کو بلکہ کاروبار میں خود اس کے وجود کو قائم و برقرار رکھ سکتی ہے۔ قدیم روایات کے لحاظ سے ساہوکار اہل کاروبار کا جو اس سے سودا کرتے تھے، معتمد علیہ، دوست اور مشیر ہوا کرتا تھا؛ ان کے معاملات سے پوری طرح باخبر ہوتا تھا اور ان کی مالی حالت اور مطالبے کے مطابق قرضے سے ان کی مدد کرتا تھا۔ اس قسم کا تعلق یا رشتہ جس کی بنیاد پر تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹنے کا طریقہ نکلا ہے بنک کے معمولی کاروبار میں اب بھی بہت بڑی حد تک پایا جاتا ہے۔

ان گہرے اور بے تکلفی کے تعلقات کے ساتھ ساتھ ایسے کاروبار بھی ہمیشہ ہوتے رہے ہیں جن میں سنگدلی سے کام لیا جاتا ہے اور اس قسم کے کاروبار کی مقدار اور اہمیت بھی چند سالوں سے بہت بڑھ گئی ہے (کم از کم

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

ریاستہائے متحدہ امریکا میں) قرضے عام طور سے سادی القدر ضمانتوں پر دیئے جاتے ہیں، یعنی: جائدادوں اور املاک کو بطور کفالت لیا جاتا ہے تاکہ قرضے کی رقم فوراً واپس نہ ملنے کی صورت میں بنک ان کو فروخت کر کے اپنا زر وصول کر سکے۔ تمسکات اور تمام قسموں کے اعتباری دستاویزات بہت عمدہ ضمانت تصور کیے جاتے ہیں؛ اس لیے کہ صرافوں میں ان کو خرید و فروخت کرنے کی بہت سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ہر بنک جتنی رقم بطور قرض دیتا ہے اس کی مقدار معین ہوتی ہے؛ قرضے کی ادائی عندالطلب ہوتی ہے؛ اور یہ رقم بمقدار تمسکات کی ضمانت پر دی جاتی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر جمع کنندوں کی جانب سے بنک کے مقابلے میں اچانک مطالبات پیش ہوں تو بنک تمسکات کو فوراً نقد سے مبدل کر کے ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔ 344

بنک کے ذرائع میں فوراً فروخت ہو جانے والے تمسک کی اور شکلیں بھی شریک ہوتی ہیں۔ وہ بالعموم آسانی کے ساتھ اور عام طور سے فروخت ہونے والے ایسے تمسکات بھی پاس رکھتے ہیں جنھیں عندالضرورت لمحہ بھر کی اطلاع پر نقد سے مبدل کیا جا سکتا ہے۔ انگلستان کے ہر بنک کے شائع کردہ چٹھے میں اس کے کن سلوں[۱] کی کافی نمائش کی جاتی ہے، اور ہر بنک **کن سل** کو نقد کے مساوی سمجھتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ کے تمسکات اور سرکاری اور بلدیاتی تمسکات، جنھیں امریکا کی مشترک سرمایہ کا کاروبار کرنے والی کمپنیاں اپنے شائع کردہ بیانات میں اعلیٰ درجے کی اساس خیال کرتی ہیں، انھی کن سلوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ جب کسی بنک کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عام تحفظ کے مصالح اور نیک نامی کی خاطر جتنے تمسکات کا پاس رکھنا مناسب ہے ان کا ذخیرہ رکھنے کے بعد بھی اتنا زر نقد موجود ہے جو جاریہ ضروریات سے زائد ہے تو وہ "بازار کا رخ کرتا ہے"؛ اور اس فاضل زر سے ایسے نفع آور تمسکات خرید لیتا ہے جن کے پاس رکھنے میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ وہ معمولی "عمدہ" تمسکات خرید کر لے، اگرچہ تمسکات اور

---

[۱] (Consolidated stocks=Consols.)

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

دستاویزات کی خرید و فروخت کرنا اس کے معمولی کاروبار کی فہرست میں داخل نہیں ہوتا۔ وہ "خارجی کاغذ" یعنی ایسی کاروباری کمپنیوں کے کاغذی وعدے (پرامیسری نوٹ) خرید سکتا ہے جو خود اس کے گاہکوں اور جمع کنندوں کے طبقے میں شامل نہیں ہیں۔ اس قسم کا کاروبار انگلستان کے ہنڈی کے دلالوں اور ریاستہائے متحدہ کے نوٹ کے دلالوں کی وساطت سے انجام پاتا ہے۔ امریکا کے بنکوں کے کاروبار میں نوٹ کے دلالوں کی اہمیت و ضرورت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ دلال مشہور کمپنیوں کے تجارتی کاغذ ایسے بنکوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جن کے مالی ذرائع عارضی طور سے (اور بعض اوقات مستقل طور سے) ان کے گاہکوں کی فی الوقت ضروریات سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے نوٹ خریدنے کا عمل بلاشبہ بنکوں کے سنگدلانہ کاروبار کی وسعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اس کے فوائد اور نقائص پر بہت کچھ بحث مباحثہ ہو چکا ہے۔ فائدے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ بنک کے خطرات کو بہتر طریق پر پھیلا دیتا ہے؛ بنک بڑی حد تک کسی خاص جماعت یا تجارت کے نفع و نقصان کا تابع اور ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس نقصان یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ عمل بنک سے ایسے اشخاص سے کاروبار کرواتا ہے جن کے معاملات کا اس کو بہت کم علم ہوتا ہے؛ اور اس عمل میں یہ امکانات ہیں کہ قرض گیروں کی جانب سے یہ کاروبار حد سے زیادہ بڑھا دیا جائے اور بنکوں کو نقصان برداشت کرنا پڑے۔

خالص تجارتی بنک اپنے کو اسی طرح کے کاروبار کی حد تک محدود رکھتا ہے۔ لیکن بنک خالص تجارتی کاروبار سے تجاوز بھی کر سکتا ہے۔ وہ ایسے اشخاص کی پس انداز کردہ رقوم کو بمقدار کثیر بطور امانت رکھ سکتا ہے جو کاروبار میں عملی حصہ نہیں لیتے؛ اور اس طرح وہ عام تمسکات اور بیرونی کاغذات فراخ دلی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم یہ میلان ہے کہ تجارتی بنکوں کے کاروبار سے عام کوٹھی کے کاروبار اور شغل اصل کے کاروبار کو ملا دیا جائے، اور یہ میلان بحیثیت مجموعی بظاہر بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا

845

ا، ۲۵ بنک کے کاروبار

کے قومی بنک اور انگلستان کے سرمایۂ مشترک کے بنک روایتی طریق پر صنعت کو فروغ دینے اور شغل اصل کا کام انجام دینے سے اپنے کو الگ رکھتے ہیں اور صرف تجارتی کاروبار کی حد تک اپنے کو محدود رکھتے ہیں۔ اس کے برخلاف جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے، بڑے بڑے خانگی ساہوکار سے زیادہ تر شغل اصل کا کاروبار انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ نئے کاروبار کی مالی اعانت کرتے اور خوش حال طبقے کے رقوم بطور امانت لیتے رہے ہیں، اور یہ طبقہ ان کی رہبری اور ان کے مشورے سے فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ عصر حاضر کے اکثر بڑے بڑے ادارے بنک کے کاروبار کی ان سب قسموں کو مجموعی طریق پر انجام دیتے ہیں، مثلاً جرمنی اور فرانس کی بنک کا کاروبار کرنے والی کمپنیاں[۱]۔ ریاستہائے متحدہ کی نام نہاد ٹرسٹ[۲] کمپنیاں اسی طرح کا کاروبار وسیع پیمانے پر انجام دیتی ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے نام کے مفہوم کے اعتبار سے اور صرف اسی حد تک کاروبار کرتی ہیں، یعنی محض امین، منتظم، مختار، ایجنٹ یا گماشتے کے فرائض بجا لاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر روایتی قسم کی بنک کاری کے ساتھ ساتھ شغل اصل کا کام اور صنعت کو فروغ دینے کا کام بھی کرتی ہیں۔ خود امریکا کے قومی بنکوں کو بھی مقابلے کی شہ اور نفع حاصل کرنے کی خواہش کی بنا پر قدیم زمانے کی نسبت آج زیادہ بڑے پیمانے پر شغل اصل کا کاروبار بڑھانے اور قرضے دینے کی ترغیب ہوئی ہے۔

کسی بنک کے لیے امانتی کاروبار کے ساتھ ساتھ دوسرے مختلف کاروبار کو متحدہ طور سے تنہا انجام دینا خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ جہاں مستقل طور سے شغل کا کام انجام دینے کے خیال سے کاروبار کیا جاتا ہے وہاں واجب الوصول رقوم اور واجب الادا رقوم کے درمیان واجبی توازن کا برقرار رکھنا آسان

---

[۱] دیکھو باب ۲۲ فصل (۴) جرمنی کے بنکوں کا بیان۔ (The Credit Lyonnais) جو مشہور ادارہ ہے، فرانس کا سب سے بڑا بنک ہے۔

[۲] (Trust Companies)

اشاعتی بنک کے کاروبار

کام نہیں ہے۔ تجارتی بحران کا خطرہ بہت زیادہ قریب الوقوع اور بہت زیادہ قوی اس وقت ہوتا ہے جبکہ امانتوں کو، جو عند الطلب قابل ادائی ہوتی ہیں اور موثر زر رواں کے مساوی خیال کی جاتی ہیں، مسلسل طریقے پر ایسے نئے کاروبار میں لگایا جائے جہاں سے رقم واپس ملنے میں بہت زیادہ مدت لگے اور جس میں بڑا جوکھم ہو۔ بایں ہمہ یہ اغلب ہے کہ اس قسم کا متحدہ مالی کاروبار مستقبل میں محدود ہونے کے بجائے بڑے پیمانے پر انجام دیا جائے گا۔ اس میں معمولی تجارتی بنک کاری کی بہ نسبت زیادہ نفع ملنے کی توقعات ہوتی ہیں۔ اگر آئین و قوانین کے ذریعے سے اس کی تحدید کرنا ہر طرح مناسب بھی ہو تب بھی اس قسم کے کاروبار کے بارے میں آئین و قوانین وضع کرنا آسان نہیں ہے۔ کاروبار کی بڑے پیمانے پر تنظیم اور اس کو متحدہ طور سے انجام دینے کا جو عام میلان پیدا ہو گیا ہے اس کا اقتضاء یہی ہے؛ اور اس کی ترقی کو بھی ہمیں اسی دلچسپی اور بے چینی کے ساتھ دیکھنا چاہیے جس طرح کہ بڑی سرمایہ دار کمپنیوں کی عظیم الشان توسیع اور ان کے نظام کی روز افزوں پیچیدگی کو دیکھا جاتا ہے۔ 346

۲۔ بنک کا کاروبار قرضے دینا ہے۔ جیسے جیسے ان کے نقد بدست یا محفوظ سرمایوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے وہ اسی کے تناسب سے آزادی کے ساتھ زیادہ مقداروں میں قرضے دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان دیئے ہوئے قرضہ جات کی شرح سود، یعنی شرح بٹہ، میں اور ان کے نقد سرمایہ میں بہت گہرا باہمی تعلق ہوتا ہے۔

عام خیال تو یہ ہے کہ شرح سود کا مدار اس زر کی مجموعی مقدار پر ہوتا ہے جو گردش میں ہو، یعنی یہ کہ جب گردش کرنے والے زر کی مقدار بڑھ جائے تو شرح سود گھٹ جاتی ہے؛ اور اس کی مقدار میں کمی ہو تو شرح سود بڑھ جاتی ہے۔ یہ خیال، جس کو اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے، بالکل بے بنیاد ہے۔ زر کی مقدار کا اضافہ خود اسی کی قدر مبادلہ یعنی قیمتوں کی عام سطح کو متاثر کرتا ہے۔ کاغذی زر کے مؤیدین نے عام طور سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ زر کی مقدار کو بڑھا کر شرح سود کو گھٹایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے، جیسا کہ ہم بیان

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

کرچکے ہیں، کہ قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں شرح سود بجائے گھٹنے کے بڑھ جاتی ہے جب ایک مرتبہ قیمتوں کا اضافہ معین شکل اختیار کرلیتا ہے تو صورت حالات کی نوعیت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو سود کو بڑھادے یا گھٹادے؛ اگرچہ غیر بدل پذیر کاغذ کے رواج کے تحت اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ عام بدنظمی کی بنا پر قرضہ دینے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور ایک طرح کی بیمے کی بڑھوتری کی بنا پر شرح سود میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ لیکن ان تمام امور سے اس عام اساسی اصول میں کوئی تغیر نہیں واقع ہوتا کہ شرح سود کا مدار زر کی رسد پر نہیں ہوتا، بلکہ ان تعلقات پر ہوتا ہے جو ایک طرف پس انداز کردہ رقم کی مقدار اور دوسری طرف قرض گیروں کی جانب سے اس کے استعمال کے درمیان ہوتے ہیں[1]۔

گو شرح سود کا انحصار زر کی اس مقدار پر نہیں ہوتا جو پورے ملک میں رائج ہوتی ہے؛ لیکن قرضوں پر بنکوں کی طرف سے جو شرح مقرر کی جاتی ہے اس پر بنک کی تجوریوں میں جمع شدہ رقم کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ تجارتی دنیا میں قدر زر اور زر کی کثرت وغیرہ یہ اصطلاحیں اکثر استعمال کی جاتی ہیں؛ اور یہ دونوں اصطلاحیں ایک خاص مفہوم میں یعنی بنک کے کاروبار کی صورت حال سے متعلق استعمال ہوتی ہیں۔ زر کی قدر کے معنی عام طور سے سود یا بٹہ کی شرح ہیں جو قلیل المدت تجارتی قرضوں پر وصول کی جاتی ہے۔ زر کی کثرت کے معنی بنکوں میں نقد کی اضافی زیادتی ہے، جس کی بنا پر آزادی 347 کے ساتھ قرضے دیے جاتے ہیں۔ "اضافی زیادتی" غور طلب ہے۔ اس کا مطلب بنکوں کی ذمہ داریوں کے مقابلے میں زر کی کثیر یا قلیل رسد ہے۔ جب بنکوں کے پاس اتنی رقم سے زائد موجود ہو جو روزمرہ کے مطالبات کو پورا کرنے اور سلامتی یا دوراندیشی کے راستے پر چلنے کے لیے ضروری ہے تو وہ آزادی کے ساتھ قرضے دیتے ہیں۔ اس طرح وہ یا تو اپنی ذمہ داریوں میں

[1] دیکھو باب ۳۸ و باب ۳۹۔

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

اضافہ کر لیتے ہیں (نوٹوں یا امانتوں کو بڑھا کر) یا تجارتی کاغذ یا تمسکات کے خریدنے میں نقد ادائی کرتے ہیں۔ بہرصورت رقوم واجب الادا سے نقد کا جو تناسب ہوتا ہے اس میں تغیر واقع ہوتا ہے، تا آنکہ معمولی صورت حالات یا مفروضہ معمولی صورت حالات پھر قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب معقول حد تک متوقعہ طلب کے مقابلے میں زر کی مقدار قلیل ہوتی ہے تو وہ احتیاط سے کام کرتے ہیں، مزید قرضے دینے سے انکار کر دیتے ہیں؛ یا قدیم قرضوں کی ازسرنو تجدید کرنے سے باز رہتے ہیں؛ یا کم از کم اپنے مستقل گاہکوں کا خیال رکھتے ہیں، اور دوسروں کی طلب کو مسترد کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے بنکوں کے نقد بدست کی کثرت کے اعتبار سے بٹہ کی شرح میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ آزادی کے ساتھ قرضے دینا اور زر کا آسانی سے دستیاب ہونا بنکوں کے نقد بدست کی کثرت کا نتیجہ ہے؛ اور محدود قرضے دینا اور زر کا بہ دشواری دستیاب ہونا بنکوں کے نقد بدست کی قلت کا نتیجہ ہے۔

اس قسم کے میلانات اور شرح سود کے وہ تغیرات جو ان میلانات کا نتیجہ ہیں بظاہر سب سے زیادہ نمایاں طریقہ پر عندالطلب قرضوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ عندالطلب قرضے میں فریقین کے مطالبے پر رقم کی ادائی لازمی ہوتی ہے۔ قرض دار پر رقم کی ادائی کرنے کے لیے ہر وقت مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کو ہر وقت ادائی کرنے کا اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔ بنکوں کے پاس کثیر مقدار میں زر نقد موجود ہو تو وہ آزادی کے ساتھ عندالطلب قرضے دیتے ہیں، اور بہت قلیل شرحوں سے دیتے ہیں؛ تاکہ اگر انھیں اپنی رقوم کو کسی دوسرے میدان میں اس سے زیادہ منافع سے مشغول کرنے کے مواقع ہوں تو وہ فوراً عندالطلب قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کر سکیں، اور اس رقم کو زیادہ منفعت بخش کاروبار میں لگا سکیں۔ چنانچہ نیویارک میں جہاں زر کی قدر کے تغیرات ہمیشہ جلد جلد ہوتے ہیں "اطلاع قریب" یا "فوری مطالبے" کے زر کی شرح بعض اوقات گھٹ کر ایک فی صد سالانہ بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ایک تاجر،

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

جسے اپنے ذمے کے واجبات کے فوری ادا کرنے کے لیے نقد رقم کی سخت ضرورت ہو، یہ جانتے ہوئے کہ وہ جو قرضہ لیگا اس کی ادائی کسی وقت کی جا سکتی ہے، اور یہ توقع رکھتے ہوئے کہ وہ چند ہی دن کے بعد ادا کر دیگا، عندالطلب قرضہ حاصل کرنے کے لیے بہت اعلیٰ شرح سود ادا کریگا۔ یہ بات عام طور سے سننے میں آتی ہے کہ نیویارک میں عندالطلب قرضوں پر ۱۰۰ فی صد بلکہ بعض اوقات ۲۰۰ فی صد سالانہ شرح سود لی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پورے سال بھر کے لیے کوئی شخص اس تباہ کن شرح پر قرضہ نہیں لے گا؛ لیکن شدید عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے چند دنوں کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے۔

348 عندالطلب قرضے، جب وہ ضمانتوں کی بنیاد پر کسی کو دئے جاتے ہیں تو عام طور سے بہت سنگدلی کے ساتھ واپس لیے جاتے ہیں۔ قرض دار کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرضہ جس وقت واپس طلب کیا جائے بلا تامل ادا کر دے۔ اس کے ساتھ بہت بے رحمی کا سلوک کیا جاتا ہے؛ اور اگر وہ وقت پر ادا کرنے میں کوتاہی یا تاخیر کرے تو بمقدار ضمانت، جو اس نے پیش کی تھی، فوراً فروخت کر دی جاتی ہے[1]۔ اس طرح جو قرضے لیے جاتے ہیں ان کا تعلق عام طور سے صرافوں کے کاروبار سے اور خاص کر تمسک کے صرافے کے کاروبار سے ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس نظام کا اہم جزو ہیں جو کمپنی کاروبار میں سہولتیں پیدا کرتا ہے۔ بنک کے نقطۂ نظر سے، یہ قرضے اس کے کاروبار میں سب سے سہل

---

[1] ۔ اکثر قرضے جو برائے نام عندالطلب ہوتے ہیں فی الحقیقت اس قدر سخت برتاؤ ان کے بارے میں نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے قرضے سابقہ زمانے کے مقابلے میں آج کل تاجروں کو زیادہ مقدار میں دئے جاتے ہیں اور ۶۰ یوم یا ۹۰ یوم کے کاغذ کی جگہ لیتے ہیں؛ پھر بھی وہ بلحاظ نوعیت عندالطلب قرضوں سے اساسی طور سے مختلف نہیں ہوتے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ بنک گاہکوں سے غیر معمولی شرح وصول نہ کرے گا۔ تمسک کے صرافے کے اطلاع قریب کے قرضے بھی جو ان دلالوں کو دیئے جاتے ہیں جو باقاعدہ گاہک ہوں محض برائے نام عندالمطالبہ قابل ادائی ہوتے ہیں نہ کہ فی الواقع۔ بنک یہ چاہتے ہیں کہ اپنے شائع شدہ حسابات میں عندالطلب قرضوں کی

بینک کے کاروبار

قسم کا کاروبار ہیں۔ اس میں نفع کا ملنا یقینی ہے۔ گو بعض اوقات نفع کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور بعض اوقات کم، لیکن وہ ہمیشہ اچھی خاصی مقدار میں ملتا ہے۔ بایں ہمہ بینک کی قرضے پر دی ہوئی رقم پھنسی نہیں رہتی اور زر واپس طلب کیا جا سکتا ہے؛ کم از کم انفرادی بینک تو یہی کرتا ہے کہ جب خطرات کے علامات دیکھتا ہے یا اس کو زر نقد کسی دوسرے زیادہ منفعت بخش کاروبار میں لگانا ہوتا ہے تو اسکی جانب سے زر نقد ہر وقت واپس طلب کیا جا سکتا ہے علاوہ ازیں عوام کے مفاد کے نقطۂ نظر سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہے۔ متعدد مفید کاروبار کو چلانے کی غرض سے قلیل مگر غیر معین مدت کے لیے رقم کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس ضرورت کو عند الطلب قرضے کما حقہ پورا کرتے ہیں۔

لیکن اس قسم کے کاروبار سے بڑے بڑے نقصانات بھی رونما ہوتے ہیں۔ ان سے قمار بازانہ تخمین یعنی سٹہ کو نہ صرف تمسکات کے بارے میں بلکہ روئی، غلہ اور دوسرے عام صرف کی اشیا کے بارے میں بھی فروغ ہوتا ہے۔ ہر شخص کے کافی ضمانت پیش کر کے قرضہ مانگنے پر بینکوں کی جانب سے اسے مستعدی کے ساتھ رقوم کا دیدیا جانا تخمین کی حقیقی اور شدید خرابیوں کو بڑھا دیتا ہے یا ان خرابیوں کو بہت آسانی کے ساتھ پیدا کر سکتا ہے۔ جس طرح جدید صنعتوں میں تخصیص کا عام میلان ہے اسی طرح قدرتی طور سے بعض بینک بھی ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ آزادی کے ساتھ اس طریق پر قرض دینے کی طرف مائل ہوتے ہیں؛ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر بڑے مالی مرکز میں چند ایسے بینک ہوتے ہیں جو اپنے لیے اس کاروبار کو مخصوص کر لیتے ہیں۔ قرض دینے کے اس طریقے کا بنکوں کے سب بچے کھچے نقد کو نیویارک اور لندن جیسے مرکزوں میں جمع کرنے کے میلان سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے؛ اور یہ ایک ایسا میلان ہے جو خاص کر امانتی بنک کے کاروبار کی ترقی اور اس نظام کے بعض خطرات سے خاص تعلق

349

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کثرت کی نمائش کریں۔ جس کا مطلب یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایسے ذرائع بکثرت ہیں جو باسانی اور فوراً نقد کی شکل میں آسکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نقد پذیری یا بدل پذیری حقیقی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ تر برائے نام یا نمائشی ہوتی ہے۔

رکھتا ہے جس کی تفصیلی بحث کسی اور مقام پر کی جائے گی۔

معمولی تجارتی قرضوں پر ایک ماہ، دو ماہ یا تین ماہ کی میعاد کے لیے جو سود لیا جاتا ہے، اس کی شرح یہ بتاتی ہے کہ عندالطلب قرضوں کی شرح سود کے مقابلے میں اس میں بہت کم تغیرات ہوتے ہیں۔ خواہ بنکوں میں نقد کم ہو یا زیادہ، بنک کے باقاعدہ گاہکوں اور جمع کنندوں کے لیے بٹہ کی شرح میں بہت کم تغیر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ پہلے سے یہ سمجھوتا ہو جاتا ہے کہ انھیں "معتدل" شرح سے یعنی معمولی یا مروجہ شرح سے قرضہ دیا جائے گا۔ اس قسم کے قرضوں کے سود کی شرح میں کسی قدر کمی و بیشی ہوتی ہے، اور یہ شرح مستقل مساقل اصل سے وصول ہونے والی شرح سود کے آس پاس گھومتی رہتی ہے۔ ان سے کم باقاعدہ گاہکوں کو جو قرضے دیے جاتے ہیں ان کے بٹہ کی شرح میں بنک کے نقد بدست کی زیادتی یا کمی کے لحاظ سے بہت سریع تغیرات ہوتے ہیں۔ قلت زر کے زمانے میں اس قسم کے قرضے بہت مشکل سے مل سکتے ہیں اور اعلیٰ شرحوں مثلاً ۸ فی صد، ۱۰ فی صد اور ۱۲ فی صد سے دیئے جا سکتے ہیں؛ حالانکہ باقاعدہ گاہکوں کو اسی زمانے میں رعایتی شرحوں یعنی ۶ فی صد یا ۵ فی صد سے دیئے جا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس جب زر کی قلت نہیں ہوتی بنک خارجی کاغذ ایسی شرحوں پر خریدتے ہیں جن سے انھیں معمولی شرح سے کم منافعہ ملتا ہے۔

کاروباری شخص اپنے بنک کے کاروباری تعلقات کو منظم کرنے اپنے اعتبار کو محفوظ کرنے کے لیے دو طریقوں میں سے کوئی طریقہ انتخاب کرتا ہے۔ وہ یا تو ایک بنک سے جو ممکن ہے کہ قدامت پسند بنک ہو، مستقل طور سے کاروبار کر سکتا ہے اور اس طرح اس کو خواہ زمانہ اچھا ہو یا برا مستقل شرح سود ادا کرتا ہے اور قلت زر کے زمانے میں اعانت کا یقین رکھتا ہے۔ یا وہ نوٹ کے دلالوں کے توسط سے اپنا کاغذ جاری کر سکتا ہے، اور مختلف مقامات سے مختلف شرحوں پر قرضہ لے سکتا ہے۔ اس طرح وہ ایسے ایام کے لیے اپنے لیے اعانت کے مواقع پیدا کرتا ہے جبکہ کسی بنک میں آزادی کے ساتھ قرضہ دینے کے واسطے زر نہیں ہوتا اور جبکہ سب کاروباری اشخاص کو قرضوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلا طریقہ وہ ہے

بنک کے کاروبار

جو صنعت کو محفوظ اور مستقل طور سے چلانے کے لیے مفید ہوتا ہے؛ موخر الذکر طریقہ وہ ہے جو تجارتی بحران کے بار بار وقوع پذیر ہونے میں مدد دیتا ہے۔ پھر بھی موخر الذکر طریقہ ہی مستقبل قریب میں بظاہر زیادہ منفعت بخش معلوم ہوتا ہے؛ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر اولوالعزم ماہروں کی نگرانی میں اس کا باقاعدہ انتظام کیا جائے تو وہ بے حد منفعت بخش ثابت ہوتا ہے۔ ہر قوم میں اسی دو قسم کے بنک اور دو قسم کے کاروباری اشخاص ملیں گے۔ نتیجہ یہ کہ شرح سود کے تغیرات قدرتی طور سے سب سے زیادہ ایسے لین دین میں ظاہر ہوتے ہیں جو بے باک اور اولوالعزم بنکوں اور اولوالعزم اور نڈر کاروباری اشخاص کے مابین طے پاتے ہیں۔

850

۴۔ کامیاب ساہوکار یا بنک کے منتظم میں جو صفات موجود ہونی چاہئیں ان میں سب سے اہم اور مقدم صفت صائب رائے قائم کرنا ہے۔ اس کو مردم شناس ہونا چاہئے اور پرخطر کاروبار کا بخوبی اندازہ قائم کرنے کی صلاحیت اس میں ہونی چاہئے۔ ملک میں گرد و پیش کے حالات سے اس کو بخوبی واقف اور باخبر ہونا چاہئے۔ خالص تجارتی بنک کے کاروبار میں ان صفات کے علاوہ اس کو ایک حد تک محتاط بھی ہونا چاہئے۔ تجارتی بنک کاری کا انتظام بحیثیت مجموعی بہت دشوار نہیں ہے۔ اس میں دور اندیشی، دیانت داری، راست بازی، باقاعدگی، خوش سلیقگی اور تجارتی طبقے کے ساتھ وسیع تعلقات کی سخت ضرورت ہے۔ ہر قسم کی بنک کاری میں ذمہ دار افراد کے لئے کاروباری نیک نامی اور عمدہ ساکھ لازمی اور ناگزیر شے ہے۔ کوٹھی کے کاروبار اور تاجروں اور صناعوں کو قرضہ دینے والے اداروں کے پیچیدہ کاروبار کے لیے ان سے بھی زیادہ اعلیٰ صفات کی موجودگی ضروری ہے۔ اس میں صرف صائب رائے قائم کر لینے کی صلاحیت اور احتیاط سے کام کرنے کے اعلیٰ صفات ہی کافی نہیں ہیں بلکہ تھوڑی بہت ہمت کر کے خطرہ برداشت کرنے کی صلاحیت اور تنظیمی قابلیت بھی ضروری ہے۔ یعنی خطرات برداشت کرنے نئی نئی کاروباری اولوالعزمیوں میں بے باکی سے معاہدات و معاملات طے کرنے مقابلتہً مستقبل بعید کے لیے صحت کے ساتھ اندازہ قائم کرنے اور دقت طلب کاروبار کے

باب ۴۔ بنک کا کاروبار

انصرام کے لیے موزوں آدمیوں کا انتخاب کرنے کی اچھی قابلیت وصلاحیت ہونی چاہئیے۔ اس میں کامیاب ہونے کے بہترین مواقع انھی اشخاص کو ملتے ہیں، جو تنظیم صنعت کی خلقی قابلیت رکھتے ہیں۔

بنک کے کاروبار میں بہت خاصا منافعہ مل سکتا ہے؛ اور ہر اس صنعت کی طرح جس میں نیک نامی بہت اہم حصہ لیتی ہے، یہ منافعہ ہموار کن مسابقانہ اثرات کے تابع نہیں ہوتا، اگرچہ اجارہ ہونا بھی لازمی نہیں ہے۔ بنک کی کامیابی کے لیے سب سے ضروری عنصر شہرت اور نیک نامی ہے، جو ایک مدت دراز تک دوراندیشی اور عمدہ انتظام کے ساتھ کاروبار کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ نیک نامی کے قائم ہو جانے کے بعد بنک محض اپنے بل بوتے پر غیر معین مدت تک اپنے کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ وہ نئے قرضے دے سکتا ہے، نئی امانتیں تخلیق کر سکتا ہے، اپنے گاہکوں پر تابو رکھ سکتا ہے، اور تقریباً غیر محدود طریقے پر اپنے کاروبار کو پھیلا سکتا ہے۔ گو اس کا منافعہ کثیر ہو، لیکن اس کے مدمقابل اس کو میدان سے ہٹا دینا تو کجا اس کا مقابلہ کرنے میں دقت محسوس کریں گے۔ یہ سچ ہے کہ دوسرے شعبوں کی نیکنامی کی طرح یہ نیک نامی بھی کوشش کے بغیر مدت دراز تک قائم نہیں رہ سکتی۔ نئے بنک گاہکوں کو اپنی جانب رجوع کرنے اور آسان شرائط پر قرض دینے کے لیے ترغیبات دیں گے، تجارتی طبقے میں نیا خون پیدا ہوگا، قدیم بنک انحطاط پذیر ہوں گے اور ان کے گاہکوں کا دائرہ بتدریج کم ہوتا جائے گا۔ لیکن سب اہم مرکزوں میں بعض بڑے بنک ایسے ہوتے ہیں جو نسل بانسل تک اپنے کو اور اپنی مستحکم حیثیت کو برقرار رکھتے ہیں؛ جس کی وجہ بلاشبہ ایک حد تک مسلسل عمدہ انتظام ہی نہیں ہوتا، بلکہ نیکنامی اور عمدہ ساکھ کا برقرار رکھنا بھی بڑی حد تک اس کا موجب ہوتا ہے۔

۴۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ بنک اصل مہیا کرتا ہے، اور اپنے اس عمل سے قوم کے دولت آفرینی کے ذرائع میں اضافہ کرتا ہے۔ اصل (اشیائے اصل) کے صحیح مفہوم کے لحاظ سے بنک بظاہر اس قسم کا کوئی فعل انجام نہیں دیتا۔

851

بنک بحیثیت کاروبار

آلات، کلیں اور تعمیری اشیا سب مزدوروں کی محنت کا نتیجہ ہیں، نہ کہ رقم پس انداز کرنے اور اس کو بطور قرض دینے کا۔ لیکن بنک، اگرچہ وہ اصل نہیں پیدا کرتا، اصل پر دسترس حاصل کرنے کے انتظام اور اصل کے موثر استعمال کو فروغ دینے کا ایک اہم اور بڑا وسیلہ ہے۔

جہاں تک سیونگ بنکوں، شغل اصل کے بنکوں اور اسی کے مماثل کوٹھی کے کاروبار کے اداروں کا تعلق ہے وہاں تک جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے اس میں اضافہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے[1]۔ وہ محض اصل سازی کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں اور اس عمل کا ایک درمیانی مرحلہ ہیں جس کے ذریعے سے رقم پس انداز کرنا شغل اصل کو فروغ دیتا ہے۔

تجارتی بنکوں کی تعریف بالعموم ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ وہ بھی انھی افعال کو اسی طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پس انداز کردہ رقوم کو (یعنے ایسی رقوم کو جن کی ضرورت مالکوں کو فوراً نہیں ہوتی اور جن کو وہ بنکوں میں جمع کر دیتے ہیں) مختلف ذرائع سے حاصل کرتے ہیں، اور پیدائش دولت کرنے والوں کو بطور قرض دیتے ہیں؛ بعینہ اسی طریقے سے جس طرح سے کہ سیونگ بنک اپنے پاس جمع شدہ رقوم کو، جو خاص اسی غرض سے علٰحدہ رکھی جاتی ہیں، قرض دیتے ہیں۔ ہماری یہ تعریف صرف اسی حد تک صادق آتی ہے جس حد تک کہ بنکوں میں فاضل نقد رقم جمع کرنے سے امانتیں قائم ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں تک بنکوں کی جانب سے امانتیں تخلیق کی جاتی ہیں، اور نوٹ جاری کئے جاتے ہیں (اس لیے کہ تجارتی بنکوں کا یہی خاص کام ہے) تعریف منطبق نہیں ہوتی۔ اس صورت میں بنک کی جانب سے اصل کی سربراہی اس طرز پر رقم کی پس اندازی کے بغیر کی جاتی ہے جو بالعموم شغل اصل کے عمل سے تعلق رکھتی ہے۔ گویا قرض گیر کے لیے زر کے ذرائع اس طرح تخلیق کئے جاتے ہیں اور اصل پر دسترس پا سکنے کا انتظام اس طرح کیا جاتا ہے کہ پس انداز کرنے والے کو کوئی ایثار یا مصارف برداشت

---

[1] دیکھو باب ۵ فصل ۴۔

نہیں کرنے پڑتے۔

تجارتی بنک کاری کا (جس میں بغیر مصارف کے اصل فراہم کیا جاتا ہے) معاشرتی افادہ دیگر بنکوں کے کاروبار کے افادہ سے کسی قدر مختلف ہوتا ہے۔ اور یہ اس واقعے کی بنا پر رونما ہوتا ہے کہ تجارتی بنک خاص طور پر عملی کاروباری اشخاص کے کاروبار میں سہولت پیدا کرتے ہیں؛ اور اپنے اس عمل سے بین طور سے ایک مفید نتیجہ پیدا کرتے ہیں؛ یعنی: وہ صنعت کے تسلسل و بقا میں اعانت کرتے اور اس کو فروغ دیتے ہیں۔ تاجر یا صناع کو، جو اپنے کاروبار میں ایک منزل طے کر چکا ہو، نئی منزل میں قدم دھرنے سے پیشتر اپنی پیداوار کی فروخت کا یا ان کی قیمت کے وصول ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بنک کی اعانت اس کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ جو کچھ اسے واجب الوصول ہو یا جو کچھ اس کو ملنے کا یقین ہو اتنا وہ بنک سے حاصل کرلے اور بلا تعویق آگے کی منزل میں قدم بڑھا دے۔ کم از کم اسی کے مساوی اہم وہ اثر ہے جو بنکوں کا کاروباری دنیا کی ساخت اور اس کے نظام پر پڑتا ہے مگر یہ اثر اتنا بدیہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آنے والے بابوں میں بیان ہوگا، ایک طرح کا انتخاب طبعی اس چیز کو متعین کرتا ہے کہ کاروبار کی تنظیم میں کون رہبر بنے گا[1] اس انتخابی عمل میں تجارتی بنک ایک اہم اور نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ وہ ان اشخاص کو آزادی کے ساتھ قرضے دیتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہیں؛ اور جن اشخاص کے کاروبار کو وہ غیر اطمینان بخش یا جن کی کامیابی کو وہ مشتبہ خیال کرتے ہیں ان کی درخواست کو وہ ٹال جاتے ہیں۔ قرضہ دینے کے بارے میں بنکوں کی رضامندی سے صلاحیت رکھنے والے اشخاص اس قابل بنتے ہیں کہ اپنے کاروبار کی توسیع کریں، خواہ ان اشخاص نے اپنے ذاتی اصل کے بغیر ہی کیوں نہ کاروبار کا آغاز کیا ہو۔ اس میں کلام نہیں کہ بنک بعض اوقات غلطیوں کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور غیر محتاط مخنونوں اور شیخی باز شیخ چلیوں کو بھی وسیع مالی ذرائع پر قابو پالینے کا موقع بہم پہنچاتے

[1] دیکھو باب ۴۹۔

بااصول بنک کے کاروبار

ہیں۔ لیکن ساہوکاروں کے لیے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، سب سے ضروری صفت مردم شناسی ہے۔ بحیثیت مجموعی وہ صنعتی قوتوں کی لگام ایسے ہی اشخاص کے ہاتھ میں دیتے ہیں جن کے متعلق انھیں توقع ہو کہ وہ انھیں اچھے اور منفعت بخش طریقے پر لگائیں گے۔ وہ حقیقت میں صنعتی دنیا کے قائد القائدین ہیں۔

بظاہر ساہوکار قرض گیروں کے متعلق ان کے زر کمانے کی قابلیت کی بنا پر اندازہ قائم کرتے ہیں۔ وہ ایسے اشخاص کو آزادی کے ساتھ رقم قرض دیتے ہیں جو نفع آور کاروبار کر رہا ہو۔ اب یہ کس طرح نفع کماتے ہیں اور ان کے نفع کمانے سے عام مفاد کو کس حد تک تقویت پہنچتی ہے ان معاملات سے ساہوکار کو سروکار نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک وکیل کو اس کے پیشے کے لحاظ سے اس امر کے متعلق تحقیق کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ آیا اس کے موکل کا عمل مفاد عامہ کے لیے ہے یا اس کے منافی۔ جب تک قرض گیر کا کاروبار قانون کے مقرر کردہ حدود میں اور کاروبار کے مروجہ قواعد کے دائرے کے اندر انجام پائے اس وقت تک صرف ایک ہی سوال رونما ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ آیا وہ ''پکا'' آسامی ہے یا نہیں؟ اور زمانہ حال یا مستقبل میں اس کے ایک منفعت بخش قرض گیر ثابت ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر عام طور سے پیدائش کی قوتوں کی موثر قیادت و رہنمائی کے ذریعے سے نفع حاصل کیا جائے تو، بنک کا کاروبار اس قیادت کی اعانت کرتا ہے اگر حاجتمند مزدوروں کی محنت سے فائدہ اٹھا کر دوسروں کو دھوکا دیکر یا سٹہ بازی کے ذریعے سے بالعموم زر کمایا جائے تو بنک کا کاروبار اس گم کردہ راہ جدوجہد کی بھی اعانت کرتا ہے۔ ہر قسم کا شغل اصل، جو کوٹھی کا کاروبار کرنے والے اداروں کے توسط سے انجام پاتا ہے اس کا معاشری افادہ اصول خانگی ملکیت کے صحیح عمل پر موقوف ہے۔ خاص کر تجارتی بنک کاری کا معاشری افادہ کاروباری شخص کے اعمال کے حسن و قبح پر منحصر ہوتا ہے۔ ان عام مسائل کے متعلق، جو معاشیات کے نازک مسائل میں سے ہیں، تاوقتیکہ ہم بحث کے اختتام پر نہ پہنچیں، کوئی آخری اور فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی۔

353

354

باب بست و ششم

مرکزی بنک کاری کے نظام

(۱) بنک کے نوٹوں کے اجرا کو منظم کرنے کی ضرورت؛ یورپ میں اجرائے زر کی مرکزیت۔ (۲) بنک آف فرانس اس کی سب سے سادہ مثال ہے۔ اس کا نیم خانگی انتظام؛ نوٹ کے اجرا کا اجارہ؛ فلز کا عظیم الشان ذخیرہ؛ فوائد و نقائص۔ (۳) بنک آف انگلینڈ ۱۸۴۴ء کے قانون کے تحت۔ بنک کے کاروبار اور اجرائے زر کاغذی کے شعبے۔ دوسرے امانتی بنکوں سے تعلق؛ کثیر المقدار نقد امانتیں، بحران کے زمانے میں اس کا طریق عمل۔ (۴) جرمنی کا ریش بنک۔ اجرائے زر کاغذی کے شرائط؛ دوسرے بنکوں سے تعلق۔ (۵) ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں ان تینوں بنکوں سے جنگ کے اغراض کے لیے کام لیا گیا۔ سونا تینوں ملکوں سے غائب ہو گیا۔ (۶) چھوٹے موٹے لین دین میں زر کاغذی کا کثیر استعمال۔

۱۔ بنک کا کاروبار زر رواں سے جو قریبی تعلق رکھتا ہے اس کی بنا پر قانون کے ذریعے سے بنک کاری کی تنظیم بہت جلد عمل میں آئی۔ اگرچہ آئین و قوانین ایک وسیع میدان پر حاوی ہیں، پھر بھی ان کے وضع کرنے میں بنک کاری کے

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام

مالی پہلوؤں کی جانب زیادہ تر توجہ کی گئی ہے۔ کچھ تو اس کے اثر سے اور کچھ اس سے قوی تر اثر یعنی قوم کے رسم و رواج سے مختلف ممالک میں بنک کاری کے بہت ہی مختلف نظام رونما ہو گئے ہیں۔ ان نظاموں کا تفصیلی بیان موجودہ کتاب کی حد نظر سے بہت باہر ہے؛ تاہم بڑی اور سربرآوردہ قوموں کے قوانین کی اور بنک کاری کے عادات کی تھوڑی بہت تشریح، عام صورت حالات کی تفہیم کی خاطر ضروری ہے؛ اور خاص کر مظاہر زر اور قیمتوں کے عام تغیرات کا بنک کاری سے جو تعلق ہے اس کا بیان کر دینا بہت ضروری ہے۔

اجرائے زر کاغذی کو منظم کرنے کی ضرورت تقریباً اسی زمانے میں محسوس ہوئی تھی جبکہ بنکوں کی جانب سے نوٹوں کے اجرا کا آغاز ہوا تھا۔ ابتدا ہی میں یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ نوٹ بہت آسانی کے ساتھ گردش میں آ سکتے تھے؛ یہ بھی معلوم ہوا کہ فلز کی صورت میں ان نوٹوں کا مبادلہ کرنے کی جو ذمہ داری بنک پر تھی وہ نوٹوں کے عام طور پر مسلسل گردش میں رہنے کی وجہ سے ملتوی ہو گئی تھی؛ نیز یہ کہ کوئی خانگی بنک اس ذمہ داری کو ایسی صورت میں بھی جبکہ نوٹ ادائی کے لیے پیش ہوں اپنے سر سے ہٹا سکتا تھا؛ اور اس کا بھی علم ہوا کہ غیر منظم اجرا سے، اکثر صورتوں میں بطور نتیجہ غیر محتاط عمل کا اختیار کیا جانا اور بنک کا تباہ ہو جانا یقینی تھا۔ انگریزی بولنے والے ملکوں مثلاً خاص کر انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور ریاستہائے متحدہ امریکا میں متعدد بڑے بڑے بنک دیوالیہ ہو گئے۔ اس کے نتیجے کے طور پر ایسے اشخاص کو جنھوں نے معمولی لین دین کے دوران میں نوٹ وصول کیے تھے مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا، بلکہ بعض صورتوں میں وہ تباہ ہو گئے۔ انیسویں صدی کے نصف اول میں اس قسم کے تباہ کن حادثات مذکورہ بالا تینوں ملکوں میں عام طور سے وقوع پذیر ہو رہے تھے۔ براعظم یورپ میں شروع ہی سے بنک کی جانب سے نوٹ جاری کیا جانا سرکار کا ایک فریضہ خیال کیا جاتا تھا، چنانچہ اجرائے زر کاغذی کی اجازت صرف ایسے اداروں کو دی جاتی تھی جو حکومت سے قریبی تعلق رکھتے تھے اور جن پر حکومت کی نگرانی ہوتی تھی۔ انیسویں صدی کے دوران میں تنظیم کے دو طریقے جو اساسی طور سے ایک دوسرے سے مختلف تھے رونما ہوئے

355

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام-

اور ان پر عمل کیا گیا: ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ایک بڑا مرکزی بنک قائم کیا جائے اور اس کو اجرائے نوٹ کا اجارہ دیا جائے اور اس بنک کی حیثیت بڑی حد تک سرکاری ادارے کی سی ہو؛ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ منتشر اور جداگانہ بنکوں کی باقاعدہ نگرانی کی جائے۔ مرکزیت اور سرکاری یا غیر سرکاری ذریعے سے نوٹ جاری کرنے کا طریقہ بحیثیت مجموعی زیادہ کامیابی حاصل کر رہا ہے، براعظم کے اکثر ملکوں نے، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، اس اصول پر شروع ہی سے عمل کیا۔ انگلستان بھی ۱۸۴۴ء کا مشہور قانون بنک منظور کر کے اس پر کاربند ہوا۔ سوئٹزرلینڈ نے ۱۹۰۵ء میں منتشر بنکوں کے نظام میں مرکزیت قائم کی؛ چنانچہ ایک سرکاری بنک قائم کیا گیا، جس کو تنہا نوٹ جاری کرنے کا حق حاصل تھا۔ ریاستہائے متحدہ میں، جہاں ایک مدت دراز سے بنکوں کے نظام کی مرکزیت کا فقدان تھا، ۱۹۱۳ء میں ایک ایسی عام اصلاح عمل میں آئی کہ اس کی بنا پر مرکزیت قائم ہو گئی اور اسی سال "نظام وفاقی سرمایۂ محفوظ" (فیڈرل رزرو سسٹم) کا قیام عمل میں آگیا۔

۲۔ مرکزی بنکوں کی حد تک تین اہم مثالیں بنک آف فرانس، بنک آف انگلینڈ اور امپیریل بنک آف جرمنی کی ملتی ہیں۔ جنگ عظیم سے پیشتر ان کی جو حالت تھی وہ آیندہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔ جنگ کی وجہ سے خواہ کچھ ہی تغیرات واقع ہوئے ہوں یا آیندہ واقع ہونے کا امکان ہو، ان بنکوں کا کاروبار، جیسا کہ امن و امان کے معمولی حالات کے تحت انجام دیا جاتا ہے، مرکزی بنک کاری کے نظام کے اصول اور طریقوں کی مثال پیش کرتا ہے۔ بنک آف فرانس سب بڑے بنکوں میں سادہ ترین بنک ہے؛ بلکہ سب سادہ ترین بنکوں میں سے، خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، ایک بنک ہے۔ اس کو اجرائے زر کاغذی کا اجارہ حاصل ہے؛ فرانس میں کوئی دوسرا بنک نوٹ جاری نہیں کر سکتا، اور یہ تقریباً حکومت ہی کی نگرانی و انتظام میں کام انجام دیتا ہے۔ لیکن بنک کے کاروبار کی حد تک جو اعمال ہیں ان کے متعلق کوئی خاص قواعد و ضوابط نہیں ہیں؛ اس کے جاری کردہ نوٹوں کی حفاظت کی غرض سے کوئی علیحدہ انتظام نہیں کیا گیا

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

ہے؛ اور اجرائے زر کاغذی کی مقدار کے بارے میں بھی کوئی قانونی بندش عائد نہیں کی گئی ہے۔

356

بنک آف فرانس، انجمن سرمایہ مشترک کی نوعیت رکھتا ہے جس میں خانگی ادارے کی طرح حصے دار، تمسک دار، ڈائرکٹر وغیرہ جملہ لوازم موجود ہیں۔ وہ اپنے حصہ داروں کو مقسوم ادا کرتا ہے۔ لیکن مہتمم بنک کا تقرر حکومت کرتی ہے؛ اور گو مشاورتی کمیٹیاں موجود ہیں جن کے ذریعے سے حصے دار اپنے اختیارات کو کام میں لاتے ہیں، لیکن اس کا سب انتظام و اہتمام تقریباً حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ بنک حکومت کا ساہوکار یا مالی معاملات انجام دینے والا ایک گماشتہ ہے؛ اور سب سرکاری رقوم اسی کی تحویل و نگرانی میں رہتی ہیں۔ فرانس کے سرکاری قرضہ جات کا حساب وکتاب اور انتظام یہی کرتا ہے۔ اگرچہ حساب وکتاب ایک سادہ اور سہل کام ہے، لیکن قرضہ جات کی رقم کثیر ہونے کی وجہ سے یہ کام بہت وسیع ہو گیا ہے۔ بنک کا اس سے زیادہ اہم تعلق حکومت سے بطور قرضخواہ کے ہے۔ فرانس کے سرکاری خزانے کو جب کبھی رقم کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ قرضہ حاصل کرنے کے لیے بنک آف فرانس کے آگے دست طلب دراز کرتا ہے۔ بنک نے ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد ملک کی گرانقدر خدمات انجام دیں؛ حکومت نے اس سے کثیر مقدار میں قرضہ حاصل کیا۔ چنانچہ بنک نے نئے نوٹ جاری کرکے اس ضرورت کو پورا کیا۔ یہ نوٹ غیر بدل پذیر بنا دئے گئے اور بنک کو محض اس کی اجازت ہی نہیں دی گئی کہ وہ فلزی ادائی سے انکار کردے بلکہ اس کو ادائی کرنے سے روکا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ بنک غیر بدل پذیر زر کاغذ جاری کرنے کے لیے حکومت کا گماشتہ بن گیا لیکن جتنے نوٹ جاری کئے گئے تھے وہ سب کے سب حکومت کو بطور قرض دئے گئے تھے اور بنک کو ان نوٹوں پر سود وصول ہوتا تھا؛ یہ قرار دیا گیا تھا کہ بالآخر ان نوٹوں کا فلزی زر سے مبادلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء میں بنک نے نوٹوں کے مبادلے میں فلزی زر دیا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ ان چند مثالوں میں سے ایک مثال ہے جن میں غیر بدل پذیر کاغذ جاری کیا گیا اور پھر بھی اس زر کی قدر میں

۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

کمی واقع نہ ہوئی۔ اور یہی وہ واحد مثال ہے جس میں کہ ایسے نوٹ کثیر مقدار میں جاری کئے گئے۔ یہ واقعہ کہ فرانس کی حکومت اور قوم کو اتنی بڑی مالی امداد دیگئی اور اس سے ویسے پست کن نتایج رونما ہوئے جیسے کہ عام طور سے زر کاغذی کے اجرا سے رونما ہوتے ہیں، اس کی توجیہ بڑی حد تک اس واقعے سے کیجاسکتی ہے کہ حکومت نے براہ راست نوٹ جاری نہیں کئے، بلکہ بنک کے توسط سے جاری کروائے، جو مالی حیثیت سے حکومت سے الگ ہے، اور جس کو بغیر کسی کشمکش یا بحث مباحثے کے کسی مناسب وقت پر بھی بصورت فلز ادائی کرنے کے لیے کہا جا سکتا تھا۔

بنک آف فرانس کو اجرائے زر کاغذی کا اجارہ حاصل ہے؛ وہ اپنے نقد بدست کے بارے میں نوٹوں اور دیگر مطالبات کی ادائی کی حد تک جس طرح جی چاہے عمل کر سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک مدت دراز سے فلز کے ایک معتد بہ ذخیرے کو، جو محض نوٹوں کی حفاظت اور ان کی بنیاد کے استحکام کے لیے ضرورت سے زیادہ کثیر مقدار میں تھا، اپنے قبضے میں رکھتا آرہا ہے۔ اس ذخیرے میں سونا اور چاندی دونوں شامل ہیں۔ نقرئی جزو زیادہ تر بیش قدر پنج فرانکی سکوں پر مشتمل ہے؛ یہ سکے اگرچہ زر قانونی ہیں اور اپنے ذمے کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے بنک ان سے پوری طرح کام لے سکتا ہے، لیکن پھر بھی ان سکوں کی مروجہ قیمت طلائی سکوں پر منحصر ہوتی ہے جو ان کے ساتھ ساتھ رائج ہیں[1]۔ لیکن طلائی سکوں کا ذخیرہ (یعنی نہ صرف وہ ذخیرہ جو بنک میں موجود ہے بلکہ وہ بھی جو عام گردش میں ہے) اتنی کثیر مقدار میں ہے کہ وہ چاندی کی قیمت کو گھٹنے سے روکتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں تک بنک آف فرانس میں فلزی زر یعنی سونے اور چاندی دونوں کی جتنی مقدار رکھی جاتی تھی وہ جاری کردہ نوٹوں کے ہمقدر ہوتی تھی۔ تقریباً ۱۸۹۰ء تک یہ فلزی ذخیرہ نصف چاندی اور نصف سونے پر مشتمل ہوا کرتا تھا؛ لیکن

337

[1] دیکھو باب ۱۲ فصل (۲)۔

باب ۱۱ مرکزی بنک کاری کے نظام

اس تاریخ کے بعد سے سونے کی مقدار بڑھا کر چاندی کے مقابلے میں دوگونہ اور سہ گونہ کر دی گئی۔ اور اس طرح استحکام اعتبار کی خاطر جتنی مقدار رکھنی چاہیے سونے کی مقدار اس سے بہت زیادہ ہو گئی۔

بنک آف فرانس کے سر پر رقوم امانت کی حد تک بہت کم ذمہ داریاں ہیں۔ فرانس میں امانت کے طریق پر بنک کا کاروبار کرنے اور چیکوں کے ذریعے سے ادائی کرنے کے عادات کی جڑیں دور تک نہیں پھیلی ہیں۔ فرانس میں اس قسم کا کاروبار صرف پیرس میں اور چند دوسرے بڑے بڑے مرکزوں میں ہوتا ہے؛ اور وہ بھی بڑے بڑے تھوک فروش تاجروں اور خانگی ساہوکاروں کے محدود دائرے میں۔ اکثر کاروبار، خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، فلزی زر کے حوالے سے یا بنک آف فرانس کے نوٹوں کے حوالے سے طے پاتے ہیں۔ چنانچہ بنک کے ذمے کی واجب الادا رقوم زیادہ تر نوٹوں کی شکل میں طلب کی جاتی ہیں؛ اور امانتیں اس قدر واجبی مقداروں میں ہوتی ہیں کہ انھیں نوٹوں سے ملا دینے کے بعد بھی فلزی ذخیرہ بہت کثیر رہتا ہے۔

یہ فلزی ذخیرہ بلاشبہ ارادۃً بہت زیادہ رکھا جاتا ہے۔ چونکہ بنک تقریباً ایک سرکاری ادارہ ہے، اس کے معاملات کا انتظام، اگرچہ حصہ داروں کے نفع کے خیال کے بغیر نہیں کیا جاتا، لیکن بہت زیادہ قوم کی حقیقی یا مفروضہ ضرورتوں کے خیال سے کیا جاتا ہے۔ اس کے فلز کا عظیم ذخیرہ جو زر نما سے والے ساہوکار کے نقطۂ نظر سے غیر ضروری طور سے بیکار زر خیال کیا جائے گا، ایک حد تک معاشی اسباب کی بنا پر رکھا گیا ہے اور ایک حد تک سیاسی اسباب کی بنا پر۔ معاشی اسباب کی بنا پر فلز کی کثیر مقدار رکھنا اور مرکزی بنک کی مالی حیثیت قوی رکھنا محفوظ خیال کیا جاتا ہے۔ سیاسی اسباب کی بنا پر سکے اور خاص کر سونے کی کثیر مقدار کا رکھنا مناسب خیال کیا جاتا ہے؛ تاکہ ضرورت کے وقت حکومت اس سے کام لے سکے۔ بنک آف فرانس نے دانستہ اور ارادۃً سونے کا اندوختہ فراہم کرنے کی کوشش نہیں کی؛ بلکہ ملک کی روز افزوں خوش حالی کی بدولت سونے کی مقداروں میں جو اضافہ ہوا اس کو اس نے

358

اپنی تجوری میں خوشی سے جگہ دے دی؛ اور یہ سونا اس کی تجوری میں اس وجہ سے آکر جمع ہوتا گیا کہ بڑے کاروبار میں سکوں کے مقابلے میں نوٹوں کے استعمال کرنے میں زیادہ سہولت تھی۔

بنک آف فرانس کے نوٹ صرف ۵۰ فرانک یا اس سے زائد رقوم کے لیے جاری کیئے جا سکتے ہیں؛ ۱۰۰ فرانک سے کم کے نوٹ عملاً کم جاری کیئے جاتے ہیں۔ اس بندش سے اس امر کی ضمانت ہوتی ہے کہ روزمرہ کے استعمال میں سونا کثیر مقدار میں رہے گا؛ اور اس کی خاصی مقدار بطور آلۂ مبادلہ گردش میں رہے گی۔ کاغذی زر کے استعمال پر یہ اہم بندش، امانتوں اور چیکوں کا قلیل استعمال اور عوام میں احتیاط اور غور و خوض کی عادتیں، جن کی وجہ سے گردش کی رفتار ہر قسم کے ذریعۂ مبادلہ کے لیے سست ہو جاتی ہے؛ ان سب چیزوں نے مل ملا کر آبادی کے لحاظ سے زر کی مقدار کو بحساب فی کس بہت بڑھا دیا ہے۔ فرانس نہ صرف مالدار ہے اور گنجان آباد ملک ہے؛ بلکہ اس ملک میں زر کی جتنی مقدار موجود ہے وہ اس کے تمول اور آبادی کے لحاظ سے نسبتہً بہت زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے نتیجے کے طور پر مالی نظام بہت مستحکم اور محفوظ ہے؛ لیکن یہ خود صنعتی قوت اور دلیرانہ کاروبار کی کمزوری کی علامت ہے۔

بنک کے زر کے استعمال میں لچک اور تغیر پذیری کی مکمل مثال بنک آف فرانس سے ملتی ہے۔ وہ اس کی کامل آزادی رکھتا ہے کہ خواہ نوٹوں کے ذریعے سے یا امانتوں کے ذریعے سے، اپنے کاروبار کو جس حد تک یا جس تیزی کے ساتھ مناسب سمجھے پھیلائے اور بڑھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے نوٹوں کے اجرا میں بہت سرعت کے ساتھ تغیرات ہوتے ہیں؛ عوام کی طلب کے مطابق ہر ہفتے نوٹوں کی مقدار کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بنک عوام کے لیے اور اپنے گاہکوں کے لیے وہ سب چیزیں انجام دیتا ہے جو ایک معیاری اور اعلیٰ درجے کے بنک کے کاروباری نظام سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اجرائے زر کاغذی کا اجارہ اور

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام

سرکاری عہدے داروں کے ہاتھ میں انتظام کا ہونا اس کو مقابلے اور منافعہ کی قوت محرکہ کے محسوس کرنے سے باز رکھتا ہے، اور اس طرح اس کو ایسے کاروبار پھیلانے سے بھی روکتا ہے جس سے دلیرانہ کاروبار کو انتہائی فروغ ہو۔ وہ زیادہ تر ساہوکاروں یا بنکوں کا بنک ہے۔ وہ بنکوں کو قرضہ دیتا ہے، جو اپنے طور پر تجارتی طبقے کو قرضہ دیتے ہیں؛ یا یہ کہ وہ اس کاغذ پر دوبارہ بٹہ کاٹتا ہے جس پر خانگی ساہوکار اور بنک ایک دفعہ بٹہ کاٹ چکے ہوں۔ یہ دوسرے بنک خود اپنے نوٹ جاری کر کے استعمال نہیں کر سکتے، اس لیے کہ قانوناً ان کو اجرا کی ممانعت ہے؛ اور وہ بجز پیرس اور بڑے بڑے شہروں کے جہاں وہ محدود مقداریں استعمال کر سکتے ہیں کسی دوسرے مقام پر "امانتیں" استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے فرانس کے بنک کاری کے نظام میں سخت نقائص موجود ہیں۔ فرانس کے بنکوں پر بندشیں قائم ہیں؛ اور انھیں لازمی طور سے ایک حد تک محتاط رہنا پڑتا ہے۔ خالص تجارتی بنکوں کے کاروبار میں نفع حاصل کرنے کا بہت کم موقع ہوتا ہے؛ اور نفع کی خاطر خطرات برداشت کرنے کی بہت کم ترغیب ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے پر خطر کاروبار میں بے باکانہ حصہ لینے کے لیے نئے اشخاص کی اور نئی صنعتوں کی عاجلانہ سرپرستی نہیں کی جاتی؛ اور باہمت اور عالی حوصلہ لوگوں کے لیے کوئی قوی محرک نہیں ہے۔

359

۳۔ بنک آف انگلینڈ اس سے بہت مختلف مثال پیش کرتا ہے۔ اس بنک کا انتظام، جو عصر حاضر کے قومی بنکوں میں سب سے قدیم اور مشہور بنک ہے، ۱۸۴۴ء کے قانون بنک کی رو سے عمل میں آیا۔ لیکن تقریباً سب برطانوی اداروں کی طرح بنک آف انگلینڈ کی تنظیم کی بنیاد صرف قوانین موضوعہ ہی پر قائم نہیں ہے بلکہ روایات اور رسم و رواج پر بھی قائم ہے جن کی پابندی قوانین موضوعہ سے کچھ کم سختی کے ساتھ نہیں کی جاتی، اور جو اس صورت میں معاشی حیثیت سے بہت نتیجہ خیز ہیں۔

بنک کے انتظام کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ زر کاغذ کے اجرا اور امانتوں کو ایک دوسرے سے بالکل علحٰدہ کر دیا گیا ہے۔ صیغہ اجرا

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

زر کاغذی جاری کرتا ہے، اور اس کا کام محض یہی ہے کہ زر کاغذ جاری کرے۔ امانتوں کا انتظام اور حقیقی کاروبار یا اس کے بیشتر حصے کا انصرام صیغہ بنک کاری کرتا ہے۔ اس طرح ہر لحاظ سے یہ دونوں شعبے یا صیغے ایک دوسرے سے بالکل الگ ادارے ہیں۔

صیغہ اجرا کے کاروبار پر بہت سخت بندشیں قائم ہیں۔ وہ صرف ایک مقررہ مقدار کی حد تک نوٹ جاری کر سکتا ہے، اور ان کی ضمانت کی بنیاد کے طور پر اپنے پاس سرکاری تمسکات رکھتا ہے، نہ کہ سکہ۔ اس مقدار سے اوپر جو نوٹ جاری کئے جاتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے مقابلے میں مساوی القدر رقم بصورت نقد سونے میں رکھنی پڑتی ہے؛ مثلاً ایک پونڈ کا نوٹ جاری کیا جائے تو ایک پونڈ نقد رکھنا ضروری ہے۔ ایسے نوٹوں کی مقدار جو بغیر فلزی بنیاد کے جاری کئے جائیں ۱۸۴۴ء میں ۰۰۰ر۰۰۰ر۱۴ پونڈ مقرر کی گئی۔ یہ قرار دیا گیا کہ اس وقت اجرائے زر کاغذی کا حق رکھنے والے بنک جیسے جیسے اس کاروبار کو ترک کرتے جائیں یا کسی وجہ سے نوٹ جاری کرنا موقوف کریں ویسے ویسے بنک آف انگلینڈ بغیر فلزی بنیاد کے نوٹوں میں ان نوٹوں کی مجموعی مقدار کے دو ثلث کے مساوی اضافہ کر سکتا ہے جن کے جاری کرنے کے متعلق دیہاتی بنکوں کو پہلے اجازت دی گئی تھی۔ توقع یہ تھی کہ دوسرے بنک نوٹ جاری کرنا بتدریج موقوف کر دیں گے، اور یہ کہ بنک آف انگلینڈ نوٹوں کا کامل اجارہ حاصل کر لے گا۔ اس انتظام کے تحت "بے فلزی" نوٹوں کی مقدار میں بتدریج اضافہ ہو گیا ہے، حتیٰ کہ سنہ ۱۹۱۷ء میں ان کی مقدار بڑھ کر ۰۰۰ر۴۵۰ر۱۸ پونڈ ہو گئی۔ دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کو زائل کرنے کا عمل بھی آہستہ آہستہ اور استقلال کے ساتھ جاری رہا ہے؛ چنانچہ ان کی مقدار آج کل بالکل معمولی اور ناقابل لحاظ ہو گئی ہے۔

360

صیغۂ اجرا کے اس انتظام کی بنیاد میں جو اصول مضمر تھا وہ یہ تھا کہ نوٹوں کی ایک مقررہ مقدار بہت جلد گردش اور استعمال میں آ جائے گی؛

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

اور مفرط اجرا کا خطرہ یا فلز کو کلیۃً رواج سے ہٹا دینے کا خطرہ پیدا کیے بغیر ان کو جاری کیا جا سکے گا۔ اس مقدار کی نمایندگی نوٹوں کی اس معین رقمی تعداد سے ہوتی تھی جو بغیر فلزی بنیاد کے جاری کیے جاتے تھے۔ اس حد سے تجاوز کر کے نوٹ جاری کرنے کی صورت میں نوٹوں کی حقیقی حیثیت و نوعیت صداقت نامہ ہائے امانت کی سی قرار دی گئی۔ اس حد تک قانون بنک (بنک ایکٹ) کا نظریہ صحیح تھا، اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس کا اطلاق حدِ اعتدال کے اندر رہا۔ ۱۸۴۴ء میں بے فلزی بنیاد کے نوٹوں کے اجرا کے لیے جو حد قائم کی گئی تھی وہ ایسی تھی کہ نوٹوں کو زر کے نظام کے ثبات و استقلال کے لیے خطرے کا سبب بننے سے روکتی تھی۔ اس تاریخ کے بعد سے ملک کی آبادی اور دولت میں جو اضافہ ہوا اس کی بنا پر یہ حد بہت زیادہ بلکہ بدرجہ اتم محفوظ ہو گئی ہے۔

نوٹوں کی مجموعی مقدار جو گردش میں ہے وہ اس حد سے بہت آگے بڑھی ہوئی ہے؛ لیکن یہ زائد مقدار ان نوٹوں کی نمایندگی کرتی ہے جن کی نوعیت صداقت نامہ ہائے امانت کی ہے؛ اور وہ محض اس وجہ سے استعمال کیے جاتے ہیں کہ ان کے استعمال کرنے میں سکے کے مقابلے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ جنگ عظیم سے قبل بنک آف انگلینڈ پانچ پونڈ سے کم کا کوئی نوٹ جاری نہیں کر سکتا تھا؛ مگر اس بندش کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کاروبار کے بیشتر حصے کے طے کرنے کے لیے طلائی سکوں کی ضرورت پڑتی تھی اور فلزی بنیاد کے ساتھ جو نوٹ جاری کیے جاتے تھے ان کی توسیع پر بڑی حد تک بندش عائد ہو گئی تھی۔ اس وقت صیغہ اجرا کا کام زیادہ تر یہ تھا کہ حامل زر کی سہولت و ضرورت کے مطابق نوٹوں کا سکوں سے اور سکوں کا نوٹوں سے مبادلہ کرتا رہے۔

صیغہ بنک کاری کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہ خالص امانتی بنک ہے؛ اور دنیا میں اہم ترین امانتی بنک ہے۔ قانونی تنظیم سے وہ قطعاً ناآشنا ہے؛ پھر بھی رسم و رواج کی رو سے وہ اس قدر منظم ہے کہ

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام

361

صیغۂ اجرا سے کسی درجے کم محفوظ نہیں ہے۔

صیغہ بنک کاری، امانتی بنک کاری کے ایک بڑے وسیع نظام کا مرکز ہے۔ امانتی بنک کاری جدید مفہوم کے لحاظ سے اٹھارویں صدی میں انگلستان میں بہت بڑے پیمانے پر انجام دی جاتی تھی؛ (چنانچہ لندن کے حساب گھر کی بنا ۱۷۷۵ء میں قائم ہوئی)؛ اور اس کے بعد سے اس کاروبار کو مسلسل ترقی ہوتی رہی۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ، بلکہ بڑی حد تک آئرلینڈ میں بھی ایسے امانتی بنک بہت کثرت سے موجود ہیں جن میں کثیر المقدار امانتیں ہیں، جو امانتوں کی شکل میں وسیع پیمانے پر اعتبار کا لین دین کرتے ہیں، اور چکوں اور حساب گھروں کے نظام سے پوری طرح استفادہ کرتے ہیں۔ ان کی تعداد جو سابق میں بہت کثیر تھی اتحاد و انضمام کے مسلسل عملوں کی وجہ سے بہت گھٹ گئی ہے؛ بڑے پیمانے پر بنک کا کاروبار کرنے والی جماعتیں قائم کرنے کا میلان، جو دوسرے ملکوں میں بھی پایا جاتا ہے، ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے زمانے میں انگلستان میں بہت قوی ہو گیا۔ سب بنک، کثیر التعداد یا قلیل التعداد، بڑے یا چھوٹے اپنے نقد ذخائر کی مقدار کے لحاظ سے محفوظ حد تک اپنا کاروبار پھیلاتے ہیں۔ وہ اپنے پاس اسی قدر نقد زر رکھتے ہیں جس قدر کہ روزمرہ کے مطالبات کی ادائی کے لیے ضروری ہو۔ لیکن زائد ذخیرہ کی شکل میں بہت کم نقد رکھتے ہیں۔ ان کے ذرائع کا ایک جزو جو بالعموم ایک بیش قرار رقم ہوتا ہے کن سل کے خریدنے میں مصروف کیا جاتا ہے جو بہت جلد قابل فروخت ہوتے ہیں؛ ان کے اطلاع قریب کے زر (یعنی عند الطلب قرضے) کی بھی خاصی مقدار رہتی ہے۔ لیکن حقیقی نقد بدست بالعموم بہت قلیل مقدار میں ہوتا ہے اور یہ صرف اسی قدر ہوتا ہے جتنا کہ روزمرہ کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہو؛ چنانچہ اس کی مقدار بالعموم امانتوں کے پانچ فی صد سے بھی کم ہوتی ہے۔[1] لیکن یہ بنک اس نقد بدست کے علاوہ

---

[1] انگریزی بنک (بجز بنک آف انگلینڈ اور سرمایۂ مشترک کے ایک بڑے بنک کے) اپنے نقد کو الگ الگ درج نہیں کرتے؛ بلکہ سب کو ایک ساتھ رکھتے ہیں کہ فوراً نقد ہونے والے ذرائع کی مجموعی مقدار کتنی ہے چنانچہ

مرکزی بنک کاری کے نظام

بنک آف انگلینڈ میں بھی کچھ نقد امانتاً رکھتے ہیں، اور اس رقم کو وہ بالکل نقد بدست کے مساوی تصور کرتے ہیں۔ حساب گھر کے نظام کے بیان کے سلسلے میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ بنک آف انگلینڈ (جس سے مراد صرف صیغہ بنک کاری ہے) ایسے واسطے یا وسیلے کا کام بھی دیتا ہے جس کے ذریعے سے بنکوں کے باہمی واجبات کا تصفیہ بھی حساب گھر کے اصول پر نقد کے بجائے چکوں کے ذریعے سے ہوتا ہے جو بنک آف انگلینڈ کے نام جاری کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر بڑا اور اہم بنک اس عظیم الشان مرکزی ادارے میں کچھ نہ کچھ نقد اپنے اپنے حساب میں جمع رکھتا ہے جس کی مقدار حساب گھر کے طے کردہ لین یا دین کے مطابق وقتاً فوقتاً گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے؛ لیکن اس مقدار کو خاصی بڑی حد تک ہمیشہ برقرار رکھا جاتا ہے۔ ان نقد فاضلات سے حساب گھر کے قرضوں کی ادائی کا کام لیا جاتا ہے جو عام بے اطمینانی کی صورت میں یا کسی خاص بنک کے لین داروں کے غیر معمولی مطالبات کی صورت میں ایک محفوظ سرمایہ اور ذخیرے کا کام بھی دیتے ہیں۔

اس طرح بنک آف انگلینڈ کے صیغہ بنک کاری میں ایسی رقمیں معتدبہ مقدار میں بطور امانت رہتی ہیں جو اس کے ذمے دوسرے بنکوں اور اداروں کو واجب الادا ہوتی ہیں؛ ایسی رقمیں بھی اس کے پاس بطور "امانت" رہتی ہیں جو تجارت کرنے والے گاہکوں یعنی بالعموم بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والی انجمنوں، کوٹھی کا کاروبار کرنے والوں، شغل اصل کرنے والے دلالوں اور درمیانی آدمیوں کو واجب الادا ہوتی ہیں۔ ان عظیم المقدار واجب الادا رقوم کے مقابلے میں بنک پر کوئی قانونی ذمہ داری اس بارے میں عائد نہیں ہے کہ وہ نقد کی کسی مقررہ مقدار کا ذخیرہ رکھے۔ پھر بھی روایات اور رسم و رواج کے لحاظ سے وہ اس بات کا پابند ہے کہ "سرمایہ محفوظ" یا نقد کا ذخیرہ اپنے پاس رکھے، اور یہی وہ نقد ذخیرہ ہے جس کو تجارتی طبقہ بنک کاری کے کل نظام کی اساس یا پشت و پناہ تصور کرتا ہے۔

362

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ان کا نقد، اطلاع قریب کا زر، دوسرے بنکوں میں ان کی امانتیں اور بالعموم کن سل بھی اسی ایک مجموعے میں شامل کئے جاتے ہیں۔ ان کے نقد ذخیرے کے متعلق محض تخمینی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مرکزی بنک کاری کے نظام

یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ نقد ذخیرہ واجب الادا رقوم کے ۴۰ یا ۵۰ فی صد کے مابین ہوگا؛ گویا یہ تناسب اس سے بہت زیادہ ہے جتنا روزمرہ کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس حد تک بنک کا انتظام محض نفع حاصل کرنے یا اساسی طور سے نفع حاصل کرنے کی غرض سے نہیں کیا جاتا؛ بلکہ رفاہ عام کے ادارے کی حیثیت سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ اپنے صیغہ اجرا کی طرح جس کا انتظام ازروئے قانون عمل میں آتا ہے، اپنے صیغہ بنک کاری کے ذریعے سے جو بروئے رسم و رواج منظم ہے، انگلستان کے زر کے نظام کی مضبوطی اور استواری کا ضامن و محافظ ہے۔

بنک کا کثیر نقد ذخیرہ اور اس کے نتیجے کے طور پر اس کی آزادی اور طاقت اس کو دو طریقوں سے امداد و معاونت کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اور نہ اس طرح کہ بنک ہر جمع کنندے کو جو نقد حاصل کرنا چاہے نقد ادا کر سکتا ہے؛ اور کسی ضرورتمند شخص کو جو اس سے قرضہ طلب کرے رقم بطور قرض دے سکتا ہے۔ قرضہ دینے کے معنی "امانتیں تخلیق کرنا" ہیں؛ اور امانتیں تخلیق کرنیکے معنی یہ ہیں کہ قرض گیرندہ کی ایک محفوظ حیثیت قائم کی جاتی ہے؛ یعنی اگر اس کو نقد رقم کی ضرورت ہو تو وہ لے سکتا ہے، اور اگر اس کے دوسرے لین دار اس پر اچانک طور سے یا کثیر رقم کا تقاضا کر بیٹھیں تو اس کو اپنے ذمے کی رقوم ادا کر سکنے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ بنک اس قسم کی امداد دوسرے بنکوں کو بھی ان کے آڑے وقت میں بشرطیکہ وہ دیوالیہ نہ ہوئے ہوں دے سکتا ہے۔ وہ عام تجارتی طبقے کو بھی مدد دے سکتا ہے؛ اگرچہ عوام کی براہ راست مالی اعانت کرنا ممکن نہیں ہے؛ لیکن وہ دوسرے بنکوں کی مالی اعانت کرکے بالواسطہ ان کے ذریعے سے عوام کی بھی ان کے مصیبت کے وقت میں مدد کرتا ہے؛ اس لیے کہ وہ بنکوں کو مدد کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

بنک اپنے نقد سرمایۂ محفوظ کو قائم رکھنے کی غرض سے اپنی شرح بٹہ کا تعین کرتا ہے؛ یعنی جب سرمایہ نامناسب حد تک گھٹ جائے تو وہ شرح بٹہ کو بڑھا دیتا ہے، اور جب سرمایہ ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے تو شرح کو گھٹا دیتا ہے۔ یوں تو ہر بنک قدرتی طور سے یہی حکمت عملی اختیار کرے گا؛ لیکن بڑے بڑے اور ملک کے

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام

سربرآوردہ ادارے جن کا یہ بنک خود ایک نمونہ ہے، اس حکمت عملی پر سب سے زیادہ استقلال اور شد و مد کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ بنک کی شرح بٹہ کے تغیرات تجارت خارجہ کے نظام سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا تعلق فلزی زر کی ایک ملک سے دوسرے ملک میں نقل پذیری سے بھی قریبی ہوتا ہے۔

صنعتی بحران کے زمانے میں اس تمام نظام کا عمل نہایت عجیب وغریب ہوتا ہے؛ اور اگرچہ بحران کے تفصیلی بیان کو آئندہ صفحات کے لیے ملتوی کر دینا ضروری ہے، لیکن ایسے زمانوں میں صیغۂ بنک کاری اور صیغہ اجرا میں جو خاص تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں ان کا یہاں بیان کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ 363
یہ عجیب وغریب تعلق حسب ذیل ہے:۔ جو تجویز بحران کی روک کے لیے اختیار کی گئی تھی، اسی کو ملتوی کر کے اس کے اثرات کو زائل کیا جاتا ہے۔

جب موجودہ نظام ۱۸۴۴ء میں قائم ہوا تو بحران کا سبب غیر منظم اجرا فرض کر کے یہ توقع کی گئی تھی کہ نوٹوں کے اجرا کی شدید تحدید بحران کو روکے گی لیکن تجربے سے فوراً یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ توقع بے بنیاد تھی۔ بحران متعدد دفعہ نمودار ہوئے اور اثرات کے لحاظ سے وہ پہلے کے مقابلے میں کم شدید نہ تھے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بحران کے زمانے میں جو دباؤ پڑتا تھا اس کا رخ صیغہ بنک کاری کی جانب ہو جاتا تھا۔ اور یہی بنک کا وہ شعبہ تھا جس کی جانب نقد کے لیے سب بنک جو اس میں امانت رکھتے تھے ہاتھ پھیلاتے تھے؛ اور یہی وہ مرکز تھا جس کی سمت ضرورتمند اور مصیبت زدہ بنک اور تجارتی کمپنیاں قرضہ حاصل کرنے کے لیے رجوع ہوتی تھیں۔ نتیجہ یہ کہ ۱۸۴۷ء کے بحران میں، یعنی ۱۸۴۴ء کے قانون کے منظور ہونے کے بہت تھوڑی مدت بعد، بنک کے صیغۂ بنک کاری کو دو قسم کے مطالبات کا سامنا کرنا پڑا، ایک تو نقد کا فراہم کرنا دوسرے قرضے دینا۔ اس بنا پر بنک نے ۱۸۴۴ء کے قانون کے عملدرآمد کا عارضی مدت کے لیے التوا حکومت سے منظور کروایا۔ یعنی اس نے قانون کی مقرر کردہ مقدار سے زائد نوٹوں کو فلزی بنیاد کے بغیر اپنے صیغہ اجرا سے جاری کرنے کا اختیار حاصل کیا۔

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ معمولی حالات میں صیغۂ بنک کاری کا تعلق صیغۂ اجرا سے ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ عوام کا ہوتا ہے۔ صیغہ بنک کاری میں جو نوٹ رہتے ہیں ان کی عندالطلب نقد ادائی کرنا صیغہ اجرا کے لیے ضروری ہوتا ہے، اور اس کے نقد زر کا بیشتر حصہ عام طور سے نوٹوں کی شکل ہی میں ہوتا ہے۔ لیکن جب قانون کا عملدرآمد ملتوی کردیا گیا تو صیغہ بنک کاری صیغہ اجرا میں تمسکات پیش کرکے مبادلۃً نوٹ حاصل کرسکتا تھا۔ اس طرح صیغہ اجرا مبنی بر تمسکات زائد نوٹوں کو صیغۂ بنک کاری کے حوالے کرکے شعبۂ مذکور کے نقد ذخیرے میں اس مقدار کی حدتک اضافہ کرتا تھا۔ صیغۂ اجرا پر کسی نے کبھی بدگمانی کی نظر نہیں ڈالی اور نہ اس کے خلاف کوئی بے اطمینانی پیدا ہوئی۔ بنک آف انگلینڈ کے جاری کردہ نوٹوں کی نیک نامی بدستور قائم ہے؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کی نیک نامی ۱۸۴۴ء کے بیشتر سے قائم چلی آرہی ہے۔ اس طرح قانون کا التوا ایک ایسے وسیلہ کا کام دیتا ہے جس سے صیغہ بنک کاری کو شدید علی ضرورت کے زمانے میں زر نقد کی زائد مقدار بہم پہنچتی ہے۔

گویا محض زر نقد زائد مقداریں حاصل کرنے کے اس امکان نے بے اطمینانی دور کرنے اور بحران کے اثر کو زائل کرنے کا کام انجام دیا۔ ایسے زمانے میں حقیقت میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ تحفظ ہے؛ یعنی یہ یقین و اطمینان کہ بوقت ضرورت مالی امداد مل جائے گی۔ مخلوق زر نقد نہیں چاہتی؛ بلکہ وہ یہ چاہتی ہے کہ عندالضرورت اسے زر نقد ملنے کا یقین حاصل ہوجائے۔ اس طرح قانون کے التواء کا اثر یہ ہوتا ہے کہ زر نقد کی زائد رسد جو امکانی لحاظ سے غیر محدود ہے صیغۂ بنک کاری کو مل جاتی ہے۔ محض اس بات کا علم کہ ایک ایسا ذریعہ بھی موجود ہے اعتماد کی بحالی کا موجب ہوتا ہے۔ درحقیقت بنک کو بے فلز کی بنیاد پر زائد نوٹ کثیر مقداروں میں جاری کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ قانون سب سے اول ۱۸۴۷ء میں ملتوی کیا گیا، اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں اور پھر ۱۸۶۶ء میں۔ اضطراب کے آخری زمانے میں التواء کا معاملہ زیر غور رہا، لیکن فی الواقع اس نے عملی صورت اختیار نہیں کی۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہدینا مناسب ہوگا کہ گزشتہ

364

باب ۲۱ مرکزی بنک کاری کے نظام

نصف صدی کے دوران میں بنک کو اپنی عام ذمہ داری کو جو عوام الناس کی جانب سے اس کے سر پر عائد کی گئی ہے کامل طور سے محسوس کرنے اور اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملا اور ابتدائی اضطراب کے حالات کا موثر طریقے سے اور مستعدی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تجربہ بھی حاصل ہوا۔

بحالت موجودہ بنک آف انگلینڈ کی ذمہ دارانہ حیثیت اس وجہ سے بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ وہ بنک آف فرانس کی طرح نہ صرف ایک خانگی ادارہ ہے، بلکہ اپنے اس بڑے حریف کے برعکس اس کا انتظام قطعاً سرکاری مداخلت کے بغیر انجام پاتا ہے۔ اس کا انتظام کرنے والے ساہوکار بھی نہیں ہیں۔ انتظام کی غرض سے ڈائرکٹروں کی ایک مجلس مقرر ہے، اور اس کی رکنیت کی لازمی شرط قدیم رسم کی رو سے یہ ہے کہ رکن ساہوکاروں کی جماعت سے نہ ہو۔[1] ارکان خود اپنی ہی جماعت میں سے دو آدمیوں کو بنک کا گورنر اور نائب گورنر منتخب کر لیتے ہیں، جن میں سے ہر ایک صرف دو سال کے لیے مقررہ خدمتوں پر مامور رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک بڑے اجتماعی بنک کے نظام کا خاکہ ارادۃً مرتب کرنا چاہے تو کبھی اس قسم اور پایہ کا ادارہ قائم نہیں ہو سکتا؛ حقیقت یہ ہے کہ قیاس استخراجی کی رو سے اس کو بدترین قسم کا انتظام خیال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی اکثر انگریزی اداروں کی طرح جنھوں نے امتحانی طور سے نشو و ترقی پائی اور جو قدیم روایات کی پابندیوں میں جکڑے رہے، یہ بنک فی الحقیقت نہایت خوبی کے ساتھ عمل کرتا ہے۔

۴۔ جرمنی کا شہنشاہی بنک، امپیریل بنک آف جرمنی یا ریش بنک ایک حد تک بنک آف انگلینڈ کے نمونے پر منظم ہے۔ لیکن اس کی تقلید کرنے میں بعض اعتبارات سے اصلاح و ترمیم کر لی گئی ہے؛ باایں ہمہ اس کا حقیقی عمل ان عظیم اختلافات سے بہت متاثر ہوا ہے جو ان دونوں ملکوں کے

[1] یہ بیان شرائط کا تابع ہے۔ اس قسم کے اشخاص جنھیں انگریز "تاجروں" کا لقب دیتے ہیں، لیکن جن کا کاروبار زیادہ تر بنک کاری کی نوعیت رکھتا ہے ڈائرکٹر بن سکتے ہیں۔

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام

365

کاروباری عادات و خصائل کے مابین پائے جاتے ہیں۔

شہنشاہی بنک ۱۸۷۵ء میں قائم ہوا اور انگلستان کی طرح یہاں بھی یہ توقع تھی کہ انجام کار وہی نوٹ جاری کرنے والا واحد ادارہ بن جائے گا۔ انگلستان کی طرح یہاں بھی نوٹ جاری کرنے والے بنکوں کو جو پہلے سے موجود تھے اجرائے نوٹ کی اجازت دی گئی؛ لیکن یہ اجازت بہت کچھ تحدید کے تابع تھی[1]۔ چنانچہ جتنے نوٹوں کا اجرا ان بنکوں کی جانب سے موقوف ہوتا رہا اتنے نوٹ ریشں بنک جاری کرتا تھا۔ اس طریق پر بتدریج ریشں بنک کو عملاً اجرائے نوٹ کا اجارہ حاصل ہوتا گیا یہاں تک کہ دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کی مجموعی تعداد اس بنک کے نوٹوں کے مقابلے میں ۱/۸ حصہ ہو کر رہ گئی۔ ریشں بنک کے لیے (اور چھوٹے بنکوں میں سے ہر ایک کے لیے بھی) بے فلزی بنیاد کے نوٹوں کی تعداد کو محدود رکھنے کا اصول قرار دیا گیا۔ ۱۹۰۹ء تک بنک ۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک کے نوٹ جاری کرسکتا تھا؛ جن کی بنیاد کے طور پر نقد زر رکھنا ضروری نہ تھا؛ لیکن اس مقدار سے زائد نوٹ جاری کرنے کی صورت میں ہر مارک کے نوٹ کے لیے مساوی القدر مارک نقد کی شکل میں ذخیرے میں رکھنا ضروری تھا۔

لیکن بے فلزی بنیاد کے نوٹوں کی تفصیلی تنظیم کا عمل انگریزی طریقے سے مختلف طریق پر انجام پاتا ہے۔ اولاً یہ ضروری نہیں ہے کہ فلزی بنیاد کے بغیر جاری کردہ نوٹوں کے لیے جو تمسکات رکھے جائیں وہ انگلستان کی طرح سرکاری تمسکات ہوں؛ یہ تمسکات معمولی بٹہ کٹے ہوئے کاغذ کی شکل میں بھی رکھے جاسکتے

---

[1] جرمنی میں نوٹ جاری کرنے والے دوسرے بنک صرف یہ ہیں:۔ اسٹیٹ بنک آف باویریا، اسٹیٹ بنک آف سکسنی، اسٹیٹ بنک آف ورٹمبرگ، اور اسٹیٹ بنک آف باڈن۔ ان کے بے فلزی بنیاد کے جاری کردہ نوٹوں کی مجموعی مقدار ۱۹۰۹ء میں ۶۸،۸۰۰،۰۰۰ مارک تھی۔ ان بنکوں کو اہل جرمنی بالعموم "خانگی بنک" کے نام سے موسوم کرتے ہیں؛ اور یہ محض "ریشں بنک" سے ان کو ممیز کرنے کی خاطر۔ لیکن متن میں جہاں کہیں ہم نے جرمنی کے "خانگی بنک" لکھا ہے وہاں ہمارا مطلب ان بنکوں سے نہیں ہے بلکہ ان متعدد خانگی حیثیت رکھنے والے غیر سرکاری بنکوں سے ہے جن کو نوٹ جاری کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

باب ۔۔۔ مرکزی بنک کاری کے نظام۔

ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ نوٹوں کے مقابلے میں نقد کا کوئی جداگانہ ذخیرہ نہیں رکھا جاتا۔ فلز کی بنیاد پر جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں جو نقد ذخیرہ ہے وہ کسی ایک جداگانہ شعبہ اجرا میں نہیں رکھا جاتا، اور نہ اس سے نوٹوں کا مبادلہ کرنے کا کام لیا جاتا ہے؛ بلکہ اس کو بنک صرف جملہ واجب الادا رقوم کے مقابلے میں عام نقد ذخیرے کی شکل میں رکھتا ہے۔ اگر یہ واجب الادا رقوم محض یا تقریباً سب کی سب نوٹوں کی شکل میں ہوتیں تو، یہ اختلاف اہم نہ ہوتا۔ اگر اس کے برعکس، ریش بنک، بنک آف انگلینڈ کی طرح ایک ہمہ گیر امانتی نظام کا مرکز ہوتا تو اس کی اہمیت بہت بڑھی ہوئی ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ صورت حالات ان دونوں کے بین بین ہے۔ ریش بنک میں امانتیں بکثرت جمع ہوتی ہیں؛ لیکن وہ قرضے جن شکلوں میں دیتا ہے ان کا بڑا حصہ نوٹوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور اس کے ذمے کی واجب الادا رقوم کا بیشتر حصہ نوٹوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ گو یہ ضروری ہے کہ اس کا نقد سرمایہ اتنا ہو کہ اس سے نہ صرف امانتوں کا بلکہ نوٹوں کا بھی تحفظ ہو، لیکن نقد سرمائے کی مقدار اتنی ہے کہ ان دونوں شکلوں کی رقوم واجب الادا کے مقابلے میں تحفظ کے لیے ضرورت سے بہت کافی زیادہ ہے۔ بنک آف فرانس کی طرح ریش بنک نے گزشتہ تیس سال کے دوران میں اپنے فلزی زر کے ذخیرے میں (خاص کر سونے کی شکل میں) بہت زیادہ اضافہ کر لیا ہے؛ اور اس قابل ہو گیا ہے کہ فلز کی بنیاد پر زیادہ مقدار میں نوٹ جاری کرے۔ اور یہ ترقی ایک حد تک آبادی اور دولت کے اضافے سے اور ایک حد تک خلایق کی اس روز افزوں عادت کی بنا پر رونما ہوئی ہے کہ فلزی زر کے بجائے کاغذی زر یا نیابتی زر زیادہ سے زیادہ استعمال کیے جا رہے ہیں۔

366

ریش بنک کی ایک اور نمایاں خصوصیت اجرائے نوٹ کے متعلق تغیر پذیر تحدید ہے۔ ریش بنک یا دیگر چھوٹے بنکوں کی جانب سے ایسے نوٹوں کا اجرا جو فلز پر مبنی نہ ہوں قطعی طور سے محدود نہیں ہے۔ وہ مقررہ حد سے زائد نوٹ جاری کر سکتے ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ زائد اجرا پر بحساب ۵ فی صد سالانہ

(۶) مرکزی بنک کاری کے نظام

محصول ادا کیا جائے[۱]۔ اس میں شک نہیں کہ یہ انتظامی طریق جس وقت اختیار کیا گیا تھا اس وقت عدیم النظیر تھا، لیکن اس کا محرک واضح طور سے انگلستان کا وہ بعدا طریق عمل تھا جو "قانون بنک" کے عارضی التوا کی شکل میں ضرورۃً اختیار کیا گیا تھا۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ایسا زمانہ بھی آئے گا جبکہ آزادی کے ساتھ نوٹ جاری کرنا بڑی حد تک پسندیدہ اور موزوں ہو سکتا ہے جرمنوں نے اس انتظام کو بحال خود قائم رکھا (اگرچہ اس میں انھیں نقصان برداشت کرنا پڑا)؛ اور اس کے قائم رکھنے کی شکل محصول کی ادائی تھی، جو اس قدر بھاری تھا کہ تاوقتیکہ حقیقت میں اجرائے نوٹ کی ضرورت دائی نہ ہو اس پر عمل پیرا ہونے میں وہ مزاحمت پیدا کرتا تھا۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ زائد اجرا جس پر بھاری محصول عائد کیا گیا تھا، ایک عارضی مگر شدید ضرورت کو پورا کرتا تھا۔ لیکن جرمنی جیسے ملک میں، جہاں امانتی بنک کے کاروبار نے بہت کم نشو و ترقی پائی ہے، اس کا عمل ایسے حالات کے تحت وقوع پذیر ہوتا ہے جو انگلستان کے حالات سے بہت مختلف ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ زائد نوٹ جاری کرنے کے طریق کو ریش بنک نے اکثر استعمال کیا ہے، اور وہ خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ قوم کو بنکوں کی جانب سے قرضے کی صورت میں زر کی کثیر مقدار میں ضرورت تھی بہت کارآمد ثابت ہوا۔ لیکن اس کا استعمال انگلستان کے قانون کے التوا یا قانون کو ملتوی کرنے کی دھمکی کی طرح مالی اضطراب کا پیش خیمہ یا علاج نہ تھا۔

ملک کے عام بنک کاری کے نظام سے تعلق کی حد تک ریش بنک، بنک آف انگلینڈ سے اس قدر مماثلت نہیں رکھتا جس قدر کہ بنک آف فرانس سے رکھتا ہے، اگرچہ اکثر اعتبارات سے وہ اپنے مخصوص طریقوں پر عمل پیرا ہے۔

---

[۱] لیکن ریش بنک کو سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک مزید قانون کی رو سے یہ اجازت حاصل ہوئی کہ محصول ادا کیے بغیر وہ مارچ، جون، ستمبر اور دسمبر کے مہینوں کے آخر میں ۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مارک کے نوٹ جاری کر سکتا ہے۔ اس زمانے کے لیے اجازت دینے کا مقصد محض یہ ہے کہ سہ ماہی ادائیوں کے سلسلے میں اس زمانے میں مانگ عام طور سے بڑھ جاتی ہے۔

باب ۵ مرکزی بنک کاری کا نظام

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، جرمنی میں انگلستان کی طرح امانتوں اور چکوں کا وسیع پیمانے پر استعمال نہیں ہوتا؛ اور نہ وہاں امانتوں کی شکل میں بنک کے ذمے کثیر رقوم واجب الادا ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہاں فرانس کے مقابلے میں پھر بھی امانتوں کا استعمال زیادہ وسیع پیمانے پر ہوتا ہے، نہ صرف ریش بنک بلکہ بڑے بڑے خانگی بنکوں نے بھی اس قسم کے بنک کے کاروبار کو فروغ و ترقی دینے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے، اور اس کے نتائج بھی عمدہ برآمد ہوئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ نتائج ایسے عظیم الشان نہیں ہیں جیسے کہ انگریزی بولنے والے ملکوں میں از خود رونما ہوے ہیں۔ چونکہ خانگی بنک رسم و رواج کی بنا پر امانتوں کا وسیع استعمال کرنے سے معذور ہیں، اور از روئے قانون وہ نوٹ جاری نہیں کر سکتے؛ اس لیے وہ مالی امداد کے لیے ریش بنک کی جانب رجوع ہوتے ہیں اور تجارتی قرضے حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ جرمنی میں بحیثیت مجموعی جتنے تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹا جاتا ہے اس کا تقریباً نصف حصہ زیادہ تر دوسرے بنکوں کی جانب سے دوبارہ بٹہ کٹنے کے بعد ریش بنک کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ ریش بنک نے جرمنی میں وسیع پیمانے پر متعدد شاخیں قائم کر کے ان کے ذریعے سے آزادانہ مبادلات میں بہت بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں؛ اس نے صنعتوں کی بڑی حد تک خدمت کی ہے؛ اور یہ خدمت ایسی قوت و توانائی اور عزم راسخ کے ساتھ انجام دی گئی ہے جو موجودہ نسل کے جرمنوں کی خصوصیت خاصہ ہے۔ بنک آف فرانس کی طرح، اگرچہ یہ بنک ایک خانگی بنک ہے، لیکن اس کے انتظام کے لیے حکومت کی جانب سے اشخاص مقرر کیے جاتے ہیں، عوام کے دیگر بڑے بنکوں کی طرح اس کا انتظام انفرادی یا ذاتی منافعے کی بجائے رفاہ عام اور عام مفاد کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

367

۵۔ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے زمانے میں ان سب بڑے اداروں کی توجہ ان کے معمولی افعال انجام دینے سے ہٹا کر جنگ کے اغراض میں کام کرنے کی جانب پھیر دی گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ یہ چیز ایک حد تک متوقعہ تھی، اور اس کے متعلق تدابیر بھی اختیار کیے گئے تھے۔ خاص کر براعظم یورپ کے

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

بنکوں کو ایسی سرکاری ایجنسیاں تصور کیا گیا تھا جن کا مقصد جنگ اور امن کے زمانے میں یکساں طور سے خدمت انجام دینا تھا۔ سونے کا ایک کثیر المقدار ذخیرہ فراہم کرنے کا عمل فرانس اور جرمنی دونوں ملکوں میں ایک مدت دراز سے جاری تھا، اور اس فراہم کردہ ذخیرے کو فوجی ساز و سامان کا ایسا ذخیرہ خیال کیا جاتا تھا جو مستقبل میں کارآمد ہوگا۔ جنگی اور سیاسی اغراض کے لیے اسکے افادے اور اثر کے متعلق بہت مبالغہ آمیز خیالات قائم کئے گئے تھے۔ سونے کے بارے میں ایک طرح کا توہم پیدا ہو گیا تھا، اور اس کو بہت اہمیت دی جاتی تھی؛ کہ گویا محض چند کروڑ طلائی سکوں کی تملیک جنگی تیاری کو بڑھا دے گی۔ فی الحقیقت یہ سونا انجام کار اس حد تک جس حد تک کہ وہ ممالک غیر سے اشیا حاصل کرنے کے معاوضے میں باہر بھیجا گیا فوجی اغراض میں صرف ہوا؛ ورنہ جنگ کے لیے وہ کسی دوسرے طریقے سے کارآمد نہ تھا، بجز اس کے کہ ایک مدت کے لیے ایک موہوم سا جذبہ یہ پیدا کر دے کہ بعض پوشیدہ اسباب کی بنا پر وہ قوت کا ایک ستون اور رکن ہے۔ بنکوں نے جو مادی خدمت انجام دی وہ دوسرے طریقوں سے انجام دی گئی۔ محاصل اور تمسکات کی آمدنی کی توقع میں وہ حکومت کے لیے قلیل المدت قرضہ جات حاصل کرنے کا وسیلہ یا ذریعہ تھے؛ اور سب سے بڑھ کر وہ غیر بدل پذیر کاغذ جاری کرنے کا وسیلہ تھے، جو عارضی طور سے ایک موثر ذریعہ ثابت ہوا اگرچہ انجام کار اس سے مضر اور تباہ کن اثرات رونما ہوئے۔

368

یہ بیان ہو چکا ہے کہ زر کاغذی کا استعمال کس حد تک کیا گیا۔ فلزی صورت میں ادائی کرنے کے طریق کو موقوف کرنا اور غیر بدل پذیر نوٹ جاری کرنا جنگ کے ناگزیر حادثات خیال کئے جاتے تھے؛ نہ صرف اس وجہ سے کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں بنکوں اور خزانوں پر عام یورش ہونے کا امکان تھا اور اس طرح فلزی ذخائر کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا؛ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ بنکوں کی جانب سے حکومت کو قرضہ دیا جانا ہی ایک واحد مالی ذریعہ تھا جس سے فی الفور بڑے پیمانے پر استفادہ کیا جا سکتا تھا۔ انگلستان میں ان قرضوں کی شکل زیادہ تر امانتی اعتبار تھی؛ جرمنی اور فرانس میں قرضے زیادہ تر بنک کے نوٹوں کی شکل میں حاصل کئے گئے۔ اگرچہ انتظام

§ ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

اچھی طرح احتیاط کے ساتھ کیا جائے تو اس قسم کے قرضے دینے سے حکومت کے خزانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی جا سکتی ہے، اور عوام کے حق میں بھی کوئی مضر نتائج رونما نہیں ہوتے۔ چنانچہ فرانس کے ابتدائی تجربے میں ایسا ہی ہوا تھا۔ ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں بنک آف فرانس کے نوٹ اس طریق پر استعمال کیے گئے کہ ان سے مالی مشکلات کو حل کرنے میں بڑی مدد ملی، اور پھر بھی زائد اجرا کے نقائص رونما نہیں ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جب جنگ چھڑی تو جرمنی کے ذہن میں بھی کچھ اسی طرح کا خاکہ تھا، کہ عارضی مدت کے لیے غیر بدل پذیر زر کاغذ جاری کیا جائے گا، قلیل مدت کے لیے جنگ جاری رہیگی، اس کے اختتام پر معمولی حالات کی جانب سرعت کے ساتھ عود کیا جائے گا اور از سر نو طلا کی بنیاد قائم کر دی جائے گی، مفتوحہ قوموں سے وصول کردہ تاوان جنگ سے جنگی مصارف ادا کیے جائیں گے اور اس طرح کل معاملات کا تصفیہ ہو جائے گا۔ لیکن جنگ عظیم کے طول کھینچنے کی وجہ سے اس قسم کی تمام تجاویز اور اندازے درہم و برہم ہو گئے۔ بنک آف جرمنی اور بنک آف فرانس سے کروڑوں بلکہ اربوں مارک اور فرانک بطور قرض حاصل کیے گئے؛ نتیجہ یہ ہوا کہ ان بڑے اداروں کے معاملات ان کی متعلقہ حکومتوں کی قسمتوں سے ناگزیر طریقے پر وابستہ ہو کر رہ گئے، اور ان کی سرگزشت اس پرآشوب زمانے کی عام مالی اور سیاسی تاریخ کا جزو بن گئی۔

بنک آف انگلینڈ دوسرے بڑے بنکوں کے مقابلے میں اس قسم کی الجھن اور مصیبت میں نسبتہً کم گرفتار ہوا؛ جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ برطانوی حکومت اس قدر شدید مالی مشکلات میں مبتلا نہ ہوئی تھی۔ بظاہر فلز کی صورت میں ادائی کے طریق کو بنک نے موقوف نہیں کیا، اور نہ اس نے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے زائد مقدار میں نوٹ جاری کیے۔ گو فلزی ادائی کا طریق باقاعدہ طور سے موقوف نہیں کیا گیا، لیکن جس واحد غرض کے لیے (یعنی برآمد کے لیے) سونا طلب کیے جانے کا امکان تھا، اسے ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ اہم یہ امر تھا کہ امانتوں کی مقدار بڑھ گئی تھی؛ اور اس شکل میں جتنی قوت خرید دستیاب ہو سکتی تھی وہ سب قرضوں کی صورت میں حکومت کی امداد

باب ۲۶
مرکزی بنک کاری کے نظام
369

کے لیے پیش کر دی گئی تھی۔ اسی کے ساتھ حکومت نے خود اپنا زر کاغذی (خزانے کے نوٹ) چھوٹی چھوٹی رقموں کے لیے جاری کیا تاکہ روزمرہ کے استعمال میں جو کام پہلے ساورن سے لیا جاتا تھا وہ ان سے لیا جا سکے۔ بنک سخت شرائط کے تحت اس غیر بدل پذیر زر کاغذی کا تقسیم کنندہ اور منتظم بن گیا۔ اس طرح انگلستان میں جو تدابیر اختیار کئے گئے تھے وہ براعظم کے طریقوں سے مختلف تھے؛ یہاں نوٹوں کا اجرا اتنی کثیر مقدار میں نہیں ہوا اور ان کی قیمت بھی کم گھٹی؛ لیکن نتیجہ یکساں تھا: یہ عظیم الشان بنک اپنے مسلمہ حقوق و وقار کے باوجود مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے زائد اجرائے زر کا ایک وسیلہ بن گیا۔

۶۔ ان تلخ تجربات کا ایک دیرپا نتیجہ ممکن ہے کہ یہ ہو کہ چھوٹے موٹے پیمانے کے کاروبار کے لیے زر کاغذی کے استعمال میں مستقل تغیر واقع ہو جائے۔

زر رواں میں سونے کی مقدار کی اضافی کثرت کے بارے میں اہل الرائے حضرات کے خیالات کی رو عجیب و غریب رہی ہے۔ جیسا کہ کسی پچھلے باب[1] میں بیان کیا جا چکا ہے، یورپ کے ملکوں میں مدت سے یہ میلان رہا ہے کہ زر کاغذی بڑی رقوم کی حد تک جاری کیا جائے، تاکہ اس طرح روزمرہ کے لین دین کے لیے سونے کے سکّے استعمال ہوتے رہیں۔ چنانچہ انگلستان میں ساورن، فرانس میں نپولین (۲۰ فرنک کے سکے) جرمنی میں ۲۰ مارک کے سکے چھوٹے موٹے کاروباروں میں کثیر مقدار میں استعمال کئے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس صورت حالات کو اکثر علمائے معاشیات اور قانون دان ملک مضر خیال کرنے لگے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ زر کاغذی کیوں نہ استعمال کیا جائے؟ انگلستان میں ایک پونڈ کے نوٹ جاری کرنے کے بارے میں بہت زور دیا جا رہا تھا، جیسا کہ اسکاٹ لینڈ میں مدتوں سے عادۃً عمل ہو رہا تھا، اور نوٹوں نے وہاں پونڈوں کی جگہ لے لی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ اس طرح جو سونا

---

[1] باب ۲۴۔

باب ۲۶ مرکزی بنک کاری کے نظام

گردش کرنے سے بچ رہے اس کو بنک آف انگلینڈ کے حوالے کر دیا جائے تاکہ بنک کے ذخیرۂ طلا کو اس سے تقویت پہنچے۔ فرانس اور جرمنی میں بھی اسی پالسی کی تائید کی گئی۔ اکثر لوگ خیال کرتے تھے کہ سونے کے سکوں کے بڑے بڑے مرکزی ذخیرے قائم کرنے کی بنا پر صرف زر کاغذی استعمال کرنے میں کفایت نہ ہوگی، بلکہ اس کے علاوہ دوسری سہولتیں بھی حاصل ہوں گی۔ یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ بین الاقوامی تجارت اس وقت زیادہ سہولت کے ساتھ اپنا عمل کرنے لگے گی جبکہ سونے کا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا صرف ایک مرکزی بنک سے دوسرے مرکزی بنک میں منتقل ہونے کے مرادف ہوگا اور ملک کے اندر مبادلے کے انتظام میں اس سے کوئی تغیر نہ واقع ہوگا۔ یہ بیشک بہت بڑی سہولت تھی، مگر یہ نقائص سے بھی کسی حال خالی نہ تھی۔[1] علیٰ ہذا یہ خیال بھی (جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے) کچھ کم موثر نہ تھا کہ سونے کے کثیر ذخیرہ کا بآسانی دستیاب ہو سکنا فوجی اور سیاسی طاقت کا ایک سرچشمہ تھا! یا یوں کہو کہ زمانہ جنگ اور زمانہ امن کی شدید ناگہانی ضرورتوں کے مقابلے کے لیے ایک طرح کی تیاری تھی۔ بہرکیف مرکزی بنکوں میں یا انھی کے مماثل مخزنوں میں سونے کے ذخائر قائم کرنے کے طریق کو اکثر حلقوں میں پسند کیا گیا، حتیٰ کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑنے سے پیشتر ہی اس کی طرف چھوٹی رقموں کے نوٹ زیادہ کثیر مقدار میں استعمال کر کے اقدام کیا گیا تھا۔

370

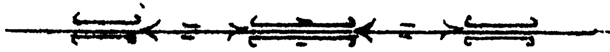
جیسے جیسے سونا جنگ کرنے والے ملکوں میں گردش سے غائب ہوتا تھا ویسے ویسے روزمرہ کے کاروبار کے لیے مناسب رقموں کے نوٹوں کو ضرورۃً جاری کرنا پڑا۔[2]

[1] بین الاقوامی ادائیوں کی بحث کے سلسلے میں اس موضوع کی تفصیلی بحث کے لیے دیکھو باب (۴۲)۔

[2] یہی صورت حال چاندی کے سکوں اور دیگر ذیلی سکوں کی تھی۔ جب زر کی قدر و قیمت گھٹتے گھٹتے یہاں تک نوبت پہنچی (جیسا کہ فرانس، جرمنی اور اٹلی میں ہوا) کہ چاندی کے سکوں کو پگھلانا منفعت بخش ثابت ہوا تو یہ سکے رواج سے غائب ہو گئے، باوجودیکہ سکہ پگھلانے کی سخت ممانعت تھی اور سخت سزائیں تجویز کی گئی تھیں؛ اور ریزگاری کی نامناسب قلت کو رفع کرنے کی غرض سے چھوٹی رقموں کے نوٹ جاری کرنے پڑے۔ قیمت زر کی تخفیف کی تقریباً سب صورتوں میں حکومتیں اس صورت حال کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہیں؛ چنانچہ چھوٹی رقموں کا زر کاغذ اس طرح متعدد شہروں کی جانب سے یا مقامی جماعتوں کی جانب سے بلکہ بعض اوقات خانگی اشخاص کی جانب سے بھی جاری کیا جاتا تھا۔ اس قسم کے ناجائز یا نیم ناجائز اجرا کا تجربہ زر کے تجربات کے عجائب و غرائب میں سے ہے۔ جس وقت قدر زر کی تخفیف ایسی انتہائی صورت اختیار کر لے وہاں مناسب و معقول طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے سکوں کے لیے چاندی سے بھی ارزاں فلز یا کھوٹ استعمال کیا جائے۔ چھوٹی رقموں کے کریہ المنظر اور چھوٹے نوٹ ناقابل برداشت مہملات ہوتے ہیں۔

۲۶ الف — مرکزی بنک کاری کے نظام

اس قسم کا زر کاغذی اگر مستقل مدت کے لیے نہیں تو ایک مدت دراز تک یقیناً رواج میں رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء سے پیشتر انگلستان، فرانس اور جرمنی میں جملہ شعبوں میں جتنے سونے کے سکے رائج تھے ان کی جگہ پر کرنے سے آئندہ عود یا ادائی فلزی کی کوشش اور زیادہ دشوار ہو جاتی۔ اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی بڑی حد تک قابل لحاظ تھا کہ گزشتہ زمانے میں اس قسم کے زر کاغذ کے ذاتی نقائص کے بارے میں جو خیالات قائم کیے گئے تھے وہ متزلزل ہو چکے تھے؛ چنانچہ یہ امر ناگزیر ہو گیا تھا کہ سونے کے کاغذی نمائندے یورپ کے سب سے زیادہ قدامت پرست ملکوں میں بھی اسی آزادی کے ساتھ استعمال کئے جائیں جس طرح کہ ریاستہائے متحدہ میں کئے جاتے تھے جہاں ایک مدت دراز سے چھوٹی رقموں کے نوٹ استعمال کرنے کے طریق پر عمل ہو رہا تھا۔



371

باب بست و ہفتم

ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

(۱) قدیم قومی بنک کا طریق؛ اجرائے نوٹ کی ضمانت کے طور پر تمسکات (بونڈ)۔(۲) امانتوں کی تنظیم؛ قدیم طریقے کے تحت سرمائیہ محفوظ کے لوازم۔ اس کے محاسن و نقائص۔ (۳) وفاقی سرمائیہ محفوظ کا نظام؛ وفاقی سرمائیہ محفوظ کی مجلس اور وفاقی سرمائیہ محفوظ (فڈرل رزرو) کے بنک۔ (۴) نوٹ جاری کرنے کا نیا طریقہ؛ فڈرل رزرو بورڈ کے وسیع اختیارات۔ (۵) سرمائیہ محفوظ کے لوازم؛ ایک مستحکم و مضبوط سرمائیہ محفوظ قائم کرنے کی کوشش۔ (۶) زمانۂ جنگ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں اس نظام کا عمل؛ مقتدر و با اختیار حیثیت کا عاجلانہ حصول۔ (۷) آیا بنک کے نوٹوں کے قابضوں کو کسی خاص تحفظ کی ضرورت ہے؟

۱۔ ریاستہائے متحدہ کی تاریخ کے بیشتر حصے میں، اور اس سے بھی زیادہ خاص کر خانہ جنگی کے اختتام کے بعد سے ۱۹۱۴ء تک نصف صدی کے دوران میں ریاستہائے امریکا بنک کاری کے نظام لامرکزیت کی سب سے اہم مثال پیش کرتی ہیں۔ لیکن قانون سرمائیہ وفاقی (فڈرل رزرو ایکٹ) نے، جو ۱۹۱۳ء میں منظور ہوا اور ۱۹۱۴ء میں نافذ کیا گیا، اس کو ایسے نظام میں مبدل کر دیا جو ایک حد تک مرکزی تھا اور ایک حد تک غیر مرتکز۔ قدیم انتظامات کی موجودگی ہی میں ان کی جگہ جدید انتظامات

باب ۲۲ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

اور لوازم عائد کردیے گئے۔ اس کے نتیجے کے طور پر جو صورت حال رونما ہوئی اس کو بیان کرنے کا بہترین طریق یہ ہو سکتا ہے کہ اولاً سابقہ قومی بنک کاری کے نظام کی تشریح کی جائے اور اس کے بعد یہ بتایا جائے کہ اس کو نئے سانچے میں کس طرح ڈھالا گیا۔

ابتداءً جو قوانین وضع ہوئے تھے ان کے تحت صرف قومی بنکوں کو کاغذی زر کے اجرا کی اجازت تھی۔ ان کے سوا دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کو موقوف کرنے کی غرض سے ان پر ایک بھاری محصول عائد کیا گیا تھا جس سے ان کے اجرا میں مزاحمت پیدا کرنا مقصود تھا۔ قومی بنک سرکاری تمسکات (بونڈ) کو ریاستہائے متحدہ کے خزانۂ عامرہ میں بطور ضمانت رکھ کر نوٹ جاری کر سکتے تھے۔ یہ تمسکات ان ہی بنکوں کی فرداً فرداً امانت اور ملک سمجھے جاتے تھے اور ان پر بنکوں کو سود ملتا تھا۔ نوٹ تمسکات کی قیمت مساوات (par value) کی حد تک جاری کیے جا سکتے تھے؛ لیکن ان کی بازاری قیمت سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تمسکات کی تحویل اس امر کی ضمانت تھی کہ اگر بنک دیوالیہ ہو جائے یا کاروبار بند کر دے تو ان کے ذریعے سے نوٹوں کی ادائی کی جائے گی۔ ایسی صورت میں خزانہ، تمسکات کو فروخت کرتا تھا؛ اور ان کی قیمت مساوات سے اوپر جو بڑھوتری وصول ہوتی اس کو بنک کے حوالے کر دیتا تھا؛ یا بنک خود (براہ راست یا دیوالیہ ہو جانے کی صورت میں اپنے مختار کی وساطت سے) اپنے ان جاری کردہ نوٹوں کی قیمت جو گردش میں ہوں، بشکل نقد خزانے کو ادا کر سکتا تھا، اور اس طرح اپنے تمسکات کو واپس حاصل کر سکتا اور ان سے حسب دلخواہ کام لے سکتا تھا۔ اس ضمانت کے سوا جو تمسکات کی شکل میں رکھوائی جاتی تھی، ہر بنک کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے جاری کردہ نوٹوں کا ۵ فی صد نقد ذخیرے کی صورت میں خزانے میں رکھے، تاکہ اگر نوٹ خزانے میں پیش ہوں تو ان کی اس سے ادائی کی جا سکے۔ جہاں تک بنک کی جائداد کے ایک خاص جزو کو نوٹوں کی ضمانت کی غرض سے الگ رکھنے اور اسی غرض واحد کے لیے مخصوص کرنے کا تعلق ہے، یہ انتظام بنک آف انگلینڈ کے انتظام سے کسی حد تک

372

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

مماثلت رکھتا تھا۔ قومی بنکوں کی جانب سے اس طرح جو جائداد حکومت کے پاس مکفول کرائی جاتی تھی وہ تقریباً سب کی سب تمسکات پر مشتمل ہوتی تھی اور نقد کا جزو بہت تھوڑا ہوتا تھا؛ بنک آف انگلینڈ کے لیے زیادہ تر نقد رقم بطور کفالت رکھنی پڑتی ہے، اور تمسکات کا جزو بہت کم ہوتا ہے۔ نوٹوں کے اجرا کی مجموعی مقدار پر کوئی حد بندی قائم نہیں کی گئی تھی۔ لیکن ہر بنک پر انفرادی طور سے بندش قائم تھی؛ یعنی: وہ صرف اسی مقدار کی حد تک نوٹ جاری کر سکتا تھا جتنی مقدار کے تمسکات اس نے خزانے میں مکفول کرائے تھے یا وہ زیادہ سے زیادہ اپنے مجموعی اصل کی مقدار کی حد تک جاری کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی کوئی تحدید نہیں کی گئی تھی کہ بحیثیت مجموعی بنک کتنی مقدار میں نوٹ جاری کر سکتے ہیں۔

ان سخت انتظامات کے ذریعے سے قومی بنکوں کے نوٹوں کی حیثیت بلاشبہ بہت محفوظ ہو گئی اور ان کے زر قانونی میں بدل پذیر ہونے کی ضمانت بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے مقابلے میں کسی طرح کم نہ تھی۔ اس لحاظ سے وہ موخر الذکر نوٹوں کی طرح آزادی کے ساتھ گردش کرتے تھے، اور بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی طرح جاری کرنے والے بنک میں عوام کی جانب سے ان کے پیش ہونے کا بھی امکان کم تھا۔ یہ موافق صورت حالات ناگزیر طور پر اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ نوٹ کی بنیاد مستحکم ہو اور اس کے جاری کرنے میں حد سے زیادہ قدم آگے نہ بڑھایا جائے۔ ہر شخص اس کو بلا تامل زر کی حیثیت سے قبول کرے گا اور اس سے دوسرے شخص کے مطالبات کی ادائی کرے گا۔ اس کے ساتھ زر کا سا سلوک صرف ہر فرد ہی نہیں کرے گا؛ بلکہ ہر بنک ہمیشہ کے لیے اس کو زر تسلیم کرے گا؛ اور روزمرہ کے لین دین میں اسی کا استعمال کرے گا۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات قومی بنکوں نے زر کی جگہ اس کو استعمال کرنے میں مختلف نوٹوں میں کسی قدر امتیاز اور فرق قائم کر رکھا تھا؛ یعنی فلزی سکے یا ایسے نوٹ ادا کرنے کی بجائے جو زر قانونی تھے قومی بنک، اپنے یا اپنے جیسے دوسرے قومی بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں سے ادائی کرنے کو ترجیح دیتے تھے؛ اس لیے کہ زر قانونی خواہ نوٹ ہو یا فلزی سکہ امانتوں کے مقابلے میں محفوظ ذخیرے کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن کبھی ایسا اتفاق

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

نہیں ہوا کہ قومی بنکوں کے نوٹ جاری کرنے والے بنک میں بغرض مبادلہ پیش کیے گئے ہوں۔ قومی بنک کے نوٹ ایک مرتبہ جاری ہو جانے کے بعد مسلسل گردش میں رہتے تھے؛ اور اس امر کا ان کی گردش پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا تھا کہ ان کو جاری کرنے والے بنک کی ساکھ کیسی ہے؛ اور آیا بڑی حد تک ویسے ہی حالات 373 اب بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں جن کی بنیاد پر وہ ابتداءً جاری کیے گئے تھے۔

۲۔ قومی بنک کاری کے نظام کی ایک بالکل مختلف خصوصیت اس کی امانتوں کی تنظیم تھی۔ کوئی دوسرا ملک امانتوں کا اس طرح استعمال نہیں کرتا جس طرح کہ ریاستہائے متحدہ کرتی ہیں۔ پچھلے باب میں بنک کاری کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا اس کی نمایاں مثال یہاں کے نظام میں ملتی ہے جو ملک کے کل معاشی معاملات میں دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اور یہاں قانون کے ذریعے سے اس نظام کی تنظیم عدیم المثال طریق پر کی گئی ہے؛ کسی دوسرے ملک نے امانتی بنکوں کے کاروبار کے مسئلے کو براہ راست آئین و قوانین کے ذریعے سے حل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔

قومی بنکوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ امانتوں کے مقابلے میں ایک مقررہ "سرمایۂ محفوظ" قائم کریں۔ مختلف مقامات کے بنکوں کے لیے مختلف قسم کے لوازم رکھے گئے تھے؛ اور عام اصول یہ قرار دیا گیا تھا کہ بڑے مالی مرکزوں میں ذخیرے کی مقدار زائد رکھی جائے، اور چھوٹے مرکزوں میں مقدار اس سے کم رکھی جائے۔ اس مقصد کے لیے قدیم نظام کے تحت بنک تین حصوں یا قسموں میں تقسیم کیے گئے تھے۔ نظام وفاقی سرمایۂ محفوظ[1] کے تحت بھی اس تقسیم کو برقرار رکھا گیا، بلکہ قدیم نام بھی بحالت خود قائم رکھے گئے اگرچہ ان کی سابقہ اہمیت ان سے چھن گئی۔ پہلی قسم "مرکزی محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے تین شہروں" یعنی: نیویارک، شکاگو اور سینٹ لوئی پر مشتمل تھی؛ اور ان میں بھی نیویارک میں اس کی فوقیت اور اہمیت کے اعتبار سے سب کا مرکزی سرمایہ رکھا گیا تھا۔ دوسری قسم میں

---

[1] (Federal Rcserve System)

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

"محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے شہر" تھے؛ جو خاصے بڑے مرکز تھے اور ان کی تعداد ۴۰ یا ۵۰ تھی[۵]۔ سب سے آخری یعنی تیسری قسم میں بقیہ بنک شامل تھے جنھیں عام طور سے "دیہاتی بنک" کہا جاتا تھا۔ عام طور سے پہلی اور دوسری قسم کے بنکوں کے لیے ان کی اپنی امانتوں کے مقابلے میں ۲۵ فی صد نقد سرمایہ محفوظ رکھنا لازمی تھا؛ اور تیسری قسم کے بنکوں کے لیے صرف ۱۵ فی صد نقد ذخیرہ رکھنا ضروری تھا۔ لیکن "دیہاتی بنکوں" کو اس بات کی اجازت تھی کہ اپنے نقد ذخیرے کے بڑے حصے کو نقد بدست کی شکل میں نہ رکھیں، بلکہ دوسرے بنکوں میں (یعنی سرمایہ کے شہروں میں یا مرکزی سرمایہ کے شہروں کے قومی بنکوں میں) بطور امانت رکھیں۔ اور اسی کے ساتھ سرمایہ کے شہروں کے متعدد بنکوں کو بھی اسی کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے سرمایہ کے تقریباً نصف حصے کو تین مرکزی شہروں کے قومی بنکوں میں بطور امانت رکھیں۔ صرف موخرالذکر (یعنی مرکزی سرمایہ کے شہروں کے بنکوں) کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا تھا کہ وہ کل سرمایہ نقد کی شکل میں اپنے پاس رکھیں۔ نتیجہ یہ کہ ایک طرف کی کسر دوسری طرف پوری ہوگئی تھی۔ دیہاتی بنک ضروری سرمایہ کے جزو کو نقد کی شکل میں نہیں رکھتے تھے، بلکہ دوسری قسم کے بنکوں میں رکھتے تھے؛ اور یہ دوسری قسم کے بنک سرمایہ کا ایک جزو نقد کی شکل میں نہیں رکھتے تھے بلکہ پہلی قسم کے بنکوں میں بطور امانت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے موخرالذکر بنکوں میں اور سب سے بڑھ کر نیویارک کے بنکوں میں نقد کا اور ذمہ داری کا سب سے زیادہ ارتکاز ہوا تھا۔ 374

نیویارک کے قومی بنکوں نے اور ان میں بھی خاص کر بڑے بڑے اداروں نے جو بیرونی بنکوں کی رقم دوبارہ امانت رکھنے کا کاروبار انجام دیتے تھے، ایک ایسی حیثیت اختیار کرلی تھی جو بنک آف انگلینڈ کی حیثیت کے مماثل تھی؛ چنانچہ آزاد نقد کی جتنی مقدار حقیقت میں دستیاب ہوسکتی تھی اس کے وہ امین اور اس پورے حسی نظام کے عصبی مرکز تھے۔ بڑے شہروں میں اس قسم کا تھوڑا بہت ارتکاز

۵۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں ان کی تعداد ۴۷ تھی۔

ریاستہائے متحدہ کا بینک کاری کا نظام

ناگزیر ہے۔ تمام ملکوں میں اور خاص کر ان میں جہاں امانتی بنکوں کا کاروبار اعلیٰ درجے کا ترقی یافتہ ہے، ہر بیرونی بنک کے لیے ضروری ہے کہ مالی مرکز سے اتصال رکھے، وہاں اپنا حساب رکھے اور اسی کی وساطت سے مطالبات کی ادائی کرے۔ نقل پذیر رقمیں اس قسم کے ہر مرکز مثلاً لندن، پیرس، برلن، فرنک فرٹ اور نیویارک میں آکر جمع ہوتی ہیں۔ نیز اس قسم کے ہر مرکز میں نہ صرف خود بنکوں کے لیے بلکہ ان اشخاص کے لیے بھی جنھیں عوام کے اغراض کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے بعض مشکل مسائل بھی پیش آتے ہیں۔ ایسے بنکوں کو، جو نقل پذیر رقموں کے لیے ذمہ دار ہوتے ہیں اور جن کے نام لازمی طور سے بڑی بڑی رقموں کے ڈرافٹ دفعتہً لکھے جاسکتے ہیں، نقد ذخیرے یا اثاثے کی کثیر مقدار یا تو اپنے پاس یا اپنی رسائی سے قریب رکھنی پڑتی ہے، تاکہ ان تیار رقوم سے ہر وقت کام لیا جاسکے۔ سرمایہ کو محفوظ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ صرافے کے تمسکات کی مساوی القدر ضمانت پر قرضہ دیا جائے جو عند المطالبہ فوراً واپس مل سکے۔ اس طریق پر بڑے بڑے شہری بنکوں کے ذرائع کو جس حد تک نیویارک میں استعمال کیا گیا اتنا کسی دوسرے ملک میں استعمال نہیں کیا گیا، اور یہ عام رجحان، جو بہترین صورت میں بھی خطرات سے خالی نہیں ہوتا، قدیم قومی بنک کاری کے نظام کے مخصوص حالات کی وجہ سے نیویارک میں بہت بڑھ گیا تھا۔

قومی بنک کاری نظام کی بدولت سابقہ نظام میں بہت کچھ اصلاح و ترقی ہوگئی۔ خانہ جنگی سے پیشتر چونکہ متعدد ریاستوں کے قوانین مختلف تھے، اس لیے حالات بہت خطرناک اور غیر استوار تھے۔ قومی بنک ایک مرتبہ قائم ہوجانے کے بعد بالکل مکمل خیال کیے جاتے تھے۔ ریاستہائے متحدہ کے باشندوں کی رجائیت اور فطری قدامت پرستی نے ان کی اس امر کی جانب رہبری کی کہ وہ ہر اس ادارے کو جسے وہ قائم کریں خالص امریکن اور بے مثل اور عدیم النظیر تصور کریں۔ ایک مدت تک نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر قومی نظام کی جو قدر و منزلت کی جاتی تھی اس کا اظہار ان حالات سے بھی ہوتا ہے کہ اہل جاپان نے، جو نہ صرف نئی ایجادوں کو اختیار کرنے کے لیے تیار تھے بلکہ ہمارے ملک کو نمونہ بنانے کے لیے مستعدی

375

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

سے تیار تھے، اپنے ہاں جدید طرز کی بنک کاری کے قیام میں اس نظام کی تقلید کی؛ بعد میں چلکر (خود ہمارے اس نظام کو ترک کرنے سے بہت پیشتر) انھوں نے ہماری تقلید سے دست بردار ہوکر ایک ایسے نظام کی تاسیس کی جانب توجہ کی جو یوروپین نمونے پر مبنی تھا۔

ایک نسل کے تجربے کے بعد ہمارے نظام کے نقائص خود ہمارے ہی ملک میں تسلیم کرلیے گئے۔ معلوم ہوا کہ اجرائے نوٹ کے شرائط نامناسب طریقے پر سخت تھے۔ نوٹوں کی مقدار کا مدار تقریباً ریاستہائے متحدہ کے تمسکات کی قیمت پر اور ان کی سودی آمدنی پر تھا۔ جیسا کہ عام طور سے بیان کیا جاتا تھا، کہ جاری کردہ نوٹ ملک کی زر کی ضرورت سے کوئی سروکار ہی نہ رکھتے تھے یہ صحیح نہ تھا۔ یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ جہاں امانتیں اور چک اسی آزادی کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں جس طرح کہ وہ ریاستہائے متحدہ میں استعمال کئے جاتے ہیں، وہاں بنک کے نوٹ زیادہ تر ایسے ہی زر کا کام انجام دیتے ہیں جو معتدل اور چھوٹی رقموں پر مشتمل ہو؛ چنانچہ اس قسم کے زر کی مجموعی مقدار ایک مدت دراز تک زیادہ تر چاندی کے ڈالروں اور صداقت ناموں پر مشتمل تھی۔ یہ دو مختلف قسم کے حریف زر جو کام انجام دیتے تھے ان کا لحاظ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ قومی بنک کے نوٹ بحیثیت مجموعی ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اگر ان میں کوئی بڑے نقائص ظاہر ہوئے تو دوسری حیثیت سے۔ اضطراب وآشوب کے زمانے میں یہ نظام شکست ہوگیا۔ نقد ذخیروں کا رکھنا لازمی قرار دینے کی تجویز کا یہ مقصد تھا کہ بنکوں کی حالت استوار رہے۔ توقع یہ تھی کہ یہ تجویز انھیں اس قابل بنادے گی کہ وہ رقم جمع کرنے والوں کو ہر وقت نقد کی شکل میں ادائی کرسکیں؛ اپنے گاہکوں کو اگر ان کا دیوالہ نہ نکلا ہو اور انھیں رقم کی ضرورت ہو تو ہر وقت قرضہ دے سکیں؛ اور اس طرح ان کی حفاظت کرسکیں۔ اضطراب و بے چینی کے زمانے میں ان مقاصد کو پورا کرنے میں نظام جس حد تک ناکام رہا اس کے متعلق آئندہ تفصیلی بحث اس وقت کی جائے گی جبکہ تجارتی بحرانوں کا بیان شروع ہوگا۔ سردست

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

یہاں اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ متعدد موقعوں پر یہ نظام علانیہ ناکام رہا، اس کی ناکامی دفعتہً ہوئی اور اسی اہم نقص کی وجہ سے انجام کار اس کی کامل تبدیلی کی جانب قدم اٹھایا گیا۔

۳۔ وفاقی سرمایہ محفوظ کا نظام ۱۹۱۳ء میں قائم ہوا۔ اس کے متعلق ابتدائی تجویز کا مقصد ایک مرکزی ادارہ قائم کرنا تھا جو ممالک یورپ کے مرکزی بنکوں کے مشابہ ہونے کے باوجود بھی ان سے اہم اعتبارات سے مختلف ہو۔ 376 لیکن اس نظام نے آگے چل کر جو صورت اختیار کی اس کے لحاظ سے یہ اختلاف بہت بڑھ گیا۔ ایک بڑے بنک کے ہاتھ میں وسیع اختیارات کی موجودگی کا خطرہ اور یہ خاص رجحان جو ہمارے وفاقی سیاسی نظام سے پیدا ہوتا ہے ان دونوں نے مل ملا کر ایک عدیم النظیر انتظام کے قائم ہونے کی جانب رہبری کی: اور وہ اس طرح کہ ایک ہی مرکزی بنک قائم نہیں کیا گیا، بلکہ ایک درجن نیم مرکزی بنک قائم کئے گئے۔ یہ نئے ادارے ان شہروں کے نام سے موسوم کئے گئے جن میں یہ واقع تھے، مثلاً: نیویارک کے وفاقی سرمایہ محفوظ کا بنک بوسٹن اور شکاگو کے وفاقی سرمایہ محفوظ کا بنک وغیرہ[1]۔ ان مرکزی بنکوں کو اپنی الگ الگ شاخیں قائم کرنے کی اجازت دی گئی؛ توقع یہ تھی کہ یہ نظام ملک کے طول و عرض میں پھیل جائے گا۔ قومی بنک کاری کے قانون کے تحت کل انتظام کی جو نیم سرکاری نوعیت پہلے تھی اب بدرجہا زیادہ واضح ہو گئی۔ گو محفوظ سرمایہ کے بنک خانگی ادارے ہیں، پھر بھی ان پر سرکاری نگرانی قائم ہے؛ اور یہ نگرانی صرف اجرائے نوٹ اور امانتی ذخیرے ہی کی حد تک نہیں ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کے حصص کی تملیک، ان کے اندرونی نظم و نسق، اور مرکزی حکومت سے ان کی دائمی متابعت کی حد تک بھی ہے۔

[1] سرمایہ محفوظ کے بارہ شہر یہ تھے۔ بوسٹن، نیویارک، فیلاڈلفیا، رچمنڈ، اٹلانٹا، کلیولینڈ، شکاگو، سینٹ لوئی، مینا پولس، کنساس سٹی، ڈلاس، سن فرانسسکو۔

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

انتظام کا مرکز مجلس سرمایۂ محفوظ وفاقی[۱] ہے۔ یہ سات ارکان پر مشتمل ہے؛ جن میں سے معتمد خزانہ اور مہتمم تسکیک بہ لحاظ عہدہ اس کے مستقل رکن ہوتے ہیں، اور باقی ارکان کا تقرر طویل مدت کے لیے صدر نشین مجلس کرتا ہے۔ مجلس کو سرمایۂ محفوظ کے بنکوں پر تقریباً غیر محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ صرف اسی پر مقتدر نہیں ہے کہ ان کے سب معاملات اور حسابات کی جانچ کرے؛ بلکہ ان کے افسروں اور نظما کو بھی علیحدہ کر سکتی ہے، بنکوں کے لیے یہ چیز لازمی قرار دے سکتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے کاغذ پر دوبارہ بٹہ کاٹیں، ذخیرے کے لوازم کی پابندی کو موقوف کر سکتی ہے، اور ہر قسم کی عام نگرانی کر سکتی ہے۔

خود بنک ہائے محفوظ سرمایۂ وفاقی، جو اس نظام کے عملی اعضا ہیں، بنکوں کے ساہوکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ زیادہ تر معمولی بنکوں سے کاروبار کرتے ہیں، اسی طرح جس طرح کہ دوسرے ممالک میں مرکزی ادارے کرتے ہیں، بلکہ ان کی ملکیت بھی انھی گاہکوں (یعنی معمولی بنکوں) کے ہاتھ میں ہے۔ محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک میں افراد حصے دار یا تمسک دار نہیں بن سکتے۔ قومی بنکوں کے لیے لازم ہے کہ وہ تمسک خریدیں، یا بصورت دیگر قومی نظام سے الگ ہو جائیں؛ قدیم نظام سے متعدد دوسری صورتوں میں جس طرح کام لیا جا رہا ہے اسی طرح اس صورت میں بھی اب تک لیا جا رہا ہے۔ اس خطرہ کی وجہ سے (جو غیر حق بجانب نہیں ہے) کہ بغیر جبر اور پابندی عائد کئے ہوئے نئی تجویز بہ حقیقت میں عمل نہیں کرایا جا سکتا یہ دباؤ ڈالا گیا۔ مناسب بندشوں کے تحت دوسرے بنکوں کو بھی اس امر کا اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تمسک دار بن جائیں؛ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی ایک کثیر تعداد نے اس طرح عمل کیا ہے۔ گو تمسک دار بنک اس طرح محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے مالک ہو گئے ہیں، لیکن ان کی نگرانی اور تحدید کی جاتی ہے۔ فڈرل رزروبورڈ (مجلس محفوظ سرمایہ وفاقی) کو نگرانی کے جو اختیارات دیئے گئے ہیں وہ خاصے وسیع ہیں۔ چنانچہ ایک اہم اختیار یہ ہے کہ مجلس محفوظ سرمایۂ

377

[۱] (Federal Reserve Board)

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا انتظام

وفاقی ہر محفوظ سرمایہ کے بنک کے نو نظما میں سے تین نظما کا تقرر خود کرتی ہے؛ اور ان ہی سرکاری ماموریں میں سے ایک شخص بحیثیت صدر نشین کام کرتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بنک کے عملی یا کاروباری ناظم کی حیثیت سے کام نہیں کرتا؛ اس موخر الذکر عہدے پر جو شخص مامور ہوتا ہے وہ نظما کی جانب سے مقرر کیا جاتا ہے اور اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ نظما میں سے ایک ہو۔ علاوہ ازیں شغل اصل سے ۶ فی صد سے زیادہ جو منافعہ وصول ہوتا ہے اس کو حکومت اپنے لیے محفوظ رکھتی ہے۔ بایں ہمہ اس کا انتظام کر دیا جاتا ہے کہ بنک کے پاس کافی مقداریں زائد منافعہ جمع رہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، محفوظ سرمایہ کے بنک زیادہ تر اپنے مالکوں یعنی تمسک دار بنکوں سے کاروبار کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ کچھ کاروبار غیر ارکان سے بھی کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس کی مقدار بہت محدود ہوتی ہے، اور جتنا بھی اس قسم کا کاروبار کیا جاتا ہے اس پر بہت سی بندشیں عائد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ محفوظ سرمایہ کے بنک زیادہ تر اپنے خاص بنک کاری کے اجزائے ترکیبی کو رقم بطور قرض دیں، اور خاص کر ان ہی سے دوبارہ بٹہ کاٹ کر یا خرید کر تجارتی کاغذ حاصل کریں۔ اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ عام بنک، جو براہ راست عوام الناس سے کاروبار کرتے ہیں، اپنے اثاثے کو زیادہ سیال پائیں اور اپنے تجارتی کاغذ کو ان کی میعاد ختم ہونے سے قبل فروخت کر سکیں اور اگر مزید رقم بطور قرض دینے پر مجبور کیے جائیں تو گاہکوں کی نئی جماعت کو قرضہ دے سکیں۔ دوبارہ بٹہ کاٹنے کا عمل، جو یورپ کے ملکوں میں عام ہے اور وہاں مرکزی بنکوں کی جانب سے دئیے ہوئے قرضوں کے بڑے جزو کی بنیاد ہے، ریاستہائے متحدہ میں کبھی مستقل طور سے جاگزیں نہ ہوا تھا۔ یہ توقع اور خواہش کی جاتی تھی کہ نئے نظام کے تحت اس بارے میں ایک نمایاں تغیر واقع ہوگا، اور اس طرح اعتبار کے کل پیچیدہ نظام کے کارآمد اور منظم ہو جانے کی وجہ سے فائدہ حاصل ہوگا۔

378

۴۔ جہاں تک اجرائے نوٹ کا تعلق ہے، ایک کامل تغیر کی تجویز زیر غور تھی؛ اور وہ یہ کہ قومی بنکوں کے ہاتھ سے نوٹوں کے اجرا کا انتظام چھین کر بنک ہائے

امریکہ کا ریاستہائے متحدہ کا بینک کاری کا انتظام

محفوظ سرمایہ وفاقی کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ لیکن یہ عمل بتدریج ۳۰ سال کی مدت میں کیا جائے۔ چنانچہ کسی قدر پیچیدہ طریقے پر ایک انتظام کیا گیا جس کے ذریعے سے محفوظ سرمایہ کے بنک قومی بنکوں سے وہ تمسکات خریدیں جو نوٹوں کی ضمانت کے طور پر الگ رکھے جاتے تھے، اور موخرالذکر اداروں کی بجائے خود وہی نوٹ جاری کریں؛ ایک نسل تک قدیم نوٹوں کو گردش میں رہنے دیا جائے اور جیسے جیسے ان کی مقدار بتدریج گھٹتی جائے ان کی جگہ نئے نوٹ پر کرتے جائیں۔ اس طرح قدیم نوٹوں کی بجائے جو نوٹ جاری کیئے گئے وہ ایک اہم اعتبار سے اپنے پیش رووں سے مماثلت رکھتے ہیں: اور وہ یہ ہے کہ ان کی ضمانت کے لیے بھی ریاستہائے متحدہ کے خزانے میں خاص تمسکات بطور امانت رکھنے پڑتے ہیں۔ ان کا قانونی نام "محفوظ سرمایہ وفاقی بنک کے نوٹ" (Federal Reserve bank Notes) ہے[1]

"محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹ" (Federal Reserve Notes) اس سے بالکل مختلف ہیں۔ ان میں سے قدیم نظام کی تقریباً ہر علامت مفقود ہوگئی۔ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹ صرف اس صورت میں جاری کیئے جا سکتے ہیں جبکہ مجلس محفوظ سرمایہ وفاقی کو درخواست دی جائے اور اس کی منظوری حاصل کی جائے۔ ان کی مقدار کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک مجلس کو پورا اختیار دیا گیا ہے؛ نہ تو مجموعی مقدار کے لیے کوئی حد مقرر کی گئی ہے، اور نہ ان شرائط پر کوئی بندشیں عائد کی گئی ہیں جن کی بنا پر ان کا اجرا جائز قرار پا سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خود محفوظ سرمایہ کے بنکوں کے لیے بعض لوازم کی پابندی ضروری ہے۔ انھیں مجلس کے گماشتوں کے پاس تجارتی کاغذ کی شکل میں نوٹوں کی ضمانت کے لیے کوئی چیز رکھنا ضروری ہے؛ اور عملی نتیجے کے اعتبار سے جو چیز اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ وہ

---

[1] یہ اغلب ہے کہ ۱۹۴۳ء کے قانون کا آخری عمل اختتام کو پہنچنے سے پیشتر اس معاملے میں مزید قوانین وضع و نافذ کیئے جائیں۔ یہ کل انتظام واضح طور سے زیر تغیر ہے اور ممکن ہے کہ تغیر کے عمل میں ترمیم ہو جائے۔

باب ۲۷
ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

نوٹوں کے مقابلے میں ۴۰ فی صد نقد طلا کا ذخیرہ لازماً رکھیں۔ تجارتی کاغذ کو ایک علیحدہ ضمانت کی حیثیت سے بطور امانت رکھنا قدیم نظام سے مشابہت رکھتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مقصد نوٹوں کے لیے ایک خاص طریقے سے ادائی کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ یہ میلان ایک اور انتظام سے بھی عیاں ہوتا ہے، جس کی رو سے نوٹ "ریاستہائے متحدہ کے ذمہ کے واجبات" قرار دیئے گئے ہیں، اور جب کبھی حامل چاہے انھیں ریاستہائے متحدہ کے خزانے میں نقد سے بدل سکتا ہے۔ اگرچہ عام مفہوم میں وہ سرکاری نوٹ نہیں ہیں؛ لیکن حکومت ان کی ضامن ہوتی ہے، اور اس طرح ان کو جاری کرنے والے بنکوں کے ذمے کے دوسرے واجبات پر نمایاں فوقیت دی گئی ہے۔

379

محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نوٹوں کے بارے میں ایک انتظام غیر متوقع طور پر اہم ثابت ہوا، یا کم از کم اس نظام کے ابتدائی مراحل میں اس سے غیر متوقع طور سے بڑا اثر رونما ہوا۔ یعنی یہ قرار دیا گیا تھا (ابتداءً ایک پیچیدہ عمل کے ذریعے سے اور بعد میں براہ راست) کہ نوٹ سونے کے مبادلے میں جاری کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح ہر رکن بنک اپنا سونا محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک میں لے جا کر پیش کرسکتا تھا اور مبادلے میں محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نوٹ حاصل کرسکتا تھا۔ ان بنکوں کے لیے جو رکن تھے اس قسم کا مبادلہ بہت کم اہمیت رکھتا تھا؛ نوٹ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اسی مستعدی کے ساتھ گردش کرتے تھے جس طرح کہ سونے کے سکے یا صداقت نامے، اور ملک کے طول و عرض میں مطالبات کی ادائی کے لیے انھیں مساوی طور سے قبول کرلیا جاتا تھا۔ مگر محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک کے لیے سونا "سرمایۂ محفوظ" بن گیا۔ اس طرح جو سونا وصول ہوتا تھا اس میں سے ہر ۴۰ ڈالر کے سونے کے مقابلے میں وہ نہ صرف ۴۰ ڈالر کے نوٹ جمع کنندہ بنک کو جاری کرسکتا تھا، بلکہ ان کے علاوہ تجارتی کاغذ کے مبادلے میں ۶۰ ڈالر کے نوٹ اسی بنک یا کسی دوسرے گاہک کو جاری کرسکتا تھا۔ بنک ہائے سرمایہ وفاقی میں فلز منتقل کرنے کے عمل نے اس طرح زر رواں کے اس جزو کی توسیع کا اور اس طرح کل اعتباری نظام کی توسیع کے امکان کا راستہ

کھول دیا۔

۵۔ امانتوں کی تنظیم اور خاص کر امانتوں کے مقابلے میں ایک مقررہ نقد ذخیرہ رکھنے کا لزوم، یہی وہ خصوصیت تھی جو دوسری سب چیزوں سے زیادہ قومی بنکوں کے کاروباری نظام کو دوسرے ملکوں کے بنک کاری کے نظام سے ممتاز و ممیز کرتی تھی۔ یہ خصوصیت اہم ترمیمات کے بعد باقی رکھی گئی۔

سب سے پہلے، خود قومی بنکوں کے لیے اب بھی یہ ضروری ہے کہ وہ نقد کا ایک مقررہ ذخیرہ رکھیں، لیکن اس التزام کا اطلاق صرف انھی مقداروں تک ہوتا ہے جن کو کہ وہ اپنے رہنماؤں اور محافظوں یعنی بنک ہائے محفوظ ذخیرۂ وفاقی کی تجوریوں میں رکھتے ہیں۔ قدیم تقسیم اب بھی باقی رکھی گئی ہے، یعنی "مرکزی محفوظ سرمایۂ کے شہری بنک[۱]" "محفوظ سرمایۂ شہری بنک"[۲] اور "دیہاتی بنک"[۳]۔ اس قسم کے ناموں کا اطلاق کرنا اب صحیح نہیں ہے۔ اگر ان کو "بڑے شہروں کے بنک"، "بڑے قصبات کے بنک" اور "دیگر بنک" کے ناموں سے موسوم کیا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ غرض پہلی قسم کے بنکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مطالبات امانت کے مقابلے میں انکی ۱۳ فی صدی رقم بصورت نقد سرمایۂ محفوظ رکھیں، اسی طرح دوسری قسم کے بنکوں کے لیے ۱۰ فی صد رکھنا اور تیسری قسم کے بنکوں کے لیے ۷ فی صد رکھنا ضروری ہے۔ مگر اس کا اعادہ کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اس التزام کا اطلاق صرف اس رقم پر ہوتا ہے جسے انھیں فیڈرل رزرو بنک (محفوظ سرمایۂ وفاقی کے بنک) میں رکھنا ضروری ہے۔ جہاں تک کہ نقد بدست (یعنی وہ نقد جو خود ان کی تجوریوں میں رہتا ہے) کا تعلق ہے وہاں تک ان کے لیے از روے قانون حسب عملدرآمد سابق یہ لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وہ کچھ فی صد بشکل نقد رکھیں، لیکن یہ قانون بہت جلد ہٹا لیا گیا، اور انھیں اسکی آزادی دے دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں عمل کریں۔ اس میں شک نہیں کہ خود ان کے

380

[۱] (Central reserve city banks)

[۲] (Reserve city banks)

[۳] (Country banks)

متصل اغراض انھیں اس پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ کچھ نقد رکھیں، تاکہ روزمرہ کے مطالبات کی ادائی میں اس سے کام لے سکیں۔ لیکن اس مقصد کے لیے جتنے نقد کی ضرورت پڑتی ہے اس کا تناسب ان کی مجموعی ذمہ داریوں کے مطالبات کے مقابلے میں بہت ہی قلیل یعنی غالباً ۵ فی صد ہے؛ اور یہ امر کہ آیا وہ ناگزیر اقل مقدار سے کچھ زیادہ اپنے پاس رکھیں یا بہت زیادہ رکھیں، بالکلیہ ان کے اختیار تمیزی پر موقوف رکھا گیا ہے۔ اس نظام میں نہایت واضح طور سے یہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ اہم چیز یہ نہیں ہے کہ ہر بنک اپنا ایک جداگانہ مضبوط ذخیرہ رکھے؛ بلکہ یہ کہ کسی ایک جگہ ایسا ایک مضبوط مرکزی ذخیرہ موجود رہنا چاہیے۔ اور اس نقطۂ نظر سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آیا خود محفوظ سرمایہ وفاقی کے بنک میں مقررہ ذخیرہ رکھنے کا لزوم کوئی مفید کام انجام دیتا ہے یا نہیں۔ ہر بنک، فی صدی، ۱۰ فی صدی یا ۱۳ فی صدی نقد جو اپنے حساب میں جمع رکھتا ہے دراصل یہ کوئی موثر ذریعہ نہیں ہے یا یہ کوئی اصلی استحکام نہیں بہم پہنچاتا۔ استحکام کا اصلی عنصر مالی استواری میں یعنی خود بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی کی ساکھ، کثیر مجموعی سرمائے اور سرکاری نگرانی میں مضمر ہے۔ رسم ورواج اور روایات، یعنی اس چیز کی پابندی جو اب مسلمہ نظام کا جزو بن گئی ہے، یہی اس متبدلہ اور تخفیف یافتہ صورت میں ایک مقررہ ذخیرہ رکھنے کے طریقے کی توجیہ کرتی ہیں۔

خود بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی کی حد تک صورت حالات اس سے کسی قدر مختلف ہے۔ یہی بنک کل نظام کی بنیاد ہیں، اور انھی میں سب سے زیادہ استحکام کا ہونا ضروری ہے۔ اس امر کا فیصلہ کہ کتنا ذخیرہ رکھا جائے محفوظ سرمایہ کے بنکوں پر اور مجلس سرمایہ محفوظ پر چھوڑا جا سکتا تھا۔ مگر اس میں بھی روایات، مقررہ مقدار کے لزوم کے بہت شد و مد کے ساتھ موافق تھیں۔ چنانچہ اسی کے مطابق یہ قرار دیا گیا کہ محفوظ سرمایہ وفاقی کے بنک اماتوں کے مقابلے میں ۳۵ فی صد نقد ذخیرہ رکھیں۔ یہ یاد ہوگا کہ نوٹوں کے مقابلے میں ۴۰ فی صد ذخیرہ رکھنا ضروری ہے۔ مگر دونوں کے مقابلے میں جو ذخیرہ رکھا جائے اس میں زر قانونی کا ہونا ضروری ہے؛ اور ریاستہائے متحدہ کے نوٹوں (گرین بیکس)

ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

سے قطع نظر کرتے ہوئے جواب بھی رواج میں ہیں، طلا ہی واحد زر قانونی ہے۔ گویا یہ ضروری ہے کہ اس حد تک طلائی سکے یا سونا یا ریاستہائے متحدہ کے طلائی صداقتنامے ان کے ہاتھوں میں رہیں۔ رہا انتظامات کا یہ پورا سلسلہ یعنی رکن بنک اور بنک ہائے سرمایۂ محفوظ کے لیے اجرائے نوٹ اور امانتوں کے مقابلے میں ذخیروں کا رکھنا تو اس کا رجحان اساسی طور سے اسی صورت حالات میں مبدل ہونے کی جانب تھا جو دوسرے ممالک میں موجود تھی اور ترقی دے کر اس نوبت پر پہنچائی گئی تھی: یعنی مرکزی محفوظ سرمایوں کے طور پر سونے کے ذخائر کا ارتکاز اور روزمرہ کی گردش سے سونے کا ہٹا لیا جانا۔

381

۶۔ محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نظام کے لیے ابتدائی مراحل بہت موافق تھے۔ اس پر ایسے دور میں عملدرآمد شروع ہوا جو کشمکش یا خلل سے آزاد تھا؛ اور جونہی کہ اس کے انضباط اور تنظیم کا ابتدائی زمانہ ختم ہوا وہ ایک بہت بڑے کشمکش کے زمانے میں اپنے آپ کو کارآمد ثابت کرنے کے قابل ہو گیا۔ یورپ میں جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ۱۹۱۴ء میں ایک بہت سخت بحرانی کیفیت نمودار ہو گئی تھی؛ لیکن اس نئے نظام کے ابتدائی مراحل اس وقت تک طے نہیں کئے گئے جب تک کہ ملک کو اس آفت سے چھٹکارا نہیں ہوا۔ بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی، جو اپنی ابتدا میں بحران کا مقابلہ کرنے کی ضرورت سے بچ گئے تھے، ۱۹۱۷ء تک جنگ عظیم میں خود امریکا کی شرکت کی شدید ضرورتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ وہ صرف اس دباؤ کا مقابلہ کرنے ہی کے اہل ثابت نہیں ہوئے، بلکہ اپنے ضامنوں اور وکیلوں کے بہت پرجوش توقعات سے بھی بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوئے۔ مجلس وفاقی کی نگرانی اور ہدایت کے تحت بنک ہائے سرمایۂ محفوظ حقیقتہً سرکاری خزانے کے گماشتے بن گئے۔ انھوں نے بطور خود حکومت کو قرضے دئے جس کو اپنے تمسکات فروخت کرنے اور محاصل وصول ہونے سے پیشتر رقم کی ضرورت تھی۔ اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ انھوں نے رکن بنکوں کو بھی اسی طرح کا عمل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ یہ نظام امریکا کی حکومت کے لیے اسی طرح کارآمد ثابت ہوا

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کا نظام

جس طرح یورپ کے بنک وہاں کی حکومتوں کے لیے اور ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۵ء کی خانہ جنگی کے زمانے میں ریاستہائے متحدہ کے منتشر بنک جس حد تک کارآمد ثابت ہوئے تھے، ان کے مقابلے میں یہ بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوئے؛ علاوہ ازیں ملک کے طول وعرض میں بدنظمی بھی زیادہ نہ پھیلنے پائی محض اس واقعے کی بنا پر کہ پرسکون حالات میں اس کا آغاز ہوا اور جب ضرورت پیش آئی تو اس میں دفعتہً اور کامیابی کے ساتھ توسیع عمل میں آئی، یہ نظام چند ہی سالوں میں سب پر چھا گیا، اس کا اثر صنعت وتجارت کے ہر شعبے میں پھیل گیا اور اس کا تسلط عوام نے قبول کرلیا جو معمولی حالات کے تحت ایک قرن سے کم مدت میں بمشکل حاصل ہو سکتا تھا۔

جہاں تک کہ زر کا اور قیمتوں کا تعلق ہے، یہ چیزیں خرابی کے بغیر حاصل نہیں ہوئیں؛ سب سے بڑی خرابیاں تو وہ تھیں جو سرعت کے ساتھ بڑھنے والی قیمتوں سے نمودار ہوئیں۔ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۹ء کے مابین قیمتوں میں جو غیر معمولی اضافہ ہوا اس کا بیان اس سے قبل آچکا ہے[1]۔ یہ متعدد اسباب کا نتیجہ تھا: ایک سبب تو یہ تھا کہ درآمد کے ذریعے سے ملک کے سونے کی مجموعی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوا تھا؛ دوسرا سبب یہ تھا کہ بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی میں نقد ذخائر کا ارتکاز ہو رہا تھا؛ اور تیسرا سبب یہ واقعہ تھا کہ ملک کے سب بنکوں میں امانتوں کی مقدار بڑھ گئی تھی۔ درآمد کردہ سونا کثیر مقدار میں (یعنی دس کروڑ ڈالر) پہلے معمولی بنکوں کی تجوریوں میں آکر جمع ہوا۔ جوں ہی مجلس محفوظ سرمایہ وفاقی نے محفوظ سرمایۂ وفاقی کے نوٹوں کا مبادلہ سونے سے کرنے کے طریق عمل کو ترقی دی، اور اس طرح معمولی بنکوں سے ان کے ذخیرہ کردہ فلزی سکوں کو حاصل کرنا شروع کیا، نہ صرف یہ نئی رسد بلکہ وہ سونا (یا طلائی صداقت نامے) جو پیشتر سے ان کے پاس تھا اور اسی کے ساتھ گردش میں جو طلا تھا اس کا بیشتر حصہ بھی بنک ہائے محفوظ سرمایۂ وفاقی میں آکر جمع ہوگیا۔ ان بنکوں میں سونے کی رسد اتنی کثیر مقدار میں جمع ہوگئی جس کا کبھی پہلے وہم وخیال بھی نہ تھا۔ اور اسی کثیر رسد کی بنیاد پر

382

[1] دیکھو باب ۲۳ فصل ۶۔

باب ۲۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹوں کو اضافہ کا موقع دیا گیا بلکہ اس عمل کو فروغ دیا گیا حتیٰ کہ مقداران توقعات سے بہت زیادہ بڑھ گئی جو ذخیرے کی اقل مقدار قانونی معین ہونے کے زمانے میں قائم کئے گئے تھے۔ اس تدریجی عمل میں، جیسا کہ ریاستہائے متحدہ میں ہمیشہ ہوتا ہے، امانتوں کے اضافے نے بہت زیادہ اہم حصہ لیا۔ اصل تحریکی قوت وہ دباؤ تھا جو بنک ہائے محفوظ سرمایۂ وفاقی، رکن بنکوں اور قوم پر سرکار کی جانب سے یکے بعد دیگرے جاری کردہ تمسکات کو خریدنے کے بارے میں ڈالا گیا تھا۔ تمسکات کو خریدنے اور اگر ضرورت ہو تو ان کی قیمت ادا کرنے کے لیے رقم بطور قرض حاصل کرنے کے لیے عوام کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی اور شوق دلایا گیا تھا۔ لبرٹی بونڈز[1] کو خریدنے کی غرض سے انفرادی بنکوں سے قرضہ لیا جاتا تھا اور یہ بنک اپنے طور پر بنک ہائے محفوظ سرمایہ وفاقی سے قرضہ حاصل کرتے تھے۔ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ تھے کہ "امانتوں" میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس طرح تخلیق کردہ قوت خرید کو خزانے کے حوالے کیا جاتا تھا اور خزانہ اس کو جنگ کے عظیم مصارف کے لیے استعمال کرتا تھا۔ مگر یہ امانتیں یا قوت خرید بہت مدت تک خزانے میں نہ رہنے پاتی تھی کہ اس کو چکوں کے ذریعے سے حکومت کے قرض خواہوں اور لین داروں کے پاس منتقل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح امانتیں (جیسا کہ اس موثر اور نقل پذیر ذریعۂ مبادلہ کا عام میلان ہے) ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں گردش کرتی رہیں۔

اس کے نتائج محض عارضی نہ تھے۔ یہ سوال کہ، فلزی زر، یا قانونی زر کی کوئی مقررہ مقدار ان امانتوں کا بار جو اس کے اوپر عائد کر دیا گیا ہے، کس حد تک سنبھال سکے گی، صرف قوانین وضوابط پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ تاریخی نشو و ترقی پر اور مسلمہ روایات پر بھی موقوف ہوتا ہے۔[2] ریاستہائے متحدہ کے آئین و قوانین محفوظ سرمایہ وفاقی کے نظام سے بڑی حد تک متاثر ہوئے۔ لیکن بنک کا کاروبار کرنیوالی

[1] (Liberty bonds)

[2] دیکھو اس مسئلہ کی مزید بحث کے لیے باب ۳۰۔

جماعت اور تجارتی طبقے کے عادات اور روایات پر بھی اس سے کچھ کم شدید اثر نہیں پڑا؛ سچ تو یہ ہے کہ نظام کے ابتدائی پانچ سالوں کے عدیم النظیر حالات نے ان عادات و روایات کو غیر معمولی سرعت کے ساتھ متغیر و متبدل کر دیا۔ یوں تو اس نظام کے قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ محفوظ سرمایوں کو مرتکز کرنے کا وسیلہ بن جائے مگر وہ ر قوم واجب الادا کے تناسب سے محفوظ سرمایہ کو کم کرنے اور کل زر رواں کی مقدار میں سریع اضافہ کرنے کا وسیلہ بن گیا؛ اور یہ ایسے حالات کے تحت جو ساہوکار کے نقطۂ نظر سے بظاہر خالی از خطر معلوم ہوتے تھے، اور حقیقتہً تھے بھی محفوظ اور خالی از خطر، لیکن جنھوں نے بایں ہمہ قوم کے اندر زر کے عدیم النظیر انقلاب کے نقائص پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا۔

پھر بھی اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ محفوظ سرمایہ وفاقی کا نظام خود خلل و بدنظمی کا سبب نہ تھا، اور یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ اس نظام نے خلل و بدنظمی کو اس سے زیادہ شدید کر دیا ہو جتنی کہ وہ بصورت دیگر ہوتی۔ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نظام سے پیشتر کے بنک کاری کے انتظامات کے تحت خزانے کو کروڑوں ڈالر فراہم کرنے میں جو دباؤ پڑتا اس کی وجہ سے پورے اعتباری نظام کے شکست ہو جانے کا خطرہ تھا۔ باوجود سونے کے ان غیر معمولی ذخائر کے جو اس زمانے میں ملک میں موجود تھے، حکومت زر کاغذی کے جاری کرنے سے بمشکل باز رہ سکتی تھی۔ اس قسم کے امکانات کے متعلق جو قیاس آرائی کی جاتی ہے وہ لازمی طور سے بڑی حد تک بے بنیاد ہوتی ہے؛ پھر بھی یہ کسی قدر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جنگی مصارف کے لیے کثیر رقم دفعتہً مہیا کرنے کی شدید ضرورت کی موجودگی میں محفوظ سرمائیہ وفاقی کے نظام نے صورت حالات کو بد سے بدتر بنانے کے بجائے اس کو بدتر بننے سے روکا۔ یہ نہیں کہ نظام یا اس کا نظم و نسق زر کی توسیع کا سبب تھا؛ بلکہ یورپ کی طرح ریاستہائے متحدہ میں بھی کل مالی اور صنعتی نظام جنگ کے بھنور میں گھر گیا تھا۔

۷۔ اب ہمیں ایک اصولی مسئلے پر غور کرنا ہے جو ریاستہائے متحدہ کے بنک کے کاروباری نظام اور عمل کے تحت خاص طور سے اہمیت رکھتا ہے۔ کیا یہ ضروری اور مناسب ہے کہ بنک کے نوٹوں کے مالکوں اور قابضوں کے تحفظ

ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

384

کے لیے کوئی خاص اہتمام کیا جائے؟ یا قابضان نوٹ اور جمع کنندوں کو ایک ہی حیثیت دینی چاہئیے یا بہر کیف ان کے لیے یکساں تحفظ کرنا چاہئیے؟ قومی بنکوں کے کاروباری نظام نے قابضان نوٹ کا تحفظ کرکے انھیں ایک معین حیثیت عطا کی؛ چنانچہ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نظام میں ان کو اسی طرح ترجیح دی جاتی ہے؛ اس لیے کہ محفوظ سرمایہ وفاقی کے نوٹ نہ صرف تجارتی کاغذ پر مبنی ہوتے ہیں جو ان کی ضمانت کے طور پر الگ رکھے جاتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ ریاستہائے متحدہ کی حکومت خود ان کی ضامن ہوتی ہے۔ اس بارے میں کہ جمع کنندوں کے لیے بھی کچھ اسی قسم کی سرکاری ضمانت ہونی چاہئیے متعدد دفعہ مشورے دئیے گئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری بعض ریاستوں میں آئین و قوانین وضع کرکے ان مشوروں پر عمل بھی کیا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس علٰحدہ علٰحدہ سلوک کی وجہ تاریخی اعتبار سے یہ تھی کہ نوٹوں اور امانتوں کی ایک دوسرے سے مماثلت کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ گو وہ امانتیں جو تحریر چیک پر مشروط اور اس کے تابع ہوتی ہیں اسی حد تک زر رواں کا جزو ہیں جس حد تک کہ نوٹ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ، ریاستہائے متحدہ اور کنیڈا جیسے ملکوں میں مقداری حیثیت سے وہ بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں؛ لیکن عام طور سے انھیں "زر" تصور نہیں کیا جاتا؛ نوٹ پھر بھی "زر" تصور کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ روزمرہ کی بول چال کا معمول، جو اپنے اندر سب معمولات کی طرح مسلمہ عام روایات کی جھلک رکھتا ہے، اس خاص تحفظ کی توجیہ کر دیتا ہے جو نوٹ کے قابضوں کے لیے کیا گیا ہے۔

قابضان نوٹ کے لیے خاص تحفظ کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ نوٹوں کا غریبوں اور مفلسوں کے ہاتھوں میں جانے کا امکان زیادہ ہے۔ "امانتوں" کو زیادہ تر خوش حال طبقے کے اشخاص استعمال کرتے ہیں۔ نوٹ سب طبقوں میں گردش کرتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ چھوٹی رقموں کے نوٹ مزدوروں اور دوسرے کم استطاعت اشخاص کے ہاتھوں میں رہیں ۔۔ اس کے بعد اور اس سے کچھ کم اہم وہ فرق نہیں ہے جو ایک شخص کے کسی بنک کا لین دار بننے کے طریق سے

باب ۲۷ زر بالخصوص کاغذی زر اور بنک کاری کا نظام

پیدا ہوتا ہے۔ جمع کنندہ تقریباً ہمیشہ ہی خود اپنی مرضی سے ارادۃً بنک کا لین دار بنتا ہے؛ نوٹ کے قابض کو یہ حیثیت اس کی مرضی اور اختیار کے بغیر حاصل ہوتی ہے اور ایسے تدریجی عمل سے حاصل ہوتی ہے جس کے قانونی مفہوم اور اہمیت سے وہ بالعموم ناواقف ہوتا ہے۔ نوٹ "زر" کی حیثیت سے دست بدست گھومتا پھرتا ہے۔ جس شخص کو اس کے ذریعے سے ادائی کی جاتی ہے وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرنے میں بالعموم دشواری محسوس کرے گا۔ عام طور سے وہ اس امر سے بالکل ناواقف ہوتا ہے کہ اس کو اس طرح آزادی کے ساتھ لینے میں، قانون کی نظر میں، وہ جاری کرنے والے بنک کے لین دار کی حیثیت سے دوسرے شخص کی جا بجائی کر رہا ہے۔[1] یہ امر کہ کسی مقررہ وقت میں نوٹ رکھنے والے لین دار

685

[1] چک پانے والے کی قانونی حیثیت نوٹ کے قابض کی قانونی حیثیت سے مختلف ہوتی ہے۔ نوٹ پانے والے کی طرح چک پانے والا فوراً بنک کا لین دار نہیں بن جاتا؛ بنک کی ذمہ داری صرف راقم چک (یعنی جمع کنندہ) کی حد تک ہے۔ اگر بنک چک کی ادائی کرنے سے جبکہ وہ پیش کیا جائے انکار کرے تو صرف جمع کنندے کو نہ کہ مکتوب الیہ کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ دوسری طرف کسی قرضے کی ادائی میں چک بھیجنے سے فوراً قرضہ ادا نہیں ہو جاتا۔ اگر بنک دیوالیہ ہو جائے یا کسی سبب سے چک ادا کرنے سے انکار کر دے تو قرض دار جس نے اس چک کو بھیجا تھا اب بھی ذمہ دار رہیگا۔ اگر درحقیقت چک پانے والا کسی معقول سبب کے بغیر اس بنک میں چک پیش کرنے میں کوتاہی کرے جس کے نام وہ تحریر کیا گیا ہے تو قانونی صورت حالات مختلف ہو گی۔ اگر وہ چک کو الگ رکھ دے اور اس کو پیش کرنے سے قبل نامناسب مدت تک انتظار کرے تو وہ گویا بنک کے لین دار کی حیثیت سے راقم چک کی جگہ خود لے رہا ہے۔ اس اثنا میں بنک کی جانب سے رقم کا نہ دیا جانا خود اس کے لیے باعث نقصان ہوگا نہ کہ ابتدائی لین دار (جمع کنندہ) کے لیے۔ اسی وجہ سے کاروبار میں سب موصولہ چکوں کو فوراً بطور امانت رکھوا دینے کا طریق ہمیشہ اختیار کیا جاتا ہے، اور بعد میں حساب گھروں یعنی کسی بنک کے ذریعے سے فاضلات وصول کر لیے جاتے ہیں۔ اس عمل کے ذریعے سے چک پانے والا اپنے آپ کو بعجلت ممکنہ اپنے ہی بنک کا لین دار بنا لیتا ہے۔

باب ۱۷ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام

کون ہیں محض ایک اتفاقی امر ہے؛ اس لیے کہ ہر نوٹ پانے والا شخص اس کو اپنے پاس اس وقت تک رکھتا ہے جب تک کہ خریداری کے سلسلے میں اس کو استعمال کرنے کا موقع نہ ہاتھ آئے۔ اس کے برعکس جمع کنندہ اپنے بنک کا انتخاب کسی قدر غور و فکر کے بعد کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بالعموم محض بنک کی قربت یا اس کی شہرت سے متاثر ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ اسی کا اختیاری و ارادی فعل ہے اور ابتدائی ذمہ داری اسی کے سر رہتی ہے۔

مگر ان فروق اور امتیازات میں حد سے بہت زیادہ کھینچ تان نہ کرنی چاہیئے اور نہ ان کی بنا پر اس اصلی مماثلت کو (یعنی یہ کہ امانتیں نوٹوں کی طرح اصلی زر رواں کا جزو ہیں) مبہم بنانا چاہیئے۔ وہی اسباب جو اس امر کو اہمیت دیتے ہیں کہ نوٹ محفوظ رہیں اس امر کو بھی اہمیت دیتے ہیں کہ امانتیں محفوظ رہیں۔ اساسی سوال یہ ہے کہ اس تحفظ و ضمانت کو فروغ دینے کے عملی طریقے کیا ہیں۔

ریاستہائے متحدہ کے وضع آئین و قوانین میں جمع کنندوں کی حفاظت کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرنے کا اصول اتنی مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگیا ہے کہ اس پر اعتراضات کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ یہ اصول صرف محفوظ سرمایوں کے مذکورہ بالا لوازم ہی میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ بنکوں کے کاروبار کے متعلق آئین و قوانین کے کل مجموعے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ قومی بنک جو قرضے دے سکتا ہے ان کی نوعیت بہت سختی کے ساتھ معین کردی گئی ہے۔ نہ صرف قومی بنکوں کے قانون میں بلکہ ریاستوں کے بنکوں کے قانون میں بھی خانگی افراد کو اور نظما کو قرضے دینے کی حد پر پابندی عائد کردی گئی ہے اور سب سے اہم یہ کہ حسابات کی اشاعت اور میعادی جانچ کے لیے قواعد مقرر کردیئے گئے ہیں۔ مہتمم زر[1] متعینہ واشنگٹن کے ماتحت تنقیح سازوں کی ایک جماعت کام کرتی ہے، اس کو قومی بنکوں پر وسیع اختیارات حاصل ہیں؛ علیٰ ہذا متعدد ریاستوں میں وہاں کے بنکوں کے لیے یا تو اسی کے مماثل محکمے قائم ہوچکے ہیں یا قائم ہوتے جارہے ہیں۔

۱ـ (Comptroller of the Currency)

۲۷ — ریاستہائے متحدہ کی بنکاری کا نظام 886

ریاستہائے متحدہ کے یہ سب انتظامات عدیم النظیر ہیں۔ جس طرح امانتوں کے مقابلے میں نقد ذخائر لازمی طور سے رکھنے کا انتظام کسی دوسری جگہ موجود نہیں ہے ٹھیک اسی طرح قرضوں، رپورٹوں، عہدہ داروں اور نظامی خاص ذمہ داریوں کے تفصیلی انتظامات امریکا سے باہر موجود نہیں ہیں۔ یہ صورت حال عجیب و غریب ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں روایات یہ رہے ہیں کہ سرمایہ دارانہ صنعت کو اپنا راستہ طے کرنے کے لیے آزاد رکھا جاتا ہو اور کوئی بندشیں قائم نہیں کی جائیں، وہاں سرمایہ دارانہ کاروبار کے مرکز کو اس درجہ نگرانی کے تابع رکھا گیا ہے جس کا دوسرے ممالک میں وہم و خیال بھی نہیں ہے۔ سرکاری نگرانی و مداخلت کی اس نمایاں توسیع کا سبب ایک حد تک امانتی بنکوں کے کاروبار کی تعجب انگیز وسعت اور ابتدائی ترقی میں مضمر ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اس مبہم احساس کی بنیاد میں مضمر ہے کہ یہ امانتیں، زر رواں کا حقیقت میں سب سے اہم اور دور رس جزو ہیں۔ ایک مرتبہ جب نظام پوری طرح قائم ہو جاتا ہے تو کوئی فرد واحد اس کے دائرے سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہ ناگزیر ہے کہ اس کا اپنا ایک امانت کا بنک ہو اور بنک میں اس کا کھاتہ یا حساب کتاب ہو۔ گو ممکن ہے کہ وہ خود اپنے لیے بنک کا انتخاب کرے، اور یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس بنک کی نوعیت اور مالی حالت کی استواری کے متعلق باخبر رہے گا لیکن اس کے معلومات حاصل کرنے کے وسائل لازمی طور سے غیر یقینی ہوتے ہیں۔ بنک کے کاروبار سے عوام کا تعلق ابتدائی زیادہ تر نوٹوں کے تحفظ کے بارے میں تھا۔ لیکن یہ اگاؤ یا تعلق اب امانتوں کے بارے میں بھی پیدا ہو گیا ہے، جو نوٹوں کی قوی تر جانشین ہیں اور نوٹوں کی طرح بکثرت استعمال ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تجویز کہ نوٹوں کی طرح امانتوں کو کلیتہً محفوظ بنا دینا چاہیے کوئی غیر منطقیانہ یا انقلابی تحریک نہیں ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ خاص خاص اثاثوں کی تفریق کا کوئی طریقہ (جیسا کہ نوٹوں کے بارے میں استعمال کیا جا سکتا ہے) اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؛ اس لیے کہ سب امانتوں کے لیے صرف ایک واحد ممکنہ تحفظ یہ ہے کہ سب اثاثے استوار ہوں۔

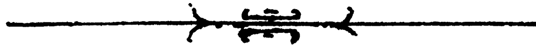
باب ۲۵ ریاستہائے متحدہ کی بنک کاری کا نظام

بیمہ کا طریق ہی صرف ایک قابل عمل طریق ہوگا؛ یعنی یہ کہ ہر بنک کے لیے سرکاری بیمہ کے محکمے میں یا ایسی بیمہ کی انجمن میں جس پر سرکاری نگرانی قائم ہو، شرکت لازمی قرار دی جائے اور یہ انجمن اس بنک کی امانتوں کی بازادائی کرے جو دیوالیہ ہوگیا ہو۔ اس تجویز کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ غیر محتاط طریق پر بنک کا کاروبار کرنے پر جو بندش بلکہ سب سے بڑی بندش ہے وہ اٹھ جائے گی۔ یہ بندش جمع کنندے کی طرف سے ساہوکار یا بنک کا خوف ہے۔ اگر ہر جمع کنندہ یہ جانتا ہو کہ اس کا جمع کردہ زر بہر صورت یقین کے ساتھ مل سکتا ہے، بوجہ اس کے کہ حکومت کی جانب سے یا دوسری مستند منظم جماعتوں کی جانب سے اس کی ضمانت کی گئی ہے، تو بدگمانی پیدا کرنے والے عمل سے غیر مطمئن جمع کنندوں کی طرف سے بنک پر دباؤ پڑنے یا یورش ہونے کا امکان بہت کم رہ جائیگا۔ اگرچہ بنکوں کے سر پر امانتوں کی رقوم ادا کرنے کے بارے میں جو قانونی ذمہ داری ہے وہ باقی رہے گی؛ لیکن مطالبوں کے پیش ہونے کا امکان بڑی حد تک گھٹ جائے گا۔ ممکن ہے کہ ہر بنک ایک غیر معین مدت تک غیر محتاط راستے پر چلتا رہے اور اس سے زیادہ مدت تک چلتا رہے جتنا کہ اس صورت میں جب کہ جمع کنندے کے اعتماد کو وقتاً فوقتاً قوی بنانے کی ضرورت اسے پیش آتی۔

387

یہ اعتراض، اگرچہ قوی ہے، لیکن لازمی طور سے قطعی نہیں ہے۔ موجودہ زمانے میں خود ایسے جمع کنندے کی آنکھوں کے سامنے بھی جس کو کوئی ضمانت نہیں دی گئی ہے، بنک کا کاروبار غیر محتاط طریق پر طے پاتا ہے۔ اگر یہ ضمانت نہ دی جائے کہ فوراً ادائی کی جائے گی بلکہ صرف یہ کہ انجام کار ادائی کی جائے گی یعنی اگر جمع کنندہ آخری نقصان سے محفوظ ہو جانے کے باوجود اس وقت میں مبتلا رہے کہ ایک مدت دراز تک اس کا زر حساب بے باق کرنے والے بنک میں رکا پڑا رہے تب بھی اس کا مفاد اس میں مضمر ہے کہ وہ باخبر رہے اور حالات مشتبہ دیکھ کر فوراً اپنا زر واپس طلب کرلے۔ تمسک دار دور اندیشانہ انتظام میں جو گہری دلچسپی رکھتے ہیں وہی غیر محتاط کاروبار کی روک تھام کا کام مسلسل انجام دے گی۔

اس کا قرینہ ہے کہ دوسرے معاملات کے مثل اس معاملے کے متعلق وضع آئین و قوانین بھی حقیقی تجربے سے بہت کچھ متاثر ہو۔ جب پیچھے بعد دیگرے بڑے بڑے بنکوں کا دیوالہ نکلنے کی وجہ سے امانت جمع کرنے والوں کو عظیم القدار نقصان برداشت کرنا پڑیں گے تو، اس کی بدولت امانتوں کے تحفظ و ضمانت کی تحریک کو بہت تقویت حاصل ہو جائے گی۔ بہت کچھ انحصار ان تعلقات کی ترقی پر بھی ہے جو وفاقی محفوظ سرمایہ کے نظام اور اس نظام سے باہر کے منتشر بنکوں کے مابین موجود ہیں۔ علیٰ ہٰذا سیاسی و معاشری ترقی کے عام میلان پر بھی اس سے کم انحصار نہیں ہے۔ بنک اور بنک کاری، خانگی ملک اور خانگی جوکھم کے کاروبار کے نظام کی سب سے بڑی اساسی خصوصیت ہے؛ چنانچہ جوں جوں اس نظام میں کم و بیش طریقے پر ترمیم ہوتی جائے گی اسی کی مناسبت سے عام بنک کاری کی تنظیم میں بھی ترمیم و تغیر کا کم یا زیادہ قرینہ ہوگا۔



باب بست و ہشتم



صنعتی کساد بازاری یا بحران

(۱) صنعتی بحران کے دو رخ: صنعتی کساد بازاری اور مالی ضعف۔ صنعتی کساد بازاری یا بحران کے دور کے متعلق مبالغہ کیا گیا ہے، لیکن ان کا تواتر کے ساتھ وقوع پذیر ہونا یقینی ہے، عام خصوصیات۔ (۲) صنعتی کساد بازاری یا پستی کی وجہ تقسیم عمل کی بد انتظامی ہے، خاص کر نئے اصل کی تیاری میں۔ ریلیں، آہن و فولاد کی پیدائش۔ (۳) نفسیاتی عامل، کاروباری رجائیت اور کساد بازاری کا متعدی اثر۔ تاجروں اور خردہ فروشوں کا اس میں حصہ۔ (۴) صنعتی پستی اور کساد بازاری کے زمانے میں پیدائش اور مبادلے کے نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ تجدید کا سبب اور نتیجہ۔ نقل اصل کی بد انتظامی، جدید اصل سازی میں ان حدود سے تجاوز جو دستیاب ہونے والی پس انداز کردہ رقوم قائم کرتی ہیں۔ سرمایہ مشترک کے تمسکات کا اثر۔



۱۔ موجودہ اور اس کے بعد آنے والے باب میں دو اہم مظاہر یعنی صنعتی اور مالی بحران یا کساد بازاری پر غور کیا جائے گا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ایک ہی مسئلے کے دو پہلوؤں پر نہ کہ دو الگ اور اساسی مظاہر پر بحث کی جائے گی۔ یوں تو صنعتی و مالی افراتفری میں باہم بہت گہرا تعلق ہے۔ لیکن زیادہ تر سہولت بیان

باب ۴۸
صنعتی کساد بازاری یا بحران

وتفہیم کی خاطر ان دونوں کی الگ الگ تشریح کی جائے گی۔ ایک طرف صنعتی پستی و کساد بازاری ہے جو تمام روئے زمین پر پھیل جاتی ہے، اپنی وسعت کے اعتبار سے فی الحقیقت بالعموم بین الاقوامی نوعیت رکھتی ہے؛ کئی کئی سال تک اس کا دور دورہ رہتا ہے، اور دور رس معاشری مسائل سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ دوسری طرف مالی اضطراب و آشوب ہے جو براہ راست، سب سے زیادہ بنک کا کاروبار کرنے والی جماعت اور تجارتی طبقے پر اثر ڈالتا ہے، چند ہی ہفتوں یا مہینوں تک جاری وساری رہتا ہے، اور زر، بنک کاری اور اعتبار کے مسائل سے منسوب کیا جاتا ہے۔ موجودہ باب میں خصوصیت کے ساتھ صنعتی پہلوؤں سے بحث کی جائے گی اور آئندہ باب میں زیادہ تر مالی پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے گی۔

ان دونوں بظاہر میں ایک طرح کا دورسا قائم ہوگیا ہے۔ مالی اضطراب عجیب وغریب باقاعدگی کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں، اور ہر اضطراب کے نتیجے کے طور پر صنعتی کساد بازاری کے طویل سلسلے کے رونما ہونے کا قرینہ ہوتا ہے۔ ایک مدت دراز سے یہ دیکھا جا رہا ہے کہ تقریباً ہر دہ سالہ مدت کے ختم پر یہ وقوع پذیر ہوتے ہیں مثلاً ریاستہائے متحدہ میں مالی بحران سنہ ۱۸۱۸ء، ۱۸۲۵ء، سنہ ۱۸۳۷ء، سنہ ۱۸۴۸ء اور سنہ ۱۸۵۷ء میں نمودار ہوا۔ اس کے بعد اس بظاہر باقاعدہ سلسلے میں کچھ وقفہ رونما ہوا؛ لیکن سنہ ۱۸۷۳ء کے آغاز سے پھر وہ سالہ دور و تسلسل شروع ہو جاتا ہے؛ چنانچہ سنہ ۱۸۷۳ء، سنہ ۱۸۸۴ء، سنہ ۱۸۹۳ء اور سنہ ۱۹۰۳ء میں سب سے نمایاں طور سے بحران نمودار ہوئے۔ اس دور و تسلسل میں بھی شدید اور خفیف دو طرح کی جنبش نظر آتی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۱۸ء، سنہ ۱۸۳۷ء، سنہ ۱۸۵۷ء کے بحران بہت شدید تھے؛ اور ان کے درمیانی دوروں کے بحران نسبتاً کم شدید تھے۔ علاوہ ازیں سنہ ۱۸۷۳ء اور سنہ ۱۸۹۳ء کے بحران بہت شدید تھے؛ اور سنہ ۱۸۸۴ء و سنہ ۱۹۰۳ء کے بحران کمزور سے تھے۔ اس لحاظ سے بعض مصنفوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شدید اور بڑے پیمانے کے بحران ہر بیس سال کی مدت میں ایک دفعہ رونما ہوتے ہیں، اور کم شدید بحران اس کی نصف مدت یعنی ہر دس سال میں ایک دفعہ نمودار ہوا کرتے ہیں۔ انگلستان میں بھی اسی طرح کا میعادی تواتر ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں صنعتی کساد بازاری اور مالی بحران

889

باب ۲۵
صنعتی کساد بازاری یا بحران

زیادہ تر ایسے ہی زمانے میں نمودار ہوئے جبکہ امریکا بھی ان میں مبتلا تھا، گو ان کی شدت ہمیشہ بالکل ویسی ہی نہ تھی جیسی کہ امریکا میں رہی۔ چنانچہ ۱۸۱۵ء اور ۱۸۳۷ء کی آفتیں ریاستہائے متحدہ میں نسبتہً بہت زیادہ شدت کے ساتھ نازل ہوئیں اور ۱۸۲۵ء و ۱۸۴۷ء میں انگلستان کو نسبتہً بہت زیادہ شدید آفتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ یقینی ہے کہ بعض تلاطم ایسے بھی وقوع میں آئے جو دونوں ملکوں میں مشترک نہ تھے۔ مثلاً ۱۸۶۶ء کا زمانہ انگلستان کے لیے بہت سخت نازک زمانہ تھا، مگر امریکا میں اس زمانے میں حالات نے ایسی کوئی نازک صورت اختیار نہ کی۔ علیٰ ہذا ۱۹۰۰ء میں جبکہ امریکا سخت بحران میں مبتلا تھا، انگلستان میں بدیہی طور سے اس کی نظیر مفقود تھی۔ بلکہ یہ کہنے کے بجائے کہ ان دونوں ملکوں کے حالات ایک دوسرے کی نظیر نہ تھے، یہ کہنا غالباً زیادہ صحیح ہوگا کہ ۱۸۶۶ء میں امریکا میں اور ۱۹۰۰ء میں انگلستان میں آفتوں کی شدت ایک دوسرے کے مقابلے میں کم رہی؛ اس لیے کہ موجودہ زمانے میں ہر آفت تقریباً عالمگیر اثرات رکھتی ہے، اور ان اثرات کی وسعت صرف فرق مدارج کا معاملہ ہے۔ بعض بڑی بڑی کساد بازاریوں مثلاً ۱۸۵۷ء، ۱۸۷۳ء اور ۱۸۹۳ء کی کساد بازاری کا اثر تمام عالم پر محیط تھا۔ بعض کساد بازاریوں کا اثر صرف ایک ہی ملک تک محدود رہا؛ جیسا کہ ۱۸۶۶ء میں انگلستان میں اور ۱۹۰۰ء میں ریاستہائے متحدہ امریکا میں، یا ۱۸۹۹ء میں جرمنی میں ہوا۔

افراتفری کی اس باقاعدگی نے جیونس کی رہبری اس عجیب و غریب "نظریۂ داغہائے آفتاب" کے مرتب کرنے کی جانب کی، جس کی رو سے آفتاب میں ہر دس یا گیارہ سال کی مدت میں سیاہ دھبوں کا متواتر مشاہدہ کساد بازاری کے تواتر و تکرار کی توجیہ کرتا ہے۔ جیونس نے یہ خیال قائم کیا کہ آفتاب کے دھبے، آفتاب کی حرارت کی کمی بیشی کو تعبیر کرتے ہیں؛ حرارت کے یہ تغیرات زمین کی زراعت اور فصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور اس سے صنعت کی رفتار متاثر ہوتی ہے۔ مگر اس نظریے کو کبھی قبول عام حاصل نہ ہوا۔ ان تیز و تند تغیرات کی بھی اسی طرح کی توجیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہر دس سال کے بعد نمودار ہوتے ہیں، اور جن کا عمل بھی فصلوں پر

باب ۲۵ صنعتی کساد بازاری یا بحران

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا؛ لیکن یہ مسئلہ پھر بھی فیصلہ طلب ہی رہتا ہے۔

اس قسم کی سب توجیہیں ایک خاص غلطی پر مبنی ہیں، یعنی تغیرات کی باقاعدگی کے بارے میں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ کچھ مدت تک دہ سالہ دور و تسلسل عجیب و غریب باقاعدگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے؛ مثلاً: ۱۸۱۸ء سے ۱۸۵۷ء تک اور پھر (کم از کم ریاستہائے متحدہ میں) ۱۸۷۳ء سے ۱۹۰۳ء تک لیکن یہ باقاعدگی کسی معین و قطعی فطری مظاہر کی باقاعدگی کی سی نہ تھی۔ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۳۷ء کے بحران کے بعد ۱۸۳۹ء میں دوسرا بحران رونما ہوا۔ اس کے بعد بظاہر دہ سالہ دور و تسلسل کا سلسلہ، جیسا کہ بیان ہوا، ۱۸۶۶ء سے ۱۸۷۳ء تک منقطع رہا؛ پھر ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۷ء میں بھی سلسلہ رک گیا۔ ان کے درمیانی سالوں میں بھی کچھ خلل اور انتشار واقع ہوا جو اگرچہ اتنا کثیرالوقوع نہ تھا لیکن پھر بھی کافی نمایاں تھا۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء میں نہ صرف انگلستان میں ایسا خلل ظاہر ہوا، بلکہ ریاستہائے متحدہ میں بھی حالات نے کم و بیش نازک صورت اختیار کر لی؛ علاوہ ازیں ۱۸۹۹ء میں جرمنی میں بھی ایسا ہی ہوا۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ فرانس بعض عالمگیر کساد بازاریوں سے کیونکر بال بال بچا رہا۔ مثلاً ۱۸۷۳ء کی تباہی نے یہاں کی پرسکون سطح میں ذرا سی شکن یا ناہمواری بھی پیدا نہ کی؛ برخلاف اس کے جب خود فرانس میں تلاطم آیا (مثلاً ۱۸۸۹ء میں جبکہ کمپتائر دی ایکانٹ[1] کا کاروبار بیٹھ گیا) تو وہ صرف اسی کی حد تک محدود رہا۔

بہر حال آفات کے وقوع میں یقینی طور پر تواتر اور کچھ دوریت ضرور پائی جاتی ہے۔ صنعتی گرماگرمی کے دور وقفوں کے ساتھ رونما ہوتے ہیں، اور ان وقفوں میں کساد بازاری کا دور دورہ ہوتا ہے، جو دو انتہائی صورتوں کو ممیز کرنے والی درمیانی حالت ہوتی ہے۔ ان دونوں دوروں کی علامتیں ہر جگہ خود بخود رونما ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ گرماگرمی کے دور میں نئے نئے پرجوکھم اور اولوالعزمانہ کاروبار آزادی کے ساتھ جاری کیے جاتے ہیں، قدیم کارخانوں کی تیار کردہ پیداوار ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے لگتی

[1] فرانس کے ایک بنک کا نام (Comptoir d'Escompte)

باب ۲۸
صنعتی کساد بازاری یا تجارتی بحران

ہے، اہل کاروبار اعتماد بلکہ رجائیت سے کام کرتے ہیں، اور مزدوروں کو کام اچھی اجرت پر اور باقاعدہ ملنے لگتا ہے۔ اعتبار آسانی کے ساتھ پھیل جاتا ہے، قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور سود اور بٹے کی شرحیں بتدریج بڑھ جاتی ہیں۔ جس طرح ہوا کی خنکی سردی کی آمد کی خبر دیتی ہے، اسی طرح اس صورت حال کے آخری دور میں ایک ایسا وقفہ آتا ہے جس میں جمود، ٹھیراؤ اور عدم اطمینان کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس حالت میں نئے بے جوکھم اور اولوالعزمانہ کاروبار کو غیر متوقعہ رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اور نیم پختہ کارخانوں کو مطلوبہ اصل فراہم کرنے کے لیے دوسروں سے مسابقت کرکے اعلیٰ شرح سود ادا کرنی پڑتی ہے۔ بٹے کی شرحیں بڑھ جاتی ہیں، زر کی ہر طرف سے مانگ شروع ہوتی ہے اور اس کی قلت کی شکایت عام ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دفعتہً کایا پلٹ جاتی ہے اور کسی مشہور ساہوکارے کا کاروبار کے بیٹھتے ہی اس کایا پلٹ کی رفتار اور تیز ہو جاتی ہے۔ اس طرح ریاستہائے متحدہ امریکا میں ۱۸۵۷ء میں اوہیو لائف انشورنس اینڈ ٹرسٹ کمپنی دیوالیہ ہوئی؛ ۱۸۶۶ء میں انگلستان میں اورنڈ گرنی اینڈ کمپنی کا دیوالہ نکلا جو بنک کاروں اور دلالوں کی بڑی فرم تھی؛ ۱۸۷۳ء میں جے کک اینڈ کمپنی ایک مشہور امریکن بنک کاری کی کوٹھی، کا خاتمہ ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں نیویارک کے تین بڑے قومی بنکوں نے کاروبار بند کر دیا؛ ۱۹۰۷ء میں اسی شہر میں نکربوکر ٹرسٹ کمپنی ٹوٹ گئی؛ اور اسی کے ساتھ دوسری بنک کاری کی کوٹھیاں تباہ ہو گئیں۔ اس کے بعد مالی معاملات نئے اور نازک صورت اختیار کر لی۔ اس حالت میں بنکوں کو اچانک کثیر مطالبات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے؛ ان سے ایک طرف قرضوں کا اور دوسری طرف نقد ادائی کا مطالبہ کیا جاتا ہے؛ تجارتی کوٹھیوں کا دیوالہ نکل جاتا ہے؛ اور بدترین صورت، جیسی کہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۷۳ء بلکہ ۱۹۰۷ء میں بھی واقع ہوئی، یہ ہوتی ہے کہ صنعت مکمل طور سے مفلوج ہو جاتی ہے۔ اس پر آشوب تلاطم کے کم و بیش سریع اختتام کے ساتھ ہی صنعتی کساد بازاری کا دور شروع ہوتا ہے۔ کوئی نیا جوکھم کا کاروبار نہیں کیا جاتا، قدیم کارخانوں کے کاروبار میں بھی انقباض ہوتا ہے، بے کاری اور بے روزگاری بڑھنا شروع ہو جاتی

391

باب ۲۵ صنعتی کساد بازاری یا بحران

ہے۔ بنکوں میں نقد امانتیں بڑھ جاتی ہیں، محفوظ سرمایوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور بٹہ اور سود کی شرحیں گھٹ جاتی ہیں اور قیمتوں میں تخفیف نمودار ہوتی ہے۔ اس کے چند سال کے بعد یہ کساد بازاری اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے؛ پھر حیات تازہ کے آثار بتدریج رونما ہونے لگتے ہیں، اور پرانے دور کا آغاز واعادہ ہوتا ہے۔

۲۔ ان بڑے تغیرات، یعنی صنعتی مظاہر کے اسباب کچھ تو محنت کی تقسیم میں اور پیدائش کے اصل طلب یا وقت طلب طریقے میں مل سکتے ہیں؛ اور کچھ انسانی فطرت کے بعض اساسی خصوصیات ہیں۔ گویا یہ اسباب ایک حد تک معاشی ہیں اور ایک حد تک نفسیاتی۔

ہم اس سے قبل محنت کی تقسیم کے یکے بعد دیگرے آنے والوں عملوں کو بیان کرچکے ہیں کہ پیدائش کے تدریجی عملوں میں مختلف مرحلوں کی کس طرح ترتیب و تنظیم کیجاتی ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجے کے طور پر پیدائش کے ابتدائی مرحلوں اور قابل صرف اشیا کے مکمل طور سے تیار ہوکر نکلنے کے مابین ایک وقفہ رونما ہوتا ہے جو بالعموم طویل ہوتا ہے۔ اور اسی کے نتیجے کے طور پر غلطی اور بدنظمی کا امکان، نیز یہ امکان پیدا ہوتا ہے کہ بدنظمی اور بے ترتیبی کا فوری علم نہ ہو۔ یہاں ہمیں صنعتی بحران کا ایک بڑا سبب ملتا ہے اور وہ غیر منظم پیدائش ہے۔

اس سبب کا عمل اس وقت جبکہ صنعتوں میں سرعت کے ساتھ تغیرات واقع ہورہے ہوں بہت زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔ "چنانچہ صنعتی انقلاب" کے بعد کے دور میں اور ان ملکوں میں جہاں ترقی کی رفتار بہت سریع رہی صنعتی کساد بازاری سب سے بڑے پیمانے پر اور وسیع ترین اثرات کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ جب نئے نئے جوکھم کے کاروبار میں اصل کثیر مقدار میں لگایا جاتا ہے، تب ہی غلطی کے سب سے زیادہ مواقع پیدا ہوتے ہیں؛ اور اسی کے ساتھ کسی غلطی کے ارتکاب کے بعد اس کی اصلاح کا بہت کم موقع ملتا ہے اور بہت طویل زمانے تک اس کا اثر قائم رہ سکتا ہے۔ ریلیں جن کے صنعتی اثرات بہت وسیع اور دوررس ہیں، اس معاملے میں بھی بڑی حد تک اثر انداز ہوئی ہیں۔ انیسویں صدی کے اکثر بحران وسیع

892

باب ۲۔ صنعتی کساد بازاری یا بحران

پیمانے پر اور غیر منفعت بخش طریق پر ریلوں کی تعمیر سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۳۷ء میں ریاستہائے متحدہ، سنہ ۱۸۴۷ء میں انگلستان اور پھر سنہ ۱۸۵۷ء، سنہ ۱۸۷۳ء اور سنہ ۱۸۸۴ء میں ریاستہائے متحدہ کے بحرانوں کی یہی وجہ تھی۔ ریلیں بنانے میں بہت سا وقت اور اصل صرف ہوتا ہے۔ ریلوں کی تعمیر کے دوران میں اور ان کے تکمیل کو پہنچنے کچھ مدت بعد تک بھی اس امر کا پورا یقین نہیں ہوتا کہ وہ کس حد تک منفعت بخش ثابت ہوں گی؛ اور منافعہ ہی بالعموم ان کے کارآمد ہونے کی کسوٹی ہوتا ہے۔ ریلیں نئے نئے علاقوں کا راستہ کھول دیتی ہیں یا قدیم علاقوں میں محنت کی جغرافی تقسیم کو از سر نو ترتیب دیتی ہیں۔ تاوقتیکہ چند سالوں تک ریلیں چلتی نہ رہیں اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آیا قابل تمتع اشیا یا انسانی افادات میں اتنی توفیر اور زیادتی ہوئی کہ اس کی بنا پر کثیر المقدار اصل کا شغل بر پیمانہ کبیر حق بجانب قرار دیا جا سکے۔ بعض اوقات ریلیں ایسے علاقوں میں بھی تعمیر کی گئی ہیں جہاں ان کا تعمیر کرنا قطعاً نفع آور اور ترقی بخش ثابت نہ ہوا۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ریلیں اتنی سرعت کے ساتھ بنائی گئیں کہ صنعتی نظام کے ان کے انقلاب انگیز اثرات کے مطابق ہونے کا موقع بھی نہ مل سکا؛ چنانچہ بہت طویل وقفہ ایسا گزرا جس میں یہ منفعت بخش ثابت نہ ہوئیں۔

اسی قسم کے غلط اندازوں اور بد انتظامی و بے ترتیبی کا امکان ہر قسم کے کارخانوں کے قائم کرنے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ امکان خاص کر سب سے زیادہ ان صنعتوں میں ظاہر ہوتا ہے جو اصل قائم اور کلوں میں استعمال ہونے والی اشیا تیار کرتی ہیں؛ یعنی: ایسی صنعتوں میں جو پیدائش کے عملوں کی بالکل ابتدائی حالت میں ہوتی ہیں اور قابل تمتع اشیا کے مکمل حالت میں تیار ہو کر نکلنے کی منزل سے بہت دور ہوتی ہیں۔ یہ صنعتیں لوہا، لکڑی، تانبا اور اسی قسم کی دوسری اشیا فراہم کرتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں ان اشیا میں لوہا، اہم ترین شے ہے اور اسی پر صنعتی جد و جہد کے تغیرات کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے۔ لوہے اور فولاد کی طلب زیادہ تر شغل اصل کی غرض سے ہوتی ہے۔ لاکھوں ٹن لوہا اور فولاد ہر سال تیار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اتنی مقدار میں نئے آلات پیدائش، نئی ریلیں، نئے ڈھانچے

باب ۲۰ صنعتی کساد بازاری یا بحران

نئے سانچے، نئے اسلحہ اور نئے اوزار تیار ہوتے ہیں۔ ان نئے آلات کے اضافے سے انجام کار قابلِ صرف اشیا زیادہ مقدار میں تیار ہوتی ہیں؛ لیکن اس کا پیشگی اندازہ کرنا بہت دشوار ہے کہ یہ اشیا آیا اس قسم کی ہوں گی جن کی طلب قوی ہوگی یا وہ طلب کے اس طرح مطابق ہوں گی کہ انہیں منافعہ کے ساتھ فروخت کیا جا سکے۔

393

۴۔ یہاں سے نفسیاتی عامل کا عمل شروع ہوتا ہے۔ گرما گرمی کے زمانے میں کاروباری اشخاص کے دل عام طور سے رجائی خیالات سے اسی طرح پُر ہوتے ہیں جس طرح کساد بازاری کے زمانے میں قنوطی خیالات سے پر ہوتے ہیں اور افسردگی چھائی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ چند بہت ہی دانشمند سنجیدہ اور اعتدال پسند اشخاص ان خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ جس وقت دوسرے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں یہ توقف کرتے ہیں اور جس وقت دوسرے تامل کرتے ہیں یہ آزادی کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن ایسے اشخاص کی تعداد اتنی ہی قلیل ہوتی ہے جتنی کہ ایک اژدھام میں معقولیت پسند افراد کی یا شوروغل کرنے والے انبوہ کثیر میں خاموش رہنے والے اشخاص کی۔ اکثر کاروباری اشخاص اپنے اردگرد کے حالات سے متاثر ہوتے اور ان ہی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ نئے نئے پرجوکھم کاروبار اسی وقت جاری کرتے اور پرانے کاروبار کی اسی وقت توسیع کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے ماحول کا تمام عالم بھی اس پر عمل پیرا ہے۔

یہ تعدیہ محض تعدیہ نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک دوسرے پر حقیقی، انحصار اور تعامل پر مبنی ہے۔ کاروباری اشخاص کا کاروبار زیادہ تر ایک دوسرے سے خرید و فروخت کرنا ہے۔ البتہ صرف خردہ فروش تاجر اور ایسی صنعتیں (جن کی نوعیت لازمی طور سے خردہ فروشوں کی سی ہوتی ہے) جیسے کہ ٹریم گاڑیاں وغیرہ ان عوام سے معاملہ کرتی ہیں جو آخری صارف ہوتے ہیں۔ بخلاف اسکے لوہا اور فولاد بنانے والا اپنا مال، آلات اور کل بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرتا ہے؛ کلیں بنانے والا اپنا مال صناع کے ہاتھ فروخت کرتا ہے؛ صناع تھوک فروش

باب ۲۰
صنعتی کساد بازاری یا بحران

تاجر کارندہ یا ایجنٹ کے ہاتھ اپنے مصنوعات فروخت کرتا ہے؛ اور تھوک فروش تاجر، خردہ فروش تاجر سے معاملہ کرتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا انحصار (تاوقتیکہ اس کے قبضے میں غیر محدود مقدار میں اصل اور اعتبار نہ ہو) لازمی طور سے دوسرے کی طلب پر ہوتا ہے کہ دوسرا اس کا کتنا مال خریدے گا۔ آخری طلب کی بنیاد یا وسعت کے متعلق اس کا خیال اور اندازہ چاہے کچھ ہو اس پر براہ راست انھی اشخاص کا اثر پڑے گا جو ان کاروبار کے طویل سلسلے میں اس شخص کے بعد کے درجے میں ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگرچہ یہ کاروبار ایک دوسرے سے الگ اور آزاد معلوم ہوتے ہیں مگر وہ لازمی طور سے ایک دوسرے پر مبنی و منحصر ہوتے ہیں۔

صنعتی کساد بازاری کے دوران میں مال تقسیم کرنے والے درمیانی اشخاص یعنی تھوک فروش اور خردہ فروش تاجر اور ایجنٹ جو عمل انجام دیتے ہیں اس کو اس موضوع (یعنی صنعتی کساد بازاری یا بحران) کی بحث میں بسا اوقات نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ ”دولت آفریں طبقہ“ کی پیداوار کا متصل گاہک یہی طبقہ ہوتا ہے۔ جب وہ آزادی کے ساتھ اشیا خریدتے ہیں تو تجارت بہت گرما گرمی سے ہوتی ہے؛ اور جب وہ اس میں تساہل برتتے ہیں تو تجارت سرد پڑ جاتی ہے۔ وہ صرف نفسیاتی اثر ہی کے تابع نہیں ہوتے؛ بلکہ نفع و نقصان کا سیدھا سادہ حساب بھی ان کے لیے بڑا محرک ہوتا ہے۔ ان کا کاروبار تقریباً محض اشیا کی معمولی خرید و فروخت پر مشتمل ہوتا ہے، اور ان کی کامیابی تقریباً بالکلیہ قیمتوں پر مبنی ہوتی ہے۔ قیمتوں کے بارے میں ان کی یہ حالت اور قیمتوں کے مقابلے میں ان کا جوابی عمل طویل مدتوں کے لیے عام صارفوں کی حالت اور جوابی عمل سے مختلف و متضاد ہوتا ہے۔ جب قیمتیں بڑھ جاتی ہیں تو عام صارف کم مقدار میں اشیا خریدتے ہیں، اور جب قیمتیں گھٹ جاتی ہیں تو انھیں زیادہ خریدنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ لیکن سوداگر گو انجام کار صارف کی طلب ہی کے تابع ہوتے ہیں؛ پھر بھی بازار میں قیمتوں کے تغیرات کے متعلق جو تازہ توقعات قائم کی جاتی ہیں ان سے بڑی حد تک متاثر ہوتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ قیمتیں بڑھنے والی ہیں تو

باب ۲۸ صنعتی کساد بازاری یا بحران

آزادی کے ساتھ خریداری کرتے ہیں؛ اور جب وہ خیال کرتے ہیں کہ قیمتیں گھٹ جائیں گی تو، اشیا کی خریداری میں کمی کر دیتے ہیں۔ مجرد یہ واقعہ کہ وہ اس طرح خیال قائم کرتے اور اس خیال کے مطابق عمل کرتے ہیں پہلی صورت میں قیمتوں کے اضافے کی رفتار میں اور دوسری صورت میں قیمتوں کی تخفیف کی رفتار میں سرعت پیدا کر دیتا ہے۔ جس زمانے میں قیمتوں کے بڑھنے کی توقع ہوتی ہے اس میں وہ اپنے ذخائر کو بڑھا لیتے ہیں تاکہ انھیں زیادہ قیمت سے فروخت کریں یا کم از کم ان کی خرید کردہ اشیا کی قیمتوں میں آگے چلکر اضافہ ہونے کے امکان کے مقابلے میں اپنے کو محفوظ کرلیں۔ اس کے بعد جب تجارت میں انقباض پیدا ہوتا ہے، کاروبار بیٹھ جاتا ہے اور مالی پریشانی اور اضطراب رونما ہوتا ہے تو، وہ جلدی سے اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ "حالات خراب ہو رہے ہیں"؛ اور اس لحاظ سے قدیم فرمائشوں کو حتی الامکان کالعدم کر دیتے ہیں، نئی فرمائشیں نہیں کرتے، اپنی خرید کردہ اشیا کو فروخت کرنے ہی پر بالکلیہ اکتفا کرتے ہیں، اور اس وقت تک انتظار کرتے ہیں جب تک کہ ان کے خیال میں قیمتوں کا گھٹنا موقوف ہو جائے۔ اس توقف اور کساد بازاری کے دور کے بعد جلد یا بدیر جب کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے، مثلاً فصل اچھی ہوتی ہے، کسی نئے جوکھم کے کاروبار میں حصہ لینے سے منفعت کی توقع ہوتی ہے یا تجارت کا رخ بدلتا ہے تو، اس کی وجہ سے پھر یکبارگی قیمتیں بڑھنے لگتی ہیں۔ بس درمیانی اشخاص اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اب پھر ان کے لیے خریداری کرنے اور قیمتوں کی کمی سے فائدہ اٹھانے کا وقت آن پہنچا ہے۔ نتیجہ یہ کہ تجارت کی گرماگرمی بڑھ جاتی ہے اور رجائیت ازسرنو پیدا ہوتی ہے؛ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور اس وجہ سے بھی زیادہ قطعی طور سے اور سرعت کے ساتھ بڑھ جاتی ہیں کہ سب تاجر اب یہ خیال کرنے لگتے کہ وہ بڑھ جائیں گی اور اس خیال کے مطابق خریداری کرنے لگے۔ اس طرح قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں ان کے پاس اشیا کے زائد ذخیرے بہت کثیر مقداروں میں جمع ہو جاتے ہیں، اور قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں ان کے اشیا کے ذخائر کی مقدار گھٹ جاتی ہے؛ گویا ایک حالت میں صارفوں کے پاس اشیا کی زیادہ مقدار رہتی ہے اور ایک حالت میں

باب ۲۔ صنعتی کساد بازاری یا بحران

کم مقدار، مگر اسی مناسبت سے درمیانی اشخاص کے ذخائر کی مقدار میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

۴۔ کساد بازاری کے زمانے میں صنعتی کل کے جوڑ بند ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ مختلف اعضاء میں باہمی تعامل نہیں ہوتا۔ سوداگر اور درمیانی اشخاص اپنے اپنے کام رک رک کر انجام دیتے ہیں۔ وہ حسب معمول اور عادت کے مطابق اشیا نہیں خریدتے اس لیے کہ مستقبل کے متعلق انھیں اطمینان نہیں ہوتا۔ اس مجرد واقعے کی بنا پر کہ وہ اپنی خریداری میں قطع و برید کرتے ہیں، صناع اور آجر اپنی پیدائش کو گھٹا دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ مزدور بے کار اور بے روزگار ہو جاتے ہیں؛ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خردہ فروشوں سے اشیا نہیں خریدتے۔ مالی بحران کے مختصر مگر نازک زمانے میں، بعض اوقات تباہی ہمہ گیر ہو جاتی ہے۔ خرید و فروخت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے؛ نہ تو آجر مزدور کا طالب ہوتا ہے اور نہ مزدور آجر یا کام پا سکتا ہے۔ یوں تو یہ حالت دو ایک ہفتے سے زائد شاذ ہی قائم رہتی ہے؛ لیکن اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد ایک ایسا طویل دور آئے جس میں اشیا رک رک کر خریدی جائیں، پیدائش گھٹ جائے اور بے روزگاری پھیلی رہے۔ اس مالی تباہی کی وجہ سے پیدائش اور مبادلے کے نازک آلے کے کیل کانٹے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور وہ بے کار ہو جاتا ہے؛ گو ممکن ہے کہ یہ مالی انحطاط و ضعف عارضی ہو، اور اس آلہ سے جوں توں پھر کام لیا جائے، لیکن اس صدمے کا اثر اس پر ایک مدت دراز تک رہتا ہے اور وہ خوبی کے ساتھ کام نہیں کرتا۔ 395

اس سرد بازاری اور "گھاٹے کے کاروبار" کے دور کے زیادہ یا کم مدت تک قائم رہنے کا دارومدار اس امر پر ہے کہ اس سے پیشتر کے زمانے کی گرماگرمی کے دور میں صنعتی انتظامات کی از سر نو ترتیب کم کی گئی ہے یا زیادہ مثلاً اگر موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے فی الحقیقت بہت زیادہ ریلیں تعمیر کی گئی ہوں، برقی کارخانے بہت کثرت سے قائم کیے گئے ہوں، لوہا اور فولاد بہت زیادہ مقدار میں تیار کیا گیا ہو اور تجارتی کوٹھیاں بکثرت موجود ہوں تو، توقف اور انتظار کی حالت کا اس وقت تک قائم رہنا ضروری ہے جب تک کہ اس

باب ۲۸
منتہی کساد بازاری یا بحران

سازو سامان (یعنی پرانے اور گھٹیا قسم کے) کو ترک نہ کیا جائے، یا جب تک کہ آبادی کا اضافہ اور دیگر صنعتوں کی ترقی تقسیم عمل میں واجبی توازن کو ازسرنو نہ قائم کردے۔ اس طرح ۱۸۷۳ء کے عظیم صنعتی بحران سے پیشتر کے سالوں میں ریاستہائے متحدہ میں ریلوں کی تعمیر کا کام بہت تیزی سے چل رہا تھا؛ اور اس کے مقابلے میں ملک کی اساسی صنعت، یعنی زراعت کی جانب بے توجہی بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس طویل کساد بازاری کے زمانے میں جو اس کے بعد شروع ہوا ریلوں کی تعمیر بالکل رک گئی؛ برخلاف اس کے وسطی مغربی زرعی صوبوں کی آبادی اور ذرائع میں خاصا اضافہ اور ترقی رونما ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۰ء میں حالات نے اچانک پلٹا کھایا، اور پہلے تجارت خارجہ نے کروٹ بدلی؛ فصلیں اچھی ہوئیں اور کثیر پیداوار برآمد ہوئی جس سے اچھی قیمتیں وصول ہوئیں غرض حیات تازہ کے آثار پیدا تھے؛ صنعتی نظام کی ازسرنو ترتیب عمل میں لائی جا چکی تھی؛ تجارتی طبقہ اس صورتِ حالات کو سمجھ گیا؛ اور ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا جو بادی النظر میں اپنے پورے لوازم یعنی عام رجائیت، تجارتی گرم بازاری، مستعدانہ تخمین، ہر قسم کی کاروباری اولوالعزمی سے مزین تھا، اور در پردہ ایک جدید بحران اور کساد بازاری کے ایک نئے دور کی تیاری کر رہا بلکہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔

چونکہ معاشی آفات میں نفسیاتی عامل اس قدر مرکزی اہمیت رکھتا ہے اس لیے نام نہاد اچھے اور برے زمانوں کی مدت اور وسعت، اور اسی کیساتھ ان کے ایک حالت سے دوسری حالت میں فوراً مبدل ہوجانے کا موقع دونوں بظاہر محض اتفاقات، یعنی ایسے اسباب پر مبنی معلوم ہوتے ہیں جو کسی قانون کے پابند نہیں ہیں، اور جن کے متعلق کوئی پیش بینی یا پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی۔ اگر کہیں غیر متوقعہ طور سے بڑا خسارہ واقع ہو تو اس سے بہت جلد کساد بازاری رونما ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر فصلیں غیر متوقعہ طور سے اچھی ہوں اور ان کی پیداوار اعلیٰ قیمتوں پر فروخت ہو (اور خوش نصیبی سے ریاستہائے متحدہ میں یہ دونوں چیزیں بارہا ایک ساتھ واقع ہوئی ہیں) تو وہ ایک ایسی کساد بازاری کو جو

896

صنعتی کساد بازاری یا بحران

عنقریب نازل ہونے والی تھی ملتوی کر سکتی ہیں۔ چنانچہ موخر الذکر حالت ۱۸۹۰ء تا ۱۸۹۱ء میں ظاہر ہوئی۔ اس وقت کایا پلٹ کا پورا سامان موجود تھا؛ لیکن زرعی خوشحالی کے موسم نے اس برے وقت کو ایک یا دو سال کے لیے ٹال دیا؛ چنانچہ یہ بحران بالآخر خاص شدت کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں نمودار ہوا۔ اسی زمانے میں چاندی کا مسئلہ چھڑ گیا کہ آیا ملک کے زر کی بنیاد سونے پر ہونی چاہیئے یا چاندی پر؟ اور اس مسئلے کے متعلق سیاسی کشمکش کی وجہ سے اس بحران نے اور اس کے متعاقب دور کساد بازاری نے اور بھی زیادہ نازک اور پیچیدہ شکل اختیار کر لی؛ یعنی اس مسئلے نے اکثر کاروبار کو غیر یقینی بنا دیا، اور اپنے نفسیاتی اثرات و نتائج کے لحاظ سے اس سے زیادہ عدم تیقن اور توقف کی حالت پیدا کر دی جس کا خود مسئلہ زر سے پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ ۱۸۹۶ء کے بعد سے حیات تازہ کے آثار پیدا ہونا شروع ہوئے اور ان کو ترقی دینے والے ہمہ قسم کے اسباب تھے؛ یعنی: ایک تو انتخابات میں جمہوریت پسندوں کی فتح، جس سے ایک مستحکم معیار طلا کے قائم ہونے کی امید بندھتی تھی؛ اور دوسرے تجارت خارجہ میں موافق حالات کا پیدا ہونا۔ اس قسم کے بے قاعدہ اسباب کے بار بار رونما ہونے کے باوجود صنعتی کساد بازاری اور بحران کے متواتر وقوع پذیر ہونے میں جس درجہ باقاعدگی اب بھی مستقل طور سے پائی جاتی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔

ممکن ہے کہ کساد بازاری کی مدت اس وقت طویل نہ ہو اور حالات کا اپنی اصلی حالت پر عود کر آنا اس وقت آسان ہو جبکہ ان کے اساسی حالات و شرائط قیمتوں کو بڑھانے کے موافق ہوں؛ مثلاً جبکہ فلزی زر کی رسد میں نمایاں طور سے اضافہ ہو رہا ہو۔ اس کے برخلاف یہ بھی ممکن ہے کہ بعینہ یہی حالات، بحران کی تاسیس کے زمانے میں جو تخمینی اور غیر محتاط کاروبار ہوتا ہے اس کی جدوجہد کو بڑھا دیں اور اس طرح آفت و خسارے کو جب کبھی وہ نمودار ہو بہت زیادہ تباہ کن بنا دیں۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی کساد بازاری کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں سونے کی دریافت کے بعد اس وقت رونما ہوئی جبکہ اس دریافت کے نتیجے کے طور پر

ا۔ ۲۵ صنعتی کساد بازاری یا بحران

کئی سال تک قیمتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہ کساد بازاری بہت شدید اور تباہ کن ثابت ہوئی تھی، مگر پھر بھی زیادہ مدت تک قائم نہیں رہی؛ ایک یا دو سال کے اندر اس کے اثرات بظاہر معدوم ہو گئے۔ اس کے برعکس ۱۸۷۳ء کی کساد بازاری نمودار ہوتے ہی قیمتوں میں عام طور سے تخفیف شروع ہو گئی؛ یہ حالت خاص کر ریاستہائے متحدہ میں پیدا ہوئی، جہاں زر کاغذی کے مفرط اجرا سے پیدا شدہ قیمتوں کی زیادتی بتدریج اور بدقت تمام کمی کی طرف مائل ہو رہی تھی؛ اور ۱۸۷۳ء کے بعد کی کساد بازاری غیر معمولی طور سے طویل المدت تھی۔

۵۔ صنعتی کساد بازاری کے سلسلے میں ایک اور عامل پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے؛ اور وہ عامل اصل کا اضافہ اور پس اندازی اور بنک کاری سے اصل کا تعلق ہے۔

نئے جوکھم کے کاروبار جاری کرنے کے معنی ایک طرف تو حقیقی اصل کی تخلیق ہیں اور دوسری طرف اس کے معنی جدید اندوختوں کا جمع کرنا ہیں، یعنی یہ ایک دوہرا عمل ہے جس کے ذریعے سے خانگی ملکیت کے نظام کے تحت قوم کے اصل میں افزائش ہوتی ہے۔ آجر اصل دار، شغل اصل کرنے والوں سے زر بطور قرض حاصل کرتے ہیں یا دوسرے طریقوں سے ان کی پس انداز کردہ رقوم پر دسترس حاصل کرتے ہیں۔ گو ساہوکار اور عملی کاروبار کرنے والے اشخاص خود اپنے خانگی اصل کو بھی کاروبار میں لگاتے ہیں، لیکن زیادہ تر وہ بالواسطہ شغل اصل کرنے والوں سے زر حاصل کر کے اپنے کاروبار میں مشغول کرتے ہیں۔ خواہ وہ اپنا خانگی طور سے فراہم کردہ زر استعمال کریں یا دوسروں کے ذرائع استعمال کریں، وہ اس مقدار سے زیادہ رقم کو مشغول نہیں کر سکتے جتنی کہ قوم کی پس اندازیوں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ تحدید ایک طویل المدت تحدید ہے۔ وہ براہ راست عمل نہیں کرتی بلکہ درمیانی اشخاص کے ایک سلسلے کی وساطت سے عمل کرتی ہے۔

سرمایہ مشترک کی تجارتی انجمن (کارپوریشن) کی نشوونما اور ترقی اور اس کے نتیجے کے طور پر شغل اصل کرنے والے مجہول اشخاص کے لیے شغل اصل

کے مواقع کی افزائش، ان دونوں نے اس سارے نظام کو وسیع اور پیچیدہ کر دیا۔ موجودہ زمانے میں نئے پرجوکھم کاروبار بالعموم مشترک سرمایہ کے اصول پر جاری کئے جاتے ہیں، اور اس کاروبار کے انصرام کے لیے مطلوبہ زر بازار میں تمسک اور دستاویزات فروخت کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ تمسکات اور دستاویزات پہلے زیادہ تر ساہوکاروں اور شغل اصل کرنے والی انجمنوں کے ہاتھ فروخت کئے جاتے ہیں، اور یہ جماعتیں ان تمسکات کو اپنے طور پر شغل اصل کرنے والے اشخاص کے ہاتھ فرداً فرداً فروخت کرتی ہیں۔ ساہوکارے اور شغل اصل کرنے والی کوٹھیاں اس کی ضمانت تو نہیں کرتیں کہ جو تمسکات وہ بازار میں فروخت کر رہی ہیں وہ عمدہ اور منفعت بخش ہوں گے؛ پھر بھی ان کے لیے ایک حد تک ذمہ داری محسوس کرتی ہیں۔ ان کی نیکنامی اور دائمی خوشحالی محض اعلیٰ درجے کے تمسکات کو فروخت کرنے اور کامیاب کاروبار کو فروغ دینے پر مبنی ہوتی ہے۔ اس قسم کی انجمنوں (فرموں) یا اداروں کا سب سے اہم اور مفید کام نئے پرجوکھم کاروبار کے بارے میں صحیح و صائب اندازہ قائم کرنا ہے؛ اور یہی دراصل ان کے منفعت حاصل کرنے کا اصلی ذریعہ ہے۔ لیکن وہ تخمینی اندازے کے سوا کوئی صحیح اور پختہ اندازہ اس امر کی بابت نہیں قائم کر سکتے کہ اصل کو مشغول کرنے والی جماعت بحیثیت مجموعی تمسکات کی کتنی مقدار خرید سکتی ہے۔ رجائیت اور خوشحالی کے زمانے میں شغل اصل کی متعدد انجمنیں کاروبار کو پھیلاتی اور بلا تامل آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں، اور ایسے سب کاروبار کے تمسکات خریدتی ہیں جن کے ترقی کرنے کی توقع ہوتی ہے۔ چنانچہ بنک کاری، تمسک کا کاروبار اور ہنڈی کی دلالی کرنے والی کل برادری قرضوں کا لین دین اور تمسکات کی خرید و فروخت کرتی ہے۔ اکثر چھوٹا موٹا کاروبار کرنے والے اور "بیرونی" محض آزادانہ طور سے کوئی اندازہ قائم نہیں کرتے اور اپنی قوت فیصلہ سے کام نہیں لیتے بلکہ خلق کا جدھر رجحان ہو محض اس کے لحاظ سے خرید و فروخت کرتے ہیں، ہر قسم کے مبالغہ آمیز بیانات یا افواہوں کو قبول کر لیتے ہیں، صرف تمسکات کی روزمرہ کی قیمتوں کو پیش نظر رکھتے ہیں، اور وقتیہ جوش کے متعدی اثر

398

باب ۲۔ صنعتی کساد بازاری یا بحران۔

سے متاثر ہو کر ان اساسی قوتوں کی جانب سے بالخصوص کم توجہی برتتے ہیں جن پر ان کی جد و جہد مبنی ہوتی ہے۔ یہاں نفسیاتی عامل بہت اہم کام انجام دیتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری قسم کے درمیانی اشخاص کے کاروبار کا بھی اس سے لگاؤ ہے؛ اور وہ تجارتی بنکوں کا کاروبار ہے۔ کوٹھی والے، ساہوکار اور تمسک گھر اس امید میں ان بنکوں سے عارضی مدت کے لیے قرضے حاصل کرتے ہیں کہ نئے تمسکات کو شغل اصل کرنے والی مخلوق کے ہاتھ فروخت کر کے محصلہ قیمت سے قرضے کی ادائی کر دیں گے۔ تجارتی بنکوں کی حیثیت عام طور سے ایسی ہوتی ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ قرضے دے سکتے ہیں: ان کے پاس نقد زر کے ذخائر کی کافی مقدار میں موجودگی انھیں بالعموم خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور ان کے یہ کوٹھی کے قرضے عمدہ اور منفعت بخش ہوتے ہیں۔ گو ممکن ہے کہ بطور ضمانت پیش کردہ مساوی القدر تمسکات ایک غیر یقینی مستقبل پر منحصر ہوں، لیکن خود قرض گیرندوں کی مالی حیثیت نہایت استوار ہوتی ہے اور وہ پوری طرح قرضے کی ضمانت داخل کرتے ہیں۔ بنک زیادہ مقدار میں قرضے دیکر اور امانتیں قائم کر کے کوٹھی والوں کو اور عملی کاروباری منتظمین کو ایک موثر قوت خرید حوالے کرتے ہیں اور یہ قوت خرید ایسے ہی مکمل طریقے سے حوالے کی جاتی ہے جیسے کہ موخر الذکر طبقے کو پس انداز کرنے والوں اور شغل اصل کرنے والوں سے براہ راست رقم مل سکتی ہے۔ بنک اپنے اس عمل سے قوت خرید کی مجموعی مقدار میں جو غیر منفصل ہے اور جو اشیا خریدنے میں استعمال کی جاتی ہے، اضافہ کر دیتے ہیں؛ اور اس طرح وہ بسا اوقات بہت قوت کے ساتھ قیمتوں کے عام اضافے کو، جو گرانی کے دور کی نمایاں خصوصیت ہے، فروغ دیتے ہیں۔ اس طریقے پر جو قرضے دیے جاتے ہیں ان میں بڑی حد تک تغیر پذیری ہوتی ہے۔ ایک ایسے بنک کے لیے جو مضبوط بنیادوں پر قائم ہو، قرضوں کو بڑھانے اور پھیلانے کی کوئی مقررہ و معین حد نہیں ہوتی؛ اور ایک مدت دراز تک بنک اور ان کے اہل معاملہ اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ گویا

باب ۲۰
تشغیل کساد بازاری یا بحران

کوئی حد بھی معین نہیں ہے۔

اس قسم کی صورت حال ان بے ضابطگیوں میں سے ایک بے ضابطگی ہے جو اعتبار اور تشغیل اصل کے طریقے میں پائی جاتی ہیں۔ قوم کے مادی ساز و سامان (یعنی کارخانے، ریلیں، اور برقی قوت خانے) کا اضافہ نہ صرف پس اندازی کے ذریعے سے عمل میں آتا ہے، بلکہ بنکوں کی جانب سے قوت خرید کی تخلیق کے ذریعے سے بھی عمل میں آتا ہے۔ کوٹھی والوں اور کاروباری منتظموں کی سب سے بڑی احتیاج "زر" ہوتی ہے؛ یعنی انھیں ایسے ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے جن کی مدد سے وہ کلیں خرید سکیں اور مزدوروں کی اجرت ادا کر سکیں۔ جہاں تک مادی حیثیت سے کاروبار کو فوراً آغاز کرنے کا تعلق ہے وہاں تک، جونہی قوت خرید ان کے قبضہ و تصرف میں آجاتی ہے وہ کاروبار شروع کر دیتے ہیں اور اس کا کوئی لحاظ نہیں کرتے کہ یہ قوت خرید تشغیل اصل کرنے والوں سے بہم پہنچی یا بنکوں کے ذریعے سے بہم پہنچی جو قرضوں اور اعتباری امانتوں کو بڑھاتے اور پھیلاتے ہیں۔ اس طرح مادی تشغیل اصل کا عمل، تشغیل اصل کرنے والوں کی پس اندازی کے عمل سے بہت قبل شروع ہو جاتا ہے؛ جس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ کوٹھی والے عارضی طور سے خود اپنی رقم لگاتے ہیں، بلکہ یہ کہ بنک ان کوٹھی والوں کو بڑی بڑی رقمیں اعتبار کی شکل میں مہیّا کرتے ہیں۔ اور اس طرح نئے کارخانوں کا اجرا، نئی کلوں کی تیاری اور قدیم کارخانوں کی توسیع، یہ سب، قوم کی حقیقی پس اندازی سے بہت پہلے اور بہت زیادہ مقدار میں عمل میں آسکتے ہیں۔

899

یہ عمل غیر معین مدت تک جاری نہیں رہ سکتا۔ مرور زمانہ کے ساتھ یہ بات واضح ہونے لگتی ہے کہ تمسکات، جنھیں کوٹھی والے تشغیل اصل کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں، بہت دیر میں فروخت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں جوں جوں بنکوں کے قرضوں اور امانتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اسی مناسبت سے ان کے ذمہ کی رقوم واجب الادا بڑھتی جاتی ہیں، اور ان کے نقد ذخائر بتدریج کم ہوتے جاتے ہیں۔ زر کی قلت نمودار ہوتی ہے؛ شرح سود

باب ۲۸ صنعتی عروج یا بازاری یا بحران

نہ صرف قلیل المدت قرضوں پر بلکہ طویل المدت تمسکات پر بھی بڑھ جاتی ہے؛ اور انتہائی حالت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کوٹھی والوں اور بنکوں نے مل کر نئے پر جوکھم کاروبار کے اجرا کی شکل میں ایک مفید کام انجام دیا؛ اس لیے کہ تا وقتیکہ حقیقی کاروبار کا آغاز اور اس کا مستقبل واضح نہ ہو، شغل اصل کرنیوالی عام مخلوق کا بیشتر حصہ اس کاروبار میں شرکت کرنے کی جانب مائل نہیں ہوتا۔ لیکن شغل اصل کرنے والوں کی پس اندازی سے پیشتر کام آغاز کرنے کا عمل خطرات سے خالی نہیں ہوتا اور اس عمل کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تجارتی بنکوں کے کاروبار کی تغیر پذیری، جائز حد سے آگے بڑھ جانے کی محرک بھی ہوتی ہے اور اس کی پردہ داری بھی کرتی ہے۔

ان تمام معاملات کو شروع ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرتا کہ یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ قوم کی پس اندازی سے جتنی رقم کا مہیا ہونا ممکن ہے اس سے بدرجہا زیادہ مقدار میں کاروبار کی ذمہ داری سر پر لی گئی ہے۔ شغل کرنے والوں کو جو تمسکات بغرض فروخت پیش کیے گئے ان کی مقدار شغل اصل کرنے والوں کے ذرائع اور استطاعت سے زیادہ ہے۔ نئے پر جوکھم کاروبار کے لیے اب مالی اعانت حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے؛ اور جو کارخانے قائم ہو چکے ہیں، انھیں بھی اپنے ساز و سامان کا تکملہ کرنے کے لیے زائد مطلوبہ رقم کے مہیا کرنے میں یوماً فیوماً زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تجارتی بنک سرمایہ مشترک کی ان تجارتی انجمنوں اور افراد کو، جنھوں نے نئے یا پرانے تمسکات کی متوازی ضمانت پیش کر کے ان بنکوں سے قرضے حاصل کیے تھے، از سر نو مزید قرضہ جات دینے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ اس کا بھی قرینہ ہے کہ تجارت کی توسیع میں رکاوٹ پیدا ہو، اور بڑھتی ترقی کی لہر جمود و سکون سے بدل جائے۔ ہر طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزید شغل اصل کے کاروبار کے ذرایع پر ضرورت سے زیادہ دباؤ ڈالا گیا ہے۔

جب کبھی کایا پلٹ ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، تو اس کا آغاز کسی کوٹھی کے دیوالیہ ہو جانے سے ہوتا ہے۔ جب کوئی ساہوکارہ اپنے ذرایع

باب ۲۲ صنعتی کساد بازاری یا بحران

یا اپنے آسامیوں کے ذرائع کی حد سے تجاوز کر جاتا ہے یا کسی نئے جوکھم کے کاروبار کے بارے میں غلط اندازہ قائم کرتا ہے تو اس کا دیوالہ نکل جاتا ہے اور یہ دیوالہ عام تباہی کے نمودار ہونے میں سرعت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب جے کک اینڈ کمپنی کا دیوالہ نکلا تو اس سے ۱۸۷۳ء کے بحران کا آغاز ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک بڑی کمپنی تھی، جو شمالی بحر اوقیانوس کی ریل کی تعمیر کے لیے بڑے پیمانے پر قرضہ دے رہی تھی؛ اور انجام کار بڑی حد تک کامیاب رہی۔ لیکن چونکہ ریلیں آبادی اور صنعتوں کی ضرورت سے بہت زیادہ بنائی گئیں، اس لیے منفعت بخش ثابت نہ ہوئیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر جو تباہی رونما ہوئی اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایسے پرجوکھم کاروبار بکثرت جاری کئے گئے تھے جو بہت قبل از وقت تھے، اسی کے ساتھ ایسے کارخانوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی جن کو غلط اندازوں کی بنا پر شروع کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں ممکنہ پس اندازی سے جتنی رقم کا فراہم ہونا اغلب تھا اس سے بہت زیادہ مقدار میں نئے اصل کو مشغول کرنے کی تجویزیں کی گئی تھیں۔ چنانچہ فی الحقیقت ۱۸۷۳ء کی کساد بازاری سے قبل تمام عالم میں ایسی ہی صورت حالات رونما ہوئی۔ پھر موجودہ صدی کے ابتدائی سالوں میں بھی تمام دنیا میں اسی قسم کے حالات پیدا ہوئے، اور انھوں نے ۱۹۰۷ء کی صنعتی کساد بازاری کی جانب رہبری کی۔

خلاصہ یہ کہ اگر صنعتی کساد بازاری کے اسباب کی تحلیل کی جائے تو وہ مختلف قسموں کی بدنظمی اور بے ترتیبی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں؛ اور یہ سب بدنظمی اور بے ترتیبی محنت کی پیچیدہ تقسیم سے اور پیدائش و صرف کے طویل درمیانی وقفے سے متعلق ہے۔ ممکن ہے کہ کسی خاص قسم کے شغل اصل میں، یعنی ریلوں، برقی کارخانوں یا سوتی پارچہ بافی کی گرنیوں میں پس اندازیوں کو مصروف کرنے میں بدنظمی ہو۔ ممکن ہے کہ قوم کی پس اندازیوں سے فراہم ہونے والی رقم اتنی زیادہ نہ ہو جتنا کہ غیر منظم طور پر اصل میں اضافہ کر لیا گیا ہے۔ سوداگروں اور درمیانی اشخاص کے تمسکات میں زیادتی یا کمی ہونا بھی ممکن ہے۔ ان تمام بدنظمیوں اور غلطیوں کے سلسلے میں نفسیاتی عامل بھی ایک کڑی کا اضافہ کرتا ہے۔ غرض کہ یہ طرح طرح کی بدنظمیاں

جتنی زیادہ ہوں گی، اتنا ہی آئندہ چل کر اصلاح اور تنظیم جدید کا عمل طویل المدت اور تکلیف دہ ہوگا۔

401

باب بست ونہم

مالی ہراس و اضطراب

(۱) کاروباری طبقہ اور مالی اضطراب۔ لین دین کا امتزاج اور عام تباہی کا امکان۔ صنعتی کساد بازاری کے زمانے میں قرضے کی طلب۔ (۲) بنکوں کی حیثیت: قرضوں اور نقد کی مانگ بے باکانہ اصول عمل کی ضرورت۔ مرکزی بنک کیا مدد کر سکتا ہے۔ (۳) ریاستہائے متحدہ میں خاص خطرات، وسیع امانتی بنک کاری کی وجہ سے حساب گھر کا عمل انفرادی بنک معرض خطر میں ہونے کی صورت میں۔ جب سب بینک معرض خطر میں ہوں تو کیا پریشانیاں اور دشواریاں ہوتی ہیں۔ (۴) مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کے قدیم طریقے یعنی متحدہ عمل اور حساب گھر کے صداقتنامے ریاستہائے متحدہ میں غیر مکتفی ہیں۔ ۱۸۷۳ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۷ء کے مالی اضطراب کی شدت۔ فیڈرل رزرو طریقہ اس کے علاج کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ (۵) بحران کی صنعتی خرابیوں کا علاج مشکل ہے۔ فی الجملہ انفرادی صنعت گری کے ناگزیر عواقب و نتائج۔

۱۔ مالی ہراس و اضطراب جو صنعتی کساد بازاری یا بحران کی انتہائی نازک حالت میں ظاہر ہوتا ہے، نہ صرف عام کاروباری اور تجارتی جماعتوں پر بلکہ بنکوں اور کوٹھی والوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اگرچہ ان دو طبقوں پر ان کی قسموں کے ایک دوسرے سے دائمی طور سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ اثر پڑتا

ہے، لیکن حتی الامکان ان کی الگ الگ بحث کرنے سے توضیع و تفہیم میں سہولت ہوگی۔ چنانچہ ہم عام کاروباری طبقے سے بحث کا آغاز کریں گے۔

سب کاروباری اشخاص اپنے معاملات، اعتبار کے لین دین کی بنیاد پر انجام دیتے ہیں۔ ہر فرد لین دار بھی ہوتا ہے اور دین دار بھی، اور اس کے ذمہ ہنڈیاں واجب الادا بھی ہوتی ہیں۔ واجب الوصول بھی ہوتی ہیں۔ معمولی حالات میں اس قسم کی سب واجب الادا رقمیں بہ پابندی وقت ادا کی جاتی ہیں۔ مطالبات پابندی سے ادا نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خاطی کی ساکھ کاروباری دنیا میں بالکل تباہ ہو جاتی ہے، اور وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اسی شدید عملی ضرورت ولزوم کی بنیاد پر تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹنا محفوظ بنک کاری فعل عمل خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں اس امر کے دہرانے کی یہ مشکل ضرورت ہے کہ تجارتی بنک اپنی حیات و بقا کو عملی کاروباری اشخاص کو اعتبار دینے اور ان کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کے کاروبار پر بڑی حد تک منحصر سمجھتے ہیں۔

کوئی ایسی چیز جو اس توقع میں کہ تجارتی قرضے مستعدی کے ساتھ ادا کیے جائیں گے تزلزل پیدا کرے، کاروباری اشخاص میں اضطراب اور پریشانی پیدا کر سکتی ہے۔ 402 ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے کاغذ کی معیاد ختم ہو رہی ہے، اور اس کا ادا کرنا واجب ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کاغذ کی ادائی کرنے کے قابل وہ اسی وقت ہوگا جبکہ دوسروں سے واجب الوصول رقوم اس کو وصول ہوں۔ اگر وہ اپنے ذمہ کے واجبات ادا کرنے سے قاصر رہے تو وہ اپنی تشفی اس واقعے سے نہیں کر سکتا کہ اس کی تقصیر کا باعث اس کے قرض داروں کی کوتاہی ہے جو ادائی کرنے میں برتی گئی کیونکہ اس کی ساکھ تو بہرحال بگڑ جاتی ہے۔ صنعتی گرما گرمی و ترقی کے زمانے میں اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے واجبات کی مقدار بڑھ جائے، اور ان کا ایک دوسرے پر انحصار بھی زیادہ ہو جائے۔ اگر کسی جگہ فی الحقیقت بہت زیادہ بدنظمی واقع ہو تو، کاروبار کا بیٹھ جانا اور دیوالے نکلنا ناگزیر ہے۔ لیکن اس صورت میں اس کا بھی امکان ہوتا ہے کہ ایک کارخانے کی تباہی دوسرے کارخانے پر اثر انداز ہو، اور اس سے تیسرا بھی متاثر ہو؛ حتیٰ کہ کاروباری انجمنیں

۲۹ - ا
مالی بحران و اضطراب

اینٹوں کی قطار کی طرح مسلسل منہدم ہو جائیں۔ اس قسم کے انہدام و تباہی کی ایک حقیقی تمثیل سنہ ۱۸۵۷ء کے بحران عظیم میں وقوع پذیر ہوئی؛ چنانچہ اس زمانے میں انگلستان اور ریاستہائے متحدہ دونوں' میں غیر معمولی طور پر کثیر التعداد کاروباری انجمنیں تباہ و برباد ہوئیں۔

جس وقت طوفان برپا ہونے کے قریب ہوتا ہے اس زمانے میں کاروباری طبقے کے لیے ایک چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے' اور وہ اندھا دھند تباہی سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اس کا اطمینان صرف بنک ہی' بشرطیکہ وہ خود مدد کرنے کے قابل ہوں' دلا سکتے ہیں۔ ایسے زمانے میں تاجروں اور صناعوں کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ قرضہ بشکل امانت ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ انھیں نقد زر ہی دیا جائے۔ یہ سچ ہے' جیسا کہ ہم بحران کے بنک کاری کے پہلو پر بحث کرتے وقت قریب میں بیان کریں گے' کہ اسی زمانہ میں بنکوں پر نقد زر قانونی کے لیے یورش کا ہونا ممکن ہے' خاص کر ایسے ملکوں میں جہاں "امانتوں" کو استعمال کرنے کا طریق رائج ہے۔ لیکن عام تجارتی طبقہ اس یورش میں شریک نہیں ہوتا؛ گو ممکن ہے کہ بعض کاروباری اشخاص اس میں شرکت کریں۔ کاروباری طبقے کے اطمینان خاطر کے لیے ایک چیز سب سے زیادہ ضروری ہے؛ اور وہ اس امر کا اطمینان ہے کہ ممکنہ عارضی دباؤ کی صورت میں انھیں مالی مدد مل جائے گی۔ نقد زر طلب نہیں کیا جاتا بلکہ قرضے طلب کیے جاتے ہیں؛ یا دوسرے الفاظ میں وہ یہ اطمینان چاہتے ہیں کہ عندالضرورت قرضے مل جائیں گے۔ کاروباری اشخاص اس کے خواہاں ہوتے ہیں کہ ان کی "دستگیری اور حفاظت" کی جائے۔ امانت استعمال کرنے والے ملکوں میں کاروباری اشخاص بنکوں سے قرضہ حاصل کرنے کے متمنی اور طالب ہوتے ہیں؛ گویا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے نام اعتباری امانت بنک میں قائم کی جائے' تاکہ وہ اس کی مدد سے اپنے ذمہ کے مطالبات کی ادائی کر سکیں' خواہ اس زمانے میں خود ان کے دیے ہوئے قرضے دوسروں کی جانب سے مستعدی کے ساتھ ادا نہ کیے جائیں۔

۲۔ اب صورت حال کا دوسرا رخ غور طلب ہے؛ اور وہ یہ کہ اسطرح

باب ۲۹ مالی ہراس و اضطراب

بنکوں کو قرضوں کی عام اور شدید طلب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس کا بھی امکان ہوتا ہے کہ ان سے زر نقد کی زیادہ مقدار طلب کی جائے۔ یہ دو چیزیں ایک دوسرے سے تضاد رکھتی ہیں؛ اس لیے کہ زر قانونی کے ذخیرے کی مقدار گھٹنے کے معنی یہ ہیں کہ ان ذرائع میں کمی ہو جن پر قرضوں میں اضافہ کرنے کا مدار 403 ہے۔ پھر بھی مالی اضطراب کے زمانے میں، بنکوں کے لیے صحیح طریق عمل نہ صرف خود ان کے ذاتی مفاد کے واسطے بلکہ پوری قوم کے مفاد کے واسطے صرف یہی ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ قرضے دیں۔ اس اصول کو عملی صورت میں لانے کے لیے ایک بڑا مرکزی ادارہ یقینی طور سے بہت بڑی حد تک مدد دے سکتا ہے۔ مرکزی بنک پر عوام کی جانب سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؛ اور اس کا انتظام باقاعدگی اور راست بازی کے ساتھ کیا جائے تو، وہ مشکلات کے زمانے میں بھی ذمہ داری اور فرائض بجا لانے کے لیے آمادہ و مستعد ہوتا ہے۔ مرکزی بنک، اپنے کثیر المقدار ذخائر سے نقد فراہم کرکے، قرضے دیکر، دوسرے بنکوں کی آڑے وقت میں مدد کرکے تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنے گاہکوں کی مدد کرنے کے قابل ہو جائے، مالی پریشانی کو بڑی حد تک رفع کر سکتا ہے اور عام تباہی و بربادی واقع ہونے سے قبل اس کی روک تھام کر سکتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ کو طویل اور تلخ تجربات کے بعد یہ معلوم ہو گیا ہے اور اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ، ہر قسم کے قرضے آزادی کے ساتھ دینا ہی مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کی واحد تدبیر ہے۔ یہ سچ ہے کہ بنک آف انگلینڈ شرح بٹہ میں اضافہ کر دیتا ہے اور غالباً بہت زیادہ اضافہ کر دیتا ہے؛ چنانچہ دوسرے بنک بھی شرح بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن سب اچھی ساکھ رکھنے والی تجارتی انجمنوں کو اس بات کا اطمینان و یقین ہوتا ہے کہ انھیں عند الضرورت قرضے مل سکتے ہیں۔ یہی اطمینان برِ اعظم کے بڑے بڑے پبلک بنکوں کی جانب سے دلایا جاتا ہے۔ گو یہ بنک، اپنے دستور اور طریقہ ہائے کار کے اعتبار سے، بنک آف انگلینڈ سے مختلف ہیں، لیکن انھیں اس بڑے انگریزی ادارے کی مصائب آمیز سرگزشت سے یہ سبق بہت آسانی کے ساتھ حاصل ہو گیا ہے کہ " دلیرانہ کشادہ دلی مالی پریشانی

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

واضطراب کے زمانے میں بہترین اصول ہے"۔

ریاستہائے متحدہ کے بنکوں کو بھی اس حکمت عملی یعنی دلیری اور کشادہ دلی پر عمل کرنا چاہئے۔ سچ پوچھو تو امریکا کے بنک زیادہ تر اسی اصول پر عمل پیرا ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کے طاقت ور اور عمدہ بنک احتیاط و باقاعدگی کے ساتھ کام کرتے ہیں، انھوں نے بحران کا مقابلہ بہت پامردی سے کیا اور ایسے اہل معاملہ کو جو ادائے قرض کی صلاحیت رکھتے تھے کبھی مایوس نہیں لوٹایا۔ لیکن انفرادی اور دور دور بکھرے ہوئے بنکوں کے لیے، کسی مسلمہ اور ذمہ دار سرگروہ کے بغیر، ہمت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں امانتی بنکوں کے کاروبار کی غیر معمولی ترقی سے عجیب و غریب مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ اضطراب کے زمانے میں خود بنکوں ہی کے خطرے میں مبتلا ہوجانے کا قرینہ ہوتا ہے، اور اس طرح وہ دوسرے مصیبت زدوں کی گرمجوشی کے ساتھ اعانت کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

دلیری کے ساتھ قرضہ دینے کی راہ میں خطرات لازمی طور سے ہوتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان لوگوں کو جو ادائے قرض کی صلاحیت رکھتے ہیں قرضہ دیا جاسکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا کیسے اندازہ ہو کہ کس میں ادائے قرض کی صلاحیت ہے؟ روپیہ کی ضرورت بالعموم کاروباری گرماگرمی اور وسعت کے دور کے بعد ہوتی ہے، جبکہ متعدد نئے نئے پرجوکھم کاروبار جاری ہوتے ہیں اور قیمتوں میں، اعتبار کی توسیع کی وجہ سے، اضافہ ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں جدید قائم شدہ کارخانے یا نیم مکمل کاروبار کس طرح مصنوعات تیار کریں گے؟ تجارتی معاملات و معاہدات کم قیمتوں کا بار کس حد تک برداشت کرسکیں گے؟ غرض سب معاملات میں عام بے اطمینانی کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک طرف تو ایسی متعدد کاروباری جماعتیں ہوتی ہیں جن کی مالی حالت نہایت استوار اور اچھی ہوتی ہے؛ صرف ممکنہ عارضی مشکلات میں مبتلا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض ایسی جماعتیں ہوتی ہیں جن کی مالی حالت سقیم ہوتی ہے اور وہ ادائے قرض کی ذرا بھی قابلیت نہیں رکھتیں اور یہ وہی جماعتیں ہوتی ہیں جن میں غلط طریق پر

404

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

اصل لگایا گیا ہو یا جن کو شروع کرنے سے پیشتر غلط اندازہ قائم کیا گیا ہو۔ ان کا تباہ ہو جانا ایک ناگزیر اور رشدنی امر ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے بین بین معقول تعداد میں ایسی انجمنیں بھی ہوں گی جو بڑے پیمانے پر کاروبار کر رہی ہوں جن کے ذمہ کثیر رقوم واجب الادا ہوں اور جن کی رقوم واجب الوصول کم و بیش غیر یقینی حالت میں ہوں۔ ان کی امداد کرنے میں کس حد تک قدم آگے بڑھانا چاہئے؟ یہ سوال ماہر بنک کاری کے فیصلے کی اعلیٰ ترین قوتوں کی آزمائش ہے۔ اس صورت میں بھی بڑا پبلک بنک بعض ایسے خطرات برداشت کر سکتا ہے جن کو خانگی بنک، خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور طاقتور کیوں نہ ہو، برداشت کرنے میں پس و پیش کرے گا۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء میں جب انگلستان کے ایک مشہور بینک کا کاروبار کرنے والی انجمن بیرنگس پر آنچ آئی تو بنک آف انگلینڈ نے اس بڑی انجمن کے ذمے کی رقوم واجب الادا کی ضمانت لینے میں اور اپنے آپ کو بہت بڑی حد تک زیر بار کرنے میں پیش قدمی کی۔ علیٰ ہذا ۱۸۸۹ء میں بینک آف فرانس نے، پیرس کے ایک بہت بڑے بنک کاری کے ادارے کمپائرڈی اے کونٹ[۱] کے لیے، جس کے بیٹھ جانے میں کوئی شبہ نہ تھا اور جس کی تباہی فرانس کے کاروباری طبقے کی تباہی کے مرادف تھی، تقریباً بنک آف انگلینڈ کے مماثل کام انجام دیا، اسی طرح ۱۹۰۱ء میں جرمنی کے رائش بنک نے خود خطرہ برداشت کر کے ڈریسڈنر بنک کو سہارا دیا جو معرض خطر میں تھا۔ یہ سب ایسی صورتوں کی مثالیں ہیں جن میں کہ مرکزی بنکوں نے بنک کاری کے دوسرے اداروں کی جانب امداد کا ہاتھ بڑھایا؛ مگر موخر الذکر ادارے اس وجہ سے مشکلات میں پھنسے تھے کہ انھوں نے متعدد کاروباری جماعتوں کو قرضے دئے تھے۔ اسی قسم کی مدد امریکا کے شہروں کے متعدد بنکوں نے بھی وہاں کے آفت زدہ بنکوں اور انجمنوں کو دی؛ لیکن بادل ناخواستہ اور بعض اوقات خسارے کے اندیشہ کے تحت، اور صرف اس خیال سے کہ اگر وہ قرضہ نہ دینگے تو

[۱] Comptoir d' Escompte.

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

جو اضطراب و آفت رونما ہوگی اس سے خود ان پر نسبتۃً زیادہ نقصان عائد ہوگا۔ ان حالات میں انفرادی خاطیوں کو ان کے کیے کی سزا ملنے اور عام کاروباری طبقے کے بے گناہ نقصان اٹھانے کے مابین کوئی خط فاصل بآسانی نہیں کھینچا جا سکتا۔

405

براعظم یورپ کے ملکوں میں، جہاں امانتی بنکوں کا کاروبار بہت کم ترقی یافتہ ہے، صنعتی کساد بازاری کے بعض مظاہر انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کے مظاہر سے مختلف ہیں۔ لیکن جس حد تک کہ ان کی صنعت ترقی پذیر ہے اور سرگرمی کی حالت میں ہے اس حد تک یہ مظاہر تجارتی پریشانی و اضطراب کے تابع اور گرم بازاری اور سرد بازاری کے وسیع تغیرات کے تابع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں بھی کاروباری اشخاص کے واجبات اور قرضے ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہوتے ہیں، کاروبار کی عام توسیع اور واجبات اور قرضوں کی عام زیادتی کا ویسا ہی امکان ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اضطراب اور صنعتی کساد بازاری کا بھی ویسا ہی امکان ہوتا ہے۔

۳۔ عام پریشانی کے بعض پہلو ایسے ہیں جو امانتیں استعمال کرنے والے ملکوں کے بنکوں کو خاص کر، اور سب سے زیادہ، ریاستہائے متحدہ کے بنکوں کو متاثر کرتے ہیں۔

امانتی بنک کے کاروبار کے معنی یہ ہیں کہ بنکوں کے ذمے کثیر رقوم عند المطالبہ واجب الادا ہیں، اور ان مطالبات کی ادائی کے لیے ان کے پاس نسبتۃً بہت کم نقد زر ہے۔ اگر سب بنکوں پر عام اور سخت یورش ہو تو، اس نقد زر کا ناکافی ثابت ہونا ناگزیر ہے؛ اس صورت میں سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کہ نقد زر کی ادائی عام طور سے موقوف کر دی جائے۔ ایسی عام یورش کو روکنا، جمع کنندوں کے اعتماد کو قائم رکھنا اور آلہ مبادلہ کے اس نازک اور پیچیدہ پرزے کو خوبی کے ساتھ چلانا ہی وضع آئین و قوانین اور بنکوں کی حکمت عملی کا مقصد ہے۔

جب کسی بنک پر غالباً کسی بے بنیاد افواہ کے سبب سے یا اس کے جمع کنندوں میں کسی بے سبب خوف و ہراس کی بنا پر یورش ہو تو یہ بنک

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

دوسرے بنکوں سے مدد کی درخواست کرتا ہے۔ ان بنکوں کو اپنے نقد ذخیروں سے اس کی اعانت کرنے کی بہت قوی ترغیب ہوتی ہے؛ اس لیے کہ خوف وہراس متعدی ہوتا ہے، اور کسی ایک بنک کی تباہی سے سب بنکوں پر عام یورش کے بہت جلد وقوع میں آنے کا امکان ہوتا ہے۔ لیکن ایک شرط سے اعانت بالعموم منظوری کی جاتی ہے اور ہمیشہ کی جانی چاہیئے، اور وہ یہ ہے کہ مصیبت زدہ بنک ادائے قرض کی صلاحیت رکھتا ہو؛ یعنی یہ کہ اس کے دئے ہوئے قرضے اور دوسری واجب الوصول رقوم، بعد تنقیح، صحیح حالت میں ثابت ہوں، اور وہ اس قدر کافی ہوں کہ معمولی حالات میں ان سے واجب الادا رقمیں ادا کی جاسکیں۔ بنک پر یورش کا امکان، اور اس صورت میں اہل فن کی ناقدانہ نظر میں بنک کے پورے حالات اور حیثیت کے اظہار کی ضرورت، یہ دونوں غیر محتاط اور غیر متدین کاروبار کو روکنے کے لیے طاقت ور ترین قوتیں ہیں۔ ایک بنک، جس کا کاروبار ایک دفعہ عمدگی کے ساتھ چلنے لگا ہو، اگر اس میں فی الحقیقت ادائے قرض کی صلاحیت نہ ہو تو بھی ایک طویل مدت تک عمدگی کے ساتھ چل سکتا ہے۔ ناقابل وصول قرضوں اور تمسکوں کو بھی وہ اپنی کتاب میں قابل اطمینان صورت میں دکھا سکتا ہے۔ جب تک جمع کنندوں کی جانب سے امانتوں، قرضوں اور چیکوں کا روزمرہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس وقت تک صحیح حالت کے ظاہر ہونے کا بہت کم موقع ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک دفعہ یورش ہو جاتی ہے تو، بنک کے لیے ضروری ہے کہ اعانت کے لیے ہاتھ پھیلائے۔ ایک منظم حساب گھر جہاں ہوتا ہے، وہاں اس ادارے کی نمائندگی کرنے والی ایک کمیٹی (یعنی مقامی بنکوں کی جماعت) مصیبت زدہ بنک کی حالت کا معائنہ کرتی اور یہ دریافت کرتی ہے کہ آیا اس بنک کی اعانت کرنا حق بجانب ہوگا۔ اگر وہ اعانت کا مستحق ثابت ہوتا ہے تو سب بنکوں کے نقد سرمایہ ہائے محفوظ خطرے کے مقام پر اکٹھا کئے جاتے ہیں۔ مصیبت زدہ بنک کے ہر جمع کنندے کو یہ کہدیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو، نقد زر لے سکتا ہے؛ اور اسی کے ساتھ حساب گھر کی کمیٹی کی جانب سے عوام کو اس کا اطمینان دلایا جاتا ہے کہ اس بنک میں ادائے قرض

406

باب ۲۹ مالی ہراس اور اضطراب

کی صلاحیت ہے۔ اور اگر اس میں ادائے قرض کی صلاحیت نہ ہو اور اس کا بند کردینا ضروری ہو جس سے جمع کنندوں کو نقصان کا احتمال ہو تو سب بنک مل کر اس صورت حال کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، مضطرب جمع کنندوں کی "خبرگیری" اور عام خوف و ہراس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی قسم کے طریقوں سے ابتدائی پریشانی رفع کی جاسکتی ہے[۱]

لیکن جب پریشانی اور یورش عام ہوتی ہے، یعنی جب چند بنک فی الواقع ادائے قرض کی قابلیت نہیں رکھتے اور دوسرے بنکوں کی حالت غیر اطمینان بخش ہوتی ہے تو، اس صورت حالات کا مقابلہ کرنا بہت زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ اگر اس صورت میں کوئی ایک بڑا طاقت ور ادارہ موجود ہو جس کے پاس نقد بدست کی وافر مقدار ہو اور جس کا وقار غیر متزلزل ہو تو، بلا شبہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ سلطنت متحدہ برطانیہ کے بنک کا کاروبار کرنے والے اداروں کے لیے ایسے زمانے میں بنک آف انگلینڈ ملجا و ماویٰ ثابت ہوتا ہے۔ جس وقت نقد کی ضرورت ہو وہ اسے فراہم کرنے کا ذمہ لے سکتا ہے؛ اور اگر کسی بنک میں فی الواقع ادائے قرض کی قابلیت ہو تو، وہ اس کی اس قابلیت کا ضامن بھی بن سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء کی عجیب وغریب مثال ہیں، جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، جب بیرنگس کا کاروبار بیٹھ جانے کے قریب تھا اور اس کے سبب سے ایک تباہ کن پریشانی رونما ہونے والی تھی، بنک آف انگلینڈ نے نہ صرف اس بنک کے ذمے کی رقوم واجب الادا کی ضمانت لینے میں سب پر سبقت کی؛ بلکہ ملک کے کل اعتباری نظام کو مضبوط بنانے کے لیے مستعدی کا بھی اظہار کیا۔ اس نے بنک آف فرانس سے نقد کا زائد ذخیرہ حاصل کیا، اور ۱۸۴۴ء کے قانون بنک (بنک ایکٹ) کے امکانی التوا کے لیے ہمہ تن تیار ہو گیا؛ چنانچہ، جیسا کہ پہلے (باب ۲۶

---

[۱] چنانچہ ۱۹۰۷ء میں شکاگو میں یہی ہوا، جبکہ ایک قریب الوقوع پریشانی متذکرہ بالا طریقے پر رفع کی گئی۔ ان اغراض کے لیے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ فیڈرل رزرو بنک، حساب گھروں کی انجمنوں کی جگہ لے لیں گے۔

فصل ۳ میں) بیان کیا جاچکا ہے، یہی وہ طریقہ تھا جو نقد کے فاضل ذرائع حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا گیا۔ غرض یہ تدابیر کافی ثابت ہوئیں، اور پریشانی کوئی نازک صورت اختیار نہ کرسکی۔ بنک آف انگلینڈ کی جڑیں اس قدر مضبوط ہیں، اس کے ذمہ کی عوام کی واجب الادا رقوم کے ادا کرنے کا اس کو اس درجہ خیال رہتا ہے، اور پرخطر کاروبار سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اس نے ایسا عمدہ اور محفوظ انتظام اپنے لیے کر رکھا ہے کہ وہ غالباً ملک میں ہر مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ گرم بازاری کے کساد بازاری کی تکلیف دہ حالت میں تبدیل ہونے پر اور صنعت کے دوری و میعادی تغیرات پر قابو پانے کی یہ بنک قابلیت نہیں رکھتا؛ لیکن اس نازک صورت حال کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو عبوری حالت کا خاصہ ہوتی ہے اور جس سے اس کے مضر اثرات اور زیادہ ہوجاتے ہیں۔ یہ پیشین گوئی کرنا کہ انگلستان میں سخت مالی پریشانی کبھی دوبارہ رونما نہ ہوگی ایک غیر محتاط بیان ہوگا؛ لیکن عوام میں بے وجہ جو بھگدڑ مچتی اور مالی پریشانی پیدا ہوتی ہے اس کا امکان بڑی حد تک کم ہوگیا ہے۔

۴۔ ریاستہائے متحدہ میں، جو امانتی بنک کے کاروبار کی حیثیت سے دوسرا بڑا ملک ہے، انیسویں صدی کے دوران میں اور بیسویں صدی کے پہلے عشرے کے تجربے میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے ظاہر ہو کہ مالی پریشانی کا آئندہ کے لیے سد باب ہوگیا ہے۔ یہ صورت حال کئی اعتباروں سے انگلستان کی صورت حالات سے مختلف تھی؛ اور اکثر حیثیتوں سے اس میں خطرے کے نسبتہً زیادہ عناصر موجود تھے۔

یہ سچ ہے کہ سرمایۂ محفوظ کے شہروں کے قومی بنکوں اور بالخصوص نیویارک کے بنکوں کی حیثیت، بنک آف انگلینڈ کی حیثیت کے مماثل تھی۔ لیکن یہ مماثلت عام اور بہت نزدیک نہ تھی۔ ان کی تعداد کثیر تھی، اور وہ اگرچہ بعض اغراض کے لیے حساب گھر کی انجمنوں میں متحد تھے، تاہم کسی واحد ادارے کی سی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کام نہ کرسکتے تھے۔ اگر وہ عمدہ انتظام کی بدولت بلا تامل عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے تو بھی، ان کی حیثیت مطلوبہ اطمینان اور اعانت بہم پہنچانے کی

نہ تھی۔ ان کے محفوظ سرمایوں میں صرف اسی قدر نقد موجود ہوتا تھا جتنا کہ وہ قومی بنک کاری کے نیپے رکھنے پر قانوناً مجبور تھے؛ بعض اوقات اس کی مقدار میں کچھ زیادتی بھی ہوجاتی تھی، لیکن جس زمانے میں مالی پریشانی کے رونما ہونے کا امکان ہوتا تھا بہت شاذ ایسا ہوتا تھا کہ اس مقررہ مقدار میں زیادتی ہو۔ اور یہ بات بھی کچھ کم اہم نہیں کہ خود یہ بنک بھی شبہ و بدگمانی سے ارفع نہ تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر بنکوں میں ہمیشہ سے ادائے قرض کی صلاحیت ہے، بلکہ ان کی مالی حالت ادائے قرض کی صلاحیت سے بھی زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ لیکن عام طور سے کچھ "گندی مچھلیاں" بھی ہوتی ہیں اور اکثروں کے متعلق افواہیں اور بدگمانیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ بنک عام طور سے، خواہ ان میں ادائے قرض کی صلاحیت ہو یا نہ ہو، اضطراب کے ساتھ اس چیز کا احساس رکھتے ہیں کہ ان کی حیثیت تمام و کمال مستحکم نہیں ہے؛ جب عوام کے اعتماد میں تزلزل شروع ہوجاتا ہے تو، ان کی حیثیت مستحکم نہیں رہنے پاتی۔

خطرے کے ان اسباب میں اس واقعے سے اور اضافہ ہوا ہے کہ امانتی بنک کا کاروبار بہت وسیع ہوگیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں نہ صرف امانتوں کی مقدار کثیر ہے بلکہ انفرادی بنکوں اور انفرادی جمع کنندوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ انگلستان کے مقابلے میں یہاں ایسے اشخاص کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا بے سوچے سمجھے پریشانی سے متاثر ہونے کا قرینہ ہے۔ نہ صرف متمول طبقہ اور وہ لوگ جو بڑے پیمانے پر کاروبار کرتے ہیں بلکہ ٹٹ پونجیئے تاجر، کاشتکار اور عورتیں بھی بنکوں میں امانتی کھاتہ کھولتی ہیں۔ چنانچہ جب کوئی بڑا بنک بیٹھ جاتا ہے اور دوسرے بنکوں کے دیوالیہ ہونے کے متعلق افواہیں گرم ہونے لگتی ہیں تو، یہ لوگ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ خوف و ہراس میں مبتلا ہوجاتے ہیں اس طرح یا تو عام یورش ہوتی ہے یا خاموشی کے ساتھ اور مسلسل زر واپس طلب کرنے کا عمل بہت جلد شروع ہوجاتا ہے۔ برخلاف اس کے بنک منتشر ہوتے ہیں، انھیں اچانک مطالبات کے امکان کا احساس ہوتا ہے، اور وہ خود کسی حال پریشانی کے احساس سے آزاد نہیں ہوتے۔ ان میں سے اکثر تو چھوٹے ہوتے ہیں؛

408

اور اکثر جن میں چھوٹے اور بڑے دونوں شامل ہیں معمولی ایام میں اپنا کاروبار اقل ترین نقد سے کرتے ہیں۔ جب خطرہ رونما ہوتا ہے تو' وہ فی الفور اس رزرو بنک یا محفوظ سرمایہ کے بنک کو جس میں وہ امانت رکھتے ہیں نقد کے لیے پیام برقی روانہ کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے جمع کنندوں کے حقیقی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں' بلکہ انتہائی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے اور حفظ ماتقدم کے لیے بھی ایسا کرتے ہیں۔ بنکوں میں' ان کے انفرادی جمع کنندوں کے مانند' نفسی نفسی کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے؛ اور اس طرح پورے شد و مد کے ساتھ مالی پریشانی رونما ہو سکتی ہے۔

قومی بنکوں کے کاروبار کے قانون میں جو دفعہ تھی اور جس کی رو سے دیہاتی بنک اس امانت کو اپنا محفوظ سرمایہ تصور کر سکتے تھے جس کو وہ رزرو کے شہروں میں رکھتے تھے' اس نے غالباً صورت حالات کے خطرات کو اور بڑھا دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہ دفعہ نقد بدست اور مالی ذمہ داری کی مرکزیت کا واحد یا بڑا سبب نہ تھی۔ اس قسم کی مرکزیت ایک حد تک ناگزیر ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ امانتی بنک کے کاروبار کو کفایت شعاری اور عمدگی کے ساتھ انجام دینے میں سہولتیں پیدا کرتی ہے۔ لیکن قومی بنک کاری کے نظام کے تحت رزروا (سرمایہ محفوظ) کے متعلق قواعد و ضوابط نے منتشر بنکوں کے لیے اس کی مزید ترغیب بہم پہنچائی کہ وہ رزرو کے شہروں میں سود پر امانتیں رکھوائیں'، اور اس طرح ان محفوظ سرمایوں پر مشکلات کے زمانے میں بہت زیادہ دباؤ پڑنے لگا۔

ان حالات کے نتیجے کے طور پر امریکا کی بنک کاری کے نظام کا شیرازہ متعدد دفعہ بکھر گیا۔ تین نمایاں موقعوں پر' یعنی ۱۸۷۳ء' ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۷ء میں کامل تباہی رونما ہوئی۔ ان بڑی پریشانیوں میں سے ہر ایک میں ملک کے بنکوں نے رقوم کی ادائی یک قلم موقوف کر دی۔ اس طرح وہ دیوالیہ ہو گئے' اور قانون کی سخت گرفت کے تحت وہ اپنا حساب بے باق کرنے پر مجبور کیے جا سکتے تھے۔ اس واقعے کے باعث کہ رقوم کی ادائی کی موقوفی عام اور تقریباً ناگزیر تھی موقوفی کے حقیقی قانونی نتائج نظر انداز کر دیئے گئے؛ اور چند ہفتوں اور مہینوں کے بعد ادائی کا معمولی طریق

از سر نو جاری ہوا لیکن ان ہفتوں اور مہینوں کے دوران میں، تینوں موقعوں پر قانونی واجبات کو بالائے طاق رکھا گیا۔ انفرادی جمع کنندوں اور جمع کنندہ بنکوں کو جس نقد کے حاصل کرنے کا حق تھا وہ انھیں میسر نہ آتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے مطالبات ایک لحاظ سے غیر معقول تھے۔ افراد کو نقد کی اس وجہ سے ضرورت تھی کہ وہ اس کو حاصل کر کے بینر کی درازوں میں یا مضبوط تجوریوں میں جمع کرنا چاہتے تھے۔ بیرونی بنکوں کو اس کی ایک تو اس وجہ سے ضرورت تھی کہ خود ان کے جمع کنندے اسی قسم کے مطالبات کرتے تھے، اور دوسرے اس وجہ سے کہ وہ خود خوف زدہ تھے کہ مبادا ان سے بھی مطالبات شروع ہو جائیں۔ سبب خواہ کچھ ہو، کاروبار تقریباً بالکل بیٹھ گیا۔ ۱۸۹۳ء یا ۱۹۰۷ء میں کسی جمع کنندے کو اپنے بنک سے صرف چند ڈالر بقدر جیب خرچ حاصل کرنے کا موقع تھا۔ لیکن اکثر شہروں اور اکثر بنکوں میں بڑی رقوم ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا جاتا تھا۔

اگر ان بنکوں کے کاروبار کے بیٹھ جانے کے متعدد مزید نتائج کو بیان کیا جائے تو ہم موجودہ کتاب کے حدود سے متجاوز ہو جائیں گے۔ ۱۸۷۳ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۷ء کی صنعتی کساد بازاری میں، انتہائی پریشانی کی حالت میں، "زر رائج الوقت پر بڑھوتری" کا ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا، جس کو غالباً زیادہ صحیح طریق پر "امانتوں کی کم قدری" کہا جا سکتا ہے۔ نقد کی احتیاج رکھنے والے یا اس کے فوری خواہشمند اشخاص ادائے واجبات کی صلاحیت رکھنے والے بنکوں کے نام ۲، ۳ یا ۴ فیصدی بڑھوتری پر چک لکھنے کے لیے آمادہ تھے، اور یہ چک صرف حساب گھروں کی وساطت سے مل سکتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب یہ طریقہ تھا، جس پر وسیع پیمانے پر عملدرآمد ہو رہا تھا، کہ مختلف قسم کے آلہ ہائے مبادلہ بطور بدل استعمال کئے جا رہے تھے؛ اور ان کی شکل چکوں کی بھی ہوتی تھی جو حامل کو قابل ادائی ہوتے تھے اور حساب گھر کے صداقت ناموں کی بھی، جو چھوٹی چھوٹی رقموں کے لیے جاری کئے جاتے تھے۔ اس زمانے میں نقد کا حقیقی معنوں میں کال تھا؛ اور جن اشخاص کو نقد کی ضرورت پڑتی تھی، شلاً: ایسے آجر جنھیں مزدوروں کو کثیر مقدار میں اجرت ادا کرنی پڑتی تھی، انھیں ان بوجھل بدلوں کی جانب متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ کسی

باب ۲۹ مالی بحران و اضطراب

سخت مالی بحران کے زمانے میں جتنے حادثات وقوع پذیر ہونے ممکن ہیں ان سب کی نمایاں مثالیں ۱۹۰۷ء کے بحران میں رونما ہوئیں؛ اور وہ یہ تھیں: بعض بڑی بنک کاری کی کوٹھیوں اور ساہوکاروں کا دیوالہ بعضوں کی نیک نامی و شہرت کو صدمہ پہنچا، خوف زدہ جمع کنندوں اور بنکوں کی جانب سے نقد کے مطالبات، اکثر شہروں میں نقد ادائی کی یک قلم موقوفی، زر پر "بڑھوتری" تمسکات اور اہم پیداواروں کی قیمتوں میں تیزی کے ساتھ کمی۔ ۱۹۰۷ء کے واقعات، ۱۸۷۳ء اور ۱۸۹۳ء کے واقعات کی تکرار تھے، جو غیر معمولی شدت کے ساتھ رونما ہوئے؛ چنانچہ ان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ریاستہائے متحدہ میں مالی اضطراب و پریشانی کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی موثر طریق کار اختراع نہیں کیا گیا تھا۔

کسی شدید بحران کی عام خصوصیت، خواہ وہ تجارتی طبقے میں رونما ہو یا بنکوں کے بارے میں، اعتماد کا کم ہونا ہے۔ کاروباری اشخاص کو یہ اعتماد نہیں رہتا کہ ان کے باہمی واجبات پابندی کے ساتھ ادا کئے جائیں گے؛ عوام اور جمع کنندہ بنکوں کو خود بنکوں پر یہ اعتماد نہیں رہتا کہ ان کے ذمے کے واجبات ادا کئے جائیں گے۔ نقد کی قلت اور ربٹہ کی اعلیٰ شرحیں، نتیجہ اور علامت ہیں؛ نہ کہ سبب۔ علاج ایسا ہونا چاہیے جس سے کھویا ہوا اعتماد واپس آجائے۔ نقد کی رسد کی زیادتی صرف اسی حد تک علاج ہے جس حد تک کہ وہ کھوئے ہوئے اعتماد کو واپس لائے۔ سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ بنکوں کی جانب سے دلیرانہ اور فیاضانہ پالیسی پر عمل کیا جائے؛ یعنی یہ کہ وہ بے روک ٹوک قرضے دیں اور جس کسی کو نقد کی ضرورت ہو اس کو آزادی کے ساتھ دیں۔ اس پالیسی پر عمل پیرا ہونے کے لیے بنکوں کا نہ صرف مستحکم ہونا ضروری ہے بلکہ ان کے پاس نقد کا ذخیرہ بھی کثیر مقدار میں ہونا چاہئے اور ان میں عوام کو اس بات کا اطمینان دلانے کی قابلیت ہونی چاہئے کہ ان کے پاس نقد ذخیرہ موجود ہے۔ بنک آف انگلینڈ کی جانب سے بنک ایکٹ کا التوا (اور مالی پریشانیوں کے ملکی علاج کی یہی ایک قدیم مثال ہے) صرف ایک موقع پر زائد نوٹ جاری کرانے کا موجب بنا۔ محض اس بات کا علم کہ زائد زر مل سکتا تھا اور جتنا نقد

410

درکار ہوا تنا مہیا کیا جا سکتا تھا کھوئے ہوئے اعتماد کو از سر نو قائم کر دینے کے لئے کافی ثابت ہوا؛ یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ قانون کی التوا نے اس بے اطمینانی اور بے چینی کو کم کرنے میں جو بہت جلد اور پورے شد و مد کے ساتھ اضطراب و پریشانی پیدا کر سکتی تھی بہت بڑا حصہ لیا۔

سنہ ۱۹۰۷ء کے ناخوشگوار تجربات کی بنا پر سنہ ۱۹۱۳ء کے زر اور بنک کاری کا نظام قائم ہوا۔ اس وقت عمداً زر و بنک کے ادارات قائم کیے گئے جن کا مقصد زیادہ تر عوام کی خدمت و محافظت تھا۔ یہ توقع کی گئی تھی کہ وہ نقد کے بڑے بڑے محفوظ سرمائے قائم کریں گے؛ ایسے بنکوں کی مدد کریں گے جن میں گو ادائی قرض کی صلاحیت تھی لیکن یورشوں سے خطرے میں پڑ سکتے تھے؛ اور مستعدی کے ساتھ قرضے دیکر اور نقد کافی مقدار میں ادا کر کے عام پریشانی کو روکینگے۔ زائد نوٹوں کو جاری کرنے کا اقتدار، جس کے لیے اس حد کے سوا جو فیڈرل زر رو بورڈ عائد کر سکتا ہو کوئی حد نہیں ہے، اس نے ان بنکوں کے لیے ضرورت ناگہانی کے واسطے ایسا سامان مہیا کر دیا جس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ہر ممکنہ مطالبے کو کافی طور سے پورا کر دیں گے۔ جس قسم کے حادثوں نے گزشتہ زمانے کو تاریک بنا دیا تھا ان کو روکنے کے لیے اس نظام کی خوبی کار کا تعین اس مہیا کردہ آلہ کی وسعت یا قوت پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس امر پر ہے کہ اس کا استعمال کس خوبی سے کیا جاتا ہے۔

۵۔ مالی اضطراب، یعنی صنعتی کساد بازاری کی انتہائی نازک حالت، بہت زمانے تک قائم نہیں رہتی۔ اضطراب اور تشویش کی کیفیت، بنکوں اور تجارتی کوٹھیوں کی تباہی اور اعلیٰ شرح بٹہ پر "زر" (یعنی قرضوں) کی شدید مانگ چند ہی ہفتوں تک قائم رہتی ہے؛ اور اس کے بعد ہی فوراً سکون اور اطمینان کی حالت رونما ہو جاتی ہے۔ اضطراب کے چند ہی ماہ بعد لازمی طور پر بنکوں کی تجوریوں میں نقد جمع ہو جاتا ہے اور شرح بٹہ بہت کم ہو جاتی ہے۔ یہ حالات ایک مدت دراز تک قائم رہتے ہیں، اور تجارتی گرم بازاری اور احیا کے جلد یا دیر میں ہونے کے اعتبار سے یہ حالات بھی تھوڑی یا بڑی مدت تک قائم رہتے ہیں۔ اس زمانے میں، اگرچہ بنک قرضہ دینے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور ان میں

اس کی قابلیت بھی ہوتی ہے، لیکن وہ تجارتی طبقے کو ساکت پاتے ہیں؛ اور بنکوں کے پاس قیمتوں کی تخفیف کے ساتھ ساتھ نقد زر کی مقدار بڑھتی جاتی ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہونا ممکن ہے کہ خاص مالی پریشانی، جس کی میعاد مختصر ہوتی ہے، لازمی طور سے زیادہ تر کاروباری طبقے سے اور بنک کاری کرنے والی جماعت سے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن بالعموم اس کے اثرات بہت وسیع ہوتے ہیں اور طویل مدت تک باقی رہتے ہیں؛ اور یہ اثرات، اگرچہ محض یا زیادہ تر مالی پریشانی کی بنا پر رونما نہیں ہوتے، ان کو مالی پریشانی سخت اور سنگین کردیتی ہے۔ اعتماد، جو چند ہی ہفتوں یا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں میں بحال ہو جاتا ہے، ایک سست اور مجہول شے ہوتا ہے جو تجارتی گرم بازاری کے زمانے کی زندہ دلی اور خوش طبعی سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ جب تجارتی گرم بازاری کا عروج بہت ہی شدید صنعتی کساد بازاری پر ختم ہوتا ہے (اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے) تو، سرد بازاری کے معکوس دور کی آمد بلاشبہ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ لیکن سرد بازاری زیادہ عظیم ہوتی ہے اور اگر مالی پریشانی سخت رہی ہو تو زیادہ طویل مدت تک قائم رہتی ہے۔ نفسیاتی عامل کا پھر اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کی سخت آزمائش کے بعد کاروباری اشخاص نئے پرجوکھم کاروبار میں شرکت کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں، اور پرانے کاروبار کو انجام دینے میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ سوداگر اور درمیانی اشخاص، اشیا کی خریداری میں کمی کر دیتے ہیں، اور بہتر زمانے کے منتظر رہتے ہیں؛ جس کی وجہ ایک حد تک یہ ہوتی ہے کہ قیمتوں کی کمی ان کے پیش نظر ہوتی ہے، مگر زیادہ تر وہ سرد بازاری کے متعدی اثر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ دولت کی حقیقی پیدائش کم ہوتی ہے۔ اصلداروں کی جانب سے مزدوروں کو پیشگیوں کی ادائی کا عمل، جس پر اجرت پانے والے مزدوروں کی اجرت کا کم و بیش مدار ہوتا ہے، سست پڑ جاتا ہے؛ اور مزدوروں میں ایک حد تک بے کاری اور بے روزگاری پیدا ہو جاتی ہے۔ مصیبت کے ایام حقیقت میں سخت ہوتے ہیں، اور اگر مالی پریشانی جو ان ایام کو تیزی کے ساتھ وقوع میں لاتی ہے تیز و تند اور شدید ہو تو مصیبت کے دن اور بھی زیادہ سخت بن جاتے ہیں۔

باب ۲۹ 412

سرد بازاری کا دور بالعموم صحت بخش ہوتا ہے، کم از کم وہ صنعتی صحت و عافیت کے لیے بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات اس میں غیر معمولی اسباب پیچیدگیاں پیدا کر دیتے ہیں اور وہ حقیقی خرابیوں اور مختلف نوعیت کی حقیقی دشواریوں کو رفع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں، غیر بدل پذیر یا اسی کے مثل زر کاغذی کے جاری کرنے سے زر میں جو افراط رونما ہوئی اس نے اس کی وسعت کے دوروں کو شدید بنا دیا اور اس کے بعد کے دوروں میں جو سرد بازاری نمودار ہوئی اسی کے جزو کی حیثیت سے مضبوط نظام زر کی جانب عود کیا گیا۔ ۱۸۱۸ء اور ۱۸۳۷ء کے شدید بحران، نہ صرف عام تخمینی گرما گرمی کے کمال کی حیثیت سے نمودار ہوئے، بلکہ غیر منظم اور منتشر بنکوں کی جانب سے بہت کثیر مقدار میں نوٹ جاری کیے جانے کی انتہائی حالت کی حیثیت سے بھی نمودار ہوئے۔ کسی ثبات پذیر زر کی جانب عود کرنا، صنعت کی بحال شدہ صحت کے لیے ضروری تھا؛ لیکن چونکہ یہ طریق صنعتی سرد بازاری کی تنظیم جدید کے ساتھ عمل میں آیا تھا، اس لیے وہ ناگزیر طور سے کٹھن اور دشوار تھا۔ ۱۸۷۳ء کے بحران کے متعلق بھی (ریاستہائے متحدہ کے لیے) تقریباً یہی بات صادق آتی ہے۔ ۱۸۷۳ء کے بعد کی تباہی اور قیمتوں کی انتہائی تخفیف، یہ دونوں، اسی عمل کا جزو تھے جس کے ذریعے سے فلزی ادائی کے طریق کی جانب عود کیا گیا۔ اور ان خارجی حالات کے بغیر بھی سرد بازاری کا دور بالعموم حقیقت میں تقویت بخش ہوتا ہے۔ وہ صنعتی عضویہ کے مختلف اجزا میں از سر نو مناسب توازن پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس گرما گرمی کا دور بظاہر تو خوش حالی کا منبع معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ آغاز میں اس کی جو حالت ہوتی ہے وہ آخر تک قائم نہیں رہتی، اس کی رفتار کا ثابت قدم رہنا ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں اس کل نشیب و فراز میں، اساسی قوتیں جو مادی ترقی کے لیے مصروف عمل رہتی ہیں، مسلسل و مستقل اور بالعموم غیر محسوس طریق پر اپنے اثرات پیدا کرتی رہتی ہیں، چنانچہ آئے دن اختراع اور ایجادیں ہوتی رہتی ہیں، اصل کی افزائش ہوتی ہے، پس اندازی بڑھتی رہتی ہے، اور مزدوروں میں صنعتی، اخلاقی اور عقلی و ذہنی اصلاح و ترقی رونما ہوتی رہتی ہے۔

سطحی خوش حالی کے زیادہ بدیہی مظاہر اور مرفہ الحالی و مصیبت کے ایام پر بالعموم حد سے زیادہ توجہ صرف کی جاتی ہے؛ مگر ان بڑے عاملوں پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے جن پر انجام کار نوع انسانی کی حالت کی ترقی و اصلاح کا مدار ہے۔

بایں ہمہ یہ صحیح ہے کہ مالی اضطراب فی نفسہٖ برا ہے' اور اس کے بعد کے اثرات بھی مضرت رساں ہوتے ہیں۔ شدید بحران' متعاقب آنے والی سرد بازاری کے دور کو طویل المدت بنا دیتا ہے' یا کم از کم اس میں بہت زیادہ شدت پیدا کر دیتا ہے۔ صدمہ جس قدر زیادہ برا ہوگا اسی قدر مشکل سے صحت ہوگی۔ مالی پریشانی کے کم کرنے میں جو چیز معاون ہو سکتی ہے وہی صنعتی بحران کی شدت کو رفع کرنے میں بھی مدد دے سکتی ہے۔

413 صنعتی کساد بازاری کے طویل تر دور و تسلسل کے مقابلے میں مالی اضطراب کے لیے علاج یا مسکن ڈھونڈنا بہت زیادہ آسان ہے۔ زر' اگر وہ مستحکم فلزی بنیاد پر قائم ہو' اور بنک کاری کا نظام' اگر وہ عمدہ اور اعلیٰ طریق پر منظم ہو' مالی پریشانی کا مقابلہ کرنے کے بہترین ذرائع ہیں۔ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں' یورپ کے بڑے بڑے ملکوں کے بنک کاری کے نظاموں میں یہ چیزیں معقول حد تک تکمیل کو پہنچائی گئیں؛ اور طویل اور تکلیف دہ تجربات کے بعد فڈرل رزرو سسٹم کی صورت میں ریاستہائے متحدہ کے لیے بھی ایک امید افزا نظام اختراع کیا گیا۔

بحرانوں کے صنعتی پہلوؤں کی شدید خرابیوں کا علاج دریافت کرنا بہت زیادہ دشوار ہے۔ جن جماعتوں سے کاروباری اشخاص بھرتی کئے جاتے ہیں ان میں اعلیٰ تعلیم کی نشر و اشاعت سے کسی قدر فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اضطراب و تشویش اور کم ہمتی؛ یہ دونوں نفسیاتی عامل' جو اس قدر اہم عمل انجام دیتے ہیں؛ زیادہ تر جہالت پر منحصر ہیں۔ کاروباری اشخاص اگرچہ اپنے قریبی کاروبار کے دائرے کے اندر کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں' صنعت کی وسیع تنظیموں سے عجیب طور سے لاعلم ہوتے ہیں؛ اور معاشی تاریخ سے جس میں ماضی کے سبق آموز تجربات تحریر کئے جاتے ہیں' نابلد محض ہوتے ہیں۔ حکومت کی جانب

باب ۲۹ مالی بحران واضطراب

سے راست کارروائی سے بھی تھوڑا بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ رفاہ عام کے کام مثلاً سڑکوں، عمارتوں، گودیوں، چمنوں کی تعمیر اور ہر قسم کی اصلاح و ترقی کے کام زیادہ تر سرد بازاری کے زمانے میں انجام دئے جانے چاہئیں۔ اور گرماگری کے دور میں ان سے دست کش ہو جانا چاہئے، تاکہ اس طرح خانگی مشغولات اصل کی کمی و بیشی ایک حد تک زائل ہو جائے۔ گزشتہ زمانے میں سرکاری مشغولات اصل اس کے برعکس طریق پر عمل میں آتے رہے ہیں؛ ان کی رفتار خانگی جد و جہد کے مطابق ہمدردانہ طریق پر بڑھتی اور گھٹتی رہی ہے۔ جہاں بڑی بڑی صنعتیں، مثلاً ریلیں، سرکاری انتظام کے تحت کام کر رہی ہوں وہاں، کسی قسم کا توازن قائم کرنے کے مواقع بظاہر خاص طور پر ممکن اور موجود ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کسی طرح واضح نہیں ہوتا کہ اس قسم کا عمل کیونکر موثر شکن بنایا جا سکتا ہے؛ اس لیے کہ رفاہ عام کے کام، جو خاص اور حقیقی ضرورتوں پر نظر کر کے انجام نہیں دیے جاتے؛ بلکہ صنعت اور بے روزگاری پر عام اثرات ڈالنے کے خیال سے کیے جاتے ہیں، ان کا بے ہنگام طریق پر طے پانا اور اس طرح آخر الامر ناکام اور بے قاعدہ ثابت ہونا ممکن ہے۔

414 فی الجملہ خانگی ملکیت کے نظام کو اور صنعت کے مدوجزر کو عام طور سے لازم و ملزوم تسلیم کرنا چاہئے۔ صنعت کے مدوجزر اور تغیرات میں کمی کی جا سکتی ہے، لیکن ان کا کلیتہً سدباب کر دینا ناممکن ہے۔ یہ، خانگی ملکیت اور کارگر اصل داری سے حاصل کردہ ترقی کی قیمت ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ صنعت کا مدوجزر موجودالوقت نظام کے مذموم خصوصیات میں سے ایک ہے۔ بیکسانہ سراسیمگی و حیرانی، پیدائش دولت میں تامل کرنا، اور بے روزگار مزدوروں کی تکالیف اور مصیبتیں، ان کو نقاد اشتراکئیں بجا طور پر زشت و زبون واقعات قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ پیدائش دولت کی ایک باقاعدہ مرتب اسکیم ان خرابیوں کا قلع قمع کر دے گی۔ لیکن صنعت کے دستور العمل کو عمداً بنانا اور اس پر کاربند ہونا (جو دراصل اشتراکیت کا مرادف ہے) اس جوش، خروش، لچک اور ترقی کی صلاحیت کا فقدان بھی پیدا کر دے گا جو موجودہ صنعت کی

امتیازی خصوصیت ہے۔ صنعت میں، کل انسانی معاملات اور یقیناً سب معاشی انتظامات کی طرح، انتہائی کمال کے حاصل کرنے کی توقع عبث ہے۔ قبح کے مقابلے میں حسن کو جانچنا چاہئے؛ اور صنعت کو سرانجام دینے کا وہ طریق قبول کرنا چاہئے جس سے عظیم ترین اور بیشترین نفع حاصل ہو سکتا ہو، خواہ اس کے نتیجے کے طور پر خاصا نقصان بھی کیوں نہ ہوتا ہو۔



415

باب سیوم

نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

(۱) اعتبار معمولاً زر کا جانشین نہیں بن جاتا، بلکہ اس کے استعمال کو ملتوی کر دیتا ہے۔ قلیل مدت کے لیے اعتبار کی توسیع قیمتوں کو متاثر کر سکتی ہے۔ (۲) اعتبار قابل بیع پرزہ کاغذی شکل میں، خاص کر بنک کے نوٹ، زر کا کامل بدل ہو سکتے ہیں۔ اعتبار معاملات کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کے ذریعے سے، کامل طور سے زر کا جانشین بن جاتا ہے۔ حساب گھر اس کو بڑے پیمانے پر انجام دیتا ہے۔ (۳) قیمتیں، قوت خرید بحوالہ زر پر منحصر ہوتی ہیں؛ زر میں نہ صرف فلزی زر بلکہ کاغذی زر، اعتبار، بنک کے نوٹ اور امانتیں شامل ہیں۔ بنک کے زر خاص کر "امانتوں" کے متعلق مخصوص مسئلہ قوت خرید اور معاملات کی مقدار کا باہمی انحصار۔ (۴) امانتوں کی مقدار کس طرح فلز کی مقدار پر منحصر ہوتی ہے؛ ا۔ راست ضرورت کی بنا پر؛ ب۔ رسم و رواج کی پابندی کی بنا پر؛ ج۔ قانونی لزوم کی بنا پر؛ (۵) د۔ امانتوں، نوٹوں اور فلز کے باہمی عمل سے؛ (٦) ھ۔ کاروباری طبقے کے مزاج سے۔ (۷) تجارت خارجہ کا اثر۔ اعتبار اور امانت استعمال کرنے والے ملکوں کی قیمتیں دوسرے ملکوں کی قیمتوں سے متاثر ہوتی ہیں۔ (۸) پچھلے اصول کی تمثیل: تشریح اس طریقے کی تحلیل سے جس کے ذریعے سے سونے کی رسد کا اضافہ قیمتوں کو متاثر کرتا ہے۔ (۹) کس مفہوم میں "زر" کی اصطلاح بہترین طریق پر استعمال کی جاتی ہے؟

باب ۳۰
نظریۂ قیمت پر مزید بحث

۱۔ اب ہم نظریۂ زر کے اصل موضوع کی جانب پھر رجوع کرتے ہیں؛ اور وہ موضوع "زر کی مقدار کا تعلق قیمتوں سے" اور "قیمتوں کی سطح کو متعین کرنے والے اسباب" ہے۔ موجودہ کتاب کے ابتدائی حصے[1] میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ سادہ ترین حالات میں، زر کی مقدار کے ٹھیک مطابق قیمتوں میں تغیر واقع ہوتا ہے؛ لیکن یہ کہا گیا تھا کہ سادہ ترین حالات کے علاوہ دوسرے سب حالات کے تحت یہ اصول، شرائط و مستثنیات کا طالب ہے۔ اب ہم انہی شرائط و مستثنیات کی نوعیت پر اور نظریۂ زر کی بہتر ترتیب پر اس باب میں غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔

قیمتوں سے اعتبار کے تعلق کی ابتدا ہی میں کچھ تشریح کر دینی چاہئے۔ اس کی تحلیل بھی ہم پہلے سادہ ترین حالات کو لے کر کر سکتے ہیں۔ فرض کرو کہ حالات حسب ذیل ہیں: روزمرہ کا زر، مثلاً سکہ ہی واحد زر رواں ہے؛ لیکن چند خریداریاں اعتبار پر کی جاتی ہیں، یعنی ادھار کاروبار کیا جاتا ہے اور نقد ادائی ملتوی رکھی جاتی ہے۔

416 نقد خریداری کا جو فوری اثر قیمتوں پر پڑتا ہے وہی ادھار خریداری کا بھی پڑتا ہے۔ اگر نقد ادا کرنے والے خریداروں کی ایک مقررہ تعداد کے علاوہ اتنے ہی اشخاص ایسے ہوں جن کا اعتبار اچھا ہو اور جو ادھار خریداری کریں تو بحیثیت مجموعی بیوپار پر ویسا ہی اثر پڑے گا، گویا کل تعداد نقد ادا کرنے والوں کی ہی ہے۔ اگر رسد اشیا بدستور رہے تو ہر دو صورتوں میں قیمتیں دونی ہو جائیں گی۔

لیکن صرف ابتدائی حالت میں یہ اثر پڑتا ہے۔ ادھار خریدی ہوئی اشیا کی قیمت جلد یا دیر سے ادا کرنا ضروری ہے۔ جب ان کی نقد قیمت ادا کی جاتی ہے تو، زر کا استعمال ہونا ضروری ہے۔ اعتبار فی نفسہ کاروبار میں زر کے استعمال کو مستقل طور سے موقوف نہیں کر دیتا؛ وہ صرف زر کے استعمال کو ملتوی کر دیتا ہے۔ کسی مابعد تاریخ پر جبکہ قرضہ ادا کیا جاتا ہے، زر استعمال کیا جائے گا؛

[1] دیکھو باب ۱۸۔

باب ۳۰
نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

اور جو زر اس طرح استعمال کیا جائے گا وہ دوسری قسموں کے کاروبار کے لیے دستیاب نہ ہو سکے گا۔ جس حد تک زر کا استعمال ابتدا میں موقوف رہتا ہے اس حد تک آخر میں اس زر کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے آخر الامر اعتبار قیمتوں کے تعین میں کسی آزاد عامل کا درجہ نہیں رکھتا؛ اور وہ زر کا حقیقی بدل نہیں ہے؛ یعنی وہ اشیا کی طلب بحوالۂ زر میں اضافہ کرنے کا کوئی حقیقی سبب نہیں ہے۔ وہ صرف اس وقت پر اثر ڈالتا ہے جبکہ زر کا ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

لیکن ایک زمانے تک اعتبار کی توسیع کا قیمتوں پر وہی اثر پڑ سکتا ہے گویا کہ زر کی مقدار میں اسی قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ موجودہ زمانے کی صنعت کے عظیم مد و جزر میں ایسے طویل المدت وقفوں یعنی ایک یا دو یا غالباً اس سے زیادہ سالوں کے وقوع میں آنے کا قرینہ ہے جبکہ سابقہ خریداریوں کے لیے ادا کردہ نقد رقوم کے مقابلے میں بہت زیادہ آزادی کے ساتھ اعتبار پر خریداریاں کی جاتی ہیں۔ ایسے دور میں اعتباری کاروبار، اس فرق کی حد تک جو دونوں قسموں کے کاروبار کی مقدار کے مابین ہوتا ہے قیمتوں کو بڑھانے کا عمل انجام دیتا ہے۔ سرد بازاری کے زمانے میں اس کی برعکس صورت رونما ہوتی ہے؛ یعنی: خریداری کرنے میں پس و پیش کیا جاتا ہے اور اعتباری کاروبار گھٹ جاتا ہے۔ اس زمانے میں قدیم قرضوں کی ادائی بمقابلہ اعتبار پر نئی خریداریوں کے بڑھ جاتی ہے، اور پلہ دوسری طرف جھک جاتا ہے۔ اس قسم کے تغیرات، اگرچہ غالباً زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوتے تاہم قیمتوں کے تغیرات میں مد و جزر کا میلان پیدا کرنے میں تھوڑا بہت حصہ ضرور لیتے ہیں۔

۲۔ لیکن اعتبار کی توسیع، زر کے استعمال کے التوا کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی وجود میں لا سکتی ہے۔ وہ اسباب کے ایسے سلسلے کو بروئے کار لا سکتی ہے جس کی بنا پر زر کا استعمال موقوف ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی عمدہ ساکھ رکھنے والا تاجر اشیا خریدے اور زر کے عوض تحریری وعدہ دے تو، یہ معاملہ فی نفسہٖ زر کے استعمال کو اس وقت تک ملتوی کر سکتا ہے جب تک اس کے تحریری وعدے کی مدت ختم ہو جائے۔ لیکن اس کاغذی وعدے کا حامل یا قابض تحریر ظہری کی تکمیل کے بعد

417

اس کاغذ کو اپنی خرید کردہ اشیا کی قیمت کی ادائی کے طور پر بظاہر کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہے۔ اگر یہ دوسرا شخص اس کو قبول کرلے تو، دوسرا معاملہ زر کے استعمال سے قطعاً بے نیاز ہو جاتا ہے؛ پھر بھی قیمتوں پر اس کا جو اثر پڑتا ہے وہ ٹھیک ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ حقیقی زر کے استعمال ہونے کی صورت میں پڑتا۔ علاوہ ازیں یہ خیال کرنا بھی ممکن ہے کہ یہ دوسرا شخص کسی دوسری خریداری میں زر کے عوض اسی کاغذ کو ادا کرسکتا ہے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں افراد کے مابین اسی قسم کے کاغذی وعدے تحریر اور قبول کرنے کا طریق[1] انگلستان میں عام طور پر رائج تھا۔

بدیہی طور سے، بنک کے نوٹ، اعتباری دستاویز کے اس نتیجہ و اثر کی مکمل ترین مثال ہیں۔ کسی فرد واحد کا نوٹ (تحریری وعدہ) جو کاروبار کی معمولی حالت میں دیا جائے، بہت زیادہ گردش نہیں کرسکتا، خواہ یہ شخص کتنا ہی مشہور اور نیک نام کیوں نہ ہو؛ اس لیے کہ ایسا نوٹ محض حسن اتفاق ہی سے دوسرے کاروبار کے لیے موزوں ثابت ہوسکتا اور یہ سہولت مطلوبہ رقم پیش کرسکتا ہے۔ لیکن بنک کے نوٹ، جو بشرطیکہ کوئی قانونی ممانعت نہ ہو[2] نہ صرف کسی فرد واحد بلکہ انجمن کی بھی جانب سے جاری کیے جاسکتے ہیں، بالارادہ ایسی رقموں کے جاری کیے جاتے ہیں جو گردش کے لیے موزوں ہوں، اور دست بدست اسی طرح گھومتے ہیں جس طرح کہ زر۔ اس قسم کے اعتبار کا اثر

---

[1] ہنڈی یا ڈرافٹ (رقعہ) کی قبولیت یا سکار قانوناً ویسی ہی ذمہ داری عائد کرتی ہے جیسی کہ کاغذی وعدہ (پرامیسری نوٹ) کے دستخط۔ ان اسباب کی بنا پر جو تاریخ قانون کی جڑمیں پیوست ہیں، ہنڈی سکارنے کا طریقہ ہی انگلستان میں بہت زیادہ عام طور سے مروج رہا ہے۔

[2] چین میں تاجروں کے جاری کردہ نوٹ جو حامل کو قابل ادائی ہوتے ہیں، صدیوں سے بطور زر رواں رائج ہیں۔ "بڑے بڑے کوٹھی والے انھیں جاری کرتے ہیں اور سب بڑے بڑے شہروں میں انھیں قبول کرلیا جاتا ہے"۔ دیکھو بک کی کتاب موسوم بہ "سلطنت چین" (Chinese Empire) جلد دوم صفحہ ۱۵۱۔

باب ۴ نظریہ قیمت پر نکتہ چینی

قلمی و حکمی ہوتا ہے۔ بنک کے نوٹ، زر کے کامل بدل یا نائب کا کام انجام دیتے ہیں، اور قیمتوں کو اسی حد تک متاثر کرتے ہیں جس حد تک کہ زر فلزی متاثر کرتا ہے (بجز چند مستثنیات کے جن پر عنقریب بحث کی جائے گی)۔

ایک اور طریقہ جس سے اعتبار، زر کے استعمال کو معطل کر دیتا ہے، یہ ہے کہ مختلف معاملات آپس میں پٹ جائیں یا زائل کر دیے جائیں۔ اگر دیہی سوداگر آس پاس کے کاشتکاروں کے ہاتھ ادھار مال فروخت کرے، اور کاشتکار اس کے عوض اپنی پیداوار سوداگر کے ہاتھ ادھار فروخت کریں؛ اور اگر میعادی طور سے باہمی قرضے زائل کر دئے جائیں اور صرف فاضلات بصورت نقد ادا کئے جائیں (بلکہ یہ فاضلات غالباً نقد ادا نہ کئے جائیں اور دوسرے تصفیے تک ایک مد کی حیثیت سے ویسے ہی رکھے جائیں) تو، اگرچہ بہت کم زر فی الاصل استعمال ہوتا ہے، تاہم سب کاروبار بحوالۂ زر طے پاتے ہیں؛ اور قیمتوں پر اتنا ہی اثر پڑتا ہے جتنا کہ زر استعمال کرنے کی صورت میں پڑتا۔ صنعتی ترقی کے ابتدائی دور میں کاروبار کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کا یہی طریقہ رہا تھا۔ ریاستہائے متحدہ کے اکثر علاقوں میں غالباً عام طور سے رائج تھا۔ نیو انگلینڈ کے بعض علاقوں میں اب بھی، دیہی دوکاندار دیہاتیوں سے اسی طریق پر انڈے باقاعدہ وصول کرتے ہیں، اور ان کے عوض اپنی دوکان کا مال ان کے ہاتھ ادھار فروخت کرتے ہیں؛ یہ ایک قسم کی "جنسی مبادلت" کا طریق ہے، تاہم بحوالہ زر انجام پاتا ہے اور فریقین پر زر ادا کرنے کی قانونی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لیکن تجارتی کاروبار کے تخصیص یافتہ بن جانے کی وجہ سے اس قسم کا رواج تقریباً مفقود ہو گیا ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اشیا خریدنے والے بیوپاری ہی کے ہاتھ اشیا فروخت بھی کی جائیں۔ دوسرے ممالک کی طرح، یہاں تقسیم عمل نے اس درجہ ترقی کر لی ہے کہ اس کی بنا پر مبادلات، جو فی نفسہ بہت سادہ ہوتے ہیں، ایک پیچیدہ اور منقسم نظام کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔

418

منتشر مبادلات کو کسی واحد مرکز پر لانے والا موثر اور بڑا آلہ جو قرضوں کے

باب ۳ نظریہ قیمت پر مکرر بحث

ایک دوسرے کو زائل کرنے کے طریق کو بڑے پیمانے پر بروئے عمل لاتا ہے حساب گھر ہے۔ کسی بنک کے واجب الوصول چک۔ حساب گھر میں پیش کئے جاتے ہیں، اور وہ ان چکوں سے زائل کر دئے جاتے ہیں جو اس بنک کے ذمہ واجب الادا ہوتے ہیں۔ چکوں کے ذریعے سے طے کردہ خریداریوں میں قیمتوں پر ٹھیک ویسا ہی اثر پڑتا ہے جیسا کہ فلزی زر استعمال کرنے کی صورت میں پڑتا۔ حساب گھر میں چکوں کا محض مبادلہ عمل میں آتا ہے۔ کاروبار اخیر میں چل کر فلزی زر یا نقد کے استعمال کے بغیر تصفیہ پاتے ہیں؛ یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ زر بہت کم مقدار میں استعمال ہوتا ہے، یعنی اسی اقل مقدار کی حد تک جس سے کہ حساب گھر کے فاضلات بصورت نقد تصفیہ پاتے ہیں۔

جب بنک کے نوٹ حساب گھر میں سے گزرتے ہیں تو بھی قدرتی طور پر اسی قسم کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن چکوں کے مقابلے میں بنک کے نوٹوں کے لیے اس کا زیادہ قرینہ ہوتا ہے کہ وہ اثنائے گردش میں جبکہ بتواتر ادائیوں میں دست بدست گھومتے ہیں، کاروبار انجام دیں اور ان میں استعمال کئے جائیں۔ چک عام طور سے فوراً کسی بنک میں بطور امانت داخل ہو جاتے ہیں، جہاں سے وہ حساب گھر بھیجدے جاتے ہیں؛ اور عمل ازالہ کے ذریعے سے وہ تقریباً بلا استثنا زر کے استعمال کی نوبت نہیں آنے دیتے۔

۳۔ اب ہم مقدار زر اور قیمتوں کے درمیانی تعلق کو صحت اور عمدگی کے ساتھ بیان کرنے کی جانب توجہ کر سکتے ہیں۔

کسی اعلیٰ درجے کی ترقی یافتہ قوم میں قیمتوں کا تعین کرنے والی شے، مقدار اشیا اور مقدار قوت خرید بحوالۂ زر کا باہمی تعلق ہے۔ اگر مقدار زر کے نظریے کو اس طرح ترتیب دیا جائے تو وہ صادق آتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر قابل فروخت اشیا کی مقدار مقررہ رہے تو، قیمتوں کی عام سطح کا مدار قوت خرید کی مقدار بحوالۂ زر پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ مقدار، کسی طرح وہی نہیں ہوتی جس کو فلز کی مقدار یا عام طور سے "زر" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فی الحقیقت دشوار اور بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ فلز یا "زر" کی مقدار کا اضافہ یا تخفیف،

419

باب ۳۰ نظریۂ قیمت پر ایک تبصرہ

کس حد تک اس دوسری مقدار، یعنی ''مجموعی قوتِ خرید'' کو متاثر کرتی ہے۔

بعض چیزیں بدیہی ہیں۔ فلز کے بعض قسم کے کاغذی بدل ٹھیک اسی طرح عمل کرتے ہیں جس طرح کہ فلز۔ نوٹ جو قابعض کو قابل ادائی ہوتے ہیں، اور سرکاری زر کاغذی، خواہ وہ بدل پذیر ہوں یا غیر بدل پذیر، اپنی قیمت مرقومہ کی مقدار کے لحاظ سے مجموعی قوت خرید میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی چیزیں معمولی رواج میں اصطلاح ''زر'' کے تحت شمار کی جاتی ہیں، اور یہ عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ قیمتوں کو ٹھیک اسی طرح سے متاثر کرتی ہیں جس طرح کہ فلزی زر۔ یہ امر کہ ان کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ فلزی زر کا، بنک آف انگلینڈ کے ایسے نوٹوں کے مماثل نوٹوں کی حد تک جو کسی فلزی بنیاد پر مبنی نہیں ہوتے، بالکل واضح ہے۔ امریکا کے قومی بنکوں کے نوٹوں اور دوسرے بنک کے نوٹوں کا اثر بھی تقریباً ایسا ہی ہوتا ہے؛ گو ان صورتوں میں، یہ امر اس قدر واضح نہیں ہے کہ نوٹ کی پوری قیمت مرقومہ کے لحاظ سے قوت خرید میں خالص اضافہ ہوگا۔

اعتبار (یعنی محض ادائی رقم کا التوا نہ کہ بنک کے نوٹوں کی طرح کے اعتباری دستاویزات) بھی قوت خرید کی رسد میں اضافہ کرتا ہے۔ ایک ایسے شخص کی جانب سے اشیا خریدی جانے کی صورت میں جس کے اعتبار پر کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ ہو، قیمتوں پر ٹھیک ویسا ہی اثر پڑے گا۔ جیسا کہ دوسرے شخص کے اشیا کو بعوض نقد خریدنے کی صورت میں۔ لیکن اعتبار، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا، اپنی معمولی صورت میں، محض زر کے استعمال کو ملتوی کرنے کا کام انجام دیتا ہے۔ اگرچہ وہ کسی مقررہ وقت میں موثر قوتِ خرید کی مجموعی مقدار میں اضافہ کر سکتا ہے؛ لیکن آخر الامر مجموعی قوت خرید میں اضافہ نہیں کرتا۔ 420

امانتیں، مجموعی قوت خرید کا ایک جزو ہوتی ہیں؛ اور امانتوں کے اضافے کے معنی مجموعی قوت خرید کا اضافہ ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا مطلب محض امانتوں سے ہے نہ کہ چیکوں سے، اس لیے کہ، جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا،[۵] چیک

۵۔ دیکھو باب ۲۴ فصل (۳)۔

باب ۳۰ نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

اس قوت کی اسی حد تک نمائندگی کرتے ہیں جس حد تک کہ وہ حقیقی استعمال میں ہے نہ کہ مجموعی فراہم شدہ رسد کی۔ اس طرح قوت خرید بحوالۂ زر کی مجموعی رسد متعدد و مختلف النوع مدوں پر مشتمل ہوتی ہے؛ لیکن اس کی سب شکلیں، اشیا کے لیے زر کی اس طلب میں اضافہ کرتی ہیں جو قیمتوں کی سطح متعین کرتی ہے۔

امانتوں کا مسئلہ سب سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ اشیا کی خریداری، تجارتی کاغذ کا بٹہ، اور امانتوں کی تخلیق، یہ سب ایک ساتھ عمل میں آتے ہیں۔ اشیا کی مقدار کا اضافہ اور کاروبار کی مقدار کی زیادتی، مجموعی قوت خرید اور موثر آلۂ مبادلہ میں اضافہ کر دیتی ہے۔ قیمتوں کے نظریۂ مقدار کا محتاط بیان، دو آزاد تغیر پذیر اجزا کی شکل اختیار کرتا ہے: ایک تو، مجموعی زر یا مجموعی قوت خرید، اور دوسرے، اشیا کی مجموعی رسد یا کاروبار کی مجموعی مقدار۔ لیکن امانتوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، یہ دونوں عامل بظاہر ایک دوسرے پر منحصر معلوم ہوتے ہیں، اور اس لحاظ سے ان کا اساسی مفروضہ بظاہر صحیح یا قائم نہیں رہتا۔

یہی سوال ان بنک کے نوٹوں کے بارے میں پیدا ہوتا ہے جن کا اجرا آزادی اور تغیر پذیری کے شرائط کے تحت ہوتا ہے۔ وہ بھی بظاہر بطور خود متغیر نہیں معلوم ہوتے۔ وہ اس طلب کے جواب میں جاری کئے جاتے ہیں جو زیادہ اشیا فروخت کرنے کی شکل میں ہوتی ہے۔ بنک آف فرانس، بنک آف جرمنی اور اسکاٹ لینڈ اور کینیڈا کے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کی مقدار میں ہر ہفتہ طے شدنی کاروبار کی مقدار کی کمی یا زیادتی کے مطابق تغیرات ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس امانتوں کی مقدار (اور ایک حد تک نوٹوں کی مقدار بھی) جس پر اشیا اور کاروبار کی اسی مقررہ مقدار کا اثر پڑتا ہے، اُس فلز یا دوسرے ذخیرۂ زر نقد پر لازمی طور سے منحصر نہیں ہوتی جو بنک میں رکھا جاتا ہے۔ ایک ایسی قوم کی انتہائی حالت فرض کی جا سکتی ہے جس میں تمام ادائیاں چک کے ذریعے سے کی جائیں، اور کل کاروبار حساب گھر کی وساطت سے تصفیہ پائیں۔ اس صورت میں فلز یا "زر" کی قطعی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ حساب گھروں کے روزانہ

باب ۳ نظریۂ قیمت پر کرید بحث

یا ہفتہ وار فاضلات کو ویسے ہی رہنے دیا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ جلدی یا بدیر وہ متوازن و مساوی ہو جائیں۔ ایسی قوم میں اگر اشیا اور کاروبار کے مقابلے میں امانتوں کی مقدار بہت زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھے تو قیمتیں غیر معین طور سے بڑھ سکتی ہیں۔ لیکن جہاں امانتوں (یا نوٹوں) کا بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے کیا وہاں بھی اسی صورت سے ملتی جلتی صورت نہیں ہوتی؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں قیمتیں، فلز کی مقدار پر یا اس چیز کی مقدار پر جس کو بالعموم "زر" کہا جاتا ہے منحصر ہیں؟

۴۔ گو یہ صحیح ہے کہ جہاں اس قسم کے بہت زیادہ تغیر پذیر اعتباری دستاویزات استعمال کئے جاتے ہیں وہاں، مجموعی قوتِ خرید اور مقدار "زر" کا باہمی تعلق ڈھیلا پڑ جاتا ہے؛ پھر بھی ان دستاویزات پر فلز کی مقدار کی صورت میں ایک حقیقی تحدید باقی رہتی ہے۔ یہ تحدید دو صورتیں اختیار کرتی ہے پہلی صورت تو یہ کہ امانتوں (اور امانتوں کے مثل تغیر پذیر نوٹوں) کی مقدار اور فلز کی مقدار کے مابین متعدد تعلقات ہوں۔ دوسری یہ کہ کسی ایک ملک کی قیمتوں اور دنیا کی قیمتوں کے مابین تعلق ہو۔ فی الحال ہم عاملین کی پہلی قسم کی جانب زیادہ تر توجہ کریں گے؛ دوسری قسم کے عاملین کا تعلق نظریۂ تجارت بین الاقوام سے ہے جس پر متعاقب بحث کی جائے گی۔

زر نقد (یعنی نہ صرف فلزی زر بلکہ ہر قسم کا زر قانونی، مثلاً زر کاغذی اور دوسرے سرکاری دستاویزات جو بطور سرمایۂ محفوظ رکھے جا سکتے ہیں) کی مقررہ رسد کی بنیاد پر امانتوں اور نوٹوں کی تعمیر کردہ عمارت کی وسعت مندرجۂ ذیل حالات سے متاثر ہوتی ہے۔

(ا۔ راست ضرورت، ب۔ لازمی رسم و رواج، ج۔ قانونی لزوم، د۔ امانتوں، نوٹوں اور زرِ رواں کی دوسری شکلوں کے استعمال کا ایک دوسرے کے ساتھ عمل اور ھ۔ کاروباری جماعت کا مزاج یا نفسیاتی کیفیت۔ ان حالات پر ترتیب وار غور کرنا مناسب ہوگا۔

(ا۔ راست ضرورت۔ ہر بنک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ نقد اپنے پاس رکھے، خواہ اس کی مقدار رقوم واجب الادا کے تناسب سے کم ہی کیوں

نہ ہو۔ پچھلے صفحوں میں ۵ فی صد کا حد دبتایا گیا تھا۔ اسی قسم کی کسی اقل مقدار کا رکھنا بنک کے لیے ضروری ہے۔ گاہ گاہ یہ پایا گیا ہے کہ اس سے بھی کم یعنی ۴ فی صد یا ۳ فی صد میں کام چل جاتا ہے؛ گو بہت کم بنک اس کو پسند کریں گے کہ خطرے سے اس قدر قریب رہ کر کاروبار کریں۔ لیکن کسی نہ کسی جگہ ایک حد ہوتی ہے۔

یہ حد، ایک وجہ سے، دیہی بنک کے مقابلے میں شہری بنک کے لیے، کم تر ہوتی ہے، اور دوسری وجہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسی بڑے شہری بنک کے لیے اس کا بہت کم امکان ہوتا ہے کہ اسے حساب گھر میں نسبتۃً کثیر فاضلات ادا کرنے پڑیں گے، اس لیے کہ اس کے گاہکوں کی جمع کردہ امانتوں سے ممکن ہے کہ گاہکوں کے چکوں کے ذریعے سے وصول ہونے والے روزمرہ کے ڈرافٹوں کی ادائی مساوی طور سے ہوجائے۔ اسی طریقے سے اس کا قرینہ ہے کہ گاہکوں کی جانب سے بنک پر نقد کے روزمرہ کے مطالبات بنک میں روزمرہ وصول ہونے والی امانتوں سے متوازن و مساوی ہوجائیں۔ محض یہ واقعہ کہ بنک کا کاروبار وسیع اور متنوع ہے، اس کے لیے اس کا زیادہ امکان پیدا کرتا ہے کہ اس قسم کی مدیں ایک دوسرے کے مقابل میں زائل ہوجائیں گی۔ دوسری طرف شہری بنک محفوظ سرمایہ (یعنی ناگہانی ضرورتوں کے مقابلے میں زر کا زائد ذخیرہ) رکھنے پر نسبتۃً زیادہ مجبور ہوتا ہے۔ امانتوں کی شکل میں رقوم واجب الادا کی مقدار کثیر ہونے کی وجہ سے اس کے یورشوں یا پریشانیوں سے بہت جلد متاثر ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اگر وہ نقد کے زائد ذخیرے کی نمائش کرے تو اس سے اس کی نیک نامی میں اضافہ ہوسکتا ہے، اور اس طرح اس کا عمل بالواسطہ سودمند ثابت ہوسکتا ہے۔ پھر بھی اس کا میلان لازمی طور سے منافعے کی جانب نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ دوراندیشی کی بنا پر نقد کا بڑا ذخیرہ رکھنے اور اس سے انجام کار فائدہ ہونے کا انحصار کاروبار کرنے والے عوام کی نفسیاتی حالت اور باخبری پر ہوتا ہے۔ مگر ریاستہائے متحدہ کے بنکوں میں یہ کسی طرح عام تجربہ نہیں ہے کہ اس قسم کا تحفظ منفعت بخش اشتہار ہے۔

جہاں کوئی شہری بنک یورشوں کی صورت میں کسی بڑے سرکاری ادارے کی جانب امداد کے لیے ہاتھ پھیلا سکتا ہے وہاں، اس کے لیے نقد ذخیرہ رکھنے کیلئے محرک موجود نہیں ہوتا۔ اس وقت اس کی حالت ایک ایسے دیہی بنک کی سی ہوتی ہے جو اس قسم کی

باب ۔۔ نظریہ قیمت پر مکرر بحث

شدید ضرورتوں کے وقت شہری بنک پر انحصار و توکل کرتا ہے۔ چنانچہ انگلستان کے بنک، جو مصیبت کے وقت بنک آف انگلینڈ پر بھروسا کر سکتے ہیں، انھوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر نقد ذخیروں کا رکھنا ترک کردیا ہے؛ تھریڈ نیڈل اسٹریٹ کی یہ بڑی بی[1] اس کا بندوبست کرتی ہیں۔ لیکن پھر بھی روزمرہ کی ضرورتوں کے لیے تھوڑا سا نقد، خواہ وہ بہت قلیل کیوں نہ ہو، انھیں پاس رکھنا ہی پڑتا ہے۔

(ب) رسم و رواج کی پابند بنانے والی قوت کی سب سے ظاہر مثال بنک آف انگلینڈ بہم پہنچاتا ہے۔ اس کا نقد کا کثیر المقدار ذخیرہ، جس پر نہ صرف اس کی اپنی امانتوں کا بلکہ تمام برطانیہ عظمیٰ کی امانتوں کا مدار ہے، محض رسم و رواج کی بنا پر متعین ہوتا ہے۔ اس طرح کا مقررہ تحفظ ان محفوظ سرمایوں پر بہت زمانے تک اثر ڈالتا رہا جو بنک آف فرانس، بنک آف جرمنی اور براعظم کے دوسرے قومی بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں ان بنکوں میں رکھے جاتے تھے۔ یہ بات بے خوف و خطر کہی جاسکتی ہے کہ ان بنکوں کے ذمے کی واجب الادا رقوم بمد امانت کے بارے میں بھی اسی قسم کی پالیسی اختیار کی جاتی، اگر ان میں اسی پیمانے پر ترقی رونما ہوتی جیسی کہ انگریزی بولنے والے ملکوں میں رونما ہوئی۔

428

رسم و رواج بدلتا رہتا ہے؛ بعض اوقات اس میں تبدیلی بہت آہستہ آہستہ ہوتی ہے، جیسی کہ انیسویں صدی میں بنک آف انگلینڈ کی مقررہ پالیسی کی تدریجی ترقی کی صورت میں ہوئی، اور بعض اوقات اچانک اور سریع ہوتی ہے، جیسا کہ اسی ادارے کے بارے میں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ کے صدمے کے نتیجے کے طور پر ہوا۔ بنک کا محفوظ سرمایہ متعدد سالوں تک جن لچک دار مگر سخت قواعد و ضوابط کا تابع تھا وہ مجبوراً ترک کر دیے گئے، اور ایک جداگانہ روایت کے قائم ہونے اور بڑھنے کا امکان پیدا ہو گیا۔ اسی طریقے سے ریاستہائے متحدہ امریکا کے فیڈرل رزرو بنک، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، جنگ کی ضرورتوں کی بنا پر اپنی امانتوں کو بڑھانا جائز سمجھنے لگے اور بمقتضائے قانون محفوظ ذخیرے کی اقل مقدار رکھنے کی جانب سرعت کے ساتھ مائل ہو گئے، حالانکہ اگر یہ

[1] Old lady of the Thread needle street بنک آف انگلینڈ کی جانب اشارہ ہے۔

پالیسی امن کے زمانے میں ارادی طور سے اختیار کی جاتی تو اس عمل کو اچھی نظر سے نہ دیکھا جاتا اس قسم کے عظیم تغیرات کا خوگر بننے کے لیے لوگوں کو زیادہ مدت نہیں لگتی، خواہ وہ ابتداءً فوری عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہی تدابیر کیوں نہ اختیار کریں۔

نظر ثانی پر کر بحث

(ج) براہ راست قانون کے ذریعے سے تنظیم، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، ریاستہائے متحدہ امریکا کی حد تک مخصوص ہے۔ اگر سب بنکوں کے لیے ۲۵ فی صد کا نقد ذخیرہ رکھنا لازمی قرار دیا جاتا، جیسا کہ شہر نیویارک کے قومی بنکوں کے لیے سابق میں کیا گیا تھا تو، امانتیں، نقد کے مقابلے میں صرف ۴ : ۱ کے تناسب سے بڑھ سکتی تھیں۔ یوں تو بحیثیت مجموعی قومی بنکوں پر جو حد بندی حقیقت میں قائم کی گئی اس سے یہ مختلف تھی، لیکن پھر بھی کافی تحدید موجود تھی۔ قانونی سرمایۂ محفوظ کے لیے جتنا نقد رکھنا لازمی تھا اس میں متناسب اضافہ کیے بغیر امانتیں نہیں بڑھائی جا سکتی تھیں۔ اس قسم کی بندش اسی نہج پر جس کو بیان کیا جا چکا ہے[1] اس وقت بھی قائم رہی جبکہ فڈرل رزرو بنکوں کا طریق رائج کر کے نظام میں اصلاح کی گئی۔

اس قسم کے قوانین و ضوابط کے نتائج کو جانچنے میں نہ صرف ان اداروں کا لحاظ کرنا ضروری ہے جو براہ راست ان قوانین سے متاثر ہوتے ہیں، بلکہ نظام اعتبار کا بھی بحیثیت مجموعی لحاظ کرنا ضروری ہے۔ قدیم قومی بنک کاری کے نظام کے آخری سالوں میں، سرکاری بنکوں کا قیام بڑے پیمانے پر عمل میں آیا۔ یہ بنک اپنے پاس نقد سرمایہ بہت قلیل مقدار میں رکھتے تھے، اور قومی بنکوں میں نقد سرمایہ جمع کیا کرتے تھے۔ اس طرح جس بنیاد پر مجموعی امانتوں کی عمارت قائم تھی وہ نسبتۂ محدود ہو گئی۔ وفاقی نظام سرمایہ محفوظ کے تحت، یہی صورت حالات باقی رہی، بلکہ بہت زیادہ نمایاں ہو گئی؛ اس لیے کہ رزرو بنکوں کو قدیم قومی بنکوں کے مقابلے میں نقد کا کم تناسب رکھنا پڑتا تھا، پھر بھی وہ بدستور سرکاری بنکوں اور قومی بنکوں کے کفیل و مددگار رہے۔ اس کے معنی لازمی طور سے ان کی طاقت میں ضعف پیدا ہونے کے نہ تھے؛ لیکن یہ معنی ضرور تھے کہ بنک کی تجوریوں کے نقد کی وہی مقررہ مقدار قوت خرید کی مجموعی مقدار کے بڑھانے میں زیادہ موثر اور قوی ہو گئی۔

424

[1] دیکھو باب ۲۲ فصل (۵)

باب ۳
نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

۵۔(د) تحدید کا چوتھا سبب بہت زیادہ پیچیدہ ہے۔ امانتوں اور چیکوں سے کل کاروبار اور معاملات میں کام نہیں لیا جا سکتا۔ نقد، یعنی فلز یا نوٹ کا کثیر خردہ خریداریوں، ادائی اجرت اور ہر قسم کے روزمرہ کے لین دین میں استعمال ہونا ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں چیک بہت ہی حیرت انگیز پیمانے پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ پھر بھی جیبی زر یا خردے یا چلر کے استعمال سے مفر نہیں۔ انگلستان میں، اگرچہ چیک تھوک کاروبار کے لیے عام طور سے استعمال کیے جاتے ہیں، پھر بھی صارفوں کی جانب سے جو رقمیں ادا کی جاتی ہیں ان میں متمول طبقے کی بہت ہی قلیل تعداد چیک استعمال کرتی ہے؛ سکے یا نوٹ کی خردہ کاروبار اور اجرت کی ادائی میں اکثر ضرورت پڑتی ہے۔

لیکن قوتِ خرید کی کسی شکل میں، اگر وہ دوسری شکلوں سے قابل مبادلہ ہو، یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ قیمتوں پر غیر مشروط اثر ڈالے۔ پچاس ڈالر کی ہنڈیاں یا دس پونڈ کے نوٹ، اگر وہ حقیقی کاروباری ضرورت سے زیادہ مقدار میں جاری کیے جائیں تو، ریزگاری سے مبادلے کے لیے جاری کرنے والے کے پاس واپس آجائیں گے۔ اگر حقیقت میں ان ہی حالات کے تحت چھوٹی رقموں کے نوٹ قابل اجرا ہوں، یعنی اگر بنک کے چھوٹی بڑی رقموں کے نوٹ اسی آزادی کے ساتھ جاری کیے جا سکتے ہوں جس آزادی کے ساتھ بڑے نوٹ اور امانتیں جاری کی جاتی ہیں تو، یہ واپسی اور مراجعت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر خردہ زر صرف طلائی سکوں کی شکل میں دستیاب ہو تو نتائج بہت اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں سکوں کی ایک مقررہ مقدار ملک میں کسی نہ کسی جگہ موجود رہنی چاہیے، اور ان سکوں کا ضروری استعمال زر کی دوسری شکلوں کی مقدار پر تحدید قائم کرتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بڑی رقوم تک بنک کے نوٹوں کی تحدید کس قدر موثر ہوتی ہے؛ وہ فلز کی برآمد کو روکتی ہے، اور نوٹ جتنے میدان پر جاری وساری ہو سکتے ہیں اس کو سختی کے ساتھ محدود کرتی ہے[1]۔

ٹھیک اسی قسم کی تحدید، امانتوں پر بھی اثر ڈال سکتی ہے۔ انگلستان ایک زمانے تک اس کی مثال پیش کرتا رہا۔ ۵ پونڈ سے کم کے نوٹ جاری نہیں کیے جاتے تھے، اور چیکوں کا

425

---

[1] دیکھو باب ۲۴ فصل (۲)

استعمال (رسم و رواج کی بنا پر) صرف بڑے کاروبار میں ہوتا تھا؛ اسی وجہ سے ساورن لازمی طور سے روزمرہ کے کاروبار میں استعمال کیے جاتے تھے۔ اگر اس کے نتیجے کے طور پر امانتوں میں زیادتی ہوئی اور قیمتوں میں اضافہ ہوا تو، روزمرہ کے معاملات کے لیے اور زیادہ سونے کے سکے طلب کیے جاتے تھے۔ اس کے نتیجے کے طور پر بنکوں سے جو سونا باہر نکلتا تھا وہ امانتوں کی زیادتی پر فوری روک قائم کرتا تھا۔ اس طرح انگلستان کے زر کا نظام (جس میں طلائی سکوں کی گردش لازمی طور سے ہوتی تھی) بحیثیت مجموعی زر رواں کے مختلف اجزائے ترکیبی کے باہمی تعلق کی مثال پیش کرتا تھا۔

ساورن (یعنی طلائی سکوں) کے بجائے ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹوں کا اجرا، جس کی وکالت انگلستان میں ایک زمانۂ دراز سے اس بنا پر کی جارہی تھی کہ بنک آف انگلینڈ میں اس طریقے سے سونا مرتکز ہو سکے گا، دفعتہً جنگ عظیم کی ضرورتوں کی وجہ سے عمل میں لایا گیا۔ اگرچہ اس تدبیر کو جنگی ضرورت کی بنا پر اختیار کیا گیا تھا اور اس وقت کے عام معاشی حالات اس کے محرک نہ تھے، لیکن اس کے نتائج غالباً مستقل رہیں گے؛ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ، خواہ نئے نوٹ براہ راست حکومت کی جانب سے جاری کیے جائیں (جیسا کہ جنگ کے زمانے میں ہوا) یا بنک آف انگلینڈ کی جانب سے، نتائج وہی مقررہ رہتے ہیں۔ بہر صورت، سونے کا سکہ روزمرہ کی گردش میں نہیں رہتا۔ اس طرح ایک پونڈ اور نصف ساورن کی رقم کے زر کی زائد مانگ، جو قیمتوں کے عام اضافے کے نتیجے کے طور پر رونما ہو، صرف ان چھوٹی رقموں کے نوٹوں کے زیادہ تعداد میں جاری کرنے سے پوری کی جا سکتی ہے۔ بنک اپنے تہ خانوں اور تجوریوں میں صرف کاغذی زر رکھتے ہیں۔ روزمرہ کا لین دین انھیں طلائی سکوں سے نہیں کرنا پڑتا۔ اس لحاظ سے وہ سونے کی طلب بغرض برآمد سے براہ راست متاثر نہیں ہوتے، جس کا رونما ہونا قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے درآمد اشیا کے اضافہ کے نتیجے کے طور پر ممکن ہے۔ برآمد کی غرض سے مطلوبہ سونا صرف بنک آف انگلینڈ کی تجوریوں سے آ سکتا ہے؛ اور بنک آف انگلینڈ سے سونے کا باہر نکلنا، عام قیمتوں پر صرف اس حد تک اثر ڈال سکتا ہے جس حد تک کہ یہ ادارہ دوسرے بنکوں پر اور عام قوم پر اپنی بٹہ کی شرح کو بڑھا کر دباؤ ڈالے۔ زر رواں پہلے کے مقابلے میں اپنے اساسی جزو ترکیبی کی مقدار کے تغیرات سے بہت کم متاثر ہوتا ہے۔

تجارت خارجہ و داخلہ کے تغیر پذیر حالات کا زر رواں پر کم اثر پڑتا، بڑے مرکزی مخزنوں میں سونے کے ارتکاز کا ناگزیر نتیجہ ہوتا ہے؛ یہ اثر پذیری اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ زر کے نظام میں طلا کا نفوذ کم ہو جائے اور مستحکم سرمایہ ہائے محفوظ کی مجموعی مقدار بہت نمایاں ہو جائے۔

ریاستہائے متحدہ میں نظام وفاقی سرمایۂ محفوظ کے قیام، اور اس کے تحت اجرائے نوٹ کی ترقی نے ایسی صورت حالات پیدا کرنے کی جانب رہبری کی جو اساسی حیثیت سے اس کے مماثل ہے؛ یعنی سونے کے ذخائر کی مرکزیت، اور قیمتوں پر سونے کے ذخیروں کے تغیرات کے براہ راست اثر کی کمی۔ قومی بنکوں کے نظام کے تحت، نوٹوں کا اجرا تغیر پذیر نہ تھا، اور نوٹوں کی کمی لازمی طور سے زر کی دوسری شکلوں سے پوری کر دی جاتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ زر کی یہ دوسری شکلیں، ایک تو سرکاری زر کاغذ؛ اور دوسرے، بیش قیمت نقروی سکے، تھیں؛ لیکن قدیم نظام کے آخری ایام میں سونا بھی، سکے یا صداقت ناموں کی شکل میں، روزمرہ کی گردش میں بڑی حد تک استعمال کیا جاتا تھا۔ پھر بھی نئے نظام کے تحت، جس میں زر رو بنکوں کے واجبات بمد امانت اور بمد نوٹ کے ساتھ تقریباً یکساں طور سے سلوک کیا جاتا تھا، زر رو نوٹ بڑی آزادی کے ساتھ جاری کیے جا سکتے تھے اور سونے سے انھیں مستعدی کے ساتھ بدل دیا جا سکتا تھا۔ سرکاری کاغذی زر اور بیش قیمت نقروی سکے کی حیثیت اب بھی مقررہ اساسی عامل کی رہی، اور تفصیمی عامل سونا نہیں نوٹ بن گئے۔ روزمرہ کی گردش کے لیے زر کی ضرورت ہمیشہ کی طرح زیادہ رہی اور ہمیشہ کی طرح عظیم تغیرات کے تابع رہی۔ لیکن زر کی ضرورت کے تغیرات پہلے کی طرح براہ راست سونے کی رسد پر اثر انداز نہیں ہوتے، اس لیے کہ زر رو نوٹ ان دونوں کے مابین درمیانی عامل کا کام انجام دیتے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی کے عام کاروبار کے لیے 'فلزی زر یا اس کے معادل کی ضرورت' ایک انوکھے واقعے کی تشریح و توجیہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ واقعہ یا مظہر، جس کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے، یہ ہے کہ ٹھیک اسی زمانے میں جبکہ مجموعی قوتِ خرید کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے اور قیمتوں کی سطح بہت بلند ہو جاتی ہے، زر کی قلت کی شکایت عام ہوتی ہے۔ اگر امانتوں اور دوسرے اعتباری دستاویزات کی توسیع، قیمتوں کے اضافہ کا موجب ہوتی ہے تو، بنکوں میں روزمرہ کے استعمال کے زر کی مانگ اور زیادہ بڑھ جاتی ہے؛

اس لیے کہ قیمتوں کے بڑھ جانے کی صورت میں چھوٹی رقموں کا زر، مبادلات کی سہولت کی غرض سے زیادہ مقدار میں درکار ہوگا۔ اسی وجہ سے بنکوں سے کثیر مقدار میں نقد طلب کیا جاتا ہے، اور وہ اس کے اخراج کو محسوس کرتے اور اس کی قلت کے شاکی ہوتے ہیں، اور کاروباری طبقہ میں بھی اسی شکایت کی صدائے بازگشت گونج اٹھتی ہے کہ زر کافی مقدار میں نہیں ہے۔ حقیقی دشواری یہ ہوتی ہے کہ مجموعی قوت خرید بڑھ جاتی ہے، اور یہ کہ اس لحاظ سے ہر قسم کے زر کو زیادہ مقدار میں استعمال کرنے کا موقع پیدا ہوتا ہے؛ بخلاف اس کے اسی زمانے میں بنکوں کے نقد ذخائر جن پر کثیر المقدار اعتباری زر مبنی ہوتا ہے نسبتاً گھٹ جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات قطعی طور سے بہت زیادہ قلیل المقدار ہو جاتے ہیں۔

427

۶۔ (ھ) آخر میں، کاروباری طبقے کا مزاج یا اس کی نفسیاتی کیفیت، ان امانتوں کی مقدار کو متاثر کرتی ہے جو نقد کی مقررہ بنیاد پر قائم کی جا سکتی ہیں۔ یہ فرض نہ کر لینا چاہیے کہ امانتوں اور نقد میں کوئی معین تناسب خود بخود ۴:۱ یا ۱۰:۱ یا ۲۰:۱ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جب بنکوں کے ذخائر میں نقد مقابلتاً کثیر مقدار میں ہوتا ہے (یعنی جب ان تمام عاملوں کے اثر کے تحت جنھیں ابھی بیان کیا گیا نقد کی مقدار انھیں ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے) تو بنک اپنے بٹہ کی شرحیں گھٹا دیتے ہیں، ہر قرضہ مانگنے والے کا خیر مقدم کرتے ہیں اور قرضوں اور امانتوں کو بڑھانے کے لیے بہت زیادہ آمادہ اور خواہاں ہوتے ہیں۔ لیکن بسا اوقات وہ ان کو بڑھانا ناممکن پاتے ہیں۔ کاروباری طبقہ اس کے جواب میں ساکت رہتا ہے۔ ایک عام واقعہ، جو عجیب و غریب باقاعدگی کے ساتھ ہمیشہ وقوع پذیر ہوتا ہے، یہ ہے کہ کساد بازاری کے زمانے میں بنکوں کے ذخائر میں نقد بکثرت موجود ہوتا ہے، زر کا بازار پر سکون ہوتا ہے، اور پھر بھی قرضے طلب نہیں کیے جاتے۔ اس کے بالعکس حالت گرم بازاری کے دور میں ہوتی ہے، جبکہ ہر شخص رجائی ہوتا ہے، قرضوں کی ہر طرف مانگ ہوتی ہے؛ اور اس صورت میں بنک، اگرچہ ممکن ہے کہ ان کے نقد ذخائر اقل ترین مقدار میں ہوں اور ان کے بٹہ کی شرحیں بڑھی ہوئی ہوں، نہ صرف امانتیں اور قرضے بڑھانے میں آسانی محسوس کرتے ہیں بلکہ ان کے اضافے کو روکنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح کاروباری طبقے کی نفسیاتی حالت بحیثیت مجموعی ایک اہم عامل ہے۔

چند سال پیشتر، اس بارے میں طویل بحث مباحثہ ہوتا رہا کہ اگر بنک کے نوٹ

باب ۳۰ نظریہ قیمت پر مکرر بحث

آزادی کے ساتھ جاری کیے جائیں تو کاروباری سرگرمی اور قیمتوں کے اضافے پر اس اجرا کا کس طریقے پہ اثر پڑے گا۔ آیا نوٹوں کا آزاد اجرا، گرم بازاری اور قیمتوں کی زیادتی کا سبب تھا؟ یا گرم بازاری زائد نوٹوں کے اجرا کا سبب تھی؟ دوسرے الفاظ میں، ان میں سے سبب کونسا تھا اور نتیجہ کونسا تھا؟ یہی سوال امانتوں کے بارے میں بھی اٹھایا جا سکتا ہے؛ چنانچہ موجودہ زمانے میں انگریزی بولنے والے ملکوں میں یہ سوال اسی شکل میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آیا امانتوں کا اضافہ گرم بازاری اور اعلیٰ قیمتوں کا سبب ہے؟ یا گرم بازاری کے سبب سے امانتوں میں اضافہ ہوتا اور اس کے نتیجے کے طور پر قیمتیں بڑھ جاتی ہیں؟ حقیقت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں بہمی علاقہ موجود ہے اور وہ ایک دوسرے کا سبب ہیں۔ چنانچہ جب رجائیت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہے تو کشادہ دلی کے ساتھ بنک کاری کی سہولتوں کی فراہمی اس رجائیت کی پرورش کرتی اور اس کو ترقی دیتی ہے؛ عام رجائیت کے بغیر ان سہولتوں سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کی موجودگی عدم موجودگی کے برابر ہوتی ہے۔ 428

اسی وجہ سے قلیل مدت کے لیے بلکہ خاصی طویل مدت کے لیے بھی، اس اصول میں کہ "قوت خرید کی رسد میں اضافہ کرنے والے حالات و شرائط ہی طلب یعنی اشیا یا کاروبار کی مقداریں بھی اضافہ کر دیتے ہیں" صداقت پائی جاتی ہے۔ گرم بازاری کے زمانے میں اشیا کثیر مقدار میں تیار کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں تیار کردہ اشیا بہت زیادہ سرعت کے ساتھ دست بدست گھومتی اور منتقل ہوتی ہیں؛ چنانچہ متعدد درمیانی اشخاص کے مابین بالعموم بکثرت خرید و فروخت ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، زر کی طلب، یا کاروبار میں پیش کردہ اشیا کی مقدار، بڑھ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ، اعتباری سہولتیں حاصل کرنے کے لیے بنکوں سے زیادہ کام لیا جاتا ہے، امانتیں زیادہ مقدار میں تخلیق کی جاتی ہیں اور اس طرح قوت خرید کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ دُہرا یا ہم آہنگ دہمدردانہ اضافہ بڑے بڑے صرافوں مثلاً تمسک، غلہ اور روئی کے صرافوں کے کاروبار کی حد تک بہت نمایاں طریقے پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں قرضوں اور امانتوں کے اضافے اور حساب گھروں کے کاروبار کی زیادتی کے ساتھ ساتھ فروخت کی مقدار بھی بڑھتی جاتی ہے۔ تقریباً اسی قسم کی صورت حال معمولی تجارتی کاروبار میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن یہ صورت حال صرف ایک قلیل مدت تک باقی رہتی ہے۔ بالآخر امانتوں

اور نقد ذخائر کے درمیان عام تعلق خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ زمانہ، جس میں یہ تعلق کوئی فوری اثر نہیں پیدا کرتا، بہت طویل ہو سکتا ہے۔ کساد بازاری کے زمانے میں اور گرم بازاری کی ابتدائی حالتوں میں قیمتوں کی رفتار بظاہر سب سے زیادہ بنکوں اور کاروباری طبقے کے مزاج یا نفسیاتی حالت پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ نقد سرمایۂ محفوظ کی کچھ بنیاد کے بغیر، حقیقت یہ ہے کہ، بنک اپنے کاروبار کو وسیع کر ہی نہیں سکتے؛ لیکن بنیاد کا وسیع ہونا یا محدود ہونا کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ جب کساد بازاری کا ایک زمانے تک دور دورہ رہتا ہے تو، امید و رجا میں ابتداءً آہستہ آہستہ اور بعد میں چل کر بہت تیزی کے ساتھ حیات تازہ کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ بنکوں میں بٹہ کی ادنیٰ شرحیں ترغیب دینے والی ثابت ہوتی ہیں، اور بنک اپنے قرضوں کو وسیع کر سکتے ہیں۔ کاروبار بتدریج زیادہ سرگرمی کے ساتھ انجام پانے لگتا ہے، اشیا کثیر مقداروں میں تیار ہوتی ہیں، اور ان کی زیادہ مقدار فروخت ہوتی ہے۔ 429 ایک مرتبہ جب اضافے اور توسیع کا میلان ظاہر ہو جاتا ہے تو، روز افزوں بڑھتا چلا جاتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ گرم بازاری کے انتہائی تموج کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس حالت میں نقد ذخائر کے مقابلے میں امانتوں کی مقدار بہت کثیر، زر کی مقدار قلیل اور بٹہ کی شرح بہت اعلیٰ ہوتی ہے؛ بلکہ مستقل مشاغل اصل پر سود کی شرح بھی انہی حالات سے متاثر ہو کر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انجام کار اس صورت حال میں بالعموم تجارتی پریشانی کی وجہ سے وقفہ رونما ہوتا ہے، اور اس کے بعد ہی کساد بازاری کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس میں نقد ذخائر کی مقدار کثیر اور بٹہ کی شرح کم ہو جاتی ہے۔

اس طرح بنکوں کے نقد ذخائر کے تغیرات اور بنک کے کاروبار کی توسیع میں بہت ہی سرسری اور غیر یقینی تعلق ہوتا ہے؛ بنکوں کی تجوریوں کے نقد کی مقدار سے بنک کا کاروبار (اگرچہ وہ بہت کچھ گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے) قریبی تعلق نہیں رکھتا، اور اس کاروبار کا اس نقد زر کی مقدار سے اور بھی کم قریبی تعلق ہوتا ہے جو قوم میں عام طور سے پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ جہاں بنک کا زر، خواہ امانتوں کی شکل میں ہو یا نوٹوں کی شکل میں، مجموعی قوت خرید کا اہم جزو ہوتا ہے وہاں، عام قیمتوں اور مقدار "زر" کے مابین بے قاعدہ اور غیر معین تعلق ہوتا ہے۔

۷۔ ان عام قوتوں میں سے جو اعتباری دستاویزات، خاص کر امانتوں، کے

باب ۳۔ نظریۂ قیمت پیکار بحث

بالقوۃ اثر کی تحدید کرتی ہیں، دوسری قوت تجارت خارجہ کے عمل میں پائی جاتی ہے۔ اس موضوع کی موجودہ بحث میں ہمیں لازمی طور پر کچھ باتیں قبل از وقت کہنی پڑیں گی، لیکن سردست جن اہم اصول کو بیان کرنا ہے وہ بہت سادے ہیں، اور ان کی بحث کو نظریۂ تجارت بین الاقوام کے کامل بیان تک ملتوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے[۹]۔

جب مختلف ملک ایک دوسرے سے تجارت کرتے ہیں، اور اس تجارت میں کوئی مشترک آلۂ مبادلہ استعمال کرتے ہیں تو ایک ملک کی قیمتوں کی سطح دوسرے ملکوں کی قیمتوں کی سطح سے بے تعلق اور آزاد نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ ان مختلف ممالک میں قیمتیں یکساں نہیں ہوتیں، چنانچہ اس کے متعلق بعد میں چل کر تفصیلی بحث کی جائے گی۔ لیکن قیمتوں کی سطحیں اپنے آپ کو یکساں و مقررہ تعلقات کے ساتھ قائم کر لیتی ہیں۔ اگر ایک ملک کی قیمتیں اس سطح سے بلند ہو جائیں جو اس ملک میں معمولاً رہتی ہے تو، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں اشیا کی درآمد شروع ہو جاتی ہے اور قیمتی فلزات کی برآمد ہونے لگتی ہے۔ اور اگر اس ملک کی قیمتیں معمولی سطح سے گھٹ جائیں تو، اس ملک سے اشیا کی برآمد زیادہ مقدار میں ہونے لگتی ہے اور قیمتی فلزات کی درآمد شروع ہو جاتی ہے۔

لیکن، جیسا کہ اس کے قبل متعدد دفعہ بیان کیا جا چکا ہے، امانتوں کا وسیع استعمال، آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے، انگریزی بولنے والے ملکوں کی حد تک محدود ہے۔ براعظم یورپ میں اس قسم کا آلۂ اعتبار مقابلتہً بہت کم رائج ہے۔ گو نوٹ بڑی حد تک استعمال کئے جاتے ہیں، پھر بھی وہ کسی طرح (معمولی حالات کے تحت) اس قدر آزادی کے ساتھ اور اس قدر قوی اغراض کے ساتھ جاری نہیں کئے جاتے جس قدر انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں امانتیں قائم و تخلیق کی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے براعظم میں مجموعی قوت خرید اور مادی زر کے مابین (یعنی قیمتی فلز اور کاغذی بدلوں کے مابین) بہت گہرا تعلق ہے۔ یہاں نظریۂ مقدار کی سادہ شکل، واقعات پر بہت زیادہ صادق آتی ہے۔ یہ چیز جنوبی امریکا، ایشیا اور آفریقہ سے دور افتادہ صنعتی علاقوں پر اور بھی زیادہ صادق آتی ہے۔ انگلستان یا ریاستہائے متحدہ میں غالباً کاروباری گرما گرمی اور بنک کاری کی توسیع کے میعادی طور سے شد و مد کے ساتھ ظاہر

430

ف۹۔ دیکھو بین الاقوامی تجارت کی بحث حصہ چہارم باب (۳۲) اور (۳۳) میں۔

۳۰/۱ [illegible]

ہونے کی وجہ سے اگر قیمتوں میں اضافہ ہو تو اس کا اثر تمام دنیا کی تجارت پر پڑتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اشیا کی درآمد بڑھ جاتی ہے اور قیمتی فلزات کی برآمد شروع ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیمتوں میں اسی طرح کا اضافہ دوسرے ممالک میں بھی ظاہر ہو سکتا ہے؛ اس قسم کے تغیرات بالعموم بین الاقوامی نوعیت رکھتے ہیں؛ لیکن پھر بھی اس کا قرینہ ہے کہ جن ملکوں کا آلۂ اعتبار نسبتہً کم ترقی یافتہ ہو ان میں فلزی زر کی مانگ بڑھ جائے۔ اسی وجہ سے ان ملکوں سے جہاں آلۂ اعتبار میں سریع توسیع کے عظیم ترین امکانات ہوتے ہیں جلد یا دیر سے قیمتی فلزات کی برآمد دوسرے ممالک کو کی جاتی ہے، اور اس سے اضافہ قیمت پر بندش عائد ہو جاتی ہے۔

اس سبب کا عمل بہت آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سبب کبھی شدومد کے ساتھ عمل کرتا ہے اور کبھی بہت تاخیر کے ساتھ؛ اس لئے کہ بین الاقوامی تجارت کی لہریں دوسرے اسباب سے بھی متاثر ہوتی ہیں جن میں یہ اساسی سبب بالعموم پوشیدہ ہوتا ہے۔ پھر بھی اساسی اثر یہی ہے: قیمتیں صرف ایک ہی ملک میں نہیں بڑھ سکتیں؛ جلدی یا دیر سے سب ملکوں میں قیمتوں میں اضافہ ہونا لازمی ہے۔ دنیا کے اکثر ملکوں میں "زر" میں حقیقی اضافہ ہوئے بغیر قیمتوں کی سطح نہیں بڑھ سکتی۔ اسی وجہ سے اعتبار استعمال کرنے والے ملکوں میں قیمتیں کسی طویل زمانے تک یا کسی بڑی حد تک نہیں بڑھ سکتیں، تاوقتیکہ دوسرے تمام ممالک میں زر کی مقدار کے کثیر اضافے کی بنیاد پر متوازی اضافہ واقع نہ ہو۔

۸۔ ان اصول کی تمثیل کی غرض سے جو ابھی بیان ہوئے، اب ہم ان حالات پر غور کریں گے جن کے تحت عالمگیر اضافہ واقع ہو سکتا ہے؛ دوسرے الفاظ میں، اس طریق پر غور کریں گے جس میں قیمتی فلز کا نمایاں اضافہ قیمتوں پر اثر ڈالتا ہے۔ فرض کرو کہ معادن سے سونا بہت کثیر مقدار میں نکالا گیا، جیسے کہ بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں نکلا تھا۔ اب کس طریقے سے قیمتیں متاثر ہوں گی؟

431 کانوں سے سونا نکلنے کے بعد اول کان کن ملکوں کی ٹکسالوں میں یا ان ملکوں کی ٹکسالوں میں جاتا ہے جن سے یہ کانیں بہت ہی قریبی تعلق رکھتی ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کی کانوں سے نکلا ہوا سونا ایگل وغیرہ جیسے سکوں کے ڈھلنے کی غرض سے امریکا کی ٹکسالوں میں جاتا ہے؛ آسٹریلیا کی کانوں کا سونا آسٹریلیا کے دارالضرب میں جاتا ہے۔ اور جنوبی

باب ۲۰ نظریۂ قیمت پر مکرر بحث

آفریقہ سے نکلا ہوا سونا زیادہ تر انگلستان کے دارالضرب جاتا ہے۔ ان ملکوں میں سونا تشکیک کے بعد، پہلے بنکوں کی تجوریوں میں داخل ہوتا ہے، خواہ براہ راست سکوں کی شکل میں یا طلائی صداقت ناموں یا بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں[1] کی شکل میں۔ اگر تجارتی کساد بازاری کے زمانے میں ایسا ہو تو، اس کا نتیجہ محض یہ ہوتا ہے کہ بنک کے محفوظ سرمائے بڑھ جاتے ہیں اور بٹہ کی بازاری شرح میں جو پہلے ہی سے کم ہو مزید تخفیف واقع ہوتی ہے۔ اس کا بھی بہت قرینہ ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ سونا قیمتوں پر یا عام کاروباری جد و جہد پر کسی طرح اثر ڈال سکے، اس کی مقدار کثیر ہو جانے کی وجہ سے دوسرے ممالک کو خاص کر براعظم یورپ میں سرعت کے ساتھ برآمد ہونے لگے۔ جیسا کہ آئندہ چل کر زیادہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا، بڑے بڑے ملکوں میں زر اور بنک کاری کے بازار ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، اور خفیف سی ترغیب پر بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں زر برآمد ہو جاتا ہے۔ پھر بھی اعتبار کی توسیع پر اور قیمتوں پر اول ان ملکوں میں اثر پڑنے کا قرینہ ہے جن میں سونا پہلے جاتا ہے۔ ان ملکوں میں اس وقت اس اثر کے سب سے زیادہ ظاہر ہونے کا قرینہ ہے جبکہ کسی ناقابل فہم سبب کی بنا پر تجارتی اولوالعزمی کا جذبہ ابھر گیا ہو۔ اگر اتفاقاً سونا ایسے وقت میں درآمد ہونا شروع ہو جبکہ یہ جذبہ ابھر چکا ہو، یا اگر کاروباری جد و جہد شروع ہو جانے کے بعد بھی رسد کا سلسلہ باقی رہے تو ایسی صورت میں اعتبار کی سریع توسیع کے عناصر پوری قوت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح کساد بازاری کے حالات کے تحت دوسرے ملکوں پر جو اثر پڑتا اس کی نسبت اب ان پر بھی بہت زیادہ پڑے گا۔ قیمتی فلز کا کچھ حصہ ان ملکوں میں پہنچیگا اور ان میں بھی اعتبار کی توسیع ان کے مالی اور اعتباری نظام کی تغیر پذیری کے لحاظ سے کم و بیش سرعت کے ساتھ عمل میں آئے گی۔ اگر معادن سے سونے کی نئی رسد نکلنے کا سلسلہ برابر جاری رہے تو، کان کن ملکوں اور ان کے مقبوضات سے مستقل برآمد کی وجہ سے جو کمی واقع ہوتی ہے وہ نئی رسد کے مزید اضافوں سے پوری ہو جاتی ہے اور اعتبار کی وسیع عمارت کو قائم رکھنے میں براہ راست کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس عمارت

---

[1] ریاستہائے متحدہ میں تشکیک کے بغیر بھی ایسا ہو سکتا ہے، اس لیے کہ طلائی صداقت نامے، سونے کی سلاخوں کی امانت کی بنیاد پر جاری کیے جاتے ہیں۔

432

کے وسیع ہونے کا سلسلہ عام رجائیت کے اثر کے تحت جاری رہے گا، یہاں تک کہ انجام کار وہ بہت بلند ہو کر اپنی بنیاد کے لیے بھاری ہو جائے گی۔ اگرچہ فلزی بنیاد خود بہت وسیع ہو جاتی ہے، لیکن اس پر جو عظیم الشان عمارت تعمیر کی جاتی ہے اس کا بار یہ بنیاد زیادہ مدت تک نہیں اٹھا سکتی۔ محفوظ سرمائے مقابلتہً کمزور پڑتے جاتے ہیں، بٹہ کی شرحوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کوٹھی کے کاروبار کی اصطلاح میں زر کمیاب اور گران ہو جاتا ہے۔ تجارتی بحران کے نمودار ہونے کا قرینہ ہوتا ہے؛ اس کے بعد کساد بازاری اور محفوظ سرمایوں میں بافراط نقد کی موجودگی کا دور دورہ ہوتا ہے؛ نتیجہ یہ کہ پرانا دور از سر نو شروع ہوتا اور اس کا اعادہ ہوتا ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے قیمتوں میں عام مگر بے قاعدہ اضافہ ظہور پذیر ہوتا ہے، جو کاروباری توسیع کے زمانے میں بہت سریع اور کساد بازاری کے زمانے میں محدود ہوتا ہے؛ یہ اضافہ بعض ملکوں میں، دوسرے ملکوں کے مقابلے میں، جلدی ظاہر ہوتا ہے؛ اور موسمی حالات، پیدائش دولت کی توافق پذیری اور رافادہ وطلب کے تغیرات کے مطابق مختلف اشیا پر زیادہ یا کم اثر ڈالتا ہے۔ پھر بھی بحیثیت مجموعی اگر حالات کچھ مدت تک قائم رہیں اور ممالک اور اشیا کو وسیع حد تک متاثر کریں تو قیمتوں کا یہ اضافہ حکمی اور قطعی ہوتا ہے۔

کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں ۱۸۵۰ء میں سونے کی کانیں دریافت ہونے کے دس سال بعد کے زمانہ میں کچھ اسی قسم کے حالات رونما ہوئے؛ علاوہ ازیں ۱۸۹۵ء کے بعد کے دس یا پندرہ سالوں میں بھی اسی قسم کے حالات واقع ہوئے۔ قیمتی فلزات یا سونے کی رسد کا اضافہ، جو اشیا کی رسد کے اضافے کے تناسب سے بہت زیادہ ہو، بالآخر اپنا اثر عام قیمتوں پر ڈالتا ہے۔

۹ - اب ہم ایک آخری موضوع پر اجمالی طور سے بحث کر سکتے ہیں؛ اور وہ یہ ہے کہ "زر" کیا ہے؟ قاری کو یاد ہوگا کہ پچھلی بحثوں میں یہ لفظ واوین میں لکھا گیا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصد تھا کہ اس کا کوئی معین مفہوم نہیں ہے۔ اس لفظ کے عام معنی کیا ہیں؟ اور کس مفہوم میں اس کا بہترین طریق پر استعمال کیا جاتا ہے؟

"زر" کا مطلب بالعموم ہر وہ شے ہے جو کاروبار کے تصفیہ کے لیے مستعدی کے ساتھ دست بدست گردش کرے۔ اس میں قیمتی فلز بلا شبہ شامل ہیں؛ نہ صرف پوری قدر رکھنے والے

نظریۂ قیمت پر کم بحث

قیمتی فلز، بلکہ بیش قدر فلز اور ذیلی سکے بھی۔ اس میں بنک کے نوٹ اور سرکاری نوٹ، جو فلز سے بدل پذیر ہوں، شامل ہیں۔ اس میں زر کاغذی شامل ہے، خواہ وہ غیر بدل پذیر ہی کیوں نہ ہو، مگر صرف جس وقت تک وہ فی الحقیقت آزادی کے ساتھ رائج رہے۔ اس طرح لفظ "زر"، مجموعی قوت خرید بحوالہ زر کی کل مقدار کو محیط نہیں ہے؛ جو، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، قیمتیں معین کرنے میں نہایت گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اس میں امانتوں کی بڑی مد شامل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ اصطلاح صرف زر رواں کے ایک جزو کو بیان کرتی ہے۔

چنانچہ ایک ایسا لفظ یا فقرہ استعمال کرنے کے متعلق مشورے دیئے گئے ہیں جس پر ہر قسم کے آلۂ مبادلہ کی تعریف کا اطلاق ہو سکے۔ چنانچہ یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ خود لفظ "زر" ہی کو ان وسیع معنوں میں استعمال کرنا چاہئے۔ "کرنسی" کا لفظ ہر اس شے کو اس میں شامل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو کاروبار طے کرنے میں دست بدست گھومتی ہے؛ اس طرح اس میں وہ امانتیں بھی شریک ہیں جو چیک کی عملی صورت اختیار کرتی ہیں لیکن معاشی اصطلاحات میں عمداً اس قسم کی تبدیلیاں کرنے کی تجاویز کبھی بار آور نہیں ہوئیں۔ اس قسم کی تجاویز پیش کرنے والے مصنفین نے اپنے مشورے کے مطابق خود عمل کرنے میں کبھی استقلال ظاہر نہیں کیا، اور رائج طور سے ہمیشہ ان ہی عام الفاظ کو استعمال کرتے رہے جو عام معنوں میں استعمال ہوتے ہیں؛ اور تبدیلی کرنے کے بارے میں عام اتفاق اس سے بھی کم ہوا ہے۔ اسی وجہ سے لفظ "زر" مسلمہ عام مفہوم کے لحاظ سے بہت آسانی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات لفظ "زر" کے ساتھ کوئی ایسا لفظ لگا دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہر قسم کے زر رواں پر وہ صادق آتا اور اس کو محیط ہوتا ہے؛ اور سیاق و سباق سے لفظ کے استعمال و اطلاق کی وسعت کافی طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات "نقد" کے معنی صحیح مفہوم کے لحاظ سے محض "نقد" ہوتے ہیں، جہاں امتیاز قائم کرنا اہم ہو وہاں "زر رواں" Circulating medium یا "آلۂ مبادلہ" Machinery of exchange وغیرہ اصطلاحیں، خواہ وہ کتنی ہی بوجھل اور ثقیل کیوں نہ ہوں، استعمال کی جا سکتی ہیں۔

433

باب سی ویکم

اصلاح زر کی تجاویز

(۱) معیار مرکب ناقابل عمل ہے۔ (۲) قیمتوں کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ زر کی مقدار میں معکوس تبدیلی کرنے کی تجویز مطلوبہ استقلال کی وقوع پذیری کا عدم احتمال۔ (۳) ثابت القدر کذالزامی کی مماثل مشکلات۔ (۴) سادہ معیار طلا' بہترین ممکنہ نظام ہے۔

ا۔ قیمتوں کے تغیرات' یعنی اتار چڑھاو کے متواتر تجربوں اور ان تغیرات کی جانب منسوب کی جانے والی خرابیوں نے زر کے نظام میں اصلاح کے لیے متعدد تجاویز کا موقع بہم پہنچایا ہے۔ جنگ عظیم کے زمانے میں تمام عالم میں قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ عمل میں آیا' اور یہ ایسے ممالک میں بھی عدیم النظیر تھا جہاں معیار طلا قائم تھا؛ چنانچہ اسی نے کامل اصلاح کی ضرورت کو اور بھی زیادہ بڑھا دیا۔ پیش کردہ تجاویز میں سے بعض کا مقصد فلزی سکے کا رواج سے کامل اخراج رہا ہے؛ اور بعضوں کے پیش نظر یہ رہا ہے کہ صرف ملتوی شدہ ادائیوں کے معیار کی حیثیت سے اس کو خارج کر دیا جائے۔ یہ تصور کیا سکتا ہے کہ موجودہ آلۂ مبادلہ کی بنیاد طلا ہی کو رہنا چاہیئے' لیکن قرضوں کے تصفیے کے لیے کوئی خاص اور جداگانہ انتظام کرنا چاہیئے۔

لین داروں اور دین داروں کے مابین ناانصافی کو رفع کرنے کی ایک قدیم تجویز یہ ہے کہ فلزی سکے کو آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے ہٹائے بغیر ایک مرکب معیار قائم کیا جائے۔ تجویز مختصراً یہ ہے کہ کثیر التعداد اشیا کی قیمتوں کو صحت کے ساتھ قلمبند کر لیا جائے' اور مقررہ

باب ۲۲
اصلاح زر کی تجاویز

اوقات میں مرتب کردہ انڈکس نمبروں سے یہ ظاہر کیا جائے کہ عام قیمتوں کی سطح میں کتنی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس طرح دین داروں کو اپنے لیے ہوئے قرضے لین داروں کے پاس اس طریقے سے واپس کرنے چاہئیں کہ لین داروں کو اشیا کی مقررہ مقدار وصول ہو۔ مثلاً اگر عام انڈکس نمبر ۱۰۰ سے بڑھ کر ۱۱۰ ہو جائے تو، ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ جس دین دار نے ۱۰۰ ڈالر حاصل کئے ہوں وہ ۱۱۰ ڈالر لین دار کو واپس کرے؛ اس لیے کہ صرف یہ زائد رقم ادا ہونے کی صورت ہی میں لین دار کو بحوالۂ اشیا اتنی مقدار ملے گی جو اس نے بطور قرض دی تھی۔ اس کے برخلاف اگر انڈکس نمبر ۱۰۰ سے گھٹ کر ۹۰ ہو جائے تو، دین دار کو ہر ۱۰۰ ڈالر کے لیے جو بطور قرض حاصل کیے گئے ہوں ۹۰ ڈالر واپس ادا کرنے چاہئیں۔

435

اس قسم کی تجویز کو عمل میں لانے کے خلاف متعدد اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ انڈکس نمبر مرتب کرنے کے بہترین طریق کے متعلق عدم تیقن، مساوی صحت کے مختلف طریقوں سے حاصل کردہ نتائج کا اختلاف، قیمتوں میں حقیقی تبدیلیوں کو صحت کے ساتھ قلمبند کرنے کی دشواری، غلطی واقع ہونے کا ناگزیر امکان؛ یہ متعدد دیگر اعتراضات کے منجملہ چند اعتراض ہیں۔ ایک اور اعتراض، جس کا بیان پہلے آچکا ہے[1]، اس امکان کی بنا پر پیدا ہوتا ہے کہ اشیا کی قیمتوں سے جداگانہ سمت میں آمدنیوں بحوالۂ زر میں تغیرات واقع ہو سکتے ہیں؛ اشیا کی قیمتوں کے مقابلے میں زر کی آمدنیوں میں کم یا زیادہ بلکہ معکوس تغیر بھی واقع ہو سکتا ہے۔ اس مسئلے کو مرکب معیار کے مباحث میں یہ فرض کرکے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ مماثلت بحوالۂ اشیا لازمی طور سے منصفانہ ہوگی، لیکن قطعی اعتراض یہ ہے کہ ایسے جملہ کاروبار میں جو ملتوی شدہ ادائیوں پر مبنی ہوں، مرکب معیار کے تحت، تیقن اور حسابی صحت باقی نہ رہیگی۔ قرضے حاصل کرتے وقت کسی شخص کو اس کا علم نہ ہوگا کہ اس کی مدت ختم ہونے پر اس کو کتنی رقم ادا کرنی پڑے گی؛ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ محکمۂ انڈکس نمبر (اشاری اعداد) کی ماہانہ یا سہ ماہی رپورٹ کا مطالعہ کرتا رہے، اور اسی اثنا میں اپنے کاروبار کی آئندہ نظم و ترتیب کے متعلق بھی قیاس آرائی کرتا رہے۔ یہ صحیح ہے کہ موجودہ حالت میں عدم تیقن کا عنصر پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ ہر شخص جن خاص اشیا کی خرید و فروخت کرتا ہے ان کی قیمتوں میں تغیرات

[1] باب (۲۲)، فصل (۵) و (۶)۔

واقع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر کاروباری شخص ان تغیرات پر لازماً نظر رکھتا ہے اور بدلنے والے حالات کے لحاظ سے اپنے روزمرہ کاروبار کو منظم کرتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بدلنے والے حالات پر اس طرح نظر رکھنا اس کے کاروبار کا اساسی جزو ہے۔ لیکن عدم تیقن کے اس ناگزیر سبب میں ایک اور سبب کا اضافہ کرنا، جو انڈکس نمبروں کے ایسے تغیرات پر مبنی ہو جن کا پہلے سے اندازہ نہیں کیا جا سکتا، تمام صنعتی کاروبار میں بے قاعدگی اور جمود پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ اگر اس تجویز کو بروئے عمل لایا جائے تو عوام پہلی ہی آزمائش میں اس کے خلاف بغاوت کر بیٹھیں گے۔ یا اگر اس کو زبردستی قائم رکھا گیا تو، تمام کاروبار میں تخمینی عنصر بہت زیادہ نمایاں ہو جائے گا، خطرات بڑھ جائیں گے، درمیانی اشخاص کے لیے منافعے کی گنجائش زیادہ ہو جائے گی اور مسابقت کا عمل بہت ناہموار اور کم موثر ہو جائے گا۔ بالآخر کاروباری طبقے بقیہ قوم سے اپنے برداشت کئے ہوئے مصائب اور عائد کئے ہوئے خطرات و نقصانات کی تلافی کر لیں گے۔ اس تجویز کو واجبی طور سے "خیالی معیارِ زر" کی تجویز کہا گیا ہے۔ کیا بہ لحاظ نظم و نسق میں دشواری پیدا ہونے کے اور کیا بہ لحاظ بہترین نظم و نسق کی حالت میں بھی اس کے نتائج کے، غرض ہر نقطہ نظر سے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے کے بعد اس کو نامنظور و مسترد کرنا پڑے گا۔

436

۲۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ جوں جوں قیمتیں گھٹیں یا بڑھیں زر کی مقداریں خود بخود اضافہ یا تخفیف ہونے کا انتظام کیا جائے۔ سرکاری طور سے انڈکس نمبر مرتب کئے جائیں اور ان کی بنیاد پر گردش سے زر کاغذی واپس لے لیا جائے یا رائج کیا جائے۔ جب ان انڈکس نمبروں سے یہ ظاہر ہو کہ قیمتیں گھٹ رہی ہیں تو زر کی زائد مقدار رائج کی جائے؛ اور قیمتیں بڑھ رہی ہوں تو کچھ حصہ واپس لے لیا جائے۔ زر کے زائد حصے کو ضبط کرنے کے عمل کو سرکاری مداخل کی معمولی رسیدات کا اندوختہ کرنے کے ذریعے سے یا تمسکات کو ایسی قیمت پر فروخت کرنے کے ذریعے سے وقوع میں لایا جا سکتا ہے جس سے تشکیل اصل کرنے والوں کو ترغیب ہو۔

اس قسم کی سب تجاویز نظریۂ مقدار کی سیدھی سادی شکل پر مبنی ہیں۔ ان میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ قیمتیں زر یا اس کے معادل یا نائب کی مقدار کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں، اور متناسب طریقے سے بدلتی رہتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ

اسباب اصلاحاتِ نقد کی تجاویز

زمانے کی پیچ در پیچ قوتوں میں قیمتوں اور زر کی مقدار کے مابین کوئی گہرا تعلق نہیں ہے یا کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کے متعلق پہلے سے بہ آسانی اندازہ کیا جا سکے۔ یہ ممکن ہے کہ قیمتوں کی تخفیف کے ساتھ ساتھ فلزی زر کی مقدار میں اضافے کا سلسلہ جاری رہے، اور قیمتوں کے اضافے کے ساتھ ساتھ زر کی مقدار گھٹتی رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حکومت کی جانب سے زائد زر جاری کرنے کا اثر قیمتوں کی تخفیف کو روکنے میں ایک وقت کچھ بھی نہ پڑے، اور دوسرے وقت میں بہت زیادہ پڑے حتیٰ کہ حکومت کو اس مفرط اجرا کے مضر اور گوناگوں عواقب کا اچانک مقابلہ کرنا پڑے۔

لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ: اگر اس تجویز پر عزم مصمم کے ساتھ کئی سال تک مسلسل عمل کیا گیا تو، مطلوبہ نتائج کی قریبی شکل حاصل ہو جائے گی! اس میں شک نہیں کہ قیمتوں میں تغیرات کا واقع ہونا موقوف نہیں ہوگا؛ لیکن یہ تغیرات مسلسل کئی سالوں تک ایک ہی سمت میں واقع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ طویل مدت کا لحاظ کرتے ہوئے فلزی معیار کی وجہ سے زر کی قدر میں جتنی ثبات پذیری اس وقت حاصل ہے اس سے بدرجہا زیادہ حاصل ہو جائے گی۔

لیکن کامل ثابت قدمی اور استقلال کی ضرورت ہے؛ عارضی ناکامیوں اور عوام کی مخالفتوں سے پست ہمت نہ ہونا چاہیئے۔ اس قسم کا انتظام ٹھیک کس عمل کے ذریعے سے موثر ثابت ہوگا اس کا پہلے سے اندازہ قائم کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ ممکن ہے کہ قیمتوں میں اچانک تغیرات واقع ہوں، یعنی قیمتیں جلد جلد ناہموار طریقے سے گھٹیں اور بڑھیں؛ یا ممکن ہے کہ قیمتوں کے تغیرات ہموار رہوں۔ ان واقعات کا قبل از قبل صحیح اندازہ قائم کرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کے اجرا کے تحت قیمتوں کا اندازہ قائم کرنا۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ مفرط اجرائے زر کے نتائج آخر الامر کیا ہوتے ہیں؛ لیکن اس زر کی تاریخ وار کم قدری یا ان کے تفصیلات کو بیان کرنے میں ہم کو بہت احتیاط سے کام کرنا چاہیئے۔ اور زر کی معمولی مقدار میں کمی اور زیادتی کے اثرات کے متعلق پیشین گوئی کرنے میں ہمیں بدرجہا زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ سال بہ سال رونما ہونے والے نتائج یکساں نہیں ہو سکتے؛ غیر متوقعہ واقعات لازمی طور سے رونما ہوں گے، اور صبر سے کام لینا ناگزیر ہوگا۔ اس حالت میں کوتاہ بین، بے صبر اور جاہل عوام کو مطمئن کرنا ایسا ہی

437

مشکل ہوگا جیسا کہ بہت زیادہ مفرط اجرائے زر کے سادہ حالات میں مشکل ہے۔ نہ صرف عامتہ الناس، بلکہ تمام نہاد ذہین طبقہ، یعنی کاروباری اشخاص، متمول لوگ اور مالی صحیفہ نگار مبہم تصورات اور لازوال تعصبات سے مملو ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر شخص قیمتوں کے اضافے کا خیر مقدم کرتا اور تخفیف سے متنفر ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس زمانے میں قیمتیں گھٹنے کی جانب مائل ہوں، اس وقت تمام لوگ زر کی مقدار کے اضافے کو بہ نظر پسندیدگی دیکھیں گے۔ لیکن قیمتوں کے اضافے کے زمانے میں عوام کا زیادہ حصہ زر کی مقدار کی تخفیف کے خلاف احتجاج کرے گا۔ زر کی مقدار کے اضافے کا عمل سیاسی حیثیت سے آسان کام ہے؛ مگر زر کی مقدار کی تخفیف دشوار ہے۔ کاروباری طبقہ اس پر زور دیگا کہ ملک کی مادی خوشحالی کے لیے زر کی زیادہ مقدار کی ضرورت ہے؛ اور جوشیلا اور سریع الاعتقاد طبقہ زر کی تخفیف کے خلاف آواز بلند کرے گا کہ یہ عمل سنگدل ساہوکاروں کے منافعہ حاصل کرنے کی ایک چال ہے۔ اور اس قسم کے لاطائل بحث مباحث کا غیر متناہی سلسلہ جاری رہے گا؛ اور سیاسیات حاضرہ سے زر کے نظام کا مسئلہ کبھی خارج نہ ہوگا۔ یہ تجویز زر کے معیاروں کا تصفیہ کرنے کے بجائے ان کو غالباً ہمیشہ غیر منفصل حالت میں رکھے گی۔

۴۔ اسی کے مماثل ایک اور تجویز، جس کو ایک ممتاز عالم معاشیات نے مرتب کر کے شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے، یہ ہے کہ ڈالر کو ثبات پذیر بنایا جائے[1]۔ اس تجویز میں، دوسری تجاویز کے مثل، قیمتیں اور انڈکس نمبر رہنما عامل ہیں؛ لیکن اس کا طریق کار

---

[1] پروفیسر ارونگ فشر نے اس تجویز کو ذکاوت طبع کے ساتھ نہایت مدلل طریقے پر پیش کیا ہے اور اس کی وکالت میں بہت قابلیت سے کام لیا ہے۔ اس کے مختصر بیان کیلئے دیکھو انکی کتاب موسوم بہ (Stabilizing the Dollar) شائع شدہ ۱۹۲۰ء۔

برآمد کردہ اشیا پر اثر ڈالنے والے حالات اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک تجارت خارجہ اور مبادلات خارجہ کے نظریے پر بحث نہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں ایسے مظاہر جن کا بیان متن میں کیا گیا ہے بین الاقوامی تجارت کے سب سے پیچیدہ مظاہر میں سے ہیں۔ ان کا اجمالی بیان باب ۲۴ فصل (۶ و ۷) میں کیا گیا ہے۔ ڈالر کو ثبات پذیر بنانے کی تجویز پر مبادلات خارجہ کی پیچیدگیوں کے اثرات کی بحث کیلئے دیکھو مئی ۱۹۱۳ء کے (Quarterly Journal of Economics) میں میرا ایک مضمون۔

باب ۱۳
زر طلائی نمبر کی تجاویز

مختلف ہے قیمتوں کے تغیرات کے مطابق طلائی ڈالر میں سونے کی مقدار کو گھٹانا بڑھانا پڑتا ہے۔ جب انڈکس نمبروں سے یہ ظاہر ہو کہ قیمتیں بڑھ رہی ہیں تو، ہر طلائی ڈالر میں سونے کا وزن زیادہ کرنا پڑتا ہے؛ اور اس طرح فلز کی ایک مقررہ مقدار سے تیار ہونے والے ڈالروں کی تعداد گھٹ جاتی ہے۔ جب قیمتیں گھٹ جائیں تو ہر طلائی ڈالر میں سونے کا وزن گھٹا دیا جاتا ہے؛ اور اس طرح ڈالروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ لیکن فلزی سکے ہرگز گردش میں نہ رہینگے۔ سکوں کی بجائے طلائی صداقت نامے پوری طرح استعمال کئے جائیں گے۔ صرف یہی زر کاغذی، جس کے عوض سرکاری خزانے سے سونا حاصل کیا جا سکتا ہے، گردش میں رہے گا۔ لیکن سرکاری خزانے سے ان صداقت ناموں کو پیش کرنے پر حاصل ہونے والے طلائی ڈالر (یا سونے) کا وزن قیمتوں کے اضافے یا تخفیف کے مطابق زیادہ یا کم ہوگا۔ کانوں سے نکلے ہوے تازہ سونے کی بنیاد پر نئے صداقت نامے جاری کئے جائیں گے؛ لیکن انڈکس نمبر کے تغیرات کے مطابق، بحوالہ ڈالر، کم یا زیادہ مقدار میں جاری کئے جائیں گے۔ جہاں تک عامتہ الناس کا تعلق ہے، کوئی شخص بھی ان یکے بعد دیگرے، آنے والے تغیرات سے واقف نہ ہوگا۔ طلائی صداقت نامے ہمیشہ "ڈالروں" کے نمایندے ہوں گے۔ صرف انہی لوگوں کو جنھیں حقیقی سونا حاصل کرنے کا اتفاق ہوگا اس امر کا احساس ہوگا کہ صداقت ناموں کی مقررہ قیمت مرقومہ کے عوض کبھی سونے کی زیادہ مقدار حاصل ہوگی اور کبھی کم۔

438

اس تجویز میں صرف ایک بڑی دقت پیش نہیں آتی، جو معیار مرکب کو عمل میں لانے کی صورت میں حائل ہوتی ہے؛ یعنی، کاروباری معاہدات کو مفلوج کرنے والا عدم تیقن باقی نہیں رہتا۔ قرضوں کی ادائی میں ڈالروں کی تعداد میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی؛ لیکن ان ڈالروں کے عوض قابل حصول سونے کی مقدار میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے؛ گو کہ ڈالروں کی شکل وہی رہے گی۔ اگر اس قسم کا نظام جاری کیا گیا تو، عامتہ الناس کو اس کا علم نہ ہوگا کہ ڈالر کی قدر میں تبدیلی ہو رہی ہے، اور اس تبدیلی کی وجہ سے ان کے کاروباری حالات میں تغیر واقع نہ ہوگا؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ موجودہ حالت میں جبکہ ڈالر کی قدر تغیر پذیر ہے عامتہ الناس ناواقف ہوتے ہیں یا کاروباری معاہدات اور لین دین میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ صرف وہ لوگ، جنھیں سونا بحیثیت فلز استعمال کرنے کا موقع ملے گا، یعنی چند صناع جو سونا استعمال کریں گے اور اکثر اشخاص جو تجارت خارجہ میں مصروف ہوں یا جن کو

ممالک غیر میں رقم ادا کرنی ہو، اس واقعے کو محسوس کریں گے کہ ڈالر کی قدر میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اکثر لوگ، اہل کاروبار اور دوسرے اشخاص کاروبار میں اسی طرح سرگرمی کے ساتھ مصروف رہیں گے جس طرح موجودہ حالت میں مصروف ہیں، جبکہ ڈالر میں حقیقی ثبات پذیری مفقود مگر پوشیدہ ہے۔

لیکن اس تجویز کے حقیقی اثرات کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اس تجویز کے خلاف وہی اعتراضات پیش کئے جاسکتے ہیں جو گزشتہ فصل میں پیش کئے گئے۔ اس تجویز کا مدار نظریۂ مقدار زر کی حد درجہ فرضی سادگی پر ہے۔ اس کے عمل میں بے ترتیبی ہوگی، اسکے نتائج کے متعلق پہلے سے اندازہ قائم کرنا ناممکن ہوگا، اچانک اور غیر متوقعہ واقعات ظہور پذیر ہوں گے اور مایوسیوں کا شکار ہونا پڑے گا۔ لوگ اس تجویز کے شاکی ہوں گے اور اس کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کریں گے۔ لیکن اگر اس پر پورے استقلال کے ساتھ عمل کیا گیا تو، اس سے گو کہ قیمتوں کی سطح ہموار اور مستقیم نہ ہوگی لیکن غیر منظم فلزی معیار کے مقابلے میں اس میں قیمتوں کی ثبات پذیری زیادہ دیرپا اور طویل المدت ہوگی۔

جب ہم ڈالر میں مقدار طلا کی کمی بیشی کے متعلق اور زر رواں اور بالآخر قیمتوں کی سطح پر اس کمی بیشی کے اثر کے متعلق غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مسائل کی دقتوں اور پیچیدگیوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور ان کو بہت آسان فرض کرلیا گیا ہے۔ کاغذی ڈالر کے عوض قابل حصول سونے کی کمی عام قیمتوں یا انڈکس نمبر پر خفیف سا فوری اثر بھی نہ ڈالیگی۔ فرض کیجئے کہ انڈکس نمبر میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اس طرح صداقت ناموں کو پیش کرنے سے طلا کی زیادہ مقدار حاصل ہوتی ہے۔ لیکن صداقت ناموں کی وہ تعداد جو گردش میں ہو لازمی طور سے نہیں گھٹتی۔ یہ تعداد صرف اس وقت اور اس حد تک کم ہوگی جبکہ یہ صداقت نامے سونا حاصل کرنے کے لیے پیش کئے جائیں اور بشرطیکہ ان صداقت ناموں کی تعداد نئے صداقت ناموں کی تعداد سے جو کانوں سے برآمد شدہ نئے سونے کی بنیاد پر جاری کئے جائیں زیادہ ہو۔ صداقت نامے حقیقت میں صرف دو صورتوں میں سونا وصول کرنے کی غرض سے پیش کئے جائیں گے: ایک تو اس وقت جبکہ سونے کو برآمد کرنے کی ضرورت ہوگی؛ دوسرے ممکن ہے اس وقت جبکہ صنعتوں میں سونے کی طلب ہو اور وہ دوسرے ذرائع سے مطمئن اور قانع نہ ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ سونے کی برآمد کی ضرورت

اس وقت ظاہر ہونے کا قرینہ ہے جبکہ قیمتیں بڑھ رہی ہوں، یعنی: اس وقت جبکہ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ثبات پذیر ڈالر والے ملک میں قیمتیں نسبتہً زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہوں۔ لیکن برآمد کی ضرورت کا مدار عام قیمتوں کی سطح پر نہ ہوگا، بلکہ ان اشیا کی قیمتوں پر ہوگا جو تجارت خارجہ میں داخل ہوتی ہیں۔ ان اشیا کو "داخلی" اشیا کے مقابلے میں "خارجی" اشیا کہا جاسکتا ہے، اور ان خارجی اشیا کی طویل المدت قیمتوں کا مدار تقریباً خارجی اثر یا حالات پر اتنا ہی ہوتا ہے جتنا داخلی حالات یا اثرات پر۔ اس میں شک نہیں کہ بہت زیادہ طویل زمانے میں قیمتوں میں تغیر پیدا کرنے والے اندرونی اثرات ہر قسم کی شئے پر پڑیں گے، خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی، یا برآمد کی جاتی ہو یا ملک ہی میں فروخت کی جاتی ہو لیکن معمولی زمانے کے لیے، یعنی: چند سالوں کے لیے، خارجی اشیا کی قیمتوں کا مدار زیادہ تر ان کے مخصوص اسباب پر ہوگا؛ جن کے منجملہ ایک اہم سبب وہ مقدار طلا ہے جو کاغذی ڈالر کے عوض حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ مبادلۂ خارجہ کی شرح اسی مقدار کی بنا پر متعین ہوگی، اور اس طرح خارجی اشیا کی قیمتوں کے مقرر کرنے میں ایک خارجی عنصر شامل ہوجائے گا۔ عامۃ الناس میں غلط فہمی، بے صبری، شکایت، ناواجب غصہ ہمیشہ بآسانی پیدا ہوتا ہے؛ اور قیمتوں کے تغیرات کے اسباب کے متعلق اگر عامۃ الناس کو بدگمانی ہو تو اظہار غم و غصہ میں اور زیادہ شدت ہوجاتی ہے؛ علیٰ ہذا اس نظام کے تحت عوام کو شکایات کا ویسا ہی موقع ملے گا جیسا کہ دوسرے کسی نظام کے تحت جہاں حکومت کو مداخلت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس قسم کی تجاویز، خواہ وہ کتنی ہی عمدہ طریق پر مرتب کیوں نہ کی جائیں اور ان کا عمل بیرونی سہارے اور مداخلت سے کتنا ہی بے نیاز کیوں نہ ہو، سیاسی خطرے سے خالی نہیں ہوسکتیں۔ ان کو استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ عمل میں لانے کے لیے ہمیشہ دشواریاں پیش آئیں گی۔ ان تمام تجاویز میں صرف ایک امر واضح ہے، اور وہ یہ کہ ایسی قوت عمل میں آئے گی جس کو اگر اپنا عمل انجام دینے کے لیے ایک خاص مدت تک چھوڑ دیا جائے تو وہ (قوت) پہلے نظام زر کی بنیاد میں تبدیلی پیدا کردے گی، اس کے بعد زر کی مجموعی ترکیب میں اور بالآخر زر کی مجموعی قوت خرید میں تغیر پیدا کردے گی اور اس تبدیلی کا مجموعی نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کے مسلسل اور طویل المدت اتار چڑھاؤ پر روک تھام ہوجائے گی۔

۴۔ دنیا کا موجودہ نظام زر کامل نہیں ہے قیمتوں کی سطح معین کرنے والے اسباب

اسباب کی اصلاح بذریعہ کی تجاویز

440

باب ۲۱ اصلاح زر کی تجاویز

بظاہر پیچیدہ اور بے ترتیب ہیں؛ یعنی: نہ صرف فلز کی رسد اور اشیا کی مقدار میں کمی اور زیادتی؛ زر کے استعمال اور اشیا کے لین دین میں لوگوں کے عادات و اطوار کے تغیرات، اور مختلف ممالک کے آئین و قوانین زر کی بے ہنگام تبدیلیاں؛ بلکہ اعتباری کاروبار کا مدوجزر بھی جو سوائے عدم ثبات پذیری اور تلون کے کسی دوسرے قانون کا پابند نہیں ہے۔ لیکن جب نظام زر، فلزی بنیاد سے ہٹ جاتا ہے تو، اس کی وجہ سے قیمتوں میں سب سے زیادہ عام بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات کے تحت جیسے کہ زمانۂ جنگ عظیم میں رونما ہوئے تھے، آلہ مبادلہ محض تقسیم عمل کو فروغ دینے اور صنعت کو عمدگی کے ساتھ چلانے کا آلہ نہیں رہتا؛ بلکہ وہ ایک فوجی حربہ بن جاتا ہے، جس سے عام بدنظمی اور عالمگیر ناانصافی رونما ہوتی ہے۔ اس قسم کی خرابیوں کا سبب زر کا وہ پسندیدہ نظام نہیں ہے [441] جس کی بنیاد فلز ہے اور جو بڑی حد تک ثبات پذیری کا ضامن ہے۔ کم قدر کاغذی زر اور اس کے تمام اثرات (بہ شمول ان اثرات کے جو فلزی معیار کے عمل پر پڑتے ہیں) جنگ کے مضرات اور مصائب میں سے شمار کئے جانے چاہئیں؛ یعنی یہ سب کچھ تمدن کی اس پست حالت کا نتیجہ ہے جس میں کروڑ ہا انسان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ جب تک یہ مذموم و مضرت رساں صورت حال قائم رہے گی اس وقت تک، معاشی نظام کی کسی چیز کا محفوظ و مامون رہنا دشوار رہے؛ اور یہ ممکن ہے کہ اس کا ہر جزو پرامن مسالک سے ہٹا کر جنگی اغراض کے لیے استعمال کیا جائے۔

اگر زر کے نظام کا مدار سونے پر بھی ہو تو بھی، جیسا کہ پہلے واضح طور سے بیان کیا جا چکا ہے، اس کے قیام میں کافی دقتیں پیش آتی ہیں۔ پھر بھی اس کا کوئی کارگر علاج دستیاب نہیں ہوتا۔ جس وقت تک انسان واجبی یا غیر واجبی طریقے پر خانگی ملکیت کی رسم کو مع اس کے لوازم، یعنی: خرید و فروخت، قرض کے لین دین، شغل اصل اور مصنوعات کی پیدائش کی رفتار کی کمی و تیزی کے، قائم رکھے گا اس وقت تک، زر کی قدر کے تغیرات بظاہر ناگزیر معلوم ہوتے ہیں۔ انسانی معاملات کے کل نظام کے استقلال کے لیے بظاہر صرف ایک ہی طریقہ بہترین معلوم ہوتا ہے؛ اور وہ یہ کہ زر رواں کی بنیاد فلز پر قائم کی جائے۔ اس میں سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ طلا کی دستیاب ہونے والی مقدار، بالآخر طبعی حالات کے حدود پر منحصر ہوتی اور انسان کی تلون پسندی کے تابع نہیں رہتی۔ یہ طریق زر تمام مہذب

وغیر مہذب دنیا کے عادات و روایات کی تہ میں مضمر ہے۔ اس تاریخی و نفسیاتی عنصر کی اہمیت کا بڑی حد تک لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جو اپنے آپ کو ماضی سے فوراً منقطع نہیں کر سکتی، ایسی تجاویز جو حالات موجودہ سے مغائر ہوں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ "زر" کی مقدار اور زر کے اعتباری بدلوں کی مقدار کے بے قاعدہ تغیرات کی بہترین روک تھام ایک ہی طریق پر ہو سکتی ہے؛ اور وہ یہ کہ دنیا بھر میں ان کی بنیاد طلا پر ہو۔ جس وقت تک یہ حالت قائم رہیگی اس وقت تک، کسی ایک نسل کے دوران میں نہ تو قیمتوں کی سطح میں کوئی بڑی تبدیلی واقع ہوگی، اور نہ کسی خاص زمانے یا کسی خاص ملک میں اچانک اور غیر متوقعہ تبدیلیاں ظہور پذیر ہوں گی۔ یہ نظام کوئی کامل نظام نہیں ہے؛ لیکن یہی ایک بہترین قابل عمل نظام ہے جو دستیاب ہو سکتا ہے۔



باب ۳۱

442

تعلیقات حصۂ سوم

(۱) زر کی بحث میں (K. Helfferrich) کی کتاب موسوم بہ (Das Geld 1910) زر کے اصول کی نہایت عمدہ تشریح و تحلیل ہے۔ زر اور قیمتوں کے نظریے میں ارونگ فشر کی کتاب موسوم بہ "زر کی قوت خرید (The Purchasing power of Money) شائع شدہ ۱۹۱۳ء بھی عمدہ تصنیف ہے؛ اور قدامت پسند اور تعمیری ہے (R. G. Hawtrey) کی کتاب موسوم بہ "زر اور اعتبار" (Currency and Credit 1919) نہایت قابلانہ اور محتاط تصنیف ہے، اور اکثر اعتبارات سے اس میں جدت پائی جاتی ہے؛ لیکن وہ کسی قدر بھدے پن سے لکھی گئی ہے۔ اس سے بالکل مختلف نقطۂ نظر جو خیال آفرین اور محرک فکر ہے، لیکن میری رائے میں اساسی امور کے بارے میں اعتراضات سے خالی نہیں ہے، بی۔ یم۔ انڈرسن (جونیر) کی کتاب موسوم بہ "قدر زر" (The Value of Money) شائع شدہ ۱۹۱۷ء میں اختیار کیا گیا ہے۔

بنک کاری پر ڈبلیو بیجہٹ کی کتاب موسوم بہ "لمبارڈ اسٹریٹ" شائع شدہ ۱۸۷۳ء ایک قدیم اور مستند کتاب ہے، جو اس کے تحریر ہونے کے بعد کے متعدد تغیرات کے باوجود اب بھی بنک کاری کی پالیسی کی حد تک پڑھنے کے قابل ہے۔ سی۔ یف۔ ڈنبار کی کتاب موسوم بہ "نظریہ و تاریخ بنک کاری" (The Theory and History of Banking) شائع شدہ ۱۸۹۱ء بار اول، و بار سوم ۱۹۱۷ء زیر نظر ثانی او۔ یم۔ ڈبلیو اسپریگ ایک دوسری قدیم اور معتبر کتاب ہے؛ اور اس میں بافراط حوالے اور تعلیقات موجود ہیں۔ اس میں فڈرل رزرو سسٹم کو بیان کیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اسی نظام کے

باب ۳۱ تعلیقات

بارے میں کیمرر کی کتاب موسوم بہ (ABC of Federal Reserve System) شائع شدہ ۱۹۱۹ء بہت مفید ہے۔ ایچ۔ وتھرس کی کتاب موسوم بہ "مفہوم زر" (The Meaning of Money) میں جنگ عظیم سے قبل کے انگلستان کے بنک کاری کے حالات کو نہایت سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیشنل مانیٹری کمیشن (National Monetary Commission) کے مطبوعات میں بنک کاری کے مسائل اور تجربات کے متعلق کثیر و وسیع معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

فلز ثنویت کے اساسی اصول کے متعلقہ مسائل کے بارے میں دیکھو ل۔ ڈارون کی کتاب موسوم بہ "فلز ثنویت" (Bimetallism) شائع شدہ ۱۸۹۷ء زر کے مختلف معیاروں کے استعمال کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت میں پیدا شدہ بے ترتیبی کے متعلق دیکھو ڈی۔ باربر کی کتاب موسوم بہ "معیار قدر" (The Standard of Value) شائع شدہ ۱۹۱۲ء؛ اور اسی کے ساتھ دیکھو جے۔ یم۔ کینس کی کتاب "ہندی زر و مالیات" (Indian Currency and Finance) شائع شدہ ۱۹۱۳ء جو نہایت قابلیت کیساتھ لکھی گئی ہے، اور عنوان سے جو موضوع ظاہر ہوتا ہے اس سے بہت زیادہ وسیع حد تک اس میں مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ جے۔ یل۔ لاف لن کی کتاب موسوم بہ "ریاستہائے متحدہ میں تاریخ فلز ثنویت" (History of Bimetallism in the United States) میں اسی بحث پر ۱۸۹۶ء تک بحث کی گئی ہے۔ ای۔ ڈبلیو۔ کیمرر کی کتاب موسوم بہ "جدید اصلاحات زر" (Modern Currency Reforms) شائع شدہ ۱۹۱۶ء میں نظام زر کے حالیہ تغیرات اور دوسرے علاقوں میں معیار طلائی کی توسیع کے متعلق معلومات موجود ہیں۔

انڈکس نمبروں اور قیمتوں کی پیمائش کے متعلق ڈبلیو۔ یس۔ جیونس کی کتاب موسوم بہ "زر و مالیات کی تحقیق" (Investigation in Currency and Finance) شائع شدہ ۱۸۸۴ء گو قدیم تصنیف ہے، مگر اب بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ نیز پروفیسر ایف۔ وائی۔ ایج ورتھ کی قابلانہ یادداشت انجمن ترقی علوم برطانیہ (British Association for the Advancement of Science) کی رپورٹ شائع شدہ ۱۸۸۹ء میں صفحہ ۲۴۷ تا صفحہ ۳۰۳۔ انڈکس نمبروں کے طریقوں اور نتائج کا بہترین خلاصہ

باب تعلیقات

ڈبلیو۔ سی۔ مچل کے ایک مضمون میں موجود ہے جو ریاستہائے متحدہ امریکا کے محکمۂ اعداد و شمار محنت (U. S. Bureau of Labour Statistics) کے شائع کردہ رسالہ موسوم بہ (Bulletin No. 173) ۱۹۱۵ء میں طبع ہوا۔

صنعتی بحرانوں پر بہترین تاریخی کتابیں یہ ہیں:-

(۱) جگلر کی کتاب موسوم بہ (*Des crises commerciales et de leur retour periodique en France, en Angleterre, et aux Etats-Unis*) دوسرا ایڈیشن شائع شدہ ۱۸۸۹ء۔

(۲) او۔ یم۔ ڈبلیو۔ اسپریگ کی کتاب موسوم بہ قومی بنک کاری کے نظام کے تحت بحرانوں کی تاریخ (*A History of Crises under the National Banking System*) جس کو ۱۹۱۰ء میں نیشنل مانٹری کمیشن نے شائع کیا۔

(۳) ۱۸۹۰ء تا ۱۹۱۱ء کے بحرانوں کے واقعات کی محتاط و مکمل تحلیل ڈبلیو۔ سی۔ مچل کی کتاب موسوم بہ "کاروباری دور و تسلسل" (*Business Cycles*) شائع شدہ ۱۹۱۳ء میں موجود ہے؛ اس کتاب کے طریق تحقیق کو بحرانوں کی تحقیق میں ایک عہد آفرین رتبہ حاصل ہے۔

(۴) نیز ایک مشہور تصنیف جس میں نظری تعمیمات قائم کرنے میں بہت زیادہ جرأت اور جوکھم سے کام لیا گیا ہے۔ اے۔ افتالین کی کتاب موسوم بہ (*Les crises periodiques de surproduction*) شائع شدہ ۱۹۱۳ء ہے۔



حصۂ چہارم

تجارت بین الاقوام

باب سی و دوم

مبادلات خارجہ

447

(۱) "مبادلات خارجہ" مختلف ملکوں کے زروں کے مختلف نظاموں پر مبنی ہیں۔ نقل زر کے بغیر ہنڈیاں مطالبات کی کس طرح ادائی کرتی ہیں۔ (۲) مساوات مبادلہ، اور مبادلے کی بڑھوتری اور بٹہ؛ اس کی مثال نیویارک کے اسٹرلنگ کے مبادلے سے۔ (۳) مبادلات خارجہ میں ساہوکاروں کی حیثیت درمیانی اشخاص کی ہے۔ شرح کے تغیرات بازار کی کشمکش اور گفت وشنید کے باعث۔ (۴) مختلف ممالک کے سلسلے کے مابین کاروبار کا انصرام؛ ریاستہائے متحدہ، انگلستان اور برازیل کے باہمی معاملات کی مثال۔ دنیا کے تمام حصوں کے مابین تجارت کے لیے اسٹرلنگ بلس کا عام و وسیع استعمال۔ (۵) قیمتوں پر کس طرح اثر پڑتا ہے: طویل مدت میں فلز کی برآمد و درآمد سے؛ قلیل المدت کے لیے بٹہ کی شرحوں سے۔ پیچیدگی پیدا کرنے والے متعدد عامل۔ (۶) معیار طلا اور معیار نقرہ رکھنے والے ملکوں کے مابین مبادلات خارجہ؛ برطانوی ہند کی حالت ۱۹۱۳ء تک۔ (۷) مبادلات خارجہ جب زر کاغذی کم قدر ہو۔ غیر منظم مبادلات اور ان کے خلل آفرین اثرات۔ برآمد اور درآمد عام قیمتوں اور فلز کی بڑھوتری کا باہمی تعلق۔

۱۔ بین الاقوامی تجارت کا آلہ مبادلہ، تجارت داخلہ کے آلہ سے اساسی حیثیت سے مختلف نہیں ہے۔ وہ معمولی آلۂ مبادلہ کا ایک جزو ہے؛ اور مختلف ممالک کے زر کے مظاہر اور بنک کاری سے بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ تجارت بین الاقوام کا

کل نظریہ کوئی اساسی خصوصیات نہیں پیش کرتا؛ وہ محض قدر مبادلہ کے عام نظریئے کا ایک رخ ہے۔ لیکن اس پر اس قدر بحث مباحثہ ہو چکا ہے، اس کی راہ میں سیاسی اور قومی تعصبات اس قدر حائل ہیں، اور معمولی مباحث میں عوام اس کے سمجھنے میں اسقدر غلطیاں کرتے ہیں کہ اس پر جداگانہ بحث کرنے میں فائدہ ہے۔

تجارت بین الاقوام، موجودہ زمانے کے تقریباً سب ممالک کی تجارت کے مثل، بحوالۂ زر اور خرید و فروخت کے ذریعے سے انجام پاتی ہے۔ دوسری تمام تجارتوں کے مثل بالآخر اس سے ایک ہی مقررہ نتیجہ، اشیا کا ادل بدل رونما ہوتا ہے؛ یعنی: اشیا یا خدمات کا مبادلہ دوسری اشیا یا خدمات سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے معنی تقریباً زر کے عوض خرید و فروخت کے ہیں۔ اس کی بحث کے آغاز میں اگر ہم پہلے زر کے نظام کو بیان کریں جس کے ذریعے سے خرید و فروخت ہوتی ہے تو بہت مناسب ہوگا۔

448 جب کوئی تاجر کسی شخص کے ہاتھ ایک ہی ملک کے اندر اشیا فروخت کرتا ہے تو، ادائی کا طریق بہت سادہ اور آسان ہے؛ اس کو اپنی اشیا کے عوض خود اسی کے ملک کا زر وصول ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ کسی دوسرے ملک کے کسی شخص کے ہاتھ اشیا فروخت کرتا ہے تو، ادائی کا طریق اس قدر آسان نہیں ہوتا۔ انگلستان میں کاروبار کا تصفیہ پونڈ شلنگ اور پنس کے حوالے سے ہوتا ہے؛ ریاستہائے متحدہ میں ڈالروں اور سینٹ کے ذریعے سے کاروبار طے پاتا ہے۔ ایک امریکن اگر انگلستان میں کسی شخص کے ہاتھ اشیا فروخت کرے تو، وہ وہاں انگریزی زر کے حوالے سے فروخت کر سکتا ہے؛ اس کے بعد، قیمت جیب میں داخل کرنے سے قبل، اسے انگریزی پونڈوں کو ڈالروں میں تبدیل کرنا پڑے گا۔ یا، اگر وہ انگلستان میں امریکا کے ڈالروں کے حوالے سے اشیا فروخت کرے تو، وہ انگریز خریدار کے سر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ ڈالروں کو پونڈوں میں تبدیل کرے، کیونکہ انگلستان میں صرف پونڈ کا رواج ہے۔

ایک ملک کے زر کو اس کے معادل دوسرے ملک کے زر میں تبدیل کرنے کا یہ عمل، مبادلہ خارجہ کی ہنڈیوں کے ذریعے سے انجام دیا جاتا ہے۔ سچ پوچھو تو ہنڈی، محض ایک شخص کی جانب سے دوسرے کے نام تحریر کردہ حکمنامہ ہے جس میں دوسرے

باب ۳۲
مبادلات خارجہ

شخص کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مندرجہ رقم کسی تیسرے شخص کو ادا کی جائے۔ اس طرح ہنڈی کے لیے تین جماعتیں ضروری ہیں؛ یعنی: ہنڈی تحریر کرنے والا؛ ہنڈی قبول کرنے یا سکارنے والا؛ اور ہنڈی کی رقم ادا کرنے والا۔ جب ہنڈی ٹھیک قانون کی مقرر کردہ شکل میں لکھی جاتی ہے تو، وہ تحریر کرنے والے پر، مندرجہ رقم مکتوب الیہ کے ادا نہ کرنے کی صورت میں، یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ مقررہ رقم ادا کرے؛ اور جب مکتوب الیہ اس کو قبول کر لیتا ہے (اور اس طرح وہ ہنڈی کو "سکارنے والا" بن جاتا ہے) تو، ہنڈی اس پر یہ غیر مشروط ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ مدت معینہ کے ختم پر وہ مندرجہ رقم ادا کر دے۔ ملک کے اندر داخلی کاروبار میں ہنڈیاں آزادی کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں، اور اس طرح ان کو داخلی ہنڈیاں کہا جاتا ہے۔ چک، داخلی ہنڈی ہی کی ایک قسم ہے؛ چنانچہ چک، جمع کنندے کی جانب سے بنک کے نام تحریر کیا جاتا ہے اور بنک کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مندرجہ رقم تیسرے شخص کو ادا کرے۔ خارجی ہنڈیوں میں کوئی قانونی خصوصیات موجود نہیں ہوتیں۔ ان کی معاشی خصوصیات محض مختلف ملکوں کے زر کے نظاموں کے اختلافات کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں۔ آیندہ بحث میں جب کبھی "ہنڈی" کا لفظ استعمال ہوگا اس سے خارجی مبادلے کی ہنڈی مطلب لیا جائے گا۔ اس قسم کی ہنڈیوں کے ذریعے سے تجارت خارجہ میں ادائی کرنے کا طریق بالعموم "مبادلات خارجہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یوں تو مختلف ملکوں کے باہمی مبادلات کی سب قسموں کو بیان کرنے کے لیے اس اصطلاح کو نہایت موزونیت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے؛ لیکن رسم و رواج کی بنا پر اس اصطلاح کا استعمال محض خارجی ہنڈیوں کے لین دین کی حد تک محدود ہے۔

سہولت تفہیم کی خاطر ہم یہ فرض کیے لیتے ہیں کہ ہنڈیوں کے استعمال کی جانب رہنمائی کرنے والا واحد کاروبار صرف وہی ہے جس کے ذریعے سے اشیا فروخت کی جاتی ہیں۔ ہم عنقریب یہ بیان کریں گے کہ دوسرے کاروبار بھی اس سے کچھ کم اہمیت کے نہیں ہیں؛ لیکن اساسی اصول، تجارتی کاروبار کے سلسلے میں سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ بیان کیے جا سکتے ہیں۔

449

یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ تجارتی ملکوں میں معیار طلا رائج ہے، ان میں طلائی سکے آزادی کے ساتھ ڈھالے جاتے ہیں اور آزادی کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک

باب ۳۲ مبادلات خارجیہ

میں منتقل ہوتے ہیں۔ جن ملکوں میں معیار طلا رائج نہیں ہے وہاں کے پیچیدگی پیدا کرنے والے حالات پر بعد میں غور کیا جائے گا؛ یہ حالات اساسی اصول پر کوئی اثر نہیں ڈالتے۔

نیویارک کا ایک تاجر، جو لندن کے ایک تاجر کے ہاتھ اشیا فروخت کرتا ہے، موخرالذکر سے زر وصول کرنے کا حق رکھتا ہے؛ وہ انگریز کے نام اپنی قیمت وصول کرنے کے لیے ہنڈی تحریر کر سکتا ہے۔ وہ یا تو ہنڈی تحریر کر کے براہ راست رقم وصول کر سکتا ہے یا اپنا حق منتقل کر سکتا ہے۔ اشیا برآمد کرنے والے کو ہنڈی تحریر کر کے فروخت کرنی پڑتی ہے۔ اس کے برخلاف نیویارک کا ایک تاجر، جس نے لندن کے ایک تاجر سے اشیا خریدی ہوں، اس انگریز کا دین دار بن جاتا ہے یا اس کے ذمے انگریز کی رقم واجب الادا ہوتی ہے؛ لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی طریقے سے قیمت ارسال کر دے؛ یعنی: اشیا درآمد کرنے والے کو ہنڈیاں خریدنی پڑتی ہیں۔ ہم یہاں سلاست بیان کی خاطر پھر یہ فرض کرتے ہیں کہ یہ دونوں کاروبار نیویارک میں طے پاتے ہیں؛ نیویارک کا اشیا برآمد کرنے والا تاجر اپنی لندن کی موسومہ ہنڈی نیویارک میں فروخت کرتا ہے، اور نیویارک کا اشیا درآمد کرنے والا تاجر اپنی لندن کی موسومہ ہنڈی نیویارک میں خرید کرتا ہے۔ اب فرض کیجیے کہ دونوں کے ذمے کی واجب الادا رقمیں ایک ہی مقدار یعنی ۱۰۰۰ پاونڈ کی ہیں۔ درآمد کرنے والا برآمد کرنے والے سے موخرالذکر کی ہنڈی خرید سکتا ہے، جو اس رقم کے لیے اس کے لندن کے دین دار کے نام لکھی گئی ہے۔ درآمد کرنے والا اس ہنڈی کو اپنے لندن کے لین دار کے پاس بھیجتا ہے؛ لندن کا لین دار اپنا زر لندن کے دین دار سے وصول کر لیتا ہے۔ نیویارک کا لین دار اپنا زر نیویارک ہی کے دین دار سے، اور لندن کا لین دار اپنا زر لندن ہی کے دین دار سے وصول کر لیتا ہے۔ گویا ایک ملک سے دوسرے ملک کو فلز ارسال کیے بغیر نیویارک میں ایک ادائی اور لندن میں ایک ادائی کے ذریعے سے معاملات بے باق ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہنڈی کے نظام کے ذریعے سے برآمد، درآمد کی قیمت کی ادائی کا کام انجام دیتی ہے۔

۲۔ لیکن نیویارک کا درآمد کرنے والا نیویارک کے برآمد کرنے والے کو بجوائے امریکن زر کتنی رقم ادا کرے گا؟ ۱۰۰۰ برطانوی ساورن میں خالص سونے کی اتنی ہی مقدار رہتی ہے جتنی کہ ۴۸۶۶ ڈالروں میں۔ اسی وجہ سے جب ۱۰۰۰ پونڈ کی ہنڈی، ۴۸۶۶ ڈالر یا اس کے

باب ۲۲ مبادلات خارجہ۔

صحیح فلزی معادل کے عوض فروخت ہوتی ہے تو، اس حالت کو "مبادلے کی مساوات" کہا جاتا ہے۔ اگر امریکا کا لین دار انگلستان سے اپنا زرطلب کرے اور لندن سے ریاستہائے متحدہ میں سونا لائے، اور اس سونے سے امریکن ڈالر ڈھلوائے تو اس کو ٹکسال سے ڈالروں کی ٹھیک یہی تعداد یعنی: ۴۸۶۶ ڈالر وصول ہوگی۔

450

اب یہ فرض کیجئے کہ ان دونوں ممالک میں متعدد برآمد کرنے والے اور متعدد درآمد کرنے والے ہیں اور ان کے مابین کثیر المقدار کاروبار طے پاتا ہے۔ اس صورت میں بھی وہی ہوگا؛ برآمد کرنے والے ہنڈیاں فروخت کریں گے، اور درآمد کرنے والے ہنڈیاں خریدیں گے۔ اگر درآمد کردہ اشیا کی قدر بحوالۂ زر، برآمد کردہ اشیا کی قدر بحوالۂ زر کے بالکل مساوی ہو تو، ہنڈیوں کے ذریعے سے کاروبار کا پورا پورا تصفیہ ہو جائے گا۔ ان حالات میں مبادلہ مساوات پر ہوگا۔ تجارت خارجہ میں توازن کی حالت قائم رہیگی، برآمد کردہ اشیا درآمد کردہ اشیا کی قیمت پوری پوری ادا کر دیں گی، اور ایک ملک سے دوسرے ملک کو فلز کی نقل نہ ہوگی۔

اس کے بعد یہ فرض کیجئے کہ کسی وجہ سے ریاستہائے متحدہ کی برآمد کی قدر بحوالۂ زر، درآمد کی قدر بحوالۂ زر سے زائد ہے۔ یہ دو قسم کے کاروبار یعنی: ایک تو انگلستان کے لوگوں سے اشیا خریدنا، اور دوسرے انگلستان کے لوگوں کے ہاتھ اشیا فروخت کرنا، ایک دوسرے سے بالکل آزاد ہیں۔ ممکن ہے کہ امریکا کے برآمد کرنے والے، درآمد کردہ اشیا کی قیمت سے زیادہ قیمت کی اشیا انگلستان کے اشخاص کے ہاتھ فروخت کریں۔ اس صورت میں وہ اس مقدار سے زیادہ رقم کی ہنڈیاں فروخت کے لیے پیش کریں گے جتنی کہ درآمد کرنے والوں کو خریدنے کا موقع ہے۔ ان حالات میں کل ہنڈیاں، درآمد کرنے والوں کے ہاتھ فروخت نہیں کی جا سکتیں۔ درآمد کرنے والوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد لازمی طور سے کچھ بچ رہیں گی۔ برآمد کرنے والے، جن کے پاس زائد ہنڈیاں بچ جائیں گی، اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے کہ ان ہنڈیوں کو فلز وصول کرنے کی غرض سے انگلستان روانہ کریں۔ لیکن اس میں مصارف عائد ہوں گے۔ فلز کو وصول کرنے سے قبل جانچ لینا، ڈبے میں بحفاظت بند کرنا، بیمہ کرانا اور بحری یا بری راستے سے اس کا منتقل کرنا ضروری ہے۔ جب یہ فلز امریکا میں

لین دار کے پاس پہنچے تو، اس کو ٹکسال میں پیش کرنا اور امریکن ڈالروں میں اس کی تشکیل کرنا ضروری ہے؛ اور اس عمل میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ اس کا امکان بھی ہے کہ بعض ساورن پورے وزن کے نہ ہوں، خواہ انگلستان میں ان کا وزن اس قدر کم خیال نہ کیا جائے کہ اس کی بنا پر وہ ناقابل قبول قرار پائیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ انگلستان سے فلز کے روانہ ہونے اور ریاستہائے متحدہ امریکا میں پہنچکر بشکل زر دستیاب ہونے کی درمیانی مدت میں سود کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ ان سب حالات پر نظر کرکے امریکا کا برآمد کرنے والا، اس طریق کو ترجیح دیتا ہے کہ ایک ہزار پونڈ کی ہنڈی کو مساوات سے کم شرح، یعنی: ۴٫۸۶۶ ڈالر سے کم، پر فروخت کردے۔ اس میں کمی کی مقدار کو وہ صرف اس حد تک روا رکھے گا جو فلز کو انگلستان سے براہ راست طلب کرنے کے اخراجات کے مساوی ہو۔ یہ اخراجات انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کے مابین بہت ہی کم ہوتے ہیں؛ یعنی: تقریباً ½ فی صد۔۔۔۔ ا پونڈ کی ہنڈی ۴٫۸۴۵ ڈالر یا فی پاؤنڈ ۴٫۸۴۵ ڈالر سے کم پر فروخت نہ ہوگی۔ اسی کو "نقطۂ درآمد فلز" کہا جاتا ہے۔ جب مبادلۂ خارجہ اس مقام پر ہو تو، فلز کی درآمد شروع ہوجاتی ہے۔

451

ان حالات میں تمام برآمد کرنے والوں کی ہنڈیوں پر بٹہ کٹے گا؛ یعنی: کل ہنڈیاں مساوات سے کم شرح پر فروخت ہوں گی۔ چونکہ برآمد کرنے والوں کے درمیان مقابلہ سرگرمی کے ساتھ ہوگا، اس لیے ان میں سے کوئی شخص بھی اپنی ہنڈی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت نہ کرسکے گا۔ ان میں سے کسی نہ کسی کو فلز بذریعۂ جہاز روانہ کرنے کے اخراجات ادا کرنے پڑیں گے؛ ان میں سے کسی پر اس امر کا اثر نہیں پڑسکتا کہ آیا وہ اپنی ہنڈی کو بٹہ کے ساتھ فروخت کرے گا یا فلز طلب کرے گا۔ جب برآمد کی مسلسل زیادتی ہو تو، کل ہنڈیوں کی بازاری شرح، فلز درآمد کرنے کے نقطے پر ہوگی۔

اس کی برعکس صورت حالات اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ درآمد، برآمد سے زائد ہوتی ہے۔ اس صورت میں درآمد کرنے والوں کو اس مقدار سے زیادہ ہنڈیاں خریدنے کی ضرورت ہوگی جتنی کہ برآمد کرنے والے بہم پہنچا سکتے ہیں۔ ان میں سے بعضوں کو فلز باہر بھیجنا پڑے گا، اور اس میں بھی اتنے ہی اخراجات لاحق ہوں گے جتنے فلز درآمد کرنے میں۔ اشیا درآمد کرنے والا، جسے رقم لندن بھیجنی ہو فلز روانہ کرنے کے بجائے ایک ہزار

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

پونڈ کی ہنڈی کے لیے ۴۸۶۶ ڈالر سے زیادہ ادا کرسکتا ہے؛ مثلاً وہ ۴۸۸۵ ڈالر تک ادا کرسکتا ہے۔ اگر اس سے ۴۸۸۵ ڈالر سے زیادہ ادا کرنے کے لیے کہا جائے تو وہ انکار کردیگا؛ اس لیے کہ وہ ۴۸۶۶ ڈالر بذریعۂ جہاز انگلستان روانہ کرسکتا ہے، اور اس رقم کو وہاں ساورن سے مبدل کرنے کا انتظام کرسکتا ہے۔[1] نیویارک میں مبادلۂ خارجہ بڑھوتری کے ساتھ ہوگا، اور اس بڑھوتری کی مقدار ان تمام اخراجات پر مبنی ہوگی جو فلز کو منتقل کرنے میں عائد ہوں گے۔ فلز برآمد کرنے کا نقطہ، جو ان اخراجات کی بنا پر متعین ہوگا، تقریباً ۴۸۸۵ ڈالر ہے۔ جب برآمد کے مقابلے میں درآمد صریحًا زائد ہو تو، مبادلہ اس بڑھوتری پر ہوگا، اور اول الذکر حالت کے مماثل طریقے پر تمام درآمد کرنے والوں کو یہ بڑھوتری ادا کرنی پڑے گی، گو اکثر کاروبار ہنڈیوں کے ذریعے سے ہی تصفیہ پائیں گے۔

۳۔ یہ سادہ ترین حالات ہیں جو فرض کئے جاسکتے ہیں حقیقی زندگی کے حالات پر ان کا انطباق شاذ ہی ہوتا ہے۔ اس صورت میں، موجودہ قوموں کی جملہ خرید و فروخت کے مثل، درمیانی اشخاص کی ایک جماعت موجود ہوتی ہے۔ برآمد کرنے والے اور درآمد کرنے والے براہ راست ایک دوسرے سے کاروبار نہیں کرتے؛ اور نہ فلز کو درآمد یا برآمد کرنے کے امکانات سے ان کا کوئی تعلق ہوتا ہے۔ یہ، مبادلات خارجہ کا کاروبار کرنے والوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ مبادلات خارجہ کا کاروبار کرنے والے بعض اوقات ایسی فرمیں ہوتی ہیں جو اس قسم کے کاروبار میں مخصوص مہارت رکھتی ہیں؛ چنانچہ انھیں "خارجی مبادلہ گھر"[2] کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے؛ بعض اوقات بنک کا کاروبار کرنے والی جماعتیں بھی اس کاروبار کے علاوہ مبادلات خارجہ کا کاروبار بھی کرتی ہیں۔ سب درمیانی اشخاص برآمد کرنے والوں سے ہنڈی خرید کرتے اور انھیں درآمد کرنے والوں کے ہاتھ ہمیشہ فروخت کرتے ہیں۔

452

---

[1] غیر ممالک کی فلز یا سکے جب انگلستان پہنچتے ہیں تو وہ سب سے پہلے ہمیشہ بنک آف انگلینڈ کے صیغۂ اجرا میں داخل ہوتے ہیں؛ جو ازروے قانون (تاوقتیکہ فلز کی صورت میں ادائی موقوف نہ کی جائے) سونے کے عوض مقررہ شرح پر نوٹ ادا کرنے پر مجبور ہے؛ اس صورت میں سونے کے مالک کو خفیف سی زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح بنک آف انگلینڈ طلائی فلز یا غیر ممالک کے سکوں کو انگلستان کے زر میں تبدیل کرنے کے لیے ایک درمیانی جماعت کے طور پر کام کرتا ہے۔

[2] Foreign Exchange Houses

بازار مبادلات خارجہ

غیر ممالک میں ان کے مخصوص اور مشہور گماشتے اور کارندے موجود ہوتے ہیں؛ اور یہ یا تو ان ہی کی قائم کردہ شاخوں کی شکل میں ہوتے ہیں یا دوسری بنک کار فرموں کی شکل میں؛ چنانچہ وہ اپنی ان ہی شاخوں کے نام ہنڈی فروخت کرتے ہیں اور ان شاخوں کی تحریر کردہ ہنڈیاں خرید کرتے اور ان کی رقم ادا کرتے ہیں۔ جب برآمد کرنے والے اس مقدار سے زیادہ ہنڈیاں فروخت کرتے ہیں جتنی درآمد کرنے والے خرید کر سکتے ہیں تو، درمیانی اشخاص پھر بھی ہنڈی خریدیں گے؛ لیکن وہ یہ حساب کر کے کہ سب ہنڈیوں کا فروخت کرنا ناممکن ہے اور بعضوں کو باہر بھیجنا پڑے گا اور ان کے عوض فلز حاصل کرنا پڑے گا، ہنڈی کو بٹہ پر خریدیں گے۔ اس کے برخلاف جب درآمد کرنے والوں میں برآمد کرنے والوں کی فراہم کردہ رسد سے زیادہ مقدار طلب کی جائے تو، درمیانی اشخاص درآمد کرنے والوں کے ہاتھ بڑھوتری کے ساتھ ہر وہ ہنڈی فروخت کریں گے جو درآمد کرنے والے طلب کریں گے، اور خود ان ہنڈیوں کو جب وہ پیش کی جائیں ادا کرنے کے لیے فلز باہر بھیجیں گے۔ چونکہ یہی کاروباران کا پیشہ ہے، اور اس کے لیے ان کے پاس ساز و سامان موجود ہے، اس لیے وہ درآمد کرنے والوں یا برآمد کرنے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ کفایت کے ساتھ فلز بذریعۂ جہاز روانہ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ انھیں منافعہ وصول ہوتا ہے، لیکن اس منافع کی مقدار بہت ہی قلیل ہوتی ہے۔

درمیانی اشخاص کی موجودگی کے ساتھ ساتھ لین دین چکانے، تخمین کرنے اور تسویہ کرنے کا عمل بھی لازمی طور سے بروے کار آئے گا، جو تجارت کی تخصیص طلبی کا فطری نتیجہ ہے۔ ابھی جو سیدھی سادی مثال بیان کی گئی، جس میں برآمد کرنے والے براہ راست درآمد کرنے والوں کے ہاتھ ہنڈیاں فروخت کرتے ہیں، اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اگر بٹہ کاٹا گیا یا بڑھوتری لی گئی تو وہ مصارف ترسیل فلز کی آخری حد تک ہوگی۔ لیکن درمیانی اشخاص کی باہمی کشمکش اور تخمینی کاروبار کی بنا پر ایسا بٹہ یا بڑھوتری رونما ہوگی جو ان حدود کے بخوبی اندر ہو سکتی ہے؛ مثلاً جتنی ہنڈیاں درآمد کرنے والے خرید کر رہے ہیں اگر اس سے زیادہ مقداریں برآمد کرنے والے فروخت کے لیے پیش کریں تو درمیانی اشخاص پھر بھی یقین کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بہت زمانہ نہ گزرے گا جب کہ حالت اس کے برعکس ہو جائے گی اور انجام کار درآمد کرنے والوں کی طلب برآمد کرنے والوں کی

باب ۲۲ مبادلات خارجہ

رسد سے زیادہ ہو جائے گی۔ وہ برآمد کرنے والوں کی ہنڈیوں کو خریدیں گے، اور صورت حالات میں تبدیلی کا انتظار کریں گے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ ایک زمانے تک ہنڈیوں کو اپنے ہی ہاتھ میں رکھیں؛ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہنڈیوں کو اپنے بیرونی گماشتوں کے پاس بھیجدیں، ان کے ذریعے سے غیر ممالک کے دین داروں سے زر وصول کریں، اور اس رقم کو اس وقت تک اپنے پاس رکھیں جب تک کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے بعد میں ہنڈی نہ لکھی جائے۔ عند الطلب قرضوں اور قلیل المدت قرضوں پر لئے جانے والے سود کی مروجہ شرحیں اس قسم کے کاروبار میں بہت اہم عامل ہیں۔ اگر خود دلال ہی کے ملک میں "زر" ارزاں ہو (یعنی شرح سود کم ہو) تو، وہ بہت مستعدی کے ساتھ برآمد کرنے والوں کی ہنڈیوں کو خریدے گا، اور ان کی اچھی قیمت ادا کرے گا۔ پھر اگر خارجی ملک میں زر گراں ہو تو، دلال اس قسم کی ہنڈیاں بھی اس لیے بہت زیادہ مستعدی کے ساتھ خریدے گا کہ وہ انھیں خارجی ملک میں بھیج سکتا ہے اور وہاں رقم وصول کرواکے اپنی بنک کی امانت میں اضافہ کرسکتا ہے جس پر اس کو اچھی شرح سے سود ملے گا۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ کس شرح پر مبادلے کی ہنڈی کو خریدنا یا فروخت کرنا منفعت بخش ہوگا متعدد مدوں کا باریک بینی کے ساتھ لحاظ کرنے کی ضرورت ہے، جن میں سے ہر ایک بہت ہی معمولی کسر پر مبنی ہوتا ہے؛ یعنی ترسیل زر کا براہ راست خرچ، ٹکسال اور تاخیر کے مصارف، مختلف ملکوں میں سود کی شرحیں، تجارت میں تغیرات کے امکانات۔ دلالوں کا باہمی مقابلہ ایک ایسی بازاری شرح کی جانب رہبری کرتا ہے جو دونوں نقطہ ہائے فلز کے مابین ہوتی ہے۔

453

فی الحقیقت اگر کسی ایک ہی جانب مسلسل ادائی کرنی پڑے، یعنی اگر درآمد یا برآمد کی مسلسل اور عظیم زیادتی ہو تو، اس وقت مبادلے کی شرحیں ترسیل زر کے نقطے کی جانب مائل ہوتی ہیں اور فلز کی یا تو برآمد ہوتی ہے یا درآمد۔ ممکن ہے کہ دلالوں کے کاروبار کی بنا پر درآمد اور برآمد کے ایک دوسرے کی قیمت کو زائل کرنے کا رجحان پیدا ہو اور اس طرح ترسیل فلز کا التواء عمل میں آئے؛ لیکن جہاں کسی ایک جانب زیادتی ہو وہاں یا تو فلز کی برآمد ہوتی ہے یا درآمد۔

اب تک جتنی مثالیں یہاں پیش کی گئیں ان میں ہم نے اس طرح بحث کی گویا مبادلات خارجہ کے تمام

باب ۲۲ مبادلات خارجہ

کاروبار نیویارک میں انجام پاتے ہیں؛ گویا لندن کے تاجر براہ راست کوئی عملی حصہ نہیں لیتے، اور نیویارک کے تاجروں کے دست نگر ہوتے ہیں کہ وہی مبادلے کی ہنڈیاں خرید اور فروخت کریں، اور قرضوں کے تصفیے کے لیے ہنڈیاں لندن روانہ کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ کاروبار انجام پاتے ہیں۔ کسی خاص صورت میں کون سا تجارت کرنے والا شخص پیش قدمی کرے گا، اس کا انحصار ان کی باہمی معاملت پر ہے۔ یہ انتظام کیا جا سکتا ہے کہ نیویارک کا برآمد کرنے والا اپنے لندن کے گاہک کے نام ہنڈی تحریر کرے اور اسے نیویارک میں لندن کی ہنڈی فروخت کرے؛ یا یہ کہ لندن کا گاہک یہ رقم نیویارک کے فروشندے کے پاس روانہ کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے سکتا ہے، اور اس طرح لندن ہی میں نیویارک کی ہنڈی خرید سکتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے کاروبار ہر وقت انجام پاتے رہتے ہیں اور دونوں مرکزوں میں لندن اور نیویارک کی ہنڈیوں کا لین دین دائمی طور سے جاری رہتا ہے۔ جب نیویارک میں انگریزی ہنڈی بڑھوتری سے فروخت ہو تو، لندن میں امریکا کی ہنڈی پر بٹہ کٹتا ہے۔ یہ سب کاروبار دلالوں کی تیز بین نظروں کے سامنے طے پاتے ہیں؛ دونوں شرحوں میں بہت نمایاں طریقے سے قریبی مساوات قائم کی جاتی ہے؛ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک فی صد کی چھوٹی کسر کی شکل میں منافعہ وصول کرنے اور تخمینی کاروبار کرنے کے لیے جد و جہد شروع ہو جاتی ہے۔

454

اکثر تجارتی ہنڈیوں کے مقابلے میں ساہوکاری ہنڈیاں[1] (یعنی وہ ہنڈیاں جو دلالوں اور ساہوکاروں کی جانب سے ان کے بیرونی گماشتوں کے نام تحریر کی جاتی ہیں) فطری طور سے اعلیٰ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ ساہوکاری ہنڈیوں پر دنیائے کاروبار کے مشہور اور نیک نام اشخاص اور تجارتی انجمنوں کے نام درج ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں درشنی ہنڈیاں بمقابلہ میعادی ہنڈیوں کے زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ اشیا بیرونی ممالک میں فروخت ہونے کی صورت میں داخلی فروخت کے مثل بالعموم میعادی ہنڈیاں تحریر کی جاتی ہیں۔ اس طرح برآمد کرنے والا، جس نے اشیا فروخت کی ہوں، اپنا زر ۳۰ یوم، ۶۰ یوم یا کسی اور مقررہ مدت کے بعد وصول کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

[1] Banker's Bills

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

وہ اپنی ہنڈی، ۳۰ یوم یا ۹۰ یوم کے بعد ادا کیے جانے کے خیال سے تحریر کرتا ہے؛ اور اس پر اپنے بنک میں بٹہ کٹواتا ہے۔ اگر بنک خود مبادلات خارجہ میں کاروبار کرتا ہو تو، وہ اس ہنڈی کو غالباً مدت معینہ تک اپنے پاس رکھے گا، اور اس کے بعد غالباً اس کو فوراً اپنے خارجی گماشتوں کے پاس بھیج دیتا ہے؛ یا اس کو فوراً یا مدت معینہ ختم ہوتے ہی کسی مبادلۂ خارجہ کا کاروبار کرنے والے تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اب یہ ہنڈی کس قیمت پر فروخت ہوگی، اس کا مدار ہنڈی کی مدت معینہ پر، بٹہ کی مروجہ شرح پر اور مدت معینہ کے ختم ہونے کے بعد کے مبادلات خارجہ کے ممکنہ حالات کے تخمینے پر ہوتا ہے۔

ان تفصیلات وغیرہ پر یہاں غور کرنا ضروری نہیں ہے۔ ان کا اس اصول کے وسیع مسائل پر اثر نہیں پڑتا جو ہمارے خاص موضوع بحث، یعنی: زر، قیمتوں، اور بین الاقوامی تجارت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۴۔ ملکوں کے علیحدہ علیحدہ فریقین کے باہمی کاروبار کی بنا پر مبادلۂ خارجہ کی شرحیں متعین نہیں ہوتیں، بلکہ کسی ایک ملک اور اس ملک سے کاروبار کرنے والے تمام ملکوں کے باہمی لین دین اور معاملات کی بنا پر متعین ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا سے انگلستان کو جتنی برآمد ہو وہ ریاستہائے متحدہ کی درآمد سے بہت زیادہ ہو؛ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ سالانہ برآمد کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے؛ لیکن پھر بھی مبادلہ مساوات کے ساتھ انجام پا سکتا ہے، اگر ریاستہائے متحدہ میں دیگر ممالک سے کثیر مقدار میں درآمد ہو۔

اس شکل کی تمثیل تجارت ریاستہائے متحدہ، انگلستان (یعنی برطانیہ عظمیٰ) اور برازیل کی باہمی تجارت کی حالت سے ہوتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ سے انگلستان کو روئی اور اشیائے خوردنی کثیر مقداروں، برآمد ہوتی ہیں؛ اور ان کی قیمت ان مصنوعات سے بہت زیادہ ہوتی ہے جو انگلستان سے وہاں درآمد کی جاتی ہیں۔ انگلستان، برازیل کو اپنی مصنوعات برآمد کرتا ہے، اور ان کی قیمت ان اشیا سے بہت زیادہ ہوتی ہے جو انگلستان برازیل سے درآمد کرتا ہے۔ پھر برازیل، ریاستہائے متحدہ کو خاص کر قہوہ کثیر مقداروں برآمد کرتا ہے، لیکن یہاں سے بہت کم مقداروں اور بہت کم قیمت کی اشیا درآمد کرتا ہے۔ نیویارک کے تاجر کو، جس نے برازیل کے تاجر سے قہوہ خریدا ہو، کوئی ایسا امریکی برآمد کرنے والا

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

بہ آسانی نہیں مل سکتا جس کے پاس ریوڈی جینیرو (برازیل کے دارالخلافہ) یا باہیا کے نام کی ہنڈیاں فروخت کے لیے موجود ہوں۔ لیکن اسے ایسے برآمد کرنے والے بکثرت مل سکتے ہیں جنھوں نے انگلستان میں تاجروں کے ہاتھ روئی اور غلہ فروخت کیا ہو اور جن کے پاس لندن اور لیورپول کے نام کی ہنڈیاں فروخت کے لیے موجود ہوں۔ چنانچہ وہ انگریزی ہنڈی خرید کرتا ہے، اور اس کے ذریعے سے برازیل میں اپنا قرضہ ادا کرتا ہے۔ لندن کے نام کی ہنڈی کی مانگ برازیلیوں میں اس لیے بکثرت ہوتی ہے کہ وہاں انگریزی سامان کی خریداری کے عوض بہت کچھ ادائیاں تاجروں کے ذمے ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے مبادلے کے تمام کاروبار براہ راست برآمد کرنے والوں اور درآمد کرنے والوں کے مابین انجام نہیں پاتے؛ بلکہ ساہوکاروں کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں، جو ہنڈی کی خرید و فروخت کرتے اور فلز کی ترسیل کے بغیر واجب الادا رقوم میں توازن قائم کرنے کے ہر موقع سے بہت سُرعت کے ساتھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس طرح ریاستہائے متحدہ سے انگلستان کو غلہ کی برآمد، برازیل سے ریاستہائے متحدہ میں درآمد کردہ قہوہ کی قیمت کو ہنڈیوں کے نظام کے ذریعے سے ادا کرنے میں مدد دیتی ہے؛ اور برازیل سے اسی قہوہ کی روانگی بذریعۂ جہاز، یعنی برآمد ان مصنوعات کی قیمت ادا کرنے کا کام دیتی ہے جو انگلستان سے برازیل درآمد کرتا ہے۔

اب اس امر کا نفس معاملہ پر کوئی زیادہ اثر نہیں پڑتا کہ آیا اس قسم کی ہنڈیاں، جو مطالبات کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر دیتی ہیں، ایک ملک کے نام لکھی گئی ہیں یا کسی دوسرے کے نام۔ لندن کی موسومہ اسٹرلنگ کی ہنڈیاں بہت طویل زمانے تک عام طور سے استعمال ہوتی تھیں۔ برطانیہ عظمیٰ کی کثیر المقدار بین الاقوامی تجارت دنیا کے تمام حصوں میں پھیل گئی تھی۔ اکثر انگریزی بنک اور فرمیں مبادلات خارجہ کے آڑھتیوں کی حیثیت سے خاص شہرت رکھتی تھیں۔ انگلستان کو عظیم الشان صنعتی وقار و امتیاز حاصل تھا؛ اور پاونڈ اسٹرلنگ تمام تجارتی دنیا کے لیے قدر کی سب سے ممتاز اکائی تھا۔ اسی وجہ سے اس کا قرینہ تھا کہ مبادلات خارجہ کے معاملات لندن کی وساطت سے اور لندن کے نام تحریر کردہ ہنڈیوں کے ذریعے سے تصفیہ پائیں۔ جنگ یورپ کے زمانے میں یہ روایات متزلزل ہو گئے، جس کی وجہ بڑی حد تک یہ تھی کہ انگلستان سے سونے کی برآمد

باب ۲۲ مبادلات خارجہ

اور درآمد آزادی کے ساتھ نہ ہو سکتی تھی؛ اور اس کے نتیجے کے طور پر اسٹرلنگ ہنڈی غیر محدود طریقے پر سونے کی مقررہ مقدار کی نمایندگی سے محروم ہو گئی۔ یہ اغلب ہے کہ انگلستان کے دیگر ممالک سے اور خاص کر ریاستہائے متحدہ سے ترقی پذیر بین الاقوامی تعلقات جلدی یا دیر سے قدیم رسم میں، بہر صورت کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل کر دیتے؛ لیکن اس میلان کی رفتار کو جنگ عظیم نے سریع کر دیا۔

456

مبادلۂ خارجہ کے نظام کی اس فرع پر جتنی توجہ کی جاتی ہے اس کی وہ بلحاظ اپنی اہمیت کے مستحق نہیں ہے۔ مبادلۂ خارجہ کے بازار میں مقابلہ بہت تند و تیز ہوتا ہے، منافعہ غیر معمولی طور سے تنگ و محدود دائرے کے اندر رکھا جاتا ہے، اور کاروبار انھی لوگوں کے ہاتھ رہتا ہے جو اس کو سب سے ارزاں طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ لیکن ان معاملات سے قومی تعصبات اور حب الوطنی کے جذبات اسی طرح وابستہ ہوتے ہیں جس طرح تجارت خارجہ کے متعلق دوسرے اکثر معاملات سے۔ امریکن، جرمن یا فرانسیسی کے جذبات کو اس سے ٹھیس لگتی ہے کہ خود اس کے ملک کے زر کے حوالے سے لکھی ہوئی ہنڈی کے مقابلہ میں اسٹرلنگ ہنڈی کا رواج بہت زیادہ وسیع پیمانے پر کیوں ہو۔ وہ یہ بھی خیال کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے کہ اسٹرلنگ ہنڈیوں کا استعمال، انگریزوں کے مکارانہ منصوبوں کا جزو ہے کہ ان کے ذریعے سے وہ دوسرے محبان وطن اقوام سے تجارت کا رخ ہٹا کر اپنی جانب پھیرنا چاہتے ہیں۔ معاشیات میں کوئی ایسی بحث نہیں ہے جس میں تجارت خارجہ کی بحث سے زیادہ مغالطے اور تعصبات کا دخل ہو؛ اس کی وجہ بڑی حد تک یہ ہے کہ بین الاقوامی حسد، رقابت و تنفر بلاشبہ جنگ و جدال کی قدیمی جبلّت کے حق میں تازیانہ کا کام کرتے ہیں۔ ڈالر کا مبادلہ، فرانک کا مبادلہ اور مارک کا مبادلہ، ان سب پر محض نفع و نقصان ہی کے حوالے سے نظر نہیں ڈالی جاتی، بلکہ قومی عظمت و وقار کے حوالے سے بھی کیسی بے لاگ مبصّر کے نزدیک یہ امر کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں کہ کون سی اکائی استعمال کی جاتی ہے یا کونسا ساہوکارہ کاروبار انجام دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس انتخاب کی جانب، یعنی برطانیہ کی تجارت کی نوعیت و وسعت یا امریکہ کی تجارت کی روز افزوں اہمیت کی جانب رہبری کرنے والے اسباب، کسی ملک کی مادی خوشحالی کے لیے اہمیت رکھتے ہیں اور اس پر بڑی حد تک اثر انداز ہو سکتے ہیں؛ لیکن مختلف ممالک میں سے کسی ایک ملک یا مقام یا دوسرے کو ایسا مرکز قرار دینا جس کے نام

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

ہنڈیاں معمولاً تحریر کی جائیں کوئی اہم معاملہ نہیں ہے۔

مبادلۂ خارجہ کے جس نظام کے ذریعے سے معاملات انجام پاتے ہیں، خواہ اس کی تفصیلات کچھ ہی ہوں، کسی ملک کی مجموعی درآمد، اس کی برآمد سے متوازن ہوجاتی ہے۔ مبادلات خارجہ کی حالت، خواہ وہ عام طور سے بٹہ پر انجام پائیں یا بڑھوتری پر، اس ملک کی مجموعی بین الاقوامی تجارت پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً انگلستان اپنی مصنوعات دنیا کے تمام حصوں کو برآمد کرتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان اشیائے خورونوش اور خام مال کی قیمت ادا کرتا ہے جن کا بڑا حصہ وہ ریاستہائے متحدہ سے درآمد کرتا ہے۔ اسی طرح ریاستہائے متحدہ چاے، قہوہ، کوکو، مسالہ، شکر، سن، گوند، وغیرہ اشیا منطقۂ حارہ کے گرم اور نیم گرم ممالک سے خریدتی ہیں؛ اور ان کی قیمت، براہ راست انھی ملکوں کو اشیا برآمد کرکے ادا نہیں کرتیں؛ بلکہ زیادہ تر غلہ، گوشت اور روئی انگلستان 487 اور دیگر یوروپین ممالک کو برآمد کرکے بالواسطہ ادا کرتی ہیں۔ اگر برآمد پر درآمد کی عام طور سے زیادتی ہو تو، مبادلۂ خارجہ بڑھوتری کے ساتھ طے پائیگا، اور فلز کی برآمد شروع ہوجائے گی؛ اس کے برخلاف اگر درآمد پر برآمد کی عام زیادتی ہو تو، مبادلہ بٹہ کے ساتھ طے پائے گا؛ اور فلز کی درآمد شروع ہوجائے گی۔

۵۔ اب فرض کرو کہ مجموعی درآمد کی قیمت کو ادا کرنے کے لیے مجموعی برآمد کی مقدار کفایت نہیں کرتی۔ اس صورت میں قیمت کو فلز کی شکل میں ادا کرنا ضروری ہے۔ کیا یہ فلز کسی غیر معین مدت تک باہر جاتا رہے گا؟ اور اس امر کا کس حد تک قرینہ ہے کہ اس ادائی کے لیے فاضلات مستقل طور سے قائم رہیگی؟

ان سوالات کا مسلمہ جواب اور اساسی حیثیت سے صحیح جواب یہ ہے کہ فلز کی نقل ایسی قوتوں کو وجود میں لاتی ہے جو جلدی یا دیر سے اس نقل کو روک دیتی ہیں۔ جب فلز کسی ملک سے باہر جاتا ہے تو اس ملک میں قیمتیں گھٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس ملک میں اشیا کی خریداری فائدہ مند ثابت ہوتی ہے؛ جب قیمتیں گھٹ جاتی ہیں تو، اشیا کی برآمد کو اس سے فروغ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جس ملک میں یہ فلز پہنچتی ہے وہاں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اس ملک میں اشیا بھیجکر فروخت کرنا منفعت بخش ہوجاتا ہے؛ قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے اشیا کی درآمد کو فروغ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے

باب ۳۲ مبادلات خارجہ۔

فلز کی نقل کی تحدید آپ سے آپ ہوتی ہے۔ نقل جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس نقل کے رک جانے کا قرینہ زیادہ قوی ہوگا؛ جتنی طویل مدت تک فلز کی نقل جاری رہے گی، اتنی ہی جلدی اس کے موقوف ہوجانے کا امکان ہوگا۔ تجارتی اشیا کی برآمد و درآمد، بحیثیت مجموعی اور انجام کار، ایک دوسرے کو متوازن کردیتی ہے؛ اور یہ محض قیمتوں پر مقدار زر کے اثر کا نتیجہ ہے۔

یہ جواب اپنی سیدھی سادی شکل میں ہے؛ اور وہ اساسی اصول کا بیان ہے۔ لیکن دوسرے معاشی اصول کے مثل، وہ صرف عام صنعت کی حالت پر صادق آتا ہے۔ فروع و تفصیلات میں اس میں کچھ تغیر و تبدل کرنے اور اس کی تشریح کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنک کاری، زر اور بین الاقوامی تجارت کے موجودہ نظام، سونے کی ملک بہ ملک نقل سے خلقی تضاد رکھتے ہیں۔ اس قسم کی نقل کو کم کرنے یا روکنے کی غرض سے ہر قسم کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

ان تدابیر میں سے سب سے موثر اور عام تدبیر بٹہ کی شرح کے ذریعے سے تنظیم ہے۔ سونا، زر کی کسی دوسری شکل کے مثل، آزاد اصل ہے اور مادی اشیا یا اشیائے اصل حاصل کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے؛ علاوہ ازیں وہ اصل کی ایک ایسی قسم ہے جو ہر ملک میں مساوی حیثیت سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ سونا اسی مقام پر وابس جانے کی جانب مائل ہوتا ہے جہاں اس کو بطور قرض دینے کی صورت میں سب سے زیادہ سود ملے۔ جب فلز کسی ملک سے پہلی مرتبہ باہر جاتا ہے تو، معمولاً وہ بنک کے محفوظ سرمایوں سے نکلتا ہے؛ اور جب وہ کسی ملک میں پہنچتا ہے تو بالعموم پہلے بنک کے محفوظ سرمایوں میں جاتا ہے۔ جوں جوں بنک کے ذخائر میں کمی ہوتی جاتی ہے، بٹہ کی شرح میں زیادتی ہوتی جاتی ہے؛ اور جوں جوں بنک کے ذخائر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، بٹہ کی شرح میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہی تغیرات خود فلز کی کثیر مقدار میں نقل پر حد بندی قائم کرتے ہیں۔ انگلستان، جرمنی، فرانس، آسٹریا اور دیگر ممالک کے بڑے مرکزی بنکوں نے اپنے فلزی ذخائر کی تامین کی غرض سے اپنی بٹہ کی شرحوں میں باقاعدگی کے ساتھ اضافہ اور تخفیف کی نیویارک میں وفاقی سرمایۂ محفوظ کے نظام کے قیام سے قبل کی بنک کاری کی روایات کے تحت

458

باب ۲۲ مبادلات خارجہ

بھی اسی طرح عمل کیا گیا، اگرچہ دیدہ و دانستہ اور براہ راست عزم کو اس میں کمتر دخل تھا اس نظام کے تحت، یہ طریقہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں بھی مسلّم و مقبول ہو گیا۔

کسی ملک کے طلا کے ذخیرے کی اس طرح کی "تابین" بعض اوقات معقولیت کی حد سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔ طلا کا ذخیرہ کثیر مقدار میں رکھنے کے فائدے اور فلز کی مقدار کے گھٹ جانے کے نقصان کو متعدد وجوہ سے بہت مبالغے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ایک وجہ تو ایک حد تک یہ عقیدہ ہے کہ طلا کی کثیر مقدار سیاسی یا فوجی اثاثہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قدیم تجّاری خیالات کا باقی ماندہ اثر بھی ایک حد تک وجہ ہو سکتا ہے جن کے تحت فلز کی رسد کو ملک کی دولت کا اہم ترین جزو تصور کیا جاتا تھا۔ یہ وجہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ کاروباری طبقہ ہر اس چیز کا مخالف ہے جس کا میلان قیمتوں کو کم کرنے کی جانب ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ فلز کی برآمد کو عام طور سے نقصان رساں خیال کیا جاتا ہے اور اس کو روکنے کے لیے بٹہ کی شرح کی تنظیم اور اسی طرح کی دوسری تدابیر بہت شدومد کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہیں، حالانکہ ان کا اثر ملک کی مادی خوش حالی پر زیادہ نہیں پڑتا۔ فلز کی نقل تجارت بین الاقوام کے مدوجزر کو ظاہر کرتی ہے، اور فی نفسہ کوئی خاص اہم معاملہ نہیں ہے۔ وہ عام طور سے اپنی آپ خبر گیری کرتی ہے؛ یعنی جب اہم اشیائے برآمد کی مطلوبہ اور ناگزیر ترتیب از سرنو ہو جاتی ہے تو تقریباً آپ سے آپ رک جاتی ہے۔

اب شرح بٹہ کے تغیرات کی جانب توجہ کرنا چاہئے۔ بسا اوقات سونے کی نقل یا مقدار پر ان تغیرات کا اثر اس قدر نہیں پڑتا جس قدر کہ نقل کی سمت کا اور اسوقت کا جبکہ نقل واقع ہوتی ہے۔

شرح کے اضافے کی وجہ سے مبادلات خارجہ کے ان آڑھتوں پر مزید دباؤ پڑتا ہے جو فلز کی بذریعۂ جہاز ترسیل کرنا چاہتے ہیں۔ زر پر زیادہ سود ملنے کی صورت میں زر کو ملک کے اندر ہی رکھنا زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے۔ اعلیٰ شرح سود ساہوکاروں کو اس وقت تک انتظار کرنے کی ترغیب دیتی ہے جب تک کہ تجارت خارجہ کی لہریں پلٹا کھائیں اور مبادلے کی طلب کو ترسیل زر کے بغیر پورا کرنے کے قابل بنائیں۔ یا وہ ایسے اشخاص کو اس امر پر بھی مائل کر سکتی ہے کہ کسی دوسرے ملک سے بذریعۂ جہاز زر منگوائیں۔ اگر انگلستان میں ذخائر میں نقد کی مقدار کم ہو اور بٹہ کی شرح اعلیٰ ہو، اور جرمنی میں اس کے

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

برعکس صورت حالات ہو تو، انگلستان کے ساہو کار جرمنی کے نام کی ہنڈیاں خرید سکتے ہیں اور جرمنی سے ریاستہائے متحدہ کو فلز بذریعہ جہاز روانہ کرنے کا ذریعہ فراہم کر سکتے ہیں۔ بٹہ اور مبادلہ کی شرحوں کی بہت چھوٹی چھوٹی کسور اور ان کسور کے بہت باریک اور موشگافی کے حسابات کسی نہ کسی جانب لہروں کو پلٹا دینے کے لیے کفایت کرتے ہیں۔

تجارت بین الاقوام کے لین دین کا ایک اور شعبہ بھی بنک کی بٹہ کی شرحوں کی تبدیلی سے وابستہ ہے؛ اور وہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو تمسکات کی نقل ہے۔ یہ بین الاقوامی قرض کے لین دین کے عام عمل کا جزو ہے، جس کے متعلق آئندہ باب میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اس مقام پر یہ کہہ دینا کافی ہے کہ کسی ایک ملک میں تمسکات کی قیمتیں عام طور سے شرح بٹہ سے معکوس طریقے پر متاثر ہوتی ہیں؛ یعنی جب شرح بٹہ میں تخفیف ہوتی ہے تو قیمتیں بڑھ جاتی اور شرح بٹہ کے اضافے کے ساتھ گھٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ بین الاقوامی بازار رکھنے والے تمسکات، حسابات کے تصفیے کے لیے فلز کی بجائے بھیجے جائیں۔ دلالی کی بھی فرمیں ہوتی ہیں، جن کا کاروبار مختلف بازاروں مثلاً لندن، برلن، پیرس اور نیویارک میں اس قسم کے تمسکات کی قیمتوں کے تغیرات سے واقفیت رکھنا ہوتا ہے؛ اور وہ ایک قلیل منافعہ پر ایک مرکز میں تمسکات خریدتے اور دوسرے میں فروخت کرتے ہیں؛ چنانچہ اس قسم کے کاروبار، مبادلات خارجہ کے بازار پر بہت بڑی حد تک منحصر ہوتے ہیں، اور وہ خود اسی بازار پر مستعدی کے ساتھ اثر ڈالتے ہیں۔

لیکن کسی قسم کی تدبیر، سونے کی نقل کو روکنے میں یا قیمتوں پر اس کے آخری اثر کو زائل کرنے میں کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ تمام تدابیر محض اس کی نقل کو منظم و متوازن کرتی ہیں، یعنی سونے کو دفعۃً کثیر مقدار میں منتقل ہونے سے اور خلل ڈالنے والے اچانک اثرات پیدا کرنے سے روکتی ہیں۔ جب توازن حسابات مسلسل کسی ملک کے موافق ہو تو اس میں فلز کی درآمد ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سونا مستقل طور سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اہم مرکزوں میں کوئی ایک مہینہ بھی ایسا نہیں جاتا جس میں بذریعہ جہاز سونے کی درآمد یا برآمد نہ ہوتی ہو۔ جب کسی ملک کی برآمد کی کثیر اور مسلسل زیادتی کی وجہ سے توازن حسابات اس ملک کے موافق ہو تو، سونا نہ صرف اس ملک میں منتقل ہوتا ہے؛ بلکہ اس کی نقل کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ تغیرات

کی وجہ سے، اور ملکوں کے مابین حسابات میں توازن پیدا ہوجانے کی وجہ سے بتدریج مساوات قائم ہوجائے۔

یہ نتیجہ بعض اوقات سونے کی نقل کے بغیر بھی رونما ہوتا ہے، یا سونے کی نقل ہوتی بھی ہے تو اس طرح ہوتی ہے کہ وہ بظاہر کسی طرح نتیجے کے تناسب نہیں معلوم ہوتی۔ ممکن ہے کہ کوئی ملک زر کاغذی رائج کررہا ہو؛ یا اپنے بنک کے نوٹوں یا امانتوں میں اضافہ کررہا ہو؛ اس عمل کا نتیجہ سونے کو رواج سے ایک حد تک خارج کرنے کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں ایک طرف زر کاغذ جاری رہتا ہے اور دوسری طرف سونے کی بھی کچھ مقدار موجود رہتی ہے؛ نتیجہ یہ کہ سونے کی کثیر درآمد کے بغیر اس میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملک ایسا ہو جس میں سونے کی کان موجود ہو۔ سونے کی کان والا ملک معمولاً اپنی بین الاقوامی تجارت کے دوران میں سونا برآمد کرتا ہے؛ لیکن جب اس کی دیگر اشیا کی برآمد کثیر مقداروں میں ہو تو، ممکن ہے کہ سونے کی وہ مقدار اس کے حدود کے اندر ہی رہے جو اسکی برعکس صورت میں باہر چلی جاتی۔ ریاستہائے متحدہ سونے کے ایک اہم کان کن ملک ہیں، تاہم ۱۸۷۹ء میں فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری ہونے کے بعد متعدد عشروں (۱۰ سال کا عرصہ) تک کانوں سے نکلی ہوئی کل پیداوار ملک کے اندر ہی رہی؛ بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ اس کے علاوہ سونے کی کثیر مقدار درآمد بھی کی گئی۔ اس طرح فلز کی رسد جو بتدریج جمع ہوتی گئی، برآمد کی مسلسل زیادتی کا نتیجہ تھی؛ اور اس کا اثر یہ ہوا کہ قیمتوں میں اضافے کی جانب میلان رونما ہوا۔

ان تغیر پیدا کرنے والے تمام عاملین کا نتیجہ یہ ہے کہ سونا ایک ملک سے دوسرے ملک کو وقت واحد میں بالعموم کثیر مقداروں میں نہیں بلکہ قلیل مقداروں میں منتقل ہوتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک ملک میں اور کبھی دوسرے میں جاتا ہے؛ اور بسا اوقات کانوں سے نکلی ہوئی تازہ رسد بھی ایک حد تک غیر محسوس طریقے پر منتقل و تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ معمولی نقل کی اضافی کمی کی وجہ زیادہ تر یہ واقعہ ہے کہ بین الاقوامی تجارت نے، جو ایک مدت دراز سے قائم ہے، قیمتی فلز کی تقسیم ایسے طریق پر کی ہے اور مختلف ملکوں میں قیمتوں کی سطحیں اس طرح قائم کی ہیں کہ ان ملکوں کے مبادلات بڑی حد تک ایک دوسرے کو متوازن

کر دیتے ہیں۔ صرف اس صورت میں جبکہ بڑے اور اہم معاشی تغیرات واقع ہوتے ہیں، قیمتی فلز کی کثیر مقدار منتقل ہوتی ہے؛ مگر اس صورت میں بھی یہ نقل عام طور سے کئی سالوں پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ خود امریکا، جو اپنی متعدد معاشی خصوصیات میں عدیم النظیر ہے، اس بارے میں عام صورت حالات کے مقابلے میں سب سے نمایاں استثنیات پیش کرتا ہے۔ مثلاً یہاں بہت جلد جلد، یعنی: فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری ہونے کے بعد ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۱ء میں، اور پھر ۱۸۹۶ء تا ۱۸۹۷ء میں، سخت کساد بازاری کے دور کے اختتام پر، درآمد اور برآمد کے تناسب میں عظیم تغیر واقع ہوا؛ اور اس کی وجہ سے سونے کی درآمد دفعۃً اور کثیر مقدار میں ہوئی؛ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیمتوں میں معقول حد تک اور سریع اضافہ عمل میں آیا۔

461

سونے کی نقل ایک ملک سے دوسرے ملک میں معمولاً اس قدر خفیف اور غیر اہم ہوتی ہے اور بین الاقوامی لین دین کی پیچیدگی کے باعث جو مدوجزر واقع ہوتے ہیں انکی وجہ سے نقل کے پوشیدہ ہوجانے کا اس قدر زیادہ امکان ہوتا ہے کہ، بعض مصنفوں نے اس کی بنا پر اس نظریے کو ٹھکرا دیا ہے کہ بین الاقوامی قیمتوں کے تغیرات کی وجہ سے درآمد و برآمد اشیا میں تسویہ ہوتا ہے۔ پھر بھی اس نظریے کے بغیر واقعات کی تشریح کرنا اور خاص کر اشیا کی درآمد و برآمد کی قیمتوں کے تسویے کی توجیہ کرنا ناممکن ہے قیمتوں پر سونے کی مقدار کا اثر، گو اس کی نقل سست رفتار اور ہر قسم کے خلل پیدا کرنے والے اسباب کے تابع ہوتی ہے، ایک دائمی اور بنیادی قوت ہے جو نہ صرف فلز کی بین الاقوامی تقسیم کو متعین کرتی ہے؛ بلکہ، جیسا کہ آنے والے بابوں سے ظاہر ہوگا، مختلف ملکوں میں سونے کی قوتِ خرید کے تغیرات کو متعین کرتی ہے، اور اس طرح بین الاقوامی تجارت سے وصول ہونے والے منافع میں ان ملکوں کے حصوں کی کمی بیشی کو بھی متعین کرتی ہے۔

۶۔ بین الاقوامی مبادلات کا انحصار معمولاً مختلف ممالک کے طلائی سکوں، مثلاً ڈالر، پاونڈ، مارک، فرانک وغیرہ کے معادل پر ہوتا ہے۔ لیکن سب ملکوں میں معیار طلا رائج نہیں ہے؛ اور جہاں کہیں زر کے نظام کی بنیادیں مختلف ہوتی ہیں، وہاں، بظاہر مبادلات خارجہ میں پیچیدگی رونما ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ”غیر منظم مبادلات“ کے مظاہر رونما ہوتے ہیں۔

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

مثلاً برطانوی ہند میں ۱۸۹۳ء تک نقروی بنیاد قائم تھی، اور زر کی اکائی چاندی کا روپیہ تھی۔ ہندوستان کی تجارت زیادہ تر برطانیہ عظمیٰ سے تھی جس کا زر طلا پر مبنی تھا۔ برطانوی برآمد کرنے والے کو جو اشیا ہندوستان میں فروخت کرتا تھا ہندوستان کے نام کی ہنڈی فروخت کرنی پڑتی تھی، یعنی ایسی ہنڈی فروخت کرنی پڑتی تھی جو چاندی کے سکے میں قابل ادائی تھی۔ ہندوستانی برآمد کرنے والے کو جو انگلستان میں اپنی اشیا فروخت کرتا تھا، ایسی ہنڈی فروخت کرنی پڑتی تھی جو طلائی سکے میں قابل ادائی ہوتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ہنڈی کی قیمت، مبادلات خارجہ کے معمولی تغیرات، یعنی درآمد اور برآمد کے تعلقات کے تغیرات اور مطلوبہ ادائی کرنے کے لیے ہنڈیوں کی کمی اور زیادتی سے متاثر ہوتی تھی۔ لیکن چاندی کی قیمت بحوالۂ طلا کا بھی کچھ کم براہ راست اثر نہیں پڑتا تھا۔ چنانچہ جونہی چاندی کی قیمت گھٹتی انگلستان کے برآمد کرنے والے تاجر کی ہندوستان کے نام کی ہنڈی کی قدر انگلستان میں گھٹ جاتی تھی؛ یعنی چاندی کی ہنڈی کے عوض کم ساورن اس کو مل سکتے تھے۔ اسی قسم کے حالات کے تحت، یعنی اس وقت جبکہ چاندی کی قیمت گھٹ رہی ہو، ہندوستان کے برآمد کرنے والے تاجر کی ہنڈی کی قدر بڑھ جاتی تھی؛ اور اس کے عوض وہ زیادہ روپیہ حاصل کرسکتا تھا۔ یہ صورت حالات ہندوستان سے انگلستان کو اشیا برآمد کرنے کے حق میں مہیج کا کام کرتی تھی، اور انگلستان سے ہندوستان کو اشیا کی برآمد میں مزاحم تھی۔ ہندوستان سے اشیا برآمد کرنے پر ایک طرح کی امداد مل جاتی تھی، اور اس امداد کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ اس کی بنا پر ان اشخاص کو سخت شکایت تھی جن کی صنعتیں ہندوستانی مقابلے کی وجہ سے متاثر ہوتی تھیں۔

462

اگر یہ صورت حال ترقی یافتہ ممالک کے مابین رونما ہوتی تو مستعدی کے ساتھ فوراً نظام زر کی اصلاح اور از سر نو ترتیب عمل میں آتی؛ لیکن ہندوستان میں اس وجہ سے یہ صورت حال بدستور قائم رہی کہ یہاں قیمتیں اپنے آپ کو سونے اور چاندی کے نئے تناسب کے مطابق نہ بنا سکیں۔ چاندی ہندوستان میں برابر درآمد ہوتی رہی اور اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں میں لازمی طور سے اضافہ ہوا۔ لیکن یہاں کی کروڑوں کی کاہل اور کثیر آبادی میں جہاں رسم و رواج کی سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے اور تقریباً قرون وسطیٰ کے سے حالات موجود ہیں، قیمتوں میں بہت دھیما اضافہ ہوا۔ صنعتوں میں خاص کر زیورات کے

باب ۲۳ مبادلات خارجہ

طور پر، چاندی کی کثیر مقدار استعمال ہونے کی وجہ سے چاندی کا بڑا حصہ زر کے کام انجام دینے سے محروم رہا۔ علاوہ ازیں چاندی کی قیمت بحوالۂ طلا میں سال بہ سال کمی ہوتی گئی؛ اور اگرچہ ہندوستان میں اشیا کی قیمتیں کچھ تھوڑی سی بڑھ سکتی تھیں، لیکن ایک طرف اشیا کی قیمتوں اور دوسری طرف چاندی کی بازاری قیمت اور مبادلات خارجہ کی شرحوں کے باہمی تخالف و تضاد کو قائم رکھنے میں، چاندی کی قیمت کی مسلسل تخفیف نے، بڑی مدد دی۔ اس طرح درآمد و برآمد اشیا پر غیر معمولی قوتوں نے اثر ڈالا؛ ان میں سے ایک قوت بظاہر غیر معمولی مبادلہ خارجہ کی تھی؛ لیکن حقیقی قوت یہ تھی کہ ہندوستان میں چاندی کی نئی قیمت کے مطابق نظام کو منظم کرنے کا عمل بہت دھیما تھا۔

۷۔ غیر بدل پذیر زر کاغذی کی وجہ سے بھی اسی قسم کے خلل ڈالنے والے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں اس قسم کے زر کے رواج کی وجہ سے قیمتی فلز رواج سے ہٹ گئے ہوں، اور جہاں اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہو اور طلا پر بڑھوتری وصول ہوتی ہو وہاں بھی، مبادلات خارجہ پر دو قسم کے اثرات عمل کرتے ہیں؛ ایک تو درآمد و برآمد کی وجہ سے توازن حسابات کا معمولی تغیر و تبدل، اور دوسرے زر کاغذی کی قدر کی کمی۔ ریاستہائے متحدہ میں زر کاغذی کے رواج کے زمانے میں (از ۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء) لندن کے نام کی ہنڈیاں نیو یارک میں ایسی قیمت پر فروخت ہوئیں جس کا تعین زیادہ تر طلا کی قیمت بحوالۂ امریکی زر کاغذی کی بنا پر ہوتا تھا۔ لندن کے نام کی ہنڈیاں طلا کے معادل تھی؛ یعنی اس طلا کے معادل تھی جو ہنڈی کی میعاد ختم ہونے پر اس سے مل سکتا تھا اور اس تاخیر کے تابع تھا جو اس (سونے) کو لندن سے نیو یارک لانے میں واقع ہو سکتی تھی۔ جب برآمد نسبتہً زیادہ ہوتی تو، لندن کی ہنڈی ایسی بڑھوتری پر فروخت ہوتی تھی جو طلا کی مروجہ بڑھوتری کے معادل سے کم ہوتی تھی؛ اور جب درآمد نسبتہً زیادہ ہوتی تو، لندن کی ہنڈی ایسی بڑھوتری پر فروخت ہوتی تھی جو اس معادل سے زیادہ ہوتی تھی۔ رہا ان حالات کے تحت مبادلۂ خارجہ کا سبب، تو داخلی طلا کی بڑھوتری کے متعلق تغیرات، ان تغیرات سے بالعموم زیادہ اہم ہوتے ہیں جو شرح مبادلہ پر فی نفسہٖ اثر ڈالتے ہیں؛ اس لیے کہ مبادلۂ خاص کے تغیرات کے حدود تنگ ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس فلز کی بڑھوتری کے حدود امکانی طور سے وسیع ہوتے ہیں۔

469

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

ایسے زمانے میں مبادلات خارجہ کی قیمت، بہت واضح طور سے زرکاغذی کی حالت کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر مبادلے کی بڑھوتری نقطۂ ترسیل طلا کی بڑھوتری سے زیادہ ہو تو وہ بالعموم زرکاغذ کی قدر کی کمی کی پہلی علامت ہوتی ہے۔

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم میں اسی قسم کے حالات رونما ہوئے؛ مگر ان دو ملکوں کی حیثیتیں سابقہ حیثیت کے برعکس تھیں۔ جنگ شروع ہونے کے پہلے ہی سال میں برطانیہ عظمیٰ کا زر، غیر بدل پذیر زرکاغذی ہوگیا؛ اس کے برخلاف ریاستہائے متحدہ میں سونے کی شکل میں ادائی کرنے کا طریق جاری رہا۔ لندن میں اس وقت تک بھی نیویارک کے نام کی ہنڈی سونے کے معادل ہی رہی اور سونے کی بڑھوتری کے بالمقابل عام طور سے ہنڈی پر بڑھوتری ملتی تھی۔ لیکن نیویارک میں لندن کے نام کی ہنڈی ایسی قیمت پر فروخت کی جاتی تھی جو ساورن کے مشمولہ سونے کی قیمت سے بہت کم تھی۔ جرمنی، آسٹریا اور روس کا ذکر تو درکنار فرانس، اٹلی اور بلجیم میں زرکاغذی کے بہ افراط جاری ہونے اور اس کی قیمت گھٹ جانے کی وجہ سے دنیا کے اکثر حصوں میں مبادلات خارجہ کی حالت غیر منظم ہوگئی۔

زرکاغذی کے اجراء سے پیدا شدہ بدنظمئ مبادلات، تخمین کے لیے خاص سہولت اور ترغیب بہم پہنچاتی ہے۔ ہنڈی اگر ایسے ملک کے نام لکھی جائے جس کے زرکاغذی کی قدر گھٹ گئی ہو تو، اس ہنڈی سے سونے پر قدرت و قابو حاصل ہونا موقوف ہو جاتا ہے؛ اور اس کی قدر میں ثبات پذیری نہیں رہتی۔ ایسی ہنڈی صرف اسی ملک کی قابل فروخت اشیا پر قدرت عطا کرتی ہے جس کے نام وہ لکھی جاتی ہے۔ مثلاً ۱۹۱۹ء میں پیرس کے نام کی ہنڈی کا امریکن حامل یا قابض اس ہنڈی کو صرف کاغذی فرانک کے حوالے سے نقد میں تبدیل کرا سکتا تھا؛ اور اس کاغذی فرانک سے وہ فرنسیسی اشیا خریدنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سوال کہ وہ اس ہنڈی کو نیویارک میں کس قیمت پر فروخت کر سکتا تھا، بڑی حد تک قیاس پر مبنی تھا۔ ہنڈی کا خریدار صرف یہ کر سکتا تھا کہ ہنڈی کو پیرس بھیجدے اور وہاں کاغذی زر حاصل کرکے فرانسیسی اشیا خریدے اور یہ اشیا ریاستہائے متحدہ میں فروخت کی غرض سے درآمد کرے۔ نیویارک میں اس ہنڈی کی قیمت کا مدار، جو مختصر مدت میں رسد و طلب کے عمل سے کم و بیش قرار پاتی ہے، انجام کار اس قسم کے پیچیدہ کاروبار

464

باب ۲۲ مبادلات خارجہ

سے نفع ملنے کے مواقع پر ہوگا۔ فرانس میں برآمد کے لیے دستیاب ہونے والی اشیا کی قیمتیں، ریاستہائے متحدہ امریکا (یا دوسرے ممالک) میں فروخت ہونے والی ان ہی اشیا کی قیمتیں، درمیانی اشخاص کا وہ سلسلہ جن کے ذریعے سے ان اشیا کا گزرنا ضروری ہے، قطعی حالت سے پیشتر کی غیر یقینی صورت، ان سب حالات نے فرانسیسی مبادلے کی قیمت کو شدید قسم کے تغیرات کا تابع کر دیا تھا۔ جب کبھی زر کاغذی ضرورت سے زیادہ کثیر مقدار میں جاری کیا جائے گا اور مبادلات خارجہ میں نمایاں بدنظمی رونما ہوگی اس وقت، یہی صورت پیدا ہوگی۔ شرحوں میں نہ صرف سرعت کے ساتھ تبدیلی ہوگی؛ بلکہ شرحیں، افواہ اور تخمینی کاروبار اور اس کے الٹ پھیرے بہت تیزی کے ساتھ متاثر ہونے لگتی ہیں۔ شرحوں کی عام سطح کو متعین کرنے والے اساسی اسباب کا اثر وہ بہت آہستہ اور نامکمل طریقے سے قبول کرتی ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن ملکوں میں زر کاغذی قدر گھٹ گئی ہو ان کے ساتھ جب دوسرے ملک تجارت کریں گے تو اس تجارت کی نوعیت سٹا بازی کی سی ہو جائے گی؛ اور وہ ایسے اثرات کے تابع ہو جائے گی جس کا کوئی شخص پہلے سے اندازہ نہیں قائم کر سکتا۔ جیسا کہ ان صورتوں میں اکثر ہوتا ہے، اس کاروبار میں کام کرنے والے تاجر اور درمیانی اشخاص، اگرچہ بڑے خطرات میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں اور نقصانات برداشت کرنے کا امکان بھی ہوتا ہے، اپنی وساطت سے طے شدہ کاروبار سے بحیثیت مجموعی کثیر منافعہ وصول کرتے ہیں۔

اس ملک میں جہاں زر کاغذی کی قدر گھٹ گئی ہو ایسی ہنڈیوں کی قیمت جو معیار طلا والے ملک کے نام لکھی گئی ہو، اور خود طلا کی قیمت، یعنی طلا کی بڑھوتری ساتھ ساتھ متغیر ہوتی ہے؛ اور اس ہم آہنگی میں ان معمولی اسباب اختلاف کی بنا پر تغیر ہوتا ہے جنھیں ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اس قسم کے ملکوں کی حکومتوں نے سونے کی براہ راست فروخت کی ممانعت کر دی، گو کہ اس سیدھے سادے طرز عمل پر شتر مرغ والی ضرب المثل صادق آتی ہے جو طوفان سے بچنے کے لیے صرف اپنا سر ریت کے اندر چھپا لیتا ہے، اور باقی جسم کی حفاظت کی فکر نہیں کرتا۔ مبادلات خارجہ کے لین دین کا سلسلہ اس وقت تک لازمی طور سے قائم رہے گا جب تک کہ خود تجارت خارجہ کا سلسلہ قائم ہے، اور اس لین دین کے ذریعے سے زر کاغذی کی قدر کی کمی بھی بہت واضح طور سے بحوالۂ طلا معلوم ہوتی ہے لیکن یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ زر کاغذی کی قدر کی اصلی کمی، یعنی

465

قیمتوں کا اضافہ، نہ تو طلا کی بڑھوتری سے پوری طرح تطابق رکھتا ہے اور نہ ان ہنڈیوں کی شرح سے جو معیار طلا والے ملکوں کے نام لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ طلا کی بڑھوتری اور اشیا کی قیمتوں کے باہمی تخالف یا عدم تطابق کا اثر تجارت بین الاقوام پر خاص طور سے پڑتا ہے؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ معیار طلا اور معیار نقرہ والے ملکوں کی باہمی تجارت کی صورت میں ہوتا ہے[1]۔

علاوہ ازیں بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثرات مبادلات خارجہ کی وجہ سے پیدا ہوئے؛ تاہم واقعہ یہ ہے کہ ان کا باعث خارجی ہنڈیوں کی قیمت (یعنی فلز کی بڑھوتری) اور اشیا کی قیمتوں کی سطح کا باہمی عدم تطابق ہوتا ہے۔ اگر فلز کی بڑھوتری اشیا کی قیمتوں سے نسبتہً زیادہ ہو تو، برآمد کے حق میں مہمیز ہوتی ہے، اس لیے کہ برآمد کرنے والا جو بیرونی سونے کے بازار میں فروخت کرتا ہے، مروجہ زر کاغذی کی زیادہ مقدار پاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک زمانے کے بعد یہ اثر برآمد کردہ اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کرنے اور اشیا کی برآمد کو بڑھانے کا موجب ہوتا ہے؛ ان کی قیمت دوسری اکثر اشیا کے مقابلے میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر فلز کی بڑھوتری عام قیمتوں سے نسبتہً کم ہو تو، درآمد کے حق میں مہمیز ہوتی ہے، اس لیے کہ درآمد کرنے والے کو اپنی اشیا کی قیمت ادا کرنے میں نسبتہً زیادہ آسانی ہوتی ہے؛ اور اسی وجہ سے درآمد کردہ اشیا کی مقدار نسبتہً بہت بڑھ جاتی ہے اور انجام کار ارزاں ہو جاتی ہے۔ بعض مصنفوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ کم قدر کاغذی زر، برآمد کے حق میں ہمیشہ مہمیز کا کام کرتا ہے اور درآمد پر روک قائم کرتا ہے۔ لیکن یہ کہنا بظاہر بے بنیاد ہے کہ وہ لازمی طور سے برآمد پر یا درآمد پر اس طرح اثر ڈالتا ہے۔ اس قسم کا اثر، طلا کی بڑھوتری اور زر کاغذی کی حقیقی کم قدری کے باہمی عدم تطابق پر منحصر ہوتا ہے۔ جو کسی سمت میں بھی کمی بیشی کی بنا پر رونما ہو سکتا ہے۔

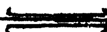
علاوہ ازیں برآمد سے درآمد کی نسبت، فلز کی بڑھوتری پر متبادل اثر ڈالتی ہے۔ اگر اشیا کی برآمد بڑھ جائے؛ جیسا کہ فصلی تغیرات یا طلب کی بدلی ہوئی حالت کی وجہ سے اس کا فوری امکان ہوتا ہے تو، بیرونی ممالک (اور خاص کر فلز استعمال کرنے والے ملکوں) کے

[1] دیکھو باب سوم فصل (۲)

باب ۳۲ مبادلات خارجہ

تام کی ہنڈیاں زیادہ مقدار میں فروخت کے لیے پیش کی جائیں گی۔ ایسی صورت میں خارجی ہنڈیوں کی قیمت گھٹ جاتی ہے، اور فلزی کی بڑھوتری بھی لازمی طور سے اس کے ساتھ گھٹ جاتی ہے۔ اگرچہ انجام کار زر کاغذی کی کم قدری اور فلز کی بڑھوتری، زر کاغذ کی اضافی مقدار بمقابلۂ مقدار اشیا پر مبنی ہو گی؛ لیکن تجارت خارجہ کی حالت کا اور فی الوقت برآمد سے درآمد کی نسبت کا بہت قریبی اثر پڑے گا۔ زر کاغذی کے نظام سے فلزی بنیاد کی جانب رجوع ہونے کی تیاری کرنے والا ملک، اگر اس مرور کے لیے مقرر کردہ دور اتفاقاً ایسا ہو کہ اس میں اشیائے تجارت کثیر مقدار میں برآمد ہوں اور مبادلے کی شرح کم ہو تو، فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری کرنے کو نسبتہً بہت آسان پائے گا۔ اکثر دوسرے معاملات کے مثل اس معاملے میں بھی اکثر لوگ قلیل المدت اور طویل المدت قوتوں کے اثر کو ایک دوسرے سے مخلوط کر دیتے ہیں۔ کم قدر زر کاغذی رکھنے والے ملک کے واضعان قوانین اور فن مالیات کے مصنف نہایت عاقلانہ طور سے یہ کہتے ہیں کہ فلزی ادائی کے طریق کو از سر نو جاری کرنے سے پیشتر تجارت خارجہ میں موافق "توازن" کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ مگر وہ یہ معلوم کرنے سے قاصر ہوتے ہیں کہ یہ موافق توازن، یعنی درآمد پر برآمد کی زیادتی، فی نفسہٖ اشیا کی قیمتوں کی کمی کا نتیجہ ہے؛ اور یہ کہ فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری کرنے کے بعد اس موافق توازن کو صرف اس وقت قائم رکھا جا سکتا ہے جبکہ ان کے ملک میں قیمتیں ایسی سطح تک گھٹا دی جائیں جہاں تک وہ طلائی بنیاد قائم ہونے کی صورت میں رہتیں۔ اور قیمتوں کا اس طرح گھٹانا صرف اس صورت میں ممکن ہے جبکہ زر کاغذی کی بلا کو دلیری اور جرأت کے ساتھ ہٹا دیا جائے۔

466



باب سی و سوم

بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

(۱) اشیائے تجارت کی برآمد و درآمد کے علاوہ دوسری مدیں۔ قرض کا لین دین اور درآمد برآمد زر ان کا اثر۔ تمسکات کا بین الاقوامی کاروبار۔ (۲) سیاحوں اور مسافروں کے مصارف۔ داخلی توطن اختیار کرنے والوں کی ریاستہائے متحدہ سے ترسیلات۔ اخراجات نقل و حمل۔ (۳) معادن رکھنے والے ملک کی حیثیت۔ (۴) ریاستہائے متحدہ کی بین الاقوامی تجارت (سنہ ۱۸۷۶ء تا سنہ ۱۹۰۸ء) کی مثال۔ (۵) موافق اور مخالف توازن تجارت کا تصور۔ کاروباری طبقہ کا معمولی طرز عمل۔ فی الجملہ درآمد یا برآمد کی زیادتی نقصان یا نفع کی علامت نہیں ہے؛ خاص کر ملکوں کی باہمی تجارت میں تو سب سے کم۔

۱۔ گزشتہ باب میں تجارت خارجہ پر اس طرح سے بحث کی گئی کہ گویا خارجی ادائیوں کے توازن کی مدیں، صرف تجارتی اشیا کی درآمد و برآمد ہی پر مشتمل تھیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دوسری بسا اوقات اہم مدیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

ان میں سے سب سے اہم اور قابل ذکر مد "قرضہ جات" ہیں، جن کا لین دین ملکوں کے مابین ہوتا ہے؛ یعنی جو بالعموم ایک ملک کے باشندوں یا تجارتی انجمنوں کی جانب سے دوسرے ملک کے افراد اور انجمنوں کو دیئے لیے جاتے ہیں۔ حکومتوں کا قرضے حاصل کرنا بھی عام ہے، اور قرض دینے والے بسا اوقات غیر ممالک کے افراد یا تجارتی انجمنیں ہوتی ہیں۔ گاہ گاہ ایک ملک کی حکومت دوسرے ملک کی حکومت کو براہ راست

۲۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

قرضہ دیتی ہے؛ چنانچہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے زمانے میں اس قسم کا کاروبار بکثرت انجام پایا۔ لیکن اس عظیم الشان انقلابی دور میں جتنے معاشی واقعات ظہور پذیر ہوئے ان میں سے اکثر کی طرح یہ کاروبار اور معاملات بھی بہ لحاظ نوعیت عدیم النظیر تھے۔

قرضوں کے بین الاقوامی لین دین بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عام بین الاقوامی کاروبار اور معاملات کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، ان کو بیان کرنے کا ایک خاص طرز رائج ہے؛ کہ گویا معاملات افراد کے مابین طے نہیں پاتے بلکہ قوموں کے درمیان طے پاتے ہیں؛ مثلاً یہ کہ جرمنی نے ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے فرانس کے ہاتھ اشیا فروخت کیں، یا ریاستہائے متحدہ نے من حیث المجموع انگریزوں کی قوم سے قرضہ حاصل کیا وغیرہ۔ عام طور سے اور سادہ حالات میں جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ حکومتیں اور قومیں بحیثیت مجموعی عمل کرتی ہیں، بلکہ محض یہ کہ ایک ملک کے افراد دوسرے ملک کے افراد سے لین دین کرتے ہیں؛ مثلاً ہماری موجودہ بحث کی مثال میں ایک ملک کے افراد دوسرے ملک کے افراد کو یا جیسا کہ ممکن ہے دوسرے ملک کی حکومت کو قرضہ دیتے ہیں۔ ملکوں کو اشخاص قرار دینے کی رسم اگرچہ اختصار کی حد تک بالعموم بہت سہولت پیدا کرتی ہے، لیکن اس میں حقیقی صورت حال کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنے کا امکان بھی ہے، اور اس سے بعض اوقات خلاف عقل اور نامناسب تعصبات رونما ہو جاتے ہیں۔ 468

فرض کرو کہ ریاستہائے متحدہ کے چند باشندے انگلستان کے بعض اشخاص سے قرضہ حاصل کرتے ہیں۔ اس قسم کا معاملہ ریاستہائے متحدہ میں زر کو مشغول کرنے کے خیال سے کیا جاتا ہے؛ اور قرضہ دینے والے بالعموم انگلستان کے ساہوکار ہوتے ہیں، جن کے اوپر امریکا کے قرض گیروں کو ہنڈی لکھ کر قرض دی ہوئی رقم حاصل کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اہل امریکا کے پاس لندن کے نام کی ہنڈیاں فروخت کے لیے موجود ہوتی ہیں۔ اگر درآمد و برآمد پہلے متوازن ہوگئی ہو تو اب نیویارک میں درآمد کرنے والے لندن کے نام کی جتنی ہنڈیاں خریدنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ فروخت کی غرض سے پیش ہوں گی۔ نتیجہ یہ کہ مبادلۂ خارجہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے اور ریاستہائے متحدہ میں فلزکی درآمد ہونے لگتی

باب ۳۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

ہے۔ اگر حقیقت میں امریکا کے یہی قرض گیرندے اتفاقیہ طور سے انگلستان میں اشیا خرید کریں، مثلاً اگر وہ ریلوں کے منصوبہ ساز ہیں اور فوراً ہی ریل کی پٹریاں انگلستان میں خرید لیں (اور اس طرح کا کاروبار انیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے ربع حصوں میں عام طور سے ہوتا تھا) تو، وہ ایسی صورت میں اپنی لندن کے نام کی ہنڈیاں ریل کی پٹریاں بنانے والوں کے ہاں براہ راست لندن بھیج سکتے ہیں۔ اس طرح جو قرضہ لندن میں دیا گیا ہے وہ وہاں سے اشیا کی فوری درآمد کرکے اور فلز کی درآمد کے بغیر وصول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عام طور سے ایسا نہیں ہوتا کہ جس وقت قرضہ لیا جائے اسی وقت اشیا بھی خریدی جائیں۔ قرضہ لینے والے کو عام طور سے زر یا قوت خرید کی احتیاج ہوتی ہے؛ وہ اس قوت خرید کو اپنے ہی ملک میں استعمال کرسکتا ہے، یا قرضخواہ یا لین دار کے ملک میں، یا کسی تیسرے ملک میں استعمال کرسکتا ہے۔ اس کا قرینہ ہے کہ اس قرضے کی وجہ سے قرض گیرندے کے ملک میں اولاً مبادلۂ خارجہ کی قیمت گھٹ جائے، اور اس میں فلز کی درآمد شروع ہوجائے[1]۔

460

لیکن اگر یہی سلسلہ سال بہ سال جاری رہے تو، تجارت خارجہ پر اس کا اثر وہی ہوگا جیسا کہ انگلستان میں درآمد کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا۔ لیکن فلز کی درآمد کا سلسلہ

---

[1] ۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ یورپ کے زمانے میں ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے اپنے حلیفوں کو جو کثیر المقدار قرضہ (یعنی تقریباً دس کھرب ڈالر) دیا اس میں قرضہ حاصل کرنے والے بیرونی ممالک کو قرض دہندہ ملک میں عدیم المثال طریق پر اشیا خرید کرنی پڑیں۔ معاہدے کی رو سے یہ واضع طور سے طے پایا تھا یا تصریح تھا کہ ریاستہائے متحدہ کی حکومت سے جو رقم بطور قرض حاصل کی جائے وہ ریاستہائے متحدہ ہی میں خرچ کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک بیرونی ممالک کا تعلق تھا زر کو ہاتھ لگانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ برطانیہ، فرانس، اٹلی اور دیگر حکومتوں کو جتنا جتنا قرضہ دیا گیا تھا وہ حکومت امریکا کے خزانے کی کتابوں میں ان ملکوں کی جمع کردہ اماتوں کے طور پر علی الترتیب درج کردیا گیا؛ اور ان مختلف ملکوں کے گماشتے ریاستہائے متحدہ کے حدود کے اندر اشیا خریدتے تھے اور فروشندوں کو خزانے کے نام چک لکھ دیتے تھے۔ اس زمانے میں کسی بیرونی ملک کو بھی قرضے کی رقم بصورت نقد ادا کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ ان کے قرضہ واپس کرنے کے تحریری وعدے کے مبادلے میں انھیں محض اشیا حوالے کی گئیں، اور ان کی فوراً برآمد کردی گئی۔ قرضہ جات بجوائے زر اور اشیائے تجارت

باب ۱۱۔ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن۔

غیر معین مدت تک جاری نہیں رہے گا۔ انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں میں کچھ ایسے تغیرات واقع ہوں گے کہ ان کی بنا پر انگلستان سے اشیا کی برآمد اور ریاستہائے متحدہ میں اشیا کی درآمد بڑھ جائے گی۔ ریاستہائے متحدہ میں درآمد ہونے والی اشیا لازمی طور سے انگلستان سے نہ آئیں گی؛ ممکن ہے کہ امریکا کسی تیسرے ہی ملک سے کثیر مقدار میں اشیا درآمد کرے اور انگلستان بھی کسی تیسرے ملک میں اپنی اشیا کثیر مقدار میں برآمد کرے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ واقع ہوں۔ اس کا قرینہ ہے کہ یہ اثر بتدریج اور تقریباً غیر محسوس طریق پر اس طرح رونما ہو کہ فلز کی معمولی نقل میں خفیف سا تغیر واقع ہو اور اشیا کی قیمتوں میں خفیف سی تبدیلی ہو اور بظاہر دوسرے اسباب اس کے محرک معلوم ہوں۔ لیکن تجربے سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ اس قسم کے مسلسل فاضلات، اشیائے تجارت کے کاروبار کے مسلسل فاضلات کے شکل بصورت فلز تصفیہ نہیں پاتے۔ ان کا تصفیہ قرض دینے والے ملک سے اشیائے تجارت کی برآمد میں اضافہ کر کے کیا جاتا ہے۔ لین دار ملک میں بہت جلد برآمد کی زیادتی ظاہر ہو گی اور اس زیادتی سے جو رقم وصول ہو گی وہ قرض گیرندہ ملک کو ترسیل زر کرنے کے کام آئے گی۔

اس قسم کے کاروبار بالعموم محض اتفاقی اور عارضی نہیں ہوتے؛ بلکہ ان کی وجہ سے مستقل طور پر ترسیل زر کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور اشیا کی درآمد اور برآمد اس ترسیل زر کے ساتھ خود کو مطابق کر لیتی ہے۔ ایک مدت دراز تک انگلستان، فرانس، اور جرمنی قرض دینے والے ملک رہے۔ اس قسم کے ملکوں میں قرضے دینے کی ابتدائی حالتوں میں درآمد پر برآمد کی زیادتی ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے باوجود مبادلۂ خارجہ پر مستقل طور سے بٹہ نہیں لگتا اور نہ فلز کی برآمد ہوتی ہے۔ مسلسل قرضے اشیا کی برآمد سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ عمل ایسا ہے کہ اس سے قرض دینے والے افراد اور برآمد کرنے والے تاجر دونوں ناواقف ہوتے ہیں۔ فلز کی نقل اور قیمتوں کے تغیرات کا اثر بالعموم تدریجی بخاموشی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: ۔ کی برآمد کے مابین اس قسم کا راست اور قریبی تعلق بہت شاذ ملتا ہے؛ لیکن یہ ان خلاف معمول مظاہر میں سے ایک ہے جو جنگ عظیم کے زمانے میں رونما ہوئے۔

باب ۳۳
بین الاقوامی ادائیگیوں کا توازن۔

اور غیر محسوس طریقے پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس اثر کے ساتھ ساتھ قرض گیرندوں کے ملک میں قیمتوں میں سرعت کے ساتھ اضافہ ہوجاتا ہے، اعتبار کی توسیع ہوتی ہے، کاروبار میں سرگرمی پیدا ہوتی ہے، تخمین شروع ہوجاتی ہے، عام خوش حالی رونما ہوتی ہے اور انجام کار یہ گرما گرمی کا دور، صنعتی اور مالی حالت کی نازک صورت اختیار کرلینے کی وجہ سے سرد پڑجاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں صنعتی اور مالی بحرانوں کے ساتھ ساتھ پریشانی کے زمانے میں بیرونی ممالک سے عام طور سے کثیر مقدار میں قرضے لیے گئے؛ اس طرح شروع شروع میں فلز کی درآمد ہوئی، اس کے بعد قیمتوں میں اضافہ ہوا اور پھر بتدریج درآمد میں اضافہ ہوا۔

470 اب فرض کیجئے کہ قرض کے لین دین کا عمل متعدد سالوں تک مسلسل جاری رہا۔ ایسی حالت میں ایک اور عامل شریک ہوجاتا ہے اور مرور زمانہ کے ساتھ صورت حالات برعکس ہوجاتی ہے۔ قرض گیرندوں کو اپنے لیے ہوئے قرضوں پر سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ قرضے جتنی زیادہ مقدار میں دیے جائیں گے اسی قدر سود کی مقدار میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہر قرضے کی اصل رقم ایک ہی مرتبہ ادا کردی جاتی ہے؛ لیکن اس اصل کی بنا پر واجب الادا سود کی ادائی کا سلسلہ متعدد سالوں تک جاری رہتا ہے؛ یہاں تک کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ سود کی ادائی کے سلسلے میں لین داروں کے ملک کو واجب الادا رقم کی مقدار اس رقم قرض کی مقدار کے مساوی بلکہ اس سے زائد ہوجاتی ہے جو دین داروں کے ملک کو از سر نو دی جاتی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ اشیا کی درآمد اور برآمد اپنے آپ کو اس نئی صورت حالات کے بھی مطابق بنالے گی۔ قرض دینے والے یا لین دار ملک میں ابتداءً برآمد کی زیادتی رہیگی، لیکن آخر میں درآمد کی مقدار نسبتہً بڑھ جائے گی۔ اہل انگلستان نے پوری انیسویں صدی کے دوران میں دنیا کے تمام حصوں کو قرضے دئے۔ سابق میں دئے ہوے قرضوں پر انگلستان کو جو سود واجب الوصول تھا وہ بتدریج اس قدر بڑھ گیا کہ اس کی مقدار جدید قرضوں کی رقم سے بھی زائد ہوگئی۔ اس وجہ سے برطانیہ کی خارجی تجارت میں اشیا کی برآمد پر اشیا کی درآمد کی کثیر زیادتی ظاہر ہوئی؛ یہ سچ ہے کہ یہ زیادتی ایک حد تک دوسرے اسباب کا نتیجہ تھی، لیکن زیادہ تر اسی ایک سبب کا نتیجہ تھی[1]۔

[1] سنہ ۱۹۱۰ء میں انگلستان کے باشندوں کے بیرونی ممالک میں مشغولات اصل کی مجموعی مقدار کا اندازہ ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۱۷ پونڈ

باب ۳۲
بین الاقوامی اداکیوں کا توازن

قرض گیرندوں کے ملک میں اس کے برعکس تغیر واقع ہوتی ہے ؛ یعنی لین داری کے مطالبات کی زیادتی کی بجائے دین داری کے مطالبات کی زیادتی ہوتی ہے ؛ دوسرے الفاظ میں، اشیا کی درآمد کی زیادتی اشیا کی برآمد کی زیادتی سے مبدل ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بہت آہستہ اور خاموشی کے ساتھ واقع ہو یا ممکن ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ مالی نظام کی شکست ہو۔ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۷۳ء کے بحران کے رونما ہوتے ہی بظاہر حالات نے پلٹا کھایا۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا، اس سال کے بعد ہی سے ریاستہائے متحدہ کی خارجی تجارت کی نوعیت بدل گئی ؛ درآمد کی سابقہ زیادتی برآمد کی زیادتی سے مبدل ہو گئی۔ اگرچہ بین الاقوامی قرض دہندگی کے حساب میں اصل اور سود کے نئے تعلقات اس تبدیلی کا واحد سبب نہ تھے ؛ لیکن یہی سب سے اہم اور بڑا سبب معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ یہ تغیر بحران کے سبب سے پیدا ہوئی اور نہ یہ کوئی حیرت کی بات ہے کہ کاروبار کی کساد بازاری کا دور اس کی پہلی علامت تھا۔

471 موجودہ زمانے میں قرضہ دینے کا کثیر المقدار کاروبار زیادہ تر تمسکات کی فروخت کے ذریعے سے انجام پاتا ہے۔ حکومتیں جب قرضہ حاصل کرتی ہیں تو وہ اپنے تحریری وعدے یا اپنے قرضوں کے وثیقے فروخت کرتی ہیں۔ جب خانگی کاروبار کی غرض سے قرضہ حاصل کیا جاتا ہے تو، بالعموم حصص اور تمسک فروخت کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے کاروبار کے مدت دراز تک مسلسل انجام پانے کا یہ نتیجہ ہے کہ بعض تمسکات کا بازار بین الاقوامی ہو گیا ہے، اور وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں آزادی کے ساتھ منتقل ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ تر بین الاقوامی حسابات کے تصفیے میں استعمال کئے جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے فلز کو درآمد یا برآمد کرنے کی بالعموم ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ صورت خاص کر اس وقت پیش آتی ہے جبکہ عارضی طور سے حسابات کا تصفیہ کرنا ہو۔ اس طرح ایسے ساہوکار جن کے ذریعے سے ہنڈیاں خریدی جاتی ہیں، فلز کی بجائے اس قسم کے تمسکات روانہ کر سکتے ہیں۔ مگر دوسری جانب، اس قسم کے کاروبار بعض اوقات تجارت خارجہ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (یا ۱۳۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر) کیا گیا ہے، اور برطانیہ کے باشندوں کی سالانہ واجب الوصول رقم کا تخمینہ ۴۰۰,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ (یا ۲,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر) کیا گیا ہے۔ دیکھو جرنل آف دی رائل اسٹاٹسٹیکل سوسائٹی ستمبر ۱۹۰۱ء۔

باب ۲۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

مستقل بدنظمی پیدا کرتے ہیں، اور اس طرح بنک کاری اور مالی حالات میں بھی ان کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک کی حکومت یا اس ملک کی تجارتی انجمنوں کے جاری کردہ تمسکات کے متعلق کوئی بدگمانی پھیل جائے تو اس کا قرینہ ہے کہ یہ تمسکات اسی ملک کو بغرض فروخت واپس بھیجدے جائیں اور اس طرح اس ملک سے فلز کی نقل کا موجب بنیں؛ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء تا سنہ ۱۸۹۶ء میں جب ریاستہائے متحدہ میں طلائی و نقرئی معیاروں کے بارے میں رد و قدح جاری تھی امریکی تمسکات کے بیرونی قابضوں میں بے اطمینانی پھیل گئی، اور انھوں نے نیویارک کے تمسک کے صرافے میں ان سب تمسکات کو فروخت کے لیے بھیجدیا؛ اس نقل نے اس زمانے میں فلز کی برآمد کا سلسلہ قائم کردیا اور عام و انفرادی پریشانیوں کے اسباب میں اضافہ کردیا۔

۲۔ تجارت بین الاقوام پر قرض کے لین دین کے علاوہ دوسرے معاملات کا بھی اثر پڑتا ہے۔ ان میں سے سادہ ترین معاملہ ان رقوم کا ہے جو کسی بیرونی ملک میں سکونت پذیر یا سیاح اشخاص کو ادا کی جاتی ہیں۔ امریکا کے باشندے جو یورپ کی سیاحت کرتے ہیں اور وہ اشخاص جنھوں نے وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی ہو، رقم خطیر صرف کرتے ہیں؛ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں اس رقم کی مقدار کروڑہا ڈالر تھی۔ جو کچھ وہ یورپ میں خرچ کرتے ہیں اس پر ان کو مبادلات خارجہ کے نظام کے ذریعے سے قدرت حاصل ہوتی ہے۔ بالعموم انھیں اعتباری رقعے دئے جاتے ہیں، جن کی بنا پر وہ بنکوں اور ساہوکاروں سے زر نقد وصول کرسکتے ہیں۔ مبادلات خارجہ کے بازار میں ان کے ڈرافٹ (حوالہ نامے یا رقعے) بالکل اسی طرح کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح ریاستہائے متحدہ کو اشیا برآمد کرنے والوں کے ڈرافٹ۔ اگر ریاستہائے متحدہ کی اشیائے تجارت کی درآمد اور برآمد ایک دوسرے کو بالکل متوازن کردے تو، ان سیاحوں کے ڈرافٹ کی وجہ سے ریاستہائے متحدہ کے نام کی ہنڈی پر یورپ میں باقاعدہ بٹہ کٹے گا، اور ریاستہائے متحدہ سے فلز کی برآمد شروع ہوجائے گی۔ لیکن اشیا کی تجارت، قرضوں اور سود کی ادائی کے مثل اس صورت حالات کے مطابق بھی اپنے آپ کو منظم کرلیتی ہے۔ امریکا کے باشندے بیرونی ممالک میں جو رقوم صرف کرتے ہیں ان کی سربراہی ریاستہائے متحدہ سے اشیائے تجارت کی برآمد کی زیادتی سے ہوتی ہے؛ یہ زیادتی بتدریج اور غیر محسوس طریقے پر

472

۳۳۔ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

رونما ہوئی ہے اور ان ہی اسباب کے تابع ہے جو اشیا کی درآمد اور برآمد میں، اگر بین الاقوامی لین دین صرف ان ہی پر مشتمل ہو، توازن پیدا کرتے ہیں۔ اسی طریقے سے برطانوی ہند میں بھی اشیا کی برآمد کی زیادتی واقع ہوتی ہے جس کی وجہ ایک حد تک یہ ہے کہ حکومت ہند کو اور یہاں کے خانگی اشخاص کو انگریزوں نے بہت زمانے قبل جو قرضے دیئے تھے ان کے سودی مطالبات ہندوستان کے ذمہ واجب الادا ہیں؛ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انگلستان میں ہندوستان کے ایسے وظیفہ یابان حسن خدمت کثیر تعداد میں موجود ہیں جن کے پاس حکومت ہند کو باقاعدہ طور سے ترسیل زر کرنی پڑتی ہے۔

اس قسم کی رقوم کی ادائی میں ریاستہائے متحدہ میں تقریباً سنہ ۱۸۹۰ء کے بعد ایک عجیب وغریب اور اہم اضافہ عمل میں آیا؛ اور وہ اس طرح کہ بیرونی ممالک سے توطن اختیار کرنے والے ریاستہائے متحدہ میں آتے تھے اور قدیم ملکوں میں اپنے اعزہ واقربا کے پاس زر بھیجتے تھے۔ نووارد متوطن ابتداءً امریکا میں بہت احتیاط اور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں؛ اگر یہ یہاں بس جائیں تو ان کے بعد کی نسل البتہ اس خوش حال ملک میں بہت فراخدلی کے ساتھ زرخرچ کرنے کے طریق پر عمل کرتی ہے۔ نووارد اپنی پس انداز کردہ رقوم کے بڑے حصے کو اپنے عزیزوں اور احباب کے پاس وطن بھیجدیتے ہیں، اور اس ترسیل زر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو بھی اس قابل بنایا جائے کہ وہ اس زرپاش اور خوش حال ملک میں ہجرت کر آئیں اور توطن اختیار کریں۔ اس طرح مبادلات خارجہ کے کاروبار میں دین داری کی ایک اور مد ظاہر ہوتی ہے، جو اشیائے تجارت کی برآمد میں زیادتی پیدا کرنے والے اسباب میں ایک سبب کا اضافہ کرتی ہے۔ یہ مد، موجودہ صدی کے پہلے عشرے میں بہت بڑھ گئی؛ چنانچہ یہ اندازہ کیا گیا کہ ہر سال اس کی مقدار کم ازکم ۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہوتی ہے۔

اشیا کی درآمد کے کرایۂ باربرداری کے مصارف بھی اسی قسم کی دوسری مد ہیں۔ دو ملکوں کے درمیان جو اشیائے تجارت منتقل ہوتی ہیں اگر ان کی نقل وحمل صرف ایک ہی ملک کے جہازوں کے ذریعے سے عمل میں آئے تو، اس حد تک اس ملک کو فاضلات واجب الوصول ہوں گے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ کی خارجی تجارت ایک مدت دراز تک زیادہ تر دوسرے ملکوں کے جہازوں کے ذریعے سے انجام پاتی تھی اور اس میں انگلستان کا

باب ۳۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

478

سب سے بڑا حصہ تھا۔ ریاستہائے متحدہ کے باشندوں کو کرایۂ باربرداری کے سلسلے میں ترسیل زر کرنی پڑتی تھی ؛ اور اگر درآمد اور برآمد میں پورا توازن ہوتا تو انھیں بذریعۂ جہاز فلز روانہ کرنا پڑتا تھا۔ انگلستان کی حالت اس کے برعکس ہے۔ انگریز بکثرت جہازوں کے مالک ہیں، اور وہ نقل وحمل کی خدمت دنیا کے تمام حصوں میں انجام دیتے ہیں۔ اگر انگلستان کی درآمد اور برآمد میں کامل توازن ہو تو، اس نقل وحمل کے عامل کی بدولت خود انگلستان میں فلز پہنچ گا۔ واقعہ یہ ہے کہ کرایۂ باربرداری کے سلسلے میں دوسرے ملکوں سے جو ترسیل زر کرنی پڑتی ہے اس کا اندراج بین الاقوامی لین دین کے عام توازن میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی ترسیل زر بھی ان اسباب میں اضافہ کرتی ہے جن کی بنا پر انگلستان میں تجارتی اشیا کی درآمد کی زیادتی ہوتی ہے۔

۳۔ فلز پیدا کرنے والا ملک اور خاص کر موجودہ زمانے میں سونا پیدا کرنے والا ملک ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر معمولی تجارتی معاملات کے علاوہ صرف یہی ایک مد فاضل ہو تو، اس ملک میں باقاعدگی کے ساتھ زائد تجارتی اشیا کی درآمد ہوتی رہے گی، ٹھیک اسی طریقے سے جس طرح کہ اس ملک میں سیاحوں کے مصارف یا باربرداری کے کرائے بھیجے جانے کی صورت میں ہوتی لیکن اس ملک سے فلز کی بھی باقاعدگی کے ساتھ برآمد ہوتی رہے گی اور اس لحاظ سے مبادلۂ خارجہ باقاعدگی کے ساتھ بڑھوتری پر طے ہوگا۔ اس صورت میں فلز گیہوں، روئی یا کسی اور شے کی طرح ایک معمولی تجارتی شے ہے جو برآمد کی جاتی ہے لیکن وہ صرف اس وقت باہر جاتی ہے جبکہ مبادلات خارجہ کی حالت ایسی ہو جس کی بنا پر اس کو بذریعۂ جہاز روانہ کرنا ضروری ہو جائے۔ دوسری صورتوں میں جب کہ کسی ملک کی اشیائے تجارت کی درآمد کی زیادتی ہو، مبادلۂ خارجہ معمولاً اعلیٰ یا ادنیٰ نہیں ہوتا ؛ مبادلۂ خارجہ بذریعۂ جہاز ترسیل زر کے مقام پر صرف ان میعادی موقعوں پر پہنچتا ہے جبکہ فاضلات کی ادائی کرنی ہو لیکن کان کن ملک میں، مبادلات کی حالت عام طور سے ایسی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے فلز کی برآمد ہوتی ہے۔ یہی حالت آسٹریلیا کی نوآبادیات میں رونما ہوئی جہاں سونے کے معادن ہیں، خاص کر وکٹوریا میں یہ حالت سنہ ۱۸۵۰ء کے سونے کے معدن کے اکتشاف کے کئی سال بعد ظاہر ہوئی ؛ اور اب تک وہاں زیادہ تر یہی حالت پائی جاتی ہے۔ میکسیکو ایک مدت دراز تک دنیا کا سب سے

باب ۳۴
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

بڑا چاندی پیدا کرنے والا ملک تھا، اس میں بھی اس زمانے میں جبکہ رواج میں چاندی، سونے کے ساتھ ہم پلہ تھی یہی حالت قائم رہی۔ جب اکثر ممالک میں معیار طلا عام طور سے اختیار کر لیا گیا اور میکسیکو میں بھی اس کو رواج دیا گیا تو، وہاں چاندی کی حیثیت دیگر معمولی اشیا کی سی ہوگئی اور اب وہاں بھی تمام مبادلات طلا کی بنیاد پر طے پاتے ہیں۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا میں سونے کی کان دریافت ہونے کے بعد کے پہلے دس سالوں میں ریاستہائے متحدہ کی حیثیت ایسی ہی ہوگئی جیسی کہ آسٹریلیا کی تھی۔

ریاستہائے متحدہ کی کانوں سے سونے کی برآمد کے متعلق جو تجربے بعد میں ہوئے ان سے تجارت بین الاقوام کی بعض بے قاعدگیوں کی مثال ملتی ہے، اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تہ میں جو قوتیں مضمر ہیں وہ کن پیچیدہ طریقوں سے نتائج پیدا کرتی ہیں۔ خانہ جنگی کے زمانے میں زر کاغذی کے اجرا کے ذریعے سے سونا رواج سے ہٹا دیا گیا؛ چنانچہ اس کے بعد سے سنہ ۱۸۷۹ء تک جبکہ فلزی ادائی کا طریق از سر نو جاری ہوا، کانوں کی سالانہ پیداوار مسلسل برآمد ہوتی رہی اور سونے اور چاندی دونوں کی حیثیت معمولی اشیائے تجارت کی سی تھی۔ سنہ ۱۸۷۹ء کے بعد سے ریاستہائے متحدہ میں سونے کا بہت کثیر ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ جنگ عظیم تک اس اضافے کا سلسلہ اس لیے برابر جاری رہا کہ جو سونا ملک کی کانوں سے نکلتا تھا وہ ملک ہی میں رکھ لیا جاتا تھا۔ چند سالوں کے بعد نہ صرف کانوں سے نکلا ہوا سونا ملک میں رکھ لیا جاتا تھا، بلکہ اس کے علاوہ باہر سے بھی کثیر مقدار میں سونا درآمد ہونے لگا۔ اگرچہ چند سالوں تک یہ بھی ہوا کہ نہ صرف کانوں سے نکلا ہوا سونا برآمد کر دیا جاتا تھا، بلکہ اس سے زائد بھی باہر بھیج دیا جاتا تھا؛ پھر بھی بحیثیت مجموعی ملک کی پیداوار کے ساتھ ساتھ باہر سے آیا ہوا سونا بھی ملک میں جمع ہونے لگا۔ اس نقل کی وجہ سے قیمتوں کی سطح متاثر ہوئی، اور اس اثر کا عمل اسی طرح بے قاعدہ، تدریجی اور نیم پوشیدہ سا تھا جیسا کہ گزشتہ بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۴۔ سنہ ۱۸۱۵ء تا سنہ ۱۹۱۵ء کے صد سالہ دور کی درآمد و برآمد کے اعداد پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مدوں کے تناسب میں سنہ ۱۸۷۳ء میں عجیب و غریب تغیر واقع ہوا۔ سنہ ۱۸۷۳ء سے قبل تک درآمد، ہمیشہ برآمد سے زائد رہی؛ اور اس کے بعد سے درآمد کے مقابلے میں برآمد ہمیشہ زائد رہی۔ بیسویں صدی کے اوائل میں برآمد کی زیادتی

474

باب ۲۳
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

بہت کثیر المقدار رہی؛ چنانچہ دہ سالہ دور مختتمہ ۱۹۰۰ء میں سالانہ زیادتی ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۵ ڈالر تھی۔ ۱۸۷۳ء کے تغیر کی تشریح گزشتہ صفحوں میں بیان کردہ واقعات سے آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ انیسویں صدی کے ابتدائی تین ربع میں ریاستہائے متحدہ بیرونی ممالک کی قرضدار تھیں؛ اور یہ قرضداری کا ابتدائی زمانہ تھا۔ نئے قرضوں کی مقدار، جو مسلسل لئے گئے قدیم قرضوں کے سود کی مقدار سے بہت زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۰ء تک ریاستہائے متحدہ نقل وحمل کرنے والے اپنے جہاز رکھتی تھیں، اور ان جہازوں کے مالکوں کو دوسرے ممالک کے اشخاص کی جانب سے کرایہ باربرداری کی صورت میں آمدنی وصول ہوتی تھی۔ ۱۸۷۳ء کے بعد، اگرچہ قرض داری کا سلسلہ باقی رہا اور بعض اوقات کثیر مقداروں میں قرضے لئے گئے؛ لیکن غیر ممالک کے باشندوں کو جو سالانہ رقم سود کی مد میں قابل ادائی ہوتی تھی وہ بحیثیت مجموعی اصل کی مد کی اس رقم کو زائل کردیتی تھی جو اس ملک کو ارسال کی جاتی تھی۔ کرایہ باربرداری غیر ممالک کے باشندوں کی جانب سے اہل امریکا کو ادا کئے جانے کے بجائے اہل امریکا کی جانب سے غیر ممالک کے باشندوں کو قابل ادائی ہوگیا؛ جس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ لکڑی کے بنے ہوئے جہازوں کی جگہ آہن پوش جہازوں نے لے لی، اور انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک ان آہن پوش جہازوں کو بہت ارزاں طریق پر بنا اور چلا سکتے تھے۔ علاوہ ازیں دین داری کی دوسری مدیں از سر نو نمودار ہوئیں، یا جو پہلے سے موجود تھیں ان میں بھی کثیر اضافہ ہوگیا حتیٰ کہ وہ بھی بالکل نئی مدیں معلوم ہوتی تھیں۔ اہل امریکا کی سیاحت کے مصارف میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا؛ اور اسی طرح بیرونی نو واردوں کے ترسیلات بھی بڑھ گئے۔ چند سال بعد قدیم قرضے ادا کئے جانے لگے؛ اور اس کی شکل یہ تھی کہ پہلے جو تمسکات غیر ممالک میں فروخت کئے گئے تھے انھیں اہل امریکا نے واپس خریدنا شروع کردیا۔ اسی وجہ سے ۱۸۷۳ء کے بعد اشیا کی برآمد میں زیادتی ہوئی؛ جو ابتداءً مقابلتہً کم تھی لیکن بعد میں چل کر جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، بہت زیادہ ہوگئی۔ چونکہ تجارتی اشیا کی درآمد و برآمد کا توازن بے قاعدہ تھا، اور اس پر نہ صرف موسم اور فصلوں کے غیر معمولی حالات و واقعات کا بلکہ زر کے متعلق وضع کردہ آئین وقوانین، صنعتی بحرانوں، کساد بازاری اور گرم بازاری کا بھی لازمی طور سے اثر پڑا، لہذا اس بے قاعدگی کا جو عام رجحان اور نتیجہ ہوسکتا تھا وہ ظاہر تھا؛ درآمد کے مقابلے میں برآمد بہت سرعت کے ساتھ بڑھ گئی۔ یوں تو ہر سال برآمد درآمد سے

475

باب ٣٣ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

بڑھتی رہی، لیکن اکثر سالوں میں بحیثیت مجموعی بہت زیادہ تھی۔ اس اثنا میں ریاستہائے متحدہ میں بعض اوقات فلز کی درآمد اور بعض اوقات وہاں سے برآمد ہوتی تھی۔ طلا کی از سر نو تقسیم جو اس عام تحریک کا جزو تھی، جیسا کہ پچھلے پیراگراف میں بیان کیا گیا، عمل میں آئی؛ اور اس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ ملک میں جتنا سونا پیدا ہوتا تھا وہ کم و بیش کامل طور سے ملک کے اندر ہی رہتا تھا۔[1]

۵۔ جب کسی ملک کی تجارتی اشیا کی برآمد اس کی درآمد سے زائد ہو تو، یہ کہا جاتا ہے کہ توازن تجارت اس ملک کے "موافق" ہے۔ جب درآمد، برآمد سے زائد ہوتی ہے تو، توازن تجارت کو "ناموافق" کہا جاتا ہے۔ جب تجارت بین الاقوام کی حالت ایسی ہو کہ اس کی بنا پر فلز کی درآمد یا برآمد رونما ہو تو بھی، ان ہی اصطلاحوں کا استعمال کیا جاتا ہے؛ اگرچہ، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، فلز کی درآمد یا برآمد کسی حال اشیا کی برآمد یا درآمد کی زیادتی کا لازمی یا معمولی نتیجہ نہیں ہوتی۔ ان اصطلاحوں کی تہ میں یہ عام مفہوم مضمر ہے کہ اگر کوئی ملک دیگر ممالک سے اس طرح کاروبار کرے کہ اس کی بنا پر فلز کی درآمد ہونے کی توقع ہو تو، وہ ملک فائدے میں رہتا ہے؛ اور اگر کوئی ملک اس طرح کاروبار کرے کہ اس کی بنا پر فلز کی برآمد ہونے کی توقع ہو تو، ایسا ملک نقصان میں رہتا ہے۔

اس تصور کا ماخذ سترھویں اور اٹھارویں صدی کے نظام تجاریت کے مصنفیں میں ملتا ہے، جو یہ خیال کرتے تھے کہ قیمتی فلزات ہی ہر ملک کی دولت کا نہایت اہم جزو ہیں؛ اور یہ کہ بین الاقوامی تجارت کے بارے میں ایسے قوانین وضع کرنے چاہئیں کہ ان کی بنا پر قیمتی فلزات ملک کے اندر جمع ہوں۔ کوئی شخص جس کے ذہن میں دولت، مبادلہ اور زر کے متعلق اساسی حقائق کا دھندلا سا بھی تصور ہو گا وہ اس مفروضے کی لغویت سے آگاہ ہو سکتا ہے کہ کسی ملک کی خوش حالی اور مفلوک الحالی فلزات کی درآمد اور برآمد سے وابستہ ہوتی ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ ان حقائق کی سادگی اور ان کو بار بار دہرانے اور کافی طور سے تشریح کرنے کے باوجود بھی ان کے بارے میں جہالت اور غلط فہمی اس قدر عام طور سے پھیلی ہوئی ہے! اکثر لوگ

476

[1] ریاستہائے متحدہ کی درآمد و برآمد کے باہمی تناسب کی مکمل تاریخ ہارورڈ یونیورسٹی کے رسالہ موسوم بہ Review of Economic Statistics مورخہ جولائی ١٩١٩ء میں موجود ہے۔

باب ۳۴ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن۔

جو اپنے آپ کو توجہ اور شہرت کا مستحق سمجھتے ہیں اب بھی اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ گویا اشیا کی برآمد کی زیادتی ملک کے لیے منفعت کی ضامن ہوتی ہے اور اس منفعت کی شکل فلز کی درآمد ہے۔

تجارت بین الاقوام پر اس طرح نظر ڈالنا ایک حد تک کاروباری اشخاص اور ساہوکاروں کے عادتی طرز عمل میں داخل ہے۔ کاروباری طبقہ، بنکوں میں محفوظ سرمایوں کی کثرت، بٹہ کی ادنیٰ شرح اور قرضہ حاصل کرنے کی سہولتوں کا ہمیشہ خیر مقدم کرتا ہے؛ اس کے برخلاف محفوظ سرمایوں کی کمی اور اعلیٰ شرح بٹہ کو بہ نگاہ ناپسندیدگی دیکھتا ہے۔ اسی وجہ سے فلز کی درآمد، جو ایک حد تک بنکوں کے ذخائر اور قلیل المدت سود پر اثر ڈالتی ہے، اچھی خیال کی جاتی ہے؛ اور برآمد خراب تصور کی جاتی ہے۔ گو فلز کی برآمد کا قرضوں، سود کی شرحوں اور انجام کار قیمتوں پر بہت دباؤ پڑتا ہے؛ تاہم یہ برآمد بالعموم مفرط اجرائے زر اور تخمین پر مفید اثر ڈالتی اور ان کو روکتی ہے۔ لیکن بہت کم کاروباری اشخاص اس کو مفید خیال کرتے ہیں؛ تقریباً سب اہل کاروبار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ قیمتوں میں اضافے کا سلسلہ لامتناہی طریقے پر قائم رہے!

واقعہ یہ ہے کہ بعض اوقات بین الاقوامی ادائیوں کا توازن، جو بالعموم درآمد و برآمد کے تعلق پر مبنی ہوتا ہے، حقیقی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ خاص کر اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ کوئی، ملک اپنے آپ کو کم قدر زر کاغذ سے نجات دلانے کے لیے کوشاں ہو۔ ایسے ملک کے لیے صرف اس وقت فلزی ادائی کی جانب عود کرنا ممکن ہے جبکہ اس کی تجارتی حالت ایسی ہو کہ اس کی بنا پر فلز درآمد ہو سکے یا کم از کم اس وقت باہر جانے سے رک جائے جبکہ حکومت کی جانب سے فلزی ادائی کے اغراض کے لیے فنڈ قائم کیا گیا ہو۔ گو آخر میں چل کر اس درآمد یا برآمد کا انحصار قیمتوں کی حالت پر ہوگا، لیکن کسی ایک موسم میں بین الاقوامی ادائیوں کے توازن پر موسمی واقعات کا اثر پڑتا ہے۔ اگر ایسے زمانے میں جبکہ کوئی ملک فلزی بنیاد کی جانب عود کرنے کی تیاری کر رہا ہو، مالی بدنظمی و اختلال یا فصلوں کی خرابی کی وجہ سے "ناموافق" توازن صورت پذیر ہو تو، فلزی بنیاد پر عود کرنے کا عمل دشوار اور غالباً ناکامیاب ہوگا۔ ریاستہائے متحدہ میں فلزی ادائی کے طریق کو از سر نو جاری کرنے میں اس امر سے بہت بڑی مدد ملی کہ وہاں جو سال اس تبدیلی کے لیے مقرر کیا گیا تھا

477

باب ۲۳ بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

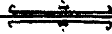
اس میں (یعنی ۱۸۹۸ء) اور اس کے بعد کے متصل سالوں میں امریکا کی اچھی فصلوں اور بیرونی ممالک کی خراب فصلوں کی وجہ سے امریکا سے غیر معمولی کثیر مقدار میں اشیا کی برآمد ہوئی؛ اور دوسری جانب اسی زمانے میں ریلوں کی نقل و حمل کی اصلاح و ترقی نے اشیا کی برآمد میں بڑی سہولت پیدا کر دی۔ اس کے نتیجے کے طور پر ملک میں سونے کی درآمد ہوئی، اس کے علاوہ ملک کی کانوں سے جو سونا نکلا وہ بھی ملک ہی کے اندر رہا، جس کی وجہ سے از سر نو قائم شدہ فلزی نظام کی بنیاد نہایت مستحکم بن گئی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ تجارتیین کے انداز میں جو خیال شد و مد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اس کا محرک اس قسم کے حقیقی فائدے کے امور کا لحاظ نہیں ہے، بلکہ محض جہالت اور لاعلمی ہے۔ لوگ اپنی انفرادی آمدنیوں کا اندازہ زر کے حوالے سے کرتے ہیں، اخراجات پر آمدنی کی زیادتی سے اپنے منافع کا اندازہ لگاتے ہیں، اور اس طرح ان کے ذہنوں میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا ہے کہ زر دولت کی سب سے اہم شکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجارتیین کے تصور کی ابتدائی اور بعدی شکل یہی تھی۔ زر کاغذی کے مفرط اجرا اور قوموں کے نقد ذخیروں میں اضافہ کر کے ان کی خوش حالی کو بڑھانے کی دوسری تدابیر کی حمایت و وکالت کی تہ میں اسی قسم کی جہالت اور مغالطہ مضمر تھا۔

کسی ایک ملک اور اس کے ہمسایہ ممالک میں سے صرف ایک ملک کی باہمی تجارتی حالت کی جو تشریح و توجیہ اکثر کی جاتی ہے اس میں تجارتیین کے خیالات کی ایک عجیب و غریب شکل ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً کینیڈا سے ریاستہائے متحدہ کو اشیا کی برآمد ریاستہائے متحدہ سے کینیڈا کو اشیا کی برآمد سے زیادہ ہو سکتی ہے؛ ایسی صورت میں بالعموم یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی تجارت ریاستہائے متحدہ کے حق میں نقصان رساں اور ناموافق ہے، (مثلاً اس زمانے میں جبکہ دونوں ملکوں کے مابین باہمی معاہدات طے پاتے ہیں یہ خیال ذہن میں ہوتا ہے) لیکن اس طرح مقابلہ و موازنہ کرنا بے معنی شے ہے۔ جہاں تک درآمد اور برآمد کی باہمی نسبت کسی حد تک اہمیت رکھتی ہے وہاں تک، اس کو صرف کسی دو ملکوں کے کاروبار اور لین دین کے توازن سے نہ جانچنا چاہئے، بلکہ اس ایک ملک اور دیگر تمام ممالک کے مابین جو توازن

باب ۳۲
بین الاقوامی ادائیوں کا توازن

ہوتا ہے اس سے جانچنا چاہئے۔ یہ امر کہ ریاستہائے متحدہ سے انگلستان کو اشیا کی برآمد اس برآمد سے زیادہ ہے جو انگلستان سے امریکا کو ہوتی ہے یا یہ امر کہ برازیل سے ریاستہائے متحدہ میں جو درآمد ہوتی ہے وہ ریاستہائے متحدہ سے برازیل کی درآمد کے مقابلے میں زائد ہے نفس معاملہ پر کچھ بھی اثر نہیں ڈالتا۔ یہاں اس امر کا اعتراف کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ بعض سربرآوردہ زعماء قوم 'صحیفہ نگار' اور جوشیلے لیڈر اس موضوع پر بہت کچھ ناواجب باتیں کہہ جاتے ہیں؛ اور صرف دو ملکوں کو لے کر ان کی مجموعی خرید اور فروخت کا اس طرح موازنہ کرتے ہیں گویا اس سے حقیقت میں ان کی باہمی تجارت کے اضافی منافعے کا اظہار ہوتا ہے۔ بین الاقوامی تجارت کے حقیقی فوائد اور مختلف ملکوں کے اضافی منافعے کا اندازہ اس سے بالکل جداگانہ طریق پر کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ آئندہ بابوں سے ظاہر ہوگا۔ 478



479

باب سی و چہارم

نظریۂ تجارت بین الاقوام۔ کسی خاص شئے کی درآمد یا برآمد کیوں کیجاتی ہے؟



(۱) بعض عام واقعات: مختلف ممالک میں آمدنیاں بہ شکل زر اور قیمتیں مختلف ہوتی ہیں، لیکن تجارت بین الاقوام میں داخل ہونے والی اشیا کی قیمتیں یکساں ہوتی ہیں۔ برآمد کرنے والے ملکوں میں اجرت بہ شکل زر لازمی طور سے ادنیٰ نہیں ہوتی۔ (۲) کوئی ملک وہی اشیا برآمد کرتا ہے جن میں اس کی محنت مقابلتہً زیادہ موثر ہو، یعنی جن کی تیاری میں اس کو مقابلتہً زیادہ سہولت حاصل ہو۔ اعلیٰ و ادنیٰ اجرتوں کے ملکوں کی مثالیں۔ (۳) مزدوروں کی کسی خاص جماعت کی ادنیٰ اجرت، اضافی فائدے یا سہولت کی حیثیت سے عمل کرتی ہے۔ عام طور سے ادنیٰ اجرت، بین الاقوامی تجارت کو متاثر نہیں کرتی یا عام طور سے دوسرے کے مقابلے میں کم قیمت پر فروخت کرنے کے قابل نہیں بناتی۔ (۴) ممکن ہے کہ کوئی ملک ان اشیا کی درآمد کرے جن کے لیے اس کی محنت پیدآور ہو، بشرطیکہ اس کی محنت دوسری اشیا کے لیے اس سے بہت زیادہ پیدآور ہو۔ لیکن تجارت بین الاقوام کا انحصار زیادہ تر اختلافات مطلق پر ہوتا ہے۔ (۵) موازنہ مصارف کے اختلافات سے رونما ہونے والے نفع کا انحصار مختلف ملکوں کے مابین مزدوروں کی عدم تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔ (۶) کوئی ملک ممکن ہے کہ کسی مقررہ شے کی رسد کا کچھ جزو درآمد کرے اور کچھ جزو اپنے ہی حدود کے اندر تیار کرے۔ اس حد تک اخراجی حرفت اور صنائع کا اختلاف و فرق۔

باب ۳۴ برآمد و درآمد

۱۔ گزشتہ بابوں میں زیادہ تر تجارت بین الاقوام کے نظام پر بحث کی گئی لیکن اب ہم اس سے زیادہ اہم اور اساسی امور کی بحث کی جانب توجہ کر سکتے ہیں؛ یعنی مختلف ملکوں میں قیمتوں اور آمدنیوں کے تغیرات و اختلافات؛ اس چیز کو متعین کرنے والے اسباب کہ ایک ملک کونسی اشیا برآمد کرے گا یا کونسی درآمد کرے گا؛ مختلف ملکوں کے درمیان فلز کی نقل و حرکت اور قدر زر کے اضافے یا تخفیف کی اہمیت؛ اور تجارت بین الاقوام سے حقیقی نفع۔ لیکن ہم سب سے اول ان امور پر بحث کریں گے کہ کسی ملک کی درآمد و برآمد کس طریقے سے متعین ہوتی ہے، اور قیمتوں اور آمدنیوں میں تغیرات و اختلافات واقع ہونے کی اہمیت اور ان کا سبب کیا ہے۔

سہولت تفہیم کی خاطر ہم یہ فرض کریں گے کہ تجارت آزاد ہے۔ درآمد پر عائد کردہ محصول بہت اہم تغیر آفرین اثرات پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ان امور کی تفہیم اس وقت اچھی طرح ہو سکتی ہے جبکہ تجارت آزاد کے عمل پر اول نظر ڈال لی جائے۔

ہمیں پہلے بعض ایسے عام واقعات پر نظر ڈالنی چاہیے جو بالعموم نظر انداز کر دیے جاتے ہیں؛ یہ واقعات سب مبصروں کے پیش نظر ہوتے ہیں، مگر ان سے بہت کم اشخاص صحیح نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ان عام واقعات میں سے ایک واقعہ مختلف ممالک میں زر کی قدر میں اختلافات کی موجودگی ہے؛ یعنی یہ کہ قیمتوں میں اور آمدنیوں بحوالہ زر کی سطح میں بہت اختلافات ہوتے ہیں۔ آیندہ چل کر بحث کے دوران میں معلوم ہوگا کہ آمدنیوں (بحوالہ زر) کے اختلافات نسبتۃً بہت زیادہ اہم ہیں، اور یہ کہ قیمتیں ہمیشہ آمدنیوں (بحوالہ زر) کے ساتھ ساتھ تبدیل نہیں ہوتیں؛ لیکن سردست ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ قیمتوں اور آمدنیوں (بحوالہ زر) میں عام طور سے ساتھ ساتھ تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ اجرت متعارفہ اور دوسری آمدنیاں (بحوالہ زر)، نیز اکثر اشیا کی قیمتیں، انگلستان کے مقابلے میں ریاستہائے متحدہ میں، فرانس اور جرمنی کے مقابلے میں انگلستان میں، اٹلی اور اسپین کے مقابلے میں فرانس اور جرمنی میں، بہت اعلیٰ ہیں؛ اور جاپان، ہندوستان، اور چین جیسے ملکوں میں سب سے کم ہیں۔

480

جہاں اجرت متعارفہ اور اکثر اشیا کی قیمتوں کے اختلافات بہت نمایاں ہیں تو یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض اشیا ایسی بھی ہیں جن کی قیمتوں میں مختلف ملکوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

باب ۱۲
برآمد و درآمد

اور یہی وہ اشیا ہوتی ہیں جن کا بین الاقوامی تجارت میں معاملہ کیا جاتا ہے؛ یعنی جو برآمد اور درآمد کے سلسلے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتی ہیں۔ اگر ہم بار برداری کے مصارف سے قطع نظر کریں تو، تجارت کرنے والے سب ملکوں میں ان کی قیمتیں یکساں ہوتی ہیں۔ جہاں مصارف نقل و حمل زیادہ ہوتے ہیں وہاں، ان کی قیمتوں میں بڑی حد تک فرق ہو سکتا ہے؛ اس لحاظ سے ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ قیمتیں مقررہ حالت سے بہت دور نہیں ہوتیں۔ یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ہم فی الحال قیمتوں کے اس فرق کو نظر انداز کریں گے جو درآمد اور برآمد پر محصولات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس عام اصول کو سب واقعات پر صحت کے ساتھ منطبق کرنے کی کوشش کی جائے تو، اس میں کچھ شرائط کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ بعض اوقات کوئی نئی شے ایک ملک سے دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہے، سوداگر اس کو ایک ملک میں ارزاں قیمت پر خرید کر اسی کو دوسرے میں گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں، اس صورت میں قیمتوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہ صورت اس مقام پر واقع ہوتی ہے جہاں انکشافات اور وسائل آمد و رفت کی سریع اصلاح و ترقی کی وجہ سے تجارت کے لیے نئی نئی سہولتیں اور مواقع پیدا ہوتے ہیں لیکن مرور زمانہ کے ساتھ تجارتی مقابلہ ان فروق اور اختلافات کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ اس میں بھی، دوسری صورتوں کے مثل، منافعہ وہی حاصل کرتے ہیں جو سب سے پہلے ان کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہیں؛ کثیر منافعہ کمانے سے عارضی طور پر پرہیز کیا جاتا ہے؛ اور آخر الامر قیمتوں میں صرف اسی قدر فرق باقی رہ جاتا ہے جس قدر کہ مصارف نقل و حمل اور معمولی کاروباری منافع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ معاشیات میں ایسے اصول بہت کم ہیں جو صحیح معنوں میں سب حالات پر صادق آتے اور منطبق ہوتے ہوں؛ یہ اصول چند بڑے بڑے عام میلانات کو ظاہر کرتے ہیں؛ چنانچہ یہاں جو اصول بیان کیا گیا ان ہی میں سے ایک ہے؛ یعنی یہ کہ بین الاقوامی تجارت میں جن اشیا کی خرید و فروخت دائمی طور سے اور بڑے پیمانے پر ہوتی رہتی ہے وہ تقریباً تمام تجارتی ملکوں میں ایک ہی مقررہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ گیہوں ریاستہائے متحدہ، اور انگلستان میں تقریباً ایک ہی قیمت پر فروخت ہوتا ہے؛ لنکا اور ریاستہائے متحدہ میں چاء ایک ہی قیمت پر فروخت ہوتی ہے؛ ریاستہائے متحدہ اور

481

باب ۳۴
برآمد و درآمد

برازیل میں قہوے کی قیمت فروخت ایک ہی ہے؛ اون ایک طرف آسٹریلیا میں اور دوسری طرف انگلستان، فرانس اور جرمنی میں تقریباً ایک ہی قیمت پر فروخت ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قیمتیں تقریباً ایک ہی ہوتی ہیں۔ کسی شے کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں برآمد ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی قیمت برآمد کرنے والے ملک میں نسبتۂ ارزاں ہو؛ یعنی کم از کم مصارف نقل و حمل کی مد تک ضرور کم ہو۔

لیکن برآمد کرنے والے ملک میں اجرت متعارفہ لازمی طور سے نسبتۂ کم نہیں ہوتی؛ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں بمقابلۂ انگلستان، اجرت متعارفہ زیادہ ہے؛ پھر بھی ریاستہائے متحدہ سے برطانیہ کو گیہوں برآمد ہوتا ہے۔ چین کے مقابلے میں انگلستان میں اجرت متعارفہ زیادہ ہے؛ پھر بھی انگلستان چین کو ہر قسم کی مصنوعات بھیجتا ہے۔ جرمنی کی نسبت آسٹریلیا میں اجرت متعارفہ زیادہ ہے؛ پھر بھی آسٹریلیا جرمنی کو اون کی برآمد کرتا ہے۔ تجارت بین الاقوام کے بارے میں ایک عام خیال یہ ہے کہ جس ملک میں اجرت کم ہوتی ہے اس کے متعلق یہ قرینہ ہوتا ہے کہ وہ کثیر مقدار میں اشیا برآمد کرے؛ اور جہاں اجرت زیادہ ہوتی ہے اس کے لیے برآمد کرنے میں دشواری پیش آسکتی ہے۔ پھر بھی اوپر جس طرح کے عام واقعات بیان کئے گئے ہیں ان کے مثل دیگر واقعات پر لمحہ بھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ گزشتہ بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ بجز اس صورت کے جس میں اشیا کی تجارت کے علاوہ دیگر مدات کے لیے رقم ادا کرنی پڑے کسی ملک کی برآمد کی قیمت اس کی درآمد کی قیمت کو متوازن کردیتی ہے۔ جن ملکوں میں اجرت متعارفہ زیادہ ہوتی ہے ان کی برآمد کم اجرت متعارفہ والے ملک سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ اسی قسم کے دو ملکوں کے مابین تجارت ہونے کی صورت میں کوئی ملک دوسرے سے زیادہ برآمد نہیں کرسکتا؛ ان کے ذمہ کی رقوم واجب الادا ایک دوسرے کو متوازن کرتی ہیں۔

۲۔ تجارت بین الاقوام کے پہلے اہم اصول کی جانب یہ ابتدائی مسائل اشارہ کرتے ہیں۔ کوئی ملک وہی اشیا برآمد کرتا ہے جن کی قیمت اس کے حدود کے اندر کم ہو؛ اور یہ وہی اشیا ہوتی ہیں جن میں اس ملک کی محنت موثر طریق پر استعمال کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں جو معاشی تصانیف میں بالعموم مستعمل ہیں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ملک وہی اشیا برآمد کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے جن میں اس کو اضافی سہولت اور فائدہ ہو۔

باب ۱۹ برآمد و درآمد

482

برخلاف اس کے کوئی ملک وہی اشیا درآمد کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے، جن کی قیمت، اگر وہ اس کے حدود کے اندر تیار کی جائیں تو، نسبتہً زیادہ ہوگی؛ اور یہ ایسی اشیا ہوتی ہیں جن میں اس ملک کی محنت کم موثر طریقے سے استعمال ہوسکتی ہے، یعنی ان کی تیاری میں اس کو مقابلتہً کم سہولت اور فائدہ ہوتا ہے۔

مثلاً گیہوں، ریاستہائے متحدہ سے کثیر مقدار میں مسلسل برآمد کیا جاتا ہے[1]۔ ان مزدوروں کی اجرت متعارفہ جو گیہوں تیار کرتے ہیں بہت زیادہ ہے؛ کاشتکاروں اور ان کے اجرتی مزدوروں کو معقول معاوضہ دیا جاتا ہے۔ اگر ریاستہائے متحدہ میں گیہوں کی قیمت کم ہے تو، اس کی وجہ لازمی طور سے یہ ہے کہ اس کو پیدا کرنے والے مزدوروں کی محنت موثر ہے؛ یعنی محنت کا استعمال فائدے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ عام خیال کہ اجرت کی زیادتی اور قیمتوں کی زیادتی لازمی طور پر ساتھ ساتھ واقع ہوتی ہے، بالکل بے بنیاد ہے؛ چنانچہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر محنت کی پیدا آوری زیادہ ہو تو، قیمتوں کی کمی کے ساتھ اجرت کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ اب اجرت متعارفہ کو لیجئے۔ جہاں تک اجرت صحیحہ کا تعلق ہے، وہاں تک ہمیں آگے چل کر بخوبی معلوم ہوتا جائے گا کہ اجرت کی اعلیٰ شرح عام پیدا آوری اور کارگزاری کا نتیجہ ہے۔ لیکن محض اجرت متعارفہ پر نظر کرنے اور تجارت بین الاقوام کی نسبت سے اس پر غور کرنے سے ہمیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا

[1] اگرچہ گیہوں کی برآمد کے رک جانے کا امکان ہے مگر میں نے گیہوں کی مثال ہی استعمال کرنا مناسب سمجھا۔ گیہوں کی کثیر المقدار برآمد میں تخفیف کی جانب جو میلان پایا جاتا ہے اس کو اس واقعے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہ امریکا کو خود اس کی اپنی روزافزوں آبادی کے لیے ملکی پیداوار کی "ضرورت" ہے۔ یہ بیان ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ آبادی اور "ضرورت" سے گیہوں کی سابق میں جو نسبت تھی وہ اب باقی نہیں رہی؟ وجہ یہ ہے کہ گیہوں کی پیدائش کے مصارف (یعنی مصارف مختتم) روزافزوں بڑھ رہے ہیں۔ دیکھو باب ۱۳ فصل (۴) اور باب ۴۲۔ ان مصارف کے اضافے کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ محنت بتدریج کم موثر ہوتی جا رہی ہے اور اضافی فائدہ بھی کم ہو رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے برآمد میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ نصاب کی کتاب کے لیے مستقبل میں شمالی مغربی کینیڈا کے گیہوں کی مثال زیادہ مناسب و موزوں ثابت ہو۔

کہ اجرت کی اعلیٰ شرح قیمتوں کی کمی اور برآمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، بشرطیکہ یہ برآمد موثر محنت کا نتیجہ ہو۔ اگر اس کے برعکس کسی خاص پیداآوری کے بغیر اجرت متعارفہ زیادہ ہو تو اس صورت میں قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ جس آجر کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ مزدوروں کو اعلیٰ اجرت متعارفہ ادا کرے، مگر جس کے مزدور بکثرت اشیا تیار نہیں کر سکتے، اس کو اپنے مصارف پورے کرنے کے لیے اپنی پیداوار کا اعلیٰ قیمت پر فروخت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جس ملک میں اجرت متعارفہ کی شرح اعلیٰ ہو، پیدا کنندے صرف ان ہی اشیا کی برآمد کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں جن میں مزدور کی پیداآوری زیادہ ہو۔ ان اشیا کے پیدا کنندوں پر جن میں مزدور کی پیداآوری کم ہے بیرونی مسابقت کا دباؤ روز بروز زیادہ ہوتا جائے گا، اور ممکن ہے کہ بیرونی اشیا کی درآمد کے مقابلے کی وجہ سے انھیں کاروبار ہی سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑے۔

چین سے چائے اور خام ریشم، برطانوی ہند سے سن، اور برازیل سے قہوہ برآمد ہوتا ہے۔ یہ سب ملک ایسے ہیں جن میں اجرت متعارفہ ادنیٰ ہے۔ لیکن یہ ایسے ملک بھی ہیں جن میں محنت عام طور سے غیر پیداآور اور غیر موثر ہے۔ دوسری طرف یہ ملک ایسی مصنوعات کثیر مقدار میں درآمد کرتے ہیں جو صنعت گر ملکوں میں اعلیٰ اجرت ادا کرکے اور موثر محنت صرف کرکے نسبتہً زیادہ ارزان طریق پر تیار کی جاتی ہیں۔ وہ خود ایسی اشیا برآمد کرتے ہیں جن میں ان کی محنت غالباً غیر موثر ہے، لیکن اس سے کم غیر موثر ہے جتنی کہ سوتی پارچہ ظروف اور دوسری مصنوعات تیار کرنے میں ہوتی۔ وہ ایسی اشیا برآمد کرتے ہیں جن کے بنانے میں انھیں مقابلتہً سہولت اور فائدہ ہے، یعنی ایسی اشیا جن کے لیے خود ان کے علاقے میں محنت سب سے زیادہ موثر ہے۔

483

اس طرح ہم اعلیٰ اجرت متعارفہ والے اور ادنیٰ اجرت متعارفہ والے دونوں ملکوں کے بارے میں ایک ہی مقررہ نتیجے پر پہنچتے ہیں، یعنی یہ کہ وہ اشیا جن میں ملک کی محنت نسبتہً زیادہ موثر ہوتی ہے، نسبتہً ارزاں ہوتی ہیں اور ان کی برآمد کا قرینہ ہوتا ہے۔

موجودہ مقصد پر اس امر کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ اس محنت کی پیداآوری کے کیا اسباب ہیں جس سے ملک کو فائدہ اور سہولت حاصل ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس پیداآوری کا سبب خوش گوار آب و ہوا یا دوسری قدرتی موزونیت ہو یا پیچیدہ انسانی اسباب کے

باعث مہارت اور عام استعداد اس کا سبب ہو؛ یا ممکن ہے کہ ان سب اسباب کے مشترکہ اثر کی وجہ سے ان کی پیداآوری اچھی ہو۔ گیہوں اور اس کی برآمد میں ریاستہائے متحدہ کو جو سہولت اور فائدہ ہے اس کا مدار ایک حد تک نئی اور زرخیز زمینوں کے وسیع خطوں کی تملیک پر ہے (یا تھا)؛ لیکن یہ سہولت یا فائدہ زیادہ تر اس وجہ سے بھی حاصل ہوتا ہے کہ یہاں کے کاشتکار بہت ذہین ہیں، وہ جدید آلات کشاورزی بڑی حد تک استعمال کرتے ہیں اور مغربی علاقوں سے بندرگاہوں کو گیہوں منتقل کرنے کا کرایہ ریل بہت ارزاں ہے۔ یہاں تمام اقسام کے اسباب کا عمل ایک ساتھ موجود ہے؛ یعنی نہ صرف قدرتی اسباب، بلکہ وہ اسباب بھی جو حقیت ارضی اور ملکیت زمین سے، عام تعلیم، جوش اور امنگ سے، مصارف بار برداری کی شرحوں پر آزاد پرجوکھم کاروبار، خانگی ریلوں کی تعمیر اور تنظیم کے اثر سے متعلق ہیں۔ خواہ یہ اسباب کتنے ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں، ان کا واحد نتیجہ ظاہر ہے؛ یعنی یہ کہ امریکا کے گیہوں کو پیدا کرنے اور بذریعۂ جہاز روانہ کرنے کی محنت موثر ہے۔ اسی قسم کے اسباب کا اتحاد امریکا کے پٹرولیم اور تانبے کی برآمد کی تہ میں مضمر ہے؛ یعنی نہ صرف عظیم قدرتی ذرائع، بلکہ ان کو ترقی دینے میں بڑی مہارت اور بے باکانہ اولوالعزمی۔ امریکا کی اشیا برآمد کرنے والی بعض صنعتوں میں غیر معمولی قدرتی ذرائع کے بغیر تنہا بے باکانہ اولوالعزمانہ کاروبار اور مہارت ہی پیداآوری اور ارزانی کی کافی توجیہ کر دیتی ہے؛ جیسا کہ آلات کشاورزی، قطع و برید کی کلوں، معماروں کے آلات اور برقی سازوسامان وغیرہ کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ انگلستان سے مصنوعات کی کثیر المقدار برآمد بھی اعلیٰ اجرت، محنت کی پیداآوری اور اضافی سہولت کے اسی اتحاد کی مثال پیش کرتی ہے؛ اس برآمد کا باعث ایک حد تک یہ ہے کہ یہاں کوئلہ اور لوہے کی کانیں، جو مصنوعات کی قدرتی اساس ہیں، بکثرت موجود ہیں؛ دوسری وجہ غالباً یہ ہے کہ یہاں کی آب و ہوا مصنوعات کی تیاری کے لیے بہت موافق ہے؛ اور بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں آزاد صنعت اور آزاد سیاسی اداروں کی بدولت صناعوں میں خاص مہارت، اولوالعزمی، جوکھم برداشت کرنے کی صلاحیت اور جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ چین کو چائے اور خام ریشم پیدا کرنے کی سہولت (یا کم تر وقت) کسی حد تک آب و ہوا اور کسی حد تک محنتی مزدوروں کی مہارت اور تجربہ کاری کے سبب سے حاصل ہے، جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

484

یہ واقعہ کہ فائدے اور سہولت کا یہ موخرالذکر سبب ... ت بخش اور پرخطر ہو سکتا ہے اس حد تک صحیح ثابت ہوتا ہے جس حد تک کہ موجودہ زمانے میں بعض حریف قوموں نے چین کو اس کی اس سابقہ خصوصی حیثیت سے کہ وہ تنہا ان اشیا کی برآمد کرتا تھا محروم کر دیا ہے۔ لنکا میں چائے اور جاپان میں خام ریشم کی برآمد کے سلسلے میں اسی لیے بہت کچھ ترقی رونما ہوئی ہے کہ ان دونوں ممالک میں ان اشیا کی تیاری کے لیے محنت کو بہترین طریقے پر موثر بنانے کے لیے باقاعدہ توجہ کی گئی ہے۔

۳۔ چونکہ قیمت کا ارزان ہونا ہی کسی شے کی برآمد کو متعین کرنے والا اساسی عامل ہوتا ہے؛ اس لیے اشیا کو ارزان بنانے والا سبب یا اسباب، سہولت پیدا کرنے والے عامل بن جاتے اور اس طرح برآمد کو فروغ دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ عام اجرت کی ادنیٰ شرح، پیداوار کی برآمد کو نہ تو فروغ دیتی ہے اور نہ اس میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے؛ لیکن اگر محنت کی ایک خاص قسم غیر معمولی طور پر کم شرح اجرت پر دستیاب ہو سکے تو، اس محنت سے تیار ہونے والی شے کے برآمد ہونے کا قرینہ ہوتا ہے۔ گو کہ محنت کی پیدا آوری زیادہ نہ ہو، لیکن غیر معمولی طور پر کم شرح اجرت، تیار کردہ اشیا کی قیمت کو گھٹانے میں مفید ثابت ہوئی ہے اور اس طرح اضافی فائدے یا سہولت کے برابر ہے۔

سوال کے اس پہلو کے متعلق ریاستہائے متحدہ کی روئی کی برآمد دلچسپ مسائل پیش کرتی ہے۔ آب و ہوا، روئی کے ریشوں کی خوبی پر مفید اثرات ڈالنے کی حد تک اس برآمد کی بڑی حد تک توجیہ کر سکتی ہے؛ معاشرتی حالات بھی ایک اہم عامل خیال کئے گئے ہیں۔ خانہ جنگی سے پیشتر جنوبی علاقے کی روئی کی تجارت کی وجہ رسم غلامی خیال کی جاتی تھی؛ طریق غلامی سے یہ سہولت تھی کہ محنت بہت ارزان شرح پر دستیاب ہوتی تھی۔ لیکن اس جنگ کے بعد سے (جبکہ شورش اور تغیر و تبدل کے ابتدائی سال گزر چکے تھے) برآمد کا کثیر اضافہ یہ ثابت کرتا ہے کہ رسم غلامی خود کوئی بڑا سبب نہ تھی۔ پھر بھی یہ صحیح ہے کہ روئی کی کاشت اب بھی زیادہ تر حبشی غلاموں کی محنت سے کی جاتی ہے، اور یہ محنت امریکا کے دوسرے مزدوروں کی محنت سے نسبتاً زیادہ ارزان ہے۔ اس طرح برآمد کی مسلسل کثرت ان معاشرتی حالات کی جانب منسوب کی جا سکتی ہے جو رسم غلامی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسری طرف اگرچہ یہی حبشیوں کی محنت امریکا

کے عام معیاروں کے لحاظ سے بظاہر ارزاں معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اس کی اجرت متعارفہ مصر ہندوستان اور دوسرے ایسے ممالک کی اجرت متعارفہ کے مقابلے میں زیادہ ہے جہاں سے دنیا کے بازاروں میں امریکا کی سابقت میں روئی کی رسد آتی ہے۔ محنت کا کم از کم ایک حد تک کارگر اور موثر ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں امریکی روئی کی کاشت کا بڑا حصہ (مثلاً ٹیکساز میں) "سفید فام" مزدور کرتے ہیں جن کو معمولی طور سے اعلیٰ امریکی شرحوں پر اجرت ملتی ہے۔ اس صورت میں برآمد کی توجیہ بڑی حد تک محنت کی پیداآوری میں مضمر معلوم ہوتی ہے؛ گو کہ آب و ہوا کے اسباب بھی اس پیداآوری میں اضافہ کرنے میں بلاشبہ اہمیت رکھتے ہیں۔

اجرت کی خاص طور سے ادنیٰ شرح کے اثر کی اس سے زیادہ واضح مثال دوسرے ممالک میں مل سکتی ہے۔ سیکسنی (Saxony) اور بیویریا (Bavaria) میں ایسے گنجان علاقے موجود ہیں جہاں کی آبادی ادنیٰ شرح اجرت پر طویل گھنٹوں تک کام کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ کھلونے، بعض قسم کے سوتی پارچے اور بافتہ اشیا معمولی قیمتوں پر تیار کی جاتی ہیں اور ان کی برآمد کثیر مقدار میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انگلستان میں جہاں ایک طرف اکثر اشیا کی برآمد محنت کی پیداآوری اور اعلیٰ اجرت پر مبنی ہے، وہیں بعض نام نہاد "طفیلی" صنعتیں مثلاً زنجیر سازی اور لیس بافی بھی موجود ہیں جن میں اجرت کی شرح خاص کر ادنیٰ ہے اور اسی لیے قیمتیں بھی کم ہیں۔ معاشری نقطۂ نظر سے کسی ملک کی تجارت میں، خواہ وہ داخلی ہو یا خارجی، یہ کوئی عمدہ عناصر نہیں ہیں۔ لیکن جہاں تک تجارت بین الاقوام کے مد و جزر کا تعلق ہے وہاں تک خاص طور سے ادنیٰ اجرت اور خاص طور سے پیداآور محنت کا عمل ایک ہی مقررہ سمت میں ہوتا ہے؛ یعنی متعلقہ اشیا کی برآمد کو یہ دونوں فروغ دیتے ہیں۔

اس مقام پر پھر یہ کہہ دینا مناسب ہوگا کہ ادنیٰ اجرت کی ان صورتوں میں بین الاقوامی تجارت پر جو اثر پڑتا ہے اس کا انحصار ان صورتوں کے مخصوص اور استثنائی ہونے پر ہے۔ اگر ملک میں ہر قسم کی اجرت کی شرحیں ادنیٰ ہوں تو کوئی شے دوسری کے مقابلے میں ارزاں نہ ہوگی؛ اور برآمد یا درآمد پر کوئی اثر نمودار نہ ہوگا۔ اس مسئلے کے بارے میں ریاستہائے متحدہ اور برطانیہ جیسے ملکوں میں، جہاں اجرت کی شرح بہت

اعلیٰ ہے، لوگوں کو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ان کے ملکوں کی اشیا مصارف سے کم قیمت پر نہ فروخت ہوں، اور اس طرح پورا انتظام اس بنا پر شکست نہ ہو جائے کہ اشیا برآمد کرنے والے ملکوں میں سے بعض میں اجرت کی شرحیں نسبتہً ادنیٰ ہیں۔ تجارت بین الاقوام اور ادنیٰ شرح اجرت کا باہمی تعلق لمحہ بھر غور کا محتاج معلوم ہوتا ہے۔

فرض کیجئے کہ دو ملکوں، یعنی ریاستہائے متحدہ اور جاپان کے درمیان پہلے کوئی تجارت نہ ہوتی تھی اور اب دفعتہً ان کے مابین تجارت شروع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی مان لو کہ جاپان

486

میں تمام پیشوں میں اجرت متعارفہ نسبتہً کم ہے، اور اشیا کی قیمتیں بہت ارزاں ہیں۔ ایسی صورت میں ریاستہائے متحدہ کے مقابلے میں جاپان میں زر کی قدر اعلیٰ ہوگی؛ اشیا کی تجارت صرف ایک ہی سمت میں ہوگی، یعنی جاپان سے ریاستہائے متحدہ کو اشیا کی برآمد ہوا کرے گی؛ اور اس طرح صرف جاپان میں فلز کی درآمد ہوگی۔ ایسی حالت میں، قیمتیں اور اجرت کی شرحیں جاپان میں بڑھ جائیں گی؛ اور ریاستہائے متحدہ میں گھٹ جائیں گی۔ جوں جوں یہ حالت مزید جاری رہیگی (اور خاص کر ریاستہائے متحدہ کے لیے یہ دور بلاشبہ بہت سخت آزمائش کا ہوگا) ویسے ویسے فلز کی نقل بتدریج گھٹتی جائیگی؛ حتیٰ کہ وہ بالکل رک جائے گی اور انجام کار توازن قائم ہو جائے گا۔ لیکن یہ توازن، دونوں ملکوں میں اجرت کی مساوات کی حالت میں قائم نہ ہوگا؛ اور قیمتوں کی مساوات کی حالت میں اور اس طرح باہمی تجارت کے منقطع ہو جانے کی صورت میں توازن قائم ہونے کا اس سے بھی کم امکان ہے۔ جب جاپان میں، فلز کی درآمد کے جواب میں، قیمتیں عام طور سے بڑھ جائیں گی تو، ظاہر ہے کہ بعض اشیا کی قیمتوں میں اس سطح تک اضافہ نہ ہوگا جو امریکا میں انھی اشیا کی قیمتوں کی ہے۔ یہ وہی اشیا ہیں جن میں جاپانی محنت موثر ہے؛ یا کم از کم جن میں بعض قسم کے جاپانی مزدور غیر معمولی طور سے کم اجرت پاتے ہیں۔ اس قسم کی اشیا کی برآمد کا سلسلہ جاپان سے جاری رہے گا، خواہ وہاں اجرت اور قیمتوں میں عام طور سے اضافہ ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ میں اجرت اور قیمتیں، دونوں، گھٹ جائیں گی۔ لیکن جب قیمتیں گھٹنا شروع ہوں گی تو، بعض اشیا کی قیمتیں جاپان کی قیمتوں کی سطح سے بھی کم ثابت ہوں گی۔ یہی وہ اشیا ہیں جن میں امریکا کی محنت کو اضافی فائدہ یا سہولت حاصل ہے یا جن میں کم از کم

اس محنت کا ادنیٰ شرح اجرت قبول کرلینا ضروری ہے۔ یہ اشیا جیسے جیسے جاپان میں اشیا کی قیمتیں بڑھتی جائیں گی، وہاں برآمد کی جائیں گی اور ان کی برآمد کا سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ جاری رہے گا۔ دوسرے الفاظ میں، سب اشیا کے بارے میں کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسرے ملک کی اشیا کے مقابلے میں کم قیمت پر مسلسل فروخت ہوں۔ دونوں ملکوں کے زر کی قدر میں مساوات قائم ہونا یا مساوات کی جانب میلان پیدا ہونا تقریباً یقینی ہے؛ اور اس کے بعد درآمد و برآمد کی ترقی ہوگی اور ہر ملک ان ہی اشیا کی برآمد کرے گا جن میں اس کو سہولت اور فائدہ ہے اور ان اشیا کی درآمد کرے گا جن کی تیاری میں اس کو فائدہ اور سہولت نہیں ہے۔

اس قسم کی غیر معمولی صورت کبھی ظاہر نہ ہوئی۔ مختلف ملکوں میں اضافی اجرتوں اور قیمتوں میں تدریجی اور تقریباً غیر محسوس طریقے پر تطابق اور تنظیم عمل میں آئی۔ انیسویں صدی کے آخری عشروں سے قبل تک جاپان نے اپنی تجارت کے دروازے غیر ملکوں کے لیے بند کر رکھے تھے لیکن اس کے بعد جبکہ غیر ممالک سے اس کی تجارت شروع ہوئی اور یہاں حیرت انگیز سیاسی اور صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا تو، جاپان میں دفعۃً تبدیلی واقع ہوئی۔ تقریباً تمام حالتوں میں تطابق و تنظیم کی اساسی صورتیں ایک مدت قبل طے ہو گئیں۔ اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ عام تطبیق و تنظیم ایسی نہ تھی کہ اس کی بنا پر اجرت متعارفہ یا قیمتوں میں مساوات قائم ہوتی؛ چنانچہ اس کی وجہ سے تمام دنیا میں زر کی قدر میں یکسانیت نہیں پیدا ہوئی۔ ریاستہائے متحدہ اور جاپان کی مفروضہ تجارت میں توازن اور ثبات پذیر مبادلہ قائم ہو جائے گا، بشرطیکہ ان دونوں ملکوں کی صنعتی خصوصیات ویسی ہی رہیں جیسی کہ اب ہیں؛ خواہ ریاستہائے متحدہ میں اجرت متعارفہ کی شرحیں اور اکثر قیمتیں اعلیٰ ہی کیوں نہ ہوں۔ مختلف ممالک کی اجرت کی شرحوں اور عام قیمتوں کے فرق و اختلافات کے کیا اسباب ہیں، ان پر غور کرنا ابھی باقی ہے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ اشیا کو کم قیمت پر فروخت ہونے کی جانب یا ایسی حالت کی جانب نہیں لے جاتے جس میں تجارت مسلسل محض ایک ہی سمت منتقل ہو۔

487

۴۔ اضافی فائدہ اور سہولت کے اصول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی ملک کا ایسی اشیا کی تیاری سے قاصر رہنا ممکن ہے جن کی اس کی جانب سے منافع کے ساتھ

تیاری کی بادی النظر میں توقع ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ایسی اشیا درآمد کرے جن کی تیاری میں اس کی محنت ان ہی اشیا کے برآمد کرنے والے ملک کی محنت کے مقابلے میں نسبتۂ زیادہ کارگر اور موثر ہو۔ ہر قسم کی تجارت بین الاقوام کا مدار ٹھیک اسی قسم کے تعلق و تناسب پر نہیں ہوتا؛ لیکن اس کے تحت بین الاقوامی تجارت کی خصوصیات سب سے زیادہ نمایاں طریقے پر ظاہر ہوتی ہیں۔

اگر کسی ملک کو کسی شے کے تیار کرنے میں دوسری اشیا کے مقابلے میں کم سہولت اور فائدہ ہو، گو فی نفسہٖ اس شے کی تیاری میں اس کو کوئی دقت نہ ہو تو، وہ شے درآمد کی جائے گی۔ بھنگ کی کاشت اور پیدائش کے لیے، روس کی محنت کی پیداآوری کے مقابلے میں ریاستہائے متحدہ کی محنت کی پیدآوری کچھ کم نہیں ہے؛ بلکہ یہاں کی پیدآوری غالبًا نسبتۂ زیادہ ہے؛ پھر بھی روس سے ریاستہائے متحدہ میں بھنگ کی درآمد ہوتی ہے۔ سن کے ریشے کی تیاری کے لیے، بلجیم کی محنت کی پیدآوری سے، یا آئرلینڈ یا جرمنی کی سوتی پارچہ بنانے کی محنت کی پیدآوری سے ریاستہائے متحدہ کی محنت کی پیدآوری کم نہیں ہے؛ لیکن امریکا میں سن اور سوتی پارچہ کی پھر بھی درآمد ہوتی ہے، اور یہ بھی ایسی حالت میں جبکہ ان پر بھاری محصول عائد ہیں (بھنگ البتہ محصول سے مستثنیٰ ہے)۔ چین، ایشائے کوچک، روس اور دیگر کم ترقی یافتہ اور پسماندہ ملکوں میں خام اون جس سے قالین بنائے جاتے ہیں جتنی کم محنت سے تیار ہوتا ہے اتنی ہی کم محنت سے ریاستہائے متحدہ میں بھی اس کی پیدائش ممکن ہے؛ لیکن اس کے باوجود ان علاقوں سے یہاں اس کی درآمد ہوتی ہے۔ ان روزمرہ کے مظاہر کی توجیہ یہ کی جا سکتی ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں محنت بہت زیادہ گراں ہے۔ اس توجیہ کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، وہ کافی صحیح ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ محنت گراں کیوں ہے؟ یہاں کی اجرتوں کی اعلیٰ شرح ہر قسم کی اشیا کی درآمد کی جانب رہنمائی نہیں کرتی؛ ان اشیا کی برآمد کو روکتی ہے جن میں محنت کی پیدآوری زیادہ ہے۔ اجرت کی اعلیٰ شرح، عام اعلیٰ کارکردگی اور پیدآوری کا نتیجہ ہے۔ ایک مرتبہ جب اعلیٰ اجرت کا رواج ہو جاتا ہے اور وہ قائم ہو جاتی ہے تو، وہ ان ممکنہ صنعتوں کے لیے سخت دشواریاں پیدا کر دیتی ہے جن میں پیدآوری اعلیٰ نہیں ہے۔ اس واقعہ کی حقیقی توجیہ کہ اشیا کی تیاری

باب ۔۔ درآمد و برآمد

کی محنت میں کوئی وقت یا نقصان نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود وہ مسلسل درآمد کی جاتی ہیں یہ ہے کہ وہ ایسی اشیا کی شرح پیدائش کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جن میں ملک کی محنت زیادہ موثر اور پیدآور طریقے سے استعمال کی جاتی ہے۔

بظاہر کسی ملک کا مفاد ہی اس میں مضمر ہوتا ہے کہ وہ اپنی محنت کو مفید ترین شعبوں میں استعمال کرے، یعنی نہ صرف ایسی صنعتوں میں جن میں وہ بلا دقت یا محض خفیف سہولت کے ساتھ استعمال کی جا سکے، بلکہ ان صنعتوں میں بھی جن میں اس کو سب سے زیادہ فائدہ ہو۔ علیٰ ہذا کوئی شخص اپنا فائدہ اس میں پاتا ہے کہ اپنے آپ کو صرف اس پیشے کے لیے وقف کردے جس کے لیے وہ سب سے زیادہ مہارت اور موزونیت رکھتا ہو۔ راج، دیوار بنانے کے لیے خود ہی اینٹ ڈھوے ڈھوے نہیں پھرتا؛ گو کہ اگر وہ چاہے تو، ٹوکرے میں اینٹ ڈھونے والے مزدور کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ڈھو سکتا ہے۔ وہ اینٹ ڈھونے والے کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ اچھے طریقے پر دیوار بنا سکتا ہے؛ چنانچہ اس پیشے سے اپنے کو مختص کرکے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کوئی قابل کاروباری شخص بہت سا معمولی کام بلکہ ایسا کام بھی اپنے ماتحتوں اور محرروں کے تفویض کر دیتا ہے جس میں کچھ ذمہ داری اور معاملات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہو اور جس کو وہ خود بہتر انجام دے سکتا ہے؛ اور خود کو اس سے زیادہ مشکل کام، یعنی انتظام و نگرانی، کے لیے جس میں وہ مخصوص مہارت رکھتا ہے، وقف کر دیتا ہے۔

لیکن ہر قسم کی بین الاقوامی تجارت یا افراد کے مابین ہر قسم کی محنت کی تقسیم کی بالکل اسی طرح توجیہ و تشریح نہیں کی جا سکتی۔ بالعموم فریقین کو سہولت تامہ یا فائدہ فائقہ حاصل رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ راج، جسمانی حیثیت سے طاقتور رہے بغیر، اپنے فن میں کامل اور ماہر ہو؛ اور ممکن ہے کہ اینٹ ڈھونے والا نسبتۃً زیادہ اینٹ ڈھو سکتا ہو؛ لیکن ہر شخص اپنا کام خود ہی دوسرے کے مقابلے میں بہتر کر سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ قابل کاروباری شخص محرری کا کام خود اتنی عمدگی کے ساتھ نہ کر سکے جتنی عمدگی کے ساتھ اس کا محاسب کر سکتا ہے۔ ذرا سا بے صبرا پن، غصہ اور تلون، جو ذی اقتدار اور سربرآوردہ اشخاص کی خصوصیت متاثر ہوتی ہے، یکساں اور یک ڈھنگی دفتری کام انجام دینے کے لیے کاروباری شخص کو غیر موزوں بنا سکتا ہے۔ اسی طریقے سے ممکن ہے کہ کوئی

ملک ایک صنعت میں سہولتوں سے بالکل محروم اور دوسری میں کامل فائدہ فائقہ رکھتا ہو۔ بعینہٖ یہی حال معتدل اور گرم ملکوں کا ایک دوسرے کے مقابلے میں ان اشیا کے بارے میں ہوتا ہے جن کا وہ آپس میں عام طور سے مبادلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ برازیل میں، ریاستہائے متحدہ کے مقابلے میں، قطعی طور پر کم تر محنت سے قہوہ تیار ہوتا ہے؛ علیٰ ہذا ہندوستان، ریاستہائے متحدہ کے مقابلے میں، کم تر محنت سے سن تیار کرتا ہے؛ اور ان سب ممالک کے مقابلے میں ریاستہائے متحدہ کم تر محنت کے ساتھ گیہوں تیار کرتی، اس کا آٹا بناتی، اور روئی کاتتی اور اس کا کپڑا بنتی ہیں۔

۵۔ بین الاقوامی تجارت کے فائدہ کی بنیاد اور اس تجارت کی توسیع کے امکان میں اس لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے کہ تجارت محض تقابلی سہولت کے اختلافات پر مبنی ہے یا ان اختلافات مطلق پر جن کو اوپر سب سے آخر میں بیان کیا گیا۔ دوسری صورت میں یعنی جہاں ہر ملک کو ہر حیثیت سے نمایاں تفوق حاصل ہو، باہمی مبادلہ ہر حالت میں باہمی فائدے کا موجب ہوگا۔ گو ممکن ہے کہ نفع میں ان کی شرکت مساویانہ نہ ہو (چنانچہ اس کے متعلق آئندہ باب میں تفصیلی بحث کی جائے گی)، پھر بھی ان کا مفاد اسی میں مضمر ہوگا کہ وہ تجارت کو جاری رکھیں۔ لیکن جہاں صرف اضافی فائدہ یا تقابلی سہولت ہو وہاں، تجارت کا وجود اور اس کا فائدہ اس واقعہ پر مبنی ہوتا ہے کہ مزدور آزادی کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہوتے؛ مثلاً فرض کرو کہ ریاستہائے متحدہ کی محنت اٹلی کے مقابلے میں بحیثیت مجموعی زیادہ پیدآور ہے؛ پھر بھی اہل امریکا کا اس میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی اشیا کو اٹلی سے درآمد کریں جن میں اگرچہ ان کو سہولت اور فائدہ ہے تاہم یہ سہولت اور فائدہ کمتر ہے۔ لیکن اٹلی کے باشندوں کے لیے بھی یہ زیادہ مفید ہوگا کہ وہ من حیث الجماعت ریاستہائے متحدہ کو منتقل ہو جائیں۔ محض اسی وجہ سے کہ اطالوی ایسا کرنے سے قاصر ہیں اور اپنے ہی ملک میں سکونت پذیر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، ایسی تجارت قائم رہے گی جو فائدہ مطلق پر مبنی نہیں ہے۔

اس طرح، اس قسم کی تجارت کے غیر معین طریقے پر جاری رہنے کا مدار مختلف ملکوں کی محنت کی عدم نقل پذیری پر ہے؛ یعنی زبان، قومیت، مذہب کے تعلقات

باب ۲۲ برآمد و درآمد

اور ان مزاحمتوں پر ہے جو جہالت اور افلاس سے پیدا ہوتی، لوگوں کو گھر گھسنا بناتی اور وطن سے وابستہ رکھتی ہیں۔ اگرچہ فی زمانہ نا توطن خارجی بہت بڑھ گیا ہے، لیکن پھر بھی اتنا نہیں کہ موجودہ عدم نقل پذیری کا بالکل خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہو۔ مذکورہ بالا مثال میں اگر کل اطالوی، ریاستہائے متحدہ کو منتقل ہوجائیں تو، وہ سابقہ حالت سے نسبتہً بہت اچھے رہیں گے۔ جب تک وہ اپنے وطن میں رہیں اس وقت تک، وہ اہل امریکا کو اس قیمت سے زیادہ ارزاں اشیا کی سربراہی کرتے ہیں جس پر یہ اشیا ریاستہائے متحدہ میں تیار ہوسکتی ہیں۔ اگر وہ ایک دفعہ ریاستہائے متحدہ میں منتقل ہوجائیں تو وہ حقیقت میں پہلے کی نسبت بہت کم محنت کے ساتھ اشیا تیار کریں گے؛ لیکن اس محنت کی اجرت امریکا کی اعلیٰ شرح کے حساب سے ادا کی جانی ضروری ہوگی، اور اشیا کم ارزاں ہوں گی۔ اہل امریکا (یا انھیں اخلاقاً امریکا کے دوسرے باشندے کہنا مناسب ہوگا) پہلے کے مقابلے میں کم خوش حال ہوں گے۔ یہ خیال بلاشبہ کیا جاسکتا ہے کہ جب اطالوی امریکا جائیں گے تو، انھیں وہاں امریکا کی، انتہائی شرح سے اجرت نہ ملے گی۔ ممکن ہے کہ انھیں امریکیوں کے لیے کم شرح اجرت پر اشیا تیار کرنی پڑیں جیسا کہ اٹلی میں رہ کر کی تھیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ نووارد مہاجر فی الحقیقت ایک جماعت کی تشکل رکھتے ہیں، لیکن ان کی اجرت بظاہر امریکا کی شرح کے قریب قریب ہوگی۔ اگرچہ وہ ایسی اجرت پر کام کریں گے جس کی سطح ریاستہائے متحدہ کی اجرت کی معمولی سطح کے مساوی نہ ہوگی، لیکن وہ اسی ارزاں طریق پر امریکیوں کی خدمت نہ کریں گے جیسا کہ ان کے ہموطن جو اپنے ملک میں ٹھیرے ہوئے رہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ بالکل اسی طرح کی اشیا جن کی قدیم ملکوں سے درآمد ہوتی ہے یا تجارت آزاد کے تحت درآمد ہوگی تیار نہیں کرتے۔ ان اشیا کی درآمد کا سلسلہ جاری رکھنا اہل امریکا کے لیے فائدہ مند ہوگا، خواہ یہاں کی محنت ان کے تیار کرنے میں بیرونی محنت کے مقابلے میں زیادہ موثر ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا کی پیدآوری قوتوں کی مثالی یا معیاری تقسیم میں (جس کو ہم عبقریاتی (Utopian) تقسیم کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں) تقسیم عمل اور تجارت، جس کا مدار کلیۃً مصارف پیدائش کے تقابلی اختلافات پر ہوتا ہے، باقی نہ رہے گی۔ لیکن انسانوں اور قوموں کی موجودہ حالت میں، قوموں، فرقوں اور نسلوں کے باہمی عظیم تاریخی اختلافات اور ان کے نتیجے کے طور پر محنت کی عدم نقل پذیری کا کچھ کم اثر

490

نہیں پڑے گا۔[1]

۶۔ گزشتہ تشریح سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کوئی ملک اپنے علاقے کے اندر ایسی اشیا تیار نہیں کرتا جن کو وہ درآمد کرتا ہے؛ اور اس کے برخلاف جو اشیا برآمد کرتا ہے ان کی رسد کلاً یا مجموعی حیثیت سے کسی دوسرے ملک یا ملکوں میں بھیجی جاتی ہے۔ لیکن یہ نتیجہ لازمی طور سے نہیں نکلتا؛ اور خاص کر ان کثیر التعداد اشیا کے بارے میں ایسا نتیجہ نہیں نکلتا جو تغیر پذیر مصارف یا تقلیل حاصل کے حالات کے تحت تیار کی جاتی ہیں۔

گیہوں کی مثال لیجئے؛ جو ریاستہائے متحدہ سے انگلستان اور جرمنی کو برآمد کیا جاتا ہے۔ ان ملکوں میں گیہوں کی کچھ مقدار فائدے کے ساتھ تیار کی جا سکتی ہے؛ خاص کر جرمنی میں زیادہ اور انگلستان کی مرطوب آب و ہوا میں نسبتہً کم۔ ان کو نقصان صرف اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ کاشت مختتم کی حد کو بڑھا دیتے ہیں اور ایسی زمین پر گیہوں کی کاشت کرتے ہیں جو اس کے لیے زیادہ موزوں نہیں ہے۔ اگر کسی ملک کے اندر رسد مہیا کرنے کے ذرائع اچھے ہوں تو، خواہ اس شے کی درآمد کیوں نہ ہوتی رہے، ملکی پیدا کنندے اس شے کی تیاری کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اسی وجہ سے قومی رسد کی بنیاد کسی حد تک درآمد پر اور ایک حد تک خود ملک کی اندرونی پیدائش پر ہوتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں اون کی بعینہٖ یہی حالت ہے۔ ملک کے بعض علاقوں مثلاً نیومیکسیکو اور اریزونا کے نیم خشک میدانوں کو اون کی پیدائش کے لیے نمایاں فوائد اور سہولتیں حاصل ہیں، اور کسی دوسری شے کی تیاری کے لیے وہ موزوں نہیں ہیں۔ دوسرے مقامات میں آب و ہوا اس قدر موافق نہیں ہے، یا اس سے اہم بات یہ ہے کہ زمین کو دوسری اشیا کی پیدائش کے لیے نسبتہً زیادہ فائدے کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے؛ مثلاً غلہ اور گیہوں کی کاشت میں فائدہ نسبتہً زیادہ اور اون کی پیدائش میں مقابلتہً کم ہے۔ اون کی کل رسد، جو ملک کو مروجہ قیمتوں پر مطلوب ہے، ان علاقوں میں تیار نہیں کی جا سکتی جن میں وہ فائدے کے ساتھ تیار ہو سکتی ہے؛ اسی وجہ سے اس رسد کا ایک جزو درآمد کیا جاتا ہے۔ اس نوع کی درآمد، یعنی ریاستہائے متحدہ میں اون اور جرمنی میں گیہوں کی درآمد ان بھاری

491

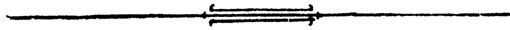
[1] اس موضوع کا تعلق اجرتوں کے اختلافات اور غیر مسابق جماعتوں سے قائم ہوتا ہے؛ چنانچہ آگے چلکر دیکھو باب ۵۱، خاص کر فصل ۵ اور ۶۔

محصولوں کے باوجود وقوع میں آتی ہے جو ان پیداواروں پر دونوں ملکوں میں عائد کیے جاتے ہیں۔ چونکہ ہر ملک میں رسد کے بہتر ذرائع سے پوری طرح استفادہ کیا جاتا ہے، اس لیے زائد گیہوں اور اون فراہم کرنے میں مصارف زیادہ ہو جاتے ہیں؛ اسی وجہ سے جب گھٹیا اور ادنیٰ درجے کے ذرائع سے استفادہ کیا جاتا ہے تو ان اشیا کی قیمت بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ محصولوں کے باوجود بھی ان کی درآمد ہوتی ہے۔ ہر ملک کی رسد کا تمام تر حصہ گھریلو پیدائش سے فراہم ہوتا ہے؛ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ رسد کا ایک جزو مستقلاً درآمد بھی کیا جاتا ہے۔

مصنوعات کا جہاں تک تعلق ہے، صورت حالات کسی قدر مختلف ہوتی ہے؛ اس لیے کہ استقرار مصارف کے ساتھ رسد کے اضافے پر قدرت کی جانب سے عام طور سے اس قسم کی حد بندیاں نہیں ہوتیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس صورت میں بھی فراہمی رسد کی کچھ تقسیم کے وقوع میں آنے کا قرینہ ہے۔ بسا اوقات مختلف کارخانوں میں اختلاف مصارف کے مستقل اسباب ہوتے ہیں؛ مثلاً کوئلہ اور کچ دھات کی رسد کے بارے میں آہنی مصنوعات میں۔ اور ایسی صورتوں میں بھی جہاں اختلاف مصارف کے اسباب اس قدر گہرے نہیں ہیں، اسی کے مماثل دوسری قوتیں طویل مدت کے لیے کارفرما ہوتی ہیں۔ استقرار حاصل کا اصول، اگرچہ اکثر مصنوعات میں بہت دیر میں اور آخر میں نتائج پیدا کرتا ہے؛ لیکن سریع تغیر یا انقلاب کے دور میں جیسا کہ موجودہ زمانے میں اکثر صورتوں میں رونما ہو چکا ہے، ترمیم و تبدیلی کا تابع ہے۔ ممکن ہے کہ کسی ایک وقت میں کسی مقررہ صنعت کے بعض کارخانوں، مثلاً اونی مصنوعات تیار کرنے والے کارخانوں کو ایسی سہولتیں حاصل ہوں جن کی بنا پر وہ ممالک خارجہ کے مقابلے میں مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں؛ اور دوسرے کارخانوں کو ایسی سہولتیں حاصل نہ ہوں۔ اس حالت میں رسد کا صرف ایک جزو درآمد کے ذریعے سے حاصل کیا جائے گا، نہ کہ کل رسد۔ 492

پھر بھی داخلی اور خارجی صناعوں کے مابین فراہمی رسد کی تقسیم اخراجی صنعتوں کے خارجی و داخلی پیدا کنندوں کی باہمی تقسیم کے مقابلے میں عام طور سے کم ہوتی ہے، اور اس کے مستقلاً برقرار رہنے کا کم قرینہ ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ گاہ گاہ دونوں کے مابین بہت ہی مساویانہ توازن ہوتا ہے؛ اور یہ کہ کم اہم عامل، مثلاً نیک نامی اور شہرت

یا صارفوں کے مذاق اور رہم کے مطابق اشیا تیار کرنے کی مہارت، اس کا تعین کرے گی کہ ہر قسم کے پیدا کنندوں میں سے چند پیدا کنندے بازار میں مسابقت میں جمے رہیں گے۔ جب مصنوعات کا ایک جزو باہر سے درآمد ہوتا پایا جائے تو، یہ معلوم ہوگا کہ درآمد کردہ شے، اگرچہ نام کے اعتبار سے ملکی شے کے مماثل ہوتی ہے، پھر بھی ملکی شے سے بلحاظ خوبی اس درجہ مختلف ہوتی ہے کہ وہ ایک بالکل جداگانہ شے کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرانس کی اونی مصنوعات انگلستان میں درآمد کی جاتی ہیں، لیکن یہ ان اشیا سے بہت مختلف ہوتی ہیں جنھیں انگریز بناتے اور برآمد کرتے ہیں۔ بظاہر ایک خارج از قاعدہ واقعہ (یعنی ایک ہی قسم کی شے کی ساتھ ساتھ درآمد اور برآمد) کی توجیہ کا انطباق بعض اشیائے خام پر بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ ریاستہائے متحدہ، کثیر مقدار میں روئی کی برآمد کرتی ہیں؛ پھر بھی ان میں روئی کی درآمد بھی ہوتی ہے؛ لیکن یہ روئی ویسی ہی نہیں ہوتی جیسی کہ برآمد کی جاتی ہے۔ درآمد کردہ روئی مصری روئی ہوتی ہے، جس کے ریشے معمولی امریکن روئی کے مقابلے میں بہت لانبے ہوتے ہیں، اور جو کاڑھنے اور دوسرے کپڑے بننے میں استعمال کی جاتی ہے۔



493

باب سی و پنجم

(*)

نظریۂ تجارت بین الاقوام (بسلسلہ سابق)
نفع کی نوعیت و حقیقت

(۱) اندرون ملک مبادلے اور بین الاقوامی مبادلے کا باہمی فرق۔ مختلف ملکوں کی اجرتوں کی تغیر پذیر شرحیں، بین الممالک مبادلات کے تغیر پذیر نفع کو ظاہر کرتی ہیں۔ (۲) ایک تشریحی مثال: انگلستان اور اٹلی۔ طلب و افادہ، اضافی اجرتوں اور قیمتوں کو متعین کرتا ہے۔ اس سبب کا عمل، بوجہ اس اثر کے جو فلز کی رسد قیمتوں پر ڈالتی ہے، سست رفتار اور مبہم ہوتا ہے۔ (۳) بین الاقوامی طلب کے تغیرات کے اثرات؛ نئی اشیائے برآمد کے اثرات؛ مال تجارت کے سوا دوسری قسم کی ادائیاں۔ (۴) ان اسباب کی تفصیلی تحقیق کی دقتیں؛ سنہ ۱۸۷۱ء کے بعد سے ریاستہائے متحدہ امریکا کی حالت کی تمثیل و تشریح۔ (۵) تجارت بین الاقوام کے نفع کا تعین کرنے میں آمدنیوں (بحوالۂ زر) نہ کہ قیمتوں کی اہمیت۔ (۶) نفع پر دو اسباب اثر انداز ہوتے ہیں، یعنی بین الاقوامی طلب کا عمل، اور برآمد کردہ اشیا تیار کرنے میں محنت کا کارگر اور پیدا آور ہونا۔ موخر الذکر سبب، اجرت متعارفہ کی عام شرح کا تقرر کرتا ہے۔ (۷) اعلیٰ اجرت متعارفہ اور دوسری قسم کی اعلیٰ آمدنیوں کے باعث ملک کے اندر لازمی طور سے قیمتیں اعلیٰ نہیں ہوتیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کی مثال۔

۱۔ گزشتہ باب میں یہ بحث کی گئی کہ بین الاقوامی تجارت کے نفع کی عام نوعیت

کیا ہوتی ہے اور کسی ملک کی اشیا میں سے خاص خاص اشیا برآمد کیے جانے کے کیا اسباب ہیں۔ اب اس نفع کی نوعیت و حقیقت کو اور تجارتی ملکوں میں اس کی تقسیم کے طریق کو بہت زیادہ غور و احتیاط کے ساتھ جانچنا باقی رہ جاتا ہے۔

مسئلے کے اس رخ کو سمجھنے کے لیے بہترین طریق یہ ہوگا کہ پہلے اس صورت پر غور کیا جائے جس میں ہر ملک اپنی برآمد کردہ اشیا میں سہولت مطلق یا کاملاً فائدہ فائق رکھتا ہے۔ چنانچہ گرم اور معتدل ملکوں کی باہمی تجارت کی نوعیت اسی قسم کی ہوتی ہے، علیٰ ہذا ایک ہی ملک کے مختلف اجزا کی باہمی تجارت کی نوعیت بھی بالعموم ایسی ہی ہوتی ہے۔

کسی ایک ملک کے اندر محنت کی اس قسم کی جغرافی تقسیم عام طور سے خاص مسائل پیدا نہیں کرتی۔ مبادلہ، مختلف طبقوں کے مابین ہوتا ہے لیکن مساوی شرائط پر۔ کسی ایک ملک کے مختلف حصوں میں، ایک ہی مقررہ مہارت اور صلاحیت رکھنے والے اشخاص کی حد تک، اجرتوں اور آمدنیوں میں عظیم اختلافات نہیں ہوتے۔ یارک شائر، اونی مصنوعات تیار کرنے والا بڑا علاقہ ہے؛ لنکا شائر سوتی پارچہ تیار کرنے کا بڑا مرکز ہے؛ یہ دونوں اپنی پیداوار کا مبادلہ ایک دوسرے سے کرتے ہیں؛ لیکن دونوں میں اجرت کی شرحیں تقریباً ایک ہی ہیں، اور مبادلے کے فوائد میں ان کی مساوی طور سے شارکت ہے۔ پن سلوانیا میں لوہا اور کوئلہ، وادی مسی سی پی میں گیہوں اور غلہ، اور یگون میں لکڑی، کیلی فورنیا میں میوے، امریکا کے جنوبی علاقہ میں روئی پیدا ہوتی ہے؛ اور نیو انگلینڈ میں متفرق مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ گو ریاستہائے متحدہ کے مختلف حصوں میں آمدنیوں میں کامل مساوات نہیں ہے، پھر بھی ہم ملک کے عام صنعتی حالات میں بڑی حد تک ہم جنسی اور یکسانی پاتے ہیں۔ بجز جنوبی علاقے کے جہاں نسلی امتیازات کی وجہ سے محنت کی نقل پذیری اتنی سادہ طریقے پر نہیں ہوتی ہے، ریاستہائے متحدہ میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں محنت بہت آزادی کے ساتھ منتقل ہوتی ہے۔ نہ صرف پیدائش کے بدیہی فوائد اور سہولتوں کی بنا پر بڑی حد تک جغرافی تقسیم عمل کا تعین ہوتا ہے، بلکہ اس کی پیدا کردہ عام افراط اور ارزانی میں سب علاقوں کے باشندے تقریباً ایک ہی مقررہ درجے تک مساوی حصہ پاتے ہیں۔

لیکن گرم اور معتدل ممالک کے درمیان اور مہذب اور نیم مہذب ممالک کے

494

باب ۲۵ نفع کی نوعیت و مقدار

درمیان آمدنیوں میں مساوات بہت کم پائی ہے۔ ریاستہائے متحدہ اور یورپ کے مقابلے میں، جاپان، ہندوستان، چین اور جنوبی امریکا میں اجرت کی شرحیں بہت ہی مختلف ہیں۔ علیٰ ہذا ریاستہائے متحدہ اور یورپی ممالک کے درمیان اور خود یورپ کے مختلف علاقوں کے مابین بھی اجرتوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ چونکہ آمدنیاں (بحوالہ زر) مختلف ہیں، اس لیے نفع تجارت بین الاقوام کی تقسیم بھی غیر مساویانہ ہے۔ مختلف تجارتی ملکوں میں اشیا کا مبادلہ ایک ہی قیمت پر ہوتا ہے (اگر مصارف نقل و حمل کو منہا کر دیا جائے)۔ مثلاً انگریز، نہ صرف اونی و سوتی اشیا اور کوئلہ، بلکہ میوے اور شراب اتنی ہی ارزاں خریدتے ہیں جتنی اطالوی۔ لیکن انگریزوں کی آمدنی (بحوالہ زر)، جس سے وہ دونوں قسم کی اشیا خرید سکتے ہیں، نسبتہً زیادہ ہوتی ہے؛ اور اسی وجہ سے اطالیہ سے تجارت کرنے میں وہ بمقابلہ اہل اٹلی کے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اب ان اختلافات کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے؟

۲۔ ایک انتہائی اور سادہ مثال فرض کیجئے، جس میں انگلستان کوئلہ اور اطالیہ لیموں برآمد کرتا ہے؛ یہ برآمد نتیجہ ہے پیداوار حاصل کرنے میں ان ظاہری سہولتوں اور فوائد کا جو دونوں ملکوں کو میسر ہیں۔ انگلستان، اطالیہ کو کتنا کوئلہ روانہ کرے گا اس کی مقدار کا مدار اطالیہ کی طلب کے حالات پر ہے۔ اطالیہ میں کوئلہ انگلستان کی ہی قیمت پر فروخت ہوگا، جس میں صرف مصارف نقل و حمل کا اضافہ ہوگا؛ چنانچہ اس قیمت پر یہاں کوئلے کی کچھ مقدار فروخت کی جا سکتی ہے۔ دوسری جانب انگلستان میں اطالیہ کے لیموں اطالیہ کی ہی قیمت پر فروخت ہوں گے، جس میں صرف مصارف نقل و حمل کا اضافہ ہوگا؛ اور اس قیمت پر انگلستان میں لیموں کی کچھ مقدار فروخت کی جا سکتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ان دونوں اشیا کی مقداریں ٹھیک متوازن ہوں؛ یعنی انگلستان سے برآمد شدہ کوئلے کی قدر بحوالہ زر، انگلستان میں درآمد کردہ لیموں کی قدر بحوالہ زر کے ٹھیک مساوی ہو۔ لیکن اگر ہم یہ فرض کریں کہ ان دونوں ملکوں میں پہلے سے کوئی تجارتی رشتہ قائم نہ تھا اور اب پہلی مرتبہ ان کے درمیان دفعتہً تجارت شروع ہوئی ہے تو، یہ توازن اور تسویہ نہایت غیر اغلب بلکہ ناممکن ہوگا۔ ان میں سے کسی نہ کسی شے کی مجموعی قیمت کے زائد ہونے کا قرینہ ہے۔ فرض کیجئے کہ لیموں کی قیمت زیادہ ہے۔ اس طرح اطالیہ کی انگلستان کو برآمد، درآمد کے مقابلہ میں، (بحوالہ قدر زر) نسبتہً زیادہ ہوگی۔ نتیجہ یہ کہ اطالیہ میں طلائی کی درآمد شروع ہو جائے گی،

495

یہاں کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا؛ اور اس کے ساتھ ساتھ آمدنی (بحوالہ زر) بھی بڑھ جائے گی۔ اس کے برخلاف انگلستان میں اجرتیں اور قیمتیں گھٹ جائیں گی۔ اس عمل کے واقع ہونے کے دوران میں اطالیہ سے لیموں کی برآمد کا سد باب ہوجائے گا؛ اس لیے کہ اطالیہ میں دوسری اشیا کے ساتھ لیموں کی قیمت بڑھ گئی ہے؛ اور اس کے برخلاف انگریز صارفوں اور خریداروں کی آمدنی (بحوالہ زر) کم ہوگئی ہے۔ لیکن انگلستان سے کوئلے کی برآمد بڑھ جائیگی چونکہ یہاں قیمتوں میں تخفیف ہوتی رہی ہے، اور دوسری اشیا کے ساتھ کوئلے کی قیمت بھی گھٹ گئی ہے؛ اس لیے اطالیہ کو کوئلہ کم قیمت پر بھیجا جا سکتا ہے۔ کوئلہ کا صرف اطالیہ میں نہ صرف اس وجہ سے بڑھ جاتا ہے کہ کوئلے کی قیمت گھٹ گئی ہے؛ بلکہ اس واقعہ کی بنا پر بھی کہ اطالیہ میں آمدنیاں (بحوالہ زر) بڑھ رہی ہیں۔ آخرالامر ایک ایسی حالت نمودار ہوتی ہے جس میں کوئلہ، لیموں کی قیمت پوری پوری ادا کر دیتا ہے؛ یعنی درآمد و برآمد کی قدر بحوالہ زر مساوی ہوجائے گی، فلزکی نقل رک جائے گی اور توازن قائم ہوجائے گا۔

اب ٹھیک کس مقام پر یہ حالت نمودار ہوگی اس کا مدار بظاہر تجارتی ملکوں میں ان دونوں اشیا کی طلب کی نوعیت پر ہوگا۔ اگر دونوں کی طلب تغیر پذیر ہے تو بہت جلد توازن قائم ہوجائے گا۔ اگر لیموں کی اعلیٰ قیمت انگریزی صرف کو بہت جلد روک دے؛ اور اگر کوئلے کی ادنیٰ قیمت اطالوی صرف کو بہت جلد بڑھا دے تو، بہت جلد ان دونوں اشیا کی قدر بحوالہ زر مساوی ہوجائے گی۔ لیکن اگر لیموں کیلیے انگلستان کے لوگوں کی طلب قوی ہو، یعنی ان کی طلب غیر تغیر پذیر ہو اور وہ قیمت میں کسی قدر اضافہ ہوجانے کے بعد بھی تقریباً مقررہ مقدار ہی استعمال کرتے رہیں؛ اور اگر دوسری طرف اٹلی کے لوگوں کی طلب کوئلے کے بارے میں غیر تغیر پذیر ہو اور قیمتوں کی تخفیف کے باوجود وہ اس شے کے استعمال کو نہ بڑھائیں تو، ایسی صورت میں قیمتوں اور آمدنیوں میں ایک طویل مدت تک تغیرات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جس ملک میں دوسرے ملک کی پیداواروں کے لیے طلب زیادہ ہو وہاں قیمتیں اور اجرت متعارفہ کی شرحیں مقابلتہً ادنیٰ ہوں گی؛ اور جس ملک کی اشیا کی مانگ دوسرے ملکوں میں زیادہ ہوگی اس میں اجرت متعارفہ کی شرحیں

باب ۳۵
نفع کی نوعیت و حقیقت

اور آمدنی بحوالہ زر زیادہ ہوگی۔

اس مفروضہ حالت میں (جو اس لحاظ سے بالکل فرضی ہے کہ اس میں یہ مانا گیا ہے کہ انگلستان اور اٹلی کے مابین صرف دو اشیا کی تجارت ہوتی ہے) مضمرہ اصول کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ تجارت بین الاقوام سے وہ ملک سب سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے جس کی برآمد کی طلب سب سے زیادہ ہو، اور جن اشیا کو وہ خود درآمد کرتا ہے (یعنی دیگر ممالک کی اشیائے برآمد) ان کی طلب اس کو کم ہو۔ علیٰ ہذا اس ملک کو سب سے کم فائدہ ہوتا ہے جس میں دوسرے ممالک کی پیداواروں کی طلب بہت قوی ہو۔ نیم اصطلاحی زبان میں، جو ہم نے کسی دوسری جگہ استعمال کی ہے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ملک، بین الاقوامی تجارت کے نفع میں جس حد تک حصہ پاتا ہے اس کا مدار ایک طرف، تو درآمد کردہ اشیا کے افادہ مختتم پر ہوتا ہے جو اس ملک کے لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، اور دوسری طرف برآمد کردہ اشیا کے افادۂ مختتم پر ہوتا ہے جو غیر ممالک کے باشندوں کو حاصل ہوتا ہے۔

دنیا کے فلز کے ذخیرے کی تقسیم اور بین الاقوامی ادائیوں کے تسویے کے لیے جو نظام ہے اس کے ذریعے سے یہ سبب عمل کرتا ہے۔ اب دوبارہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ نظام کس قدر آہستگی کے ساتھ عمل کرتا ہے اور بین الاقوامی تجارت کی پیچیدہ لہروں میں اس نظام کے عمل کو دریافت کرنا کس قدر دشوار ہے۔ مختلف ملکوں کی درآمد و برآمد نے خود بخود ان اختلافات کے مطابق اپنے آپ کو منظم کر لیا ہے جو مختلف ملکوں کے زر کی قدر میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس خودرو نظام میں جو بغیر ارادہ اور تجویز کے رونما ہوا، تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، لیکن یہ تبدیلیاں بہت آہستہ اور نیم پوشیدہ طریقے سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ موجودہ زمانے کے اکثر معاشئین محض ان مظاہر پر توجہ کرتے ہیں جن میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور جن کا پوری صحت کے ساتھ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، باقی ان قوتوں کو جو ان مظاہر کی تہ میں ہوتی ہیں اور جو کم نمایاں ہوتی ہیں نظر انداز کر دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں باریک بینی کے ساتھ قائم کئے ہوئے نظریات کی صحت کے متعلق شبہات رکھتے ہیں۔ پھر بھی عام اور وسیع مظاہر کی توجیہ اسی قسم کے استدلال کے ذریعے سے کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ

تجارت بین الاقوام کی بحث کے آغاز ہی میں بتایا گیا تھا، یہ ظاہر ہے کہ مختلف ممالک کی آمدنیوں بحوالۂ زر میں عظیم اختلافات موجود ہوتے ہیں؛ اور یہ اختلافات بہت طویل زمانے تک قائم رہتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ان ہی اختلافات کی وجہ سے تجارت خارجہ کے نفع میں عدم مساوات پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فلز کی نقل، قیمتوں کے ذریعے سے اور ان اشیا کے صرف کے ذریعے سے منظم ہوتی ہے جو تجارت خارجہ میں شامل ہوتی ہیں۔ اس نقل کے باوجود قدر زر کی سطح میں تمام دنیا میں یکسانیت نہیں پیدا ہوتی؛ اور باوجود اس کے کہ قیمتوں میں اور آمدنیوں (بحوالہ زر) میں اختلافات ہوتے ہیں، مختلف ممالک کی باہمی ادائیوں میں کافی حد تک توازن قائم ہوجاتا ہے۔ یہ سب مظاہر، نظریۂ "طلب متکافی" کے ذریعے سے ایک منظم رشتے میں منسلک ہوتے ہیں۔

۳۔ اب ایک دوسری ہی مثال فرض کرو جو حقیقت سے بہت زیادہ قریب ہے۔ فرض کرو کہ ان ممالک کے درمیان جن کی تجارت میں پہلے توازن قائم ہوچکا ہے، طلب میں تبدیلی رونما ہوتی ہے؛ مثلاً انگلستان ریاستہائے متحدہ سے اتنی اشیا درآمد کرنے کے بعد جن کی قیمت اس کی برآمد کردہ اشیا کی قیمت کے ذریعے سے ادا ہوجاتی ہے، اب پہلے کے مقابلے میں امریکا سے مزید اشیا طلب کرتا ہے۔ زیادہ صحت کے ساتھ بیان کیا جائے تو، مفروضہ یہ ہے کہ انگریز صارف پہلے کے مقابلے میں اب زیادہ امریکی اشیا یعنی روئی، گیہوں، تانبا وغیرہ مروجہ قیمتوں پر خرید کرتے ہیں۔ اس صورت میں انگلستان سے ریاستہائے متحدہ کو فلز کا منتقل ہونا ضروری ہے؛ یا دوسرے الفاظ میں، کانوں سے نکلا ہوا سونا، جو بصورت دیگر انگلستان جاتا اس کا اب ریاستہائے متحدہ میں جانا ضروری ہے۔ اگر یہ تحریک بڑے پیمانے پر واقع ہو اور طویل زمانے تک قائم رہے تو اس کا اثر قیمتوں پر لازماً پڑے گا۔ انگلستان اور اٹلی کی مفروضہ باہمی تجارت میں جو عواقب رونما ہوئے تھے اسی قسم کے عواقب کا سلسلہ اس میں بھی نمودار ہوگا؛ یعنی ریاستہائے متحدہ میں قیمتیں اور آمدنیاں (بحوالہ زر) بڑھ جائیں گی اور انگلستان میں گھٹ جائیں گی؛ اور انجام کار ان تغیرات کی وجہ سے پھر توازن قائم ہوجائے گا۔ امریکا کی اعلیٰ قیمتیں، ریاستہائے متحدہ سے برآمد کے اضافے پر ایک روک کا کام کریں گی، اور انگلستان کی ادنیٰ قیمتیں، انگلستان سے اشیا کی برآمد کو بڑھا دیں گی۔ متعارفہ آمدنیوں کی سطح ریاستہائے متحدہ

باب ۲۵ نفع کی نوعیت و حقیقت

میں قدرے بڑھ جائے گی' اور انگلستان میں قدرے گھٹ جائے گی۔ انگریزی سامان کے صارفوں کی حیثیت سے اہل امریکا فائدے میں رہیں گے؛ اور امریکی اشیا کے صارفوں کی حیثیت سے انگریز گھاٹے میں رہیں گے۔ اس طرح امریکی اشیا کے لیے انگریزی طلب کا اضافہ ان دونوں ملکوں کی باہمی تجارت کے نفع میں انگریزوں کو کم حصہ اور اہل امریکا کو زیادہ حصہ دلوانے کا موجب ہوگا۔

علاوہ ازیں کسی ملک کی تجارت خارجہ میں کوئی نئی شے برآمد کے لیے رونما ہو تو' اس کا عمل بھی اسی طریقے سے ہوگا۔ امریکا کی خانہ جنگی کے بعد ایک اہم شے' یعنی مٹی کا تیل' ریاستہائے متحدہ سے برآمد ہونے لگا؛ اور اس سے ان اشیا میں صریحاً اضافہ ہوگیا جو بیرونی صارف خریدتے تھے۔ اب ان کی قیمت کی ادائی لازماً کرنی پڑی ہوگی۔ اگر سابق میں تجارت متوازن تھی اور اگر کسی دوسرے خلل ڈالنے والے عامل نے خلل اندازی نہ کی ہوگی تو' سابقہ مفروضہ حالت کے مثل' فلز ریاستہائے متحدہ میں لازماً منتقل ہوا ہوگا۔ سابق ہی کی طرح عواقب لازماً رونما ہوئے ہوں گے' یہاں تک کہ ریاستہائے متحدہ سے اس نئی شے کے ماسوا دیگر سب اشیا کی برآمد پر تدریجی طور سے روک قائم ہوکر دونوں ملکوں میں قیمتوں کی نئی سطح پر توازن از سر نو قائم ہوگیا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نئی شے کو حاصل کرکے جو انھیں پہلے میسر نہ آتی تھی ممالک غیر نے فائدہ حاصل کیا؛ لیکن انھیں اس حد تک نقصان بھی ہوا جس حد تک کہ انھیں دیگر امریکی اشیا کے لیے کسی قدر زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی' اور جس حد تک ان کی متعارفہ آمدنیوں' جن سے ان اشیا کی قیمت ادا کی گئی' کمی واقع ہوئی۔

تجارتی اشیا کی قیمت کے علاوہ دیگر رقوم کی ادائی کرنے کی ذمہ داری سے بھی اسی قسم کے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی ملک کے ذمے دوسرے ملکوں کی رقوم واجب الترسیل ہوں' خواہ وہ سیاحوں کے مصارف' قرضے کی رقم کا سود' کرایہ نقل و حمل یا دین داری کی دوسری مدیں ہوں' تو ممکن ہے کہ اس ملک کی حیثیت دوسرے ممالک سے تجارت کرنے کے نفع کے بارے میں خراب تر ہو۔ واجب الترسیل رقوم کا زر کی شکل میں یا زر کی مساوی قیمت کی اشیا کی شکل میں بھیجنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر پہلے سے بین الاقوامی لین دین میں توازن قائم ہو تو سب سے پہلے فلز کی برآمد

498

باب ۳۵ نفع کی نوعیت و حقیقت

کرنی پڑے گی۔ فلز کی یہ برآمد قیمتوں کو گھٹا دیگی؛ اور اشیا کی برآمد کے حق میں ہیج و محرک کا اور درآمد کے حق میں روک کا کام کرے گی۔ انجام کار زائد رقوم کی ادائی تجارتی اشیا کی برآمد کی زیادتی سے کی جائے گی۔ لیکن جو عمل اشیائے برآمد کی زیادتی کا موجب ہوگا وہی ترسیل زر کرنے والے ملک میں قیمتوں اور آمدنیوں (بحوالہ زر) میں کمی پیدا کرنے اور اس طرح اس ملک کو تجارت بین الاقوام سے کم فائدہ پہنچانے کا بھی باعث بنے گا۔ ممالک غیر کے صارفوں کے پاس خواہ مخواہ زیادہ مقدار میں اشیا برآمد کرنے کی ضرورت ایک طرف اس کا موجب ہوتی ہے کہ ممالک غیر کے باشندے اس برآمد کو بہتر شرائط پر حاصل کریں اور دوسری طرف اس کا باعث ہوتی ہے کہ ملکی صارف ممالک غیر سے بدتر شرائط پر اشیا درآمد کریں۔

۴۔ کسی حقیقی اور مقرون حالت میں ان قوتوں کے عمل کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے؛ اس لیے کہ ایسا بہت شاذ ہوتا ہے کہ کوئی ایک عامل تنہا عمل کرتا ہو، اور ایسا بھی بہت ہی شاذ ہوتا ہے کہ متعدد عامل ایک ہی سمت عمل کرنے میں متحد ہوں۔ اس دشواری کی بہترین مثال انیسویں صدی کے آخری ربع حصے میں ریاستہائے متحدہ کے تجربے سے ہم پہنچتی ہے۔ بین الاقوامی طلب، طویل مدت میں اپنے نتائج پیدا کرتی ہے؛ چنانچہ صرف اسی طریقے سے فلز کی نقل قیمتوں پر اثر ڈالتی ہے۔ لیکن متذکرہ بالا دور میں متعدد اور متضاد قوتیں عمل کرتی ہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ۱۸۷۳ء کے بعد ریاستہائے متحدہ کی تجارت خارجہ میں ایک اعتبار سے نئی تبدیلی واقع ہوئی؛ یعنی تجارتی اشیا کی برآمد جو پہلے درآمد کے مقابلے میں کم تھی، درآمد سے بڑھ گئی[۵]۔ اس تبدیلی کی توجیہ یہ ہے کہ اہل امریکا کو غیر ممالک کے باشندوں کے متعدد مدات کی رقوم مثلاً قرضے کا سود، سیاحوں کے مصارف، توطن داخلی اختیار کرنے والوں کی رقوم، کرایہ باربرداری وغیرہ ادا کرنی پڑیں۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے کہ اس کی بنا پر فلز کی برآمد ہونا اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں اور آمدنیوں کا گھٹ جانا اور توازن تجارت کا اس ملک کے ناموافق ہونا لازمی امر

499

۵۔ دیکھو باب ۳۳ فصل ۴۔

باب ۲۵ نفع کی نوعیت حقیقت

ہے۔ لیکن اسی زمانے میں (۱۸۷۳ء کے بعد) امریکا کی اشیائے برآمد یعنی روئی گیہوں، گوشت اور چند مصنوعات کی طلب میں بہت اضافہ ہوگیا؛ اور اسی کے ساتھ نئی اشیائے برآمد، مثلاً، مٹی کے تیل اور تانبے نے بہت اہمیت حاصل کرلی۔ ان سب چیزوں کا عمل بالکل برعکس سمت میں ہوا۔ علاوہ ازیں اسی زمانے میں درآمد پر تامینی محصول عائد کرنے کی پالیسی بہت شد و مد کے ساتھ اختیار کی گئی، اور اس قسم کی پالیسی بھی، جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا[1]، اجرت کی شرحوں کو اور قیمتوں کی سطح کو بڑھا دیتی ہے۔ اس اثنا میں ملک کے اندر سونا وسیع پیمانے پر کانوں سے مسلسل نکالا گیا۔ اس ملک کی زر کی رسد پر وضع قوانین کا بھی بہت اہم اثر پڑا، مثلاً فلزی بنیاد پر ادائی کرنے کا طریق از سر نو جاری کیا گیا، ۱۸۷۹ء اور ۱۹۰۰ء کے قوانین کی رو سے چاندی کا زر بھی رائج کیا گیا اور قومی بنک کا نظام نئے اسلوب پر قائم کیا گیا۔ اس کل دور میں آبادی اور دولت میں بہت خاصا اضافہ اور ترقی ہوئی، اور اس لحاظ سے زر کی طلب بہت بڑھ گئی؛ اور زر کی طلب کا اضافہ ہی فی نفسہ ایسی شئے ہے جو قیمتوں کو گھٹانے کی جانب میلان رکھتی ہے۔ یہ سب متعدد و متضاد اور ایک دوسرے پر اثرات ڈالنے والے عناصر مل کر کام کر رہے تھے؛ ایسی صورت میں یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آیا بین الاقوامی تجارت کے نفع کو بڑھانے والی قوتیں نفع کو گھٹانے والی قوتوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور وزن دار تھیں یا نہیں؟ کسی ایک عامل کے حقیقی عمل کو تفصیل کے ساتھ کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اگر یورپ کے کسی ملک کی تجارت خارجہ کو کسی طویل زمانے کے لیے جانچنے کی کوشش کی جائے تو اس کی دشواری بھی اسی نوعیت کی ہوگی، اگرچہ کیفیت مختلف ہوگی۔ 500

اس قسم کی دشواری معاشیات میں عام طور سے پیش آتی ہے۔ متعدد قوتیں جو بعض اوقات ایک ہی سمت میں عمل کرتی ہیں اور بعض اوقات ایک دوسرے کی ضد میں عمل کرتی ہیں، متحدہ طور سے ایک مقررہ نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ چونکہ ہم حسب دلخواہ تجربات عمل میں لانے سے لازمی طور سے قاصر ہیں، اس لیے مفترضہ

[1] باب ۲، فصل (۱)۔

استدلال سے لامحالہ کام لینا اور ان عام نتائج پر قناعت کرنا ضروری ہے جن کی تصدیق براہ راست تجربے سے محض خفیف حد تک ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم یہ استدلال کرتے ہیں کہ زر کی رسد میں اضافہ ہونے کے سبب سے قیمتیں لازماً بڑھ جاتی ہیں۔ ہم بالآخر یہ پاتے ہیں کہ یہ واقعہ اعتبار کے تغیرات، بنک کے محفوظ ذخائر اور ان کی توسیع کا مناسب لحاظ کرنے کے بعد، صداقت و حقیقت پر مبنی ہے؛ اور اس نتیجے کی مزید تصدیق، مفرط اجرائے زر کاغذ کے نمایاں اور حیرت انگیز مظاہر سے بھی ہو جاتی ہے۔ ہم یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر ایک ملک سے دوسرے ملک میں فلز کی نقل خود بخود یہ نتیجہ پیدا کرتی ہے کہ نقل رک جاتی ہے، اور یہ کہ فلز کی نقل کے بغیر مختلف ملکوں کے درمیان رقوم کی ادائیوں میں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت ہم یہ پاتے ہیں کہ بالعموم فلز بہت قلیل مقدار میں استعمال کر کے رقوم کی ادائی کا انتظام کیا جاتا ہے؛ رہی ایسی صورتیں جن میں کہ فلز مسلسل ایک ہی سمت منتقل ہوتا ہے، مثلاً کان کن ملکوں سے یا مغربی ممالک سے مشرق کی کاہل قوموں میں تو، وہ ایسی مستثنیات ہیں جو کلیئے کو ثابت کرتی ہیں؛ ان کی توجیہ انفرادی حیثیت سے ممکن ہے۔ ہم یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ رقوم کی ادائی میں توازن کی حالت اس عمل کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے جو مختلف ملکوں میں متعارفہ آمدنیوں اور قیمتوں کی مختلف سطحوں پر مبنی ہوتا ہے؛ چنانچہ ہم فی الحقیقت بعض ملکوں میں دوسروں کے مقابلے میں اجرت اور قیمتیں نمایاں طور سے اعلیٰ پاتے ہیں۔ عام استدلال کے یہ تمام تصدیقات، ہم میں استدلال کی ایسی صورتوں میں بھی اطمینان و اعتماد پیدا کرتے ہیں جن کی تصدیق ہم براہ راست نہیں کر سکتے۔ اس بالواسطہ طریق پر جن نتائج کی تصدیق ہوتی ہے ان میں سے ایک نتیجہ وہ ہے جس کا بیان سابقہ بحث میں آچکا ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ کسی ملک کا تجارت بین الاقوام کے نفع میں حصہ پانے کا مدار طلب متکافی کے عمل پر ہوتا ہے۔ کسی ملک کی پیداواروں کی طلب دوسرے ممالک میں جتنی زیادہ قوی ہوگی اور دوسرے ممالک کی پیداواروں کے لیے خود اس ملک کی طلب جتنی کم ہوگی، اتنا ہی اس ملک کو تجارت بین الاقوام سے زیادہ فائدہ اور نفع حاصل ہوگا۔

۵۔ تجارت بین الاقوام کے تعلق سے متعارفہ آمدنیوں اور قیمتوں میں جو

باب ۳۵
نفع کی نوعیت حقیقت

501

اضافہ اور تخفیف ہوتی ہے اس پر مزید بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ سچ پوچھو تو قیمتوں کا اضافہ یا تخفیف فی نفسہ کوئی اہم چیز نہیں ہے، بلکہ محض متعارفہ آمدنیوں کا اضافہ یا تخفیف اہم شے ہے۔

زر کی قدر کے اختلافات، یعنی قیمتوں اور آمدنیوں کی عام سطح کے اختلافات، جو تجارت بین الاقوام کے عمل سے پیدا ہوتے ہیں، صرف ممالک خارجہ کی اشیا کے بارے میں حقیقی اور دائمی اہمیت رکھتے ہیں۔ طویل مدت میں قیمتوں اور آمدنیوں کے عام اضافے کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا؛ اس کے معنی محض یہ ہیں کہ مبادلے میں سکّے یا زر کی مقدار زیادہ استعمال ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ تغییر کا عمل دین داروں اور لین داروں کے تعلقات میں خلل پیدا کرتا ہے؛ اور غالبًا یہ بھی صحیح ہے کہ قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے پیدائش کو ایک حد تک ترقی ہوتی ہے[1]۔ لیکن یہ عارضی اثرات ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر قیمتوں میں بھی اسی حد تک اضافہ ہو جائے تو آخر میں چل کر محض متعارفہ آمدنی کے کثیر ہونے سے افراد کی حالت بہتر نہیں ہوتی۔ اور بین الاقوامی تجارت کے متبدلہ حالات کے اثر کے تحت اور فلز کی درآمد کی صورت میں، ملک کے اندر قیمتوں میں اسی قدر اضافہ ہوگا جس قدر کہ اجرت اور دیگر آمدنیوں میں۔ لیکن خارجی (درآمد کردہ) اشیا کی قیمتیں ان ہی مقررہ حالات سے مختلف طریقے پر متاثر ہوتی ہیں۔ ان میں اضافہ نہیں ہوتا؛ بلکہ تخفیف ہوتی ہے۔ بڑھی ہوئی آمدنی، ممالک غیر کی اشیا اور محض انھی اشیا کی خریداری میں اور زیادہ صرف ہونے لگتی ہے۔ اس کے برخلاف معکوس سمت میں عمل کرنے والی تجارت بین الاقوام میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے آمدنیوں اور قیمتوں کی تخفیف صارفوں پر صرف اس حد تک اثر ڈالتی ہے جس حد تک کہ وہ درآمد کردہ اشیا خریدتے ہیں۔ جہاں تک داخلی اشیا کا تعلق ہے وہاں تک، متعارفہ آمدنیوں کی تخفیف، قیمتوں کی تخفیف کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے لیکن بیرونی اشیا گرانی کی جانب مائل ہوتی ہیں اور ان کی خریداری تجارت بین الاقوام سے حاصل ہونے والے نفع میں حقیقی کمی کر دیتی ہے۔

[1] دیکھو باب ۲۲ فصل ۶۔

باب ۳۵ نفع کی نوعیت و حقیقت

اس طرح تجارت بین الاقوام کے آثار چڑھاؤ کی وجہ سے پیدا شدہ قدر زر کے تغیرات کی بنا پر نہ صرف عارضی اثرات (مثلاً دین داروں اور لین داروں پر) بلکہ دائمی اثرات و نتائج بھی رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ان مستقل اثرات کے معنی اس سے مختلف ہیں جو بظاہر ان عام اصطلاحوں کے استعمال سے لیے جاتے ہیں۔ یہ اثرات محض اس وجہ سے رونما نہیں ہوتے کہ برآمد کی مقدار میں اضافہ ہونے کی وجہ سے زر کی زیادہ مقدار درآمد ہوتی ہے؛ بلکہ ان اثرات کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ممالک غیر کی اشیا نسبتہً زیادہ آسان شرائط پر حاصل ہو جاتی ہیں۔ اگر زر کی رسد میں اضافہ ہو، اور یہ اضافہ مساوی طور سے تمام دنیا میں تقسیم ہو جائے تو، اس سے کسی ملک کو فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اگر صرف ایک ہی ملک میں اضافہ ہو، یا دوسرے ممالک کے مقابلے میں ایک ملک میں نسبتہً زیادہ اضافہ ہو تو، یہ اضافہ اس ملک کو دیگر ممالک کے ساتھ لین دین کرنے میں فائدہ پہنچائے گا۔ اسی طریقے سے بین الاقوامی تجارت میں طلب کے حالات تبدیل ہو جانے کی وجہ سے اگر موجودہ رسد کی از سر نو تقسیم عمل میں آئے تو، اس کے سبب سے بعض ممالک کے لوگ دوسروں کے ساتھ لین دین کرنے میں زیادہ فائدہ حاصل کریں گے۔

اس استدلال کا ایک عملی نتیجہ یہ ہے کہ کوئی ملک صرف اس صورت میں تجارت بین الاقوام سے فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ ممالک غیر کی اشیا کی اضافی ارزانی سے وہ فائدہ اٹھائے۔ جب تک یہ اشیا بلا محصول درآمد ہوں گی اس وقت تک اور صرف اسی وقت تک وہ ملک اعلیٰ متعارفہ آمدنیوں یا متعارفہ آمدنیوں کے اضافے سے حقیقی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ بیرونی اشیا پر عائد کئے جانے والے محصول اس فائدے کو زائل کر دیتے ہیں۔ اور اگر محصول عائد کرنے کا نتیجہ یہ ہو کہ ایسی اشیا کی پیدائش ملک کے اندر ہونے لگے جو محصول عائد نہ کرنے کی صورت میں درآمد کی جاتیں تو، بین الاقوامی تجارت کا فائدہ بالکلیہ غائب ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تجارت آزاد کی موافقت میں یہی سب سے بڑا استدلال ہے؛ اور اپنی جگہ نہایت محکم استدلال ہے۔ لیکن یہی آزاد تجارت اور تجارت مامون کے مؤیدین کے باہمی بحث مباحثہ کا کل خلاصہ نہیں ہے، بلکہ ایک اساسی حقیقت ہے جس پر موجودہ زمانے کے مغالطوں کی وجہ سے بڑی حد تک پردہ پڑ گیا ہے؛ پھر بھی

502

باب ۲۵ نفع کی نوعیت و حقیقت

اس حقیقت کے متعلق کسی ایسے شخص کو ذرا بھی غلط فہمی نہیں ہو سکتی جس نے تقسیم عمل، مبادلہ، زر اور قیمتوں کے اصول کو اچھی طرح سمجھ لیا ہو۔

۶۔ تجارت بین الاقوام سے کسی ملک کو حاصل ہونے والے نفع کی وسعت کا مدار دو اسباب پر ہے: (۱) بین الاقوامی مبادلے کے حالات و شرائط جیسے کہ ابھی بیان کئے گئے ؛ (۲) برآمد کردہ اشیا تیار کرنے میں اس ملک کی محنت کی پیدا آوری۔ یہ دونوں اسباب آمدنی متعارفہ میں صورت حالات کے مطابق زیادتی یا کمی پیدا کرتے ہیں اور اس طرح ممالک خارجہ کی اشیا کی خریداری کے نفع میں کمی بیشی بھی پیدا کرتے ہیں۔

ان دونوں اسباب کے عمل کی مثال ریاستہائے متحدہ اور روس کی مختلف حیثیتوں سے ملتی ہے جو گیہوں کی برآمد کے بارے میں دونوں کی ہے۔ دنیا کے بازاروں میں ان دونوں ملکوں کے گیہوں برآمد کرنے والے اپنی پیداوار یکساں قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ جہاں تک بین الاقوامی طلب کے عمل کا تعلق ہے، دونوں ملکوں کے برآمد کرنے والے یکساں حد تک فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک گیہوں پیدا کرنے کے مصارف کا تعلق ہے، یعنی حقیقی مصارف کی حد تک جن کی پیمائش محنت کی اس مقدار سے ہوتی ہے جو گیہوں پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے، دونوں ملکوں کی حیثیتیں بہت مختلف ہیں۔ ریاستہائے متحدہ میں گیہوں نسبتًہ بہت کم محنت کے ساتھ تیار ہوتا ہے اور اجرت متعارفہ کی شرحیں یہاں بہت اعلیٰ ہیں۔ روس میں اجرت متعارفہ کی شرحیں نسبتًہ ادنیٰ ہیں، اور اس لحاظ سے روس کے سب گیہوں پیدا کرنے والوں بلکہ سب روسیوں کی حیثیت ایسی ہے کہ ممالک غیر کی اشیا خریدنے میں انھیں نسبتًہ کم فائدہ ہوتا ہے۔ جب دو یا دو سے زیادہ ملک ایک ہی شے کی فروخت میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں تو انھیں تجارت بین الاقوام سے انفرادی طور سے حاصل ہونے والے فائدے کی وسعت کا مدار اس محنت کی اضافی پیدا آوری پر ہوتا ہے جو برآمد کردہ اشیا کی تیاری میں صرف ہوتی ہے۔

کسی ملک کی آمدنی متعارفہ اور اجرتوں کی عام شرح کو متعین کرنے والا عام سبب ان صنعتوں میں ملتا ہے جن کی اشیا برآمد ہوتی ہیں۔ وہ اجرت متعارفہ کا اصلی سبب ہیں، نہ کہ اجرت صحیحہ کا۔ ان اشیا کی جو کچھ قیمت وصول ہوتی ہے وہ مقابلے کے اثر کے تحت

503

باب ۲۵
نفع کی نوعیت و حقیقت

تمام ملک میں، یعنی نہ صرف برآمد ہونے والی صنعتوں میں، بلکہ دوسری تمام صنعتوں میں بھی، عام طور سے رائج ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دوسری صنعتوں میں یہ قیمت کی شرح کوئی خاص اثر نہیں رکھتی؛ اس لیے کہ اجرتوں اور آمدنیوں کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ اشیا کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی قسم کا تغیر برآمد کرنے والی صنعتوں میں بھی ساتھ ساتھ ظاہر ہوتا ہے؛ یعنی ان اشیا کو تیار کرنے والے مزدوروں کی اجرت اور آمدنیوں کے اضافے اور تخفیف کے ساتھ برآمد کردہ اشیا کی قیمتیں بڑھ اور گھٹ جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اجرت متعارفہ کا ماخذ وہ قیمتیں ہیں جن پر برآمد کردہ اشیا دنیا کے بازاروں میں فروخت کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ہم زمانی تغیر درآمد کردہ اشیا کے بارے میں ظاہر نہیں ہوتا؛ اعلیٰ آمدنی متعارفہ سے جو حقیقی فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ، جیسا کہ کافی واضح طور سے بیان کیا جا چکا ہے، درآمد کردہ اشیا کی ادنیٰ قیمتوں سے حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے، اور اس کے بارے میں بھی بہت کچھ غلط فہمی ہے۔ کیا اعلیٰ آمدنیاں (بحوالہ زر) رکھنے والا، یعنی تجارت بین الاقوام سے خاص فوائد حاصل کرنے والا ملک، ایسا ملک بھی ہے جہاں قیمتیں اعلیٰ ہیں؟ اکثر اشخاص اس سوال کا جواب اثبات میں دیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کوئی قطعی جواب اس کا نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا مدار دیگر امور پر ہوتا ہے۔

اشیا کو عام حیثیت سے دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؛ یعنی (۱) وہ اشیا جو تجارت بین الاقوام میں شامل ہوتی ہیں؛ اور (۲) وہ اشیا جو تجارت خارجہ میں شامل نہیں ہوتیں۔ اول الذکر کو ہم اختصار کی خاطر بیرونی اشیا، اور موخر الذکر کو داخلی اشیا کہہ سکتے ہیں۔ آزاد مبادلے کے حالات کے تحت اور مصارف نقل وحمل کا کافی لحاظ کرنے کے بعد بیرونی یا خارجی اشیا کی قیمت تمام دنیا میں ایک ہی سطح کی طرف مائل ہوتی ہے۔ لیکن داخلی اشیا کی قیمتیں مختلف ملکوں میں مختلف ہو سکتی ہیں۔ داخلی اشیا کا حلقۂ اثر ارزانی نقل وحمل کے باوجود اور اس ارزانی کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت اور بین الاقوامی مقابلے کی توسیع کے باوجود وسیع رہتا ہے۔ اکثر اشیا اپنی قدر کے تناسب سے اس قدر بھاری بھرکم اور بوجھل ہوتی ہیں کہ انھیں پیدائش کے مقام سے کسی دور دراز

504

باب ۳۵ نفع کی نوعیت و حقیقت

مقام پر منتقل کرنا بہت دشوار ہوتا ہے؛ مثلاً اینٹ اور پتھر۔ بعض پر گہری عادتوں کا اس قدر اثر پڑتا ہے کہ صرف قریب کے پیدا کنندے ہی صارفوں کی خواہش کے مطابق انھیں تیار کر سکتے ہیں؛ مثلاً مکان کا فرنیچر۔ بعض اشیا لازمی طور سے اسی مقام پر بنائی جاتی ہیں جہاں انھیں استعمال کیا جاتا ہے؛ مکانات اس کی کھلی ہوئی مثال ہیں۔ طبیبوں، وکیلوں، اداکاروں، گویّوں اور خانگی ملازموں کی خدمات بھی لازمی طور سے مقامی حیثیت سے انجام پاتی ہیں۔ یہ افادے (یا خدمات) خاص کر خوش حال طبقے کے لیے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے؛ ان کی قیمت بظاہر محض خانگی حالات کی بنا پر قرار پاتی ہے۔

اب میز، کرسی، پلنگ، صندوقوں وغیرہ خانگی فرنیچر جیسی اشیا پر غور کیجئے۔ کیا یہ اشیا، جرمنی کے مقابلے میں جہاں آمدنی مُتعارفہ نسبتہً ادنیٰ ہے، ریاستہائے متحدہ میں جہاں آمدنی مُتعارفہ زیادہ ہوگی گراں ہوں گی؟ اس کے جواب کا مدار امریکا کی اس محنت کی پیدآوری پر ہے جو ان کے تیار کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ اگر امریکا کی محنت اس میدان میں مقابلتہً اتنی ہی موثر ہے جتنی کہ غیر ملکی اشیا کے بارے میں تو وہ اشیا گراں نہ ہوں گی۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ گیہوں کا جہاں تک تعلق ہے، امریکا کی محنت جرمنی کی محنت کے مقابلے میں زیادہ موثر ہے؛ اگر ایسا نہ ہوتا تو گیہوں ریاستہائے متحدہ میں ارزاں نہ ہوتا اور نہ وہاں سے جرمنی بھیجا جاتا۔ لیکن میزوں اور کرسیوں کے معاملے میں بھی امریکا کی محنت جرمنی کے مقابلے میں زیادہ موثر ہو سکتی ہے؛ اور اس طرح میز اور کرسیاں، ریاستہائے متحدہ میں زیادہ گراں نہ ہوں گی، اگرچہ ان کو تیار کرنے والے مزدور اعلیٰ اجرت پاتے ہیں۔ اصول بہت ہی سادہ ہے؛ یعنی یہ کہ وہ خانگی اشیا جن کے بارے میں کسی ملک کی محنت کی پیدآوری کا درجہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اشیا برائے برآمد تیار کرنے میں، مقابلتہً ارزاں ہوں گی؛ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اشیا برائے برآمد مقابلتہً ارزاں ہیں۔ ایسی داخلی اشیا جن میں اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے گراں ہوں گی، اور اس حد تک گراں ہوں گی جس حد تک محنت کی پیدآوری ادنیٰ ہے۔ ناظرین اپنے طور پر اس استدلال میں وسعت پیدا کر سکتے ہیں؛ اس استدلال کی بنیاد یہ واقعہ ہے کہ ہر ملک میں کچھ محنت ایسی ہوتی ہے جو اگرچہ موثر

505

باب ۲۵
نفع کی نوعیت و حقیقت

نہیں ہوتی لیکن اس کی اجرت غیر معمولی طور سے ادنیٰ ہوتی ہے۔ داخلی اشیا جو ان بدبخت مزدوروں کے ہاتھوں تیار ہوں گی، نسبتہً بہت ارزاں بھی ہوں گی۔

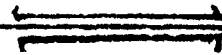
عام خیال یہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں، جہاں آمدنی متعارفہ عام طور سے اعلیٰ ہے، قیمتیں بھی اعلیٰ ہوں گی۔ لیکن یہ خیال کسی قطعی و یقینی بنیاد پر مبنی نہیں ہے۔ اسکی بنیاد غالبًا یہ واقعہ ہے کہ اکثر اشیا خوش حال طبقے کے لیے حقیقت میں مقابلتہً گراں ہیں۔ جس ملک میں آمدنیاں اعلیٰ ہوتی ہیں وہاں خدمات کی قیمت بھی لازمی طور سے گراں ہوتی ہے۔ مثلاً خانگی ملازم یورپ کے مقابل ریاستہائے متحدہ میں زیادہ اجرت پاتے ہیں؛ طبیبوں اور وکیلوں کو اعلیٰ فیس ملتی ہے، اور معلموں کو بھی خاصا بیش قرار مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ اکثر اشیا ایسی ہوتی ہیں جن میں ذاتی خدمت، اگرچہ صرف وہی واحد عنصر نہیں ہوتی پھر بھی، بڑی حد تک اہم ہوتی ہے؛ جیسے کرائے کی گاڑی یا ہوٹلوں کا قیام۔ خوش حال طبقوں کی آمدنی کا بیشتر حصہ ذاتی خدمت کی مختلف شکلوں پر صرف ہوتا ہے۔ اور ان طبقوں کے لیے "مصارف زندگی" (یعنی زندگی کے ایک مقررہ رسمی طریق کے مصارف) بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان میں سے وہ اشخاص جن کی آمدنیاں بندھی ہوئی ہیں یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر وہ باہر رہیں تو، ان کی آمدنیاں زیادہ ضروریات خرید سکتی ہیں؛ اسی لیے ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ بیرونی ممالک میں تمام اشیا نسبتہً زیادہ ارزاں ہیں۔ لیکن عام صرف کی اکثر داخلی اشیا نسبتہً زیادہ گراں نہیں ہوتیں۔ اکثر اشیائے خورد و نوش بھی اسی قدر ارزاں ہیں۔ ان میں نہ صرف وہ اشیا داخل ہیں جو تجارت خارجہ میں شامل ہوتی ہیں، بلکہ وہ بھی جو محض ملک کے اندر استعمال کی جاتی ہیں۔ ایندھن ملک کے بیشتر حصے میں بہت ارزاں ہے، اگرچہ بحر اطلانتک کے ساحل پر گراں ہے، جہاں بیش خرچ جھوٹا کوئلہ استعمال ہوتا ہے۔ مکان کی اہم مد کے بارے میں (جو مکان کے کرائے سے ظاہر ہوتی ہے) مقابلہ کرنا اس لیے آسان نہیں ہے کہ مکانات کی خوبیوں کا لحاظ کرنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ریاستہائے متحدہ کے اکثر علاقوں میں مکانات کی وسعت، آرام اور دلکشی کا لحاظ کرتے ہوئے عوام کے مکانات کے کرائے زیادہ نہیں ہیں؛ گو کہ متمول طبقے کے مکانوں کے کرائے بلاشبہ زیادہ ہیں؛ کیونکہ یہ زمانے کے حالات اور فیشن کے مطابق بنائے جاتے ہیں؛ اور ان میں

باب ۳۵ نفع کی نوعیت وحقیقت

506

کارخانوں کے بنے ہوئے معمولی دروازوں، کھڑکیوں اور چوکھٹوں کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ یارچے، خاص کر اونی پارچے، نسبتہً زیادہ گراں ہیں، اور یہ زیادہ تر امریکا کے بھاری تامینی محصولات عائد کرنے کے اصول کا نتیجہ ہے، جن کی وجہ سے لوگ اپنی اعلیٰ آمدنیوں کو ممالک غیر کا ارزاں اونی پارچہ بکفایت خریدنے میں استعمال نہیں کر سکتے۔[1]

[1] موجودہ اور گزشتہ باب میں یہ امر واضح طور سے فرض کیا گیا ہے کہ ہر ملک کے اندر (جہاں تک داخلی اشیا کا تعلق ہے) محنت کے مصارف کی بنیاد پر مبادلہ عمل میں آتا ہے اور قدر متعین ہوتی ہے؛ یعنی یہ کہ قدر کا مدار "مصارف پیدائش" پر ہے نہ کہ "اخراجات پیدائش" پر۔ لیکن کسی دوسری جگہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ قیمت رسد کے معنی، جہاں تک کہ اس کا تعلق قدر سے ہے اخراجات پیدائش ہیں نہ کہ مصارف پیدائش (دیکھو باب ۱۲ فصل ۱)۔ اس تناقض کی توضیح و توجیہ اور اس کو تجارت بین الاقوام کے متعلق استدلال کی عام صحت کے غیر متناقض خیال کرنے کے اسباب پر بعد میں چل کر بحث کی جائے گی۔ (دیکھو باب ۴۷ اور باب ۴۸ اور خاص کر باب ۴۸ فصل ۵ اس مشکل موضوع کی مفصل بحث کے لیے)۔



507

باب سی و ششم

تامین اور تجارت آزاد۔ تجارت آزاد کے موافق استدلال

(۱) تجارت آزاد کی موافقت میں اہم استدلال بہت سادہ ہے۔ تجاریئین کے خیالات اب تک باقی ہیں۔ (۲) تجارت تامون کی موافقت میں چند عام دلائل؛ گھریلو بازار کی تخلیق؛ مبقلہ کی مثال؛ کام کی تخلیق۔ (۳) اجرت پر تامین کا اثر۔ عام اجرتوں میں کمی ہو جاتی ہے، اگرچہ بعض خاص اجرتیں اعلیٰ رہتی ہیں۔ (۴) تسوئیہ مصارف پیدائش کا اصول۔ (۵) قیمتوں اور صارفوں پر تامینی محصولوں کا اثر۔ صرف اس صورت میں قومی نقصان ہوتا ہے جبکہ اشیا درآمد کرنے کے بجائے ملک میں ہی تیار کی جائیں ممکن ہے کہ اجارہ، ملکی سرمایہ داروں کے خاص نفع کا باعث ہو، لیکن اس سے قومی نقصان نہیں ہوتا۔ محنت کا اجارہ، ممکن ہے کہ متعلقہ مزدوروں کو خاص نفع پہنچانے کا موجب ہو۔

۱۔ اقوام کی باہمی تجارت آزاد کی موافقت میں اساسی استدلال کو بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ، اصول تقسیم عمل سے اخذ کردہ ایک سیدھا سادا فرعی نتیجہ ہے۔ افراد کے باہمی مبادلے سے خواہ یہ افراد ایک ہی قریے میں مقیم ہوں یا ایک دوسرے سے الگ تھلگ دور افتادہ مقامات میں، فائدہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے لیے جتنی سہولت کے ساتھ سامان تیار کر سکتا ہے، اس کے مقابلے میں تجارت اور مبادلے

کی بدولت بہت زیادہ سہولت کے ساتھ اور کثیر مقدار میں اشیا حاصل ہوجاتی ہیں۔ جو استدلال کاشتکار کا تربیت یافتہ ہنرمند سے معاملہ کرنا، شہری کا فلوریڈا سے اور نیو انگلینڈ کا وادی مسی سی پی سے معاملہ کرنا مفید ثابت کرتا ہے، وہ ریاستہائے متحدہ وانگلستان اور فرانس وجرمنی کے مابین تجارت آزاد قائم کرنے کی موافقت میں بظاہر ایک قوی بنیاد قائم کرتا ہے۔ یہ بجا طور سے کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بار ثبوت ان حضرات پر ہے جو برعکس حکمت عملی میں زیادہ فائدہ بتاتے ہیں۔

تجارت پر تامینی محصولوں وغیرہ کے ذریعے سے بندشیں قائم کرنے کی موافقت میں پیش کردہ عام دلائل میں سے اکثر مغالطہ انگیز ہیں۔ اکثر دلائل تو نہایت بھدے تجارتی دلائل ہیں، جن کا مدار اس مفروضے پر ہے کہ ملک کے لیے درآمد مضرت رساں اور برآمد مفید ہے۔ نام نہاد ناموافق توازن تجارت کو بہت زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ درآمد پر خرچ کی ہوئی رقم کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اتنی رقم ضائع گئی یا کھوگئی۔ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اشیا کی درآمد کی کمی یا برآمد کے اضافے کے سبب سے لازمی طور سے ملک میں زر کی درآمد ہوتی ہے؛ اور یہ تصور اب تک باقی ہے کہ اسی میں فائدہ ہے، یعنی یہ فائدہ براہ راست حاصل کردہ زر کے فاضلات کا نتیجہ ہے، اور بیرونی ممالک کی قیمتوں اور آمدنیوں (بحوالۂ زر) پر پڑنے والے ان اثرات کا نتیجہ نہیں ہے جن کی تشریح گزشتہ باب میں کی جاچکی ہے۔ برآمد کے نفع کو منفعت بخش تصور کرنے والے اشخاص میں سے بہت کم ایسے ہیں جو موخر الذکر عمل کے متعلق واقفیت رکھتے ہوں یا تیاری کے بغیر اس کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اشیا کی برآمد زر کی درآمد کا موجب ہوتی ہے؛ اور اشیا کی درآمد، زر کو باہر بھیج دیتی ہے؛ اور ان کے تمام معاشی تفکر وتخیل کی زمین اور آسمان صرف زر ہی ہے۔ اگر ان سے یہ بھی کہا جائے کہ اشیا کی برآمد کی مسلسل زیادتی کا باعث اشیا کے کاروبار کے علاوہ دیگر امور ہیں اور یہ زیادتی فلز کی درآمد کا موجب نہیں ہوتی تو بھی، یہ اپنے اس خیال پر استقلال کے ساتھ جمے رہتے ہیں کہ اشیا کی برآمد سے کسی نہ کسی طرح فائدہ اور درآمد سے نقصان ہوتا ہے۔ اس کھلی ہوئی حقیقت کو کہ اشیا کی برآمد، بعض اشیا کو خود ملک ہی میں تیار کرنے کے بجائے بیرونی ممالک سے

508

نسبتہً ارزاں نرخ پر درآمد کرنے کا وسیلہ یا ذریعہ ہے، بہت کم سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے یا اگر ایک مرتبہ اس کو سمجھ بھی لیا جاتا ہے تو فوراً فراموش بھی کر دیا جاتا ہے۔

اگرچہ تجارئیین کے خیالات کو اچھی واقفیت رکھنے والے اشخاص کوئی اہمیت نہیں دیتے؛ لیکن یہ خیالات اقوام کی حکمت عملی پر نہ صرف موافق تامین تحریک کو تقویت دینے کی صورت میں، بلکہ دوسرے طریقوں سے بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اکثر ممالک میں سرکاری ریلیں، برآمد کردہ اشیا کے لیے خاص رعایتی شرحیں مقرر کرتی ہیں، اور محض اس نظریے کی بنیاد پر کہ اس قسم کی نقل خاص طور سے خبر گیری و اعانت کی مستحق ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں، شرحیں مقرر کرنے والی جماعت[1] نے اس مقررہ اصول کو تسلیم کر لیا۔ اکثر ممالک میں جہازرانی اور جہازوں پر تجارتی مال روانہ کرنے کے بارے میں مراعات اور مالی امداد مقرر کی گئی ہے، اور اسی مقصد کے مدنظر کثیر مصارف برداشت کر کے نوآبادیات اور مقبوضات حاصل کیئے جاتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کی حکومت، برآمد کے مواقع اور سہولتوں کے متعلق اطلاعات و معلومات حاصل کرنے اور برآمد کے بازار کو وسیع کرنے اور فروغ دینے پر کثیر رقم بیدریغ صرف کرتی ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی متعدد نیم سرکاری ایجنسیاں اور عجائب خانے اور تحف اس مفروضہ مستحسن مقصد کے لیے تعامل کرتے ہیں۔ اس قسم کی تقریباً تمام جدوجہد کی تہ میں یہ یقین مضمر ہے کہ تجارت بین الاقوام میں خاص منفعت موجود ہے، جو برآمد کردہ اشیا کی فروخت میں ظاہر ہوتی ہے؛ یہ ایسا عقیدہ اور یقین ہے، جس میں تجارت کی اہمیت کے متعلق بہت زیادہ مبالغے سے کام لیا گیا ہے اور اس کے حقیقی نفع اور فائدہ کی نوعیت کے متعلق غلط اندازہ قائم کیا گیا ہے۔

غالباً اجنبی کو دشمن سے منسوب کرنے کا قدیم اور دقیانوسی تخیل اب بھی باقی ہے۔ جب نیو انگلینڈ، پن سلوانیا سے کوئلہ خرید کرتا ہے تو، لوگ اس کو برا نہیں سمجھتے؛ لیکن جب نواسکوشیا سے کوئلہ خریدا جاتا ہے تو یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس سے سخت مضرت رساں نتائج رونما ہوں گے۔ برطانوی کولمبیا کے نام سے اس وقت جو علاقہ

---

[1] بین الریاستی تجارتی کمیشن The Interstate Commerce Commission

موسوم ہے اس کے متعلق کم و بیش نصف صدی پیشتر ریاستہائے متحدہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ان کے علاقے کا جزو تھا۔ اگر ریاستہائے متحدہ کے مطالبات کے مطابق اور یگوں کا مسئلہ اس وقت حل ہو گیا ہوتا تو، کوئی شخص اس پر اعتراض نہ کرتا کہ لکڑی، کوئلہ، اور مچھلی کی حد تک برطانوی کولمبیا کے مادی ذرائع امریکیوں کے لیے فائدہ مند ہیں۔ لیکن جونہی سرحدی خط فاصل کھینچ دیا جاتا ہے، یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ صورت حالات تبدیل ہو گئی ہے؛ اور کثیر المقدار اور زیادہ ارزاں اشیا کی رسد کی شکل میں جو چیز امریکا کے لیے مفید ہوتی اس کو خطرے سے آلودہ تصور کیا جاتا ہے، اور صرف اس لیے کہ یہ رسد اجنبی اور غیر کے ہاتھوں فراہم ہوئی۔

۲۔ تاءین کی موافقت میں جو عام دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے بعض پر اجمالی طور سے غور کرنے کی ضرورت ہے؛ یعنی یہ کہ (۱) تاءین ملکی بازار قائم کرتی ہے؛ (۲) کام تخلیق کرتی اور روزگار فراہم کرتی ہے؛ اور (۳) اجرت بڑھا دیتی ہے یا ان کو اعلیٰ رکھتی ہے۔

جب درآمد پر روک قائم کی جاتی ہے اور پہلے جو اشیا درآمد کی جاتی تھیں وہ اب ملک کے اندر تیار کی جاتی ہیں تو، یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ ملکی بازار قائم ہو گیا۔ بازار تو بیشک قائم ہو جاتا ہے؛ لیکن، جیسا کہ تاءین کے مدعی عام طور سے کہتے ہیں یا مطلب لیتے ہیں، کوئی زائد بازار قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ ایک بازار، دوسرے اور مختلف بازار سے بدل جاتا ہے۔ اس صورت میں بھی اکثر لوگوں کے خیالات اشیا کی فروخت اور زر کے لین دین کے دائرے سے باہر نہیں ہوتے؛ مثلاً جب سوتی مصنوعات کا کارخانہ قائم ہوتا ہے تو، اس میں کام کرنے والے، اشیائے خورونوش اور دیگر سامان خرید کرتے ہیں؛ اور اس کو اشیائے خورونوش کا زائد بازار فرض کیا جاتا ہے۔ حقیقی "بازار"، یعنی حقیقی مبادلہ اشیائے خورونوش کا سوتی پارچے سے ہوتا ہے۔ یہ بازار اس وقت بھی موجود تھا جب سوتی پارچے کی باہر سے درآمد ہوتی تھی اور ان کے مبادلے میں اشیائے خورونوش اور دیگر سامان باہر بھیجا جاتا تھا۔ درآمد کو روکنے کے معنی برآمد کو بھی روکنے کے ہیں؛ اس کا مفہوم محض یہ ہے کہ بین الاقوامی مبادلے کے بدل کے طور پر داخلی مبادلے کا طریق رائج کیا جائے۔ اساسی سوال یہ ہے کہ آیا اشیائے خورونوش کی مقررہ مقدار کے عوض (یعنی

باب ۳۶ تامین اور تجارت آزاد

اس محنت کے عوض جو اشیا کی اس مقدار کی تیاری میں صرف ہوتی ہے) کس طریق میں زیادہ سوتی پارچہ ملتا ہے۔ اس میں یا اُس میں محض یہ واقعہ کہ سوتی پارچہ درآمد کے ذریعے سے زیادہ ارزاں مل سکتا ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ خارجی بازار، داخلی بازار کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ داخلی بازار کا استدلال ریاستہائے متحدہ میں کاشتکاروں کے بارے میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سوتی کارخانوں کے قائم ہو جانے کی وجہ سے زرعی پیداوار کی مانگ بڑھ جانے کی بنا پر وہ زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں۔ لیکن 510 واقعہ یہ ہے کہ ان کو فائدہ نہیں، بلکہ نقصان ہوتا ہے؛ ملک کے اندر قائم شدہ ''بازار'' بیرونی بازار کے مقابلے میں انکی پیداواروں کے مبادلے میں کم قیمت ادا کرتا ہے۔

داخلی بازار کے استدلال کی ایک خاص شکل جو ریاستہائے متحدہ میں زیادہ استعمال کی جاتی ہے، اور زراعتی کیفیت کے بارے میں صادق آتی ہے۔ جو اپنی پیداوار بطور راتب گاڑیوں میں تقسیم کرتا ہے۔ فرض کیجئے کہ تامین کی بدولت مصنوعات تیار کرنے والا ایک شہر قائم ہو جاتا ہے: اس شہر کے نواح کے کاشتکار، دودھ، ترکاریاں وغیرہ فروخت کر کے منافعہ حاصل کرتے ہیں۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ ان کاشتکاروں کو فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جہاں وہ اپنی سب پیداوار شہر میں فروخت کر دیتے ہیں وہاں وہ ان شہروں کی بنی ہوئی خاص چیزیں بہت کم مقدار میں خرید کرتے ہیں۔ اگر وہ سابق میں اپنی سب ترکاریاں اور شیر خانہ کی پیداوار برآمد کرتے اور اگر مصنوعات تیار کرنے والا شہر، باوجود محصول کے، ٹھیک ان ہی اشیا کی سربراہی کرتا جو انھیں پہلے درآمد کے ذریعے سے وصول ہوتیں تو، کاشتکاروں کو فائدے کی بجائے نقصان ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تامین سے جو محدود حلقہ حقیقی فائدہ اٹھاتا ہے اس میں یہ کاشتکار بھی شامل ہوتے ہیں۔ لیکن انھیں فائدہ کاشتکاروں کی حیثیت سے نہیں بلکہ زمینداروں کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ ان کی حیثیت ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ان خوش قسمت زمینداروں کی جو کسی نئے شہر میں زمینوں کے مالک ہوتے ہیں۔ کاشتکاروں کے عام طبقے کو یعنی ان لوگوں کو جو مصنوعات تیار کرنے والی آبادی کی اکثر ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور ان کی پیداوار کے بیشتر حصے کو خریدتے ہیں، فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ مصنوعات تیار کرنے والے شہر کے غیر زمیندار طبقے کو بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعد میں چل کر تفصیل کے ساتھ ظاہر ہوگا نہ تو آجروں کی حالت بہتر ہوتی ہے اور نہ مزدوروں کی حالت مستقل طور سے درست ہوتی ہے۔

باب ۳۶ تامین اور تجارت آزاد

انجام کاران ہی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے جن کی ذاتی زمینوں کا محل وقوع، خواہ وہ زمینیں مضافات میں زراعت کے لیے ہوں یا شہر میں، آبادی کی نئی تقسیم کے لحاظ سے باموقع اور سہولت بخش ہوتا ہے۔

داخلی بازار کے استدلال کے ساتھ روزگار اور کام کا استدلال بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہ امر کہ تامینی محصول محنت کی طلب کو بڑھا دیتے ہیں، بظاہر ہر شخص اور خاص کر ہر مزدور اچھی طرح جانتا ہے۔ جب درآمد پر بندشیں قائم کی جاتی ہیں تو، کیا یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان مزدوروں کو جو اشیائے درآمد ملک ہی میں تیار کرتے ہیں زیادہ کام مل جاتا ہے؟ اس صورت میں بھی لوگ محض ابتدائی اور سب سے بدیہی نتائج کو دیکھتے ہیں اور اس پر غور و تامل نہیں کرتے کہ اس سے دوسرے کیا نتائج پیدا ہونے ضروری ہیں۔ اگر درآمد گھٹ جائے تو ظاہر ہے کہ برآمد بھی کم ہوگی؛ اور اگر محنت نئے کاروبار میں زیادہ مصروف ہو تو، قدیم کاروبار میں کم صرف ہوگی۔ معاشی غلطیوں میں سے سب سے بڑی اور عام غلطی یہ تصور ہے کہ مزدور کا برسرکار ہونا مقصود بالذات ہے نہ کہ مقصود بالغرض؛ اور اوسط درجے کے آدمی کے ذہن میں اس خیال کا بٹھانا سب سے زیادہ دشوار ہے کہ کام دھندے کو جس مقصد کی جانب متوجہ کرنا چاہئے وہ قومی آمدنی کا اضافہ ہے؛ یعنی ان قابل صرف اشیا اور خدمات میں کامل نقل پذیری ہونی چاہئے جن پر قوم کی حقیقی آمدنی مشتمل ہوتی ہے۔ اکثر مزدور، ان اسباب کی بنا پر جو کسی دوسرے موقع پر بیان کئے جاچکے ہیں[1]، ایسا ساز و سامان استعمال کرنے کے خلاف ہیں جو محنت میں کفایت کرتا ہے؛ اور ایسے انتظامات کا خیر مقدم کرتے ہیں جن سے بظاہر محنت کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر جبلّی طور سے تامین کے مؤید ہیں؛ اس لئے کہ محنت کے شغل کو بڑھانے کی موافقت میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ وہی دلائل ہیں جو تامین کی موافقت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ کسی ایک گروہ یا جماعت کے مزدوروں کا تعلق قومی آمدنی کے محض اس جزو سے ہوتا ہے جو ان کو بطور حصہ ملتا ہے۔ کوئی ایسی چیز جو ان کی خاص قسم کی محنت کی طلب کو بڑھا دیتی ہے یا بڑھانے والی معلوم

511

[1] دیکھو باب ۲۶ فصل (۳) اس موضوع کی بحث کی حدود سرے تامینی بحث مباحثوں کی حد کے مثل بہت وسیع ہے؛ اور اس کا تعلق عملاً تقسیم دولت کے میدان سے ہے جس کا بیان حصۂ پنجم میں آئے گا۔

ہوتی ہے اس کا وہ یقیناً دل سے خیر مقدم کرتے ہیں؛ اور اس طرح بطریق استقراء آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کرلیا جاتا ہے کہ چوں کہ حالات اس خاص رخ میں طلب کو بڑھا دیتے ہیں؛ اس لیے ہر قسم کی محنت کی طلب بڑھ جاتی ہے۔

اس استدلال کی ایک شکل یہ ہے کہ شغل محنت کا راستہ کھل جاتا ہے یا کام تخلیق کیا جاتا ہے؛ اس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مزدوروں کی بے روزگاری اور اصل کی بے کاری ہمیشہ موجود ہوتی ہے۔ اگر درآمد پر محصول عائد کیا جائے، اور اس محنت و اصل کو بچا کر ان اشیا کو تیار کیا جائے جو پہلے درآمد ہوتی تھیں تو کیا ایسی صورت میں فائدہ نہ ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ تامینی بحث مباحثے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ مزدوروں کی بے روزگاری اور بے کاری بہت بڑی معاشرتی خرابی ہے؛ اصل کی بے کاری ایک بڑا حقیقی نقصان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محنت و اصل کے لیے بے کاری ایک حد تک ناگزیر ہے؛ وہ زیادہ تر پیشوں کے تغیرات و تبدلات کی وجہ سے اور صنعتی ترقی کے انقلابات کے عمل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بے کاری کو کم کرنا حکومت کے اہم ترین فرائض میں سے ایک فریضہ ہے؛ اور یہ دشوار ترین کاموں میں سے ایک ہے۔ لیکن یہ فرض کرنا بے بنیاد ہے کہ تامین کا نظام اس کو کسی نہ کسی حیثیت سے متاثر کرسکتا ہے۔

512 اگر کسی ملک میں کسی نئی صنعت کو تامینی محصول کے ذریعے سے ترقی دی جائے تو، اس سے کسی صورت میں یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو محنت بے کار ہے وہ اس خاص صنعت کے لیے موزوں ہے یا اس کی حیثیت ایسی ہے کہ وہ نئے مواقع اور سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ بے کار مزدور فوراً نئی خالیہ جائدادوں میں بھرتی نہیں ہوسکتے۔ ان کے منتقل ہونے اور ان میں مناسبت پیدا کرنے میں وقت لگے گا۔ لیکن اگر وقت کافی ملے تو، خود روجدوجہد کی سب قوتیں بے روزگار مزدوروں اور بے کار اصل کو کسی نہ کسی صورت میں مجتمع کرنے کی جانب مائل ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ غیر ممکن نتیجہ بھی فرض کیا جائے کہ بے کار محنت اور اصل کسی ایسی صنعت میں مجتمع کیے جاسکتے ہیں جو تامین کی وجہ سے رونما ہوئی ہو تو بھی مسئلے کا حل عارضی اور سرسری ہوگا۔ ایجاد و اختراع، اصلاح و ترقی صنعتوں اور آبادی کا از سر نو تقسیم، صنعتی بحران مع اپنے تمام خلل ڈالنے والے اثرات کے، بہت جلد اس مسئلے کو دوبارہ پیدا کریں گے۔ اگر کوئی ملک تجارت بین الاقوام سے بالکل بے تعلق ہو اور اپنے ہی حدود کے

اندر تجارت کرتا ہو، تو بھی وہاں دوسری خرابیوں کے ساتھ ساتھ بے روزگاری اور بے کاری رونما ہوگی، اور اس وقت تک باقی رہیگی جب تک کہ اس کی صنعت کا مدار خانگی ملک، پیچیدہ تقسیم عمل، محنت و اصل کی آزاد نقل پذیری اور کاروباری دنیا کے بیم و رجا اور اغلاط پر ہوگا۔

۳ - ریاستہائے متحدہ میں تامین کی موافقت میں سب سے زیادہ موثر اور عام استدلال یہ ہے کہ تامین اجرت کو بڑھا دیتی ہے یا اس کے بڑھانے میں ممد ہوتی ہے۔ اکثر لوگوں کا گویا ایمان یہ ہے کہ دوسرے ممالک میں ارزاں محنت سے جو اشیا تیار کی جاتی ہیں اگر ان کے مقابلے میں امریکا کی اشیا کی تامین کی جائے تو، امریکا میں اجرت اعلیٰ رکھی جا سکتی ہے اور امریکا میں معیار زندگی کو قائم و برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

اس خیال کے ساتھ اسی طرح کا ایک دوسرا خیال بھی وابستہ ہے؛ اور وہ یہ کہ اگر ایسے علاقوں کے مابین آزاد تجارت ہو جن میں اجرت کی عام سطحیں ایک ہی سی ہیں؛ یعنی "معیار زندگی" ایک ہی مقررہ ہے تو، ایسی تجارت منفعت بخش ہو سکتی ہے۔ لیکن جب ایسے دو ملکوں کے مابین تجارت ہوتی ہے جن میں سے ایک میں اعلیٰ اجرت ہے اور دوسرے میں ادنیٰ تو، اعلیٰ اجرت والے ملک کو تجارت سے نقصان پہنچے گا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ریاستہائے متحدہ کے مختلف علاقوں کے درمیان یا ریاستہائے متحدہ اور کینیڈا کے درمیان یا برطانیہ اور جرمنی کے درمیان آزاد تجارت ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ریاستہائے متحدہ اور جرمنی کے مابین اس قسم کی تجارت اول الذکر ملک کے لیے مضر ہوگی؛ اور اگر جاپان یا چین سے ریاستہائے متحدہ کا کہیں مقابلہ ہو جائے تو آفت ہی آجائے گی!

اجرت کی سطح کے سب جگہ یکساں ہو جانے کے متعلق جو خطرہ ہے وہ ان اسباب کی لاعلمی اور غلط فہمی پر مبنی ہے جو متعارفہ اجرتوں، قیمتوں اور عام خوش حالی کے بارے میں مختلف ملکوں میں اختلافات پیدا کرتے ہیں۔ یہاں بھی ویسی ہی لاعلمی اور غلط فہمی ہے جیسی کہ ادنیٰ اجرت والی محنت کے مقابلے کے استدلال میں۔ لیکن تامین کی موافقت میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ بے بنیاد اور مغالطہ آمیز یہی استدلال ہے۔ 513

بظاہر اس استدلال کا انطباق عام نہیں ہے۔ اگر ادنیٰ اجرت کی وجہ سے غیر ممالک کے باشندوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو، اشیا کی برآمد کس طرح ممکن ہے؟ جتنی مقدار برآمد کی جاتی ہے اتنی ہی تقریباً درآمد بھی ہوتی ہے۔ برآمد کردہ اشیا کو وہی مزدور تیار کرتے ہیں جو

ریاستہائے متحدہ میں اعلیٰ اجرت پاتے ہیں؛ پھر بھی یہ اشیا بیرونی اشیا کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت ہونے کی بجائے کم قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ بہت صاف ہے؛ یعنی یہ کہ برآمد کرنے والے ملکوں میں محنت کی پیدآوری زیادہ ہے، اور اس لیے اجرت اعلیٰ ہے مگر اس کے ساتھ قیمتیں کم ہیں۔ اور یہی پیدآوری اعلیٰ اجرت کا سبب ہے؛ اور ان اجرتوں کے ساتھ ان داخلی اشیا کی قیمتیں، جو بین الاقوامی تجارت کے دائرے سے باہر ہیں، زیادہ یا کم ہوسکتی ہیں۔ یہ تمام بحث اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جبتک اضافی فائدے یا تقابلی سہولت کا اصول نہ بیان کیا جائے۔ ان صنعتوں میں جن میں ریاستہائے متحدہ کو پیدآوری کا اضافی فائدہ یا سہولت حاصل ہے، آجر نفع کے ساتھ اعلیٰ اجرت ادا کرسکتے ہیں، اور اس کے باوجود اپنی اشیا کے مبادلے میں کم قیمتیں قبول کرسکتے ہیں۔ ان صنعتوں میں جن میں اس قسم کی کوئی سہولت حاصل نہیں ہے مروجہ اعلیٰ اجرت کی ادائی برداشت نہیں کی جاسکتی موخر الذکر صورت میں، گو محنت اتنی ہی موثر ہو جتنی کہ مقابلہ کرنے والے ممالک غیر میں ہے اور گو صنعتیں اس لحاظ سے اس ملک کے لیے مناسب وموزوں ہیں، پھر بھی ان میں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ دوسری صنعتیں ان سے زیادہ مناسب وموزوں ہوتی ہیں، ان سے اور زیادہ ماحصل وصول ہوتا ہے اور اجرت کی مروجہ شرح بھی اتنی اعلیٰ ہوتی ہے کہ کم سہولت رکھنے والی صنعتیں اتنی اعلیٰ اجرت ادا کرنے کا بار برداشت نہیں کرسکتیں۔

یہ یقیناً صحیح ہے کہ جن صنعتوں کو کافی سہولت حاصل نہیں ہوتی اگر وہ تامینِ محصولات کی پناہ کے تحت ایک مرتبہ قائم ہوجائیں تو ان صنعتوں میں اعلیٰ اجرت صرف محصولوں کو جاری رکھ کر ہی ادا کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کی صورت حال، یعنی ایسی صنعتوں کی موجودگی جن کا مدار محصولوں پر ہو، تاریخی اعتبار سے، اجرتوں کے بارے میں تامین کے مؤیدین کے استدلال کا مرکز رہی ہے۔ دوسرے ممالک کے مقابلے میں، ریاستہائے متحدہ میں اجرت کی شرحیں ہمیشہ اعلیٰ رہی ہیں۔ تامینی طریق کے قائم ہونے سے بیشتر یہ کہنا بالکل سہل ہوتا کہ اجرتوں کی زیادتی کی وجہ اس قسم کا نظام تھا۔ جب تامین کی وجہ سے نئی صنعتیں وجود میں آتی ہیں تو، مزدوروں کو ان میں آنے کی ترغیب دینے کے لیے یہ بلاشبہ ضروری ہے کہ اجرت کی وہی شرح ادا کی جائے جو دوسری صنعتوں میں مروج ہے؛ اور جب ایک مرتبہ صنعتیں اپنے

پاؤں پر کھڑی ہو جائیں تو اس وقت البتہ نہایت معقولیت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مزدوروں کو ادا کردہ اجرت کا مدار تامین پر ہے۔ جب تک یہ مزدور ان صنعتوں میں رہیں گے تب تک، ان کو ملنے والی اعلیٰ اجرت تامین پر مبنی ہوگی۔

آزاد تجارت کا حامی یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر تامینی محصول اٹھا دیے جائیں، اور مامون صنعتیں بیرونی مسابقت کی بنا پر میدان سے ہٹ جائیں تو، ان میں کام کرنے والے مزدور دوسری جگہ اس سے کچھ کم اچھی اجرت نہ پائیں گے۔ اغلب یہ ہے کہ وہ اشیا برآمد کرنے والی صنعتوں میں کام کرنے لگیں جہاں محنت فائدے کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے۔ تجارت مامون کا حامی یہ جواب دیتا ہے کہ ایسی صورت میں ان صنعتوں میں مفرط پیدائش رونما ہوگی، یعنی اشیا بکثرت تیار ہوں گی، قیمتیں گھٹ جائیں گی اور اس طرح اجرت بھی کم ہو جائے گی۔ آزاد تجارت کا مؤید جواب دیتا ہے کہ نہیں! اشیا کی مقدار تو بیشک زیادہ ہوگی، مگر قیمتیں یا اجرت کم نہ ہوگی؛ اس لیے کہ ان قابل برآمد اشیا کے لیے نئی طلب ہوگی۔ اس نئی برآمد کو درآمد کے ذریعے سے ادا کرنا ضروری ہوگا؛ اس طرح گم شدہ داخلی "بازار" کی جگہ یہ نیا "بازار" لے لیگا۔ ایسی اشیا درآمد ہوں گی جنھیں پہلے مامونہ صنعتیں ملک کے اندر بناتی تھیں۔ غرض آزاد تجارت کا حامی یہ کہتا ہے کہ انجام کار نتیجہ یہ ہوگا کہ منفعت بخش صنعتوں میں زیادہ مزدور متوجہ ہوں گے، اور کثیر درآمد کے مقابلے میں برآمد بھی کثیر ہوگی؛ ملک کے اندر ہر طرف اجرتوں کی شرح (بحوالۂ اشیا) زیادہ ہو جائے گی، اور یہ محض محنت کو زیادہ پیدآور سمت میں متوجہ کرنے کا نتیجہ ہوگا۔

اس تمام استدلال میں آزاد تجارت کا حامی حق بجانب ہے۔ اجرت متعارفہ پر مفروضہ تبدیلی کے اثر کے متعلق بعض اور سوالات بھی ہیں جن پر آیندہ غور کیا جائے گا؛[1] لیکن ان سے استدلال کی اساسی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ استدلال کا اطلاق یقیناً صرف طویل المدت واقعات پر ہوتا ہے۔ اس استدلال میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ محنت (اور اصل بھی) کم منفعت بخش صنعت سے زیادہ منفعت بخش صنعت میں

[1] دیکھو باب ۳۷ فصل (۱)۔

منتقل ہوتی ہے؛ یہ کہ جب مامون صنعت سے تامین ہٹالی جاتی ہے اور اس میں کام کرنے والوں کو ادنیٰ اجرت قبول کرنے یا اس صنعت سے ہٹ جانے کی دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرنی پڑتی ہے تو، وہ اس صنعت سے ہٹ کر اور پیشوں میں منتقل ہوجائیں گے جہاں زیادہ اجرت ملتی ہے۔ اس قسم کا مرور بہت ہی کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے۔ اگر یہ عمل بڑے پیمانے پر انجام دیا جائے؛ یعنی تامینی نظام، جس کی پناہ میں اکثر صنعتوں نے ترقی پائی، دفعۃً ہٹالیا جائے تو، اس کے سبب سے ایک زمانے کے لیے کچھ تباہی نمودار ہوسکتی ہے۔ جس حد تک موجودہ صنعتیں فی الحقیقت تامین کے تابع ہیں، اس حد کو تامین کے مؤیّد اور مخالف دونوں عام طور سے مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں؛ لیکن پھر بھی حقوق قائمہ اور وابستہ اغراض کا سوال بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ بحیثیت مجموعی زیادہ بہتر طریق یہی ہوسکتا ہے کہ بجائے اس کے کہ کامل تبدیلی کرکے خلل پیدا کیا جائے اور نقصان پہنچایا جائے، حالات بدستور قائم رکھے جائیں یا ان میں بہت آہستہ اور احتیاط کے ساتھ تبدیلی کی جائے لیکن ان تمام چیزوں کا اصولی سوال پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور تاوقتیکہ ہم یہ سوال نہ کریں کہ ابتدا ہی سے بہترین اصول عمل کیا ہونا چاہئے، اس اصولی مسئلے کو واضح طور سے نہیں پیش کیا جاسکتا۔

گو یہ کہنا قبل از وقت ہوگا، لیکن اجرت کا مسئلہ فی الحقیقت پیدآوری کا مسئلہ ہے[له]
صنعت کی عام پیدآوری جتنی زیادہ ہوگی، اتنی ہی عام اجرتیں بھی زیادہ ہوں گی۔ اس تعلق کی صحیح نوعیت کے بارے میں، نیز مجموعی ماحصل کے ان حصص کے بارے میں جو علی الترتیب اجرت، سود، کاروباری منافعہ اور لگان میں تقسیم ہوتے ہیں، بہت ہی پیچیدہ اور نازک مسائل پیدا ہوتے رہیں۔ بعض عملی ضرورتوں کے تحت، یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ تامینی محصول، ان حصص کی تقسیم کے عمل پر اثر ڈالیں گے، اور اس طرح مجموعی پیداوار پر ان محصولوں کا جس طریقے پر اثر پڑتا ہے اس سے مختلف طریقے پر وہ اجرت پر اثر ڈالیں گے۔ لیکن ایسی عملی ضرورتیں بہت شاذ پیش آتی ہیں، اور اساسی مسئلے کی بحث میں نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔ ملک کی عام پیدآوری کو جو چیز گھٹائے گی وہ اجرتوں کو بھی گھٹانے کی جانب

له۔ دیکھو جلد دوم باب (۵۲)۔

مائل ہوگی۔ تامین کا مقصد محنت کی جغرافیائی تقسیم پر بندش قائم کرنا ہے؛ اس مقصد کو پورا کرنے میں وہ صنعت کا رخ بالعموم کم منفعت بخش راستوں پر پھیر دیتی ہے، (اس کے ممکنہ مستثنیات پر آیندہ باب میں غور کیا جائے گا)۔ بالعموم وہ عام پیداآوری، عام خوش حالی اور اجرت کی عام شرحوں کو گھٹا دیتی ہے۔

۴۔ اجرت کے استدلال کا ایک رخ اس اصول میں ظاہر ہوتا ہے، جس پر ریاستہائے متحدہ میں چند سالوں سے بہت زور دیا جا رہا ہے، کہ محصولوں کی ترتیب اس طرح عمل میں لانی چاہیئے کہ ریاستہائے متحدہ اور غیر ممالک کے مابین "مصارفِ پیدائش میں تسویہ" ہو جائے۔ اس کو اس حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ گویا محصول کے مسئلے کا باقاعدہ اور علمی حل یہی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب ریاستہائے متحدہ میں کسی شے کی محنت کے مصارف زیادہ ہوں تو، ایسا محصول عائد کرنا چاہیئے جس کی بنا پر داخلی پیدا کنندہ اپنے خارجی حریف کا مساوی شرائط پر مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے، اور اس کے بعد انھیں اپنی اپنی حالت پر لڑ کر جیتنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر اس قسم کی پالیسی پر استقلال کے ساتھ عمل کیا گیا تو اس کے معنی تجارت بین الاقوام کے تمام فوائد کو بلکہ خود تجارت بین الاقوام کو کامل طور سے زائل کر دینے کے ہیں۔ کسی مقررہ شے کے پیدا کرنے میں کسی ملک کو جس قدر کم سہولت ہوگی اسی قدر زیادہ محنت اس کے تیار کرنے میں صرف کرنی ضروری ہے، اور اسی قدر اجروں کے مصارف بڑھ جائیں گے۔ محنت کی کارکردگی یا پیداآوری جتنی کم ہوگی اسی کے تناسب سے زیادہ اجرت محنت کی اس زیادہ مقدار کو حاصل کرنے کے لیے دینا ضروری ہے جو پیداوار کی ہر اکائی کو تیار کرنے کے لیے درکار ہو؛ اس طرح "محنت کے مصارف" اسی قدر زیادہ ہوں گے؛ اور اگر محنت کے مصارف میں مساوات قائم کرنا ہے تو، محصول اسی کے بالمقابل زیادہ عائد کرنے چاہئیں۔ اگر کسی شے کی قیمت کافی طور سے زیادہ رکھی جائے تو، ہر بدیسی شے کی پیدائش ممکن ہے، خواہ وہ ملک کے صنعتی امکانات کے مدنظر کتنی ہی ناموزوں کیوں نہ ہو؛ اور اگر ممالک غیر کے مقابلے کو روک دیا جائے تو، قیمت کے اضافے کی کوئی حد ہی نہ ہوگی (بشرطیکہ طلب کے موقوف ہونے کا امکان معدوم ہو)۔ اگر تسویۂ مصارف کے اصول کو غیر متناقض طریقے سے بروئے عمل لایا جائے تو، ہمیں اعلیٰ محصولوں کے ذریعے سے اس شے

کی داخلی پیدائش کو ترقی دینے کی بہت زیادہ شد و مد کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے جس کی درآمد میں ہم کو سب سے زیادہ فائدہ اور جس کی داخلی پیدائش میں سب سے زیادہ نقصان ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اس اصول کو تجویز کرنے والے اشخاص اس کو اس کے منطقی نتیجے تک کھینچ تان کر لیجانے سے غالباً اجتناب کریں گے۔ وہ محصولوں میں اس قدر اضافہ کرنے کی پالیسی سے پرہیز کریں گے کہ اس کی بنا پر لیموں یہیں میں پیدا کئے جانے لگیں یا (بقول آدم اسمتھ) انگور اسکاٹ لینڈ میں اگائے جانے لگیں؛ اگرچہ یہ سب کچھ کرنا ممکن ہے بشرطیکہ مصارف محنت کامل طور سے ساوی ہو جائیں۔ وہ صرف ان اشیا کا خیال کرتے ہیں جن کی پیدائش میں داخلی مشکلات اور نقصانات زیادہ نہیں ہیں۔ لیکن فرق محض مدارج کا ہے۔ یہ کہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ مصارف محنت کا یعنی صنعتی پیدا آوری کا نقصان اگر بقدر ۲۰ فی صد ہو تو، اس کو تامینی محصول کے ذریعے سے زائل کر دینا چاہئے؛ لیکن یہ نقصان اگر ۵۰ فی صد، ۱۰۰ فی صد یا ۲۰۰ فی صد ہو تو، اس کو اس طرح زائل نہ کرنا چاہئے۔

اس تصور کی موافقت میں ایک بات کا کہدینا ضروری ہے؛ اور وہ یہ کہ محصولوں میں ان شرحوں سے زیادہ اضافہ نہ کرنا چاہئے جو "مصارف محنت میں تسویہ" کرنے کے لیے ضروری ہوں۔ اگر وہ اس سے بڑھ جائیں تو، یہ امکان ہے کہ داخلی اجارہ، صارفوں پر زائد بار عائد کر دے۔ اگر داخلی پیدا کنندوں کے مابین آزاد مسابقت نہ ہو تو یہ امکان پیدا ہوتا ہے۔ اگر داخلی مقابلہ قیمتوں کو گھٹا کر اخراجات پیدائش کی سطح تک لے آئے تو، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، مامون پیدا کنندوں کو کوئی نفع وصول نہ ہوگا اور نفع اجارہ بھی نہ ملے گا۔ لیکن جہاں مامون اصل داروں کے لیے اجارے اور غیر معمولی منافعے کا امکان ہو وہاں، یہ کہنا غیر معقول نہ ہوگا کہ (اگر وہ تامینی محصول رکھنا چاہیں) یہ محصول اتنے زیادہ نہ ہونے چاہئیں جتنے کہ صنعت کو چلتا رکھنے کے لیے کافی ہوں۔ لیکن یہ منوانے کی کوشش کرنا مہمل ہوگا کہ یہ تجویز، اس شکل میں بھی، تامینی مسئلے کا باقاعدہ "علمی" حل ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ تامین کو اس حد تک نہ بڑھانا چاہئے جہاں وہ اجارے کی پرورش شروع کر دے۔

۵۔ تامین کے خلاف عام خیالات کی صحت و صداقت کی تشریح و توضیح تامینی

محصولوں کے تفصیلی عمل پر بحث کر کے کی جائے گی۔

جب کسی شے پر محصول عائد کیا جاتا ہے تو، اس شے کی قیمت بالعموم بقدر محصول بڑھ جاتی ہے۔ گو عام طور سے ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن ایسا ہونا لازمی نہیں ہے؛ اور ان صورتوں میں بھی جہاں اس معمولی نتیجے کی توقع ہو اضافہ ہمیشہ فوراً نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات آخر میں چل کر ہوتا ہے۔ سچ پوچھو تو، اس نتیجے کی توقع صرف اس صورت میں کرنی چاہیے جبکہ شے آزاد مسابقت اور استقرار حاصل کے حالات کے تحت تیار کی جائے[1]۔ کسی شے پر معمولاً جو محصول عائد کیا جاتا ہے اس کے مثل تامینی محصول بھی عام طور سے اس شے کو بازار تک لانے کے اخراجات میں اسی قدر اضافہ کر دیتا ہے۔ اگر پیدا کنندے کو اپنا معمولی منافعہ حاصل کرنا ہے تو، اس شے کی قیمت میں تامینی محصول یا ٹکس کی مقدار کا اضافہ کرنا اور یہ سب صارف سے وصول کرنا ضروری ہے۔ لیکن قیمت کے اضافے کا اثر طلب پر پڑتا ہے۔ اس کا بہت قرینہ ہے کہ مقررہ مقدار، زیادہ قیمت پر کل کی کل فروخت نہ ہو سکے۔ پھر بھی، ممکن ہے کہ

518

[1] ۔ اگر کوئی شے تقلیل حاصل یا تکثیر حاصل کے حالات کے تحت تیار کی جائے تو صورت بظاہر مختلف ہو گی۔ تقلیل حاصل کے تحت، مقدار کی اکائی کے حساب سے لگایا ہوا محصول، صرف کو روکنے، پیدائش کو گھٹانے، اختتامی مصارف کو کم کرنے اور اس طرح قیمت میں مقدار محصول سے کم اضافہ کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تکثیر حاصل کے تحت، محصول، صرف کو گھٹا کر اختتامی مصارف بڑھانے اور اس طرح قیمت میں مقدار محصول سے زائد اضافہ کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اجارے کے تحت تیار کردہ اشیا کا محصول، اپنے نتائج قدر اجارہ کے اصول کے تحت پیدا کرتا ہے؛ اور یہ خیال کرنا بالکل ممکن ہے کہ اس قسم کا محصول، ایسی شے کی صورت میں جس کی طلب بہت تغیر پذیر ہو، قیمت میں بہت کم اضافہ پیدا کرے گا اور اس محصول کا بار زیادہ تر اجارہ دار پر پڑے گا۔ لیکن یہ سب امکانات، محصول درآمد کے بارے میں جس حد تک ظاہر ہوتے ہیں بالکل اسی حد تک داخلی محصولوں کے بارے میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ تجارت خارجہ میں کوئی خاص مسائل نہیں پیش کرتے؛ وہ نظریۂ قدر کا جزو ہیں۔ علاوہ ازیں یہ امکانات کوئی خاص عملی نتائج نہیں پیدا کرتے۔ جیسا کہ متن میں بیان کیا گیا ہے، عام صورت انجام کار استقرار مصارف کی ہوتی ہے۔ عام استدلال کی اہم ترین شرط، غالباً ان اشیا کے لیے قائم کرنی ضروری ہے جو نیک نامی یا نشان تجارت کے نیم اجارے کے تابع ہوں؛ کیونکہ اس صورت میں گو پیدا کنندے کوئی مستقل یا غیر مشروط اجارہ نہیں رکھتے، پھر بھی طویل زمانے تک غیر معمولی منافع حاصل کرتے ہیں اور محصول کے عمل کے ذریعے سے وہ

پیدا کنندہ رسد میں مستعدی کے ساتھ کمی کرنے کے قابل نہ ہو سکے؛ اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس کا کارخانہ بڑا ہو اور مخصوص شے کی مقررہ رسد تیار کرنے کا پابند ہو۔ اس لیے ایک مدت تک ممکن ہے کہ قیمت میں محصول کی مقدار کے مقابلے میں کم اضافہ کیا جائے؛ بظاہر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اضافہ ہی نہ کیا جائے۔ صرف رسد جیسے جیسے نئی صورت حال کے مطابق آہستہ آہستہ منظم ہوگی ویسے ویسے معمولی حالات عود کرتے آئیں گے؛ اور قیمت بڑھائی جائیگی حتیٰ کہ پیدا کنندوں اور تاجروں کے اخراجات پیدائش کے اضافے کی تلافی ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے یہ صحیح ہے کہ محصول درآمد اور فی الحقیقت کسی شے پر عائد کردہ ٹکس بھی ایک مدت تک پیدا کنندے کو، خواہ وہ خارجی ہو یا داخلی، زیر بار کر سکتا ہے؛ لیکن آخر الامر یہ کل بار صارف پر ڈالتا ہے۔

جب تک یہ شے درآمد ہوتی رہے گی، قیمت کا یہ اضافہ محصول کے باعث رونما ہوگا، لیکن اس سے قومی نقصان نہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ صارفوں سے آخر میں ان کی آمدنیوں کا اس قدر حصہ چھین جاتا ہے؛ لیکن ان کے نقصان کے بقدر خزانۂ عامرہ کو نفع یا آمدنی ہوتی ہے۔ ٹکس بظاہر مفادات عامہ کے لیے عائد کئے جاتے ہیں؛ ان کے عائد کرنے سے نقصان یا ضرر نہیں پہنچتا۔ اگر مطلوبہ مداخل چنگی کے ذریعے سے وصول نہ ہوں تو، وہ کسی دوسرے طریقے سے وصول ہو جائیں گے۔ اور یہی ٹکس دوسری شکل میں عوام پر عائد کیا جائے گا۔

لیکن فرض کیجئے کہ محصول عائد کرنے کے بعد داخلی پیدا کنندے، خارجی پیدا کنندوں کو میدان سے ہٹا دیتے ہیں۔ وہ خارجی پیدا کنندوں کے مقابلے میں زیادہ قیمتیں وصول کرتے ہیں؛ اور ان کے لیے زیادہ قیمتیں وصول کرنا ضروری ہے؛ تاکہ منافع وصول ہو۔ اگر وہ بازار میں اپنی شے کو اسی قیمت پر فروخت کر سکتے جس پر خارجی پیدا کنندے فروخت کرتے تھے تو، سرے سے کسی شے کی درآمد ہی نہ ہوتی۔ اس واقعے سے کہ محصول عائد ہونے سے پیشتر داخلی پیدا کنندے میدان میں داخل ہی نہیں ہوئے، یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ گھاٹے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس منافعے کا ایک جزو پانے سے محروم کئے جا سکتے ہیں۔ دیکھئے مفصل بحث کے لیے جلد دوم باب ۱۱۔

باب ۳۰
تامین اور تجارت آزاد
519

نقصان میں ہیں[1]۔ جب وہ محصول کی بدولت میدان میں آنے کے قابل ہوتے ہیں اور اپنی اشیا کو ان مصارف سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں جو ان کے درآمد کرنے کی حالت میں تھے تو، صارف بالکل اسی طریقے سے محصول ادا کرتا ہے جس طرح کہ ان اشیا کے درآمد ہونے کی صورت میں، یعنی قیمتوں کی زیادتی کی شکل میں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس صورت میں سرکاری خزانے کو کوئی آمدنی نہیں ہوتی۔ زائد قیمت اس مالی امداد کی نمائندگی کرتی ہے جو پیدا کنندوں کو غیر منفعت بخش صنعت میں ثابت قدمی کے ساتھ ٹھیرے رہنے کے قابل بنانے کے لیے دی جاتی ہے۔ اور وہ اس طرح اسی قدر قومی نقصان کی نمایندگی کرتی ہے۔ تامینی محصولوں کے اکثر بحث مباحث میں، کم از کم ریاستہائے متحدہ میں عام مفروضہ یہ ہوتا ہے کہ داخلی صنعت کی تخلیق، اس حیثیت سے کہ وہ ایک ایسی شے تیار کرتی ہے جو پہلے درآمد ہوتی تھی، ملک کے لیے منفعت بخش ہے۔ سچ پوچھو تو، حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ مسلسل درآمد پر ادا کئے ہوئے محصول سے کوئی نقصان نہیں ہوتا؛ نقصان اس وقت ہوتا ہے جبکہ داخلی رسد درآمد کی جگہ لے لیتی ہے اور محصولوں کی ادائی رک جاتی ہے۔

چنانچہ جہاں آزاد تجارت کے اصول پر غیر متناقض طریقے پر عمل کیا جاتا ہے وہاں، کسی شے پر نہ صرف کروڑگیری لی جاتی ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ داخلی پیداوار پر داخلی ٹکس اسی مقدار میں عائد کیا جاتا ہے۔ اس طرح ان دونوں ٹکسوں کا مقصد محض مداخل میں اضافہ کرنا ہوتا ہے، اور ملک کے اندر صنعت کے انتظام پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ برطانیہ نے اسی نظام پر کامل استقلال کے ساتھ بہت زمانے تک عمل کیا۔ اس کی کروڑگیری عام صرف کی چند اشیا، مثلاً: چائے، کوکو، شکر، شراب، تمباکو وغیرہ تک محدود تھی۔ کروڑگیری کی شرح کی مساوی شرح سے بوزہ (بیر) اور مسکرات پر داخلی ٹکس عائد کیا جاتا تھا۔ دوسری اشیا ایسی تھیں جو ملک کے اندر تیار نہ ہوسکتی تھیں؛ ان پر جو محصول وصول کئے جاتے تھے ان کی نوعیت خالص مداخل کی تھی۔ بعض اوقات عام بحث مباحثے میں یہ کہا جاتا ہے کہ محصولوں کا عائد کرنا، خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں، اصول آزاد تجارت سے تناقض رکھتا ہے۔

---

[1] لیکن باب ۳۷ کی بحث نوخیز صنعتوں کی تامین کے بارے میں دیکھو۔

بظاہر یہ ایک غلطی ہے؛ صرف ایسے محصولوں کے عائد کرنے کی صورت میں جن کے سبب سے داخلی اشیا' درآمدکردہ اشیا کی جگہ لے لیں' البتہ اس اصول سے تصادم و تخالف ہوتا ہے۔

اگر کروڑگیری عائد کرنے کا اثر یہ ظاہر ہو کہ کوئی داخلی صنعت وجود میں آئے تو' داخلی پیدا کنندوں کو غیر معمولی منافعہ وصول نہیں ہوتا؛ یعنی اگر مسابقت کے حالات کے تحت وہ شے بازار میں لائی جائے تو' انھیں منافعہ وصول نہیں ہوتا۔ اس کا بہت قرینہ ہے کہ جدت دکھا کر سب سے پہلے اس شے کو تیار کرنے والے محصول کے پہلی مرتبہ عائد ہونے پر غیر معمولی منافعہ حاصل کریں۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ یہ منافعہ گھٹ کر معمولی سطح پر آجائے گا؛ اور اس معمولی سطح پر داخلی قیمتیں' خارجی قیمتوں سے صرف اسی صورت میں نسبتہً زیادہ ہوں گی جبکہ داخلی پیدا کنندے کو کوئی حقیقی نقصان گھاٹے میں ڈالدے۔ دوسرے الفاظ میں' کسی شخص کو نفع نہیں ہوتا اور قوم کا نقصان ہوتا ہے؛ اور یہ نقصان اس طرح ہوتا ہے کہ قوم کو تامین کے بغیر جتنی قیمت اس شے کی ادا کرنی پڑتی اس سے زیادہ قیمت ماموں شے کے لیے ادا کرنی پڑتی ہے۔

جہاں مسابقت کے حالات نہیں ہوتے؛ یعنی جہاں اجارہ ہوتا ہے' خواہ کامل ہو یا جزوی' دائمی ہو یا عارضی' وہاں' ممکن ہے کہ داخلی پیدا کنندے غیر معمولی منافعہ حاصل کریں۔ جس حد تک وہ منافعہ حاصل کرتے ہیں اسی حد تک' ایک اور مد حساب میں شامل ہو جاتی ہے۔ نہ صرف کچھ قومی نقصان ہونا ممکن ہے' بلکہ محاصل کا ایک قسم کے اشخاص سے دوسری قسم کے اشخاص کی جانب منتقل ہونا بھی ممکن ہے۔ وہ شے ملک کے اندر زیادہ اخراجات کے ساتھ تیار ہو سکتی ہے' اور اس طرح درآمد کرنے کے مقابلے میں ممکن ہے کہ وہ نسبتہً زیادہ قیمت پر فروخت ہو؛ بلکہ ممکن ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ قیمت پر اس لیے فروخت ہو کہ داخلی پیدا کنندوں کی حیثیت' مقابلے کو روکنے اور غیر معمولی منافعہ حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اس امر کا بھی امکان ہے کہ محصول کے عائد ہونے کی وجہ سے داخلی پیدا کنندے' جو کسی طرح نقصان اور گھاٹے میں نہیں ہیں اور جو غیر ممالک کے پیدا کنندوں کی طرح اس شے کو بازار میں بہت ارزاں لا سکتے ہیں' اتحاد قائم کریں اور مسابقتی قیمت سے زیادہ قیمت وصول کرلیں۔ ایسی صورت میں

520

باب ۳۶ تامین اور تجارت آزاد

کسی طرح کا قومی نقصان نہ ہوگا۔

قدرتی طور سے یہ موخر الذکر صورت بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ وہ صورت جس میں تامین بہت کم مقبول ہے، اگرچہ ایک لحاظ سے بہت کم نقصان رساں ہوتی ہے۔ جہاں ماموں پیدا کنندے غیر معمولی منافعہ حاصل نہیں کرتے وہاں، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نظام اچھی طرح کام کر رہا ہے۔ لیکن براہ راست زید کا نقصان کر کے عمر کو فائدے پہنچانے کا طریق، جو عام طور سے اجارے میں ظاہر ہوتا ہے، عوام کے خیالات میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور اس طرح عوام اس کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں؛ اگرچہ انتقادی نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ عمر فائدے میں رہتا ہے اور زید گھاٹے میں، قوم کی حالت بحیثیت مجموعی بہتر نہیں ہوتی۔ صحیح معاشی تحلیل عام صنعتی پیدا آوری پر جو بعید اثرات ڈالتی ہے ان سے مقابلتہً بہت کم اشخاص واقف ہوتے ہیں۔

اجارے کے خلاف عوام کے جذبات جس آسانی کے ساتھ ابھارے جاسکتے ہیں اس کی بنا پر تامین کے مخالف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تامین، اجارے کی پرورش کرتی ہے۔ ایک دفعہ کانگریس کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی میں یہ بات کہی گئی تھی کہ "محصول ہی تمام ٹرسٹوں یا جتھابندی کی جڑ ہے"؛ اور یہ مقولہ تجارت آزاد کی وکالت وحمایت کا لب لباب بن گیا۔ اس کی صداقت محدود ہے۔ اتحاد اور جتھابندی کے اسباب موجودہ زمانے کی صنعتوں میں بہت گہری بنیاد رکھتے ہیں۔ وہ زیادہ تر پیدائش بر پیمانۂ کبیر کی ترقی میں پائے جاتے ہیں؛ اس قدر دور رس میلان کسی ایک خارجی سبب کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

521

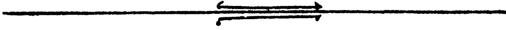
لیکن یہ صحیح ہے کہ تامینی محصولوں نے اتحاد بعض اوقات بہت آسانی کے ساتھ اور ابتدائی حالت میں پیدا کر دیا، اور بعض اوقات اس کے منافعہ کو بہت بڑھا دیا۔ یہ صورت وہاں پیدا ہونے کا قرینہ ہے جہاں حالات ملک کے اندر اتحاد کے لیے تیار ہوں، لیکن بین الاقوامی اتحاد کے لیے تیار نہ ہوں؛ اس قسم کی ترقی کی حالت خاص کر موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ میں بہت عام ہے۔ اگرچہ اتحاد کا میلان بہت قوی اور دور رس ہوتا ہے، اس کے نتائج بلا لحاظ موافق اسباب اور آئینی اثرات کے خود بخود رونما نہیں ہوتے۔ گزشتہ نسل میں تامینی محصول موافق سبب کا کام دیتے رہے تھے۔ اگرچہ

ٹرسٹ یا جتھا بندی کا مسئلہ فی نفسہٖ تامین کے مسئلے سے بہت مختلف ہے؛ یعنی نہ صرف اس سے بہت زیادہ سنجیدہ مسئلہ ہے بلکہ اس کے معاشری نتائج بھی نسبتۃً بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں؛ لیکن بعض صنعتوں میں یہ دونوں ملے جلے پائے جاتے ہیں۔

جس طرح تامینی محصولوں سے بعض اصل داروں کو غیر معمولی منافعہ ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ مسابقت کرنے والوں کو زیر کر سکیں، بالکل اسی طرح بعض مزدوروں کو بھی غیر معمولی طور سے اعلیٰ اجرتیں مل سکتی ہیں بشرطیکہ وہ بھی اسی طرح مقابل حریفوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ ایسا کرنا مزدوروں کے لیے نسبتۃً آسان نہیں ہے؛ لیکن کم از کم طویل مدت کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ سب سے زیادہ دستکاری کے پیشوں میں، جن میں مخصوص اکتسابی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اور جو کلوں کے عمل کے تابع نہیں ہوتے، ایسا کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ ابھی کچھ زمانہ ادھر تک شیشے کی صنعت کا یہی حال رہا۔ بعض قسم کے شیشوں، خاص کر دریچوں کے شیشے، کے لیے ماہر فن شیشہ گروں کی خدمات کی ضرورت تھی جن کے ہنر کا سیکھنا آسان نہ تھا۔ اس پیشے میں بہت گہرا اتحاد موجود تھا اور دوسروں کے داخلے کے لیے دروازے بند تھے؛ نتیجہ یہ کہ اس میں اجرتوں کی شرح غیر معمولی طور سے اعلیٰ تھی۔ اس صنعت کے آجروں نے بھی آپس میں سمجھوتا کر لیا؛ اس طرح اصلداروں اور مزدوروں کا دہرا اجارہ موجود تھا، اور یہ محض بہت ہی اعلیٰ محصول درآمد کا نتیجہ تھا۔ ان دونوں گروہوں میں کبھی آپس میں کشمکش ہوتی تھی اور کبھی دونوں مل جاتے تھے؛ اور آخر میں، جیسا کہ ایسی صورتوں میں بالعموم ہوتا ہے، آجروں ہی کو فائدہ ہوتا تھا۔ اس صورت میں بھی، دوسری صورتوں کے مثل، نئی ایجادیں اور اختراعیں کی گئیں؛ اور کلوں کا روز افزوں استعمال، دستکار مزدوروں کو ان کی خاص سہولتوں اور فوائد سے محروم کرنے لگا۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک قدیم حالات باقی رہیں، محصولی طریق اجرتوں کو اعلیٰ رکھے گا؛ یعنی عام مزدوروں کی اجرت نہیں بلکہ ایک محدود گروہ کی اجرت کو سرکاری صنعتوں کے مثل ان صورتوں میں یہ امکان ہے کہ[1] مزدور عام طور سے ایک مختصر گروہ کو فائدہ پہنچنے کے خیال کو پسند کریں، خواہ اس کے معنی صارفوں کے لیے اور بحیثیت صارفوں کے مزدوروں کی

[1] مقابلہ کرو باب ۱۴ فصل ۵ جلد دوم کے بیان سے۔

بڑی جماعت کے لیے، اعلیٰ قیمت ادا کرنے کے کیوں نہ ہوں۔ جو چیز دستی مزدوروں کی کسی جماعت کو اعلیٰ اجرت دلانے والی ہو نہ صرف مزدوروں کے سرگروہ اس کا خیر مقدم کرتے ہیں، بلکہ عام طبقہ بھی اسے خوش آمدید کہتا ہے؛ اس کی وجہ ایک حد تک تو فرقہ وارانہ ہمدردی ہے، لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسے اسباب میں جو سب کے لیے حقیقی فائدہ رساں ہوتے ہیں اور ان اسباب میں جو صرف معدودے چند خوش قسمت اشخاص کے لیے فائدہ رساں ہوتے ہیں، وہ فرق و امتیاز کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔



523

باب سی و ہفتم

تامین اور تجارت آزاد (بسلسلۂ سابق)
تامین کی موافقت میں چند دلائل

(۱) تامینی محصول، عام آمدنیوں (بحوالۂ زر) پر اثر ڈال کر بین الاقوامی مبادلے کے زیادہ نفع بخش شرائط پیدا کر سکتے ہیں۔ (۲) نوخیز صنعتوں کی تامین۔ زیادہ تر صرف مصنوعات کی حد تک کی جا سکتی ہے۔ خاص صورتوں میں اس کی کامیابی کا اندازہ مشکل ہے۔ (۳) سیاسی امور کا لحاظ؛ باربرداری کے جہازوں کی مالی امداد کی مثال کے ذریعے سے اس کی تشریح۔ (۴) معاشری ملحوظات تامین کو مصنوعات کے لیے مضر قرار دیتے ہیں، لیکن لازماً ایسا نہیں ہے۔ جرمنی میں بحث مباحثہ؛ حامی زراعت مملکت بمقابلہ حامی صنعت مملکت۔ اشیاء خورونوش کی رسد کے رک جانے کے بارے میں استدلال۔ (۵) انگلستان کا عجیب و غریب انحصار تجارت بین الاقوام اور برآمد پر بطور اشیا برآمد کرنے والے کے اس کی حیثیت کو نوآبادیوں کے ساتھ معاہدات اور انتقام کی دھمکیوں کے ذریعے سے قوی بنانے کا امکان۔ (۶) گزشتہ ۵۰ سال میں تامین کی ترقی۔ (۷) ریاستہائے متحدہ میں تامین کے اثرات؛ صحیح اندازہ مشکل بلکہ ناممکن ہے، لیکن عام مباحث میں یقیناً مبالغے سے کام لیا جاتا ہے۔ (۸) کن حالات میں صناع اپنے آپ کو تامین کے بغیر قائم رکھ سکتے ہیں۔ تقابلی مصارف کے سلسلے میں کلوں کا اثر۔ (۹) ریاستہائے متحدہ میں تامینی طریق کے عمل پر آخری نظر۔

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

۱۔ تامین کے بحث مباحثے کے سادہ پہلوؤں پر گزشتہ باب میں بحث کی جاچکی ہے، یعنی ان پہلوؤں کو بیان کیا جاچکا ہے جو آزاد تجارت کے موافق استدلال کو بہت قوت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تامینی محصول کے باعث قیمت کا اضافہ خالص نقصان کے مرادف ہے۔ لیکن ایسے طریقے موجود ہیں جن سے اس نقصان کو زائل کیا جاسکتا ہے۔ نقصان کو زائل کرنے کے متعدد ممکنہ طریقوں کا لحاظ کرنے سے تامین کی موافقت میں وہ دلائل نمودار ہوتے ہیں جو ایک حد تک صحیح ہیں۔

سب سے اول بین الاقوامی مبادلے کے شرائط پر اثر پڑنے کا امکان ہے۔[1] محصول کا پہلا اثر تقریبًا لازمی طور سے یہ ہوتا ہے کہ درآمد گھٹ جاتی ہے۔ اگر وہ ایسا محصول بھی ہو جو خالص مداخل میں اضافہ کرنے کے خیال سے عائد کیا گیا ہو تو بھی، درآمد گھٹ جائے گی، تاوقتیکہ طلب اتفاقیہ طور سے بالکل غیر تغیر پذیر نہ ہو، اضافۂ قیمت صرف کی کمی کا موجب ہوگا۔ اگر محصول، تامینی ہے اور داخلی پیدائش کے حق میں مہمیز کا کام کرتا ہے تو، درآمد کی کمی بہت زیادہ اور بہت یقینی طور سے ہوگی۔ اسی وجہ سے ملک میں فلز کی درآمد ہوگی۔ اس کے بعد سلسلہ وار وہ سب نتائج وعواقب رونما ہونگے (ہمیشہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ فلز کی نقل کثیر مقدار میں اور مسلسل ہو رہی ہے) جن سے قاری بخوبی واقف ہے۔ ملک کے اندر قیمتوں اور آمدنیوں میں اضافہ ہوگا اور بیرونی ممالک میں تخفیف ہوگی۔ مرور زمانہ کے ساتھ جوں جوں برآمد کردہ اشیا کی قیمت بڑھتی جائیگی ویسے ویسے برآمد میں رکاوٹ پیدا ہوگی؛ اور جیسے جیسے درآمد کردہ اشیا کی قیمت گھٹتی جائیگی ویسے ویسے درآمد کی مقدار بڑھتی جائے گی۔ اس مروری دور کی مدت کا اور اس کے اختتام سے قبل کی تبدیلی کی وسعت کا مدار طلب متکافی کے عمل پر ہے۔ اگر کسی ملک کی برآمد کردہ اشیا ایسی ہوں، جن کی طلب بیرونی ممالک میں بہت قوی ہو؛ اور اگر اس کے برخلاف اس کی درآمد کردہ اشیا ایسی نہ ہوں کہ قیمت گھٹنے پر ان کی طلب بڑھ جائے تو ایسی صورت میں عظیم تبدیلی واقع ہوسکتی ہے۔ انجام کار توازن از سر نو قائم ہوجائے گا؛ برآمد میں کمی اور

524

[1] بین الاقوامی مبادلے کا یہاں وہی مفہوم لیا گیا ہے جس مفہوم میں اس کو باب ۳۵ میں استعمال کیا گیا، اور اس کی تشریح کی گئی۔

باب ۳۷ تامینی کے موافق دلائل

درآمد میں اضافہ ہوگا یہاں تک کہ ادائیوں میں پھر توازن قائم ہوجائے گا۔ جب آخر میں یہ حالت رونما ہو تو اس ملک میں جہاں محصول عائد کیا گیا ہے آمدنی متعارفہ اور قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ جہاں تک داخلی خریداریوں کا تعلق ہے وہاں تک اعلیٰ آمدنیوں سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا؛ اس لیے کہ ملک کے اندر اسی تناسب سے قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن درآمد کردہ اشیا کی خریداری میں اعلیٰ آمدنیوں سے فائدہ پہنچے گا۔

اس صورت میں نقصان فائدے کو متوازن کردیتا ہے۔ مامون اشیا (یعنی ایسی اشیا جو محصولوں کے اثر کے تحت ملک میں تیار کی جائیں) کے خریداروں کی حیثیت سے صارفوں کو نقصان ہوگا؛ لیکن ایسی اشیا کے خریدار جن کی درآمد جاری ہے فائدہ میں رہیں گے۔ اگر ان خاص اشیا کی درآمد جن پر محصول عائد کیا گیا ہے بالکل بند بھی ہوجائے تب بھی دوسری اشیا کی درآمد ہوتی رہے گی۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں گزشتہ نسل میں تامینی محصولوں کا اثر یہ ہوا کہ اکثر مصنوعات کی درآمد کامل طور سے رک گئی؛ لیکن چائے، قہوہ، شکر اور گرم ممالک کی ہر قسم کی پیداواریں، مختلف اشیائے خام اور بعض اعلیٰ قسم کے مصنوعات کی درآمد کا سلسلہ جاری رہا۔ اگر گزشتہ پارہ کا استدلال صحیح ہو تو، یہ سب اشیا محصولوں کی وجہ سے فی الحقیقت بہت زیادہ ارزاں ملیں گی۔ یہ صحیح ہے کہ بعض درآمد کردہ اشیا کی قیمت جن پر محصول بدستور عائد ہو، قطعاً بڑھ جاتی ہے؛ لیکن اس اضافے کی تلافی ان مداخل سے ہوجاتی ہے جو سرکاری خزانے میں وصول ہوتے ہیں، اور دوسرے ٹیکسوں سے بھی غالباً نجات مل جاتی ہے۔ بایں ہمہ ان اشیائے درآمد میں بھی محصولوں کی پوری مقدار تک اضافہ نہیں ہوتا؛ زیادتی کا کچھ حصہ اس وجہ سے زائل ہوجاتا ہے کہ ممالک غیر کی قیمتوں میں عام طور سے تخفیف ہوگئی اور داخلی آمدنی متعارفہ بڑھ گئی ہے۔

525

اس قسم کا استدلال حقیقی واقعات پر کس حد تک صادق آسکتا ہے؟ بالکل اسی حد تک جس حد تک بین الاقوامی تجارت کے نوع کی تقسیم کا عام استدلال صادق آتا ہے۔ اس کو تفصیل کے ساتھ منطبق کرنا جس قدر مشکل ہے وہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ خانہ جنگی کے بعد نصف صدی کے دوران میں ریاستہائے متحدہ کی حالت کو لیجئے، جبکہ اعلیٰ تامینی محصولوں کا نظام قائم تھا۔ اس کل دور میں دوسرے عاملین مسلسل تجارت بین الاقوام پر متضاد طریقوں پر اثر ڈالتے رہے۔ تامینی طریق جس حد تک کہ وہ اشیا کی درآمد پر بندشیں قائم کرتا تھا، ان عاملین میں سے

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

تھا جو مبادلے کے شرائط میں فائدہ پہنچاتے تھے۔ اعلیٰ محصول کی وجہ سے متعارفہ آمدنیوں میں بھی ایک حد تک اضافہ ہوا۔ اب اس امر کے متعلق اندازہ قائم کرنا ناممکن ہے کہ اس ذریعے سے جو نفع ہوا اس نے ان داخلی اشیا کے نقصان کو کس حد تک زائل کیا جو مصارف کثیر سے تیار اور فروخت کی گئیں۔ بہرصورت عام بحث مباحثے میں اس قسم کے امکان کے متعلق کوئی اندازہ قائم نہیں کیا جاتا۔ اکثر لوگ، جو عوام کو محصول کے مسئلے کے کسی نہ کسی پہلو پر اپنے ذاتی خیالات کی جانب مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ صرف اس نقطۂ نظر سے استدلال کرتے ہیں کہ "کاروبار کا فائدہ کس میں ہے" "کتنی محنت صرف کرنی چاہئے، صارفوں کے لیے قیمت میں کس حد تک اضافہ کرنا چاہئے اور اجارے سے کتنا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اور ایسے سیدھے سادے سوالات ان کے ذہن میں بہت ہی مبہم طریقے پر موجود ہوتے ہیں جو محنت کی جغرافی تقسیم کے عام اثرات سے متعلق ہوتے ہیں؛ اور جن پیچیدہ سوالات پر یہاں غور کیا گیا ہے وہ نہ صرف اوسط درجے کے آدمی، بلکہ تامین پر لکھنے والے اوسط درجے کے مصنف کی فہم سے بھی بالکل بالاتر ہوتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ سب ملک اس قسم کے اصول عمل اختیار نہیں کرسکتے۔ ان میں سے کسی کو محصولات درآمد عائد کرنے کا اجارہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ ان سب میں آپس میں کشمکش ہوتی ہے، وہ ایک دوسرے کو زک دینا چاہتے ہیں، اور ہر ملک دوسرے ملک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آخر میں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کی آمدنی متعارفہ بڑھ جاتی ہے، اور منفعت بخش تقسیم عمل کے کم ہوجانے کی وجہ سے اس ملک کو اور باقی ملکوں کو نقصان عظیم ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں تجارتی کشمکش اس خطرناک حالت تک پہنچ گئی ہے! لیکن کشمکش کرنے والوں کا قریبی مقصد کبھی یہ نہیں رہا ہے کہ بعض اشیائے درآمد ارزاں نرخ پر حاصل کریں۔ ان کے مقاصد اور محرکات بلا اختلاف نیم تجارتی قسم کے رہے ہیں؛ یعنی یہ کہ درآمد کو روکنا اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں اشیا برآمد کرنا۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں مختلف جوابی تدابیر اختیار کرنا ایک قسم کی مصالحت ہے جو اس طرح کی عام کشمکش سے رونما ہوتی ہے۔

۲۔ ان صنعتوں کو تامین دینے کا استدلال جو اپنی ابتدائی حالت میں ہوں ایک دوسرے

526

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

طریق کی جانب اشارہ کرتا ہے، جس میں تجارت آزاد کے موافق اصلی دلیل کا بخوبی مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اور تامین کے ابتدائی نقصان کو زائل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صنعت، جو کسی ملک کے لیے حقیقت میں مفید ہو، لاعلمی، تجربے کے فقدان اور ان تمام موانع کی وجہ سے پھلنے پھولنے سے روکی جا سکتی ہے جو غیر مانوس کاروبار کی کامیابی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اگر اس کو دوسرے طریقے سے بیان کیا جائے تو استدلال یہ ہے کہ مامون شے کی قیمت محصول کی وجہ سے عارضی طور سے بڑھ جاتی ہے، لیکن انجام کار گھٹ جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مسابقت شروع ہوتی ہے اور انجام کار قیمتوں کو گھٹانے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ آزاد تجارت کا حامی یہ سوال کرتا ہے کہ اگر داخلی پیدا کنندہ، خارجی پیدا کنندے کے مقابلے میں، فی الحقیقت کم قیمت پر فروخت کرنے کے قابل ہے تو، پھر محصول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تامین کے حامی کا جواب یہ ہے کہ اشیا کی داخلی قیمت میں صرف ایک مدت بعد کمی واقع ہوتی ہے۔ ابتداءً داخلی پیدا کنندے کو دشواریاں پیش آتی ہیں اور وہ بیرونی مسابقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انجام کار اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ بہترین فائدے کے ساتھ شے تیار کرنا کس طرح ممکن ہے، اور اس طرح وہ شے کو بیرونی پیدا کنندے کی طرح ارزاں نرخ پر بلکہ اس سے بھی کم نرخ پر بازار میں لا سکتا ہے۔ اکثر لوگ، جو استدلال کی اس دوسری شکل کو استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ داخلی قیمت انجام کار گھٹ جاتی ہے، اس واقعے سے بہت مبہم طریقے سے واقف ہوتے ہیں کہ یہ استدلال نوخیز صنعتوں کی تامین کے استدلال سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن یہ دونوں استدلال ایک ہی قسم کے ہیں، اور ان کا انحصار دو قیاسات پر ہے یعنی موانع عارضی ہیں اور انجام کار کامیابی ہوگی۔

اس استدلال کی نظری صحت کو تقریباً کل معاشیین تسلیم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس عمدہ نتیجے کو حاصل کرنے کی توقع کے ساتھ کس حد تک اور کن حالات میں تامینی طریق استعمال کیا جا سکتا ہے؟ یہ استدلال سب سے پہلے بہت شد و مد کے ساتھ انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں ریاستہائے متحدہ میں استعمال کیا گیا، جبکہ اس ملک میں زرعی اور تجارتی حالت بدل کر موجودہ طرز کی صناعی کے حالات پیدا ہو رہے تھے۔ اس استدلال کو ریاستہائے متحدہ سے جرمنی پہنچانے والا جرمنی کا تامین کا سب سے مشہور حامی فریڈرش لسٹ تھا؛

باب ۳۰ تاین بھی کے موافق دلائل

جس نے اس طریق کو، اسی صدی کے وسط میں جبکہ حالات جو کسی قدر زمنہ وسطیٰ کے سے تھے موجودہ زمانے میں مبدل ہو رہے تھے جرمنی پر منطبق کیا۔ اس زمانے میں ریاستہائے متحدہ ایک "نوخیز" ملک تھا؛ اور جرمنی میں، اگرچہ وہ قدیم ملک تھا، جہاں تک پیدائش کے جدید طریقوں کا تعلق تھا، صنعتیں نوخیز حالت میں تھیں۔ دونوں ملکوں میں نہایت شد و مد کے ساتھ یہ استدلال کیا جا رہا تھا کہ اگر مصنوعات، کلوں اور طبعی قوت کے ذریعے سے اور بیمانہ کبیر کے طریق پر تیار کئے جائیں تو، کسی صورت میں بھی ان کی ترقی یا کم از کم ان کو فائدے کا موقع ملنا یقینی تھا؛ اور یہ کہ اگر قدیم ملکوں کے ترقی یافتہ مسابقت کرنے والوں کی راہ میں عارضی طور سے مزاحمت پیدا کی جائے تو تغییر اور ترقی کا عمل بہت زیادہ آسانی کے ساتھ انجام پا سکتا اور مفید نتیجہ بہت جلد نکل سکتا ہے۔ اس زمانے میں انگلستان سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، جس کے مقابلے میں تاین کی کوشش کی جا رہی تھی۔

لسٹ اور تاینی طریق کے اجرا کے دوسرے معتدل حامی یہ کہتے تھے کہ اس غرض کے لیے محصول معتدل اور عارضی ہونے چاہئیں۔ معتدل، یعنی زیادہ سے زیادہ ۲۵ فی صد، اس وجہ سے ہونے چاہئیں کہ اگر داخلی صنعت ابتدا ہی میں گھاٹے میں رہی تو، اس کو آگے چل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا کم موقع ملے گا۔ محصول عارضی، یعنی زیادہ سے زیادہ ۲۰–۳۰ سال تک اس وجہ سے عائد کرنے چاہئیں کہ، جیسا کہ فرض کیا جاتا تھا، انجام کار ان کی ضرورت باقی نہ رہیگی اور نہ باقی رہنا چاہئے؛ اس لیے کہ صنعتوں کو بیرونی مسابقت کا مقابلہ کرنے کے قابل اور اس کے لیے تیار ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ زرعی اشیا اور اشیائے خام میں اس قسم کی تاین کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی جغرافی تقسیم، زیادہ تر غیر تغیر پذیر طبعی حالات کی بنا پر متعین ہوتی ہے۔ واضع قانون، عمدہ نتائج کے ساتھ صرف مصنوعات تیار کرنے والی نوخیز صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی توقع رکھ سکتا ہے۔

استدلال پر اس قسم کی حد بندیاں معقول ہیں؛ خاص کر زرعی اشیا کا استثنا بہت معقول ہے۔ یوں تو زراعت میں کارکردگی کو بڑھانے کے لیے حکومت بہت کچھ کر سکتی ہے؛ لیکن اس کا طریقہ زیادہ تر اشاعت تعلیم، حقیت اراضی کے حالات کی اصلاح و ترقی، اور سائنٹی فک طریقوں کے استعمال کی ترغیب ہے۔ اس قسم کی اشیا پر محصول عائد کرنے کے بارے میں، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا، بعض قابل قدر دلائل پیش کئے جاتے ہیں؛ لیکن وہ اس دلیل سے

جس کے پیش نظر انجام کار قیمتوں کی ارزانی کو ترقی دینا ہے بہت مختلف ہیں ــــ ریاستہائے متحدہ میں اون پر ایک مدت دراز تک تامینی محصول عائد کئے جاتے رہے، لیکن اس کا مقصد کبھی یہ نہ رہا کہ اون نسبتًہ ارزاں مہیا کیا جائے؛ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں جب محصولوں پر نظر ثانی ہوئی تو اون کی درآمد پر سے سب بندشیں اٹھالی گئیں۔ جرمنی اور فرانس غلہ پر محصول لگاتے ہیں، اسی طرح جس طرح کہ انگلستان ۱۸۴۶ء تک لگاتا تھا؛ لیکن یہ توقع نہ تو انگلستان میں ابتدائی زمانے میں تھی اور نہ اب براعظم کے ممالک میں ہے کہ داخلی رسد زیادہ مقدار میں اور زیادہ ارزان نرخ پر مہیا ہوسکے گی۔

دوسرے تحدیدات بھی بظاہر معقول معلوم ہوتے ہیں؛ لیکن حقیقی تجربے میں یہ اس قدر واضح نہیں ہوتا کہ مطلوبہ نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے تحدیدات عائد کرنے چاہئیں۔ نہ صرف معتدل محصولوں کی وجہ سے بلکہ بھاری محصولوں کی وجہ سے بھی داخلی صنعتیں ترقی کرسکتی، اور اس طرح بالآخر اپنے پاؤں چل سکتی ہیں۔ اس امکان کے متعلق ریاستہائے متحدہ کے ریشمی مصنوعات کی حالیہ تاریخ ایک مثال پیش کرتی ہے۔ ۱۸۶۴ء کی خانہ جنگی کے زمانے میں ریشم پر ۶۰ فی صد محصول عائد کیا گیا۔ اس کا مقصد ابتدائً مداخل میں اضافہ کرنا تھا۔ اس طرح ایک داخلی صنعت رونما ہوئی؛ اور محصول برابر جاری رہا بلکہ بڑھادیا گیا (خاص کر ۱۸۹۷ء میں) مسابقت کی وجہ سے گرماگرمی بڑھ گئی اور بہت کچھ اصلاح و ترقی عمل میں آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ پارچہ بافی کی صنعتوں میں ریشم کے مصنوعات سب سے آخری صنعت ہیں جن میں کلوں کا استعمال کیا گیا؛ لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تامین کے تحت صنعت کو قائم کرکے یہ ترقی وجود میں لائی گئی۔ یہ صحیح ہے کہ مصنوعات تیار کرنے کے طریقوں میں ترقی ہوئی ہے؛ اور یہ اغلب ہے کہ صنعت کی بعض شاخیں (نہ کہ سب) ایسی حالت پر پہنچ گئی ہیں جہاں مصنوعات کو بازار میں درآمد کردہ اشیا کی طرح ارزاں بیچا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ صورت اس نتیجے سے بھی تناقض نہیں رکھتی کہ داخلی پیدا کنندے اب بھی تامین کے طالب ہیں۔ پیدا کنندے تو ایسا کہنے کے خوگر و عادی ہیں۔ اکثر کاروباری اشخاص اپنے کاروبار کے قریبی دائرے سے باہر کے حالات سے بہت کم واقف ہوتے ہیں۔ اگر اعلیٰ محصول کی وجہ سے خارجی مقابلہ مدت سے موقوف ہوگیا ہو تو، وہ اس کے ممکنہ اثرات و نتائج سے ناواقف ہوتے ہیں؛ اور اگر اس مقابلے کو از سر نو جائز قرار دینے کے متعلق تجویز ہو تو وہ عام اصول پر

باب ۳۷
تامین کے موافق دلائل

اعتراض کرتے ہیں، خواہ مقابلہ کرنے کے لیے خود کتنے ہی تیار کیوں نہ ہوں۔ تامینی طریق خاص کر اس صورت میں جبکہ اس پر فرقہ وارانہ سیاسیات کے ذریعے سے بہت مبالغے کے ساتھ زور دیا جاتا ہے، تمام بیرونی مقابلے کے متعلق نہایت پست کن خوف پیدا کرتا ہے۔ داخلی پیداکنندوں کی اس عام حالت کے باوجود، یہ بالکل ممکن ہے کہ نوخیز صنعتوں کی تامین کرنے کا مقصد فی الحقیقت حاصل ہو گیا ہو؛ اگرچہ اس کو معلوم کرنے کا واحد یقینی طریقہ یہ ہے کہ محصول ہٹا دیئے جائیں اور داخلی پیداکنندوں کو بیرونی پیداکنندوں کے ساتھ مساویانہ مسابقت کرنے کا موقع دیا جائے۔

529

اگرچہ یہ ممکن ہے کہ نوخیز صنعتوں کی تامین کا طریق ان صورتوں میں کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جائے جہاں پیدائش کے فوائد اور سہولتوں کا مدار قدرتی بنیادوں پر نہیں ہے، بلکہ اکتسابی مہارت پر ہے؛ لیکن یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ اس کامیابی کا کس حد تک امکان ہے۔ یہ مسئلہ دوسرے وسیع تر مسئلے یعنی صنعتوں کی ترقی کے عام اسباب کے مسئلے، کا جزو ہے۔ معاشی تاریخ بتاتی ہے کہ مختلف ملکوں میں متعدد پیشے اور مصنوعات پھیلے ہوئے ہیں تو، وہ کسی "قدرتی عمل" کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ بڑی حد تک "مصنوعی" عوامل یعنی حکومت کی جانب سے ہمت افزائی، ماہر دستکاروں کی نقل پذیری، اور ملک کی معاشری و سیاسی تنظیم کا نتیجہ ہے۔ دور وسطیٰ کے حالات اور جدید دور کے ابتدائی حصہ کے حالات پر فطری فوائد اور سہولتوں کے نظریے اور اضافی فوائد اور سہولتوں کے مقررہ اختلافات کے نظریے کا اطلاق کرنا مہمل سا ہوگا۔ اس کے برعکس بظاہر تاریخ یہ سبق سکھاتی ہے کہ تامینی محصولوں کے مقابلے میں ہمت افزائی کے دوسرے طریق مثلاً باقاعدہ تعلیم، آزاد صنعت، معاشری مزاحمتوں کا استیصال اور پیٹنٹ اور نشان تجارت (ٹریڈ مارک) کے ذریعے سے ایجادوں کی ترقی وغیرہ بہت زیادہ موثر ثابت ہوئے ہیں۔ موجودہ زمانے میں جبکہ صنعتی تعلیم کی بہت وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی ہے، وسائل آمد و رفت میں سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں، فنی و برقی طباعت کا انتظام ہو گیا ہے اور راس المال کو منافعے کے ساتھ مشغول کرنے کے تمام ممکنہ ذرائع بہت شوق کے ساتھ تلاش کیے جا رہے ہیں، نوخیز صنعتوں کی تامین کا استدلال بہت کمزور معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی، جیسا کہ ریشم کے مصنوعات کی مثال میں ابھی بیان کیا گیا، اب بھی اس کے امکانات موجود ہیں۔ محصولوں کو بالآخر

ہٹا دینے کی قطعی کسوٹی بدقسمتی سے ایسی ہے جس کی داخلی پیدا کنندوں کی جانب سے ہمیشہ مخالفت ہونے کا امکان ہے؛ اور جہاں تک ان کی مخالفت کامیاب ہو وہاں تک کسی مخصوص صورت میں یہ معلوم کرنا دشوار رہوگا کہ آیا قوم بالآخر اتنا فائدہ حاصل کرتی ہے یا نہیں جو ابتدائی نقصان کو زائل کرنے کے لیے کافی ہو۔

۳۔ تامینی محصولوں کی موافقت میں بالعموم سیاسی ملحوظات کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال جہاز رانی میں ملتی ہے۔ اس زمانے میں جبکہ جہاز لکڑی کے بنائے جاتے تھے، تجارتی جہاز، جنگی جہاز سے زیادہ مختلف نہ ہوتا تھا اور ہر صورت میں ان دونوں جہازوں کے چلانے کی تعلیم ایک ہی سی تھی۔ علاوہ ازیں تجارتی جہازوں سے جنگ کے زمانے میں بہت بڑی مدد ملتی تھی۔ ان میں سے پہلا سبب ہمارے زمانے میں جبکہ آہن پوش جنگی جہاز پیچیدہ اور مخصوص قسم کی کلوں سے چلائے جاتے ہیں؛ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسرا سبب اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ گزشتہ زمانے میں تھا۔ موجودہ زمانے میں جہازی بیڑے کے لوازم میں کشاف جہاز، رسدی جہاز، کوئلے کے جہاز اور نقل وحمل کے جہاز شامل ہیں۔ تجارتی جہازوں کا بڑا بیڑا یہ سب ضرورتیں پوری کرتا ہے، یا کم از کم جنگ کے باعث اچانک پیدا شدہ زائد ضرورتوں کو پورا کرنے میں بہت بڑی حد تک مدد دیتا ہے۔ اگر بقول آدم اسمتھ مدافعت (بلکہ جارحانہ کارروائی بھی!) تمول سے زیادہ اہم ہو تو، تجارتی بیڑے کو ترقی دینا فائدہ مند ہوگا؛ اگرچہ وہ اپنے کام اس قدر ارزاں طریق سے انجام نہیں دے سکتا جس قدر کہ بیرونی ممالک کے جہاز دے سکتے ہیں۔ اگر تجارتی بیڑے کو ایسے شرائط کے تحت مالی امداد دی جائے کہ جنگ کے زمانے میں بلا پس وپیش تجارتی جہازوں کی سربراہی کرے تو اس میں اور زیادہ کفایت ہو سکتی ہے۔ جنگ شروع ہوتے ہی فوراً امدادی بیڑا تیار کرنے کی بجائے یہ طریقہ غالباً بہت زیادہ ارزاں ہوگا۔

محض کسی ملک کی پیدآور قوتوں کے تطابق کی حیثیت سے نظر ڈالنے پر تجارتی جہازوں کی تامین، اصول کا کوئی نیا سوال نہیں پیش کرتی۔ آزاد تجارت کا حامی یہ کہتا ہے کہ اگر بیرونی جہاز داخلی جہازوں کے مقابلے میں زیادہ ارزاں طریق پر سامان کی نقل وحمل کر سکتے ہیں تو، انھیں ایسا کرنے دو۔ کسی ملک کا اپنے ذاتی جہاز رکھنا کوئی حیرت انگیز کرشمہ

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

نہیں ہے۔ جہاز محض سامان کے نقل و حمل کے لیے ہوتے ہیں جن اسباب کی بنا پر غیر ممالک کے پیدا کنندوں کا اشیا پیدا کرنا اور تمھارے ہاتھ فروخت کرنا بشرطیکہ وہ ارزاں نرخ پر فروخت کریں، جائز ہو سکتا ہے ان ہی اسباب کی بنا پر غیر ممالک کے لوگوں کا تمھاری اشیا کی نقل و حمل کرنا بھی جائز ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ نسبتہً ارزاں کرایہ پر یہ کام انجام دیں۔

تجارتی جہازوں کی صورت حالات کی واحد معاشی خصوصیت یہ ہے کہ محصولوں کے ذریعے سے اسی طریق پر تامین کرنے کا طریقہ یہاں نہیں چل سکتا؛ کم از کم یہ ان جہازوں کیلئے ناقابل عمل ہے جو تجارت خارجہ میں مصروف ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ محصول عائد کرنے میں ترجیح کا طریق اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جہاز کے وزن کے حساب سے بمقابلہ داخلی جہازوں کے خارجی جہازوں پر زیادہ محصول عائد کئے جا سکتے ہیں؛ یا ایسی اشیا کی درآمد پر زیادہ محصول عائد کیا جا سکتا ہے جو بیرونی ممالک کے جہازوں میں لدکر آئیں۔ لیکن اس قسم کا امتیازی طریق اختیار کرنا دوسروں میں بھی انتقامی جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح جن داخلی جہازوں کے ساتھ رعایت کی جائیگی وہ لازمی طور سے کبھی نہ کبھی بیرونی بندرگاہوں کو جائیں گے، اور ان بندرگاہوں میں ان سے بھی اسی قسم کا معاندانہ سلوک کیا جائے گا۔ یہی نہیں کہ ایسے سلوک کا امکان ہے، بلکہ ان کے ساتھ یقیناً ایسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ اس قسم کی انتقامی کارروائیوں کی عام طور سے مثالیں موجود ہیں۔ اس وجہ سے سب ملک مجبوراً ایسے معاہدات کرتے ہیں جن میں تجارتی نقل و حمل کرنے والے جہازوں کے بارے میں جانبین مساوی شرائط طے کرتے ہیں اور سب جہاز، خواہ داخلی ہوں یا خارجی، مساوی حیثیت کے قرار دئے جاتے ہیں۔ ساحلی جہاز جو ایک ہی ملک میں بہ شمول مقبوضات ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ تک نقل و حمل کرتے ہیں، یقیناً اس قسم کے تحدیدات کے تابع نہیں ہوتے؛ اور اس صورت میں کسی رکاوٹ کے بغیر تامین اختیار کی جا سکتی ہے۔ اکثر ملک جو کسی شکل میں تامین کو قائم رکھتے ہیں، اس کو ساحلی تجارت کے بارے میں استعمال کرتے ہیں اور عام طور سے ہمیشہ کے لیے غیر ممالک کے لوگوں کو اس سے خارج کر دیتے ہیں۔

531

تجارت خارجہ میں استعمال ہونے والے جہازوں کے لیے واحد تامینی پالیسی براہ راست مالی امداد کا طریقہ ہے۔ اس طریقے اور تامینی محصول کے طریق کا باہمی فرق محض طریقے کا فرق ہے۔ مالی امداد کی صورت میں کسی خاص صنعت کو ترقی دینے کی غرض سے

باب ۳۴ تامینی کے موافق دلائل

قوم سے براہ راست زر ادا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور تامینی محصولوں کی صورت میں، قوم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ قیمتوں کی شکل میں ان لوگوں کو جو کسی خاص صنعت میں مصروف ہیں بالواسطہ زر ادا کریں۔ مالی امداد کا طریق جہازوں کے علاوہ دوسری صورتوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے؛ قدیم زمانے میں وہ بہت عام طور سے استعمال کیا جاتا تھا؛ مگر موجودہ زمانے میں بہت ہاتھ روک کر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۹۰ء میں یہ طریق استعمال کیا گیا، جبکہ یہاں شکر کا محصول اٹھا لیا گیا اور داخلی پیدا کنندوں کو، جنھیں پہلے محصول درآمد کی وجہ سے زیادہ قیمتیں ملتی تھیں اور فائدہ ہوتا تھا اب براہ راست اسی مقدار کی حد تک یعنی فی پونڈ ۲ سینٹ داخلی پیداوار پر مالی امداد دی جانے لگی[1]۔ لیکن امداد دینے کے طریق سے حوصلہ افزائی اور ترغیب و تحریص بہت کم ہوتی ہے؛ بلکہ اس کے غیر مقبول ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ محصول درآمد گو اساسی حیثیت سے مالی امداد کے مانند ہے؛ تاہم متعدد موثر (گو مغالطہ انگیز) دلائل سے اس کی مدافعت کی جا سکتی ہے؛ لیکن کسی خوش قسمت صنعت کی براہ راست مالی امداد کرنے کا طریق بلاشبہ یہ سوال پیش کرتا ہے کہ آیا اس طرح قوم کو ٹیکس سے زیر بار کرنا فی الحقیقت کوئی فائدہ مند شئے ہے۔ تجارت آزاد کے حامی کے نقطۂ نظر سے یہی سادگی تمام صورتوں میں محصول درآمد کی بجائے امداد کا طریق استعمال کرنے کی موافقت میں ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

532

یوں تو قومی خود بینی اور تعصب تامینی خیالات کو ترقی دینے میں ہمیشہ بہت اہم عامل رہے ہیں، لیکن جہازوں کے بارے میں خاص کر اہم عامل ہیں۔ تجارتی جہازوں کو امداد مقرر کرنے کی تائید میں عوام کی جانب سے جو سب سے زیادہ موثر دلیل پیش کی جاتی ہے یہ ہے کہ سمندروں میں امریکی جھنڈا[2] نہیں لہراتا۔ اسی دلیل کے ساتھ دوسرے دلائل بھی بہم طریقے پر منسوب کئے جاتے ہیں اور وہ ایک ایسا تجارتی بیڑا قائم کرنے کی موافقت میں ہیں جس سے جنگی بیڑے میں اضافہ ہو۔ قومی جذبات، فوجی شان و شوکت اور سنجیدہ سیاسی ملحوظات کا یہ اتحاد

[1] یہ امداد ۱۸۹۴ء میں روک دی گئی، اور دوبارہ شکر پر محصول درآمد عائد کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے تمام صنعتوں میں صرف جہازوں کو اس طرح کی امداد دینے کی بارے میں بہت زور دیا جا رہا ہے۔

[2] ریاستہائے متحدہ کا قومی نشان یعنی تارے اور دھاریاں۔

باب ۳۳ تاین کے معاشی دلائل

معاشیات کے خالص دائرے سے باہر کی چیز ہے۔ لیکن تمام معقول معاشی خیالات کا میلان تجارتی جہازوں کو امداد دینے کے خلاف ہے، اور یہ میلان صرف اسی حلقہ تک محدود نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کے کاروبار اور صنعت کے بارے میں بھی پایا جاتا ہے۔ سچ پوچھو تو تجارتی جہاز محض تقسیم عمل کو ترقی دینے کا ایک آلہ ہیں اور ان پر "ستاروں اور دھاریوں" (یہ امریکن جھنڈے کی علامات ہیں) کے جو قومی نشان بنائے جاتے ہیں وہ محض اسی وقت قومی شکوہ و جلال کا سبب ہیں جبکہ جہاز قوم کے حقیقی فائدے کے لیے بنائے اور استعمال کئے جائیں۔ حقیقت پوچھو تو، جنگی جہاز محض تفریح یا ایک مد فضول ہیں؛ اور اگر ان کی کوئی ضرورت ہے تو اندوہناک ضرورت ہے؛ اور حقیقی ضرورت کے ماورا ایک کشتی بھی نہ بنائی چاہئیے۔

۴۔ بعض لوگ عام معاشری استحکام و درستی سے متعلق ملحوظات کو تجارت آزاد کے مسئلے کو تقویت پہنچانے والی اور بعض لوگ تاین کے مسئلے کو تقویت پہنچانے والی چیز خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ مشتبہ ہے کہ آیا ایسی بنیادوں سے مسئلے کے کسی رخ کو بھی تقویت پہنچائی جاسکتی ہے یا نہیں۔ تجارت مامون کے حامی یہ کہتے ہیں کہ صنعت کی گوناگونی میں معاشری و تعلیمی فوائد ہیں؛ اور یہ کہ ہر ایسی قوم میں، جس کے پیشوں کا دائرہ بہت محدود ہے، ذہانت اور موزونیت و مناسبت کا فقدان ہوگا۔ صنعتی گوناگونی کے مدارج پر نظر کرتے ہوئے جن کا موجودہ زمانے کے ہر تہذیب و ترقی یافتہ ملک میں ہر حالت کے تحت ظاہر ہونا یقینی ہے، اس قسم کے مبہم خیالات کوئی تحریکی قوت نہیں رکھتے۔ غالباً تجارت آزاد کے حامیوں کے اس استدلال میں زیادہ قوت موجود ہے کہ زراعت کے بل بوتے پر مصنوعات کو ترقی دیکر جو صنعتی گوناگونی حاصل کی جاتی ہے وہ معاشری و سیاسی نقائص سے خالی نہیں ہوتی۔ مصنوعات کے معنی یہ ہیں کہ پیدائش بر پیمانہ کبیر کی جائے، انتظام اور غالباً ملکیت کو مقابلتہً معدودے چند ہاتھوں میں مرتکز کر دیا جائے، مزدوروں کا انحصار اجرت بذریعہ محنت پر قائم کیا جائے اور عدم مساوات بڑھائی جائے۔ مصنوعات کے یہ بھی معنی ہیں کہ شہروں کو گنجان بنایا جائے اور عورتوں اور بچوں سے کام لینے کی ترغیب ہو۔ انیسویں صدی کے اوائل میں ریاستہائے متحدہ میں تاین کے خلاف اسی قسم کے متعدد دلائل استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ دلائل غیر معقول یا غیر اہم نہ تھے؛ اور اب بھی وہ غیر اہم یا غیر معقول نہیں ہیں۔ امریکن قوم کے سب سے صحت ور اجزا شمال کے ان علاقوں میں ہیں جہاں زراعت اب بھی سب سے بڑی اور فائق صنعت ہے۔ لیکن

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

واقعہ یہ ہے کہ خود صنعت کی نوعیت کے مقابلے میں صنعت کو انجام دینے کا طریق اور اس میں کام کرنے والوں کے خصائل بدرجہا زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ لنکا شائر، یارک شائر اور اسکاٹلینڈ کے مصنوعات تیار کرنے والے علاقوں میں انگریز دستکاروں کی معاشری حالت و حیثیت مغربی جرمنی کے زرعی مزدوروں اور فرانس کے اکثر خود کاشت زمینداروں کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے۔ تعلیم کی اشاعت، ذہانت کے عام معیار، دولت و آمدنی کی تقسیم، جماعتوں کی معاشری تقسیم اور سیاسی و صنعتی آزادی کے مقابلے میں، تجارت آزاد اور تامین بہت ہی ادنیٰ درجے کے عامل ہیں۔

لیکن موجودہ زمانے میں جرمنی میں ٹھیٹ معاشی قسم کے استدلال کے ساتھ ساتھ معاشری و سیاسی استدلال کو بھی خاص طور سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں زرعی مملکت اور صنعتی مملکت[1] کے حامیوں کے درمیان زیادہ تر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ اول الذکر طبقہ غلہ اور دیگر زرعی پیداواروں پر محصول عائد کرنے کے موافق ہے اور موخر الذکر طبقہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔ اول الذکر طبقہ یعنی تامین کے دکیل یہ کہتے ہیں کہ ناگزیر اشیائے خورو نوش کے لیے غیر ممالک پر انحصار کرنا بظاہر خطرات اور خرابیوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر آبادی زراعت پیشہ ہو یا کم از کم اس کا معقول حصہ زمین پر کام کرتا ہو تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس آبادی سے معاشری لحاظ سے بہت بہتر ہے جو زیادہ تر مصنوعات تیار کرے۔ علاوہ ازیں مصنوعات کی عظیم ترقی اور بیرونی بازاروں پر اس پیداوار کے فروخت کرنے کا انحصار، دونوں، عدم تیقن اور عدم اطمینان کی حالت پیدا کرتے ہیں۔ معاندانہ محصولوں یا پیدائش دولت کے اس منافع کا غائب ہو جانا جس پر بڑی آمد کا مدار ہوتا ہے، یہ دونوں تجارت کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور قائم شدہ صنعتوں کے وجود کو معرض خطر میں ڈال سکتے ہیں۔ آخر میں یہ کہ (اور یہی سب سے اہم استدلال ہے) یورپ کے مصنوعات تیار کرنے والے ممالک اور یورپ کو اشیائے خورو نوش مہیا کرنے والے ممالک کے موجودہ باہمی تعلقات لازمی طور سے عارضی ہیں، یعنی قوم کی تاریخ حیات کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ بالکل عارضی ہیں۔ ریاستہائے متحدہ، ارجن ٹائن اور کینیڈا سے اشیائے خورو نوش اور خاص کر

534

[1] Agrarstaat and Industriestaat

باب ۳ تابین کے موافق دلائل

گیہوں کی رسد کا مدار طریقہ ہائے کاشت پر ہے جو مستقل طور سے قائم نہیں رہ سکتے[1]۔ ایک ہی قسم کی فصلوں کے لیے زمین کو صرف اس وقت مسلسل استعمال کیا جا سکتا ہے جبکہ نئی زمینیں بھی کاشت کے لیے دستیاب ہو سکیں۔ تابین کے یہ حامی کہتے ہیں کہ بہت جلد یا دیر سے سب نئی زمینیں زیر کاشت آجائیں گی؛ اور اس طرح ایک وقت آئے گا جبکہ مزید زمینوں کا ملنا دشوار ہو جائے گا اور محدود زمینوں پر ہی مختلف فصلیں بونی پڑیں گی۔ اس اثنا میں نوآباد ملکوں میں آبادی سرعت کے ساتھ بڑھ جائے گی اور خود ان کے صرف میں جو اشیا آئیں گی ان کی قیمت بڑھ جائے گی' اور ان کی معاشی حیثیت بتدریج ایسی ناموافق ہو جائے گی کہ وہ غلہ اور دیگر پیداوار کی برآمد نہ کر سکیں گے۔ اس قسم کی تبدیلی ریاستہائے متحدہ میں' جو زرعی پیداوار سب سے زیادہ مقدار میں برآمد کرتی ہیں' شروع ہو چکی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے ممالک میں بھی اس کا شروع ہونا ضروری ہے۔

اسی وجہ سے ان قدیم ممالک کو' جن میں مصنوعات بڑی حد تک ترقی پا چکے ہیں اور جو اپنے مصنوعات کا مبادلہ درآمد کردہ اشیائے خورونوش سے کرتے ہیں' بالآخر اس تغییر کا جو نہ صرف امکانی بلکہ اغلب ہے مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہئیے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ اشیائے خورونوش درآمد کے ذریعے سے حاصل نہ ہو سکیں گی۔ اس طرح مصنوعات تیار کرنے والی آبادی کو کم از کم ایک حد تک پھر زراعت کی جانب متوجہ ہونا پڑے گا۔ لیکن یہ آبادی' کام دھندے کی کثرت اور اشیائے خورونوش کی ارزانی کے اثر کے تحت بہت بڑھ جائے گی اور اس کثیر آبادی کی غذا کی ضرورتوں کو ملک کے اندر پورا کرنے کی جدوجہد کو زمین کے تقلیل حاصل کے تمام موانع کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ انگلستان کی مثال انتباہاً پیش کی جاتی ہے۔ برطانیہ کی کثیر آبادی کی غذا اور دیگر اشیا کی ضرورتیں خود ملک کے ذرائع سے پوری نہیں کی جا سکتیں۔ اس لیے اس کا مدار لازمی طور سے تجارت خارجہ پر ہے' اور اسی لیے اس کو ہمیشہ یہ فکر بے چین رکھتی ہے کہ مبادا دوسرے ممالک سے اس کی تجارت کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔

اس قسم کے سلسلۂ استدلال میں بہت کچھ صحت موجود ہے۔ محتاط مفکرین نے اس کو

---

[1] دیکھو باب ۴ فصل (۵)

جس حیثیت سے پیش کیا ہے اس حیثیت سے اس میں تامین کے ظاہری نقصان کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ موجودہ نسل میں تجارت خارجہ کے ذریعے سے اشیائے خورونوش نسبتہً ارزاں مل جاتی ہیں، اور اشیائے خورونوش سے مصنوعات کا مبادلہ فی الوقت بہت فائدہ رساں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تامین کے بعض پرجوش وکیل اس کا اقبال کرنے میں اسی طرح پس وپیش کرتے ہیں جس طرح کہ لوگ اپنے مخالفین کے ساتھ مراعات ملحوظ رکھنے میں عام طور سے تامل کرتے اور ان کے ساتھ کم سے کم رعایتیں کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن ان امور کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ اشیائے خورونوش کو گراں کر کے مصنوعات کی ترقی کو روکنے کا عمل بہت سخت اور آزمائش طلب ہے۔ یہ گویا مستقبل بعید کے لیے ایک طرح کا ایثار ہے اور اس لحاظ سے موجودہ نسل میں اس کا غیر مقبول ہونا لازمی ہے۔ لیکن جہاں قومیت کا جذبہ قوی ہے اور آنے والی نسلوں کی خوش حالی کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اس قسم کا ایثار کرنے کی ضرورت ہوگی۔

535

زرعی مملکت اور صنعتی مملکت کے بحث مباحث کے تمام تفصیلات میں جانا اس کتاب کے حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ تجارت آزاد کے وکیل یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جرمنی جیسے وسیع ملک میں، جہاں آب و ہوا مختلف مقامات پر مختلف ہو انگلستان کی طرح مصنوعات کی انتہائی ترقی کی توقع نہیں کی جاسکتی؛ یہ کہ اشیائے خورونوش برآمد کرنے والے ملکوں سے رسد کے رک جانے کے امکان کو بہت مبالغے سے بیان کیا جاتا ہے؛ یہ کہ اگر مصنوعات اور اشیائے خورونوش کے باہمی مبادلے میں بالآخر کوئی رکاوٹ پیدا ہوگی بھی تو، دفعتہً اور نقصان رساں وقفے کے ساتھ نہ ہوگی، بلکہ تدریجی عمل کے ذریعے سے ہوگی اور اس تدریجی عمل کے مطابق آبادی اور صنعت اپنے آپ کو مطابق کرلے گی؛ اور آخر میں یہ کہ موجودہ زمانے میں محصولات درآمد کا بار بہت زیادہ ہے اور ان محصولوں سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے معدودے چند مالکان زمین ہیں۔ تامین کے وکیلوں کا سب سے بڑا معاشی استدلال اشیائے خورونوش کی رسد کے مستقبل میں رک جانے کے بارے میں ہے، اور ایک ایسا سوال اٹھاتا ہے جو اکثر حیثیتوں سے بہت دشوار ہے؛ وہ سوال یہ ہے کہ بعید اور کم وبیش غیر یقینی مستقبل کی خاطر فوری تمتعات پر بندشیں قائم کرنا کس حد تک قرین دانشمندی ہوگا؟ کیا ہمیں اب اپنے کوئلے کی رسد پر جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ

محدود ہے تحدیدات عائد کرنے ہوں گے؟ یا ہم موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے انھیں آزادی کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں؟ اور مستقبل کے متعلق کچھ بے پروائی برتیں اور حرارت وقوت کے دیگر ذرائع کے اکتشافات اور اصلاح و ترقی پر ایک حد تک بھروسا کریں؟ کیا جرمنوں کو (اور انگریزوں کو بھی) تجارت آزاد کی پالیسی پر جمے رہنا چاہئے اور آئندہ کی فکر کئے بغیر، مطلوبہ غذا اور اشیا کے لیے غیر ممالک پر انحصار رکھنا چاہئے؟ آئندہ نسلوں کے لیے بہت زیادہ احتیاط کے ساتھ انتظام و اہتمام کرنے کی کوشش میں غلطی سرزد ہونا آسان اور ممکن ہے۔ جرمنی جیسے ملک میں، تامین کے بحث مباحثے سے رونما ہونے والے بڑے بڑے مسائل مشتے نمونہ از خروارے ہیں، یہ مسائل اختلاف خیالات کا خاصا موقع اور گنجائش بہم پہنچاتے ہیں اور ایسے ملحوظات پر مشتمل ہیں جو ریاستہائے متحدہ کے تامین کے حامیوں کے پیش کردہ ملحوظات سے عام طور سے بہت زیادہ اہم اور وزنی ہیں۔

۵۔ محصولوں کے بحث مباحثے نے انگلستان میں کسی قدر مختلف شکل اختیار کی۔ 536
یہاں قوم کو صنعتی (صنعتی مملکت) بنانے کے لیے بہت باضابطہ تدابیر اختیار کی گئی ہیں؛ اور سوال یہ ہے کہ اس انتہائی ترقی یافتہ حالت میں امن اور خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارنے کے بہترین ذرایع کیا ہیں۔ بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محض تجارت آزاد کا اصول استوار ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے خلاف انگلستان میں بھی ردعمل ظاہر ہوا ہے، اور اس کی تائید میں بہت ہی محکم دلائل ہیں۔ جہاں تک یہ دلائل فی الحقیقت کوئی اہمیت رکھتے ہیں وہاں تک سب کا مدار شکافی انتظامات کی عملی ضرورت پر ہے۔

گزشتہ صفحات میں متعدد دفعہ کہا گیا ہے کہ عموماً کسی ملک کی برآمد کو بہت مبالغے کے ساتھ اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن ایک ایسے ملک کے لیے جس کی حیثیت انگلستان کی سی ہو، برآمد کی خاص احتیاط اور غالباً کسی قدر تشویش کے ساتھ نگرانی کرنے کی معقول وجہ ہے۔ برآمد ناگزیر اشیائے درآمد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ دوسرا طریق کار یعنی اشیائے درآمد کو ملک کے اندر تیار کرنا، اور اس طرح برآمد کردہ اشیا کی تیاری میں جو محنت صرف ہوتی تھی اس کو ان اشیا کی تیاری میں صرف کرنا، جو اب درآمد کی جاتی ہیں، بمشکل ممکن ہے۔ انگلستان کے لیے اشیا کا درآمد کرنا لازمات سے ہے؛ اور اشیا درآمد کرنے کی غرض سے

باب ۳۷
تابین کے موافق دلائل

یہ ضروری ہے کہ وہ اشیا برآمد کرے۔ اس لحاظ سے ہر وہ واقعہ جو برآمد کے بازار کے دائرے کو کم کردے فکر و تردد پیدا کر سکتا ہے۔ ان ہی واقعات میں سے ایک واقعہ دوسرے ممالک میں تابینی محصولوں کا عائد کیا جانا ہے۔ انگلستان کے لیے یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ وہ دوسرے ممالک میں اپنی تجارت کو آزاد رکھے۔ اسی وجہ سے شہنشاہی وفاق یا شاہی ترجیح کے محصولوں کی وکالت کی جاتی ہے کہ ان کی بنا پر نوآبادیات کو ترغیب دی جائے کہ وہ انگلستان کی اشیا پر اگر محصولوں کو بالکل اٹھا نہ دیں تو کم از کم گھٹا تو دیں؛ اور اسی وجہ سے انگلستان میں ممالک غیر کی اشیا پر محصول عائد کرنے کے لیے زور دیا جاتا ہے، تاکہ دوسرے ممالک میں محصولوں کی جو اونچی دیواریں قائم ہیں ان کو نیچا کرنے کے لیے باہمی گفت و شنید کے ذریعے سے دباؤ ڈالا جائے۔ جرمنی اور فی الحقیقت دوسرے تمام ممالک کے مثل، انگلستان میں، تابین کی موافقت میں بھدے اور مغالطہ انگیز دلائل عام بحث مباحثے پر بڑی حد تک اثر ڈالتے ہیں، مثلاً یہ کہ داخلی محنت کی کھپت اور اس کا روزگار سے لگ جانا، داخلی صنعت کی دست گیری و سرپرستی، درآمد کردہ اشیا کے لیے رقوم ادا کرنے میں ممالک غیر کے لوگوں کو خراج کی ادائی وغیرہ۔ لیکن دوسرے کسی ملک کے مقابلے میں انگلستان میں یہ دلائل بہت زیادہ خطرناک ہیں۔ اس ملک کا وجود اور بقا مصنوعات تیار کرنے والی صنعتوں پر منحصر ہے، جو کل دنیا کی مسابقت کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتی ہیں۔ اگر خود اس کی صنعتیں غیر ممالک کے مقابلے میں تابین پر فی الحقیقت تکیہ کر بیٹھیں تو، یہ اس کے لیے پیام موت ہوگا۔ محصول عائد کرنے کی وکالت کی سب سے ٹھوس بنیاد محض یہ ہے کہ سیاسی مدبرین کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ دوسرے ممالک میں محصول کم کرانے کی کوشش کر سکیں۔ اور نوآبادیات کے ساتھ شاہی ترجیح کے بارے میں معاہدات طے کرنے کی واحد بنیاد یہ ہے کہ ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ انگلستان کی اشیا کی درآمد اپنے علاقوں میں بلا محصول یا کم محصول کے ساتھ کریں۔

• کسی ملک کی برآمد پر دوسرے ملک میں عائد کردہ محصول کے جواب میں انتقام کی غرض سے درآمد پر محصول عائد کیے جائیں تو، ان محصولات درآمد کا راست معاشی اثر صورت حال کو بہتر بنانے کی بجائے بدتر بنا دیتا ہے۔ اگر جرمنی، انگلستان کی اشیا پر محصول عائد کرتا ہے تو، ان دونوں ملکوں کے باہمی تقسیم عمل کے فوائد میں اسی حد تک کمی ہو جاتی

باب ۳، تامین کے موافق دلائل

ہے۔ اگر اسی طرح انگلستان، جرمنی کی اشیا پر محصول عائد کرے تو، ان فوائد میں اور بھی زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔ اگر فی الحقیقت کوئی شخص تجارت خارجہ کے بارے میں تجارتی نقطۂ نظر رکھے اور یہ فرض کرے کہ اس کا اساسی مقصد اشیائے برآمد کے لیے بازار مہیا کرنا ہے تو، اس صورت میں مکافات اور مکافیت بالکل مختلف صورت اختیار کرتی ہے۔ اس طرح ہر ملک اپنی اشیائے برآمد میں اضافہ کرنے کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتا اور اپنی اشیاے درآمد میں اضافہ کرنے کے لیے پس وپیش کرتا ہے؛ اور زیادہ مقدار میں اور زیادہ آزادی کیساتھ اشیا درآمد کرنے پر غالباً صرف اسی وقت رضامند ہوگا جبکہ زیادہ آزادی کے ساتھ اشیا برآمد کرنے کا بھاؤ اس کو ترغیب وتحریص دے۔ جب تک خیالات کی ایسی صورت حال موجود ہوگی اس وقت تک، ابتدائً بندشیں عائد کرکے کم از کم بالآخر بندشوں میں کمی کرانے کا امکان موجود ہوگا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ انگلستان کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک، اس عمل کے ذریعے سے تجارت بین الاقوام میں حقیقی توسیع واقع ہونے کی توقع کی معقول مادی بنیاد کیا ہو سکتی ہے۔ آدم اسمتھ کا قول تھا کہ یہ معاملہ معاشیات داں سے متعلق نہ تھا، بلکہ اس مکار حیوان سے، جس کو مدبر سلطنت یا ماہر سیاست کہا جاتا ہے۔ تجارت آزاد کے پرجوش حامی یہ کہتے ہیں کہ دوسرے ممالک اور انگلستان کی نوآبادیات بھی انتقامی محصول یا ترجیحی محصول کے باوجود کسی خلل کے بغیر اپنا راستہ چلیں گی یا ایسی مراعات کریں گی جو محض برائے نام ہوں گی؛ اور یہ کہ خود انگلستان اپنی قائم کردہ بندشوں سے بہت جلد نقصان اٹھائے گا؛ اور بالآخر کسی طرح کا فائدہ حاصل نہ کرے گا۔ دوسری طرف یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ تجارئیین کے خیالات بہت مضبوطی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ کثیر التعداد اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ محصولوں کی تخفیف، خود ان کے ملک کے لیے مفید نہیں ہے؛ بلکہ غیر ممالک کے اشخاص کے ساتھ عنایت وکرم ہے؛ اور اس کے برعکس غیر ممالک میں محصولوں کی کمی کو وہ زیادہ اشیا برآمد کرنے اور اس طرح منافع حاصل کرنے کا ایک عمدہ موقع خیال کرتے ہیں۔

538

۶۔ انیسویں صدی کے اختتامی سالوں اور بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں تامین کی ترقی ایک عجیب وغریب واقعہ تھی؛ خاص کر ان معقول خیالات کی

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

اہمیت کے مدنظر جو اکثر موافق تامین دلائل کے خلاف عام طور سے پیش کئے جاتے تھے ۱۸۴۶ء میں انگلستان کے قانون غلہ کی تنسیخ کے بعد کی نسل میں قرائن بظاہر یہ بتلا رہے تھے کہ یا تو تجارت آزاد تمام مہذب دنیا میں جاری و ساری ہو جائے گی یا کم از کم کروڑ گیری کی مزاحمتوں میں بڑی حد تک کمی ہو جائے گی۔ لیکن ۱۸۷۰ء تا ۱۸۸۰ء کے عشرے میں لہر کا رخ دوسری سمت میں پلٹا؛ چنانچہ متعدد ممالک نے یکے بعد دیگرے تامینی پالیسی اختیار کرنی شروع کی؛ حتیٰ کہ خود انگلستان میں بھی جو تجارت آزاد کا مرکز ہے، ردعمل کے آثار ظاہر ہوئے۔ تامینی پالیسی کی تحریک کی متعدد اسباب سے توجیہ و تشریح کی جا سکتی ہے۔ قومی جذبہ و احساس کی ترقی ایک اہم سبب ہے۔ اکثر لوگ تامین کو ایک "قومی" پالیسی خیال کرتے ہیں؛ اور اس مفہوم میں واقعاً ایسا ہی ہے کہ وہ مبادلات کو بین الممالک بنانے کی بجائے ملک کے اندر عمل میں لانے کا موجب ہوتی ہے۔ تجارت آزاد کے اصول میں کسی حد تک "عالمی" شائبہ پایا جاتا ہے، اور وہ قوموں کے درمیان امن پسندی اور نیک دلی کا رنگ اختیار کرتا اور اس کو فروغ دیتا ہے۔ دوسرا سبب برطانیہ کے مکتب معاشیات کی شکست اور معاشی نظریے کی از سر نو مکمل ترتیب کی مسلمہ ضرورت ہے۔ اس نے تجارت آزاد کے بارے میں تشکیک کو ترقی دی ہے، جو اس مکتب یا مسلک کے اساسی اصول میں سے ایک تھا؛ اگرچہ قدیم معاشیئین کے نظام کا کوئی جزو زمانے اور انتقاد کی کسوٹی پر اس قدر پورا نہ اترا جس قدر کہ تجارت بین الاقوام کے بارے میں ان (قدیم معاشیئین) کا استدلال۔ ان کے علاوہ ایک اور سبب براعظم یورپ کے زرعی پیدا کنندوں کے ساتھ ماوراءِ بحر ممالک کی مسابقت ہے۔ براعظم کے زمیندار، جو سابق میں محصولوں کے خلاف یا ان سے بے پروا تھے، غیر ممالک کی مسابقت کے خلاف تامین کرنے کے مطالبے میں شریک ہو گئے ہیں۔ بہر حال جنگ عظیم سے قبل کی نسل میں تجارت آزاد کی بجائے تامین کے طریق کا دور دورہ رہا۔

• ۷۔ ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی کے بعد نصف صدی تک ایک شدید قسم کا تامینی محصول عائد کیا گیا۔ جنگ کی عملی مالی ضرورتوں کے سبب سے بڑے بڑے محصول عائد کرنے پڑے اور بعد کے سالوں میں بھی انھیں بدستور قائم رکھا گیا۔ اس طرح ایک سخت اور ہمہ گیر تامینی نظام رونما ہوا اور کسی تبدیلی کے بغیر (بجز ایک خفیف سے

§۳۷ تامین کے موافق دلائل

ردعمل کے جو ۱۸۹۴ء تا ۱۸۹۷ء میں واقع ہوا) ۱۹۱۳ء تک باقی رہا، جبکہ محصولوں میں عام طور سے تخفیف کی گئی۔

539

اس نظام کے معاشی اثرات کو تجربی طور سے معلوم کرنا ناممکن ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بین الاقوامی تجارت پر اس کے اثرات دوسرے عاملین کے اثرات کے ساتھ اس قدر گتھے ہوئے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ اس سے زیادہ مشکل کام، عام خوش حالی پر اس کے اثرات کا معلوم کرنا یا اس کی پیمائش کرنا ہے۔ اجرت کی شرحوں کے مثل اس موضوع کے بارے میں بھی تامین کے وکیلوں نے یہ اعلان اور احتجاج کیا ہے کہ ان کے محصولات کی وجہ سے تمام تر عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کی گفتگو، قدرتی نتیجہ ہے فرقہ وارانہ کشمکش کی عملی ضرورتوں کا اور نیز اس ضرورت کا، کہ عام رائے دہندوں کے لیے سیدھا سادہ استدلال استعمال کیا جائے۔ یہ اصول اس قدر بلند آہنگی اور استقلال کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اکثر لوگ بلکہ وہ اشخاص بھی جو غبی اور جاہل نہیں ہیں اس کا یقین کامل رکھتے ہیں کہ اس ملک کی خوش حالی کا مدار تامینی محصولوں پر ہے۔ پھر بھی اس سے زیادہ کوئی پرفریب چیز نہیں ہوسکتی۔ امریکہ کی خوش حالی کی توجیہ متعدد عاملین سے کی جاسکتی ہے؛ یعنی وسیع ذرائع، ملک کے اندر بہت وسیع تقسیم عمل، اور آزاد، مستعد اور ذہین آبادی وغیرہ۔ کیا شمالی امریکا کے علاقے کو ہر قسم کے معاشی و سیاسی حالات کے تحت صدیوں تک تمام دنیا رشک و حسد کی نگاہ سے نہیں دیکھتی رہی؟ لیکن کسی ایک ایسے عامل کا تفصیل کے ساتھ سراغ لگانا تقریباً ناممکن ہے جس نے اس قابل رشک نتیجے کو پیدا کرنے اور روکنے میں حصہ لیا۔ جہاں تک محصولوں کا تعلق ہے، یہ صحیح ہے کہ ہمیں عام استدلال پر بھروسا کرنا چاہئے۔ تامین کا ابتدائی اور ظاہری اثر صنعت کو غیر منفعت بخش راہ پر لیجانا ہے؛ اور میرے خیال میں اس عام نتیجے کو مسترد کرنے اور اس تامینی نظام کو جو ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی کے بعد سے موجود ہے نفع بخش بتانے کی کوئی معقول بنیاد نہیں ہے۔

پھر بھی یہ کہنا چاہئے کہ اکثر اشیا پر محض برائے نام محصول عائد تھے۔ یہی وہ اشیا ہیں جو ملک کے اندر بھی ارزاں تیار کی جاتی تھیں اور شدید مسابقت کی صورت میں ارزاں فروخت کی جاتی تھیں۔ یہ محض محصول عائد کرنے سے اشیا کی قیمت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ قیمت

باب ۳۷ تامین کے موافق دلائل

کا اضافہ محض اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ بیرونی رسد گھٹا دی جائے اور اس طرح زیادہ گراں داخلی رسد کی خریداری کی ترغیب دی جائے، یا داخلی اجارے کی پرورش کی جائے۔ محصولی نظام پر ریاستہائے متحدہ کے مصنوعات کا جس حد تک مدار ہے، اس کو تامین کے وکیل بہت مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کی دردناک پیشین گوئیوں کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تامینی محصول کے بغیر ایک دود کش سے بھی دھواں نہیں نکل سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر حال میں ریاستہائے متحدہ کا ایک بڑا صنعتی ملک ہونا یقینی ہے؛ اور یہ یقین محض ان کے کوئلے اور معدنیات کے حیرت انگیز ذرائع اور ان کے باشندوں کی ذہانت، اولوالعزمی و حوصلہ مندی کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس کا اضافی فائدہ اور سہولت صرف زراعت تک کسی صورت میں محدود نہیں ہے۔ لیکن اسی امر سے ظاہر ہوتا ہے کہ تجارت آزاد کے حامیوں نے تامینی نظام کے ہر جزو سے خرابیاں منسوب کرنے میں بہت زیادتی سے کام لیا تھا۔ جہاں تک ان کے الزامات کے اطلاق کا تعلق ہے وہاں تک 'تامینی نظام نے صنعت کی رفتار میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی۔ اعلیٰ محصولوں کے بغیر ملک کی خوش حالی کی زیادتی اور صنعتوں کی گوناگونی اسی طرح یقینی ہے جس طرح کہ محصول عائد کرنے کی صورت میں۔

۸۔ ریاستہائے متحدہ جیسے ملک میں مصنوعات کے قیام و دوام کا مدار جن شرائط و حالات پر ہوتا ہے ان پر لمحہ بھر غور کرنا ضروری ہے۔ زراعت اب بھی ملک کے بہت بڑے حصے کا پیشہ ہے، اگرچہ اس کا دائرہ اس قدر زیادہ وسیع نہیں ہے جس قدر کہ زمانۂ سابق میں تھا۔ زراعت کے ساتھ ساتھ عملی ضرورتوں کی وجہ سے بعض صنعتیں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔ یہ صنعتیں وہ اشیا تیار کرتی ہیں جن کا نام ہم نے داخلی اشیا رکھا تھا؛ یعنی ایسی اشیا جو کسی حال خارجی مقابلے کے تابع نہیں ہوتیں۔ صرف ان مصنوعات کے بارے میں محصولی سوالات پیش ہوتے ہیں جن کی پیداوار بظاہر درآمد کے ذریعے سے مہیا ہو سکتی ہے۔ وسائل نقل و حمل کی ارزانی کی وجہ سے اور خاص قومی طریقوں اور تعصبات کے بتدریج مٹ جانے کی وجہ سے ان تقابلی مصنوعات کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آزاد حالت میں صرف اس وقت قائم رکھ سکتے ہیں جبکہ زراعت کی طرح ان میں بھی اضافی فائدہ اور سہولت زیادہ ہو۔ وہ بیرونی اشیا کا صرف اس وقت مقابلہ کر سکتے ہیں جبکہ ان کی محنت اسی حد تک

باب ۳۷
تجارت بین الاقوام کے موافق دلائل

زیادہ موثر ہو جس حد تک کہ زراعت میں ہے؛ یا اس وقت جبکہ وہ محنت غیر معمولی طور سے ارزاں شرائط پر حاصل کر سکیں۔ محنت یا تو اس وقت زیادہ موثر ہو سکتی ہے جبکہ قدرتی حالات زیادہ فائدہ رساں یا سہولت بخش ہوں، یا اس وقت جبکہ محنت کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کی جائے اور اس کو عمدگی کے ساتھ صرف کیا جائے؛ اور بظاہر فائدے کی انھی صورتوں کی آرزو بھی کرنی چاہئے۔ فائدے اور سہولت کے یہ دونوں اسباب، یعنی قدرتی ذرائع اور محنت کے استعمال میں ذہانت، ریاستہائے متحدہ کو زراعت میں فائدۂ فائق دینے میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن مصنوعات پر بھی دونوں کا اثر پڑتا ہے۔

541

ریاستہائے متحدہ سے گیہوں، روئی، اور غلہ کی پیداوار کی برآمد، اگرچہ بڑی حد تک آب وہوا اور زمین کے موافق حالات کا نتیجہ ہے، آلات کشاورزی، عمدہ منتخب تخم، ریلوں اور دیگر وسائل نقل وحمل کے ارزاں کرایے پر منحصر ہے۔ بعض مصنوعات (یا ایسی اشیا جنھیں ریاستہائے متحدہ کے اعداد وشمار میں مصنوعات شمار کیا جاتا ہے) جیسے تانبا اور مٹی کے تیل کی برآمد کا مدار قدرتی ذرائع اور بامہارت محنت کے اسی اتحاد پر ہے۔ لیکن اکثر برآمد کردہ مصنوعات میں خاص فائدہ محض مہارت میں مضمر معلوم ہوتا ہے؛ مثلاً سینے کی مشینیں، آلات کشاورزی، برقی سازوسامان، انجن وغیرہ۔ یہ محض اہل امریکا کی ذکاوت طبع کی وجہ سے عمدہ بنائے جاتے ہیں اور اعلیٰ درجے کی کلوں کے ذریعے سے بہت ارزاں تیار کئے جاتے ہیں۔ اور اکثر صنعتیں ایسی ہیں جو اپنی پیداوار، اگرچہ کثیر مقدار میں برآمد نہیں کرتیں، لیکن اسی سبب سے داخلی بازار میں کامل تسلط رکھتی ہیں، اور درآمد کی مسابقت کے خطرے سے باہر ہوتی ہیں؛ مثلاً جوتے، دبے ہوئے شیشے کے ظروف، اور معمولی درجے کی سوتی اشیا وغیرہ۔ یہی وہ مصنوعات ہیں جو بیرونی مسابقت کے سامنے بخوبی ٹھیر سکتے ہیں اور جن کی تیاری میں ریاستہائے متحدہ کے لوگ خاصا معقول منافعہ حاصل کر لیتے ہیں؛ اور ان کی وسعت، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اس سے بہت زیادہ ہے جتنی کہ تامین اور تجارت آزاد، دونوں کے وکیلوں کے دعووں کی بنا پر ظاہر ہوتی ہے۔

مصنوعات میں فائدے کا عام سبب عمدہ کلیں اور بہتر طریق پیدائش ہے۔ کفش سازی کی صنعت کی مثال لو، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ امریکا کی سب سے زیادہ

باب ۴ تجارت بین الاقوام کے موافق دلائل

موثر اور آزاد صنعتوں میں سے ایک ہے۔ جوتے درآمد نہیں کیے جاتے؛ بلکہ کثیر تعداد میں ان کی برآمد شروع ہو چکی ہے۔ ان کو تیار کرنے کی کلوں کو ایجاد کرنے اور کامل بنانے میں اہل امریکا نے دوسری قوموں کی رہبری کی ہے۔ لیکن کلوں کی خریداری یا نقل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اہل جرمنی غالباً ان کی نقل کر سکتے ہیں اور اس طرح زیادہ ارزاں محنت کے ساتھ ان پر کام کر کے اہل امریکا کے مقابلے میں کم قیمت پر جوتے فروخت کر سکتے ہیں۔ اہل جرمنی کے متعلق یہ بات بالعموم صادق آتی ہے، یا کم از کم صادق آتی تھی کہ نقالی میں وہ مہارت تامہ رکھتے ہیں، اگرچہ ایجاد کے میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امریکی فولادی اسکیٹ یا رقص کی کھڑاؤں (Skate) جن کا خاکہ ریاستہائے متحدہ میں تیار ہوا تھا اور جو ریاستہائے متحدہ میں مکمل کیے گئے تھے، جرمنی میں ان کی ہو بہو نقل اتاری گئی؛ اور چونکہ وہ وہاں نسبتہً ارزاں محنت سے تیار کیے گئے تھے اس لیے امریکا میں بھی ان کی درآمد ہوئی۔ اس قسم کی نقالی ہمیشہ ممکن نہیں ہے؛ اس لیے کہ کلوں کے چلانے کے لیے ماہر اور ذکی الطبع کاریگروں کی جماعت کی بالعموم اسی طرح ضرورت ہے جس طرح کہ خود کلوں کی، بلکہ اس کا حاصل کرنا نسبتہً بہت زیادہ دشوار ہے۔ لیکن یہ چیز اگر ہمیشہ نہیں تو کم از کم اکثر صورتوں میں ممکن ہے؛ اور اگر کلیں خود بخود چلنے والی ہوں تو یہ امکان اور زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح صنعت کی نجات ریاستہائے متحدہ جیسے ملک میں اسی میں ہے کہ کلوں میں مسلسل ترقی ہوتی رہے۔ اضافی فائدے اور سہولت کو قائم رکھنے کی شرط یہی ہے کہ ترقی برابر ہوتی رہے۔ اگر تمام دنیا میں طریق پیدائش، یعنی محنت کی پیداآوری یکساں ہو تو، ایسا ملک جہاں اجرت کی شرح ادنیٰ ہو ارزاں نرخ پر اشیا فروخت کر سکتا ہے[1]۔

542

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ کو ان مصنوعات میں فائدہ ہونے کا قرینہ ہے جن میں کلوں کا بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے؛ لیکن اس کی حقیقی توجیہ

---

[1] یعنی کسی ایک صنعت کے بارے میں یہ بات صادق آتی ہے۔ اگر کل دنیا میں سب صنعتوں میں طریق پیدائش اور کارکردگی یکساں اور مقررہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ اجرتوں کی شرحوں میں کسی جگہ فرق و اختلافات نہ ہوں گے؛ اور اسی وجہ سے کسی ایک ملک کو ارزاں محنت کے سبب سے کوئی تجارتی فائدہ نہ ہوگا۔ اس طرح تجارت بین الاقوام رک جائے گی۔ دیکھو باب ۳۴ فصل ۳۔

باب ۲۷ تائین کے موافق دلائل

بالعموم نہیں پیش کی جاتی۔ محض محنت کو گھٹانے والی کلوں کے استعمال سے سہولت اور فائدہ نہیں ہوتا۔ کل، محنت کو استعمال کرنے کے محض ایک طریق کی نمائندگی کرتی ہے۔ اگر محنت کو گھٹانے والی کلوں کا استعمال بڑے پیمانے پر یا زیادہ ذکاوت طبع کے ساتھ کیا جائے تو، اس کی بنا پر پیداوار مقابلۃً ارزاں تیار ہوتی ہے، خواہ مزدوروں کی اجرت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ ان صنعتوں میں جو کلوں کے عمل سے مناسبت و مطابقت رکھتی ہیں، امریکی محنت کے زیادہ پیدآور ہونے کا "قرینہ" ہے۔ یہ کون سی صنعتیں ہیں، اس کا کسی قاعدے کی رو سے تصفیہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایجاد کی رفتار بہت بے قاعدہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات امریکی سب سے پیش پیش ہوتے ہیں، بعض اوقات انگریز سب کی رہنمائی کرتے ہیں، بعض اوقات جرمن یا فرانسیسی سب کے لیے مثال قائم کرتے ہیں۔ لیکن یہ امر ضرب المثل ہے کہ اس قسم کی مسابقت میں سب سے زیادہ قابل قدر اور عدیم النظیر کارنامہ امریکنوں کا ہے؛ اور معاشی اعتبار سے اس کا فرعی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی مصنوعات سازی کی جدوجہد کو ان صنعتوں تک محدود رکھتے ہیں جن میں وہ بظاہر سب سے پیش پیش رہنے کے قابل نظر آتے ہیں۔

بعض صورتوں میں ریاستہائے متحدہ کی مصنوعات سازی کی حالیہ صنعتی تاریخ میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پیش پیش رہنے کے اس عمل کی بنیاد بظاہر تائین رہی ہے؛ یعنی یہ کہ نوخیز صنعتوں کے بارے میں تائینی طریق کا استعمال بہت کامیابی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس مقصد کو ایک بھدے، غلط اور بیش خرچ طریقے سے حاصل کیا گیا ہے؛ لیکن یہ حاصل ضرور ہوا ہے۔ چنانچہ ریشمی مصنوعات کی صورت بطور مثال پیش کی جا چکی ہے؛ غالباً اس کی دوسری مثال فولادی مصنوعات ہیں۔ لیکن یہ موخرالذکر شکل زیادہ مشتبہ ہے، اس لیے کہ ہمیشہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس قسم کی صنعت جو ملک کے لیے فی الحقیقت نئی نہ ہو (جیسے کہ ریشمی مصنوعات) کسی حالت کے تحت بھی ترقی کر کے آزاد ہو سکے گی یا نہیں۔ گنجان اور بڑھتی ہوئی آبادی اور بلا محصول زمین کی روز افزوں قلت کا یہ میلان ہوتا ہے کہ وہ زرعی صنعت کے سوا دوسری صنعت کی ترقی کا ہر صورت میں باعث بن سکتی ہے۔ بیرونی ممالک سے جو کثیر التعداد لوگ ہجرت کر آتے اور توطن داخلی اختیار کرتے ہیں اور اس سے محنت کی

548

باب ۲۷
تائین کے موافق دلائل

رسد کے حالات میں جو تغیرات ہوتے ہیں وہ اس میلان کو اور بھی زیادہ تقویت دیتے ہیں۔ محصولی نظام نے، ایسی صورت میں بھی جہاں وہ نوخیز صنعتوں کی تائین کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، بالعموم محض اس ترقی کی رفتار کو بہت سریع بنا دیا ہے جو اس کے بغیر بھی بہت جلد نمودار ہوتی۔

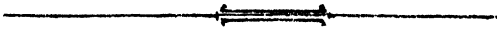
۹۔ جن مختلف طریقوں سے ریاستہائے متحدہ میں ابتدائی بار اٹھا لیا گیا ان کی گنجائش رکھنے کے بعد بھی تائین کے نقصانات ہی کا پلہ جھکتا ہوا نظر آتا ہے؛ اس لیے کہ ایسی صنعتیں وجود میں آتی ہیں جن کا مدار تائین پر ہوتا ہے۔ ان سے جو اغراض وابستہ ہو جاتے ہیں، وہ ہمیشہ مشکل مسائل پیش کرتے ہیں۔ کوئی شخص یہ تجویز پیش نہیں کرتا کہ اطلاع کے بغیر دفعۃً ان اشخاص کو تائین سے محروم کر دینا چاہیئے جو کامل اطمینان کے ساتھ اس معقول مفروضے پر کارخانوں میں کثیر رقوم مشغول کرتے ہیں کہ تائینی پالیسی کا سلسلہ قائم رہے گا۔ یہ صحیح ہے کہ محصولوں کے متعلق ان کی "مطلوبہ" شرحوں کے بارے میں انکے بیانات ہمیشہ مبالغہ آمیز ہوتے ہیں، اور یہ کہ وہ جتنی تخفیف تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہیں اس سے بہت زیادہ تخفیف، وقفے کے بغیر بالعموم قابل عمل اور ممکن ہوتی ہے؛ پھر بھی وقفے کو روا رکھنا ضروری ہے۔ اگر تائین کے خلاف کوئی رد عمل ضروری ہے تو، اس کو تدریجی طور سے اور امتحاناً عمل میں لانا چاہیئے۔ پھر بھی اکثر ایسی اشیائے خام کے بارے میں، جن کی تیاری کے لیے کوئی بڑا کارخانہ اور پلانٹ درکار نہیں ہوتا، اس قسم کا لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی مثال اون ہے جس پر ریاستہائے متحدہ نے ایک زمانے تک بھاری محصول عائد کیا تھا، اور جس کے عائد کرنے کی کوئی تائید کسی ٹھوس معاشی بنیاد پر نہیں کی جا سکتی۔ ۱۸۹۴ء کا قانون محصول (ٹیرف ایکٹ)، جس حد تک اس نے ہمیشہ کے لیے اون کے محصول کو کالعدم کر دیا، بہت ہی عاقلانہ طریق پر مرتب کیا گیا تھا؛ اس بدقسمت اور عارضی تدبیر میں یہی ایک دلیرانہ تجویز تھی جس پر عمل کیا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں اون کا محصول پھر موقوف کیا گیا، اور اسی کے ساتھ ساتھ کوئلا، لکڑی، کھال اور دوسری اشیا پر سے بھی محصول اٹھا لیا گیا۔

544

محصول کے مسئلے کے اس تبصرے میں ان پہلوؤں پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی جو بداہۃً خراب ہیں، یعنی یہ کہ غرض مند پیداکنندے اپنے موافق قوانین منظور کرانے میں کیا دباؤ

باب ۳، تایین کے موافق دلائل

ڈالتے ہیں، اپنی ٹولی کے لوگوں کے لیے ناواجب مراعات، عام کشمکش میں ہر واضع قانون کی یہ کوشش کہ ایسے محصول جاری کرے جو اس کے حلقۂ انتخاب کنندگان کے لیے مفید ہوں یا کم از کم مفید خیال کئے جاتے ہوں۔ عمومی یا جمہوری حکومت میں ہر نمایندے کا یہ رجحان کہ اپنے مخصوص موکلوں کے حقیقی یا مفروضہ اغراض کی تائید کرے جمہوریت کے بدترین نقائص میں سے ہے۔ جہاں تک محصولوں کے متعلق وضع آئین وقوانین کا تعلق ہے، ان خرابیوں کا پوری طرح تجربہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ میلان اکثر معاملات میں ظاہر ہوتا ہے، خواہ وہ اچھے ہوں یا مشتبہ نوعیت رکھتے ہوں؛ یعنی تعلیم میں، بندرگاہوں کی اصلاح و ترقی میں، ڈاک میں اور ریلوں اور دیگر صنعتوں کے سرکاری انتظام میں بھی یہی میلان رونما ہوتا ہے۔ ایسے معاملات کی تنظیم و نگرانی میں جن سے براہ راست معاشی اثرات مترتب ہوتے ہیں حکومت کو عام طور سے کچھ اسی قسم کے میلان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ سیاسی نظام کی موجودہ صورت کی وجہ سے جو عملی حالات و شرائط رونما ہونے ممکن ہیں ان کے تحت ہمیں زیادہ تر عام نتیجے کو ذہن میں رکھنا چاہئے؛ اور اسی نقطۂ نظر سے تایین کے مسئلے کو بھی جانچنا چاہئے۔



تعلیقات حصۂ چہارم

مبادلات خارجہ کے بارے میں دیکھو (۱) جی، جے گوشن کی کتاب موسوم بہ "نظریۂ مبادلات خارجہ" (The Theory of the Foreign Exchanges) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۱ء؛ (۲) جی کلیر کی کتاب موسوم بہ "ابجد مبادلات خارجہ" (The A B C of the Foreign Exchanges) شائع شدہ سنہ ۱۸۹۵ء؛ (۳) ایچ وتھرس کی کتاب موسوم بہ "مبادلۂ زر" (Money-changing) شائع شدہ سنہ ۱۹۱۳ء؛ اور (۴) سب سے مفصل اور اعلیٰ درجے کی تصنیف موسوم بہ "مبادلات خارجہ" (Foreign Exchanges) شائع شدہ سنہ ۱۹۱۹ء مصنفہ اے، سی وھٹے کر ان کتابوں میں زیادہ تر اور بلا استثنا ان ملکوں کی تجارت خارجہ کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے جہاں معیار طلا رائج ہے۔
تجارت بین الاقوام کے بارے میں جے، یس، مل کی کتاب موسوم بہ "اصول معاشیات" (Principles of Political Economy,) کا حصۂ سوم باب ۱۷ و متعاقب ابواب لاجواب ہیں، اگرچہ بعض مقامات میں حد سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ جدید قسم کی جامع بحث سی، یف، بیسٹیبل کی کتاب موسوم بہ "نظریۂ تجارت بین الاقوام" (The Theory of International Trade) چوتھے ایڈیشن شائع شدہ سنہ ۱۹۰۳ء میں ملتی ہے۔ یف، وائی ایج ورتھ کے تین مضامین بعنوان "نظریۂ قدر بین الاقوام" (The Theory of International Values,) ایک رسالہ موسوم بہ اکنامک جرنل جلد چہارم سنہ ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئے؛ ان میں ریاضی طریق پر بحث کی گئی ہے۔
اگرچہ تجارت آزاد اور تامین کے مباحث کے بارے میں متعدد کتابیں موجود

باب ۳۷ تعلیقات

ہیں، لیکن ان میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں ہے جو اس بحث مباحثے پر اطمینان بخش حد تک حاوی ہو۔ ایچ' فاسیٹ کی کتاب موسوم بہ "تجارت آزاد و تامین" Free Trade and Protection شائع شدہ ۱۸۸۵ء میں تجارت آزاد کی موافقت میں سیدھے سادے دلائل پیش کئے گئے ہیں اور تامین کے خام مغالطوں کا ابطال کیا گیا ہے۔ ایچ 'جی' براؤن کی کتاب موسوم بہ "بین الاقوامی تجارت و مبادلہ" International Trade and Exchange شائع شدہ ۱۹۱۴ء میں مبادلات خارجہ اور محصولی مباحثے کی تہ میں مضمرہ اصول کی نہایت عمدہ اور جامع تشریح کی گئی ہے۔ R. Schüller, کی کتاب موسوم بہ (Schutzzoll und Freihandel) شائع شدہ ۱۹۰۵ء میں تامین کی موافقت میں نہایت قابلیت کے ساتھ دلائل پیش کئے گیے ہیں، مگر یہ کتاب جس قدر توجہ کی مستحق ہے اس سے بہت کم توجہ اس پر صرف کی گئی ہے۔ تامین کے بارے میں آسٹریلیا کے ایک اور باشندے J. Grunzel, کی لکھی ہوئی ایک کتاب (جس کا انگریزی ترجمہ بنام Economic Protectionism (معاشی تامینیت ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا) مختصر و مفید معلومات بہم پہنچاتی ہے' اگرچہ اس کا استدلال بہت زیادہ سطحی ہے۔ اس موضوع پر خود مصنف (یعنی ٹاسگ صاحب) کی دو کتابیں یہ ہیں: (۱) مسئلۂ محصول کے بعض پہلو Some Aspects of the Tariff Question (شائع شدہ ۱۹۱۵ء دوسرا ایڈیشن) جس میں اساسی اصولی مسائل پر بحث کی گئی ہے اور ریاستہائے متحدہ کی صنعتی ترقی پر ان کے انطباق واطلاق کی تفصیلی تشریح و تمثیل پیش کی گئی ہے؛ اور (۲) Free Trade, The Tariff and Reciprocity شائع شدہ ۱۹۱۹ء جو متعدد مضامین کا مجموعہ ہے۔

ریاستہائے متحدہ کی تاریخ محصولات پر دیکھو (۱) ای' اسٹین وڈ کی کتاب موسوم بہ "انیسویں صدی میں امریکی محصولی مباحثے" (American Tariff Controversies in the Nineteenth Century شائع شدہ ۱۹۰۳ء' جس میں تامین کے وکیل کے نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اور وضع کردہ آئین و قوانین پر نظر ڈالی گئی ہے؛ (۲) ٹاسگ کی کتاب موسوم بہ "ریاستہائے متحدہ امریکا کی محصولی تاریخ" Tariff History of the United States شائع شدہ ۱۹۱۴ء؛ (۳) ڈبلیو جے ایشلے کی کتاب موسوم بہ "مسئلۂ محصول" The Tariff Problem شائع شدہ

545

سنہ ۱۹۰۳ء، جس میں انگریز "مصلحین محصولات" (وہ لوگ جو برطانیہ عظمیٰ میں تجارت آزاد کی پالیسی کے حامی و مؤید ہیں) کے نقطۂ خیال کو بیان کیا گیا ہے؛ (۴) اے، سی پیگو کی کتاب موسوم بہ "تامینی و ترجیحی محصولات درآمد" (Protective and Preferential Import Duties) جو اس کی برعکس سمت میں میلان ظاہر کرتی ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۱۹۱۰ء کے جرمن بحث مباحثوں کے لیے دیکھو منجملہ دیگر مصنفین کے یل پوہل (L. Pohle,) کی کتاب موسوم بہ (Deutschland am Scheidewege) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۲ء اور اے واگنر کی کتاب موسوم بہ "زرعی مملکت و صنعتی مملکت" (Agrar-und Industriestaat) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۲ء یہ دونوں زراعت کی تامین کی موافقت میں ہیں؛ تجارت آزاد کی موافقت میں دیکھو یل، برنتانو کی کتاب موسوم بہ Die Schrecken des Industriestaats شائع شدہ سنہ ۱۹۰۱ء اور ایچ ڈیسٹ زیل کی کتاب موسوم بہ (Weltwirtschaft und Volkswirtschaft) شائع شدہ سنہ ۱۹۰۰ء۔

